فقہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے اُسے دین میں تفقّہ عطا فرما دیتا ہے

انسائیکلوپیڈیا — ۷

فقہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

اردو ترجمہ: مولانا عبدالقیوم

ادارہ معارف اسلامی
منصورہ ○ لاہور

نام کتاب	: فقہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
مصنف	: ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
اردو ترجمہ	: مولانا محمد عبدالقیوم
باہتمام	: ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور
مطبع و کمپیوٹر کمپوزنگ	: رشید احمد چودھری، مکتبہ جدید پریس
اشاعتِ اوّل	: دسمبر ۲۰۰۰ء
تعداد	: ۱۰۰۰
قیمت	: -/۳۷۵ روپے

تقسیم کنندہ:

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔سی شاہ عالم مارکیٹ۔لاہور

فون ہیڈ آفس: 7664504 - 7669510

7242676

برانچ:

منصورہ ملتان روڈ لاہور

فون: 448022 - 7830033 - 5419520
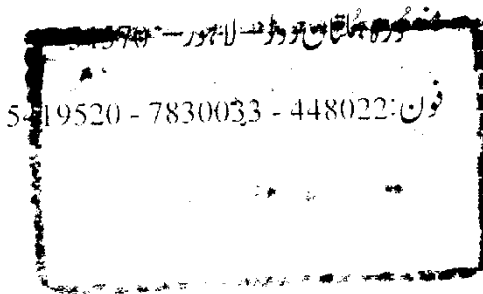
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

فقہ اسلامی ایک مکمل اور جامع ترین فقہ ہے، جس میں انسان کے تمام معاشرتی، اقتصادی اور دیگر ہر نوعیت کے مسائل کا حل موجود ہے۔ مغربی تہذیب نے دنیا بھر کے انسانوں کو مختلف معاشرتی، معاشی اور اقتصادی مسائل سے تو دو چار کر دیا ہے، لیکن ان مسائل کا حل پیش نہیں کیا ہے۔ اس لئے آج کا انسان ان مسائل کے حل کے لئے مغربی تہذیب سے مایوس ہو کر اسلامی فقہ کی طرف رجوع کر رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی فقہ کو فقہی مسالک میں بانٹنے کے بجائے ایک متفقہ اور جامع فقہ کے طور پر جدید انداز میں مرتب کر کے دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے مختلف زبانوں میں پیش کیا جائے تاکہ وہ اس سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے مسائل کا حل الہامی ہدایت کی روشنی میں کر سکیں۔

خلفائے راشدینؓ اور دوراول کے صحابہ کرامؓ میں سے کبار صحابہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اصابت رائے اور ماہرانہ فتاویٰ پر پوری طرح بھروسہ اور انحصار کیا جاتا ہے اور ان سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے سعودی عرب کی ایک اہم یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے بیس سال کی محنت شاقہ سے خلفائے راشدینؓ، کبار صحابہ کرامؓ اور بعض تابعین عظامؒ کی فقہی آراء کو جدید فقہی اسالیب کے انداز میں مرتب کر دیا ہے۔ اس کی ترتیب حروف ابجد کے حساب سے کی ہے اور اصل مآخذ کے حوالے انتہائی احتیاط واہتمام کے ساتھ درج کر دیئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ایک جامع فقہی انسائیکلو پیڈیا مرتب کر دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور کی خاص اور اہم بات یہ ہے کہ اس دور میں امت کے اندر فقہی اختلافات کم سے کم تھے اس طرح ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت ایک متفق علیہ فقہ اور اجتہاد کی ہے۔

ادارہ معارف اسلامی نے شروع ہی سے یہ طے کیا تھا کہ گزشتہ چودہ سو سال کے دوران میں اُمّت کے اصحاب علم وفکر اور مجتہدین کی اہم اور مفید کتب کو اردو زبان میں منتقل کر کے ایسے اسلوب میں پیش کیا جائے جو جدید تعلیم یافتہ ذہن کو مطمئن کر سکتا ہو تاکہ وہ اپنے اسلاف کے علمی ورثے سے پوری طرح

استفادہ کر سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے ادارے نے ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلوپیڈیا کا اردو زبان میں ترجمہ کرایا۔ نومبر ۱۹۸۹ء میں اس عظیم منصوبے کی پہلی جلد فقہ حضرت ابوبکرؓ کے عنوان سے شائع کرائی گئی۔ اب تک اس کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس کے بعد وقتاً فوقتاً فقہ حضرت عمرؓ، فقہ حضرت عثمانؓ، فقہ حضرت علیؓ اور فقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شائع کی جاتی رہیں۔ ان سب کتابوں کی پذیرائی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان سب کے ایک سے زائد ایڈیشن شائع کئے جاتے رہے ہیں۔ اس اہم منصوبے کی چھٹی جلد فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ستمبر ۲۰۰۰ء کی شائع کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب اس عظیم منصوبے کی ساتویں جلد فقہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ فاضل مترجم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب (فیصل آباد) نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بڑی محنت، یکسوئی اور مہارت کے ساتھ کیا ہے۔ انہوں نے ہی کمپوزنگ کے بعد پروف ریڈنگ کی خدمت بھی انجام دی ہے۔ جس کے لئے ادارہ ان کا شکر گزار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فقہ، تفسیر، علم میراث اور بعض دوسرے علوم کے ماہر تھے۔ ان کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا گیا تھا کہ ''حضرت ابن عباسؓ چند باتوں کے اندر تمام لوگوں پر فوقیت لے گئے تھے، یعنی گزشتہ واقعات کے بارے میں علم، پیش آمدہ مسائل کے بارے میں اپنی فقیہانہ رائے کے اندر، بردباری کے اندر... میں نے حضورؐ کی احادیث، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فیصلوں کا آپؓ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا اور نہ اپنی رائے کے اندر آپؓ سے بڑھ کر کسی کو فقیہہ دیکھا'' حضرت ابن عباسؓ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی عمر ایک روایت کے مطابق پندرہ برس تھی اور انہوں نے ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی۔ ان کی وفات کی خبر حضرت جابر بن عبداللہؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ''آج سب سے زیادہ علم والا اور سب سے حلم والا شخص اللہ کو پیارا ہو گیا اور امت کو جو نقصان ہوا ہے، اس کی کبھی تلافی نہیں ہو سکتی۔''

ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ اسے کتاب کا علم سکھا دے!'' ایک روایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

ہے: ''اے اللہ! اسے دین کی فقاہت عطا کر اور تاویل یعنی تفسیر کا علم سکھا دے۔'' حضرت ابن عباسؓ بجا طور پر فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے تھے: ''میرے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ حکمت کی دعا فرمائی ہے۔''

امید واثق ہے کہ قارئین حضرات ادارے کی شائع کردہ فقہ انسائیکلو پیڈیا کی پہلی چھ جلدوں کی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ماہرانہ آراء اور فتاویٰ سے پوری طرح استفادہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فاضل مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کی محنت شاقہ کا پورا پورا اجر انہیں ملے۔ فاضل مترجم حضرت مولانا محمد عبدالقیوم صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائے! آمین

ادارہ معارف اسلامی منصورہ کے جملہ منتظمین شکریے کے مستحق ہیں جن کی توجہ اور محنت سے اس عظیم منصوبے کی پہلی چھ جلدیں شائع ہوئیں اور اب ساتویں جلد شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو وافر اجر عطا فرمائے! آمین

اللہ تعالیٰ ادارے کو توفیق بخشے اور مالی وسائل بھی مہیا فرمائے کہ اس اہم منصوبے کی آخری جلد ''فقہ امام حسن بصریؒ'' بھی جلد زیور طباعت سے آراستہ کی جا سکے تاکہ پاکستان کے علمائے کرام، فقہائے عظام، وکلاء صاحبان اور عدلیہ سے تعلق رکھنے والے فاضل حضرات پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلو پیڈیا کی آٹھوں جلدوں سے کماحقہٗ استفادہ کر سکیں اور پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی راہ ہموار ہو سکے! آمین

منصورہ، لاہور

۳ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

۳۰ نومبر ۲۰۰۰ء

خاکسار

محمد اسلم سلیمی

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدلله نحمده و نستعينه و نستهديه و نستغفره' و نعوذبالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا' من يهده الله فلا مضل له' و من يضلل فلن تجدله و ليا مرشداً والصلوة والسلام على سيدنا محمد رسول الهدى و الرحمةً وعلٰى اله و صحبه وسلّم

امابعد

یہ کتاب فقہ السلف کے سلسلہ موسوعات (انسائیکلو پیڈیا) کی نئی کڑی ہے۔ جس میں میں نے صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فقہ پیش کیا ہے اور اسے ''موسوعۃ فقہ عبداللہ بن عباسؓ'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ کے والد کا نام عباسؓ اور دادا کا نام عبدالمطلب ہے۔ حضرت عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا ہیں۔ ماں کا نام ام الفضل لبابہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر الھلالیہ ہے۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی ہمشیرہ ہیں [۱]۔ حضرت ابن عباسؓ کی کنیت ابوالعباسؓ تھی۔ کثیر العلم ہونے کی وجہ سے آپ کو ''الحبر'' (بڑا عالم) اور ''البحر'' (سمندر) کے القاب سے بھی پکارا جاتا تھا [۲]۔

حضرت ابن عباسؓ کی پیدائش ''شعب ابی طالب'' میں ہوئی تھی۔ یہ ایک پہاڑی گھاٹی ہے جہاں بنو ہاشم اور بنو المطلب نے قریش کی طرف سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کے بعد پناہ لی تھی۔ قریش نے یہ مقاطعہ اس لیے کیا تھا کہ بنو ہاشم نے قریش کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کی ولادت وہاں سے نکلنے سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی تھی [۳]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو اپنا تھوک چٹا کر آپ کی تحنیک کی تھی۔

یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل پیش آیا تھا۔ [۴]

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپؐ نے مکّہ میں حضرت عبداللہؓ کے والد یعنی اپنے چچا عباسؓ کو قریش کی سرگرمیوں سے آگاہ رہنے کے لیے چھوڑ دیا' چچا اپنی بیوی بچوں کے ساتھ مکّے میں مقیم رہے۔ حضرت عبداللہؓ بھی اپنے والدین کے ساتھ یہیں رہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ فتح کر لیا تو حضرت عباسؓ اپنے بال بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ کیونکہ مکّہ میں ان کا کام ختم ہو چکا تھا۔

حضرت عبداللہؓ بھی والدین کے ساتھ مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ آپ اس سے پہلے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ آپ سے صحیح روایت کے ذریعے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "میں اور میری والدہ مستضعفین میں سے تھے میرا شمار بچوں میں ہوتا تھا اور میری والدہ خواتین میں سے تھیں (۵) (حضرت عباسؓ نے اس فقرے کے ذریعے سورۂ نساء آیت نمبر ۷۵ کی طرف اشارہ کیا ہے۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضرت ابن عباسؓ مدینہ میں مقیم رہے۔ امام احمد کی ترجیح کی روشنی میں اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس تھی (۶)۔ اور اس طرح آپ کو حضور صلی اللہ علی وسلم کی صحبت کا شرف تقریباً تیس ماہ حاصل رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مدینے میں آپ کا قیام رہا اور خلفائے راشدین کے قریب رہے۔ آپ نے خلفائے راشدین کو نیک مشورہ دینے اور اچھی رائے سے آگاہ کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ ان مشوروں کی تہہ میں یہی جذبہ کارفرما تھا کہ اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے اور دنیا پر حق و انصاف کی سیادت قائم ہو جائے۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے خلافت کے سلسلے میں حضرت علی سے سلسلہ جنبانی کی تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کو یہ عہدہ قبول نہ کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا۔ "اگر آپ نے اس وقت عہدۂ خلافت قبول کر لیا تو لوگ عثمانؓ کا خون قیامت تک کے لیے آپ کی گردن پر ڈال دیں گے" (۸)۔ لیکن حضرت علی نے آپ کے مشورے پر عمل نہیں کیا۔

جب حضرت علی مسند خلافت پر متمکن ہو گئے تو انہوں نے شام کی حکومت حضرت معاویہؓ کی بجائے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے کرنا چاہی لیکن آپ نے حضرت علی سے معذرت کرتے ہوئے انہیں جلد بازی نہ کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا۔ "یہ کوئی اچھی رائے نہیں ہے' اگر میں شام جاؤں گا تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) اگر مجھے قتل نہیں کریں گے تو کم از کم قید ضرور کر دیں گے' میری رائے ہے کہ آپ ان سے مراسلت کریں۔ انہیں

احسانات سے نوازیں نیز آئندہ کے لیے وعدے کریں اور انہیں شام کا حکمران رہنے دیں۔" لیکن حضرت علی نے آپ کی رائے قبول نہیں کی اور فرمایا۔" ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔"(۹)

جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان خلافت کے سلسلے میں جھگڑا شروع ہوگیا تو حضرت ابن عباسؓ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کا ساتھ دیا' آپ حضرت علی کو برحق سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ امت جس کے ہاتھ پر بیعت کرے وہی جائز اور قانونی خلیفہ ہوتا ہے' آپ حضرت علیؓ کی معیت میں جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہوئے اور لشکر علی کے ایک حصے کی قیادت بھی کی (۱۰)۔

جب حضرت حسین بن علی حجاز سے نکل کر عراق گئے اور وہیں شہید ہوگئے اور دوسری طرف حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے حجاز میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور ان کے ساتھ اموی خلیفہ عبدالملک بن مردان کی طویل جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا اور حضرت ابن عباسؓ اپنے اہل وعیال سمیت مکہ مکرمہ میں آ کر مقیم ہوگئے تو حضرت ابن الزبیرؓ نے آپ کو بیعت پر مجبور کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اہل کوفہ سے مدد طلب کی۔ چار ہزار مسلح کوفی آپ کی مدد کو پہنچ گئے اور مکہ سے نکال کر آپ کو طائف لے گئے (۱۱)۔ آپ طائف میں مقیم رہے اور وہیں ۶۸ھ میں آپ کی وفات ہوگی۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور کہا" آج اس امت کا "ربانی" دنیا سے کوچ کر گیا۔"(۱۲) جب حضرت جابر بن عبداللہ کو آپ وفات کی خبر پہنچی تو کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔" آج سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ حلم والا شخص اللہ کو پیارا ہوگیا اور امت کو جو نقصان ہوا ہے اس کی کبھی تلافی نہیں ہوسکتی۔"(۱۳)

۲۔ ان علوم کا ذکر جن کے اندر حضرت ابن عباسؓ کو نمایاں حیثیت حاصل ہوئی:

حضرت ابن عباسؓ نے اپنے زمانے کے تمام مروجہ علوم میں براعت حاصل کی۔ ان میں فقہ' تفسیر' علم میراث' شعروادب' انساب العرب اور علم الحساب شامل ہیں۔ آپ نے ان تمام علوم کی تدریس بھی کی اور ان کے استاد رہے۔ آپ کی تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ ہر علم کے لیے ایک دن مخصوص ہوتا اور اس علم کے طلبہ مقررہ دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور آپ سے فیضیاب ہوتے۔ مثلاً فقہ کی تدریس کے لیے ایک دن مقرر ہوتا' تفسیر کی تدریس کے لیے ایک دن' شعروشاعری' غزوات اور زمانہ جاہلیت میں عربوں کی جنگی حکایتوں کے لیے ایک ایک دن اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کا کہنا ہے کہ" حضرت ابن عباسؓ چند باتوں کے اندر تمام لوگوں پر فوقیت لے گئے تھے' یعنی گذشتہ واقعات کے

بارے میں علم کے اندر' پیش آمدہ مسائل کے بارے میں اپنی فقیہانہ رائے کے اندر' بردباری کے اندر علم الانساب کے اندر اور داد و دہش کے اندر' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فیصلوں کا آپ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا' اور نہ ہی اپنی رائے کے اندر آپ سے بڑھ کر کسی کو فقیہہ دیکھا۔ نیز عربی اشعار' عربی زبان' تفسیر قرآن' حساب دانی اور علم میراث کے اندر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم میری نظر سے نہیں گذرا۔ مسائل کے بارے میں آپ کی رائے سب سے بڑھ کر صائب ہوتی۔ آپ ایک دن مجلس درس میں بیٹھ جاتے اور سارا دن فقہی مسائل کا سلسلہ جاری رہتا' ایک دن تفسیر قرآن کا ذکر چلتا رہتا' ایک دن غزوات کا' ایک دن عربی اشعار کا اور ایک دن ایام عرب (دور جاہلیت میں لڑی جانے والی جنگوں) کا۔ میں نے دیکھا کہ جو عالم بھی آپ کی مجلس میں آتا آپ کے علم وفضل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا اور جو شخص بھی آپ سے مسئلہ پوچھتا آپ کے پاس اس مسئلے کے بارے میں معلومات ہوتیں اور سائل کو علم حاصل ہو جاتا۔'' (۱۴)

۳۔ حضرت ابن عباسؓ کے علوم کے مصادر:

حضرات صحابہ کرام جن علمی مصادر سے فیضیاب ہوتے تھے حضرت ابن عباسؓ کے مصادر علوم ان سے مختلف نہیں تھے۔ ان کا دائرہ درج ذیل اُمور تک محدود تھا۔

الف۔ کتاب اللہ: حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اور پھر حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو پورا قرآن سنایا تھا' ایک قول کے مطابق آپ نے حضرت علیؓ کو بھی پورا قرآن سنایا تھا (۱۵)۔ یہ کوئی بعید امر نہیں ہے۔ ضحاک بن مزاحم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ قرآن کی قرآت حضرت زید بن ثابتؓ کی قرآت کے مطابق کرتے تھے۔ البتہ پندرہ مقامات میں آپ حضرت ابن مسعودؓ کی قرآت اختیار کرتے تھے (۱۶)۔ حضرت ابن عباسؓ کو قرآن کی تفسیر اور اس کے معانی کی گہرائیوں میں اتر کر دقائق کے استخراج کے اندر بڑی مہارت حاصل تھی حتیٰ کہ آپ کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ ''ہاں' ابن عباسؓ قرآن کے ترجمان ہیں''۔ (۱۷)

ب۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یہ بات تو قطعی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ حدیثیں سنی تھیں۔ بعض حضرات نے سماع حدیت کی مذکورہ حیثیت کو گرانے

اور اسے کم کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ مثلاً غندر نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے صرف نو حدیثوں کا سماع کیا ہے جبکہ یحیٰ بن قطان کی رائے میں ان کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہے۔ غزالی نے تو کمال کر دیا۔ انہوں نے ''المستصفی'' میں یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے صرف چار حدیثیں سنی تھیں۔

یہاں ہم علامہ ابن حجر کی ہمنوائی کرتے ہوئے کہیں گے کہ ''درج بالا اقوال پر ہمیں اعتراض ہے کیونکہ ''صحیحین'' (بخاری اور مسلم) کے اندر ان احادیث کی تعداد دس سے کہیں زیادہ ہے جن کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ان مشاہدات کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہے جن کا ذکر حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علی وسلّم کے افعال کے سلسلے میں کیا ہے۔ اتنی ہی تعداد ان احادیث کی ہے جو صریح سماع کے حکم میں ہیں۔ ''صحیحین'' کے سوا دیگر کتب احادیث میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ احادیث ان کے علاوہ ہیں۔ (۱۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے آپ کی باقیماندہ روایتیں وہ ہیں جن کا سماع آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے نہیں کیا بلکہ کبار صحابہ مثلاً حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن مسعود وغیرھم سے ان کا سماع کیا ہے۔ (۱۹) حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے جتنی حدیثیں روایت کی ہیں ان کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔ (۲۰) ان میں ۷۵ حدیثوں کی امام بخاری اور امام مسلم نے متفقہ طور پر ۱۲۰ کی صرف امام بخاری نے اور ۹ کی صرف امام مسلم نے روایت کی ہے۔ (۲۱)

ج۔ کبار صحابہ کے اجتہادات: حضرت ابن عباسؓ کو صحابہ کرام کے اجتہادات کے بارے میں وسیع علم حاصل تھا' خاص طور پر فقہائے صحابہ نیز عہدۂ قضا پر مامور اور مسند حکومت پر متمکن صحابہ کرام مثلاً خلفائے اربعہ وغیرھم کے اجتہادات کا۔ کیونکہ مشاہدات و تجربات نیز مسائل کو نمٹانے کے عمل نے ان حضرات کو ذہنی طور پر پختہ کر دیا تھا جس کے نتیجے میں یہ حضرات دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ماہر اور زیادہ صائب الرائے بن گئے تھے۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کا کہنا ہے کہ۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث نیز حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عدالتی فیصلوں کا حضرت ابن عباسؓ سے بڑھ کر علم رکھنے والا اور انہیں سمجھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ (۲۲)'' معمر نے تین اشخاص یعنی حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کو حضرت

ابن عباسؓ کے اکثر علوم کا منبع قرار دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ ''ابن عباسؓ کا اکثر علم تین افراد حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف راجع ہے۔'' (۲۳) عمر نے شاید یہ بات اس بنا پر کہی ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا کہ حضرت ابن عباسؓ کو حضرت عمرؓ کا انتہائی قرب حاصل تھا' حضرت علیؓ کے ساتھ ابن عباسؓ کی نہ صرف قرابتداری تھی بلکہ دونوں کے درمیان لازم وملزوم کا رشتہ تھا اور انہیں یہ روایت بھی پہنچی تھی کہ حضرت ابی بن کعبؓ کو حضرت ابن عباسؓ نے پورا قرآن سنایا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف مذکورہ بالا تینوں حضرات ہی حضرت ابن عباسؓ کے لیے منبع علم نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام سے حضرت ابن عباسؓ کے استفادہ کا دائرہ اس سے کہیں وسیع تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ کبار صحابہؓ کی خدمت میں کثرت سے حاضری دیتے اور اگر کوئی مسئلہ پیش آ جاتا تو اس کے متعلق اس وقت تک ان حضرات کی آراء معلوم کرتے رہتے جب تک کوئی اطمینان بخش رائے حاصل نہ ہو جاتی۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے خود فرمایا کہ ''میں ایک مسئلے کے بارے میں تیس تیس صحابہ کرام سے پوچھا کرتا تھا۔'' (۲۴)

د۔ **معلومات عامہ:** حضرت ابن عباسؓ کے علوم کا چوتھا ذریعہ معلومات عامہ ہیں جنہیں آپ مختلف علاقوں میں آنے جانے کے دوران لوگوں کے احوال وکیفیات کے مشاہدے سے اس طرح چن لیتے تھے جس طرح جوہری ملے جلے جواہرات سے قیمتی جواہرات الگ کر لیتا ہے۔

۴۔ حضرت ابن عباسؓ کی علمی شخصیت کو پروان چڑھانے والے عوامل:

ہر ممتاز شخصیت کے اندر اس شخصیت کو پروان چڑھانے اور اسے بلند مقام تک پہنچانے والے عوامل کا وجود ضروری ہے۔ انمیں سے بعض تو قدرتی ہوتے ہیں اور انسان کا ان میں اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا اگر چہ انہیں چمکانے اور جلا بخشنے میں اس کے اپنے کردار کا بڑا دخل ہوتا ہے اور بعض کسبی ہوتے ہیں۔

میرے خیال میں حضرت ابن عباسؓ کی علمی شخصیت کی تکوین میں درج ذیل عوامل کارفرما ہے۔

الف۔ آپ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا: یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتی تھی اور رد نہیں ہوتی تھی۔ روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کے لیے یہ دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ! اسے کتاب کا علم سکھا

دے۔" ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ "اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔" ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ "اے اللہ! اسے دین کی فقاہت یعنی سمجھ عطا کر۔"(۲۵) ایک اور روایت میں ارشاد ہے۔ "اے اللہ! اسے دین کی فقاہت عطا کر اور تاویل یعنی تفسیر کا علم سکھا دے۔"(۲۶) خود حضرت ابن عباسؓ بجا طور پر فخر ومباہات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے۔

"میرے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے دو مرتبہ حکمت کی دعا فرمائی ہے۔"(۲۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس دعا نے جس کے مستجاب ہونے کے بارے میں ہمیں اس بنا پر حتمی علم حاصل ہے کہ یہ نبیؐ کی دعا ہے، حضرت ابن عباسؓ کے اندر تفوق کے جذبے کی روح پھونک دی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک دعا عملی طور پر وجود میں آ جائے۔ اور اس طرح حضرت ابن عباسؓ کی ذات میں سب سے آگے نکل جانے کے عزم کے ساتھ ساتھ حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بابرکت دعا کا اجتماع ہو گیا اور اس کے نتیجے میں علوم ومعرفت کے وہ پھول کھلے جو اپنی خوشبو اور خوشنمائی میں اپنی نظیر آپ تھے۔

ب۔ حضرت ابن عباسؓ کی فطری زرخیزی اور صلاحیت:

(۱) قوت حافظہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباسؓ کو سنہرا یعنی غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ آپ صرف ایک دفعہ سن کر کئی کئی صفحات اپنے حافظہ میں محفوظ کر سکتے تھے۔ مشہور شاعر ابن ابی ربیعہ نے آپ کو ایک قصیدہ سنایا جس کے اسّی ابیات تھے۔ آپ نے ایک ہی دفعہ یہ ابیات سن کر انہیں اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیا۔(۲۷) اس قصیدے کے پہلے شعر کا پہلا مصرعہ یہ ہے امن ال نعم انت غاد فمبکر (کیا تم میری محبوبہ نعمٰی کے خاندان سے صبح سویرے ہی رخصت ہو رہے ہو؟)

(۲) فکر سلیم: روشن ذہانت کے ساتھ ساتھ حضرت ابن عباسؓ کو فکر سلیم، فہم مستقیم اور اس میں ٹھہراؤ کی دولت بھی حاصل تھی۔ حتیٰ کہ آپ سے ایک دن حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "ابن عباسؓ"، بخدا تم ہمارے نوجوانوں میں سب سے زیادہ روشن چہرے والے، سب سے اچھی سمجھ اور عقل والے اور کتاب اللہ کی سب سے زیادہ فہم رکھنے والے نوجوان ہو۔"(۲۸) حضرت عمرؓ کی حقیقت پسندی سے کون واقف نہیں ہے حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں ان کے یہ تعریفی کلمات کہ "تم سمجھ اور عقل کے اعتبار سے نوجوان مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر ہو" درحقیقت حضرت ابن عباسؓ کے فکر کی بالیدگی اور فہم کی عمدگی کی سچی ترجمانی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے تعریفی کلمات بھی ان سے ملتے جلتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ ''میں نے ابن عباسؓ سے بڑھ کر کسی کو حاضر دماغ اور سمجھدار نیز عقلمند نہیں پایا' نہ ہی ان سے بڑا کوئی عالم میری نظروں سے گذرا اور نہ ہی حلم اور بردباری میں کوئی اس سے بازی لے جا سکا۔''(۲۹)

(۳) استدلال اور حاضر جوابی: درج بالا خوبیوں کے پہلو بہ پہلو حضرت ابن عباسؓ قوت استدلال اور حاضر جوابی نیز بلاغت کلام کی خوبیوں سے بھی بہرہ ور تھے۔ آپ حسب منشا نتائج تک پہنچانے والے مقدمات کو احسن طریقے سے ترتیب دینے میں ید طولی رکھتے تھے۔ مشہور تابعی طاؤس بن کیسان نے ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ''مجھے تقریباً پانچ سو صحابہ کرام ایسے ملے ہیں جن کا کسی مسئلے کے اندر اگر حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ مذاکرہ ہوتا اور وہ آپ سے اختلاف رائے کرتے تو آپ ان کے سامنے اپنی رائے کی مختلف پہلوؤں سے وضاحت کرتے رہتے حتی کہ یہ حضرات آپ کی وضاحتوں کے قائل ہو کر آپ کی رائے اختیار کر لیتے''(۳۰)۔

کبار صحابہؓ بھی حضرت ابن عباسؓ کی اس خوبی سے آگاہ تھے اور انہیں معلوم تھا کہ آپ ان سے صرف عمر کے اعتبار سے کم تر ہیں یعنی آپ کا شمار ان صغار صحابہؓ میں ہوتا تھا جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت میں رہنے اور آپؐ کے چشمہء فیض سے براہ راست چلو بھرنے کا زیادہ موقعہ میسر نہیں آیا اگر حضرت ابن عباسؓ کبار صحابہ میں ہوتے تو علمی میدان میں کوئی بھی آپ کی ہمسری نہ کر سکتا۔ حضرت ابن مسعود نے ایک مرتبہ فرمایا۔ ''اگر اس لڑکے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا اتنا زمانہ میسر آ جاتا جتنا کہ ہمیں میسر ہوا تو پھر ہم کسی بات میں اس کے گرد کو بھی نہ پہنچ سکتے۔''(۳۱) نیز فرمایا۔ ''اگر ابن عباسؓ کو ہمارے سن میسر ہوتے یعنی وہ ہمارے ہم عمر ہوتے تو ہم میں سے کوئی شخص ان کے عشر عشیر کو بھی نہ پہنچ پاتا۔''(۳۲)

ج۔ حضرت ابن عباسؓ کا ماحول: حضرت ابن عباسؓ کی علمی شخصیت کی تکوین میں تیسرا عامل وہ ماحول تھا جس میں آپ نے زندگی گذاری تھی۔ نیکی اور خیر کے اندر ایک دوسرے سے آگے نکل جانا اور علوم کے سرچشموں سے فیضیابی کو عبادت قرار دینا اس ماحول کی خصوصیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہء نبوت کے کچھ عرصہ بعد دنیا کے اندر مسلمانوں کو نہ صرف اہل عالم کی فکری قیادت ہاتھ آ گئی بلکہ وہ دنیا کی مسند تدریس پر بھی فائز ہو گئے۔

اس سے بھی بڑی بات یہ تھی کہ آپ علمی مذاکرہ کو نفلی عبادت سے افضل قرار دیتے تھے آپ اکثر کہا کرتے: ''گھڑی بھر کا علمی مذاکرہ رات بھر کی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔''(۳۴)

علم کے ساتھ آپ کے اس شغف کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ علمی حقائق و دقائق معلوم کرنے کے لیے اس کی گہرائیوں میں اتر جاتے اور جب تک دل کو مطمئن کر دینے والا جواب ہاتھ نہ آ جاتا اس وقت تک ان دقائق کے بارے میں اپنے سوالات کا سلسلہ جاری رکھتے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ علم کا یہ خزانہ آپ نے کیسے حاصل کیا؟ تو جواب میں فرمایا: ''بہت زیادہ استفسار کرنے والی زبان اور بہت زیادہ سمجھ رکھنے والے دل کے ذریعے۔'' حضرت عمرؓ نے بھی آپ کے حق میں اسی قسم کی تعریفی کلمات کہے تھے۔(۳۵)

و۔ حضرت ابن عباسؓ کا تقویٰ: آپ کے جن کمالات کا اوپر ذکر ہوا ہے انہیں آپ کا تقویٰ اور زیادہ حسین بنا دیتا اور ان کے اندر مزید چمک دمک پیدا کر دیتا' اس تقویٰ کی نورانیت آپ کے چہرے پر موجود رہتی' اس کی تعبیر آپ کے آنسوؤں کے ذریعے ہوتی حتیٰ کہ ابورجاء نے آپ کے بارے میں کہا ہے کہ: ''میں نے حضرت ابن عباسؓ کی آنکھوں کے نچلے حصے کو کثرت بکاء کی بنا پر بوسیدہ جال کی طرح سیاہ پایا۔''(۳۶) اور اس کی ترجمانی آپ کے طرز عمل اور ذاتی تصرفات کے پردے میں ہوتی حتیٰ کہ طاؤس نے آپ کے متعلق کہا ہے کہ: ''میں نے ابن عباسؓ سے بڑھ کر کسی کو حرمات اللہ کی پابندی کرتے نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابن عباسؓ کو یاد کر کے میں رونا چاہوں تو ضرور رو دوں۔''(۳۷) عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ''میں مکہ سے مدینے تک حضرت ابن عباسؓ کا ہمسفر رہا۔ آپ جب پڑاؤ کرتے تو رات کا نصف حصہ قیام اللیل میں گذارتے ان نوافل میں آپ بڑی ترتیل سے قرآن کی قرآت کرتے اور تکبیر کہتے۔''(۳۸) سفر کے اندر حضرت ابن عباسؓ کی جب یہ کیفیت تھی تو حضر کی کیفیت کا اس سے خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تقویٰ کی صفت جب انسان کے اندر جاگزیں ہو جائے تو اس کی برکت سے اس کے سامنے علم و معرفت نئے نئے افق روشن ہو جاتے ہیں اور غیر معلوم حقائق تک اس کی رسائی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ایسا فہم عطا کرتا ہے جسے ایک غیر متقی طالبعلم سنبھال نہیں سکتا۔ علم کا سارا دارو مدار نقل پر نہیں ہوتا بلکہ الہام اور القائے ربانی کا بھی اس میں بڑا حصہ ہوتا ہے۔ خاص کر جبکہ علم کا تعلق اللہ کے کلام اور اس کی شریعت کے

حقائق و دقائق کے ساتھ ہو۔

ز۔ حضرت ابن عباسؓ کا عقیدہ تھا کہ انسان علم کے ذریعے ہی بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے:

آپ کی رائے میں کسی اونچے یا گھٹیا قبیلے کی طرف انسان کی نسبت ایک ایسی بات ہے جس میں اس کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بنا بریں اگر اس نسبت کے ساتھ دیگر صفات و افعال ہم آہنگ نہ ہوں تو تنہا یہ نسبت نہ تو اسے بلند کر سکتی ہے اور نہ ہی پست۔

انسان کو بلند مقام تک پہنچانے والی سب سے نمایاں صفت علم کی صفت ہے۔ علم کے سامنے نسب کا چراغ نہیں جل سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عالی نسب اور ابن عم رسولؐ ہونے کے باوجود حضرت ابن عباسؓ کو حضرت زید بن ثابتؓ جیسے عالم کی خدمت کرتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوتی۔ بیہقی نے ''سنن بیہقی'' کے اندر اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابت کا رکاب پکڑ لیا۔ حضرت زید نے فرمایا۔ ''ابن عم رسولؐ پرے ہٹ جایئے۔'' یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے کہا۔ ''ہم اپنے بڑوں اور اپنے علماء کی اسی طرح خدمت کرتے ہیں۔''(٣٩)

حضرت ابن عباسؓ کے دل و دماغ پر مذکورہ بالا عقیدے کے انمٹ نقوش نے آپ کے اندر طلب علم کی وہ پیاس اور تڑپ پیدا کر دی جس کا ذکر ہم درج بالا سطور میں کر آئے ہیں اور جس کے نتیجے میں آپ اپنے اقران سے سبقت لے گئے اور سارا زمانہ آپ کا معترف ہو گیا۔

ح۔ حضرت ابن عباسؓ کی فقیہانہ شخصیت۔

(الف) حضرت علیؓ کے فقہی طرز فکر سے آپ کا متاثر ہونا: اگرچہ حضرت ابن عباسؓ کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود آپ کبار صحابہ کے مقلد نہیں تھے (٤٥) چہ جائیکہ اپنے ہم عمر صغار صحابہ کے مقلد بن جاتے۔ ہم اس سے پہلے یہ کہہ چکے ہیں کہ فکر و فقہ کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ حضرت علیؓ سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ ابن قدامہ المقدسی نے اپنی کتاب ''المغنی'' کے اندر حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''جب ہمارے سامنے علیؓ سے کوئی قول ثابت ہو جائے تو پھر ہمیں کسی اور کے قول کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے''۔

(١) اس اثر پذیری کے عوامل: دیگر صحابہ کرامؓ کی بہ نسبت حضرت علی سے متاثر ہونے کے کئی عوامل ہیں۔ ان میں سے چند اہم عوامل کا ذکر درج ذیل ہے۔

(i) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ حضرت علی علم کے اندر دیگر صحابہ سے بڑھ کر ہیں۔ امام احمد نے "المسند" کے اندر روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دختر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ "کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں تمہارا نکاح ایسے شخص سے کر رہا ہوں جو میری امت کے اندر اسلام لانے میں سب سے مقدم، علم میں سب سے برتر اور حلم عائد کرنے میں سب عظیم ہے۔" (۴۱) امام ترمذی نے "سنن ترمذی" میں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں دار العلم ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہیں۔" (۴۲)

حضرات صحابہ کرامؓ کا اس امر پر اجماع کہ علمی اور فکری اعتبار سے حضرت علی کو تقدم حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ ہے کہ حضرات خلفائے راشدین نے حضرت علیؓ کو اپنا مشیر بنایا اور آپ سے مشورہ کئے بغیر کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سب کے سب آپ سے مشورے لیتے رہے "کنز العمال" میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے بارے میں حضرت علی سے مشورہ مانگا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ "اللہ نے نماز اور زکوٰۃ کو یکجا کر دیا ہے اور میری رائے ہے کہ آپ دونوں کے درمیان کوئی فرق روا نہ رکھیں۔" اسی مشورے کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ نے بحیثیت خلیفہ اعلان فرمادیا۔ "اگر یہ لوگ زکوٰۃ کی ایک رسی بھی مجھے ادا کرنے سے باز رہیں گے تو میں ان کے ساتھ اسی طرح قتال کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا تھا۔" (۴۳)

"مصنف عبد الرزاق" میں ذکر ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں شتر مرغ کا انڈہ توڑ ڈالے تو اس پر کیا جرمانہ عائد ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں سائل سے پوچھا۔ "تم علی (رضی اللہ عنہ) کو جانتے ہو؟ ان سے جا کر یہ مسئلہ پوچھو، ہمیں تو ان سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔" (۴۴)

(ii) حضرت علی کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کی قرابتداری اور رفاقت کی وجہ سے آپ کا حضرت علیؓ سے انتہائی قریب رہنا بھی فکر علی سے آپ کے متاثر ہونے کی بڑی وجہ تھی۔

(۲) اس اثر پذیری کی دلیل: اگر ہم اس بات پر دلیل قائم کرنا چاہیں کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت علیؓ کے فکر و فقہ سے متاثر تھے تو اس سلسلے میں ہمارے لیے دو باتیں کافی ہوں گی۔

پہلی بات یہ کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان بعض مسائل پر حکم عائد کرنے کے

سلسلے میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے جبکہ حکم عائد کرنے کا یہ انداز حضرت علی کے فقہی طرز فکر کے خصائص میں شمار ہوتا ہے۔ہم ان میں سے چند کا بطور مثال ذیل میں ذکر کریں گے۔

☆ طلاق کے کنایات کی کنایات ظاہرہ اور کنایات غیر ظاہرہ کی طرف تقسیم اور ان کے متعلق یہ حکم کہ کنایات ظاہرہ کے ذریعے تین طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ شوہر نے ایک طلاق کی نیت کیوں نہ کی ہو جب کہ کنایات غیر ظاہرہ کے ذریعے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔(دیکھئے موسوعۃ فقہ علی مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۱) نیز (موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز الف کا جز ۳)

☆ حاملہ بیوہ کی عدت دونوں مدتوں میں سے طویل تر مدت ہے۔(دیکھئے موسوعۃ فقہ علی' مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز ج) نیز (موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادۃ عدۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲)

☆ بیوہ اپنی عدت جس جگہ چاہے گذار سکتی ہے۔(دیکھئے موسوعۃ علی' مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز ج) نیز (موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادہ عدۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۱)

☆ کعبہ کے جوف میں یعنی اس کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(دیکھئے موسوعۃ فقہ علی مادہ کعبہ نمبر ۱) نیز (موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادہ کعبہ نمبر ۲ کا جز ج)

☆ مفقود کی بیوی چار برسوں تک اپنے شوہر کا انتظار کرے گی۔(دیکھئے موسوعۃ فقہ علی' مادہ مفقود نمبر ۳) نیز (موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادہ مفقود نمبر ۳ کا جز الف)

☆ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کی موت پر اسے غسل دے سکتا ہے۔(دیکھئے موسوعۃ فقہ علی' مادہ موت نمبر ۴ کا جز الف) نیز (موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادہ موت نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

دوسری بات یہ ہے کہ جن مسائل کے بارے میں حضرت علی سے دو رائیں منقول ہیں ان میں سے اکثر کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی دو رائیں منقول ہیں اور حضرت علی کی آراء کے ساتھ اکثر احوال میں ان کی مماثلت بھی ہے۔ہم ان میں سے چند کا بطور مثال ذیل میں ذکر کریں گے۔

☆ اگر کوئی شخص اپنی نفلی عبادت فاسد کر دے تو اس کی قضا کا حکم (دیکھئے موسوعۃ فقہ علی' مادہ صیام نمبر ۹) نیز (موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادہ تطوع نمبر ۲)

☆ حج کرنے والا تلبیہ کہنا کب قطع کرے (دیکھئے موسوعۃ فقہ علی' مادہ حج نمبر ۶) نیز (موسوعۃ فقہ ابن

عباسؓ مادہ تلبیۃ نمبر ۵ کا جز الف)

☆ ایک قول کے مطابق ''صلوٰۃ وسطیٰ'' فجر کی نماز ہے اور دوسرے قول کے مطابق عصر کی نماز (دیکھئے موسوعۃ فقہ علیؓ مادہ صلاۃ نمبر ۳) نیز (فقہ ابن عباسؓ مادہ صلاۃ نمبر ۵)

ب۔ فقہی اجتہاد کے اندر حضرت ابن عباسؓ کا مستقل بالذات ہونا:

(۱) اثر پذیری، اتباع اور تقلید میں فرق: یہاں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم تاثر (اثر پذیری)، اتباع اور تقلید کے مابین پایا جانے والا فرق واضح کرتے چلیں۔

تاثر یعنی اثر پذیری کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے شخص کے طرز فکر کے اثرات دوسرے شخص کے طرز فکر پر ظاہر ہو جائیں۔ یہ بات اسی حد تک محدود ہے کہ ایک شخص کا طرز فکر دوسرے شخص کے طرز فکر کی بعض خصوصیتوں کو اپنے اندر سمو لے، تمام خصوصیات کو نہیں۔

اتباع کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قول کو اس کی صحت پر دلیل قائم ہو جانے کے بعد اپنا لیا جائے (۴۶)۔ جبکہ تقلید کا مفہوم یہ ہے کہ غیر کے قول پر بلا دلیل عمل کر لیا جائے۔ (۴۷)

بعض مسائل کے اندر ان باتوں میں حضرت ابن عباسؓ کا حضرت علیؓ کے ساتھ اتفاق جن کا علم اول الذکر کو موخر الذکر سے نہیں ہوا تھا، حضرت علیؓ کے طرز فکر سے متاثر ہونے کی صورت ہے اور جن باتوں کا علم ہو گیا تھا ان کے اندر حضرت ابن عباسؓ کی حضرت علیؓ سے موافقت اتباع کی صورت ہے، تقلید نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کی موافقت کی صورتیں حضرت علیؓ سے درست روایت کے تحت مروی کسی معقول یا منقول دلیل پر مبنی ہوتیں ورنہ پھر یہ لازم آتا کہ حضرت ابن عباسؓ کو حضرت علی سے جو بات بھی معلوم ہوتی اس میں آپ حضرت علیؓ کی موافقت کرتے نظر آتے حالانکہ حضرت ابن عباسؓ کے فقہ کو ایسی صورت لاحق نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اگر ہم حضرت ابن عباسؓ سے منقول فقہ اور حضرت علیؓ سے منقول فقہ کا جائزہ لیتے ہوئے دونوں کے درمیان موازنہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے بہت سے اجتہادات میں ان سے اختلاف رائے کیا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ کا حضرت علیؓ سے اختلاف رائے: ہم نے ''موسوعۃ فقہ علی بن ابی طالب'' میں حضرت علیؓ کی اور ''موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ'' میں حضرت ابن عباسؓ کی جن فقہی آراء کا ذکر کیا ہے ان کے استقراء اور تتبع سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے

سڑسٹھ مسائل کے اندر حضرت علیؓ سے اختلاف رائے کیا ہے اور باقیماندہ مسائل کے اندر ان سے اتفاق کیا ہے۔ اختلافی مسائل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ حضرت علی آگ میں جلا کر سزا دینے کے جواز کے قائل تھے۔ آپ نے عملی طور پر یہ سزا دی بھی تھی۔ (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز د) نیز (مادہ لواطۃ نمبر ۳) لیکن حضرت ابن عباسؓ اس سزا کی عدم مشروعیت کے قائل تھے اور مذکورہ سزا کی تردید کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ احراق) روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس سزا کے سلسلے میں حضرت علیؓ سے جھگڑے بھی تھے اور اس کے نتیجے میں حضرت علیؓ نے آپ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (دیکھئے موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ مادہ زندقۃ نمبر ۲)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک ایک شخص حالت احرام میں اپنے لیے یا کسی اور کے لیے عقد نکاح کر سکتا ہے۔ البتہ دخول یعنی ہمبستری نہیں کر سکتا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۴) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایسے عقد کی ممانعت تھی۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ح)

☆ اگر کوئی شخص حالت احرام میں حرم کی کبوتری کا انڈہ ضائع کر دے تو اس پر حضرت علیؓ کے نزدیک ایک درہم جرمانہ عائد ہوگا جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک نصف درہم (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵ کا جز ج) نیز (مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب)

☆ اگر محرم شتر مرغ کا انڈہ ضائع کر دے تو حضرت علیؓ کے نزدیک اس پر اونٹنی کا جنین واجب ہوگا جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس پر انڈے کی قیمت واجب ہوگی۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵ کا جز ج) نیز (مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب)

حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ مکاتب اپنے بدل کتابت کا جتنا حصہ ادا کر چکا ہوگا اپنے مورث کی وفات پر اسی حصے کی مقدار وراثت کا حقدار ہوگا مثلاً اگر اس نے بدل کتابت کا تہائی حصہ ادا کر دیا ہو تو میراث کے اندر اپنے حصے کے تہائی کا وارث بن جائے گا۔ (دیکھئے ارث نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۳) لیکن حضرت ابن عباسؓ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق مکاتب عقد کتابت کرنے کے ساتھ ہی آزادوں کی طرح میراث کا حقدار ہوگا جبکہ دوسری روایت کے مطابق اگر وہ بدل کتابت کا اکثر حصہ ادا کر چکا ہو تو پھر آزادوں کی طرح میراث کا مستحق ہوگا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۱)

☆ حضرت علیؓ دادا کے ساتھ بھائیوں کا چھٹے حصے تک مقاسمہ کرتے تھے یعنی کل ترکہ کا چھٹا حصہ دینے یا دادا کو ایک بھائی قرار دے کر ان کی تعداد پر ترکہ تقسیم کرنے کی ان دو صورتوں میں سے جو صورت دادا کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتی' حضرت علیؓ اسے اختیار کر لینے کے قائل تھے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز ھ کے جز ۲ کا جز ھ) جبکہ حضرت ابن عباسؓ دادا کو باپ قرار دے کر بھائیوں کو میراث سے محجوب یعنی محروم کر دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ اور جمہور صحابہ کرامؓ کی رائے تھی کہ دو بہنوں کے ساتھ انہیں عصبہ بنانے والا اگر کوئی مذکر نہ ہو تو اس صورت میں ان بہنوں کو ترکے کا دو تہائی حصہ مل جائے گا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز ھ کا جز ۶) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ایسی صورت کے اندر بھی بہنوں کو نصف ترکہ ملے گا۔ بہنیں اگر تین یا اس سے زائد ہوں تو وہ دو تہائی کی حقدار ہوں گی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز ھ)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں میت کی بیٹیوں کے ساتھ اگر بہنیں بھی ہوں تو یہ بیٹیوں کی وجہ سے عصبہ بن جائیں گی اور باقیماندہ ترکہ کی حقدار ہوں گی (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز ھ کا جز ۸) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں مذکورہ بالا صورت کے اندر بہنیں بیٹیوں کی وجہ سے محجوب قرار پائیں گی اور وارث نہیں بنیں گی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز واؤ کا جز ۴)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ بھائی بہن اگر دو یا دو سے زائد ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا صرف بہنیں یا ملے جلے تو وہ ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا حصہ کر دیں گے یعنی ایسی صورت میں میت کی ماں کو کل ترکے کا تہائی حصہ ملنے کی بجائے چھٹا حصہ ملے گا اور بچ رہنے والا چھٹا حصہ تمام دیگر ورثاء پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱۱ کا جز الف) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں بھائی بہن ماں کے تہائی حصے کو گھٹا کر صرف اس صورت میں چھٹا حصہ کریں گے جب ان کی تعداد تین یا تین سے زائد ہوگی ور پھر یہ چھٹا حصہ جس سے انہوں نے ماں کو محروم کر دیا تھا' خود حاصل کر لیں گے (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز واؤ کا جز ۵)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں اخیافی بھائی بہن میراث کے اندر حاصل ہونے والے اپنے حصے کو آپس میں اپنی تعداد کے مطابق یکساں طریقے پر تقسیم کر لیں گے۔ مذکر اور مونث کے حصوں میں کوئی

فرق نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴ کے جز ھ کے جز۳ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں ایسی صورت کے اندر بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ح کا جز۲)

☆ حضرت علیؓ اس جدہ کو وارث قرار نہیں دیتے تھے جس کی میت کی طرف نسبت کسی غیر وارث مذکر کے ذریعے ہو رہی ہو (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴ کے جز ھ کے جز۱۲ کا جز الف) لیکن حضرت ابن عباسؓ ایسی جدہ کو وارث قرار دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ نمبر۶ کے جز ط کا جز۱)

☆ حضرت علیؓ جدہ کو کل ترکے کا چھٹا حصہ دیتے تھے اور ماں زندہ نہ ہونے کی صورت میں جدہ کو ماں کی قائم مقام قرار دیتے تھے (دیکھیے مادہ ارث نمبر۴ کے جز ھ کے۱۲ کا جز الف) لیکن حضرت ابن عباسؓ ماں زندہ نہ ہونے کی صورت میں جدہ کو ماں کی قائم مقام قرار دیتے تھے اور تین بھائی بہنوں کے عدم وجود کی صورت میں اسے تیسرا حصہ اور وجود کی صورت میں اسے چھٹا حصہ دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کے جز ط کا جز۳)

☆ اگر اصل مسئلہ یعنی مخرج ورثاء کے مقررہ حصوں کو پورا کرنے سے تنگ ہو جاتا یعنی اگر مقررہ حصے مخرج سے بڑھ جاتے تو حضرت علیؓ مسئلے کا عول کر دیتے یعنی مقررہ حصوں میں یکساں نسبت سے کمی کر دیتے (دیکھئے مادہ ارث نمبر۵) لیکن حضرت ابن عباسؓ مسئلے کا عول نہ کرتے بلکہ فرماتے۔ ''اللہ نے جن ورثاء کو مقدم رکھا ہے میں بھی انہیں مقدم رکھوں گا اور جنہیں اللہ نے موخر رکھا ہے میں بھی انہیں موخر رکھوں گا'' (دیکھئے مادہ ارث نمبر۷ کا جز ج)

☆ اگر اصل مسئلہ یعنی مخرج مقررہ حصوں سے بڑھ جاتا تو حضرت علیؓ جدہ پر رد یعنی بچا ہوا ترکہ اصل حصے کی نسبت سے لوٹا دینے کا عمل کرتے (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶) لیکن حضرت ابن عباسؓ جدہ پر رد کا عمل نہیں کرتے (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کا جز ک)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ آزاد ہونے والی لونڈی تین حیض کے ذریعے اپنے رحم کا استبراء کرے گی۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر۲) لیکن حضرت ابن عباسؓ استبراء رحم کے لیے ایک حیض کو کافی قرار دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ استبراء نمبر۳)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک عاریت تلف ہو جانے کی صورت میں مستعیر صرف اس وقت اس کا تاوان

بھرے گا جب اس کی زیادتی کی وجہ سے عاریت تلف ہوئی ہو۔ (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر۳) لیکن حضرت ابن عباسؓ مطلقاً تاوان کے قائل تھے خواہ عاریت اس کی زیادتی کی وجہ سے تلف ہوئی ہو یا اس کی زیادتی کے بغیر (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر۳)

☆ حضرت علیؓ اس امر کو جائز قرار دیتے تھے کہ معتکف کسی مریض کی عیادت کے لیے یا کسی جنازے کا ساتھ دینے کے لیے اپنے اعتکاف کی جگہ سے باہر جا سکتا ہے۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر۳ کا جز د) لیکن حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں اسے مذکورہ مقاصد کے لیے اپنے اعتکاف کی جگہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر۴ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ کنویں میں نجاست گرنے کے ساتھ ہی کنواں ناپاک ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ ماء نمبر۲ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عباسؓ اس بات کے قائل تھے کہ کنویں کے پانی میں نجاست کا اثر ظاہر ہونے پر ہی کنواں ناپاک ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ بئر نمبر۲)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ بیع سلم کے اندر اگر بائع مبیع کی حوالگی سے عاجز رہے تو اس صورت میں وہ صرف اپنے قبضے میں لیا ہوا ثمن واپس کرے گا کوئی اور چیز اس کی بجائے واپس نہیں کرے گا (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جز ج) لیکن حضرت ابن عباسؓ اس بات کے قائل تھے کہ اگر بائع اور مشتری رضامند ہو جائیں تو بائع مقررہ مبیع کے سوا کوئی چیز بھی مشتری کے حوالے کر سکتا ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۶ کا جز ز)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ جس شادی شدہ لونڈی کو تین طلاق ہو جائے اس کے لیے جائز نہیں ہوگا کہ اس کا آقا اس سے ہمبستری کر کے اس کا حلالہ کر دے اور وہ اپنے شوہر کے عقد میں واپس آ جائے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۱۶ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کا قول تھا کہ مذکورہ لونڈی کے ساتھ اس کے آقا کی ہمبستری اسے سابقہ شوہر کے لیے حلال کر دے گی (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر۳)

☆ حضرت علیؓ بیع سلم کے اندر رہن اور کفالہ کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر۳ کا جز د) لیکن حضرت ابن عباسؓ بیع سلم کے اندر رہن کو مکروہ قرار دیتے تھے' کفالہ کو مکروہ قرار نہیں دیتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی اصح روایت یہی ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۶ کا جز ز)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ غنیمت سے تنفیل غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے ہو سکتی ہے (دیکھئے مادہ

تنفیل) لیکن حضرت عباسؓ کی رائے تھی کہ غنیمت تقسیم ہو جانے کے بعد تنفیل ہونی چاہئے۔ یہ تنفیل اسلامی حکومت کو ملنے والے پانچویں حصے سے ہوگی۔ (دیکھئے مادہ تنفیل نمبر ۲)

☆ اگر کسی شخص کو پانی میسر نہ ہو تو حضرت علیؓ کی رائے میں اس کے لیے اپنی بیوی سے ہمبستری مکروہ ہوگی۔ (دیکھئے مادہ تیمّم) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایسی صورت میں ہمبستری کے اندر کوئی کراہت نہیں ہوگی بلکہ ہمبستری مباح ہوگی (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر ۲ کا جزھ)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک جنبی کے لیے قرآن کی قرآت کی ممانعت تھی (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲) اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس کی اباحت تھی (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳ کا جزھ)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ اگر مرد عورت کو عمداً قتل کر دے تو اس سے اس کا قصاص لیا جائے گا لیکن اگر مرد عورت کے خلاف کوئی ایسی جنایت کرے جو قتل سے کم تر ہو مثلاً اسے زخمی کر دے یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالے تو اس صورت میں مرد سے مذکورہ عورت کا قصاص نہیں لیا جائے گا دیت واجب ہو جائے گی خواہ مذکورہ جرم عمداً کیا گیا ہو یا عمداً نہ کیا گیا ہو (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جزھ) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مرد اگر عورت کے خلاف عمداً قتل یا قتل سے کم تر جرم کا ارتکاب کرے تو دونوں صورتوں میں اس سے قصاص لیا جائے گا (دیکھئے مادہ جناۃ نمبر ۴ کا جز الف)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ اگر کسی عضو کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا جائے جس کے نتیجے میں اس عضو سے مقصود منفعت معطل ہو جائے یعنی عضو ناکارہ ہو جائے تو اس صورت میں ایک عادل آدمی کا فیصلہ واجب العمل ہوگا (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز ی) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایسی صورت میں تہائی دیت واجب ہوگی (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۴ کا جز ز)

☆ جو شخص حج بدل (کسی غیر کی طرف سے حج) کرنا چاہے اس کے لیے حضرت علیؓ یہ شرط عائد نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنا حج کر چکا ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کا جز د) لیکن حضرت ابن عباسؓ اس کے لیے یہ شرط عائد کرتے تھے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۸ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں حج قران کرنے والے پر دو طواف اور دو سعی واجب ہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴ کے جز ب کے جز ۳ کا جز ج) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس پر ایک طواف اور ایک

سعی واجب ہوتی ہے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۲ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور طہر کی کم سے کم مدت تیرہ دن ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر۲) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں ایک دفعہ خون کا نکل پڑنا حیض کی کم سے کم مدت ہے اور طہر کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ حائضہ عورت ایک گھڑی کے لیے طہر دیکھے تو غسل کر کے نماز پڑھ لے (دیکھئے مادہ حیض نمبر۳)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک حائضہ کے ساتھ ہمبستری کے جرم کا کوئی کفارہ نہیں جبکہ حضرت ابن عباسؓ اس جرم پر کفارہ واجب کرتے تھے (دیکھئے مادہ حیض نمبر۴ کا جز ب) نیز (مادہ حیض نمبر۵ کے جز واؤ کا ج۴)

☆ حضرت علیؓ ایک ہی اراضی پر عشر اور خراج کے اجتماع کے قائل نہیں تھے (دیکھئے مادہ خراج نمبر۳) جبکہ حضرت ابن عباسؓ ایک ہی اراضی پر دونوں کے اجتماع کے قائل تھے (دیکھئے مادہ ارض نمبر۱)

☆ حضرت علیؓ موزوں پر مسح کی مشروعیت کے علی الاطلاق قائل تھے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۲ کے جز ط کا جز۲) لیکن حضرت ابن عباسؓ صرف دو صورتوں کے اندر اس کی مشروعیت کے قائل تھے ایک تو یہ کہ سخت سردی ہو اور دوسرے یہ کہ طویل سفر کی حالت ہو۔ دیگر معتاد احوال کے اندر مسح کی مشروعیت نہیں (دیکھئے مادہ خف نمبر۲ کے جز الف کا جز۱)

☆ حضرت علیؓ خلع کو ایک طلاق بائن قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ خلع نمبر۴) جبکہ حضرت ابن عباسؓ خلع کو فسخ نکاح قرار دیتے تھے اور اس کے ذریعے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر۳ کے جز ب کا جز ج)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں خلع لینے والی عورت کی عدت طلاق پانے والی عورت کی عدت کی طرح ہے (دیکھئے مادہ خلع نمبر۵) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک خلع لینے والی عورت پر کوئی عدت نہیں ہوتی بلکہ ایک حیض کے ذریعے اپنے رحم کا استبراء اس کے لیے کافی ہوتا ہے (دیکھئے مادہ خلع نمبر۳ کا جز د)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک اپنے دین سے آزاد ہو جانے والے اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا حلال نہیں (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۱ کا جز ج) لیکن حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اپنے دین پر عمل سے آزاد ہو

جانے والے والے اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت تک حلال ہے جب تک وہ اپنے دین سے انکاری نہ بن جائیں (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۲ کے جزب کے جز ا کا جز ج)

☆ حضرت علیؓ مرتد کو آگ میں جلا کر مار ڈالنے کا جواز کے قائل تھے (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر۴ کا جز د) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کا قول تھا مرتد کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر۴ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ رضاع نمبر۲ کا جز د) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اگر ایک عورت حلف اٹھا کر گواہی دے تو اس سے رضاعت ثابت ہو جائے گی (دیکھئے مادہ رضاع نمبر۳)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں مدبر غلام تہائی ترکہ میں سے آزاد ہو گا لیکن حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں وہ پورے ترکہ میں سے آزاد ہو گا (دیکھئے مادہ رق نمبر۳ کا جز ب نیز نمبر۲ کا جز ج)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں فصلوں کی زکوٰۃ کا نصاب پانچ وسق تھا (ایک وسق ساٹھ صاع ہے) اس سے کم مقدار میں کوئی زکوٰۃ نہیں (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۱۰ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک فصل خواہ تھوڑی ہو یا بہت بہرصورت زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۴ کے جز د کا جز ۲)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک زکوٰۃ سے غلام آزاد نہیں کئے جائیں گے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۱۶ کا جز واؤ) لیکن حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک زکوٰۃ سے غلام آزاد کئے جائیں گے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۷ کا جز ج)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک غلام پر حد زنا جاری کرنے کے لیے نکاح شرط نہیں ہے جبکہ حضرت ابن عباسؓ کا قول تھا کہ مملوک پر حد زنا اس وقت جاری ہوگی جب وہ نکاح کر چکا ہو (دیکھئے مادہ زنا نمبر۵ کے جز الف کے جز ۲ کا جز ب نیز نمبر۳ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کی رائے کے مطابق جو شخص کسی عورت سے زنا کر لے اس کے ساتھ اس کا نکاح حلال نہیں (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر زانیہ صرف زانی کے ساتھ مختص ہو تو اس کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہو گا۔ لیکن اگر زانیہ ہر شخص کے لیے اپنا

دروازہ کھلا رکھتی ہو تو اس کے ساتھ زانی کا نکاح جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کے جز ب کا جز ا)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں غیر محصن زانی کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اسے ایک سال قید رکھا جائے گا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کے جز الف کے جز ۲ کا جز الف) لیکن حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اسے سو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا جائے گا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ۲)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک غلام اگر چوری کرے تو اس کی انگلیوں کی پوریں کاٹ دی جائیں گی لیکن حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں غلام اگر چوری کرے تو قطع ید نہیں ہوگا بلکہ اسے صرف تعزیر کی جائے گی (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۵ کا جز ب نیز نمبر ۴ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں جس سفر کے ساتھ احکام سفر متعلق ہوتے ہیں اس کی مسافت کوفہ سے نخیلہ تک تھی جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ مسافت ایک دن اور ایک رات کی ہے۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲ کا جز ب نیز نمبر ۱ کا جز الف)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک دس دن کی اقامت کی نیت کے ساتھ سفر کی حالت ختم ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲ کا جز ج) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ مدت سات دن ہے، دوسری روایت کے مطابق پندرہ دن ہے اور تیسری روایت کے مطابق انیس دن ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲ کا جز الف)

☆ حضرت علیؓ معتاد احوال کے اندر سر کے بال مونڈ دینے کو افضل سمجھتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ سارا سر مونڈنے کو مکروہ تصور کرتے تھے (دیکھئے مادہ شعر نمبر ا نیز نمبر ا کا جز الف)

☆ حضرت علیؓ بچوں کی ایک دوسرے پر گواہی کو قبول کر لیتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ بچوں کی گواہی مطلقاً قبول نہیں کرتے تھے (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کے جز الف کا جز ا نیز نمبر ۴ کا جز الف)

☆ حضرت علیؓ گواہ کی گواہی قبول کرنے کے لیے آزادی کو شرط قرار نہیں دیتے تھے لیکن حضرت ابن عباسؓ آزادی کو شرط قرار دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جز ج، نیز نمبر ۴ کا جز د)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں نجس سے پاک ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط تھی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ب) لیکن حضرت ابن عباسؓ اسے شرط قرار نہیں دیتے تھے اگرچہ نجس چیز سے اپنے آپ کو

بچلائے رکھنا سنت ہے۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کی دعائے افتتاح صلوٰۃ حضرت ابن عباسؓ کی دعا سے مختلف تھی۔(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ج' نیز نمبر ۹ کا جز ج)

☆ حضرت علیؓ نماز کے اندر قعدہ میں اقعاء کو مکروہ تصور کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ اسے مکروہ تصور نہیں کرتے تھے(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز م نیز نمبر ۹ کا جز ک)

☆ حضرت علیؓ کے تشہد کے الفاظ حضرت ابن عباسؓ کے تشہد کے الفاظ سے مختلف تھے(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ن نیز نمبر ۹ کے جز م کا جز ۲)

☆ حضرت علیؓ وتر کی نماز رات کے آخری حصے تک موخر کرنا مستحب قرار دیتے تھے(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ۲)اور حضرت ابن عباسؓ رات کے اول حصے میں اس کی ادائیگی کو مستحب قرار دیتے تھے(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰ کا جز واؤ)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ سفر کے اندر صلوٰۃ خوف دو رکعت ہے(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۸)اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں صرف ایک رکعت ہے(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۵)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے پہلا حقدار امام المسلمین ہے اور پھر میت کے اولیاء ہیں(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۷ کا جز ھ) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک میت کا ولی ہی جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۸ کا جز ج)

☆ حضرت علیؓ گوہ کے گوشت کی تحریم کے قائل تھے(دیکھئے مادہ طعام نمبر ۹)اور حضرت ابن عباسؓ اس کی اباحت کے(دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز الف)

☆ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لینے اور زوجیت میں رہنے کے درمیان اختیار دے دے اور بیوی طلاق کی بات اختیار کر لے تو ایسی صورت میں حضرت علیؓ کے نزدیک ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳)اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایک رجعی طلاق واقع ہوگی(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک لفظ ''العمریٰ'' ملکیت کو منتقل نہیں کرتا(دیکھئے مادہ ھبۃ نمبر ۴) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ لفظ ملکیت منتقل کر دیتا ہے۔(دیکھئے مادہ عمریٰ نمبر ۲)

☆ میت کو غسل دینے کے بعد حضرت علیؓ کی رائے میں غسل دینے والے پر نہانا واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۱ کا جز د) لیکن حضرت ابن عباسؓ میت کو غسل دینے کے بعد نہانا مکروہ سمجھتے تھے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں مال غنیمت کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ نیز آپؐ کے قرابتداروں کا حصہ آپؐ کی وفات کے ساتھ ہی ساقط ہو گیا تھا (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کا جز ب) لیکن حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ یہ دونوں حصے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان قرابتداروں کے لیے بحالہ جاری تھے جنہیں مال زکوٰۃ سے کچھ لینے کا حق حاصل نہیں تھا (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کا جز ب)

☆ حضرت علیؓ کے نزدیک کنویں کے اندر قلیل پانی کی تحدید یہ تھی کہ اسے نکال لینا ممکن ہو (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۲ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس کی تحدید قلتین تھی۔ پانی جب قلتین (دو مٹکے پانی کی مقدار) کو پہنچ جائے تو اسے کثیر پانی کہیں گے (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۵ کا جز ج)

☆ حضرت علیؓ کی رائے میں عدت گذارنے والی حاملہ عورت کو نفقہ ملے گا خواہ وہ عدت طلاق گذار رہی ہو یا عدت وفات (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز الف) جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ وفات کی عدت نیز طلاق بائن کی عدت گذارنے والی عورتوں کو نفقہ نہیں ملے گا خواہ وہ حاملہ ہوں یا حاملہ نہ ہوں (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز د کا جز ۳ نیز نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳)

☆ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ جس عورت کا نکاح ولی کے سوا کسی اور شخص نے کرایا ہو جب تک اس کا شوہر اس کے ساتھ دخول نہ کرے اس وقت تک یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے لیکن دخول کے بعد یہ نکاح لازم بن جائے گا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کے جز ب کے جز ۳ کا جز ج) لیکن حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایسا نکاح فاسد ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کا جز الف)

☆ اگر زوجین میں سے کسی ایک کے ساتھ ماں وارث بن رہی ہو تو اس صورت میں حضرت علیؓ شوہر یا بیوی کو اس کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقیماندہ ترکے کا تہائی حصہ ماں کو دیتے تھے (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز ھ کے جز ۱۱ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عباسؓ ایسی صورت میں ماں کو کل ترکے کا تہائی حصہ دیتے تھے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ز کا جز ۱۰)

(۴) ان مسائل کا ذکر جن کے اندر حضرت ابن عباسؓ نے جمہور صحابہ سے جداگانہ مسلک اختیار کیا تھا:

اوپر ہم یہ کہہ آئے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کسی صحابی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ایک مستقل فقہی شخصیت کے حامل تھے' اس کی تائید و توثیق ان مسائل کے ذریعے ہو جاتی ہے جن کے اندر آپ نے تمام صحابہ کرامؓ سے یا کم از کم جمہور صحابہؓ سے اختلاف رائے کیا ہے جس کی بنیاد کوئی دلیل تھی جس کی صحت آپ کی نظروں میں واضح تھی یا کوئی فہم تھا جو آپ کے ذہن میں راسخ ہو گیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ کے فقہ کے استقراء کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ نے بہت سے مسائل میں جداگانہ مسلک اختیار کیا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ ان پر سیر حاصل بحث کریں اور صحابہ کرامؓ کے فقہ سے ان کا موازنہ کرتے ہوئے انہیں نقد و تحلیل کا موضوع بنائیں تاکہ ان کی روشنی میں حضرت ابن عباسؓ کی فقیہانہ شخصیت کے خدوخال زیادہ واضح طور پر ابھر کر سامنے آ جائیں لیکن یہ مجبوری درپیش ہے کہ زیر تالیف کتاب میں اس بحث و تنقید کی گنجائش نہیں ہے نیز اس راہ پر چل کر ہم اپنے اصل موضوع سے دور چلے جائیں گے ہمارا اصل موضوع تو سلف کا فقہ پیش کرنا ہے۔ بنا بریں ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم نے ان مسائل کو یکجا کر دیا ہے۔ ہم نقد و تحلیل کے عمل کو دیگر فضلاء کے لیے چھوڑ دیتے ہیں جنہیں تحقیقی کاموں سے گہری دلچسپی ہے۔

جن مسائل کے اندر حضرت ابن عباس متفرد ہیں یا جمہور صحابہ کرامؓ سے اختلاف رائے رکھتے ہیں ان کا ذکر درج ذیل ہے:

- ماں کے عدم وجود کی صورت میں جدہ کو اس کے قائم مقام کر کے اسے ماں کے مقررہ حصے کا حقدار قرار دینا' یہ بات جد پر قیاس کرتے ہوئے اختیار کی گئی ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ط کا جز ۳)
- خلع لینے والی عورت پر کوئی عدت لازم نہیں۔ ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم اس کے لیے کافی ہے۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۳ کا جز د)
- غلام پر حد سرقہ جاری نہیں ہوگی۔ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا جز ب)
- نماز کی صحت کے لیے نجس سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ب)
- عدت وفات نیز طلاق بائن کی عدت گذارنے والی عورتوں کو نفقہ نہیں ملے گا خواہ یہ حاملہ کیوں نہ

ہوں۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزد کا جز ۳ نیز نمبر ۵ کے جزد کا جز ۳)

- اگر بھائی بہن تین ہو جائیں تو وہ ماں کو ترکہ کے تہائی حصے سے محجوب کر کے چھٹے حصے پر پہنچا دیں گے اور بچ رہنے والا چھٹا حصہ خود حاصل کر کے آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز واؤ کا جز ۵)
- میت کی بہن میت کی بیٹی کے ساتھ عصبہ نہیں بنتی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز واؤ کا جز ۴)
- اخیافی بھائی بہن آپس میں میراث کی تقسیم اس طرح کریں گے کہ بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ح کا جز ۲)
- اگر اخیافی بھائی بہنوں کے ساتھ حقیقی بھائی بہن عصبات کی شکل میں یکجا ہو جائیں اور ذوی الفروض کے مقررہ حصے پورے ترکہ کو اپنی گرفت میں لے لیں اور حقیقی بھائی بہنوں کے لیے ترکہ کا کوئی حصہ باقی نہ رہے تو اس صورت میں یہ حقیقی بھائی بہن اخیافی بھائی بہنوں کے ساتھ ان کے فرض یعنی مقررہ حصے میں شریک نہیں ہوں گے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ح کا جز ۳)
- بیٹیاں صرف اسی صورت میں دو تہائی ترکے کی حقدار ہوں گی جب ان کی تعداد تین یا تین سے زائد ہو۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۲)
- تین بھائی یا تین بہنیں ہی ماں کو تہائی حصے سے محجوب کر کے چھٹے حصے پر پہنچائیں گی۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز واؤ کا جز ۵ نیز نمبر ۶ کے جز ز کا جز ۲)
- اگر میت اپنے پیچھے ماں باپ اور شوہر یا بیوی چھوڑ جائے تو اس صورت میں ماں کو کل ترکے کا تہائی حصہ ملے گا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ز کا جز ۱)
- حضرت ابن عباسؓ عول کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور میراث کے اندر اس اصول پر عمل پیرا نہیں ہوتے تھے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۷)
- آپ استثناء کے اندر اس کے متصل ہونے کی شرط کے قائل نہیں تھے۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۳)
- باوضو سو جانے پر تیمّم کر لینے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر ۲ کا جز ھ)
- جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کی اباحت۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳ کا جز ھ)
- کافر پر حدود قائم نہ کرنا۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۴ کا جز ب)

- خلع کو فسخ نکاح قرار دینا' طلاق قرار نہ دینا اور اس میں عدت کا عدم وجوب اور استبراء پر اکتفا کر لینا۔ (دیکھئے مادہ خلع نمبر۳)
- لونڈی کو چوپائے کا درجہ دینا۔ اس سے یہ بات متفرع ہوتی ہے کہ لونڈی کی شرمگاہ عاریت کے طور پر دینا مباح ہے۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کے جز الف کا جز۲) اور آقا کا اپنی دو لونڈیوں کے درمیان سو جانا مباح ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۱۰ کے جز ب کا جز۴)
- ربوا الفضل کی اباحت' تاہم درست بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (دیکھئے مادہ ربا نمبر۳) نیز (مادہ بیع نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۱)
- سجدۂ تلاوت میں قبلہ رخ ہونے کی شرط نہیں۔ (دیکھئے مادہ سجود نمبر۶ کا جز د)
- جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کی گواہی قابل قبول نہیں اور نہ ہی اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ اقلف نمبر۲)
- جس شخص کو نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہو دخول وقت سے پہلے اس کے لیے نماز پڑھ لینے کا جواز۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز ھ کا جز۳)
- کعبہ کے اندر داخل ہو کر وہاں نماز پڑھنے کی کراہت۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کا جز د نیز نمبر۸ کا جز ب)
- عدت وفات گذارنے والی بیوہ جہاں چاہے عدت گذار سکتی ہے اور عدت کے دوران سفر بھی کر سکتی ہے۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۵ کا جز د) نیز (مادہ حج نمبر۶ کا جز د کا جز۵)
- فئ کے مصارف وہی ہیں جو غنیمت کے مصارف ہیں۔ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر۲) نیز (مادہ فئ)
- فرض اور نذر کے سقوط کے لیے فرض کی ادائیگی کافی ہے۔ (دیکھئے مادہ نذر نمبر۴) نیز (مادہ حج نمبر ۵)
- ولی کے لیے اپنی سرپرستی میں رہنے والی لڑکی کے مہر کا کچھ حصہ معاف کر دینا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ مہر نمبر۴ کا جز ج)

ج۔ نصوص سے احکام اخذ کرنے کے سلسلے میں میں حضرت ابن عباسؓ کا طریق کار:

حضرت ابن عباسؓ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اس کا حکم کتاب اللہ میں تلاش کرتے۔

اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملتا تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا حکم تلاش کرتے۔[۴۸] آپ کتاب اللہ نیز سنت رسول اللہ میں موجود احکام پر بلا چون و چرا عمل پیرا ہوتے اس لیے کہ ان دونوں مصادر میں بیان شدہ احکام پر عمل پیرا ہونا ہی دین ہے جس پر چلنا واجب ہے خواہ وہ اپنی رائے کے موافق ہو یا خلاف۔

اگر پیش آمدہ مسئلے کا حکم قرآن وسنت میں نہ ملتا تو آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فتاویٰ نیز ان کے فیصلوں کے اندر یہ حکم تلاش کرتے۔[۴۹] کیونکہ ان دونوں حضرات کے اکثر فیصلے صحابہ کرامؓ سے مشاورت پر مبنی تھے' اگر مسئلے کا حکم ان دونوں حضرات کے اقوال میں نہ ملتا تو آپ یہ حکم حضرت علیؓ کے اقوال میں تلاش کرتے' آپ کہا کرتے کہ ''اگر ہمارے نزدیک ایک قول کا حضرت علیؓ سے مروی ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اسے چھوڑ کر کسی اور کے قول کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔''

د۔ صحابہ کرامؓ کے اجتہادات سے مناقشہ کرنے کے سلسلے میں آپ کا طریق کار:

صحابہ کرامؓ کے اجتہادات پر بحث وتمحیص کے لیے حضرت ابن عباسؓ کا ایک معین طریق کار تھا' جس پر ہم ذیل میں روشنی ڈالیں گے۔

(ا) صحابہ سے ماثور قول کو عربی زبان کے قواعد اور کلام کے اسالیب پر پرکھنا۔ اگر زیر بحث قول عربی زبان کے قواعد اور اس کے اسالیب پر پورا اترتا تو آپ اسے اختیار کر لیتے۔ اگر پورا نہ اترتا تو مذکورہ قول سے ہٹ کر عربی زبان کے قواعد اور اسلوب بیان پر پورا اترنے والے قول کو اختیار کر لینا اپنے لیے مباح سمجھتے۔ آپ نے بھائی بہنوں کے ساتھ ماں کی میراث کے سلسلے میں یہی طریق کار اختیار کیا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور جمہور صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ میت کے دو بھائیوں یا دو بہنوں کا وجود ماں کے حصے کو تہائی سے کم کر کے چھٹے حصے پر پہنچا دیتا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ یہ بات صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے جب ان کی تعداد تین یا تین سے زائد ہو کیونکہ ارشاد باری ہے (فَاِن كَانَ لَهُ اخوةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدسُ اگر اس کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا) یہاں لفظ ''اخوۃ'' جمع کا صیغہ ہے اور عربی زبان میں جمع کا اطلاق کم از کم تین کی تعداد پر ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے (مادہ ارث نمبر ۶ کے جزواؤ کے جز ۵ نیز نمبر ۶ کے جز ز کے جز ۲) میں اس کی تفصیل بیان کی ہے اسی طرح بیٹیوں کی میراث کے اندر بھی آپ

نے اسی اصول سے کام لیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور جمہور صحابہؓ کا مسلک یہ تھا کہ تنہا ایک بیٹی نصف ترکے کی مستحق ہوگی اور تنہا دو بیٹیاں دو تہائی ترکے کی لیکن حضرت ابن عباسؓ کا مسلک یہ ہے کہ تنہا دو بیٹیاں صرف نصف ترکے کی مستحق ہوں گی اور دو تہائی ترکے کا صرف اس وقت انہیں استحقاق حاصل ہوگا جب ان کی تعداد کم از کم تین ہوگی کیونکہ ارشاد باری ہے (فَاِن كُنَّ نِسَاءً فَوقَ اثنَتَينِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ اگر میت کی وارث دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے) یہاں قول باری (فوق اثنتین) عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے تین یا اس سے زائد تعداد کا مقتضی ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۲)

(۲) پھر اس ماثور قول کو شریعت کے قواعد عامہ پر پرکھنا:

اگر حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ ماثور قول شریعت کے قواعد عامہ کے ساتھ مطابقت رکھتا تو آپ اسے اختیار کر لیتے اور اگر آپ کے نزدیک یہ مذکورہ قواعد سے مطابقت نہ رکھتا تو اسے ترک کر دیتے۔ عول کے مسئلے میں آپ نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ جمہور صحابہؓ کا مسلک ہے کہ میراث کے اندر اگر اصل مسئلہ یعنی مخرج ذوی الفروض کے تمام حصوں کو پورا نہ کر سکے بلکہ حصے مخرج سے بڑھ جائیں تو اس صورت میں عول کیا جائے گا یعنی اس کمی کے ضرر کو تمام ذوی الفروض پر ان کے حصوں کی نسبت سے عائد کر دیا جائے گا لیکن حضرت ابن عباسؓ نے عول کے اس اصول کو مسترد کرتے ہوئے میراث کے ایک قاعدہ عامہ سے کام لیا وہ یہ کہ قریب تر قرابتدار بعید تر قرابتدار کو وراثت سے محروم کر دیتا ہے۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۷)

(۳) پھر اس ماثور قول کو مسلّمہ عقلی اصولوں پر پرکھنا:

اگر ماثور قول کی توثیق مسلّمہ عقلی اصولوں کے ذریعے ہو جاتی تو حضرت ابن عباسؓ اسے اختیار کر لیتے اور اگر آپ کی رائے میں مذکورہ قول مسلّمہ اصولوں کے خلاف ہوتا تو اسے ترک کر دینا اپنے لیے جائز قرار دے دیتے۔ حمل کی کم سے کم مدت کے حساب میں آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ یا حضرت عمرؓ نے (روایت میں اختلاف ہے) اپنے دور خلافت میں اس عورت کو رجم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا جس کے ہاں نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے امیر المومنین سے کہا کہ یہ عورت آپ سے کتاب اللہ کے ذریعے جھگڑ سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ (وَالوَالِدَاتُ يُرضِعنَ اَولاَدَهُنَّ حَولَينِ كَامِلَينِ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں) یعنی چوبیس ماہ جبکہ دوسری آیت میں

ارشاد ہے (وَ حَملُہٗ وَ فِصالُہٗ ثَلٰثُونَ شَھراً اور بچے کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے) اگر ریاضی کے ایک سادہ اصول سے کام لیا جائے یعنی تیس ماہ سے چوبیس ماہ منہا کر دیئے جائیں تو حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ رہ جائے گی۔ (۵۰) یہی طریق کار آپ نے اس صورت کے اندر ماں کی میراث کے سلسلے میں اختیار کیا جب ایک شخص کے پسماندگان میں اس کی بیوہ اور والدین رہ جائیں۔ حضرت عمرؓ اور جمہور صحابہ کرامؓ کے نزدیک بیوہ کو اس کا حصہ دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ کا تہائی حصہ ماں کو دیا جائے گا جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں ماں کو کل ترکہ کا تہائی دیا جائے گا کیونکہ ارشاد باری ہے۔ (فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَہٗ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ اگر میت کا ولد نہ ہو اور اس کے والدین وارث ہوں تو اس کی ماں کو ترکہ کا تہائی دیا جائے) زیر بحث صورت کے اندر ماں موجود ہے اور اس کے متوفی بیٹے کا کوئی ولد نہیں ہے اس لیے اسے تہائی حصہ ملے گا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''فرائض یعنی مقررہ حصے ان کے حقداروں کے حوالے کرو اور اس کے بعد جو کچھ بچ رہے تو وہ قریب ترین مرد کو مل جائے گا۔'' (۵۱) یہاں فکر و تامل کے سادہ عمل سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ماں جب اپنا مقررہ حصہ یعنی تہائی ترکہ حاصل کر لے گی تو بچ رہنے والا ترکہ باپ لے لے گا خواہ یہ باقیماندہ ترکہ تھوڑا ہو یا بہت اور خواہ یہ باپ کے مقررہ حصے سے کم ہو یا زیادہ۔ اسی طرح میت کے بھائی بہن میت کی ماں کو جس چھٹے حصے سے محجوب کر دیتے ہیں اس کے متعلق بھی حضرت ابن عباسؓ نے فکری تامل کا طریقہ اختیار کیا۔ جمہور صحابہ تو اس بات کے قائل ہیں کہ مذکور چھٹا حصہ ورثاء پر رد کر دیا جائے گا لیکن حضرت ابن عباسؓ نے ان حضرات سے اختلاف کرتے ہوئے یہ قول اختیار کیا کہ زیر بحث چھٹا حصہ خود ان بھائی بہنوں کو مل جائے گا اور وہ اسے آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ اس لیے کہ انہوں نے ماں کو اس چھٹے حصے سے محجوب ہی اس بنا پر کیا تھا کہ خود یہ حصہ حاصل کر لیں۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جزو ”ء“ کا جز ۵)

(۴) اہل شوریٰ میں حضرت ابن عباسؓ کی شمولیت:

حضرت ابن عباسؓ کی ذات میں یکجا ہونے والی درج بالا صلاحیتوں یعنی وسعت علمی، روشنی طبع، فکر و تامل میں سلامت روی، کردار کی پاکیزگی، طبیعت میں جذبہء تقویٰ، درست قوت محاکمہ اور ذکاوت عقلی نے آپ کی آراء میں وہ پختگی پیدا کر دی جس کا رنگ دوسرے صحابہ کرامؓ سے یکسر مختلف تھا۔ اس کی شہادت مجاہد بن جبر کے اس قول سے ملتی ہے کہ ''میں نے ابن عباسؓ کے فتووں سے بہتر کوئی فتویٰ نہیں سنا، الا یہ کہ کوئی

شخص کہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔"

رائے کی اس جدت طرازی نیز فکر و فہم اور استنباط کے اندر اس دقیقہ رسی نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو حضرت ابن عباسؓ کی طرف پوری طرح متوجہ کر دیا۔ اگرچہ حضرت ابن عباسؓ ابھی کم عمر تھے اور بعض کبار صحابہؓ کو اہل شوری میں آپ کی شمولیت پر اعتراض بھی تھا تاہم حضرت عمرؓ آپ کو اپنی مجلس شوریٰ میں شامل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ "حضرت عمرؓ اہل بدر کو اندر بلاتے اور ان کے ساتھ مجھے بھی اندر بلا لیتے' یہ دیکھ کر ان حضرات میں سے بعض کہتے "امیر المومنین' آپ اس نوجوان کو بھی ہمارے ساتھ اندر آنے کی اجازت دے دیتے ہیں حالانکہ ہمارے بعض بیٹے اس کے ہم عمر ہیں۔" حضرت عمرؓ جواب میں ان سے فرماتے "آپ حضرات کو معلوم ہی ہے کہ یہ نوجوان کون ہے۔" ایک دن یہ حضرات اندر بلا لیے گئے اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلا لیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے سورۃ نصر (اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ ..... الخ) کی تفسیر کے متعلق ان حضرات سے سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا "اللہ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ جب فتح حاصل ہو جائے تو اپنے رب سے استغفار کریں اور اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔" یہ سن کر امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا۔ "ابن عباسؓ تم کیا کہتے ہو؟" میں نے عرض کیا کہ سورت کی تفسیر یہ نہیں ہے بلکہ تفسیر یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس سورت کے ذریعے آگاہ فرما دیا کہ کوچ کا وقت آ گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا (اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ) یعنی فتح مکہ (وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِي دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًا) یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اب وفات قریب ہے۔ اس لیے (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ' اِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) (۵۲)

اصابت رائے کے ان جیسے اکثر مواقع پر حضرت عمرؓ ان حضرات سے فرماتے۔ "آپ لوگ تو مجھ پر چھا گئے لیکن وہ بات پیش نہ کر سکے جو اس لڑکے نے پیش کی ہے حالانکہ اس کے سر کے پٹے ابھی پوری طرح جمنے نہیں پائے ہیں۔" (۵۳)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ پیچیدہ مسائل پیش آنے پر ابن عباسؓ کو طلب کرتے اور صرف یہ فرماتے کہ 'ایک پیچیدہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔" حالانکہ امیر المومنین کے اردگرد بدری صحابہؓ موجود ہوتے۔" (۵۴) بعض دفعہ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ طلب کرتے ہوئے فرماتے۔ "غوطہ خور' ذرا غوطہ تو لگاؤ۔" (۵۵) بلکہ بعض مشکل معاملات کے سلسلے میں حضرت عمرؓ صرف

حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ لینے پر اکتفا کر لیتے کیونکہ امیر المومنین کو آپ کی رائے پر پورا اعتماد ہوتا۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے سامنے جب پیچیدہ مقدمات پیش ہوتے تو حضرت ابن عباسؓ سے فرماتے۔ ''ہمارے سامنے پیچیدہ مقدمات پیش ہوتے ہیں اور تم ہی انہیں اور ان جیسے دیگر مسائل حل کرو گے۔'' پھر حضرت ابن عباسؓ جو رائے دیتے حضرت عمرؓ اسے قبول کر لیتے۔ اس مقصد کے لیے امیر المومنین حضرت ابن عباسؓ کے سوا کسی اور کو طلب نہ کرتے۔ (۵۶)

(۵) حضرت ابن عباسؓ کے تلامذہ

حضرت ابن عباسؓ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور اس کے نتیجے میں لوگ علم و معرفت کی پیاس بجھانے کے لیے آپ کے پاس آنے لگے حتیٰ کہ آپ سے احادیث نبویؐ روایت کرنے والوں کی تعداد دو سو تک پہنچ گئی۔ (۵۷)

یہ تعداد ان لوگوں کی تعداد کے علاوہ تھی جنہوں نے آپ سے دیگر علوم مثلاً شعر و ادب، علم الانساب اور ایام عرب وغیرہ کی روایت کی ہے۔

جن تلامذہ نے حضرت ابن عباسؓ سے کسب علم کیا تھا وہ اپنے زمانے کے بڑے علماء تھے اور علمی میدان میں ان کے تقدم اور فضیلت کی گواہی ساری دنیا دیتی ہے۔ مثلاً عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء جابر بن زید اور میمون بن مہران ان کے علاوہ بھی آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت ہے۔

ابن الجوزی نے حضرت ابن عباسؓ کے تلامذہ کی کثرت کے سلسلے میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ یہاں اس واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ابن الجوزی (۵۸) نے ابوصالح سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایسی مجلس دیکھی ہے کہ اگر قریش کا پورا قبیلہ اس پر فخر کرنا چاہے تو یہ بات ان کے فخر کے لیے کافی ہو جائے۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کی اتنی بھیڑ ہے کہ راستے تنگ ہو گئے ہیں اور کسی کو وہاں سے آنے جانے کی قدرت نہیں تھی۔ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس اندر گیا اور آپ کو بتایا کہ دروازے پر لوگوں کی بڑی بھیڑ جمع ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ''وضو کا پانی رکھو۔'' آپ نے وضو کیا اور بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جا کر ان سے کہو کہ جو لوگ قرآن، اس کے حروف اور اس کے مرادی معنوں کے بارے میں استفسار کرنا چاہتے ہیں وہ اندر آ جائیں۔ میں باہر گیا اور انہیں اس بات کی اطلاع دے دی پھر

استنے لوگ اندر آ گئے کہ کوٹھڑی اور کمرہ لوگوں سے بھر گیا۔ آپ نے ان لوگوں کے ہر سوال کا نہ صرف جواب دیا بلکہ ان کے سوالات کی مثل یا اس سے بڑھ کر اپنی طرف سے اضافہ بھی کیا۔ پھر فرمایا۔ ''اب اپنے بھائیوں کے لیے جگہ خالی کر دو۔'' یہ سن کر تمام لوگ باہر چلے گئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ ''باہر جا کر کہو کہ جو لوگ قرآن کی تفسیر و تاویل کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہیں وہ اندر آ جائیں۔'' میں نے باہر نکل کر انہیں اس سے آگاہ کیا اور پھر پہلے کی طرح کوٹھڑی اور کمرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ آپ نے نہ صرف ان کے ہر سوال کا جواب دیا بلکہ اپنی طرف سے ان کے سوالات کی مثل یا اس سے بڑھ کر اضافہ بھی کیا پھر فرمایا۔ ''اپنے بھائیوں کے لیے جگہ خالی کر دو۔'' یہ سن کر سب باہر چلے گئے' آپ نے مجھ سے پھر فرمایا۔ ''باہر جا کر کہو کہ جو لوگ حلال و حرام اور فقہ کے بارے میں استفسار کرنا چاہتے ہیں وہ اندر آ جائیں۔'' میں نے باہر جا کر لوگوں کو یہ بات بتائی اور حسب سابق لوگ اندر آئے اور کمرہ اور کوٹھڑی سب لوگوں سے پر ہو گئے' آپ نے ان کے ہر سوال کا جواب دیا اور اپنی طرف سے اضافہ بھی کیا۔ پھر یہ لوگ چلے گئے اور فرائض یعنی میراث وغیرہ کے طالب علموں کو اندر بلایا گیا اور حسب سابق سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ پھر یہ لوگ چلے گئے اور ان لوگوں کو اندر بلایا گیا جنہیں شعر و ادب اور غریب الکلام سے دلچسپی تھی۔ آپ نے حسب سابق ان کے ہر سوال کا جواب دیا اور اپنی طرف سے اضافہ بھی کیا۔ آخر میں ابو صالح کہتے ہیں کہ اگر قریش کا پورا قبیلہ اس پر فخر کرے تو یہی بات ان کے فخر کے لیے کافی ہو جائے گی۔ میں نے کسی اور شخص کے دروازے پر طلب علم کا یہ منظر نہیں دیکھا۔ حضرت معاویہؓ اپنے زمانۂ حکومت میں ایک سال حج پر آئے اور اتفاق سے حضرت ابن عباسؓ بھی اس سال حج پر گئے۔ حضرت معاویہؓ شاہی ٹھاٹ باٹھ کے ساتھ آئے تھے یعنی ان کے ساتھ خدم و حشم اور حاشیہ برداروں کا ایک جم غفیر تھا۔ دوسری طرف حضرت ابن عباسؓ طالبان علم کے ایک بڑے گروہ میں گھرے ہوئے تھے' اور اس گروہ کی شان و شوکت شاہی شان و شوکت سے کسی طرح کم نہ تھی۔ (۵۹)

(۶) حضرت ابن عباسؓ کا فقہ

حضرت ابن عباسؓ شروع ہی سے اہل علم کے مرکز نظر رہے۔ بعض نے آپ کی تفسیر قرآن جمع کیا مثلاً ''القاموس المحیط'' کے مولف فیروز آبادی نے آپ کی تفسیر ایک کتاب میں جمع کر دی اور اس کا نام ''تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباسؓ'' رکھا۔ بعض نے حضرت ابن عباسؓ کا فقہ جمع کیا اگرچہ آپ کے فقہ کا کوئی مجموعہ

ر ہم تک پہنچ نہیں سکا۔ ابن حزم نے اپنی کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں لکھا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن مامون نے جو ائمہ اسلام میں سے تھے حضرت ابن عباسؓ کے فتوے بیس کتابوں میں جمع کئے تھے۔ (۶۰) شاید ابن حزم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابوبکر محمد نے فقہ کے بیس ابواب میں یہ فتوے جمع کئے تھے۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ اور کتاب البیوع وغیرہ یا ابن حزم کی مراد یہ ہے کہ مذکورہ فتوے بیس اجزاء میں جمع کئے گئے تھے۔ اس طوالت کی وجہ یہ تھی کہ ابوبکر محمد نے یہ فتوے محدثین کے طرز پر ان کے اسانید اور طرق روایات کے ساتھ جمع کئے تھے جس کے نتیجے میں بیس اجزاء یا جلدیں بن گئیں۔ اگر ایسا ہے تو اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ جمع شدہ اجزاء حجم کے اعتبار سے چھوٹے ہوں اور اس طرح ان کے بیس اجزاء بن گئے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے زیر تالیف کتاب کے اندر حضرت ابن عباسؓ کا جتنا فقہ جمع کیا ہے وہ اس کے برابر ہے جبکہ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے آپ کا پورا فقہ یکجا کر دیا ہے۔ البتہ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اپنی حد تک پوری کوشش صرف کی ہے۔ واللہ ولی التوفیق

ظہران

یکم ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ

ابوالمنتصر

محمد رواس قلعہ جی

مقدمہ کے اندر مذکورہ حوالہ جات

(۱) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۳۳
(۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۶
(۳) صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۷۴۶
(۴) اسد الغابۃ ج ۳ ص ۲۱۱' اور الاعلام للزرکلی ج ۴ ص ۲۲۸
(۵) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۳۳' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۰۵' ج ۹ ص ۱۳
(۶) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۸
(۷) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۳۲
(۸) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۹
(۹) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۹' ۳۵۳
(۱۰) الاعلام ج ۴ ص ۲۲۹' الاستیعاب ج ۳ ص ۲۹۲
(۱۱) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۶
(۱۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۸' حلیۃ الاولیاء' ترجمۃ ابن عباسؓ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۱ العقد الثمین ج ۲ ص ۱۹۴
(۱۳) صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۵۸
(۱۴) الاستیعاب ج ۳ ص ۲۹۱' الاعلام ج ۴ ص ۲۲۹' العقد الثمین ج ۵ ص ۱۹۰' ۱۹۱
(۱۵) غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء لابن الجزری ج ۱ ص ۴۲۶
(۱۶) غایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۴۲۶
(۱۷) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۸' الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۲ ص ۱۸۷
(۱۸) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۹
(۱۹) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۱' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۶
(۲۰) الاعلام ج ۴ ص ۲۲۹' العقد الثمین ج ۵ ص ۱۹۰' غایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۴۲۶
(۲۱) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۹
(۲۲) الاستیعاب ج ۳ ص ۲۹۱' العقد الثمین ج ۵ ص ۱۹۰
(۲۳) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۱
(۲۴) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۴
(۲۵) البخاری' مسلم' الترمذی فی فضائل ابن عباسؓ تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۴۰

(۲۶) مسند احمد ج ا ص ۲۶۴' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۹
(۲۷) الترمذی نمبر ۳۸۳۲' طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۵' سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۳۹'
صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۴۷' تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۸
(۲۷ب) الاعلام ج ۴ ص ۲۲۵
(۲۸) صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۴۸
(۲۹) طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۹
(۳۰) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۱
(۳۱) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۷
(۳۲) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۸' سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۷
(۳۳) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۳' تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۴۱' صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۵۰
(۳۴) تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۴۱
(۳۵) صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۴۹
(۳۶) الاستیعاب ج ۳ ص ۲۹۲' صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۵۶' سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۲
(۳۷) صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۵۶' سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۲
(۳۸) صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۵۵
(۳۹) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۱۱
(۴۰) دلیل کا جائزہ لیے بغیر کوئی حکم قبول کر لینا تقلید ہے۔
(۴۱) مسند احمد ج ۵ ص ۲۶
(۴۲) الترمذی فی مناقب علیؓ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۶۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے اس
روایت کو غریب اور منکر کہا ہے۔
(۴۳) کنز العمال نمبر ۱۶۸۴۵
(۴۴) عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۲۲
(۴۵) الصحاح مادہ اثر
(۴۶) التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۳۰۰' حاشیۃ ابن عابدین ج ا ص ۳۶۸
(۴۷) اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۷۸
(۴۸) الموافقات للشاطبی ج ۴ ص ۸
(۴۹) سنن دارمی ج ا ص ۵۹
(۵۰) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۶۹/۲' مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۵۱

(۵۱) البخاری فی الفرائض باب میراث الولد' مسلم فی الفرائض باب الحقوا الفرائض باھلھا

(۵۲) البخاری فی باب التفسیر' سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۳

(۵۳) صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۴۷

(۵۴) طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۹' سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۷

(۵۵) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۶

(۵۶) اسد الغابۃ ج ۳ ص ۲۹۱' الاعلام ج ۴ ص ۲۲۹' العقد الثمین ج ۵ ص ۱۹۱

(۵۷) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۳۳

(۵۸) صفۃ الصفوۃ ج ا ص ۷۵۰ وما بعد

(۵۹) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۹' سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۱

(۶۰) الاحکام فی اصول الاحکام ج ۵ ص ۵۲

حرف الالف

آنیۃ (برتن) دیکھئے مادہ اناء

اب (باپ)

۱۔ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے۔''[۱] اس سے بعض اوقات یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ باپ کو اپنے بیٹے کے سلسلے میں اسی طرح تصرف کا حق ہے جس طرح اسے اپنی کسی مملوکہ چیز میں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس توہم کو دور کرنے کی خاطر فرمایا: ''تمہاری اولاد اللہ کی طرف سے تمہیں ہبہ کے طور پر ملی ہے اور تمہارے اموال تمہارے لیے ہیں۔''[۲]

(۲) والدین کے ساتھ نیکی کرنا: ولد پر اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنا لازم ہے۔ اگر والدین کے ساتھ نیکی کسی اور کو ضرر پہنچانے کا سبب بن جائے تو اس صورت میں ولد پر لازم ہے کہ وہ ایسا حکیمانہ طرز عمل اختیار کرے جس کے ذریعے وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی تو کرے لیکن کسی اور کو نقصان نہ پہنچائے۔ دانا اور عقلمند آدمی کو اس مقصد کے لیے کوئی نہ کوئی وسیلہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ ابو طلحہ الاسدی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں دو بدو آپ کے پاس آئے اور آپ سے معانقہ کیا۔ پھر ایک نے آپ سے کہا: ''میں اپنے کچھ اونٹوں کی تلاش میں تھا اور اسی دوران ایک قبیلے کا مہمان بن گیا۔ مجھے ان کی ایک لڑکی پسند آ گئی اور میں نے اس سے نکاح کر لیا لیکن میرے والدین نے قسم کھالی کہ وہ میری بیوی کو ہرگز اپنے خاندان میں شامل نہیں کریں گے اور میں نے قسم کھالی کہ اگر میں اسے طلاق دوں تو مجھ پر ہزار غلام آزاد کرنا اور ہزار اونٹ نحر یعنی ذبح کرنا لازم ہوگا۔'' اس کی یہ روئداد سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''میں تمہیں نہ تو اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دوں گا اور نہ ہی اپنے والدین سے قطع تعلق کا۔'' سائل نے پوچھا کہ ''پھر میں اس عورت کا کیا کروں؟'' آپ نے جواب دیا: ''اپنے والدین کی قسم پوری

کردو۔''(۳) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۲)

اگر کافر باپ مرجائے تو مومن بیٹا اس کے جنازے کے ساتھ جائے (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کا جز ب)

زکوٰۃ کی رقم باپ پر صرف نہ کی جائے۔(دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۸ کا جز ب)

باپ اپنے اس بیٹے کا صدقہ فطر نکالے جو اس کے عیال میں شامل ہو۔(دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر۴)

عطیات کے اندر اپنی اولاد کے درمیان مساوات قائم کرنا (دیکھئے مادہ ھبۃ نمبر۲ کا جز د)

اپنے ولد کے خلاف باپ کی جنایت (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کے جز الف کا جز ۳)

میراث کے اندر باپ کے احوال (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کا جز الف)

اِباحۃ (اباحت)

۱۔ تعریف: کسی کام کو کر لینے یا چھوڑ دینے کی اجازت کو اباحت کہتے ہیں۔

۲۔ اباحت کی انواع:

الف۔ اباحت بعض دفعہ مطلق ہوتی ہے مثلاً کوئی کسی سے کہے کہ: ''میں نے اپنے گھر میں تمہارا آنا جانا مباح کر دیا'' اور بعض دفعہ کسی معین وقت کے ساتھ مقید ہوتی ہے مثلاً کوئی کہے: ''میں نے اپنے گھر میں جمعہ کے دن فلاں وقت سے فلاں وقت تک تمہارا داخلہ مباح کر دیا'' بعض دفعہ یہ کسی معین کیفیت کے ساتھ مقید ہوتی ہے مثلاً کوئی کہے ''میں نے فلاں عورت کو شرعی لباس کے اندر ملبوس ہو کر اپنے دفتر میں آنے کی اجات دے دی ہے۔'' کبھی یہ کسی معین مکان کے ساتھ مقید ہوتی ہے مثلاً کوئی کہے: ''میں نے اپنے باغ میں تمہیں مشرقی دروازے سے داخل ہونے کی اجازت دیدی ہے'' وغیرہ وغیرہ۔

ب۔ مبیح (اباحت کرنے والے) کے اعتبار سے اباحت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اباحت مثلاً پانی کے منبع سے پانی حاصل کرنے، سبزہ زار سے گھاس حاصل کرنے اور سمندروں سے مچھلیاں حاصل کرنے کی اباحت، اسی طرح ہر اس چیز کی اباحت جو اللہ

کی ایجاد سے وجود میں آئی ہو اور اس کی ایجاد میں کسی مخلوق کو کوئی دخل نہ ہو۔ اس بارے میں اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: ''تمام مسلمان تین چیزوں میں ایک دوسرے کے شریک ہیں پانی، گھاس اور آگ میں''۔(۴)

اشیاء کے اندر اباحت اصل ہے جب تک شارع حکیم کی طرف سے ان کی تحریم کا نص وارد نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہو اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہو اور جس بات سے خاموشی اختیار کی گئی ہو وہ عفو ہے۔''(۵) یعنی مباح ہے۔

(۲) ایسے بندے کی طرف سے دی ہوئی اباحت جسے اباحت دینے کا حق ہو اسی سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ سے غیر کے لیے لونڈی کے ساتھ ہمبستری کی اباحت منقول ہے۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۲)

اباق (غلام کا بھاگ جانا)

سرکشی کی بنا پر غلام کا اپنے مالک کے قبضے سے نکل بھاگنا اباق کہلاتا ہے۔ سرقہ کی صورت میں بھاگے ہوئے غلام کا قطع ید (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جز ب)

ابتہال (گڑگڑانا)

دعا کے اندر گڑگڑانے اور عاجزی کے اظہار کو ابتہال کہتے ہیں
(دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۴)

ابط (بغل)

(۱) سلف صالحین اس امر پر متفق ہیں کہ بغل کے بال اکھیڑنا فطرت میں شمار ہوتا ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم وغیرھما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''فطرت کے اندر پانچ امور داخل ہیں، ختنہ کرانا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھیں کترنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔''(۶) بیہقی نے ''سنن بیہقی'' کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے قول باری

(وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاهِیمَ رَبُّهُ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ اور جب ابراہیم کے رب نے اسے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے یہ باتیں پوری کر دیں) کی تفسیر میں آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو سر کی پانچ باتوں کے ذریعے آزمایا وہ یہ ہیں: مونچھیں کترنا' کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' مسواک کرنا اور سر کے بالوں میں مانگ نکالنا نیز جسم کی ان باتوں میں آزمایا ناخن تراشنا' موئے زیر ناف صاف کرنا' ختنہ کرانا' بغل کے بال اکھیڑنا اور پیشاب پاخانے کی جگہ دھونا۔''(۷)

(۲) بغلوں کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز د)

اِبل (اونٹ)

اونٹ کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کرنا ضروری نہیں (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز واؤ)

اونٹ کی قربانی میں کتنی عمر کا اونٹ ہونا چاہئے اور ایک اونٹ کتنے آدمیوں کی طرف سے قربانی کے طور پر ذبح کیا جا سکتا ہے (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۳)

دیت کے اندر اونٹوں کی تعداد (دیکھئے مادہ دیۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲)

احرام کی حالت میں ہمبستری کرنے والے پر اونٹ کا وجوب (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ز)

اِبن (بیٹا) دیکھئے مادہ ولد

ابن ابن (پوتا) دیکھئے مادہ ولد ابن

اِبن السبیل (مسافر)

(۱) تعریف: ابن السبیل اس فقیر مہمان کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کے ہاں قیام کرے۔ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کا جز ب)

(۲) ابن السبیل کے احکام زکوٰۃ کے اندر ابن السبیل کا حق (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کا جز ھ)' مال غنیمت کے پانچویں حصے کے اندر نیز فیء کے اندر اس کا حق (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کا جز ب) نیز

(مادہ فی نمبر۲)

اِتلاف (تلف کرنا)

(۱) تعریف: کسی چیز کو اس قابل نہ رہنے دینا کہ اس سے وہ فائدہ اٹھایا جا سکے جو عادۃ اس سے مطلوب ہو' اتلاف کہلاتا ہے۔(۸)

(۲) تلف کردہ اشیاء کا تاوان: اتلاف تاوان کا موجب ہوتا ہے اگر اس میں درج ذیل شرطیں پائی جائیں:

الف۔ تلف کردہ چیز مال ہو۔ بنابریں مردار یا نجاستیں تلف کر دینے پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ اشیاء مال شمار نہیں ہوتیں۔

ب۔ تلف کردہ چیز متقوم یعنی قیمت کی حامل ہو۔ اگر وہ کسی قیمت کی حامل نہ ہو تو اس کے اتلاف کے نتیجے میں کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا۔ بنابریں معمولی چیز کے اتلاف کا تاوان بھروایا نہیں جائے گا اسی طرح مسلمان کی شراب کے اتلاف کا تاوان نہیں لیا جائے گا اس لیے کہ مسلمانوں کے نزدیک شراب متقوم مال نہیں ہے۔

ج۔ اتلاف کا مرتکب تاوان بھرنے کا اہل ہو۔ بنابریں جانور سے تاوان نہیں بھرا جائے گا کیونکہ وہ تاوان بھرنے کا اہل نہیں ہوتا۔

د۔ تاوان بھروانے کے اندر فائدے کا پہلو ہو۔ بنابریں اگر مسلمان کسی حربی کا مال تلف کر دے تو اس پر تاوان عائد نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر حربی کسی مسلمان کا مال یا عادل شخص کسی باغی کا مال یا باغی کسی عادل کا مال تلف کر دے تو تلف کنندہ پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا اس لیے کہ ولایت کے انعدام کی وجہ سے تاوان عائد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

جان اور اعضاء کے اتلاف کا تاوان (دیکھئے مادہ جنایۃ)

حرم کے شکار کے اتلاف کا تاوان (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کا جز ط)

جس چوپائے کے ساتھ کسی انسان نے بدفعلی کی ہو اس کا اتلاف (دیکھئے مادہ حیوان نمبر۱ کا جز ب)

اثبات (ثابت کرنا)

(۱) تعریف: قاضی کے سامنے کسی بات پر دلیل پیش کرنا اثبات کہلاتا ہے۔

(۲) اثبات کی صورتیں: (دیکھئے مادہ قضاء نمبر۲ کا جزد)

اِجارۃ (اجارہ)

(۱) تعریف: اجارہ اس عقد کو کہتے ہیں جو ایک مباح نیز معلوم ومقصود منفعت کے حصول کی خاطر وصف کے اعتبار سے معلوم عوض کے بدلے کیا جائے نیز مذکورہ منفعت بذل واباحت کو قبول کرتی ہو اور حاصل شدہ عین کو باقی رکھتے ہوئے صرف اس کی مذکورہ منفعت کو کام میں لایا جائے۔

(۲) اجارے کے ارکان: ان کی تعداد چار ہے' یعنی عقد اجارہ کے طرفین' منفعت' اجرت اور صیغہ اجارہ۔

الف۔ عقد اجارہ کے طرفین یعنی متعاقدین: ان میں سے ہر ایک کے لیے عاقل بالغ ہونے کی شرط ہے (دیکھئے مادہ حجر نمبر۲ کا جز ا نیز نمبر۳ کا جز ب) عقد پر رضامندی بھی شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر۳ کا جز الف) نیز یہ بھی شرط ہے کہ بے عقلی وغیرہ کی بنا پر ان میں سے کسی کے تصرفات پر پابندی نہ لگی ہو۔ (دیکھئے مادہ حجر نمبر۲ کا جز الف نیز نمبر۳ کا جز ب) متعاقدین میں سے ہر ایک کے اندر مذکورہ بالا شرائط کا وجود ضروری ہے خواہ دونوں عقد اجارہ کریں یا عقد بیع یا کوئی اور عقد۔ اجیر (اجارے پر حاصل شدہ مزدور) اپنے مستاجر کے مال میں سے کوئی چیز تبرع کے طور پر نہیں دے سکتا۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴ کا جز الف)

ب۔ منفعت: منفعت کے سلسلے میں درج ذیل شرائط کا وجود شرط ہے:

(۱) منفعت معلوم ہو' منفعت کا علم کئی طریقوں سے ہوتا ہے مثلاً ایک سال کے لیے مکان اجارے یعنی کرائے پر لینا یا اراضی چھ ماہ کے لیے اجارے پر حاصل کرنا۔ (۹)

مسافت کا بیان مثلاً حج پر جانے کے لیے اونٹ اجارے پر حاصل کرنا۔ ارشاد باری (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِنْ رَّبِّكُمْ تم پر اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "تم حج پر جاؤ اور اپنا جانور کرائے پر دے دو۔" (۱۰)

کام کی نوعیت کا بیان: مثلاً سینگی لگانے یا قرآن کی کتابت کرنے یا مکان بنوانے وغیرہ کے لیے

اجارے پر کسی کو حاصل کرنا۔

(۲) یہ منفعت مشروع ہو مثلاً مکان میں رہائش رکھنا اور جانور پر سواری کرنا وغیرہ۔ بنا بریں ماتم کرنے یا گلوکاری کرنے یا مجسمہ بنانے یا جادو کرنے یا کہانت (غیب کی باتیں بتلانے) وغیرہ جیسے کاموں کے لیے کسی کو اجارے پر حاصل کرنا درست نہیں ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ماتم کرنے والی، گانا گانے والی، نیز غیب کی خبریں دینے والے، جادو کرنے والے اور مجسمہ ساز کی اجرتیں سحت یعنی حرام ہیں۔''(۱۱)

(۳) اگر کسی کام کے لیے کسی کو اجارے پر حاصل کیا گیا ہو تو اس کے لیے یہ شرط ہے کہ مذکورہ کام اس شخص پر واجب نہ ہو۔ بنا بریں نماز اور جہاد پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جہاد پر جانے کی اجرت حرام ہے'' البتہ اگر جہاد پر جانے والا مذکورہ اجرت حاصل کر کے اس کے ذریعے جہاد کی خاطر اسلحہ اور جانور خرید لے تو یہ اجرت جائز ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے جہاد کے سلسلے میں دیئے جانے والے انعامات اور اجرتوں کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اگر تم انہیں اسلحہ یا جانور کی خریداری میں صرف کر دو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں اور اگر تم ان اجرتوں کو غلام یا لونڈی یا بھیڑ بکریوں کی خریداری پر صرف کر دو تو یہ فضول کام ہوگا۔'' (۱۲)

قیافہ شناس کو قیافہ شناسی پر اجرت لینے سے روکا گیا ہے وہ بھی شاید اسی نوع کی ممانعت ہے اس لیے کہ قیافہ شناسی کے اندر نسب کا اثبات اور حق کا اظہار ہوتا ہے اور حق کا اظہار ہر مسلمان پر واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''قیافہ شناس کی اجرت بھی سحت یعنی حرام میں شمار ہوتی ہے۔''(۱۳)

سفارش پر اجرت لینا بھی اسی نوعیت کی ممانعت سے تعلق رکھتا ہے اس لیے کہ جس شخص کی سفارش کی جائے اگر وہ حق پر ہو تو اس صورت میں سفارش کنندہ پر کسی اجرت کے بغیر اس کی سفارش کے لیے چل پڑنا واجب ہوگا اور اگر وہ باطل پر ہو تو اس صورت میں سفارش حرام ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''سفارش کے بدلے دیا جانے والا ہدیہ سحت یعنی حرام ہے۔''(۱۴) (دیکھئے مادہ شفاعۃ نمبر ۳)

اہل مکّہ کے لیے حاجیوں سے اپنے مکانات کے کرائے وصول کرنے کی ممانعت بھی اسی نوعیت کی ہے اس لیے کہ اہل مکّہ پر حاجیوں کی مہمانداری واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اہل مکہ کے

لیے یہ مناسب ہی نہیں کہ وہ باہر سے آنے والوں (بدویوں) سے اپنے مکانات کی اجرت وصول کریں۔"(۱۵) ممانعت کے درج بالا اصول سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جس کے تحت اگر ایک شخص اپنے آپ کو اس عمل خیر کے لیے فارغ کر لے جو اصل کے اعتبار سے اس پر واجب تھا تا کہ اجتماعی ضرورت پوری ہو سکے تو اس کے لیے اپنے اس عمل خیر پر اجرت لینا جائز ہوگا۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ نے قرآنی نسخوں کی کتابت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر لینے والے کو اپنے کام کی اجرت لینے کی اجازت دی ہے آپ سے مصحف کی کتابت کے بدلے اجرت لینے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "اس میں کوئی حرج نہیں، کتابت کرنے والے الفاظ کی صورت گری کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے ہیں۔"(۱۶) نیز فرمایا: "ہم یہ رائے نہیں دے سکتے کہ تم قرآن کو اپنی تجارت کا ذریعہ بنالو البتہ جو کام تم اپنے ہاتھ سے کرو اس کی اجرت میں کوئی حرج نہیں ہے۔"(۱۷) سینگی لگانے کا کام بھی ممانعت کے اصول سے مستثنیٰ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کو اجازت دے دی تھی کہ وہ کسی سینگی لگانے والے (حجام) کو اجارے پر حاصل کر لے اور حجام کو اپنے کام کی اجرت لینے کی بھی اجازت دی دے دی تھی۔(۱۸) اور فرمایا تھا کہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی تھی اور حجام کو اس کی اجرت دے دی تھی اگر یہ اجرت سحت یعنی حرام ہوتی تو آپؐ کبھی نہ دیتے۔"(۱۹)

انسان کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ بیت الخلاؤں میں جھاڑو دینے کا کام کر کے اس کی اجرت وصول کرے۔ اس کام سے حاصل ہونے والی اجرت خبیث اجرت ہے۔ اس کا ذکر (مادہ احتراف نمبر۲ کے جزد) میں آئے گا۔

(۴) اگر منفعت کی تحصیل کے لیے کسی شخص کو اجارے پر حاصل کیا گیا ہو تو اس منفعت کی تحصیل کا محنت طلب ہونا ضروری ہے مثلاً مکان کی تعمیر یا بوجھ اٹھانے یا اسی طرح کے دیگر کاموں کے لیے کسی شخص کو اجارے پر حاصل کرنا۔ قیافہ شناسی بھی شاید اسی ضمن میں آتی ہے اس لیے کہ یہ بات معلوم کرنے کے لیے کسی مشقت اور محنت کی ضرورت نہیں پڑتی کہ فلاں کا نسب فلاں سے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے قیافہ شناس کے لیے اپنے کام کی اجرت طلب کرنے کو مباح قرار نہیں دیا۔(۲۰) واللہ اعلم

(ج) اجرت: اجرت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ معلوم ہو اس لیے کہ اجارہ معاوضہ پر مبنی عقد ہوتا ہے اور معاوضہ کے عقود کے لیے ضروری ہے کہ دونوں عوضوں میں سے ہر ایک معلوم ہو۔ بنابریں حضرت

ابن عباسؓ نے اراضی کو اس کی پیداوار کے ایک جز کے بدلے کرائے پر دینے کو مکروہ قرار دیا ہے اس لیے کہ پیداوار مجہول ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس کا جز بھی مجہول ہوگا۔ آپ نے سونے اور چاندی یعنی درہم و دینار کے بدلے اراضی کرائے پر دینے کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (۲۱)
عبدالکریم الجزری کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ اراضی کرائے پر دینا درست نہیں ہے۔ یہ سن کر سعید نے کہا: ''عکرمہ نے غلط بیانی کی' میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''تم خالی اراضی میں جو بہترین کام کر سکتے ہو وہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے بدلے اسے کرائے پر دے دو۔'' ایک روایت میں ہے ''جو مثالی کام تم کر سکتے ہو وہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے بدلے خالی اراضی اجارے پر حاصل کرو۔ (۲۲)
حضرت ابن عباسؓ نے یہ بات جائز قرار دی تھی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ ''یہ چیز اتنے میں فروخت کر دو' اس سے زائد جو قیمت وصول ہو وہ تمہاری ہوگی۔'' آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کپڑا دے کر اس سے کہتا ہے کہ ''اسے اتنی قیمت میں فروخت کر دو' اس قیمت سے زائد جو رقم ملے وہ تمہاری ہوگی۔'' آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے'' (۲۳)

اجبار (جبر کرنا)

(۱) تعریف: اجبار یہ ہے کہ کسی ذی ولایت یعنی حاکم وغیرہ کی طرف سے کسی کو حکم شرع بروئے کار لانے کی خاطر کسی کام پر اس طریقے سے آمادہ کرنا کہ وہ کام اس پر لازم ہو جائے۔ (۲۴)
اجبار اور اکراہ کے درمیان یہ فرق ہے کہ اجبار کسی ذی ولایت کی طرف سے حکم شرع بروئے کار لانے کی خاطر ہوتا ہے جبکہ اکراہ کسی غیر ذی ولایت کی طرف سے ہوتا ہے یا شیطانی مقاصد بروئے کار لانے کی خاطر ہوتا ہے۔

(۲) فقہ ابن عباسؓ میں اجبار کی صورتیں:
قرض کی ادائیگی پر اجبار (دیکھئے مادہ قرض نمبر ۱۰) جزیہ ادا کرنے پر اجبار (دیکھئے مادہ جزیہ نمبر ۲) خراج ادا کرنے پر اجبار (دیکھئے مادہ خراج) اور واجب نفقات ادا کرنے پر اجبار (دیکھئے مادہ نفقہ نمبر ۲) نقصان کا معاوضہ ادا کرنے پر اجبار (دیکھئے مادہ ضمان) طلاق کی صورت میں زوجین کو ایک

دوسرے سے علیحدہ ہو جانے پر اجبار (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱۰ کا جز الف)

اجل (مقررہ وقت)

(۱) تعریف: ایک چیز کے مقررہ وقت کی آمد کو اجل کہتے ہیں۔

(۲) اجل کی شرط: اجل کے معتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ معلوم ہو اور اس کی تحدید کر دی گئی ہو اور اس میں تقدم و تاخر نہ ہو۔ اگر اجل اس طرح نہ ہو تو اس کی حیثیت غرر یعنی دھوکے کی ہوگی اور اس کے نتیجے میں عقود فاسد ہو جائیں گے۔ اگر بیع سلم کے اندر یہ شرط عائد کر دی گئی ہو کہ مبیع کی حوالگی فصلوں کی کٹائی یا انگوروں سے رس نچوڑنے وغیرہ تک ہوگی تو یہ شرط فاسد ہوگی کیونکہ اجل کی یہ صورتیں منضبط نہیں ہوتیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جزج کا جز ۳)

ایلاء کے اندر اجل (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲ کا جزج)

عدت کے اندر اجل (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزب کا جزج نیز نمبر ۵ کا جزب)

مفقود کی بیوی کے لیے اجل (دیکھئے مادہ مفقود نمبر ۳ کا جز الف)

اِجھاض (حمل گرا دینا)

(۱) تعریف: عورت اگر اپنے جنین یعنی حمل کو مردہ حالت میں گرا دے تو اسے اجھاض کہیں گے خواہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو یا مکمل نہ ہوئی ہو اور خواہ اس میں روح پھونک دی گئی ہو یا پھونکی نہ گئی ہو۔

(۲) استہلال کے ذریعے جنین کی زندگی ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ استہلال) اگر عورت اپنا بچہ گرا دے اور بچے سے رونے اور چیخنے کی آواز بلند ہو اور پھر وہ مر جائے تو اس کی پوری دیت واجب ہو جائے گی۔ (۲۵) اگر جنین مردہ حالت میں گرا ہو تو اس صورت میں صرف غرہ کا وجوب ہوگا۔ غرہ دیت کے بیسویں حصے کو کہتے ہیں۔ جس صورت کے اندر غرہ واجب ہو اس میں جمہور علماء کے نزدیک کفارہ بھی واجب ہوگا۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن غلام آزاد کیا جائے اگر کسی کو یہ میسر نہ ہو تو اس پر پے در پے دو مہینوں کے روزے واجب ہوں گے یہ حکم اس قول باری پر عمل کرتے ہوئے

عائد ہوگا جس میں ارشاد ہے (وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً خَطأً فَتَحرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤ مِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهِ اِلَّا اَنْ يَصَّدَّقُوْا ۔ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَمُؤْمِنٌ فَتَحرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهِ وَتَحرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللهِ وَكَانَ اللهُ عَلِيماً حَكِيماً اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خونبہا دے الا یہ کہ وہ خونبہا معاف کر دیں لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ تو اس کے وارثوں کو خونبہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینوں کے روزے رکھے یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے۔) تاہم مجھے اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول کوئی نص ہاتھ نہیں لگا۔

اِحتجام (سینگی لگوانا) دیکھئے مادہ حجامۃ

اِحتراف (کوئی پیشہ اختیار کرنا)

(۱) تعریف: اگر ایک شخص اپنے آپ کو کسی پیشے کے ساتھ منسلک کر کے اسے اپنی کمائی کا ذریعہ بنا لے تو اسے احتراف کہیں گے۔ (۲۶)

(۲) احتراف کا حکم: احتراف کی انواع کے اختلاف سے اس کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے۔ پیشوں اور حرفتوں کی درج ذیل درجہ بندی کی جا سکتی ہے:

الف۔ عام پیشے مثلاً تجارت، آہن گری، لکڑی کا کام وغیرہ۔ ایسے پیشوں کو اپنانا بالاتفاق مباح ہے البتہ اگر کسی پیشے کو اپنانا اجتماعی اور ملّی ضرورت بن جائے تو ایسی صورت میں معاشرے کی اس ضرورت کی خاطر مذکورہ پیشہ اپنا لینا فرض کفایہ بن جائے گا۔ (۲۷)

ب۔ طاعات مثلاً علم دین کی تعلیم اور قرآنی نسخوں کی کتابت اور اسی طرح کے دیگر کام۔ انہیں بطور پیشہ

اختیار کرنا اور اپنی روزی کمانے کا ذریعہ بنانا جائز ہے جبکہ متعلقہ شخص کی آمدنی کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو۔ تاہم افضل یہی ہے کہ وہ طاعات کو ذریعہ آمدنی نہ بنائے بلکہ کوئی اجرت لیے بغیر حسبۃً للہِ انہیں سرانجام دے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مصحف کی کتابت کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ''کوئی حرج نہیں' مصاحف کے کاتبین حروف کی صورت گری کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے ہیں'' (۲۸) فقہاء کے نزدیک ''لاباس'' (کوئی حرج نہیں) کا اصطلاحی مفہوم یہ ہوتا ہے مذکورہ صورت کی بہ نسبت دیگر صورت بہتر ہے (دیکھئے مادہ اجازۃ نمبر ۲ کے جزب کا جز ۳)

ج۔ محرمات: بہت سے ایسے کام بھی ہیں جنہیں شرع نے حرام قرار دیا ہے اور ان کی اجرت وصول کرنا بھی حرام ہے خواہ بطور پیشہ نہ بھی ہو مثلاً کہانت (غیب کی باتیں بتانا) جادوگری' نوحہ اور ماتم' مجسمہ سازی' بدکاری اور گلوکاری (بالفاظ دیگر فائن آرٹس یعنی فنون لطیفہ کی مروجہ صورتیں) اگر کوئی شخص انہیں بطور پیشہ اختیار کرلے تو ان کی تحریم میں اور شدت پیدا ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جسم فروخت کرنے والی عورت کا مہر یعنی اجرت' ماتم اور نوحہ کرنے والی کی اجرت' اسی طرح کاہن' جادوگر' مجسمہ ساز اور مغنیہ کی اجرت سبکی سب سحت یعنی حرام ہیں۔'' (۲۹) (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جزب)

د۔ گھٹیا پیشے: ان سے مراد ہر وہ پیشہ ہے جس سے وابستگی انسان کے اندر مروّت کے انحطاط اور طبیعت کی پستی کی نشاندہی کرے۔ (۳۰) ایسے پیشے کا گھٹیا پن یا تو اس سبب کی بنا پر ہوتا ہے جو اس پیشے کا لازمہ بن گیا ہو مثلاً قصابی اور گندگی صاف کرنے کا پیشہ۔ ایسے پیشوں سے منسلک افراد نجاستوں میں ملوّث رہتے ہیں۔ (۳۰ب) ایک شخص نے حج کیا اور حضرت ابن عباسؓ سے آکر کہنے لگا کہ ''جھاڑو دینا میرا پیشہ ہے' آپ میرے کسب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟'' آپ نے پوچھا کہ ''تم جھاڑو دینے کے ذریعے کس چیز کی صفائی کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا۔ ''گندگی اور بول و براز کی۔'' آپ نے فرمایا۔ ''پھر تم نے اسی کمائی سے حج بھی کیا اور اسی کے ذریعے نکاح بھی کرلیا؟'' اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ''تم خبیث ہو' تمہارا حج خبیث ہے اور جو نکاح تم نے کیا وہ بھی خبیث ہے یا خبیث جیسا ہے۔'' (۳۱)

یا مذکورہ پیشے کا گھٹیا پن اس بنا پر ہوتا ہے کہ معاشرہ اسے گھٹیا قرار دیتا ہے۔ ان جیسے کاموں کو پیشے کے طور پر اختیار کرنا مکروہ ہے اور ایک مسلمان کے لیے بالکل نامناسب ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول اوپر گذر چکا ہے ''تم خبیث ہو......الخ'' ایسے پیشے انسان کی صفت عدالت میں رخنہ انداز ہو جاتے ہیں اور اس کی گواہی قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جزھ) البتہ اگر ایک گھٹیا پیشہ اجتماعی ضرورت بن جائے مثلاً سینگی لگانے کا پیشہ، یہ پیشہ بعض بیماریوں میں علاج کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور لوگوں کو اس کی بڑی ضرورت رہتی ہے تو اس صورت میں مذکورہ بالا کراہت ختم ہو جاتی ہے، حضرت ابن عباسؓ اسے پیشے کے طور پر اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور سینگی والے کو اس کی اجرت عطا کی، اگر یہ اجرت سحت یعنی حرام ہوتی تو آپ کبھی نہ دیتے۔'' (۳۲)

ھ۔ اشیائے صرف کی قیمتیں چڑھانے والے پیشے مثلاً دلاّلی وغیرہ (دیکھئے مادہ سمسرۃ)

احتضار (جان کنی کی حالت)

جان کنی کی حالت کو احتضار کہتے ہیں یہ حالت موت سے کچھ پہلے ہوتی ہے۔ جان کنی کے عالم میں مبتلا شخص کو وصیت کرنے کی ترغیب دینا۔ (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۵ کا جز الف)

احتلام (احتلام)

(۱) تعریف: احتلام یہ ہے کہ خواب میں جنسی تلذذ کی کوئی صورت دیکھے اور پھر تری محسوس کرے۔

(۲) احتلام کے اثرات:

احتلام کی بنا پر بلوغت (دیکھئے مادہ بلوغ)

احتلام کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز د کا جز ا)

احداد (سوگ منانا) دیکھئے مادہ حداد

احراق (جلا ڈالنا)

حضرت ابن عباسؓ کسی کو آگ میں جلا کر سزا دینے کی صورت کی تردید کرتے تھے۔ مشہور بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے قتل کر کے انہیں آگ میں جلا دیا تھا جب یہ خبر حضرت ابن عباسؓ کو ملی تو آپ نے فرمایا: ''اگر میں ہوتا تو انہیں قتل کر دیتا لیکن آگ میں نہ جلاتا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو' اسے اللہ والے عذاب میں نہ ڈالو' یعنی آگ میں نہ ڈالو، جب حضرت علیؓ کو آپ کی یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا ''واہ ابن عباسؓ '' ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ''ابن عباسؓ نے سچ کہا۔'' (۳۳) دیکھئے مادہ زندقہ نمبر ۲)

احرام (احرام باندھنا)

(۱) تعریف: نیت اور تلبیہ کے ساتھ مخصوص ان سلے کپڑے پہن کر اپنے آپ کو مخصوص اشیاء سے باز رکھنے کو احرام باندھنا کہتے ہیں۔

(۲) مکّہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے احرام باندھنا: اہل حرم اگر حرم سے باہر آئیں اور پھر حرم کو واپس ہو جائیں تو کیا احرام کے بغیر حرم میں ان کا داخلہ جائز ہوگا؟ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق صرف اہل حرم کے لیے احرام کے بغیر مکّہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے کسی اور کے لیے نہیں۔ (۳۴) حضرت ابن عباسؓ سے مروی اور محفوظ ایک اور روایت کے مطابق کسی شخص کے لیے خواہ وہ اہل مکّہ میں سے ہو یا کسی اور جگہ کا' احرام کے بغیر مکّہ مکرمہ میں داخل ہونا حلال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ''کوئی شخص مکّہ میں احرام کے بغیر داخل نہ ہو خواہ وہ مکّہ کا رہائشی ہو یا کسی اور جگہ کا۔'' (۳۴ب) اگر کوئی شخص احرام باندھے بغیر مکّہ میں داخل ہو جائے تو اس پر لازم ہوگا کہ واپس میقات پر جائے اور وہاں احرام باندھ کر پھر مکّہ میں داخل ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص احرام کے بغیر مکّہ میں داخل ہو جائے تو واپس میقات پر جائے اور احرام باندھے۔'' (۳۵) آپ نے ضحاک بن مزاحم سے فرمایا: ''تم جتنی چاہو میری نافرمانی کر لو لیکن تین باتوں میں ہرگز نافرمانی نہ کرنا۔ جب تم سفر پر جاؤ تو گھر واپسی تک دوگانہ پڑھتے رہو' اور گھر واپسی تک روزہ رکھو نیز مکّہ میں احرام

باندھے بغیر داخل نہ ہو۔"(۳۶) مکّہ میں داخلہ کے لیے احرام کے وجوب سے صرف وہی لوگ مستثنیٰ ہوں گے جو اپنے کام کاج کے سلسلے میں بار بار مکّہ آتے جاتے ہوں مثلاً لکڑیاں جمع کرنے والے' مزدوری کرنے والے اور ان جیسے لوگ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "لکڑیاں جمع کرنے والوں' بوجھ اٹھانے والوں اور مکّہ کے لیے مفید افراد کے سوا کوئی شخص احرام کے بغیر مکہ میں داخل نہ ہو۔"(۳۷) ان لوگوں کے لیے بلا احرام مکّہ میں داخل ہونا جائز ہے۔

احرام کے اندر شرط لگانا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۰ کا جز ب)

(۳) احرام کی انواع اور اس کا وقت:

الف۔ احرام کی دو قسمیں ہیں: حج کا احرام اور عمرے کا احرام

حج کا احرام اگر حج کے مہینوں میں باندھا جائے تو اس کا انعقاد ہوگا۔ حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال' ذیقعد اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن۔ اگر کوئی شخص حج کے مہینوں کے سوا کسی اور وقت حج کا احرام باندھے تو اس کا یہ احرام عمرے کے احرام میں تبدیل ہو جائے گا اس لیے کہ عمرے کے احرام کا کوئی متعین وقت نہیں ہوتا۔(۳۸) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "سنت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ہی حج کا احرام باندھا جائے۔" (۳۹) دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کا جز ج)

ب۔ حج تمتع کرنے والے نیز اہل مکّہ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ یعنی یوم الترویہ کو اس وقت حج کا احرام باندھیں گے جب منیٰ کو جانے لگیں۔"(۴۰)

(۴) احرام باندھنے کی جگہ:

الف۔ اصول تو یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھا جائے۔ مواقیت درج ذیل ہیں: ذوالحلیفہ' جحفہ ماورائے جدہ' یلملم' قرن المنازل (۴۱) اور ذات عرق۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "کوئی شخص احرام باندھے بغیر ذات عرق سے آگے نہ جائے۔"(۴۲) اس لے کہ عراق سے آنے والے شخص کے لیے ذات عرق میقات ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں کہاں سے عمرہ کروں؟ آپ نے جواب دیا: "اپنے رخ سے یعنی میقات سے جہاں سے تم آئے ہو۔"(۴۳) لیکن افضل یہی ہے کہ انسان جہاں سے حج یا عمرے کے سفر پر روانہ ہو وہیں سے احرام باندھ لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے شام سے احرام باندھا تھا جبکہ بڑی سخت سردی تھی۔

(۴۴) اگر روانگی کے مقام سے احرام باندھنے میں مزید فضیلت کا پہلو نہ ہوتا تو حضرت ابن عباسؓ کبھی بھی سخت سرد موسم کی تکلیفیں برداشت نہ کرتے۔ اگر کوئی شخص احرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھ جائے تو میقات واپس جا کر وہاں سے احرام باندھے گا۔ جو لوگ احرام کے بغیر مکّہ میں داخل ہو جاتے حضرت ابن عباسؓ انہیں میقات کی طرف واپس بھیج دیتے۔ (۴۵) اگر مذکورہ شخص میقات واپس نہ جائے خواہ حج فوت ہو جانے کے خوف سے اس نے ایسا کیا ہو تو اس پر دم لازم آ جائے گا۔ (۴۶)

ب۔ حج تمتع کرنے والا شخص حرم کے اندر جس مقام سے چاہے احرام باندھ سکتا ہے احرام باندھنے کے لیے اسے میقات پر جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میں نے تمتع کیا ہے اور میں حج کا احرام باندھنا چاہتا ہوں، میں کس جگہ سے احرام باندھوں؟ آپ نے جواب دیا کہ ''جہاں سے بھی چاہو۔'' اس نے پھر پوچھا: ''مسجد حرام سے؟'' آپ نے جواب دیا۔ ''ہاں، مسجد حرام سے۔'' (۴۷)

ج۔ اگر کوئی شخص اپنا حج فاسد کر دے اور اس کی قضا کا ارادہ کرے تو وہ درج ذیل دو مقامات میں سے بعید تر مقام سے احرام باندھے گا۔ (۱) اس مقام سے جہاں اس نے گذشتہ حج فاسد کر دیا تھا بشرطیکہ یہ مقام حدود میقات سے ماوراء ہو۔ (۲) یا میقات سے بشرطیکہ اس نے اپنا گزشتہ حج ایسے مقام پر فاسد کیا ہو جو حرم کی جہت سے حدود میقات کے بعد آتا ہو۔ (۴۸)

(۵) نماز کے بعد احرام باندھنا: نماز کے بعد احرام باندھنا مستحب ہے۔ اگر فرض نماز کا وقت ہو اور نماز پڑھ لینے کے بعد احرام باندھا جائے تو اچھی بات ہوگی ورنہ دو رکعتیں پڑھ کر اس کے بعد احرام باندھ لے۔ (۴۹)

(۶) احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا: حضرت ابن عباسؓ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کو مستحب قرار دیتے تھے خواہ خوشبو کا اثر احرام کے بعد تک بھی باقی کیوں نہ رہے۔ (۵۰) ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ احرام باندھنے کے وقت نیز یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو طواف زیارت کرنے سے قبل خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (۵۱) عیینہ بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے محرم کے لیے خوشبو

لگانے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ''میں احرام باندھنے سے پہلے اپنے سر میں خوشبو لگانے کو اچھی بات سمجھتا ہوں اور اس کے باقی رہنے کو پسند کرتا ہوں۔'' (۵۲) حسن بن زید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ''میں نے حضرت ابن عباسؓ کو احرام کی حالت میں دیکھا اور آپ کے سر پر غالیہ (ایک مرکب خوشبودار مادے کا نام) راب کی طرح جمی ہوئی تھی۔'' (۵۳)

(۷) ایک شخص کس طرح محرم بنتا ہے؟

درج ذیل باتوں کے ذریعے ایک شخص حالت احرام میں داخل ہو جاتا ہے:

الف۔ تلبیہ کے ساتھ نیت کے ذریعے۔ ارشاد باری (فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ جو شخص ان مہینوں میں حج فرض کر لے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یعنی اہلال کرے۔'' (۵۴) اہلال تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے شہر سے احرام باندھے تو جب تک وہ شہر سے نکل نہ جائے اس وقت تک تلبیہ نہیں کہے گا۔ (دیکھئے مادہ تلبیہ نمبر ۳)

ب۔ تقلید ہدی کے ساتھ نیت کے ذریعے (۵۵) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب ہدی کو قلادہ ڈال دیا جائے اور ہدی کا مالک حج یا عمرے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس نے گویا احرام باندھ لیا۔'' (۵۶) یعنی محرم بن گیا۔ بعض حضرات نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ صرف ہدی کو قلادہ ڈالنے کے ساتھ ہی ایک شخص محرم بن جاتا ہے خواہ اس نے احرام کی نیت نہ بھی کی ہو تاہم نووی نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے یہ بات نقل کرنے کے اندر تساہل واقع ہو گیا ہے' آپ کا مسلک تو یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنے ہدی کو قلادہ ڈال دے تو اس پر وہ تمام باتیں حرام ہو جاتی ہیں جو محرم پر حرام ہوتی ہیں یہانتک کہ وہ اپنا ہدی نحر کر دے۔'' (۵۷)

(۸) احرام کھلنا:

حالت احصار میں احرام کھلنا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کا جزب)

عمرہ کے افعال ادا ہو جانے کے بعد احرام کھل جانا (دیکھئے مادہ عمرۃ نمبر ۷)

نیز حج کے افعال ادا ہو جانے کے بعد احرام کھل جانا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۶)

وطی کے بغیر احرام کھل جانے سے حج فاسد نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۵)

(۹) محرم کن باتوں سے باز رہےاور کن باتوں سے کنارہ کش نہ رہے:

الف۔ محرم کالباس: محرم پر لازم ہے کہ وہ پہلے زمانے کی سادگی کی طرف لوٹ آئے اور زیب وزینت نیز مدنیت یعنی شہری زندگی کے ہر اثر کو اپنی ذات سے دور کردے۔

(۱) محرم کوئی سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اگر اس نے ایسا کیا تو اس پر دم واجب ہو جائے گا م حضرت ابن عباس کے غلام ابو معبد سے روایت ہے کہ آپ نے حالت احرام میں اس سے فرمایا: ''ابو معبد' میرا طیلسان (لمبی چادر) مجھ پر ڈال دو اور اس کی گھنڈیاں لگا دو۔'' یہ سن کر ابو معبد نے عرض کیا کہ آپ تو اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے' جس کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''میں فدیہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ (۵۸) محرم کا لباس ایک ازار اور ایک سفید چادر ہے۔ سفید ہونا شرط نہیں ہے البتہ افضل ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''محرم کے لیے گلابی رنگ کی چادر میں کوئی قباحت نہیں ہے۔'' (۵۹) اگر محرم کو ازار میسر نہ ہو تو وہ پائجامہ پہن لے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اگر محرم کو ازار میسر نہ ہو تو وہ پائجامہ پہن لے۔'' (۶۰)

(۲) محرم پاؤں میں جوتے پہنے گا اور موزہ پہننے سے اجتناب کرے گا البتہ اگر اسے جوتے میسر نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اگر محرم کو جوتے میسر نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے گا۔'' (۶۱) آپ نے موزوں کو اوپر سے قطع کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بیان کیا کہ موزے پہننے کی وجہ سے اس پر جرمانہ عائد ہوگا۔

(۳) عورت کے لیے سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''احرام والی عورت دستانے اور شلوار پہن سکتی ہے۔'' (۶۲)

(۴) محرم اپنی انگلی میں انگوٹھی پہن سکتا ہے حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق انگوٹھی پہن لینے میں محرم کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔ (۶۳) محرم اپنی کمر میں ہمیان یعنی خانے دار پیٹی بھی باندھ سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''ہمیان باندھنے میں محرم کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔'' (۶۴) اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اپنے سر کے بال کسی دھاگے یا تسمے وغیرہ سے باندھ لے۔ عبدالرحمٰن بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کو دیکھا تھا کہ آپ نے حالت احرام میں اپنے سر کے بال ایک تسمے سے باندھ رکھے تھے۔ (۶۵) ایسا کرنے پر آپ نے کوئی جرمانہ

لازم نہیں کیا۔

(۵) محرم کے لیے اپنا چہرہ ڈھانپنا جائز ہے لیکن سر ڈھانپنا جائز نہیں ہے۔ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہوتا ہے اس لیے اپنا چہرہ ڈھانپنا اس کے لیے مکروہ یعنی ناجائز ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''محرم اپنے ابرو سے نیچے نیچے ڈھانپ سکتا ہے۔'' یعنی وہ چہرہ ڈھانپنے والے کپڑے کو اپنے ابرو سے اوپر نہیں لے جا سکتا کیونکہ اس سے اوپر کا حصہ سر کا حصہ ہے۔ عورت اپنی گدی کی جانب سے اپنے سر پر کپڑا لٹکائے گی۔ (۶۶)

(۶) اگر محرم وفات پا جائے تو وہ اپنے احرام والے کپڑوں میں رہنے دیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر۱۰) نیز (مادہ موت جز ط کے جز ج کا جز۴)

ب۔ خوشبو لگانا: احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا مباح ہے خواہ اس کا اثر احرام کے بعد بھی کیوں نہ باقی رہ جائے اس کا ذکر زیر بحث مادہ کے کے نمبر۶ میں گذر چکا ہے لیکن احرام باندھنے کے بعد تیار شدہ خوشبو لگانا اس کے لیے مباح نہیں ہوگا البتہ کاشت شدہ خوشبو دار پھولوں مثلاً نرگس، گلاب اور ریحان کی خوشبو سونگھ لینا اس کے لیے مباح ہوگا۔ (۶۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''محرم اگر ریحان کی خوشبو سونگھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۶۸)

ج۔ غسل کرنا: محرم کے لیے حمام میں داخل ہو کر غسل کر لینا مباح ہے۔ حضرت ابن عباس جحفہ کے مقام پر حالت احرام میں حمام کے اندر داخل ہو گئے اور فرمایا: ''اللہ کو ہمارے میل کچیل سے کوئی کام نہیں ہے۔'' (۶۹) آپ نے فرمایا: ''محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے۔'' (۷۰) مسلم القرنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ حالت احرام میں میں نے اپنے سر پر پانی ڈال لیا ہے، آپ نے جواب دیا: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔ ارشاد باری ہے (اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے.... سوۂ بقرہ آیت نمبر۲۲۲)'' (۷۱) حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباس حالت احرام کے اندر پانی میں غوطے لگاتے اور لمبی سانس لیتے۔ (۷۲) محرم کے غسل کے مسئلے میں حضرت ابن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کے مابین اختلاف رائے ہو گیا تھا، حضرت ابن عباس اسے جائز قرار دیتے تھے اور حضرت مسورؓ اس کی ممانعت کرتے تھے۔ عبداللہ بن حنین کہتے ہیں کہ ابواء کے

مقام پر حضرت ابن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسورؓ نے فرمایا کہ نہیں دھو سکتا' راوی عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا میں نے انہیں دوستونوں کے درمیان غسل کرتے ہوئے پایا' ان کے لیے کپڑے کے ذریعے پردہ تان دیا گیا تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا' انہوں نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں' مجھے حضرت ابن عباس نے آپ کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم حالت احرام میں کس طرح غسل فرماتے تھے' یہ سن کر حضرت ابوایوبؓ نے تنے ہوئے کپڑے پر اپنا ہاتھ رکھا اور اسے نیچے کر لیا اور اس طرح ان کا سر میرے سامنے ظاہر ہو گیا پھر انہوں نے پانی ڈالنے والے شخص سے کہا کہ میرے سر پر پانی ڈالو' جب سر پر پانی پڑ گیا تو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے سر کو حرکت دی اور اپنے ہاتھ سر کے آگے اور پیچھے لے گئے اور فرمایا: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔'' (۷۳) غسل کرنے کی اباحت اس لیے ہے کہ اس کا تعلق زیب وزینت سے نہیں بلکہ نظافت اور صفائی سے ہے۔

د۔ بال مونڈنا اور ناخن تراشنا وغیرہ: محرم اپنے سر اور داڑھی کے بال کترنے سے باز رہے گا اس لیے کہ اس کا تعلق زیب وزینت سے ہے۔ البتہ اپنی آنکھوں کے بال اکھیڑنا اس کے لیے مباح ہے کیونکہ اس میں کوئی زیب وزینت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس حالت احرام میں اپنی آنکھوں کے بال اکھیڑ لیا کرتے تھے۔ (۷۴) اگر محرم کے سر میں جوئیں وغیرہ کثرت سے ہو جائیں اور اس کے نتیجے میں اسے تکلیف محسوس ہو اور وہ اپنے سر کے بال مونڈ لے تو اس پر انشاء اللہ کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا لیکن فدیہ لازم ہو جائے گا یعنی وہ یا تو تین دن روزے رکھے گا یا حرم کے اندر ایک بکری کی قربانی دے گا یا مکّہ کے چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا ہر مسکین کو نصف صاع (تقریباً پونے دوسیر) طعام دے گا۔ (۷۵) کیونکہ ارشاد باری ہے (وَلَاتَحلِقُوا رُئُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیضاً اَوْبِہٖ اَذًی مِنْ رَّاْسِہٖ فَفِدْیَۃٌ مِنْ صِیَامٍ اَوْصَدَقَۃٍ اَوْ نُسُکٍ۔ اور تم اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے مگر تم میں سے جو شخص مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو اور اس بنا پر وہ اپنا سر منڈ والے تو وہ روزے یا

صدقہ یا قربانی کے ذریعے فدیہ دے)

ھ۔ علاج معالجہ: اگر محرم بیمار پڑ جائے اور دوائی استعمال کرنا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا مباح ہوگا البتہ وہ دوا کے طور پر صرف وہی چیز لے جو اس کے لے حلال ہو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''محرم اس چیز کے ذریعے علاج کرے گا جسے وہ کھاتا ہو۔''(۷۶) بنابریں اگر محرم کے ہاتھ یا پاؤں پھٹ جائیں تو اس کے لیے انہیں گھی یا زیتون کے تیل میں داخل کرنا مباح ہوگا نیز پھٹن میں تیل داخل کرنا بھی درست ہوگا بشرطیکہ اس میں کسی خوشبودار مادے کی آمیزش نہ ہو۔(۷۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''محرم گھی یا زیتون کے تیل کے ذریعے علاج کرے گا۔''(۷۸) اگر محرم کی داڑھ خراب ہو جائے تو وہ یہ دانت اکھاڑ لے گا۔ اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اسے پھینک دے گا۔ اگر اس کے جسم میں کوئی پھوڑا ہو تو اسے چیر دے گا۔ اس لیے کہ ان کاموں کے اندر زیب وزینت کا کوئی پہلو نہیں ہے بلکہ یہ علاج معالجہ کی صورتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''محرم حمام میں داخل ہوگا اپنی داڑھ اکھاڑ لے گا اور ریحان کی خوشبو سونگھے گا۔ اگر اس کا ناخن ٹوٹ جائے تو وہ اسے پھینک دے گا۔'' آپ فرماتے: ''تکلیف دہ چیزوں کو اپنے سے دور کر دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہیں اذیت دینے والی چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔''(۷۹) ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ''محرم پھوڑے کو چیر دے گا۔''(۸۰) اگر محرم کا کوئی ناخن اکھڑ جائے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اگر اس سے تمہیں تکلیف ہو تو اسے توڑ کر پھینک دو۔''(۸۱) اگر محرم کو سینگی لگوانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے لیے سینگی لگوانا مباح ہوگا۔ حضرت ابن عباس نے خود روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں سینگی لگوائی تھی۔''(۸۲) (دیکھئے مادہ حجامۃ نمبر ۳ کا جز ب) اگر محرم کا سر زخمی ہو جائے اور زخم کی جگہ سے بال صاف کرانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے لیے اس کی اباحت ہوگی۔(۸۳) اور اس پر کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا۔ البتہ فدیہ لازم ہوگا۔ اس کا ذکر درج بالا آیت میں موجود ہے۔ اگر محرم کی آنکھوں میں سوزش ہو جائے تو اس کے لیے سرمہ لگانا جائز ہوگا البتہ سرمے میں کسی خوشبودار مادے کی آمیزش نہ ہو۔ اس لیے کہ سوزش کی صورت میں محرم سرمہ لگانے پر مجبور ہوگا اور سرمہ لگانے میں اسے زیب وزینت کی خواہش نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اگر محرم کی

آنکھیں سوزش کی زد میں آجائیں تو وہ سرمہ لگالے وہ ایسا سرمہ نہ لگائے جس میں خوشبو کی آمیزش ہو۔"(٨٤)

و۔ آئینہ دیکھنا: محرم کے لیے آئینہ دیکھنا جائز ہے کیونکہ آئینہ دیکھنے میں اگر خوشبو لگانا اور بال کترنا شامل نہ ہو تو اس میں زیب وزینت کا کوئی پہلو نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ محرم کے لیے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔(٨٥)

ز۔ فسوق، جدال اور رفث: محرم پر فسوق یعنی تمام معاصی سے کنارہ کش رہنا لازم ہے۔(٨٦) جدال جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا: "جدال یہ ہے کہ محرم اپنے ساتھی سے جھگڑ پڑے اور اسے غصہ دلا دے۔(٨٧) رفث، ہمبستری کرنے یا بوسہ لینے یا فخر یا عورتوں کے سامنے ہمبستری کرنے اور بوسہ لینے اور فخر کرنے کے ذکر کو کہتے ہیں نیز یہ کہ عورتوں کے سامنے گندی اور جنسی باتیں کی جائیں۔"(٨٨) ایک محرم نے اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا آپ نے اس سے فرمایا: "تم نے اپنا حج فاسد کر دیا۔"(٨٩) ایک اور محرم سے آپ نے فرمایا: "تمہارے منہ نے زنا کیا۔"(٩٠) اور پھر آپ نے اس پر دم واجب کر دیا۔(٩١) نیز فرمایا: "اگر تم حالت احرام میں یہ کر سکو کہ اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ تو ایسا ضرور کرو۔"(٩٢) عورتوں کی غیر موجودگی میں جماع وغیرہ کے ذکر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس حالت احرام میں اس قسم کی باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ابوالعالیہ نے نیز زیاد بن حصین نے اپنے والد حصین بن قیس سے روایت کی ہے کہ حصین نے کہا: "میں حضرت ابن عباس کا دوست تھا، میں آپ کے ساتھ حج پر گیا۔ جب ہم احرام باندھ چکے اور کچھ وقت گذر گیا تو ابن عباس نے اپنے اونٹ کی دُم پکڑ لی اور اسے ادھر ادھر ہلاتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

وهن يمشين بنا هميسًا   ان تصدق الطير ننك لميسا

یہ اونٹنیاں ہمیں ہلکی رفتار سے لے کر جا رہی ہیں اگر پرندوں نے سچ کہا ہے تو ہم ایک نازک بدن عورت سے ہمبستری کریں گے۔

حصین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ آپ حالت احرام میں جنسی باتیں کرتے ہیں؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "رفث صرف وہ جنسی بات ہے جو عورتوں کے سامنے کی جائے۔"(٩٣)

اگر محرم ہمبستری کر لے تو اس پر بدنہ یعنی اونٹ کی قربانی واجب ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''جو شخص حج کے اندر اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے تو دونوں میں سے ہر ایک پر ہدی واجب ہو جائے گا۔''(۹۴) یہ ہدی ایک بدنہ ہے جو اونٹوں میں سے ہو گا یعنی گائے میں سے بدنہ کافی نہیں ہو گا۔ اس کی تصریح حضرت ابن عباس نے دیگر روایتوں میں کر دی ہے آپ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے منیٰ کے اندر افاضہ سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی تھی۔ آپ نے اسے ایک بدنہ نحر کرنے کا حکم دیا۔(۹۵) (نحر اونٹ یا اونٹنی کا ہوتا ہے، گائے کا نہیں ہوتا مترجم) اگر مذکورہ شخص کو بدنہ میسر نہ ہو تو وہ حج کے دوران تین دن روزے رکھے گا اور گھر واپس جا کر سات دن روزے رکھے گا جس طرح حج تمتع کے روزے رکھے جاتے ہیں۔(۹۶)

اگر حاجی نے جمرہ عقبہ کی رمی سے پہلے یہ ہمبستری کر لی ہو تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر بدنہ کا دم واجب ہو جائے گا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ وہ اپنا یہ حج پورا کرے گا اور اس پر اگلے سال اس حج کی قضا لازم ہو گی۔(۹۷) اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لینے والے حاجی کے بارے میں حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''وہ اپنا حج پورا کرے گا اور اگلے سال حج کرے گا اور ہدی دے گا۔''(۹۸) ایسے ہی شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''میاں بیوی دونوں اپنا اپنا حج مکمل کریں گے اور ان پر اگلے سال حج کرنا لازم ہو گا۔ جب یہ دونوں اگلے سال اس مقام پر پہنچیں جہاں ان سے ہمبستری کی غلطی سرزد ہوئی تھی تو دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں گے اور جب تک حج کی تکمیل نہ کر لیں ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔''(۹۹)

اگر حاجی جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد اور طواف افاضہ کرنے سے پہلے ہمبستری کی حرکت کر بیٹھے تو اس پر ایک بدنہ کے دم کا جرمانہ لازم ہو جائے گا کیونکہ اس نے حج کے دوران ہمبستری کر لی تھی جس طرح جمرۂ عقبہ کی رمی سے پہلے ہمبستری کرنے کی بنا پر بدنہ کا دم واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کا حج فاسد نہیں ہو گا اور نہ ہی اس پر اس کی قضا لازم آئے گی(۱۰۰) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''جو شخص طواف زیارت سے پہلے یوم النحر کو اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جائے تو وہ آپس میں ایک جزور (اونٹ یا اونٹنی) نحر کریں گے ان پر اگلے سال حج لازم نہیں ہو گا۔''(۱۰۱) حضرت ابن عباس کے مذکورہ بالا قول سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک ہی جزور دونوں کے لیے کافی ہو گا۔ حضرت ابن عباس کے اس قول کے حق میں گواہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے اس ارشاد سے ملتی ہے کہ: ''جو شخص ہماری نماز میں موجود رہے اور ہمارے ساتھ وقوف کرے یہانتک کہ ہم روانہ ہو جائیں جبکہ وہ اس سے پہلے رات یا دن کے وقت وقوف عرفہ کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو جائے گا اور وہ اپنا میل کچیل دور کر لے گا۔'' (١٠٢)

اگر عمرہ کرنے والا طواف اور سعی کے بعد لیکن حلق کرانے سے پہلے ہمبستری کر لے تو اس پر دم واجب ہوگا۔ (١٠٣) کیونکہ اس نے احرام کے ہوتے ہوئے ہمبستری کی تھی۔ اگر محرم بار بار نظر بازی کرے یہاں تک کہ اسے انزال ہو جائے تو اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ اس فدیے کی مقدار کے بارے میں حضرت ابن عباس سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر بدنہ لازم ہوگا اور دوسری روایت کے مطابق اس پر ایک بکری لازم ہوگی۔ (١٠٤) ابن قدامہ نے ''المغنی'' کے اندر بیان کیا ہے کہ اس انزال سے اس کا حج فاسد نہیں ہوگا۔ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ الاثرم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا: ''اللہ اس عورت کو تباہ کرے! بلکہ اس نے اسے تباہ کر دیا۔ یہ میرے سامنے بنٹھن کر آئی اور مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگی حتیٰ کہ مجھ پر شہوت غالب آ گئی۔'' یعنی انزال ہو گیا۔ یہ سن کر آپ نے اس سے فرمایا: ''اپنا حج پورا کرو اور ایک دم دے دو۔'' (١٠٥) حنبل نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ ایک محرم اپنی بیوی کو بار بار دیکھتا رہا حتیٰ کہ اسے انزال ہو گیا' پھر وہ بیوی کو گالیاں دینے لگا۔ حضرت ابن عباس نے اس سے فرمایا: ''ایک دم دے دو اور اسے گالیاں نہ دو۔'' (١٠٦) نووی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ شہوت کے ساتھ بوسہ لینے اور نظر بازی کی تکرار کی وجہ سے انزال ہو جانے کی صورتوں میں حج فاسد ہو جاتا ہے اور اس پر اس کی قضا لازم ہوگی۔ (١٠٧)

ح۔ محرم کا عقد نکاح: محرم کی ہمبستری اگرچہ اس کا احرام فاسد کر دیتی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے عقد نکاح کی بھی تحریم ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ ساتھ ہمبستری یا ہمبستری کے دواعی کا وجود نہ ہو۔ بنابریں حضرت ابن عباس نے محرم کے لیے یہ بات جائز قرار دی ہے کہ وہ اپنے لیے نیز کسی اور کے لیے عقد نکاح کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''محرم اگر شادی کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (١٠٨) آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حالت احرام میں آنحضور کا نکاح حضرت میمونہؓ کے ساتھ ہوا اور احرام کھولنے کے بعد ان کے ساتھ آپ ہمبستر ہوئے۔ (١٠٩) حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص

نہیں تھی۔ حضرت ابن عباس سے اس روایت کی شہرت کے باوجود نووی نے آپ سے نقل کیا ہے کہ محرم نکاح نہیں کر سکتا۔ (۱۱۰) اس روایت کے ذریعے نووی نے اپنے مسلک کے لیے تائید حاصل کی ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴)

ط۔ جانور ہلاک کرنا: جانوروں کی دو قسمیں ہیں پالتو اور جنگلی۔

(۱) پالتو حلال جانور کو گوشت کھانے کی خاطر ذبح کرنا محرم کے لیے جائز ہے مثلاً بکری اور اونٹ وغیرہ۔ حضرت ابن عباس نے عکرمہ کو اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا تھا جبکہ عکرمہ حالت احرام میں تھے۔ (۱۱۱)

(۲) جنگلی جانوروں کی دو قسمیں ہیں۔ حلال جانور اور حرام جانور۔

الف۔ حرام جانور اگر فطرتاً موذی ہوں تو انہیں ہلاک کرنا جائز ہے مثلاً ناگ سانپ اور چیل وغیرہ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اگر محرم ناگ سانپ کو مار ڈالے اور چیل کو اپنے تیر کا نشانہ بنا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱۱۲) آپ سانپوں کو ہلاک کر دینے کا حکم دیتے تھے۔ (۱۱۳) یا مثلاً جوں' ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: ''میں نے ایک جوں پکڑ کر اسے پھینک دیا اور پھر تلاش کیا تو نظر نہیں آئی۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''یہ ایسی گمشدہ چیز ہے جس کی تلاش نہیں ہوتی۔'' (۱۱۴) ایک شخص نے پوچھا کہ میں حالت احرام میں اپنا سر کھجلاتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے زور سے اپنا سر کھجلایا۔ وہ شخص کہنے لگا: ''آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی جوں ہلاک ہو جائے تو کیا ہوگا؟'' آپ نے یہ سن کر اس سے فرمایا: ''دور ہو جاؤ' ایک جوں مجھے اپنا سر کھجلانے سے نہیں روک سکتی' میں اس وقت سر کھجلا کر اسی جوں کی تلاش میں تھا۔'' ''سنن بیہقی'' میں ہے: ''میں نے یہ جوں تلاش نہیں کی تھی ہمیں تو صرف شکار سے روکا گیا ہے۔'' (۱۱۵) ابن ابی شیبہ نے آپ سے قول نقل کیا ہے کہ: ''حالت احرام میں تم اپنا سر نہ کھجلاؤ۔'' یہ روایت حضرت ابن عباس کے اس مسلک کے خلاف ہے جسے فقہا نے محفوظ کیا ہے۔ اس روایت اور ماقبل کی روایت میں، جس کے اندر سر کھجلانے کی اباحت کا ذکر ہے خواہ اس کے نتیجے میں کوئی جوں ہلاک کیوں نہ ہو جائے' یہ کہہ کر تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت ابن عباس سے سر کھجلانے کی ممانعت کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب بلا ضرورت سر کھجلایا جائے کیونکہ اس سے بعض

دفعہ سر کے کچھ بال اکھڑ جاتے ہیں۔

یا مثلاً چیچڑی۔ حضرت ابن عباس کی رائے میں اگر محرم اپنے اونٹ سے چیچڑیاں دور کر دے تو اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ (۱۱۶) عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے انہیں ایک اونٹ سے چیچڑیاں دور کرنے کا حکم دیا۔ عکرمہ حالت احرام میں تھے۔ انہوں نے یہ بات ناپسند کی، آپ نے انہیں حکم دیا کہ جا کر اونٹ نحر کر دو، عکرمہ نے اونٹ نحر کر دیا اس پر آپ نے ان سے فرمایا: ''تمہاری ماں مرے، تم نے کتنی چھوٹی بڑی چیچڑیاں ہلاک کر دیں۔'' (۱۱۷)

ب۔ حلال جنگلی جانور۔ اگر یہ آبی جانور مثلاً مچھلیاں وغیرہ ہوں تو محرم کے لیے ان کا شکار اور ان کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔ اگر یہ خشکی کے جانور ہوں تو ان کا شکار بھی حرام ہوگا اور گوشت کھانا بھی حرام ہوگا۔ نیز ان کے اجزاء مثلاً انڈے وغیرہ کا اتلاف یا انہیں کھا لینا بھی حرام ہوگا۔ (۱۱۸) اگر محرم ان میں سے کسی بات کا مرتکب ہو جائے تو اس پر اس کا بدلہ لازم ہو جائے گا۔ یہ حکم سورۂ مائدہ میں ارشاد باری پر عمل کرتے ہوئے عائد ہوگا۔ ارشاد ہے (يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهِ، اے لوگو جو ایمان لائے ہو احرام کی حالت میں شکار مت مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اس کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔) آگے ارشاد ہوا (عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ، وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ پہلے جو کچھ ہو چکا اللہ نے اسے معاف کر دیا لیکن اب اگر کسی نے اس حرکت کا اعادہ کیا تو اس سے اللہ بدلہ لے گا، اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا۔ جہاں تم ٹھہرو وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لیے زادِ راہ بھی بنا

سکتے ہو البتہ خشکی کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام کیا گیا ہے۔ پس بچو اس خدا کی نافرمانی سے جس کی پیشی میں تم سب کو گھیر کر پیش کیا جائے گا۔) اس سلسلے میں حضرت ابن عباس سے جو اقوال منقول ہیں ان کا ذکر ہم درج ذیل نقاط میں کریں گے۔

پہلا نقطہ: حل (حدود حرم سے باہر کا علاقہ) میں پکڑے ہوئے شکار کو حرم کے اندر لا کر ذبح کرنے کا عمل حضرت ابن عباس کے نزدیک مکروہ تھا۔ (۱۱۹) بنابریں آپ فرمایا کرتے کہ: ''اگر کوئی شخص احرام باندھے اور اس کے ہاتھ میں کوئی شکار ہو تو وہ اسے چھوڑ دے۔'' (۱۲۰) آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے حل کے اندر اپنا کتا شکار پر چھوڑ دیا۔ شکار حدود حرم میں داخل ہو گیا لیکن کتے نے اسے وہیں جا پکڑا اور اسے حل کے اندر لے آیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اس کا گوشت کھانا نہ تو میں پسند کروں گا اور نہ ہی یہ رائے دوں گا کہ اس پر اس کا فدیہ لازم ہے۔'' (۱۲۱)

دوسرا نقطہ: شکار مارنے میں مشارکت' حضرت ابن عباس سے مروی روایت کے مطابق آپ کی رائے تھی کہ اگر شکار مارنے میں پورا گروہ شامل ہو تو ان سب پر ایک ہی جرمانہ ہو گا۔ (۱۲۲) ایک بجو کو مارنے میں ایک گروہ شریک ہو گیا آپ نے صرف ایک جرمانہ ادا کرنے کا فیصلہ دیا۔ (۱۲۳)

تیسرا نقطہ: شکار کی نشاندہی کرنا: حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ جرمانہ کے لزوم کے اندر شکار کی نشاندہی کرنے والا شکار مارنے والے کی طرح ہے۔ اگر کوئی محرم کسی غیر محرم کو شکار کی نشاندہی کر دے اور وہ اسے مار لے تو محرم پر جرمانہ عائد ہو جائے گا حلالی یعنی غیر محرم پر کوئی چیز عائد نہیں ہو گی۔ (۱۲۴) ایک عورت نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ میں نے ایک خرگوش کی نشاندہی کی میرے مکاری (کرائے پر جانور دینے والے) نے تیر مار کر اس کا شکار کر لیا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اس بارے میں دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے۔'' چنانچہ اس عورت پر دودھ چھوڑ دینے والے بکری کے ایک بچے یا دودھ چھوڑ کر ماں کے ساتھ چلنے والے ایک بچے یا ایک یکسالہ بچے کا جرمانہ عائد کیا گیا۔ (۱۲۵) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے ایک ہرن کی طرف حالت احرام میں اشارہ کیا تھا اور پھر وہ ہرن شکار ہو گیا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''تم پر تاوان یعنی جرمانہ عائد ہو گیا۔'' (۱۲۶)

چوتھا نقطہ: جان بوجھ کر شکار مار دینا: حضرت ابن عباس سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق اگر کوئی

محرم کوئی شکار مارے تو اس پر جرمانہ کے لزوم کی شرط یہ ہے کہ اس نے جان بوجھ کر یہ شکار مارا ہو اگر کوئی شکار کسی محرم کے ہاتھوں غلطی سے مارا گیا ہو تو اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ غلطی سے شکار مار لینے میں محرم پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔ (۱۲۷) یہی روایت آپ سے منقول سب سے مشہور روایت ہے۔ دوسری روایت کے مطابق محرم پر عمد، خطا اور نسیان تینوں صورت کے اندر کفارہ لازم ہوگا۔ (۱۲۸)

پانچواں نقطہ: نابالغ کا کیا ہوا شکار: حرم کے اندر شکار مارنے کے جرمانے کے حکم کے اندر نابالغ اور بالغ سب یکساں ہیں۔ نابالغ کی طرف سے اس کا ولی جرمانہ ادا کرے گا۔ ایک بچے نے حرم کی کبوتری کا چوزہ پکڑ لیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ حضرت ابن عباس نے اس کے باپ سے فرمایا: ''اپنے بیٹے کی طرف سے ایک بکری ذبح کرو۔'' (۱۲۹)

چھٹا نقطہ: جرمانے کی تکرار، حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ محرم اگر شکار مارنے کا عمل بار بار دہرائے تو اس پر بار بار جرمانہ عائد نہیں ہوگا ایک محرم اگر شکار مارے اور اس پر جرمانہ عائد کر دیا جائے اور پھر وہ ایک اور شکار مار لے تو اس کے متعلق حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس پر دوبارہ جرمانہ عائد نہیں کیا جائے گا۔ اللہ اگر چاہے گا اسے معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا اس کا مواخذہ کر لے گا اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی (وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اور جو شخص دوبارہ ایسی حرکت کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا) (۱۳۰)

ساتواں نقطہ: واجب ہونے والے جرمانے کی مقدار کا تعین: اللہ سبحانہ نے سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۵ میں شکار مارنے پر محرم کے ذمہ واجب ہونے والے جرمانے کا ذکر فرمایا ہے ارشاد ہے (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّداً فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُم هَدْياً بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَاماً لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ) آیت میں جرمانے کی مذکورہ صورتوں کے سلسلے میں محرم کو اختیار دینے کی متعلق حضرت ابن عباس سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

- ایک روایت کے مطابق شکار مارنے کے جرمانے کے طور پر محرم پر علی التخییر روزے رکھنا یا کھانا کھلانا یا جانور قربان کرنا واجب ہوگا۔ محرم ان میں سے جو صورت چاہے اختیار کر لے۔ (۱۳۱)

آپ سے منقول ہے کہ قرآن کے اندر حرف ''اَوْ'' کی تکرار کے ساتھ جن باتوں کا ذکر ہو ان میں سے کسی ایک کو متعلقہ شخص اختیار کر سکتا ہے اور قرآن میں جن باتوں کا ذکر (فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا! اگر تمہیں یہ میسر نہ ہو) کے ساتھ ہو وہاں یہ قاعدہ ہوگا کہ سب سے پہلے اول الذکر بات پر عمل ہوگا پھر دوسرے نمبر پر مذکورہ بات کی باری آئے گی۔ اور اسی طرح آگے تک رہے گا۔ (۱۳۲) زیر بحث صورت میں دو عادل آدمی شکار شدہ جانور کی قیمت درہموں میں لگائیں گے' ان درہموں سے محرم یا تو ہدی کا جانور خرید لے گا یا طعام خرید کر مسکینوں کو کھلا دے گا ہر مسکین کو نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) طعام دے گا۔ ایک اور روایت کے مطابق شکار شدہ جانور کا ہم پلہ جانور مویشیوں میں سے متعین کیا جائے گا پھر درہموں کی شکل میں اس جانور کی قیمت لگائی جائے گی اور پھر ان درہموں سے کھانا خرید کر مساکین کو کھلائے گا۔ (۱۳۳) اگر محرم روزے رکھنے کی بات اختیار کر لے تو اس صورت میں اس پر واجب شدہ صاع (ایک پیمانہ تقریباً ساڑھے تین سیر کا) کی تعداد دیکھی جائے گی اور پھر وہ ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے گا۔ (۱۳۴)

O دوسری روایت کے مطابق شکار مارنے کے جرمانے کے سلسلے میں محرم پر ترتیب لازم ہوگی یعنی پہلے ہدی واجب ہوگا۔ اگر کسی کو ہدی نہ ملے تو اس کے حق میں یہ لزوم کھانا کھلانے کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو لزوم روزوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ یہ روایت محرم کے لیے یہ بات جائز قرار دیتی ہے کہ اگر اسے ہدی نہ ملے تو وہ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ حضرت ابن عباس نے اس محرم کے بارے میں جن نے کوئی ایسا شکار مارا ہو جس کا کوئی ہم پلہ جانور مویشیوں میں موجود نہ ہو فرمایا کہ: وہ اس کا ثمن نذرانے کے طور پر مکہ لے جائے۔'' (۱۳۵) یعنی وہ یہ ثمن وہاں لے جا کر اس کے بدلے طعام خرید کر مکہ کے فقراء کو کھلا دے۔ مروان بن الحکم نے وادیٔ ازرق میں حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ ''ہم جو جانور شکار کر لیں اگر ہمیں مویشیوں میں اس کا بدل یعنی ہم پلہ نہ ملے تو کیا کریں؟'' حضرت ابن عباس نے جواب میں فرمایا: ''اس کا ثمن دیکھو اور پھر یہ ثمن مکہ کے فقراء پر صدقہ کر دو۔'' (۱۳۶)

O تیسری روایت میں ہے کہ شکار شدہ جانور کا جرمانہ ادا کرنے میں محرم ترتیب کا التزام کرے گا یعنی سب سے پہلے ہدی واجب ہوگا اگر ہدی نہ ملے تو وہ درہموں میں اس کی قیمت لگائے اور ان

درہموں کے ذریعے جس مقدار میں طعام خریدا جا سکتا ہو اس کا اندازہ لگائے اور پھر ہر نصف صاع یعنی ایک مُد کے بدلے ایک روزہ رکھے۔[۱۳۷] سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۵ میں ارشاد باری ہے (فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ جو جانور اس نے مارا ہو اس کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اگر محرم کوئی شکار مارے تو اس پر اس کا جرمانہ عائد کر دیا جائے گا۔ پھر اس جرمانے (عائد شدہ ہدی) کی دراہم میں قیمت لگائی جائے گی پھر ان دراہم سے حاصل ہونے والے طعام کی مقدار کا اندازہ لگایا جائے گا اور پھر محرم ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے گا۔''[۱۳۸] حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''طعام کا ذکر اس لیے ہوا ہے کہ اس کے ذریعے روزوں کا اندازہ ہو جائے۔''[۱۳۹] ابن حزم نے حضرت ابن عباس سے دونوں روایتوں کا ذکر کر کے کہا ہے کہ: ''یہ دوسرا قول حضرت ابن عباس سے درست نہیں ہے۔''[۱۴۰]

آٹھواں نقطہ: شکار شدہ مختلف جانوروں کے جرمانوں کے سلسلے میں جو فیصلے دیے ہیں ذیل میں ہم ان کا ذکر شکار شدہ جانوروں کے حروف تہجی کی ترتیب کے تحت کریں گے۔

(۱) خرگوش: اگر محرم کسی خرگوش کا شکار کر لے تو اس میں بکری کا ایک سال سے کم کا بچہ واجب ہوگا۔[۱۴۱] ایک عورت نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ میں نے ایک خرگوش کی طرف اشارہ کیا اور اسے میرے مکری (جانور کرایہ پر چلانے والے) نے تیر مار کر شکار کر لیا' حضرت ابن عباس نے جواب میں فرمایا: ''اس کے متعلق دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے۔'' چنانچہ اس عورت پر دودھ چھوڑ دینے والے بکری کے ایک بچے یا دودھ چھوڑ کر ماں کے ساتھ چلنے والے ایک بچے یا ایک یکسالہ بچے کا جرمانہ عائد کر دیا گیا۔[۱۴۲] ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ''میں نے حالت احرام میں ایک خرگوش کو ہلاک کر دیا ہے' اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟'' آپ نے جواب دیا: ''خرگوش چار ٹانگوں پر چلتا ہے اور بکری کا ایک سال سے کم کا بچہ (عناق) بھی چار ٹانگوں پر چلتا ہے۔ خرگوش بھی درخت کے پتے کھاتا ہے اور عناق بھی درختوں کے پتے کھاتا ہے۔ خرگوش بھی جگالی کرتا ہے اور عناق بھی جگالی کرتا ہے۔ اس لیے تم خرگوش کے بدلے ایک عناق کا نذرانہ پیش کر دو۔''[۱۴۳]

(۲) پہاڑی بکرا: حضرت ابن عباس نے پہاڑی بکرے کے شکار پر گائے دینے کا فیصلہ دیا۔ (۱۴۴)

(۳) بارہ سنگھا: اس کے شکار ہونے پر آپ نے ایک گائے دینے کا فیصلہ دیا۔ (۱۴۵)

(۴) نیل گائے: اس کے شکار ہونے پر آپ نے ایک گائے دینے کا فیصلہ دیا۔ اگر محرم کو گائے نہ ملے تو وہ بیس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو بیس دن روزے رکھے۔ (۱۴۶)

(۵) انڈے: حرم کی کبوتری کے ہر انڈے کے بدلے نصف درہم دینے کا۔ (۱۴۷) حدود حرم سے باہر کے انڈے کے بدلے ایک مُد گندم دینے کا (۱۴۸) اور شتر مرغ کے انڈے کے بدلے اس کی قیمت دینے کا فیصلہ سنایا۔ (۱۴۹)

(۶) ٹڈیاں: ابن قدامہ نے ''المغنی'' کے اندر روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے محرم کے لیے ٹڈیوں کے شکار کی اباحت کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ ٹڈیاں سمندری شکار ہیں اور انہیں شکار کرنے میں کوئی جرمانہ نہیں (۱۵۰) لیکن جمہور نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ نے حرم کے اندر ٹڈیوں کے شکار سے منع فرمایا ہے اور اس شکار میں جرمانہ واجب کر دیا ہے۔ (۱۵۱) یہ جرمانہ بعض دفعہ ایک کھجور کی شکل میں کیا گیا۔ ایک شخص نے حالت احرام میں ایک ٹڈی پکڑ لی آپ نے فرمایا: ''کھجور کا ایک دانہ ایک ٹڈی سے بہتر ہے۔'' (۱۵۲) اور بعض دفعہ ایک مٹھی گندم کی صورت میں عائد کیا گیا۔ (۱۵۳) آپ سے حرم کے اندر ٹڈیوں کے شکار کے متعلق پوچھا گیا آپ نے اس سے روک دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ: ''آپ کی قوم مسجد میں بیٹھ کر ٹڈیاں پکڑتی ہے۔'' آپ نے جواب دیا: ''یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔'' (۱۵۴)

(۷) سرخاب کے شکار پر آپ نے ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا۔ (۱۵۵)

(۸) چکور: اس کے بدلے بھی آپ نے ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا۔ (۱۵۶)

(۹) جنگلی گدھا: اس کے بدلے میں آپ نے اونٹوں میں سے ایک بدنہ دینے کا فیصلہ دیا۔ (۱۵۷)

(۱۰) کبوتری: اس کے بدلے آپ نے ایک بکری دینے کا فیصلہ سنایا۔ (۱۵۸) عبداللہ بن عثمان بن حمید نے آپ سے پوچھا کہ میرے بیٹے نے مکہ میں ایک کبوتری کو مار گرایا' آپ نے فرمایا: ''کوئی بکری تلاش کرو اور اس کا صدقہ کر دو۔'' (۱۵۹)

(۱۱) دبسی (ایک پرندے کا نام) کے بدلے ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا۔ (۱۶۰)

(۱۲) گدھ: آپ نے گدھ ہلاک کرنے سے منع فرمایا اور اس میں جرمانہ واجب کر دیا۔ [161]

(۱۳) بجو: اگر بجو محرم پر حملہ آور نہ ہو اور محرم اسے ہلاک کر دے تو اس صورت میں آپ نے اس کے بدلے ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا۔ [162]

(۱۴) پرندے: آپ نے حرم کے پرندوں کے بدلے فی پرندہ ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا اور فرمایا: ''حرم کے پرندوں کے شکار کا بدلہ ایک ایک بکری ہے۔'' [163]

(۱۵) ہرن: اس کے بدلے آپ نے ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا' اگر بکری نہ ملے تو محرم چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو تین دن روزے رکھے۔ [164] ایک شخص نے اگر آپ سے کہا کہ میں نے حالت احرام میں ایک ہرن ہلاک کر دیا ہے' آپ نے جواب میں فرمایا: ''میں اور ابوبکرؓ دونوں تم پر ایک بکری دینے کا حکم عائد کرتے ہیں۔'' [165]

(۱۶) کونج: اس کے بدلے آپ نے ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا۔ [166] ایک روایت کے مطابق آپ نے کونج ہلاک کرنے والے محرم پر دو تہائی مُد گندم دینے کا حکم عائد کیا اور فرمایا: ''ایک مسکین کے پیٹ کے لیے دو تہائی مُد گندم کونج سے بہتر ہے۔'' [167]

(۱۷) قمری: اس کے بدلے آپ نے ایک بکری دینے کا فیصلہ سنایا۔ [168]

(۱۸) شتر مرغ: اس کے بدلے ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) دینے کا فیصلہ سنایا۔ اگر بدنہ نہ ملے تو محرم تیس مسکینوں کو کھانا کھلائے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو تیس دن روزے رکھے۔ کھانا کھلانا فی مسکین ایک مُد کے حساب سے ہوگا۔ [169]

(۱۹) چھپکلی: آپ نے چھپکلی ہلاک کرنے پر صدقہ دینے کا فیصلہ دیا اور فرمایا: ''جو محرم چھپکلی ہلاک کر دے اسے اس کے بدلے صدقہ دینا ہوگا۔'' [170]

(۲۰) یربوع: (چوہے کی مانند ایک جانور جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی ہوتی ہیں اور اس کی ایک لمبی دم ہوتی ہے) اس کے بدلے آپ نے بکری کا بچہ دینے کا فیصلہ دیا۔ [171]

(۲۱) ایسے پرندے جو جسامتمیں کبوتر سے چھوٹے ہوں اگر مویشیوں میں ان کی نظیر موجود تو یہ نظیر واجب ہوگی۔ [172] آپ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم کے شکار کردہ جانور کا کوئی ہم پلہ جانور مویشیوں میں موجود نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے ثمن کا نذرانہ مکہ بھیجا جائے

گا۔"(۱۷۳)

(۲۲) ٹڈی سے کم جسامت رکھنے والا جانور اگر محرم کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے تو اس میں کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔"(۱۷۴)

نواں نقطہ: اگر محرم پر بدلے کے طور پر واجب ہونے والا چوپایہ نہ ملے تو وہ دیکھے کہ اس کا ثمن کتنا ہے اور پھر وہ اس ثمن یعنی قیمت کے حساب سے طعام خرید کر حرم کے فقراء کو کھلا دے' اگر اسے طعام میسر نہ ہو تو ہر نصف صاع گندم کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ چنانچہ محرم پر واجب ہونے والے بدنہ یعنی اونٹ کے بدلے وہ تیس مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو تیس دن روزے رکھے گا' واجب ہونے والی گائے کے بدلے وہ بیس مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اگر یہ میسر نہ ہو تو بیس دن روزے رکھے گا۔ اور واجب ہونے والی بکری کے بدلے وہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو تین دن روزے رکھے گا۔ (۱۷۵) ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ اگر محرم پر ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) واجب ہو جائے تو حضرت ابن عباس ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے بالمقابل ایک روزہ واجب کر دیتے ہیں لیکن بکری واجب ہونے کی صورت میں ہر دو مسکینوں کے اطعام کے بالمقابل ایک روزہ واجب کرتے ہیں۔ مجھے اس تفریق کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

دسواں نقطہ: شکار کے جرمانے میں ذبح شدہ جانور کا گوشت کھانا: احرام کی کسی خلاف ورزی کے نتیجے میں جرمانے کے طور پر ذبح ہونے والے جانور کا گوشت کھانا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ وہ اس قسم کے جانور کا گوشت کھا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا: "شکار کے جرمانے میں ذبح ہونے والے جانور کا گوشت مت کھاؤ۔"(۱۷۶)

گیارہواں نقطہ: محرم پر واجب ہونے والا جرمانہ کہاں ادا کیا جائے؟

اگر محرم پر دم واجب ہوا ہو تو اس پر اسے حرم کے اندر ذبح کرنا واجب ہوگا اگر اطعام واجب ہوا ہو تو اس پر حرم کے فقراء کو کھانا کھلانا واجب ہوگا۔ اگر اس پر روزہ واجب ہوا ہو تو حرم کے اندر اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی بلکہ محرم جس جگہ چاہے گا یہ روزے رکھے گا۔ (۱۷۷)

بارہواں نقطہ: حرم کا شکار کھانا: حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ محرم پر شکار کا گوشت کھانا بہر صورت حرام ہے۔ (۱۷۸) یعنی خواہ اسے حرم کے اندر شکار کیا گیا ہو یا حدود حرم سے باہر حل کے اندر شکار کر کے

حرم میں لاکر ذبح کیا گیا ہو۔[۱۷۹] یا خواہ اسے محرم نے شکار کیا ہو یا حلالی یعنی غیر محرم نے اس بارے میں آپ کی دلیل سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۶ میں یہ ارشاد باری ہے (وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا جب تک تم حالت احرام میں رہو اس وقت تک تم پر خشکی کا شکار حرام ہے) یہ آیت کسی تفصیل کے بغیر ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ ہر قسم کا شکار کھانا حرام قرار دیا جائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ: ''یہ آیت مبہم ہے۔''[۱۸۰]

(۱۰) احرام کی انتہاء: احرام کھلنے کے ساتھ اس کا اختتام ہو جاتا ہے۔ احرام کھلنا یا تو احصار کے سبب ہوگا (دیکھئے مادہ احصار) یا عمرے کی انتہاء کی بنا پر ہوگا (دیکھئے مادہ عمرہ نمبر ۷) یا حج کی انتہا کے سبب ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۶) موت کی وجہ سے احرام کا اختتام نہیں ہوتا۔ اگر محرم وفات پا جائے تو اسے خوشبو نہیں لگائی جائے گی اور نہ ہی اس کا سر اور پاؤں ڈھانپے جائیں گے۔ اسے اس کے احرام کے دونوں کپڑوں میں کفنایا جائے گا۔[۱۸۱] حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''جب محرم وفات پا جائے تو اس کا سر ڈھانپا نہیں جائے گا تاکہ وہ احرام کی حالت میں اللہ کے حضور پیش ہو جائے۔''[۱۸۲] آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جسے اس کی سواری نے نیچے گرا دیا تھا اور حالت احرام میں اس کی وفات ہوگئی تھی کہ آپؐ نے فرمایا: ''اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دو اور اس کے دو کپڑوں کے اندر اسے کفناؤ اور اس کا چہرہ اور سر نہ ڈھانپو کیونکہ اسے قیامت کے دن تلبیہ پڑھنے کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔''[۱۸۳] (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۴)

اِحصار (گھر جانا)

(۱) تعریف: حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد حج یا عمرے کے افعال کی ادائیگی سے روک دیئے جانے کو احصار کہتے ہیں۔

(۲) کس چیز کی بنا پر احصار کا تحقق ہوتا ہے؟

حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ احصار کا تحقق صرف دشمن کی بنا پر ہوتا ہے۔ القفال الشاشی نے ''حلیۃ العلماء'' میں حضرت ابن عباس کا مسلک بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مذکورہ دشمن کا کافر ہونا شرط

ہے۔(۱۸۴) بیماری، راستے سے بھٹک جانا یا اسی قسم کی کوئی اور بات احصار شمار نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس اپنے مسلک کی تائید میں سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں مذکورہ ارشاد باری سے استدلال کرتے ہیں۔ (فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ پھر اگر تمہیں امن نصیب ہو جائے (اور تم حج سے پہلے مکے پہنچ جاؤ) تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے وہ حسب مقدور قربانی دے) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''دشمن کی بنا پر احصار کے سوا اور کوئی احصار نہیں، جس شخص کو مرض یا تکلیف یا راستہ گم ہو جانے کی صورت پیش آ جائے اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی کیونکہ ارشاد باری ہے (فَاِذَا اَمِنْتُمْ) امن کے ساتھ احصار نہیں ہوتا۔''(۱۸۵) بنا بریں جس شخص کو کوئی بیماری لاحق ہو جائے یا اس کا خرچ ختم ہو جائے یا وہ راستہ گم کر بیٹھے یا اسی طرح کی کسی اور صورت حال سے دوچار ہو جائے تو اس کے لیے اپنا احرام کھول دینا جائز نہیں ہوگا بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے حج یا عمرے کے لیے چلتا رہے۔ اگر حج کا وقت نکل جائے تو وہ اپنے حج کو عمرہ بنا لے۔ ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی کہتے ہیں کہ میں بصرہ سے عمرے کے لیے نکلا جب میں دثینہ کے مقام پر پہنچا تو اپنی سواری سے گر پڑا اور میری ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباس کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لیے آدمی بھیجا۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ''عمرے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں جس طرح حج کے لیے مقرر ہے، اس لیے وہ احرام کی حالت میں اس طرح رہیں حتیٰ کہ بیت اللہ پہنچ جائیں۔'' چنانچہ میں چھ یا سات ماہ تک مختلف پانی گھاٹوں کے درمیان منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ بیت اللہ پہنچ گیا اور عمرہ کرنے کے بعد اپنا احرام کھولا۔(۱۸۶)

(۳) احصار کے اثرات: احصار کی وجہ سے درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ ھدی: یہاں ایک بکری ہدی ہوگی۔ اگر محرم کے پاس کوئی بکری ہو جسے وہ حرم بھیج سکے تاکہ اسے وہاں ذبح کر دیا جائے تو وہ یہ بکری بھیج دے۔ اگر وہ اسے حرم بھیج نہ سکے تو احصار کے مقام پر بھی اسے ذبح کر دے۔ حضرت ابن عباس نے قول باری (فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ اگر تم گھر جاؤ تو جو ہدی میسر ہو اسے ذبح کر دو۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶) کی تفسیر میں فرمایا: ''ہدی بکری ہے۔(۱۸۷) نیز فرمایا: ''اگر محصر کے پاس ہدی ہو اور وہ اسے حرم بھیج نہ سکے تو اسے ذبح کر دے اور اگر وہ اسے حرم بھیج سکتا ہو تو اس صورت میں جب تک ہدی قربانی کی جگہ نہ پہنچ جائے وہ احرام نہ کھولے۔''(۱۸۸)

ب۔ احرام کھلنا: احصار کی زد میں آیا ہوا محرم اس وقت تک اپنا احرام نہیں کھولے گا جب تک اس کا ہدی ذبح نہ ہو جائے۔ اگر اس نے اپنا ہدی حرم بھیج دیا ہو تو وہ حالت احرام میں انتظار کرے گا یہاں تک کہ ہدی حرم پہنچ جائے اور اسے وہاں ذبح کر دیا جائے۔ اس کے بعد وہ اپنا احرام کھول دے گا۔ اس بارے میں حضرت ابن عباس کا قول اوپر گذر چکا ہے کہ ''اگر وہ اپنا ہدی حرم بھیج سکتا ہو تو اس صورت میں جب تک ہدی قربانی کی جگہ نہ پہنچ جائے وہ احرام نہ کھولے۔'' (۱۸۹) اگر ہدی ذبح ہونے سے پہلے وہ اپنا احرام کھول دے تو اس پر دوسرا ہدی لازم ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اگر محصر کا ہدی ذبح ہونے سے پہلے وہ اپنا احرام کھول دے تو اس پر دوسرا ہدی لازم ہو جائے گا۔'' (۱۹۰)

ج۔ قضا: حضرت ابن عباس سے قضا کے بارے میں مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق حج کا محرم اگر احصار کی زد میں آ کر احرام کھول دے تو اس پر ایک حج اور ایک عمرہ لازم ہوگا۔ اگر اس نے حج کے مہینوں میں دونوں کو یکجا کیا ہو تو اس پر دم بھی واجب ہوگا۔ (۱۹۱) دوسری روایت کے مطابق اگر اس نے حج کا احرام باندھا ہو اور احصار کی زد میں آ کر احرام کھول دیا ہو تو اس پر صرف حج لازم ہوگا اور اگر اس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور احصار کی وجہ سے احرام کھول دیا ہو تو اس پر صرف عمرہ لازم ہوگا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اللہ نے قصاص یعنی برابری کا حکم دیا ہے تو کیا وہ تم لوگوں سے زائد کا مطالبہ کرے گا؟ حج کے بدلے حج اور عمرہ کے بدلے عمرہ ہوگا۔'' (۱۹۲) شاید یہی روایت صحیح ترین روایت ہے تیسری روایت کے مطابق اس پر کوئی قضا لازم نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''بدل یعنی قضا تو اس پر لازم ہے جس نے تلذذ کی خاطر اپنا حج توڑ ڈالا ہو لیکن جسے کسی عذر نے محبوس کر دیا ہو وہ اپنا احرام کھول لے گا اور واپس نہیں آئے گا۔'' (۱۹۳)

إحصان (محصن ہونا)

(۱) تعریف: احصان ان صفات کے مجموعے کا نام ہے جن کا وجود ایک شخص کے اندر واجب ہے تاکہ وہ زناکاری کی صورت میں کامل حد زنا کا سزاوار قرار پائے اور اس کا قاذف حد قذف کا مستحق

گردانا جائے۔

(۲) حضرت ابن عباس کے نزدیک احصان کی کیا شرائط ہیں اس بارے میں ہماری معلومات بہت محدود ہیں کیونکہ آپ سے اس بارے میں جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان سے ہماری تشنہ لبی دور نہیں ہوتی۔

الف۔ حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ مملوک خواہ مسلمان ہو جائے جس تک نکاح نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ محصن نہیں بن سکتا۔ بنا بریں جب تک وہ نکاح نہ کرے اس وقت تک اس پر حد زنا جاری نہیں ہو سکتی۔ (۱۹۴) آپ فرماتے تھے: "لونڈی نکاح کے ذریعے محصنہ بننے سے پہلے اگر زنا کی مرتکب ہو جائے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی اس لیے کہ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے (فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (محصنات) کے لیے مقرر ہے) (۱۹۵) اس لیے کہ حلال ہمبستری ہی زنا سے محفوظ کرتی ہے اور حلال ہمبستری صرف نکاح کے ذریعے کامل ہوتی ہے۔ بنا بریں بیہقی وغیرہ کی بیان کردہ روایت کو اس مفہوم پر محمول کرنا واجب ہے۔ اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس ایک دن گھر سے نکل کر لوگوں کے پاس آ گئے اس وقت آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' آپ نے انہیں پہلے بتایا تھا کہ میں روزے سے ہوں' آپ نے اس موقعہ پر انہیں بتایا کہ آج روزہ رکھنا مجھے اچھا لگا تھا' میں نے روزہ رکھ لیا پھر میری نظر اپنی ایک لونڈی پر پڑی اور وہ مجھے بڑی پیاری لگی میں نے اس کے ساتھ ہمبستری کر لی' اب میں یہ روزہ کسی اور دن قضا کر لوں گا۔ پھر فرمایا: "میں تم لوگوں کو مزید ایک بات بتانا چاہتا ہوں' وہ یہ کہ میری لونڈی بدکار تھی میں نے اسے محفوظ کر دینا چاہا۔" (۱۹۶)

میں (صاحب کتاب) یہاں یہ کہوں گا کہ حضرت ابن عباس کے قول "میں نے اسے محفوظ کر دینا چاہا" کو اس مفہوم پر محمول کرنا واجب ہے کہ "میں نے اس کی جنسی خواہش پوری کر دینے کا ارادہ کیا تا کہ میرا یہ عمل اس کے لیے بدکاری سے مانع بن جائے۔" اس قول کو شرعی احصان پر محمول نہ کیا جائے جو حد کا موجب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ تسری (لونڈی کے ساتھ آقا کی ہمبستری) کے ذریعے احصان کی تکمیل نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباس کا صریح قول پہلے گذر چکا ہے کہ ''لونڈی کا احصان نکاح کے ذریعے ہوتا ہے۔''

ب۔ حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ غیر مسلم شخص بھی محصن نہیں ہوتا۔ مجاہد نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اہل ذمہ (یہودی اور نصرانی) پر کسی حد کے اجراء کے قائل نہیں تھے۔ (۱۹۷)

احیاء اللیل (راتوں کو جاگ کر عبادت میں مصروف رہنا)

(۱) تعریف: رات کا اکثر حصہ جاگ کر عبادت میں مصروف رہنا احیاء اللیل کہلاتا ہے۔

(۲) اگر ایک شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا عزم رکھے تو اسے احیاء اللیل کا ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔ (۱۹۸)

عید کی رات کا احیاء (دیکھئے مادہ عید)

احیاء الموات (بنجر اور بے آباد زمین آباد کرنا)

(۱) تعریف: احیاء الموات یہ ہے کہ جس زمین کا کوئی مالک نہ ہو اور نہ ہی شجر کاری یا کاشت کاری یا تعمیرات کے ذریعے اس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہو اسے فائدہ اٹھانے کے قابل بنا دیا جائے۔

(۲) زمین کی آباد کاری کس طرح ہوتی ہے؟

زمین کی آباد کاری ان طریقوں سے ہوتی ہے جو لوگوں کے ہاں متعارف ہیں۔ بے آباد زمین میں کنواں کھود لینا اسے آباد کرنے کے مترادف ہے' اسی طرح مذکورہ زمین میں چشمہ نکال لینا بھی اس کی آباد کاری ہے۔ اگر کوئی شخص بے آباد زمین میں کنواں کھود لے تو وہ کنویں کی ہر جانب پچاس پچاس گز زمین کا مالک بن جائے گا۔ اگر وہ کوئی چشمہ تلاش کر لے تو ہر جانب سے دو دو سو گز زمین کا مالک قرار پائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''کنویں کا حریم پچاس گز اور چشمے کا حریم دو سو گز ہے۔'' (۱۹۹)

(۳) آباد کی ہوئی زمین کی ملکیت: اگر کوئی شخص ایک بنجر زمین کاشت کاری یا شجر کاری یا تعمیرات یا کنویں کی کھدائی یا چشمے کی نکاسی وغیرہ کے ذریعے آباد کر لے تو وہ اس کا مالک قرار پائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اب زمین اللہ کی' اس کے رسول ﷺ کی اور تمہاری ہو گئی ہے اس لیے جو شخص کوئی مردہ یعنی بنجر اور بے آباد زمین آباد کرے گا وہ اس کا سب سے بڑھ کر حقدار ہو گا۔''

(۲۰۰)

اخت (بہن)

بہن سے نکاح کرنے کی تحریم (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کے جز ب کے جز ا کا جز الف) نیز (مادہ رضاع نمبر۲ کا جز الف) زوجیت میں دو بہنوں کو یکجا کرنے کی تحریم (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج) نیز (مادہ تسری نمبر۲ کے جز ا کا جز ۵) میراث میں بہنوں کے احوال (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز واؤ)

اختیال (تکبر)

(۱) تعریف: تکبر کو اختیال کہتے ہیں۔

(۲) اختیال کا حکم: اختیال حرام ہے کیونکہ سورۂ لقمان آیت ۱۸ کے اندر ارشاد باری ہے (اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ بے شک اللہ ہر تکبر اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے) یہی وجہ ہے کہ جس عمل میں تکبر داخل ہو جائے اسے یہ تکبر تباہ کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اللہ نے اکل اور شرب کو حلال کر دیا ہے بشرطیکہ اس میں تکبر یا اسراف شامل نہ ہو۔''(۲۰۱)

اذان (اذان)

(۱) تعریف: شرع میں وارد ہونے والے مخصوص الفاظ کے ذریعے نماز کے وقت کے اعلان کو اذان کہتے ہیں۔

(۲) اذان کے الفاظ: اذان دو باتوں کو متضمن ہوتی ہے۔ ایک تو نماز کے وقت کا اعلان اور دوسری بات نماز کی دعوت کیونکہ اذان میں ''حی علی الصلوٰۃ'' (نماز کی طرف آؤ) کے الفاظ ہیں۔ اس لیے اگر ایسی صورت پیش آ جائے جس کے تحت اذان صرف اعلان کے لیے ہو نماز کی دعوت کے لیے نہ ہو مثلاً بارش ہو جائے یا سخت سردی کی لہر آ جائے یا کوئی اسی طرح کی اور صورت پیدا ہو جائے تو موذن پر لازم ہوگا کہ وہ اس بات سے آگاہ کرنے کے لیے اذان میں کچھ الفاظ کا اضافہ کر دے۔ عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن عباس نے ایسے دن خطبہ دیا جس میں

بارش کی وجہ سے بہت زیادہ کیچڑ ہو گیا تھا۔ جب موذن نے "حی علی الصلوٰۃ" کہا تو آپ نے اسے "الصلوٰۃ فی الرحال" (اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) کی ندا کا بھی حکم دیا۔ یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے' آپ نے ان سے کہا: "شاید تمہیں میری بات اوپری لگی ہے' یہ کام مجھ سے بہتر فرد نے بھی کیا تھا' یہ عزیمت ہے۔"(۲۰۲)

(۳) کن نمازوں کے لیے اذان دی جائے؟ ان تمام فرض نمازوں کے اوقات کے لیے اذان دی جائے گی جو فرض عین کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بنابریں عید کی نماز کے لیے اذان نہیں دی جائے گی کیونکہ یہ نماز فرض نہیں ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ مجھے عید کے دن حضرت ابن الزبیرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ آج کے دن میں کیا کروں' آپ نے حضرت ابن الزبیرؓ کو جواباً پیغام دیا کہ: "عید کی نماز کے لیے نہ تو اذان دلوایئے اور نہ ہی اقامت کہلوایئے اور خطبہء عید سے پہلے نماز عید ادا کیجیے۔"(۲۰۳) نماز جنازہ کے لیے بھی اذان نہیں کہی جائے گی کیونکہ یہ نماز فرض کفایہ ہے۔

(۴) موذن: موذن کے لیے مرد ہونا شرط ہے کیونکہ عورت کی آواز میں فتنے کا پہلو ہوتا ہے جبکہ یہ مقام مقام عبادت ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: "عورتوں پر نہ تو اذان لازم ہے اور نہ ہی اقامت۔"(۲۰۴) مؤذن کا صالح اور نیک ہونا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "تمہارے بھلے لوگ اذان دیا کریں۔"(۲۰۵)

اذن (کان)

وضو کے اندر سر کے ساتھ کانوں کا مسح (دیکھیے مادہ وضوء نمبر ۶ کا جزب کا جز ۲)

اِذن (اجازت) دیکھیے مادہ استئذان

ارث (میراث)

(۱) میراث کا علم سیکھنا: حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ علم میراث وہ علم ہے جس کے لیے طالب علم کو خصوصی اہتمام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک پیچیدہ علم ہے اور اس کے حصول کی راہ بہت

کٹھن ہے' نیز یہ کہ ایک عالم اس وقت تک پورا عالم نہیں بن سکتا جب تک اسے اس علم میں مکمل دسترس حاصل نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ آپ نے عکرمہ کے اندر جب استعداد اور قابلیت دیکھی تو انہیں اس علم سے روشناس کرانے میں پوری قوت صرف کر دی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ؓ میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے قرآن اور فرائض یعنی میراث کی تعلیم دیتے۔ (۲۰۶)

(۲) میراث تقسیم ہونے کے موقعہ پر موجود فقراء کو صدقہ دینا: سورۂ نساء آیت نمبر ۸ میں ارشاد باری ہے (وَاِذَاحَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ وَقُوْلُوْالَهُمْ قَوْلاً مَعْرُوْفاً اور جب تقسیم میراث کے موقعہ پر رشتہ دار' یتیم اور مساکین آ جائیں تو انہیں بھی ترکہ میں سے کچھ حصہ دو اور ان سے اچھی بات کہو) اس آیت میں فقراء اور مساکین کو ترکہ میں سے کچھ دے دلانے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے متعلق حضرت ابن عباس سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ آیت اب منسوخ ہو چکی ہے اور اس پر آیت میراث کے نزول سے پہلے عمل ہوتا تھا۔ آیت میراث میں ہر وارث کا حصہ متعین کر کے اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا۔ (۲۰۷) دوسری روایت کے مطابق یہ آیت محکم ہے' منسوخ نہیں ہوئی۔ (۲۰۸) اس پر عمل کی کیفیت کے بارے میں آپ سے منقول روایات میں پھر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اگر ترکہ تقسیم ہونے کے موقعہ پر مساکین آ جائیں اور مال وافر مقدار میں ہو تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دلایا جائے تاکہ ان کا دل بھی خوش ہو جائے اور اگر مال تھوڑا ہو تو اس سے معذرت کر لی جائے۔ (۲۰۹) دوسری روایت کے مطابق اگر مذکورہ موقعہ پر مساکین بھی آ جائیں تو ان میں سے جو وارث ہوں ترکہ میں سے انہیں ان کا حصہ یعنی رزق دے دیا جائے اور جو وارث نہ ہوں ان سے معذرت کر لی جائے اس طرح مذکورہ آیت پر عمل ہو جائے گا۔ اسی سلسلے میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ: ''یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ اس کے متعلق لوگوں سے کوتاہی سرزد ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس میں دو قسم کے رشتہ داروں کا ذکر ہوا ہے ایک وہ رشتہ دار جو وارث بن رہے ہوں۔ انہیں ترکہ میں سے حصہ دیا جائے گا (آیت میں مذکورہ لفظ رزق کا یہی مفہوم ہے) اور جو رشتہ دار وارث نہ بن رہے ہوں ان سے اچھی بات کہی جائے گی مثلاً یہ کہ ''یہ ترکہ یتیموں کا مال ہے' اس ترکہ میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔'' وغیرہ

وغیرہ۔ (۲۱۰)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ زیر بحث روایات پر غور و تامل کے بعد میرے ذہن میں تطبیق کی ایک صورت ابھری ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ روایتیں متعارض نہیں ہیں۔ تطبیق کی تفصیل یہ ہے کہ آیت میراث کے نزول سے پہلے یہ طریقہ تھا کہ تقسیم ترکہ کے موقعہ پر آنے والے فقراء کو اس میں سے کچھ دینا فرض ہوتا۔ جب میراث کی آیت نازل ہوگئی اور اس میں سے حقدار رشتہ داروں کو ان کا حق دے دیا گیا خواہ وہ فقراء ہوتے یا اغنیاء تو اس کے بعد وہ فقراء باقی رہ گئے جو ان ورثاء کے ماسوا تھے اور تقسیم کے موقعہ پر موجود ہوتے' اللہ تعالیٰ نے ترکہ میں سے انہیں بھی کچھ دے دلانے کی ترغیب دی تاکہ ان کا دل بھی خوش ہو جائے اور اس کی ضرورت بھی کسی حد تک پوری ہو جائے بشرطیکہ مال وافر ہو اور ورثاء کی ذہنی حالت بھی ایسی ہو کہ اس کے پیش نظر ان کے اموال سے صدقہ کرنے کی گنجائش پیدا ہوگئی ہو۔ لیکن اگر مال ہی تھوڑا ہو اور ورثاء خود ضرورت مند ہوں تو اس صورت میں ان فقراء سے مناسب الفاظ میں معذرت کر لی جائے گی۔ حضرت ابن عباس کا یہی مسلک ہے۔ واللہ اعلم

(۳) وراثت کے اسباب:

الف۔ زمانہء جاہلیت میں وراثت کے اسباب: عرب کے لوگ زمانہء جاہلیت میں دو اسباب کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ پہلا سبب نسب تھا مثلاً ولدیت' والدیت اور اخوت یعنی بھائی ہونے کا ناطہ اور اسی طرح کی دیگر رشتہ داریاں' دوسرا سبب ان کے عرف میں سبب کے نام سے مشہور تھا وہ یہ کہ ایک شخص کی طرف سے دوسرے شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جاتا اور کوئی مہربانی ہوتی مثلاً اعتاق۔ بنابریں جو شخص اپنا غلام آزاد کر دیتا اور غلام کے مرنے کے بعد اگر اس کا کوئی وارث نہ ہوتا تو اس صورت میں اس کا سابق آقا جس کے ہاتھوں اسے آزادی نصیب ہوئی تھی اس کا وارث بن جاتا۔ یا دو شخصوں کے درمیان دوستی کا عقد ہوتا جس کے تحت یہ طے ہوتا کہ ہر شخص دوسرے کا مولیٰ یعنی سرپرست ہے۔ اگر ایک شخص کوئی فوجداری جرم کرے گا یعنی کسی جنایت کا مرتکب ہوگا تو دوسرا اس کا جرمانہ بھرے گا اور اگر ایک شخص وفات پا جائے گا تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ''اہل جاہلیت دو باتوں کی بنیاد پر ایک دوسرے

کے وارث ہوتے تھے پہلی بات نسب اور دوسری بات سبب تھی۔ نسب کی بنا پر وراثت کے اندر یہ لوگ نہ تو نابالغ رشتہ داروں کو وارث بناتے تھے اور نہ ہی عورتوں کو بلکہ صرف مردوں کو وارث قرار دیتے تھے جو گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن سے جنگ کر سکتے اور مال غنیمت سمیٹ سکتے''(۲۱۱)

ب۔ اسلام میں ایک دوسرے کے وارث ہونے کے جو اسباب ہیں وہ حضرت ابن عباس کی رائے میں تین ہیں۔ رشتہ داری' نکاح اور عقد کی بنا پر ہونے والی ولاء

(۱) قرابتداری:

الف۔ قرابتداری کی بنا پر ذوی الفروض اور عصبات نیز ذوی الارحام وارث بنتے ہیں۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ب۔ اگر ایک شخص کے اندر کئی قرابتداری جمع ہو جائے تو وہ ان سب کی بناء پر وارث ہو گا بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ مثلاً اگر ایک مجوسی اپنی بیٹی سے نکاح کر لے اور اس سے ایک بیٹی پیدا ہو پھر سب مسلمان ہو جائیں اور نو مسلم مجوسی مر جائے اور اپنے پیچھے مذکورہ دو عورتیں چھوڑ جائے تو دونوں کو ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا کیونکہ دونوں ہی میت کی بیٹیاں ہیں۔ تاہم بڑی بیٹی کو زوجیت کی بنا پر کچھ نہیں ملے گا اس لیے کہ یہ زوجیت باطل تھی۔ پھر اگر بڑی بیٹی مر جائے تو وہ اپنے پیچھے نو مسلم کے نطفے سے اپنی بیٹی چھوڑ جائے گی اور اس کے ساتھ یہ بیٹی مذکورہ مرحومہ کی علاقی بہن بھی ہو گئی۔ بنا بریں ولدیت کی بنا پر اسے نصف ترکہ مل جائے گا اور بہن ہونے کے ناطے باقیماندہ نصف بھی اسے مل جائے گا اگر بڑی بیٹی سے پہلے چھوٹی بیٹی مر جائے تو وہ اپنے پیچھے اپنی ماں چھوڑ جائے گی اور اس کے ساتھ یہ ماں اس کی علاقی بہن بھی ہو گی یعنی باپ جائی۔ اس لیے بہن ہونے کے ناطے اسے نصف ترکہ مل جائے گا اور ماں ہونے کے ناطے تہائی ترکہ حاصل ہو جائے گا۔ (۲۱۲)

اسی طرح مثلاً میت کے دو چچازاد بھائی ہوں اور ان میں سے ایک میت کا اخیافی (ماں جایا) بھائی بھی ہو اس صورت میں وہ دونوں قرابتوں کی بنا پر وارث ہو گا اور اس کے بعد چچازاد ہونے کے اعتبار سے وہ باقیماندہ ترکہ میں دوسرے بھائی کے ساتھ مقاسمہ کرے گا یعنی باقیماندہ ترکہ ان دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہو جائے گا۔ (۲۱۳)

ابن ابی شیبہ نے اس مسئلے کے اندر حضرت ابن عباس سے ایک اور روایت بھی کی ہے جس کے مطابق اس چچازاد کو جو اخیافی بھائی بھی ہے سارا ترکہ دے دیا جائے گا۔ (۲۱۴) حضرت ابن عباس کے نزدیک اس حکم کی تعلیل یہ ہے کہ دونوں بھائی باپ کی قرابت میں یکساں تھے کیونکہ ان میں سے ہر ایک چچا زاد تھا جبکہ اخیافی بھائی کو دوسرے پر ماں کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوگئی اور اس طرح ان دونوں کی حیثیت یہ ہوگئی کہ ایک حقیقی بھائی اور دوسرا علاتی (باپ جایا) بھائی بن گیا جس کے نتیجے میں حقیقی بھائی اپنی قرابتداری کی قوت کی بنا پر پورے ترکے کا وارث ہوگیا اور علاتی بھائی اپنی قرابتداری کی کمزوری کی بنا پر ترکے سے محروم رہا۔

ج۔ اگر حمل اپنے مورث کی وفات کے وقت قرار پا چکا ہو اور پھر زندہ پیدا ہو جائے تو وہ وارث قرار پائے گا۔ استہلال یعنی رونے اور چیخنے کی آواز اس کے زندہ پیدا ہونے کی علامت ہوگی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اگر نوزائیدہ بچہ رونے کی آواز بلند کرے تو وہ وارث ہوگا اور مر جانے کی صورت میں اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ (۲۱۵)

د۔ حمیل یعنی ایسا بچہ جسے کوئی عورت اپنی گود میں اٹھائے ہوئے دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے جبکہ اس کے پاس اس بات کے حق میں کوئی بینہ یعنی گواہی وغیرہ نہ ہو۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک صرف گود میں اٹھانے کی بنا پر اس عورت سے مذکورہ بچے کی ولدیت ثابت نہیں ہوگی اور نہ ہی دونوں کے درمیان توارث کا سلسلہ جاری رہے گا۔ آپ نے فرمایا: ''حمیل کو وارث قرار نہیں دیا جائے گا۔'' (۲۱۶)

(۲) نکاح:

الف۔ عقد نکاح کے بعد خواہ دخول نہ بھی ہو زوجین میں سے ایک کی وفات پر دوسرا اس کا وارث بن جائے گا۔ اگر شوہر وفات پا جائے اور اس نے بیوی کے لیے مہر کا بھی تعین کر دیا ہو تو اسے مذکورہ مہر بھی ملے گا اور میراث بھی۔ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اگر شوہر بیوی کے ساتھ دخول سے پہلے وفات پا جائے جبکہ اس نے بیوی کے لیے مہر کا تعین کر دیا ہو تو کیا ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''اسے مہر بھی ملے گا اور میراث بھی۔'' (۲۱۷) اگر اس نے مہر کا تعین نہ کیا ہو تو اس صورت میں بیوہ کو میراث میں حصہ ملے گا لیکن کوئی مہر نہیں ملے گا اس لیے کہ مذکورہ جدائی

(موت کی بنا پر جدائی) کا ورود اگرچہ درست تفویض (نکاح) پر ہوا تھا لیکن ابھی مسیس (دخول) اور مہر کا تعین وجود میں نہیں آیا تھا اس لیے بیوہ کے حق میں اسی طرح مہر واجب نہیں ہوگا جس طرح زیر بحث صورت کے اندر طلاق ہو جانے کی بنا پر مہر واجب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ ایک شخص عقد نکاح کر لیتا ہے لیکن مہر کا تعین نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے کہ اس کی موت واقع ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بیوہ کے لیے میراث کافی ہے' اس کے لیے کوئی مہر نہیں۔ ہاں اگر شوہر اس کے لیے مہر کا تعین کر جاتا تو اسے یہ مہر بھی ملتا اور میراث بھی۔''(۲۱۸)

ب۔ طلاق بائن زوجیت کی عمارت گرا دیتی ہے اور اس کے نتیجے میں زوجین کے درمیان توارث کی ممانعت ہو جاتی ہے۔ بنا بریں لعان بھی توارث کے لیے مانع بن جاتا ہے اس لیے کہ یہ بھی طلاق بائن ہوتا ہے خواہ شوہر نے لعان کر لیا ہو اور بیوی نے ابھی لعان نہ کیا ہو۔ بنا بریں اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگا دے اور بیوی لعان کرنے سے پہلے ہی وفات پا جائے یا بیوی کی وفات کے بعد اس پر تہمت لگا کر لعان کر لے تو ان صورتوں میں وہ بیوی کا وارث قرار نہیں پائے گا۔ اس لیے کہ لعان کی بنا پر وجود میں آنے والی علیحدگی سے عورت ہمیشہ کے لیے بائن ہو جاتی ہے اور یہ بات توارث کے لیے مانع بن جاتی ہے جس طرح عورت کی زندگی میں مرد کے لعان کے نتیجے میں یہی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔(۲۱۹) اگر ایک مرد کی کئی بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر یہ بتائے بغیر دنیا سے کوچ کر جائے کہ اس نے کس بیوی کو طلاق دی ہے تو اس صورت میں میراث ان سب کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔ (یعنی کل ترکہ کا چوتھائی یا آٹھواں حصہ۔ مترجم) (۱۲۹ب) حضرت ابن عباس سے درج بالا صورت کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ''ان سب پر طلاق کا جو اثر ہوگا وہی اثر میراث پر بھی ہوگا۔''(۲۲۰) یعنی مذکورہ صورت میں نہ تو ان میں سے کسی پر طلاق واقع ہوگی اور نہ ہی کوئی بیوی میراث سے محروم ہو گی (مترجم)

ج۔ اگر زوجین کے درمیان نا اتفاقی ہو جائے اور دو ثالثوں کی ثالثی عمل میں آ جائے اور اس کے نتیجے میں دونوں ثالث زوجین کے درمیان تفریق پر اتفاق کر لیں لیکن اس فیصلے کو ایک فریق قبول کر

لے اور دوسرا فریق اسے مسترد کر دے اور پھر ان میں سے ایک کی وفات ہو جائے تو اس صورت میں فیصلے پر رضا مند ہونے والا فریق رضامند نہ ہونے والے فریق کا وارث قرار پائے گا لیکن یہ دوسرا فریق رضا مند ہونے والے فریق کا وارث نہیں ہوگا۔(دیکھئے مادہ تحکیم نمبر ۲)

(۳) ولاء۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ عتق کی بنا پر وجود میں آنے والی ولاء۔ اس نوع کی ولاء وراثت کا سبب بنتی ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی (دیکھئے زیر بحث مادہ نمبر ۶ کے جزی کا جز ۲)

ب۔ عقد یا تحالف (باہمی عہد و پیمان) کی بنا پر وجود میں آنے والی ولاء۔ تحالف بھی عقود کی ایک قسم ہے۔ اس نوع کی ولاء زمانہء جاہلیت میں توارث کا سبب بنتی تھی لیکن اہل اسلام کے درمیان یہ ولاء توارث کا سبب نہیں بنتی۔ کیونکہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی تھی (وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ فَآتُوْ هُمْ نَصِيْبَهُمْ جن لوگوں کے ساتھ تم نے عہد و پیمان کئے ہیں انہیں ان کا حصہ دو) لیکن جلد ہی یہ آیت اس ارشاد باری (وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللهِ اور قرابتدار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے اولیٰ ہیں) کی بنا پر منسوخ ہوگئی۔[۲۲۱] اول الذکر آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مہاجرین جب مدینہ آگئے تو رشتہ داری کے بغیر ایک مہاجر ایک انصاری کا وارث بن جاتا اور اس کی بنیاد وہ بھائی چارہ ہوتا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات مہاجرینؓ اور انصارؓ کے درمیان قائم کیا تھا لیکن جب سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۳ نازل ہوئی یعنی (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ اور ہم نے ہر ایک کے لیے والدین اور رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے ترکہ کے موالی یعنی ورثاء مقرر کر دیئے) تو اس نے اول الذکر آیت کو منسوخ کر دیا۔ یہاں موالی سے مراد ورثاء ہیں۔[۲۲۲] حضرت ابن عباس سے ایک اور روایت کے مطابق اول الذکر آیت منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ یہ آیت وراثت کے موضوع کے تحت نہیں ہے اس لیے کہ آیت کے الفاظ (فَاٰتُوْ هُمْ نَصِيْبَهُمْ) کے معنی ہیں کہ ''انہیں اپنی مدد اور خیر خواہی میں سے کما حقہ حصہ دو، وراثت میں سے نہیں۔''[۲۲۳]

(۴) وراثت کی شرطیں: جب تک وراثت کی شرطیں موجود نہ ہوں اسوقت تک دو شخصوں کے درمیان وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔ یہ شرطیں درج ذیل ہیں:

الف۔ مورث کی وفات' اس وفات کی تین صورتیں ہیں:

(۱) حقیقی موت' کیونکہ مورث کی وفات سے پہلے بالا جماع توارث جاری نہیں ہوتا۔

(۲) حکمی موت' مثلاً ایک شخص کہیں چلا جائے اور اس کے متعلق کوئی خبر معلوم نہ ہو حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے اور پھر قاضی اس کی موت کا فیصلہ سنا دے اس کی موت کے بارے میں قاضی کے فیصلے کے ساتھ ہی اسے حکمی طور پر مردہ تصور کر لیا جائے گا اور اسکے ورثاء اس کا مال وراثت کے قواعد کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیں گے اور اس کی بیوی کے لیے کسی اور سے نکاح کر لینا حلال ہو جائے گا۔ (دیکھیے مادہ مفقود)

(۳) تقدیری موت' مثلاً کوئی شخص کسی حاملہ عورت کو اس طرح ضرب لگائے کہ اس کا بچہ مردہ حالت میں گر جائے۔ ایسی صورت میں یہ تصور کیا جائے گا کہ بچہ ضرب کی وجہ سے مر گیا ہے اور ضرب لگنے سے پہلے وہ زندہ تھا۔ پھر اس کی دیت واجب ہو جائے گی۔ یہ دیت غرہ یعنی ایک غلام یا لونڈی کی شکل میں واجب ہوگی اور ماں کو اس بچے کی وراثت ملے گی۔

ب۔ مورث کی موت کے وقت وارث کا زندہ ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی زندگی: مثلاً ایک شخص وفات پا جائے اور اس کے چند بھائی بہن زندہ ہوں جو اسکے کفن دفن کا انتظام کریں۔ ان کی زندگی حقیقی زندگی ہوگی۔

(۲) تقدیری زندگی' مثلاً ماں کے پیٹ کا حمل اس کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ وہ زندہ ہے اگر حمل کا باپ مر جائے اور وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہو تو میراث میں اس کا حصہ اس کی پیدائش تک اٹھا رکھا جائے گا۔ اگر وہ زندہ پیدا ہو جائے تو اپنا حصہ لے لے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''جب بچہ پیدا ہو کر رونے کی آواز نکالے تو وہ وارث قرار پائے گا اور دوسروں کو وارث بنائے گا اور مر جانے کی صورت میں اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔''[۲۲۴] استہلال کے معنی ہیں کہ وہ رونے چیخنے کی آواز نکالے یا پیدائش کے وقت اس سے ایسی بات کا ظہور ہو جائے جو اس کی زندگی پر دلالت کرتی ہو۔

اگر مورث اور وارث دونوں ہی مردہ پائے جائیں مثلاً دونوں ڈوب جائیں یا دونوں پر کوئی چھت وغیرہ گر جائے اور ملبے سے دونوں کی لاش نکلے یا اس طرح کی کوئی اور صورت ہو جائے تو دونوں میں سے کوئی

بھی دوسرے کا وارث نہیں ہوگا بلکہ دونوں کا متروکہ مال ان کے زندہ ورثاء کو مل جائے گا۔ (۲۲۵)

ج۔ درجے کے اعتبار سے قریب ہونا: قرب درجہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ میت سے قریب رشتہ دار میت سے اقرب یعنی زیادہ قریب رشتہ دار کی وجہ سے میراث سے محجوب یعنی محروم رہے گا اس لیے میت کے باپ کی موجودگی میں میت کے بھائی وارث نہیں ہوں گے کیونکہ باپ ان کی بہ نسبت میت سے زیادہ قریب ہوگا اس لیے کہ باپ کے واسطے سے میت کے ساتھ ان کا رشتہ ہو گا۔

د۔ وراثت کے کسی مانع کا عدم وجود۔ درج ذیل موانع کی وجہ سے ایک شخص وراثت سے محروم تصور ہو گا۔

(۱) غلامی: غلام کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا اس لیے کہ اسے ملکیت کا حق حاصل نہیں ہوتا اور اسکے ہاتھ آنے والا مال اس کے آقا کا ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''مملوک اپنے خون اور اپنے مال میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔'' (۲۲۶) اس بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس سے مکاتب کے بارے میں دو روایت منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق عقد کتابت کے ساتھ ہی مکاتب آزاد ہو جاتا ہے۔ (۲۲۷) اور دوسری روایت کے مطابق اگر اس کے ذمہ پانچ اوقیہ (سونے چاندی کے ایک وزن کا نام) یا پانچ اونٹ یا پانچ وسق (ایک پیمانے کا نام۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے) باقی ہوں تو وہ غریم یعنی مقروض شمار ہوگا۔ (۲۲۸) (دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کے جزب کا جزے)

(۲) قتل: قاتل اپنے مقتول سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا خواہ اس نے اسے عمداً قتل کیا ہو یا خطاء (۲۲۹) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''قاتل کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔'' (۲۳۰) ایک شخص نے اپنے بھائی کو غلطی سے قتل کر دیا حضرت ابن عباس سے مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے اسے وارث قرار نہیں دیا اور فرمایا: ''کوئی قاتل کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔'' (۲۳۱) یہ قول عموم کے صیغے کی صورت میں ہے اس لیے لفظ ''قاتل'' نکرہ ہے اور اس کا ذکر نفی کے سیاق میں ہوا ہے اس لیے یہ تمام قاتلوں کو عام ہوگا یعنی سب کو شامل ہوگا خواہ یہ قاتل باپ ہو یا بیٹا یا بھائی اور خواہ مقتول کا قاتل کے سوا کوئی اور وارث ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کو قتل کر

دیا وہ اس کا وارث نہیں بنے گا خواہ اس کے سوا مقتول کا کوئی اور وارث نہ بھی ہو اور قاتل مقتول کا باپ یا بیٹا کیوں نہ ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ دیا ہے کہ کسی قاتل کے لیے کوئی میراث نہیں۔"(۲۳۲)

(۳) وارث کے دین کا مورث کے دین سے مختلف ہونا: بنا بریں کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا خواہ وہ مرتد ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ مرتد اگر اپنے ارتداد پر مر جائے یا قتل ہو جائے تو اس کا مال فیء ہوگا اور اسے بیت المال میں رکھ دیا جائے گا(۲۳۳) کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: "مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔"(۲۳۴) نیز ارشاد ہے: "دو مختلف مذہبوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔"(۲۳۵) نیز مرتد کافر ہوتا ہے اس لیے مسلمان اس کا وارث نہیں ہوگا جس طرح اصلی کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ نیز اس کا مال مرتد کا مال ہوگا اس لیے وہ اس مال کے مشابہ ہوگا جو مرتد نے اپنے ارتداد کے دوران کمایا ہو۔ اس مال کو مرتد کے اہل دین کے حوالے کرنا بھی ممکن نہیں ہوگا اس لیے کہ مرتد ان کا وارث نہیں ہوگا اس لیے وہ بھی اس کے وارث نہیں ہوں گے۔ جس طرح دیگر ادیان کے ماننے والے اس کے وارث قرار نہیں پائیں گے نیز مرتد بہت سے احکامات کے اندر اپنے اہل دین سے مختلف ہوگا مثلاً اسے ارتداد والے دین پر برقرار رہنے نہیں دیا جائے گا۔ اس کا ذبیحہ کھایا نہیں جائے گا اور عورت ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہوگا س لیے وہ اس حربی کے مشابہ ہوگا جو ذمی کے بالمقابل ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابن عباس نے مرتد کا مال جب فیء قرار دے کر اسے مسلمانوں کے بیت المال میں رکھوا دیا تو گویا آپ نے مسلمانوں کو اس کا وارث بنا دیا، تو جواب میں ہم کہیں گے کہ مسلمان بیت المال سے میراث کے طور پر مال نہیں لیتے بلکہ فیء کے طور پر لیتے ہیں (بیت المال میں زکوٰۃ کے مال کے سوا دیگر مدات میں آنے والے اموال فیٔ کہلاتے ہیں۔ مترجم) جس طرح اگر ایک ذمی اپنے پیچھے کوئی وارث نہ چھوڑے تو اس کا سارا مال بیت المال میں چلا جاتا ہے۔ یا جس طرح عشر اور جزیہ وغیرہ بیت المال میں جاتا ہے۔

(۴) دین کے اعتبار سے اختلاف رکھنے والے جس طرح خود وارث نہیں ہوں گے اسی طرح وہ دیگر

ورثاء کو میراث سے مجوب بھی نہیں کر سکیں گے یعنی وہ دیگر ورثاء کو نہ تو میراث سے بالکلیہ محروم کر سکیں گے اور نہ ہی جزوی طور پر یہ حضرت ابن عباس کا مسلک ہے۔ (۲۳۶)

(۵) مخنث کی میراث: ہم جانتے ہیں کہ خنثیٰ کے اسم کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس کی ذکورت اور انوثت میں کوئی امتیاز نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اس کے اندر نہ تو عضو تذکیر ہوتا ہے اور نہ ہی عضو تانیث۔ خنثیٰ اپنے بچپن میں حالت اشکال میں ہوتا ہے۔ جب بڑا ہو جاتا ہے تو بعض دفعہ ذکورت کی نشانیاں اس پر ظاہر ہو جاتی ہیں مثلاً آواز میں خشونت اور سختی یا داڑھی کے بال کا ظہور یا عورتوں کی طرف میلان وغیرہ اور بعض دفعہ اس پر انوثت کی نشانیاں ظاہر ہو جاتی ہیں یا وہ خنثیٰ مشکل کی صورت میں رہتا ہے اور کبھی بھی امتیاز کی کوئی شکل ظاہر نہیں ہوتی۔

اگر ایک شخص وفات پا جائے اور اپنے پیچھے خنثیٰ ولد چھوڑ جائے تو اس صورت میں کیا اسے مذکر والا حصہ دیا جائے گا یا مونث والا حصہ؟

حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ خنثیٰ مشکل کا معاملہ اس وقت تک موقوف رکھا جائے جب تک وہ صغیر یعنی نابالغ رہے۔ اگر اس دوران میراث کی تقسیم کی ضرورت پیش آ جائے تو اسے اور اس کے ساتھ دیگر ورثاء کو وہی حصہ دیا جائے جس کے متعلق یقین ہو اور باقی ترکہ کو اس کے بالغ ہونے تک موقوف رکھا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ خنثیٰ کو مذکر فرض کر کے میراث کی تقسیم کا حساب کیا جائے، پھر اسے مونث فرض کر کے میراث کا حساب لگایا جائے اور دونوں حساب کے اعتبار سے کم تر حصے اسے اور اسکے ساتھ دیگر ورثاء کے حوالے کر دیئے جائیں اور باقیماندہ حصے اس کے بالغ ہونے تک موقوف رکھے جائیں اگر اس پر ذکورت کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو اسے مذکر فرض کر کے ہم نے میراث کی جو تقسیم کی تھی اس تقسیم کی طرف ہم لوٹ آئیں گے اور اگر اس پر انوثت کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو ہم اس تقسیم کی طرف لوٹیں گے جو ہم نے اسے مونث فرض کر کے کی تھی۔ اگر وہ بلوغت سے پہلے ہی وفات پا جائے یا خنثیٰ مشکل کی صورت میں بالغ ہو جائے اور اس کے اندر نہ تو ذکورت کی نشانیاں واضح ہوں اور نہ ہی انوثت کی تو اس صورت میں اسے مذکر کی میراث کا نصف اور مونث کی میراث کا نصف دے دیا جائے گا۔ (۲۳۷)

(۶) وارث ہونے والے رشتہ دار: ذیل میں ہم حضرت ابن عباس کے نقطہ نظر سے ورثاء اور میراث کے اندر ان کے احوال کا ذکر کریں گے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ میراث کے اصول قرآن کریم میں

بیان ہو چکے ہیں اور ان کیمتعلق کوئی اختلاف نہیں ہے اگر چہ بعض صحابہ کرامؓ کی طرف سے قرآن میں مذکورہ آیات میراث کے فہم میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے۔ ہم ذیل میں ان آیات کے بارے میں حضرت ابن عباس کے فہم کا ذکر کریں گے اور ساتھ ساتھ آپ کے اس فہم کا حوالہ بھی دیتے چلیں گے جس کے اندر آپ نے دیگر صحابہ کرامؓ سے الگ تھلگ راہ اختیار کی ہے۔

الف۔ باپ کی میراث: میراث کے اندر باپ کے تین احوال ہیں:

(۱) چھٹا حصہ جبکہ باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا پوتا ہو خواہ نیچے تک چلا گیا ہو کیونکہ سورۃ نساء آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد باری ہے (وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر میت صاحب اولاد ہو) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''والدین کے لیے وصیت اور اولاد کے لیے مال ہوتا تھا۔ اس کے بعد اللہ نے آیت میراث نازل فرمائی اور مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ مقرر کر دیا اور اولاد کے ساتھ والدین میں سے ہر ایک کیلیے ترکہ کا چھٹا حصہ مقرر کر دیا۔ اولاد کے ساتھ بیوی کے لیے آٹھواں حصہ اور اولاد کے بغیر چوتھا حصہ مقرر کر دیا۔ شوہر کے لیے ترکے کا چوتھا حصہ اس صورت میں مقرر کر دیا جب بیوی کی کوئی اولاد ہو خواہ اس کے نطفے سے ہو یا کسی اور مرد کے نطفے سے۔ بیوی کی کوئی اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے لیے ترکے کا نصف حصہ مقرر کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ: ''کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔'' اس طرح والدین کے لیے وصیت باطل ہوگئی۔'' (۲۳۸)

(۲) میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور اس کے ساتھ ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ بھی باپ کو دے دیا جائے گا۔

(۳) اگر میت یا اس کے بیٹے کی کوئی اولاد نہ ہو (خواہ مذکر ہو یا مونث) اور دیگر ذوی الفروض ہوں تو انہیں ان کے حصے دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ باپ کو دے دیا جائے گا اور اگر دیگر ذوی الفروض بھی نہ ہوں تو پھر سارا ترکہ باپ کو مل جائے گا کیونکہ سورۃ نساء آیت نمبر ۱۱ میں قول باری ہے۔ (فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ اگر میت صاحب اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کو ترکہ کا تیسرا حصہ دیا جائے گا) اس سے یہ مفہوم

ہوتا ہے کہ باقیماندہ ترکہ باپ کو مل جائے گا۔

ب۔ دادا کی میراث: حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ دادا باپ ہے اور میراث کے اندر اس کے ساتھ باپ والا معاملہ کیا جائے گا۔ یعنی وہ میت کے پوتے کے ساتھ خواہ نیچے تک کیوں نہ گیا ہو' چھٹے حصے کا حقدار ہوگا۔ اور پوتی کے ساتھ ترکے کا چھٹا حصہ لے گا اور ساتھ ہی ساتھ دیگر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ بھی اسے مل جائے گا۔ اگر پوتے پوتیاں نہ ہوں تو اس صورت میں دیگر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ اسے مل جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک دادا چونکہ باپ ہے' اس لیے دادا کے ہوتے ہوئے میت کے بھائی بہنوں میں سے کوئی وارث نہیں ہوگا۔ (۲۳۹) دادا کو باپ قرار دینے کے سلسلے میں حضرت ابن عباس نے اپنے مسلک کے حق میں کئی دلائل دیئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے دادا کو باپ کا نام دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے (وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اور میں نے اپنے آباء ابراہیم' اسحٰق اور یعقوب کی ملت کی پیروی کی) (۲۴۰) یہ حضرات آباء نہیں تھے اجداد تھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے: ''جو شخص چاہے میں اس کے ساتھ حجر اسود کے پاس اس امر پر لعان کرنے کے لیے تیار ہوں کہ دادا باپ ہے۔ خدا کی قسم' اللہ نے دادا اور دادی کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ وہ آباء ہیں چنانچہ ارشاد ہے (وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ) (۲۴۱) (سورۂ یوسف آیت نمبر ۳۸)

ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے دادا کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے اس سے سوال کیا کہ: ''تمہارا کون باپ سب سے بڑا ہے؟'' سائل آپ کی بات سمجھ نہ سکا' راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا' ''حضرت آدمؑ'' یہ سن کر حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (یَا بَنِیْ اٰدَمَ اے اولاد آدم) (۲۴۲) ایک اور شخص نے آپ سے دادا کے بارے میں پوچھا آپ نے سوال کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا۔ پھر پوچھا کہ کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں کا بیٹا ہوں' پھر پوچھا کہ وہ کس کا بیٹا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ فلاں کا بیٹا ہے' یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم صرف آباء کو شمار کر رہے ہو۔'' پھر آپ نے سورۂ یوسف کی درج بالا آیت تلاوت کی۔ (۲۴۳) حضرت عمرؓ نے آپ کو حضرت علیؓ

اور حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ اپنے پاس بلایا اور سب سے دادا کے حصے کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ دادا کو ہر حال میں ترکے کا تیسرا حصہ ملے گا۔ حضرت زید نے فرمایا کہ بھائیوں کے ساتھ اسے تیسرا حصہ ملے گا۔ اسے کل ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا اور وہ مقاسمہ کرے گا اگر مقاسمہ اس کے لیے بہتر ہو گا۔ (مقاسمہ یہ ہے کہ دادا کو ایک بھائی فرض کر کے اسے بھائیوں کے برابر حصہ دیا جائے) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''دادا باپ ہے اور اس کے ہوتے ہوئے بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج آیت نمبر ۷۸ میں فرمایا ہے (مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت) ہمارے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان آباء ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت زیدؓ کا قول اختیار کیا۔ (۲۴۴)

حضرت ابن عباس نے نظائر شریعت سے بھی اپنے اس مسلک پر استدلال کیا ہے کہ دادا باپ ہے اور دادا کی موجودگی میں بھائیوں کے لیے کوئی میراث نہیں وہ یہ کہ فرائض یعنی ورثاء کے حصوں کے اژدحام کی صورت میں شریعت بھائیوں کے سقوط کا فیصلہ دیتی ہے' دادا کے سقوط کا نہیں کیونکہ دادا صرف باپ کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے۔ (۲۴۵)

حضرت ابن عباس نے اپنے مسلک کے حق میں عقلی دلیل بھی دی ہے' چنانچہ فرمایا کہ: ''دادا بھائیوں کی بہ نسبت میت سے زیادہ قریب ہے کیونکہ بات کی طرح دادا کو میت کی پیدائش کے اعتبار سے قرابت حاصل ہے اور میت دادا کا جز بھی ہے۔ یہ بھی قرابت کا ایک پہلو ہے یعنی دادا کو میت کی نسبت سے ایلاد اور بعضیت کی قرابتیں حاصل ہیں۔ جبکہ بھائیوں کو یہ بات حاصل نہیں ہے۔ (۲۴۶)

آپ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: میرے بھائی کی بجائے میرا پوتا میرا وارث ہو گا اور میں اپنے پوتے کے بھائی کی بجائے اپنے پوتے کا وارث نہیں بنوں گا۔'' (۲۴۷) اپنے اسی نظریے کے تحت حضرت ابن عباس وراثت کے بہت سے مسائل کے فیصلے سناتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص وفات پا گیا' اس کا ایک حقیقی بھائی اور دادا پیچھے رہ گئے۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ سارا مال دادا کو مل جائے گا اور بھائی محروم رہے گا کیونکہ دادا باپ ہے اس لیے اس نے بھائی کو میراث سے محروم کر دیا۔ (۲۴۸)

ایک عورت کی وفات پر اس کا شوہر' ماں' بہن اور دادا رہ گئے آپ نے فیصلہ دیا کہ شوہر کو نصف ترکہ ملے گا' ماں کو تیسرا حصہ اور باقی ترکہ دادا کو ملے گا۔ بہن کو کچھ نہیں ملے گا اس لیے کہ وہ دادا کی وجہ سے ترکہ سے محروم ہو گئی۔ (۲۴۹)

آپ نے میت کی ماں، دادا اور بہن کے حصوں کے بارے میں فیصلہ دیا کہ ماں کو کل ترکے کا تیسرا حصہ ملے گا اور باقی دو حصے دادا کو مل جائیں گے اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا اس لیے کہ وہ دادا کی وجہ سے ترکے سے محروم ہوگئی کیونکہ حضرت ابن عباس کے نزدیک دادا باپ کی طرح ہے۔ (۲۵۰) یہی وہ مسئلہ ہے جو حجاج بن یوسف کے سامنے پیش ہوا تو اسے اس کا کوئی جواب نہیں سوجھا۔ اس نے اس کے متعلق فتویٰ معلوم کرنے کے لیے عامر شعبی کو پیغام بھیجا۔ شعبی کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے پیغام بھیجا کہ تم ماں، دادا اور ایک بہن کے مسئلے میں ان کے حصوں کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب میں کہا کہ اس مسئلے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہؓ کے درمیان اختلاف رائے رہا ہے۔ وہ حضرات یہ ہیں، حضرت ابن مسعودؓ حضرت علیؓ حضرت زیدؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عباس، حجاج نے پوچھا کہ ابن عباس کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے دادا کو باپ بنایا اور بہن کو کچھ نہیں دیا اور ماں کو تیسرا حصہ دیا، اس نے پوچھا کہ ابن مسعودؓ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ترکہ کے چھ حصے کر کے تین حصے بہن کو، دو حصے دادا کو اور ماں کو باقی کا تیسرا حصہ دیا ہے۔ حجاج نے پھر پوچھا کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی کیا رائے تھی؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ترکہ کے تین حصے کیے تھے اور ہر ایک کو ایک حصہ دے دیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ ابوتراب (حضرت علیؓ) کی کیا رائے تھی؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ترکہ کے چھ حصے کیے تھے اور پھر بہن کو تین حصے، ماں کو دو حصے اور دادا کو ایک حصہ دیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ زیدؓ کی کیا رائے تھی؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ترکہ کے نو حصے کیے تھے پھر ماں کو تین حصے، بہن کو دو حصے، اور دادا کو چار حصے دیئے تھے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا کہ قاضی صاحب سے کہو کہ وہ اس مسئلے کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی رائے کے مطابق جاری کریں۔ (۲۵۱)

ج۔ شوہر کی میراث: حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ: ''اللہ نے شوہر کے لیے چوتھا حصہ مقرر کیا ہے اگر اس کی مرحومہ بیوی کا اس کے نطفے سے یا کسی اور مرد کے نطفے سے کوئی اولاد ہو۔ اگر اولاد نہ ہو تو اسے کل ترکے کا نصف ملے گا۔ (۲۵۲) کیونکہ ارشاد باری ہے (وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ تمہیں اپنی بیویوں کے چھوڑے ہوئے ترکے کا نصف حصہ ملے گا اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ اگر اولاد ہو تو تمہیں ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملے گا۔)

د۔ بیوی کی میراث: حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے اولاد کے ساتھ

آٹھواں حصہ مقرر کیا اور اگر اس کے شوہر کی کوئی اولاد نہ ہو تو اسے ترکے کا چوتھا حصہ ملے گا۔"(۲۵۳) خواہ یہ اولاد مذکورہ بیوی کے بطن سے ہو یا کسی اور بیوی کے بطن سے۔ کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر۱۲ میں ارشاد باری ہے (وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اور عورتوں کے لیے تمہارے چھوڑے ہوئے ترکہ کا چوتھا حصہ ہوگا اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ اگر تمہاری اولاد ہو تو انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔)

ھ۔ بیٹیوں کی میراث: میراث کے اندر بیٹیوں کے تین احوال ہیں۔

(۱) اگر بیٹیوں کے ساتھ ان کا کوئی بھائی ہو تو وہ انہیں عصبہ بنا دے گا اور پھر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ ان کے درمیان مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصے کے حساب سے تقسیم ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "پہلے یہ دستور تھا کہ والدین کے لیے وصیت اور اولاد کے لیے مال ہوتا۔ اس کے بعد اللہ نے آیت میراث نازل فرمائی اور مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ مقرر کر دیا۔"(۲۵۴)

(۲) ایک اور دو بیٹیاں ترکے کا نصف حصہ حاصل کریں گی بشرطیکہ ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی نہ ہو۔ اس مسئلے کے اندر حضرت ابن عباس نے جمہور صحابہ سے اختلاف رائے کیا ہے۔ کیونکہ جمہور صحابہ ایک بیٹی کو ترکے کا نصف حصہ اور دو بیٹیوں کو ترکے کا دو تہائی حصہ دیتے ہیں لیکن حضرت ابن عباس دو بیٹیوں کو بھی نصف حصہ دیتے ہیں۔ آپ سورۂ نساء آیت نمبر۱۱ میں مذکور ارشاد باری کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے (فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ اگر یہ دو سے اوپر عورتیں ہوں تو ان کے لیے ترکہ کا دو تہائی ہوگا۔)(۲۵۵) جمہور نے اپنے مسلک کی تائید میں کئی دلائل پیش کیے ہیں۔

ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء آیت نمبر۱۷۶ میں اپنے ارشاد کے ذریعے دو بہنوں کو دو تہائی ترکہ عطا کیا ہے۔ ارشاد ہے (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ آپ سے لوگ فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں

فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو اسے اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ بہن کا وارث ہو گا اگر بہن بے اولاد مر جائے' اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو انہیں اس کے ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا) اگر دو بہنیں دو تہائی ترکہ حاصل کریں گی تو دو بیٹیاں بطریق اولیٰ دو تہائی ترکہ حاصل کریں گی کیونکہ دونوں بیٹیاں دونوں بہنوں کی بہ نسبت میت سے زیادہ قریب ہوں گی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی دونوں بیٹیوں کے لیے دو تہائی ترکہ دینے کا حکم دیا تھا۔ حضرت سعد بن الربیعؓ کی بیوہ اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا: ''اللہ کے رسولؐ یہ سعد بن الربیع کی دونوں بیٹیاں ہیں ان کے والد غزوۂ احد میں آپ کے ساتھ تھے اور وہیں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا اور ان کے لیے کوئی مال نہیں چھوڑا' مال کے بغیر ان کی شادیاں نہیں ہو سکتیں۔'' یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ''اس بارے میں اللہ فیصلہ کرے گا۔'' پھر آیت میراث نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچا کو بلوایا اور فرمایا: ''سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی ترکہ دو' ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو اور باقی ترکہ تم لے لو۔''(۲۵۶)

تیسری دلیل: حضرت سعدؓ کی دونوں بیٹیوں کا واقعہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱ کی تفسیر کرتا ہے جس کے ذریعے حضرت ابن عباس نے استدلال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے (فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ) اس صورت میں اس آیت کے یہ معنی ہوں گے۔ ''اگر یہ دو عورتیں یا ان سے زائد ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا۔'' شریعت میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ تین دنوں سے زائد کا سفر اختیار کرے مگر اس کے ساتھ یا تو اس کا باپ یا شوہر یا بیٹا یا بھائی یا کوئی محرم ہو۔'' یعنی مذکورہ عورت کے لیے تین دن یا اس سے زائد کا سفر حلال نہیں ہے' اس کی دلیل دوسری روایت میں اسی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ ''.....کہ وہ تین دن یا اس سے زائد کا سفر کرے۔'' ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔ ''عورت تین دنوں کا سفر نہ کرے مگر کسی محرم کے ساتھ.......''(۲۵۷)

(۳) تین یا اس سے زائد بیٹیاں دو تہائی ترکہ حاصل کریں گی بشرطیکہ ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی نہ ہو۔ اوپر یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرات صحابہ کرام دو بیٹیوں کو دو تہائی ترکہ دیتے تھے لیکن حضرت ابن عباس نے اس بارے میں ان حضرات سے اختلاف کیا تھا آپ تین بیٹیوں کو دو تہائی ترکہ

دیتے۔

و۔ بہنوں کی میراث: میراث کے اندر حقیقی بہنوں کے احوال درج ذیل ہیں:

(۱) اگر ایک بہن یا بہنوں کے ساتھ ان کا کوئی بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ بنا دے گا اور پھر ذوی الفروض کے حصص دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ یہ بہنیں اپنے بھائی کے ساتھ مل کر حاصل کریں گی اور اس کی تقسیم ان کے درمیان ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر کے اصول کے تحت عمل میں آئے گی۔

(۲) اگر بہن ایک ہو اور اس کے ساتھ کوئی بھائی نہ ہو تو اس صورت میں بہن نصف ترکہ حاصل کرلے گی۔

(۳) اگر بہنیں دو یا دو سے زائد ہوں اور ان کے ساتھ کوئی بھائی نہ ہو تو یہ دو تہائی ترکہ حاصل کرلیں گی۔

یہ تمام صورتیں اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء آیت نمبر ۱۷۶ میں یکجا کر دی ہیں۔ ارشاد باری ہے

(یَسْتَفْتُوْنَکَ، قُلِ اللهُ یُفْتِیْکُم فِی الْکَلَالَةِ، اِنِ امْرُءٌ هَلَکَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَکَ، وَهُوَیَرِثُهَا اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهَا وَلَدٌ . فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَکَ، وَاِنْ کَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالاً وَّنِسَاءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ . یُبَیِّنُ اللهُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا، وَاللهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ. لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف حاصل کرے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہوں گی اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا۔ اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔)

(۴) میت کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی وجہ سے بہنیں میراث سے محروم رہیں گی۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیرؓ کے نزدیک بیٹی کی موجودگی میں بہن وارث نہیں بنتی۔ یہ مسلک اختیار کرکے حضرت ابن عباس نے جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اختلاف رائے کیا ہے۔ آپ اپنے مسلک کے حق میں درج بالا آیت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت نے آپ کی رائے میں اولاد کی عدم موجودگی کی شرط کے ساتھ بہن کو میراث کا حقدار قرار دیا ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد ہو تو اس صورت میں بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کی وفات ہو گئی ہے اور وہ اپنے پیچھے اپنی بیٹی اور سگی بہن چھوڑ گیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ''بیٹی کو ترکے کا نصف حصہ ملے گا اور بہن کو کچھ نہیں ملے گا اور باقیماندہ نصف ترکہ عصبات کو مل جائے گا۔'' اس شخص نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اس مسئلے کا فیصلہ کسی اور طرح کیا ہے' انہوں نے بیٹی کو نصف ترکہ اور بہن کو نصف ترکہ دیا ہے' یہ سن کر حضرت ابن عباس کو غصہ آ گیا اور فرمایا: ''تم لوگ زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اس کا ارشاد ہے (اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَكَ) اور تم کہتے ہو کہ بہن کو نصف ترکہ ملے گا خواہ میت کی اولاد بھی موجود کیوں نہ ہو۔'' (۲۵۸) جمہور نے اپنے مسلک کے حق میں چند دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ بیٹیوں کے ساتھ بہنیں وارث ہوں گی البتہ بیٹیاں انہیں عصبہ بنا دیں گی۔ دلائل درج ذیل ہیں:

اوّل: جس آیت سے حضرت ابن عباس نے اپنے مسلک کے حق میں استدلال کیا ہے اس میں یہ مراد نہیں کہ بیٹی کی موجودگی میں بہن کسی چیز کی وارث نہیں ہوتی بلکہ آیت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ میت کی اولاد کی موجودگی میں بہن کے لیے ترکہ کا نصف حصہ فرض یعنی مقرر نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ بیٹی کے ہوتے ہوئے بہن کو جو کچھ ملتا ہے وہ مقررہ حصے کی بنیاد پر نہیں ملتا بلکہ عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے۔

دوم: زیر بحث آیت میں لفظ ولد سے مذکر ولد (بیٹا) مراد ہے' مونث ولد مراد نہیں ہے۔ اس کی دلیل آیت کے یہ الفاظ ہیں (وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ) یہاں ولد سے بالاتفاق بیٹا مراد ہے کیونکہ بیٹی کے ساتھ بھائی وارث بن جاتا ہے لیکن بیٹے کے ساتھ وارث نہیں بنتا۔

سوم: اوپر جن دلائل کا ذکر ہوا ہے ان کی تائید و توثیق اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی ایک بیٹی' ایک پوتی اور ایک بہن رہ گئی ہے' انہوں نے فرمایا: ''بیٹی کو نصف ترکہ اور بہن کو نصف ترکہ مل جائے گا۔'' پھر انہوں نے سائل سے مزید کہا کہ وہ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہ مسئلہ پوچھ لے' وہ میری ہمنوائی کریں گے۔ جب سائل حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گیا اور انہیں مسئلے کی صورت

حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے فرمایا: ''اگر میں ابوموسیٰؓ کی ہمنوائی کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور صحیح راستے پر نہیں رہ سکوں گا' میں تو اس مسئلے میں وہی فیصلہ دوں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا' بیٹی کو نصف ترکہ ملے گا' پوتی کو چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی کی تکمیل ہو جائے اور باقیماندہ ترکہ بہن کو مل جائے گا۔'' سائل نے جب یہ تفصیل حضرت ابوموسیٰؓ کو بتائی تو انہوں نے فرمایا: ''جب تک یہ حبر یعنی عالم تمہارے درمیان موجود ہے اس وقت تک تم لوگ مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھو۔''

(۲۵۹) اسود بن یزید النخعی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہمارے امیر اور معلم مقرر ہو کر آئے ہم نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص وفات پا گیا اور اس کے پیچھے ایک بیٹی اور ایک بہن رہ گئی' انہوں نے فرمایا کہ بیٹی کو نصف ترکہ اور بہن کو نصف ترکہ مل جائے گا' اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے۔ (۲۶۰)

(۵) اگر بہنیں تین یا تین سے زائد ہوں اور وہ ماں کے تیسرے حصے کو کم کر کے چھٹا حصہ کر دیں تو وہ ماں کے حصے سے رہ جانے والے چھٹے حصے کو بھی اپنے مقررہ حصص کے ساتھ حاصل کر لیں گی۔ اگر انہیں مقررہ حصے نہ مل رہے ہوں تو وہ یہی چھٹا حصہ لے کر آپس میں تقسیم کر لیں گی۔

ز۔ ماں کی میراث: میراث کے اندر ماں کے درج ذیل احوال ہیں:

(۱) اگر میت یا اس کے بیٹے کی اولاد نہ ہو یا اس کے تین یا اس سے زائد بھائی بہن نہ ہوں تو ان صورتوں میں ماں کو پورے ترکے کا تیسرا حصہ ملے گا۔ اس اصول سے کوئی صورت مستثنیٰ نہیں ہے۔ گذشتہ سطور میں ہم نے دیکھا ہے کہ ماں' بہن اور دادا کے مسئلے میں حضرت ابن عباس نے ماں کو کل ترکے کا تیسرا حصہ دیا تھا کیونکہ میت کی اولاد یا بھائی بہنوں میں سے کوئی موجود نہیں تھا' باقیماندہ ترکہ دادا کو مل گیا تھا اور بہن کو کچھ نہیں ملا تھا۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جزب)

اگر والدین اور شوہر یا والدین اور بیوی پسماندگان ہوں تو دونوں صورتوں میں حضرت عمرؓ کا اجتہاد یہ تھا کہ پہلے شوہر یا بیوی کو اس کا مقررہ حصہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد باقیماندہ ترکہ کا تیسرا حصہ ماں کو ملے گا۔ ان دونوں مسئلوں کو عمریتین (حضرت عمرؓ کی طرف منسوب) کہتے ہیں۔ جمہور صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد کی موافقت کی تھی لیکن حضرت ابن عباس نے سب سے اختلاف رائے کرتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ دونوں مسئلوں میں ماں کو کل مال کا تیسرا حصہ ملے گا اور سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد باری کے

ظاہر سے اپنے حق میں استدلال کیا یعنی (فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ اگر میت بے اولاد ہو اور اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''فرائض یعنی مقررہ حصص ان کے حقداروں کو پہنچاؤ اور پھر جو کچھ باقی رہ جائے تو قریب ترین مرد رشتہ دار کو مل جائے گا۔'' (۲۶۱) ابراہیم نخعی نے کہا تھا کہ حضرت ابن عباس نے درج بالا دونوں مسئلوں میں اہل صلوٰۃ کی مخالفت کرتے ہوئے ماں کو کل مال کا تیسرا حصہ دیا تھا۔ (۲۶۲) عکرمہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس شوہر اور ماں باپ یکجا ہونے کی صورت میں ان کے حصص کے متعلق مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا: ''شوہر کو نصف ترکہ مل جائے گا اور باقیماندہ کا تیسرا حصہ ماں کو ملے گا اور باقی رہ جانے والا مال باپ کو مل جائے گا۔'' حضرت ابن عباس ماں کو کل ترکے کا تیسرا حصہ دینے کے قائل تھے۔ آپ نے مجھے دوبارہ حضرت زیدؓ کے پاس بھیجا کہ پوچھ کر آؤں کہ آپ کا یہ مسلک کیا کتاب اللہ میں موجود ہے؟ حضرت زید نے جواب میں فرمایا: ''نہیں، لیکن میں ماں کو باپ پر فضیلت دینا پسند نہیں کرتا۔'' (۲۶۳)

جمہور نے اپنے اس مسلک کی صحت پر کہ مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کے اندر زوجین میں سے ایک کو اس کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقیماندہ ترکے کا تیسرا حصہ ماں کو ملے گا' یہ دلیل پیش کی ہے کہ ارشاد باری (فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ) کے معنی یہ ہیں کہ والدین جس حصے کے وارث ہوں گے اس کا ثلث یعنی تیسرا حصہ ماں کو مل جائے گا خواہ یہ پورا ترکہ ہو یا اس کا بعض حصہ کیونکہ اگر کل مال کا تیسرا حصہ مراد ہوتا تو اسے بیان کرنے کے لیے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱ میں یہ قول باری کافی ہوتا (فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ اگر میت بے اولاد ہو تو اس کی ماں کو تیسرا حصہ ملے گا) یعنی آیت کے الفاظ (وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ اور میت کے والدین وارث بن رہے ہوں) کی ضرورت نہ ہوتی۔ جس طرح اس آیت میں بیٹیوں کے حق میں ارشاد باری ہے (فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ اگر میت کی وارث دو سے زائد بیٹیاں ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا) اور اس کے بعد ارشاد ہے (وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اور اگر ایک بیٹی ہو تو اسے نصف ترکہ ملے گا) اس لیے ماں کے حق میں کل ترکہ کا تیسرا حصہ تسلیم کرنے سے یہ لازم آئے گا کہ ارشاد باری (وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ) بے فائدہ رہ جائے گا۔ دوسری طرف اس آیت میں یہ دلالت بھی موجود نہیں کہ وراثت ماں باپ تک ہی محدود ہے۔ اگر اس حصہ کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو زیر بحث آیت میں نزاع کی صورت

پر سرے سے کوئی دلالت نہیں ہے نہ تو اثباتاً اور نہ ہی نفیاً۔اس لیے آیت کے حل کی خاطر یہ طریقہ اختیار کیا جائے گا کہ اصول کے اندر والدین کی وہی حیثیت ہے جو فروع کے اندر بیٹے اور بیٹی کی ہے اس لیے کہ مذکر اور مونث کی وراثت کا سبب ایک ہے اور والدین میں سے ہر ایک میت کے ساتھ بلاواسطہ اتصال رکھتا ہے۔ بنا بریں جس طرح فروع کی صورت میں ذوی الفروض کو ان کے حصص دینے کے بعد بیٹا اور بیٹی کے درمیان باقیماندہ ترکہ دو اور ایک کی نسبت سے تقسیم ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی زوجین میں سے ایک کو اس کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقیماندہ ترکے کے تین حصے کئے جائیں گے اور اس کا تیسرا حصہ ماں کو دے دیا جائے گا جس طرح اس صورت میں ہوتا ہے جب صرف ماں باپ ہی وارث بن رہے ہوں۔اس طرح ماں کا حصہ باپ کے حصے کے نصف سے زائد نہیں ہوگا جس طرح قیاس کا تقاضا ہے۔''عمریتین'' کے پہلے مسئلے میں ثلث حقیقت میں چھٹا حصہ ہے اور دوسرے مسئلے میں وہ چوتھا حصہ ہے لیکن علماء نے قرآن کریم کے لفظ کی پیروی میں زیر بحث حصے کو''باقیماندہ کی تہائی'' سے تعبیر کیا ہے اور اس طرح قرآنی آداب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ (۲۶۴)

(۲) اگر ماں کے ساتھ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد یعنی پوتا پوتی' پڑپوتا پڑپوتی خواہ یہ سلسلہ اور نیچے پہنچا ہو تو اسے چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد باری ہے (وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ اور اگر میت صاحب اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا) حضرت ابن عباس نے فرمایا:''میت کی اولاد کے ساتھ ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔''(۲۶۵) ماں کو اس صورت میں بھی چھٹا حصہ ملے گا جب اس کے ساتھ میت کے تین بھائی بہن ہوں خواہ سب مذکر ہوں یا سب مونث یا ملے جلے ہوں اور خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔حضرت ابن عباس سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱ کے ظاہر قول باری سے استدلال کرتے ہیں۔ارشاد باری ہے (فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ اگر میت کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا) عربوں کی لغت میں''اخوۃ'' کا لفظ جمع کا صیغہ ہے اور اس کا اطلاق تین یا تین سے زائد پر ہوتا ہے۔(۲۶۶) روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا:''(فَاِنۡ كَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ) آپ کی قوم کی زبان میں دو بھائی اخوۃ نہیں ہوتے۔''حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا:''میں اس بات کو مسترد نہیں

کر سکتا جو پہلے سے چلی آ رہی ہے اور اہل امصار اس پر عمل پیرا رہے ہیں نیز تمام لوگ اس بات کے ایک دوسرے سے وارث بنے ہیں۔"(۲۶۷) بنا بریں حضرت ابن عباس نے والدین اور دو بھائیوں کی میراث کے مسئلے میں فرمایا تھا کہ ماں کو تیسرا حصہ ملے گا اس لیے کہ بھائی تین سے کم ہیں اور باقی ترکہ باپ کو مل جائے گا۔ دونوں بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۲۶۸)

تین بھائی بہنوں کے سبب ماں جس چھٹے حصے کا نقصان اٹھائے گی اسے یہی بھائی بہن حاصل کر لیں گے۔ حضرت ابن عباس سے والدین اور تین یا اس سے زائد بھائی بہنوں کی میراث کے مسئلے میں مروی ہے کہ ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور بھائی بہنوں کو چھٹا حصہ ملے گا یہ حصہ وہی ہے جس سے انہوں نے ماں کو محروم کر دیا تھا اور باقی ترکہ باپ کو مل جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''بھائی بہنوں نے ماں کو چھٹے حصے سے اس لیے محروم کیا ہے کہ وہ اسے خود حاصل کر لیں۔"(۲۶۹) طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جس چھٹے حصے سے ماں محروم ہوئی ہے وہ بھائی بہنوں کو مل جائے گا۔" میں نے پوچھا۔ ''پھر اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی بہنوں کا کیا ہوگا؟" آپ نے جواب دیا: ''میں انہیں بھی دیگر بھائی بہنوں کی طرح خیال کرتا ہوں۔" میں نے عرض کیا: ''کیا علاتی اور حقیقی بھائی بہن بھی ان کی طرح ہوں گے؟" یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''چپ ہو جاؤ۔" طاؤس کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بعض شیوخ کی زبان سے بھی حضرت ابن عباس کی یہی بات سنی تھی۔ (۲۷۰)

اگر ذوی الفروض کے حصص مذکورہ چھٹے حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں تو یہ حصہ حقیقی یا علاتی بھائی بہنوں سے لیا جائے گا۔ ایک عورت وفات پا گئی اور اس کے پسماندگان میں شوہر، ماں، اخیافی اور حقیقی بھائی بہن رہ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''شوہر کو نصف ترکہ، ماں کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی بہنوں کو تیسرا حصہ ملے گا، اس کے بعد چونکہ ترکہ باقی نہیں رہے گا اس لیے حقیقی بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔" اگر بھائی بہنوں کے ساتھ باپ ہو تو اس صورت میں حقیقی یا علاتی بھائی بہن محروم رکھے جائیں گے اور ماں کا وہ چھٹا حصہ جس سے اسے محروم کر دیا گیا تھا اخیافی بھائی بہنوں کو دے دیا جائے گا۔ (۲۷۱) بنا بریں اگر ایک عورت وفات پا جائے اور اس کے پسماندگان میں شوہر، ماں، باپ اور اخیافی نیز حقیقی بھائی بہن رہ جائیں تو اس صورت میں شوہر کو ترکے کا نصف، ماں کو بھائی بہنوں کی موجودگی کی وجہ سے چھٹا حصہ، اخیافی بھائی بہنوں کو ماں کے ہاتھ سے نکل جانے والا چھٹا حصہ اور باپ کو باقیماندہ ترکہ مل جائے گا۔ حقیقی بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۲۷۲)

حضرت ابن عباس نے دو بھائی بہنوں کی موجودگی کی بجائے تین بھائی بہنوں کی موجودگی میں ماں کو تیسرے حصے سے چھٹے حصے کی طرف منتقل کر کے نیز بھائی بہنوں کی وجہ سے ماں سے لیا ہوا چھٹا حصہ ان بھائی بہنوں کو دے کر جمہور سے اختلاف رائے کیا ہے۔ جمہور صحابہء کرام کا مسلک یہ تھا کہ وہ دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں ماں کو تیسرے حصے سے چھٹے حصے کی طرف منتقل کر دیتے تھے نیز ماں کے حصے سے نکلا ہوا یہ چھٹا حصہ ان بھائی بہنوں کو دینے کی بجائے پورے ورثاء پر ان کے حصص کی نسبت سے تقسیم کر دیتے تھے۔ اس بارے میں جمہور کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

اول: ارشاد باری ہے (فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ) اس آیت میں اخوۃ'' کا لفظ جمع کا صیغہ ہے اور جمع کا اطلاق دو پر ہوتا ہے بلکہ بعض کے نزدیک جمع کا کم سے کم درجہ دو ہے۔

دوم: استقراء کے نتیجے میں ہم نے دیکھا ہے کہ میراث کے اندر دو کا حکم جماعت کے حکم کی طرح ہے مثلاً دو بیٹیاں استحقاق کے اندر دو سے زائد بیٹیوں کی طرح ہیں اسی طرح دو بہنیں دو سے زائد بہنوں کی طرح ہیں۔ بنابریں تیسرے حصے سے چھٹے حصے پر پہنچانے کے عمل یعنی حجب (نقصان) کے اندر بھی اسی اصول کو مدنظر رکھا جائے گا۔

سوم: حضور ﷺ نے دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں ماں کو چھٹا حصہ دیا تھا۔

چہارم: اس اصول پر حضرت ابن عباس ﷺ سے پہلے ہی اجماع منعقد ہو چکا تھا

ح۔ اخیافی بھائی بہنوں کی میراث: انکی میراث کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اگر صرف ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو اسے چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ سورۃ نساء آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد باری ہے (وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ) اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا) سب کا اس پر اجماع ہے کہ آیت میں مذکورہ بھائی بہن سے مراد اخیافی بھائی یا بہن ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت سعد بن مالکؓ کی قرآت میں ہے (وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ مِنَ الْاُمِّ) (۲۷۳) اگر اخیافی بھائی بہن ملے جلے ہوں یعنی چند بھائی اور چند بہنیں ہوں تو وہ یہ تیسرا حصہ آپس میں مرد کے لئے دو حصے اور عورت کے

لئے ایک حصے کے حساب سے تقسیم کر لیں گے کیونکہ درج بالا آیت میں مذکور ہے (فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ وہ سب تیسرے حصے میں شریک ہوں گے) اس شراکت کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں ایک اور آیت سے ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے (فَإِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالاً وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ) اگر یہ بھائی مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہو گا) (۲۷۴) اس بات کے اندر بھی حضرت ابن عباسؓ نے جمہور صحابہؓ سے اختلاف رائے کیا ہے۔ ان حضرات کا قول ہے کہ ماں کی اولاد اپنا حصہ یکساں تقسیم کرے گی یعنی مرد عورتوں کی طرح ہوں گے جمہور نے اس قول کے حق میں سورۃ نساء آیت ۱۲ کے اندر مذکورہ قول باری سے استدلال کیا ہے کہ (وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مگر اس کا ایک بھائی یا بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا) یہاں مرد اور عورت کے درمیان یکسانیت رکھی گئی نیز قول باری (فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ) میں بھی کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ اس طرح پہلی آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے کیونکہ ہر ایک آیت اخیافی بھائی بہنوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے حضرت ابن عباسؓ نے سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۷۶ (فَإِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالاً وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ) سے جو استدلال کیا ہے اس میں یہ نقص ہے کہ اسے قول باری (فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ) کی تفسیر قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں سے ہر ایک کا موضوع جدا ہے اس لئے کہ پہلی آیت کا موضوع حقیقی اور علاتی بھائی بہن ہیں جبکہ دوسری آیت کا موضوع اخیافی بھائی بہن ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اخیافی بھائی بہنوں کا اپنا تیسرا حصہ آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لینے پر حضرت ابن عباسؓ سے پہلے ہی اجماع منعقد ہو چکا تھا حضرت ابن عباسؓ صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔

(۲) اگر حقیقی بھائی بہن اخیافی بھائی بہنوں کے ساتھ یکجا ہو جائیں اور ذوی الفروض کے حصص پورا ترکہ اپنی لپیٹ میں لے لیں اور حقیقی بھائی بہنوں کے لیے کچھ بھی باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں بعض صحابہؓ کے نزدیک حقیقی بھائی بہن اخیافی بھائی بہنوں کے حصے میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں گے جبکہ صحابہ کرامؓ کے دوسرے گروہ کے نزدیک اس صورت میں ذوی الفروض کو ان کے حصص دے دیے جائیں گے اور حقیقی بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ ترکہ میں سے ان

کے لئے کچھ باقی نہیں ہوگا حضرت ابن عباسؓ بھی اسی گروہ کے ہمنوا ہیں۔ اس صورت کا حامل مسئلہ اہل فرائض کے نزدیک مسئلہ مشترکہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ یہ کہ کوئی عورت وفات پا جائے اور پسماندگان میں شوہر، ماں، اخیافی بھائی بہن، حقیقی بھائی بہن اور باپ رہ جائیں حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک شوہر کو نصف ترکہ ملے گا، ماں کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی بہنوں کو تیسرا حصہ ملے گا۔ حقیقی بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۲۷۵)

(۳) اگر اخیافی بھائی میت کا چچازاد بھی ہو تو وہ اپنی دونوں قرابتوں کے تحت وارث ہوگا یعنی اخیافی بھائی کے طور پر اور چچازاد کے طور پر (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز ب کے جز ا کا جز ب)

ط۔ جدات کی میراث: اسکے احوال درج ذیل ہیں۔

(۱) جمہور صحابہؓ کا مسلک یہ ہے کہ میت کی طرف جس جدہ کی نسبت غیر وارث مذکر کے ذریعے ہو وہ وارث نہیں بنے گی مثلاً نانا کی ماں۔ اہل فرائض اسے جدۂ فاسدہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس مسئلے کے اندر بھی حضرت ابن عباسؓ نے جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مذکورہ جدہ وارث ہوگی۔ (۲۷۶)

(۲) صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے اور حضرت ابن عباسؓ بھی انکے ہمنوا ہیں کہ ماں کی موجودگی میں جدہ وارث نہیں ہوگی جس طرح باپ کی موجودگی میں دادا حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے نزدیک وارث نہیں ہوگا (۲۷۷)

(۳) اگر ماں نہ ہوتی تو حضرت ابن عباسؓ نانی کو اگر وہ موجود ہوتی، میراث کے استحقاق میں ماں کی طرح قرار دیتے۔ نانی میت کی اولاد یا اسکے بیٹے کی اولاد یعنی میت کے پوتے پوتی پڑپوتے پڑپوتی کے ساتھ خواہ یہ سلسلہ اور نیچے پہنچے یا تین بھائی بہنوں کی موجودگی میں چھٹا حصہ لے گی اور ان سب کی عدم موجودگی میں تیسرا حصہ حاصل کرے گی۔ اس کے اس حصے کے اندر دیگر جدات میں سے کوئی بھی جدہ شریک نہیں ہوگی۔ یہ بات دادا پر قیاس کرتے ہوئے کی گئی ہے کیونکہ باپ کی عدم موجودگی میں دادا اسکے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پوتے پر بھی قیاس کیا گیا ہے کیونکہ بیٹے کی عدم موجودگی میں پوتا اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ ''شرح السراجیہ'' میں نانی کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک بیان ہوا ہے کہ جدہ یعنی نانی ماں کی عدم موجودگی میں

اس کی قائم مقام ہوگی اور اور میت کی اولاد اور بھائی بہن نہ ہونے کی صورت میں تیسرا حصہ لے گی اوران میں سے کسی ایک فرد کی موجودگی میں چھٹا حصہ حاصل کرے گی جس طرح دادا باپ کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور پوتا بیٹے کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام بن جاتا ہے پھر جس طرح ماں کے مقررہ حصے کے اندر کوئی بھی جدہ ماں کی مزاحم نہیں ہوتی اسی طرح نانی کے حصے میں بھی کوئی دیگر جدہ مزاحم نہیں ہوگی۔ (۲۷۸)

حضرت ابن عباسؓ نے نانی کو ماں کی قائم مقام بنا کر جمہور صحابہؓ سے اختلاف کر لیا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات ایک جدہ اور ایک سے زائد جدات کو چھٹا حصہ دیتے ہیں۔ جمہور نے اپنے مسلک پر حضرت قبیصہ بن ذویبؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک جدہ آئی اور اپنا حصہ میراث مانگنے لگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ''مجھے کتاب اللہ کے اندر تمہارے لئے کوئی حصہ نظر نہیں آتا اور نہ ہی سنت رسول اللہ میں اسکے بارے میں کوئی بات موجود ہے۔ تم واپس جاؤ میں لوگوں سے پوچھ کر تمہیں بتاؤں گا''۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اسے چھٹا حصہ دیا تھا میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کوئی اور شخص بھی ہے؟ اس پر حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری نے بھی حضرت مغیرہؓ جیسا بیان دیا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مذکورہ جدہ کے لئے چھٹا حصہ جاری کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس دوسری جدہ اپنا حصہ میراث مانگنے آئی حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ کتاب اللہ میں تمہارے لئے کوئی حصہ نہیں ہے اور حضرت ابوبکرؓ نے تمہارے سوا دوسری جدہ کے حق میں فیصلہ دیا تھا اور میں حصوں میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ البتہ مذکورہ چھٹا حصہ ہی ہے اگر تم دونوں یکجا ہو جاؤ تو یہ حصہ تم دونوں کے درمیان رہے گا اور تم میں سے جو بھی تنہا ہوگی یہ حصہ اسے مل جائے گا۔ (۲۷۸ ب)

(۴) حضرات ابن عباسؓ تمام جدات کو وارث بنانے کے قائل تھے خواہ ان کی تعداد کتنی زیادہ کیوں نہ ہو جاتی بشرطیکہ وہ ایک ہی درجہ میں ہوں، سوائے اس جدہ کے جو میت کی طرف کسی غیر وارث باپ کے ذریعے منسوب ہو یعنی ایسا باپ جو دو ماؤں کے درمیان واقع ہو۔ اسی بنا پر طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چار جدات کو وارث بنایا۔ آپ نے فرمایا: ''چار جدات وارث ہوں گی''(۲۷۹) وہ چار جدات یہ ہیں (۱) نانی کی نانی (۲) دادی کی نانی (۳) دادا کی نانی (۴) دادا کے باپ یعنی پردادا کی ماں۔ جن جدات کو غیر وارث باپ کے درمیان میں

آ جانے کی وجہ سے آپ نے وارث قرار نہیں دیا وہ یہ ہیں (۱) نانا کی نانی (۲) نانی کے باپ کی ماں (۳) نانا کے باپ کی ماں (۴) دادی کے باپ کی ماں۔ ان صورتوں کے اندر یا تو دو ماؤں کے درمیان ایک غیر وارث باپ واقع ہے یا میت کیطرف جد کسی مونث کے ذریعے منسوب ہو رہا ہے۔ (۲۸۰)

ی۔ عصبات کی میراث: عصبات ان ورثاء کو کہتے ہیں جن کا کوئی مقررہ حصہ نہیں ہوتا بلکہ ذوی الفرض سے بچ جانے والا ترکہ انہیں ملتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضور ﷺ کا یہ ارشاد اکثر دہرایا کرتے کہ: ''مقررہ حصص انکے حقداروں کو پہنچاؤ پھر مقررہ حصوں کی ادائیگی کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ قریب ترین مذکر کو مل جائے گا'' (۲۸۱)

عصبات کی دو قسمیں ہیں۔ عصبہ نسبی، عصبہ سببی

(۱) عصبہ نسبی: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں

الف۔ عصبہ بنفسہ، یعنی ہر ایسا مذکر جسکی میت کیطرف نسبت میں کوئی مونث واسطہ نہ بن رہی ہو۔ ان کے چار مراتب ہیں۔

پہلا مرتبہ یا درجہ: میت کا جز مثلاً بیٹا اور پوتا خواہ نیچے تک کیوں نہ چلا جائے۔ یہ عصبات دیگر تمام عصبات پر مقدم ہوں گے

دوسرا درجہ: اصل میت مثلاً باپ اور دادا خواہ اوپر تک کیوں نہ چلا جائے۔ یہ عصبات دیگر تمام عصبات پر مقدم ہوں گے۔

تیسرا درجہ: میت کے باپ کا جز مثلاً حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی پھر حقیقی بھائیوں کے بیٹے پھر علاتی بھائیوں کے بیٹے خواہ نیچے تک کیوں نہ چلے جائیں۔

چوتھا درجہ: میت کے دادا کے جز مثلاً حقیقی چچے پھر علاتی چچے سورۃ نساء آیت نمبر ۱۱ میں قول باری (یُوْصِیْکُمُ اللہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے وصیت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''میراث اولاد کے لئے ہوتی تھی اور وصیت والدین کے لئے، پھر اللہ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کر دیا اور اولاد کے

لئے مرد کا دوہرا اور عورت کا اکہرا حصہ مقرر کر دیا، والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ، شوہر کے لئے نصف اور چوتھا حصہ، اور بیوی کے لئے چوتھا اور آٹھوں حصہ مقرر کر دیا" (۲۸۲)

لعان کرنے والی عورت کے بچے نیز ولد الزنا کے عصبات: معروف بات یہی ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرے تو لعان کا سبب بننے والے بچے کا نسب اس سے منتفی ہو جاتا ہے اور اسے اس کی ماں کے ساتھ ملحق کر دیا جاتا ہے۔ اگر ملاعنہ کا بچہ مر جائے تو اس کے ترکہ سے ذوی الفروض اپنے حصص حاصل کر لیں گے، اس کی ماں بھی اپنا مقررہ حصہ حاصل کر لے گی اس کے لیے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ اس کے بعد بھی اگر ترکہ کا کچھ مال بچ جائے تو یہ مال کسے دیا جائے؟ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔

ایک روایت ے مطابق مذکورہ مال متوفی کی ماں کے عصبہ کو دے دیا جائے گا۔

اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "ملاعنہ کا بچہ وہ ہے جس کا کوئی باپ نہیں ہوتا۔ اس کی ماں اور اس ماں سے پیدا ہونے والے اسکے بھائی بہن اور اس کی ماں کے عصبہ اسکے وارث ہوتے ہیں۔ (۲۸۳)

دوسری روایت کے مطابق مذکورہ زائد مال بیت المال میں رکھ دیا جائے گا اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "ملاعنہ کے بیٹے کی وارث اس کی ماں ہوگی اسے تیسرا حصہ مل جائے گا اور باقیماندہ مال بیت المال میں رکھ دیا جائے گا" (۲۸۴)

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک میراث کے اندر ولد زنا ملاعنہ (لعان کرنے والی عورت) کے بچے کی طرح ہوتا ہے۔ (۲۸۵)

ب۔ عصبہ بغیرہ: یعنی ہر وہ مونث جسے عصبہ بنفسہ کا کوئی مذکر عصبہ بنا دے۔

یہ چار عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ نصف ہوتا ہے جب وہ تنہا ہوں اور مجتمع ہونے کی صورت میں ان کا مقررہ حصہ دو تہائی ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں: بیٹی، پوتی خواہ نیچے تک چلی جائے، حقیقی بہن اور علاتی بہن

ج۔ عصبہ مع غیرہ: یعنی بہنیں جب بیٹیوں کے ساتھ ان کا اجتماع ہو جائے، ان بہنوں کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے جمہور سے اختلاف رائے کیا ہے اور اس کے نتیجے میں آپ نے انہیں عصبہ

قرار نہیں دیا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز واؤ کا جز ۴)

(۲) عصبہ سببی یعنی غلام کو آزادی دینے والا آقا۔ اگر آزاد شدہ غلام وفات پا جائے اور اپنے پیچھے ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام میں سے کوئی وارث نہ چھوڑے تو اس صورت میں اس کا مال اسے آزاد کرنے والے آقا کو مل جائے گا کیونکہ ولاء اسکے لئے ہوگی۔ اگر مذکورہ آقا وفات پا جائے تو آزاد شدہ غلام کی میراث آقا کی مذکر اولاد کو مل جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے اپنا ایک مملوک آزاد کر دیا پھر وہ مملوک وفات پا گیا تو اس کی ولاء کسے جائے گی؟ آیا مذکورہ عورت کے عصبات کو یا اس کے باپ کے عصبات کو؟ آپ نے جواب دیا: ''عورت کے مذکر عصبات کو'' (۲۸۶) آقا نے اگر غلام کو سائبہ کے طور پر آزاد کر دیا ہو یعنی ولاء سے دست بردار ہو گیا ہو یا عقد کتابت کی بنا پر آزاد کیا ہو یا آزاد کئے بغیر آزاد ہو گیا ہو یعنی آقا نے اپنا کوئی محرم رشتہ دار خرید لیا ہو اور خریداری کے ساتھ ہی وہ اس پر آزاد ہو گیا ہو تو ان صورتوں کے اندر مذکورہ بالا حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے سائبہ کے طور پر غلام آزاد کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''اہل اسلام سائبہ کے طور پر غلام آزاد نہیں کرتے یہ کام اہل جاہلیت کرتے تھے، تم اپنے آزاد کردہ غلام کے ولی نعمت ہو اور اس کی میراث تمہارے لئے ہے۔ اگر تم اس کی میراث لینے میں کوئی گناہ یا حرج محسوس کرو تو ہم تمہاری بات قبول کر لیں گے اور اس مال کو بیت المال میں رکھ دیں گے'' (۲۸۷)

موالات کے نتیجے میں حاصل ہونے والی ولاء کے سبب حضرت ابن عباسؓ کسی کو وارث قرار نہیں دیتے تھے (موالات کی صورت یہ تھی کہ ایک اجنبی شخص کسی شخص کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیتا اور شرط یہ ہوتی کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور اس کی جنایت کی دیت ادا کرے گا)۔

ک۔ ذوی الفروض پر بچا ہوا ترکہ لوٹا دینا یعنی رد کا عمل

(۱) اگر ذوی الفروض ترکہ میں سے اپنے مقررہ حصص حاصل کر لیں اور اسکے بعد ترکہ کا کچھ حصہ بچ جائے اور اسے لینے کے لئے میت کا کوئی عصبہ موجود نہ ہو تو اس میں یہ فاضل حصہ ذوی الفروض پر انکے حصص کی نسبت سے لوٹا دیا جائے گا۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ زوجین کے سوا تمام ذوی الفروض پر فاضل حصہ لوٹاتے تھے، زوجین پر نہیں

لوٹاتے تھے''(۲۸۸)شرح السراجیہ''میں یہ منقول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جدہ پر بھی مذکورہ حصہ نہیں لوٹاتے تھے۔(۲۸۹)

ل۔ذوی الارحام کی میراث:

ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو نہ تو ذوی الفروض ہوں اور نہ ہی عصبات ذوی الارحام کو وارث قرار دینے کی مشروعیت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایتوں میں اختلاف ہے۔زیادہ مشہور روایت یہی ہے کہ آپ ذوی الارحام کو وارث قرار دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ماموں کو وارث قرار دیا تھا۔

آپ سے مروی ایک شاذ روایت کے مطابق آپ انہیں وارث قرار نہیں دیتے تھے۔(۲۹۰)

(۳) آپ کی رائے تھی کہ ذوی الارحام صرف اس وقت وارث قرار پائیں گے جب میت کے عصبات نیز ذوی الفروض (ماسوائے زوجین) میں سے کوئی فرد موجود نہ ہو،شرح السراجیۃ'' کے مطابق زوجین کی طرح جدہ کا وجود بھی ذوی الاحام کی توریث پر اثر انداز نہیں ہوتا(۲۹۱)عصبات کا وجود توریث کے لئے اس لئے مانع ہے کہ وہ ذوی الفروض سے بچ رہنے والا ترکہ حاصل کرتے ہیں۔اور ذوی الفروض کا وجود مذکورہ توریث سے اس لئے مانع ہے کہ ان سے بچ رہنے والا ترکہ ان پر رد کر دیا جاتا ہے۔زوجین اور جدہ کا وجود توریث سے اس لئے مانع نہیں ہے کہ ان پر رد کا عمل نہیں ہوتا۔

(۴) ذوی الارحام کے درمیان میراث مرد کے لئے دوہرا حصہ اور عورت کے لئے اکہرا حصہ کے حساب سے تقسیم ہوگی مثلاً ماموں کو دو حصے اور خالہ کو ایک حصہ دیا جائے گا۔(۲۹۲)

(۵) اگر ذوی الارحام میں سے کسی کی میت کے ساتھ دو قرابتیں ہوں تو وہ ان دونوں قرابتوں کے تحت وارث ہوگا(۲۹۲ب)(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جزب کے جزا کا جزب)

(۶) ذوی الارحام میں سے ہر ایک کو اس فرد کے بمنزلہ قرار دیا جائے گا جس کے واسطے سے وہ میت کیطرف منسوب ہو رہا ہو اور پھر وہ اس کا حصہ وصول کرے گا۔اگر ذوی الارحام ایک ہی جہت کے ہوں تو میت سے قریب تر فرد بعید تر فرد کو مجوب یعنی محروم کر دے گا،بنابریں نواسی کو بیٹی کی

قائم مقام اور بھتیجی کو بھائی کی ، بھانجی کو بہن کی ، پھوپھی کو باپ کی اور خالہ کو ماں کی قائم مقام تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح دیگر ذوی الارحام کا معاملہ ہے۔ (۲۹۳)

درج بالا قواعد کے تحت حضرت ابن عباسؓ نے درج ذیل مسائل میں ترکہ اس طرح تقسیم کیا ہے۔

نواسی کی بیٹی ، نواسی کی نواسی ، اور بھتیجی کی موجودگی کی صورت میں ترکہ نواسی کی بیٹی اور بھتیجی کے درمیان تقسیم ہوگا۔ نواسی کی نواسی محروم رہے گی۔ (۲۹۴)

حقیقی بھائی کی بیٹی ، علاتی بھائی کی بیٹی اور اخیافی بھائی کی بیٹی کی صورت میں اخیافی بھائی کی بیٹی کو چھٹا حصہ اور باقی حقیقی بھائی کی بیٹی کو مل جائے گا۔ علاتی بھائی کی بیٹی کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۲۹۵)

پوتی کی بیٹی اور نواسی کی بیٹی کی صورت میں سارا مال اول الذکر کو مل جائے گا (۲۹۶)

نواسی کی بیٹی اور اخیافی بھائی کی بیٹی کی صورت میں سارا مال اول الذکر کو مل جائے گا

نواسی اور پوتی کی بیٹی کی صورت میں مال دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا

نواسی کے بیٹے اور بھتیجی کی صورت میں مال دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا

بھتیجی اور چچازاد یا پھوپھی زاد بہن کی صورت میں مال بھتیجی کو مل جائے گا۔ (۲۹۷)

سگی خالہ ، علاتی خالہ ، اخیافی خالہ ، سگی پھوپھی ، علاتی پھوپھی اور اخیافی پھوپھی کی صورت میں چونکہ خالائیں بمنزلہ ماں اور پھوپھیاں بمنزلہ باپ ہوتی ہیں اس لیے مسئلہ تین سے نکلے گا۔ خالاؤں کو ایک حصہ اور پھوپھیوں کو دو حصے ملیں گے پھر ماں والا حصہ اس کی بہنوں یعنی میت کی مذکورہ بالا خالاؤں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ حقیقی خالہ کو اس کا نصف حصہ ، علاتی خالہ کو چھٹا حصہ اور اخیافی خالہ کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ اس طرح اصل مسئلہ پانچ سے نکلے گا۔ (یعنی ماں والے حصے کو درج بالا طریقے سے خالاؤں میں تقسیم کرنے کے بعد چونکہ فاضل حصہ رہ جائے گا اس لئے مسئلے کا مخرج پانچ کا ہندسہ قرار پائے گا۔ مترجم) دو حصے حقیقی خالہ کو دیکر بقیہ تین حصہ فی خالہ ایک حصہ کے حساب سے تقسیم ہو جائے گا۔ اس طرح حقیقی خالہ کے تین حصے ہو جائیں گے۔

باپ والا حصہ (یعنی دو حصے) اس کی بہنوں یعنی میت کی پھوپھیوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ حقیقی پھوپھی کو نصف حصہ ، علاتی پھوپھی کو چھٹا حصہ اور اخیافی پھوپھی کو چھٹا حصہ مل جائے گا۔ پھر یہ مسئلہ بھی پہلے مسئلے کی طرح پانچ سے نکلے گا۔

اور اگر پورا مسئلہ نکالنا چاہیں یعنی درج بالا دونوں مسئلوں کا جامع مسئلہ تو وہ پندرہ سے نکلے گا۔ خالاؤں کو اس میں سے پانچ حصے ملیں گے جو ان کے درمیان درج بالا نسبت سے تقسیم ہو جائیں گے۔ اور پھوپھیوں کو دس حصے ملیں گے اور ان کے درمیان مذکورہ بالا نسبت سے تقسیم ہو جائیں گے (۲۹۸) البتہ مخرج دس کا ہندسہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کا حصہ دوگنا ہو جائے گا۔ ذیل میں پورے مسئلے کا نقشہ دیا گیا ہے جس میں ماں اور باپ کے حصے دکھائے گئے ہیں اس لئے کہ خالائیں ماں کی قائم مقام اور پھوپھیاں باپ کی قائم مقام ہیں۔

	۳		۵		۵		۱۵
باپ	۲	حقیقی خالہ ۱/۲	۳	حقیقی پھوپھی ۱/۲	۳	حقیقی خالہ	۳
ماں	۱	علاتی خالہ ۱/۶	۱	علاتی پھوپھی ۱/۶	۱	علاتی خالہ	۱
		اخیافی خالہ ۱/۶	۱	اخیافی پھوپھی ۱/۶	۱	اخیافی خالہ	۱
						حقیقی پھوپھی	۶
						علاتی پھوپھی	۲
						اخیافی پھوپھی	۲

۷۔ عول:

الف۔ تعریف: مسئلے کے حصوں میں اضافے اور انکی مقداروں میں کمی کو عول کہتے ہیں۔

ب۔ عول کی سب سے پہلی صورت کب پیش آئی؟: عول کی صورت نہ تو حضور ﷺ کے زمانے میں پیش آئی اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اس کی سب سے پہلی صورت حضرت عمرؓ کے عہد میں سامنے آئی۔ ایک مسئلہ پیش ہوا جس میں شوہر اور دو بہنیں پسماندگان تھیں، اس مسئلے کی وجہ سے حضرت عمرؓ پریشان ہو گئے، صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا: ''اگر میں شوہر کے حصے سے ابتدا کروں تو بہنوں کے لیے پورا حصہ باقی نہیں رہتا اگر بہنوں کے حصے سے ابتدا کروں تو شوہر کا حصہ گھٹ

جائے گا۔ مجھے مشورہ دو" سب نے عول کا مشورہ دیا۔

ج۔ عول کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا نقطہ نظر: جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے عول کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کا اظہار کرتے ہوئے عول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں اور زفر بن اوس بن الحدثان حضرت ابن عباسؓ کے پاس گئے اور اس وقت آپ بصرہ میں تھے۔ ہم میراث کے حصص کے بارے میں گفتگو کرنے لگے آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا خیال ہے جس ذات باری کو عالج (ایک مقام کا نام) میں موجود ریت کی ذرات کی تعداد کا علم ہے، اسے مال کے اندر نصف، نصف اور ثلث کا علم نہیں؟ جب نصف اور نصف چلا جائے تو پھر ثلث کی گنجائش کہاں ہو گی؟"

یہ سن کر زفر نے کہا: "ابن عباسؓ، سب سے پہلے کس نے عول کا عمل کیا تھا؟"

آپ نے جواب دیا: "حضرت عمر بن الخطابؓ نے" زفر نے پوچھا کہ عول کی کیا وجہ ہوئی؟ آپ نے فرمایا: "جب حصص بڑھ گئے اور ایک دوسرے پر چڑھ گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: "مجھے پتہ نہیں چل رہا ہے کہ کس طرح یہ مسئلہ حل کروں، خدا کی قسم، مجھے نہیں معلوم کہ اللہ نے کس وارث کو مقدم رکھا ہے اور کسے موخر کیا ہے مجھے تو اس ترکہ کے سلسلے میں اس سے زیادہ بہتر صورت کوئی اور نظر نہیں آتی کہ سارا ترکہ حصص کی بنا پر تقسیم کر دوں"، پھر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "خدا کی قسم، جن ورثاء کو اللہ نے مقدم رکھا ہے اگر، انہیں مقدم رکھا جائے اور جنہیں موخر کیا ہے اگر انہیں موخر کر دیا جائے تو کسی مسئلے میں عول کی ضرورت ہی پیش نہ آئے"۔ یہ سن کر زفر نے پوچھا کہ اللہ نے کن ورثاء کو مقدم اور کن ورثاء کو موخر رکھا ہے؟۔ آپ نے جواب دیا: "جو حصہ کبھی بھی کسی اور حصے کی طرف منتقل نہیں ہوتا اسے اللہ نے مقدم رکھا ہے۔ یہ شوہر کا مقررہ حصہ ہے۔ اسے نصف ملتا ہے اور اگر نصف نہ ملے تو چوتھائی حصہ ملتا ہے۔ اس سے کبھی کم نہیں ہوتا نیز بیوی کا مقررہ حصہ ہے۔ اسے چوتھائی حصہ ملتا ہے۔ اگر چوتھائی نہ ملے تو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ اس سے کبھی کم نہیں ہوتا۔ انکے بالمقابل بہنیں ہیں ایک بہن کے لئے نصف ترکہ اور زائد کی صورت میں دو تہائی ترکہ ہوتا ہے لیکن اگر انکے ساتھ بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ بنا دیتا ہے اور انہیں ترکہ کا فاضل حصہ ملتا ہے۔ یہی وہ ورثاء ہیں جنہیں اللہ نے موخر کر دیا ہے۔ جن ورثاء کو اللہ نے مقدم رکھا ہے اگر انہیں پہلے انکے پورے حصص دے دئے جائیں اور پھر باقیماندہ ترکہ ان ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے جنہیں اللہ نے موخر رکھا ہے تو پھر کسی مسئلے میں عول کی

ضرورت ہی پیش نہ آئے'' اس پر زفر نے کہا کہ آپ نے اپنی رائے سے حضرت عمرؓ کو آگاہ کیوں نہیں کیا؟ جواب میں آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم، میرے دل پر انکی ہیبت چھائی ہوئی تھی''(۲۹۹) آپ نے فرمایا'' میاں، بیوی اور باپ، ماں کے حصوں میں کمی نہیں آتی البتہ بیٹیوں، بیٹوں، بھائیوں اور بہنوں کے حصص میں کمی آجاتی ہے(۳۰۰)

د۔ حضرت ابن عباسؓ کا درج بالا مسلک درج ذیل مسئلے کیوجہ سے نقض یعنی ٹوٹ پھوٹ کی زد میں آگیا ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ کوئی عورت مرجائے اور اپنے پسماندگان میں شوہر، ماں اور دو اخیافی بھائی چھوڑ جائے یہاں اگر شوہر کو نصف ترکہ، ماں کو تہائی ترکہ اور دو اخیافی بھائیوں کو تہائی ترکہ دیا جائے تو مسئلے کے اندر عول کی صورت پیدا ہو جائے گی (ماں کو تہائی ترکہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ بھائیوں کی تعداد تین نہیں ہے)

اگر ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے تو اس صورت میں حضرت ابن عباسؓ اپنے درج بالا مسلک کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے اس لئے کہ وہ ایک ایسی وارث (ماں) کے مقررہ حصے میں کمی کر دیں گے جو کسی بھی حال میں عصبہ نہیں بنتی۔ بنابریں اس مسئلے کا نام مسئلہ الزام رکھا گیا ہے۔(۳۰۱)

۸۔مخارجہ:

مخارجہ یہ ہے کہ ورثاء اپنے میں سے کسی وارث کو کچھ دے دلا کر میراث سے خارج کرنے پر رضامند ہو جائیں۔ حضرت ابن عباسؓ میراث کے اندر مخارجہ کے عمل میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ اہل میراث ایک آدھ کو نکال دیں''(۳۰۲)

ارش (جرمانہ)

ارش اس مال کو کہتے ہیں جو قتل کے جرم سے کم تر جرم کے ارتکاب پر واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ز، ح، ط، ی، ک، ل)

ارض (زمین)

۱۔ زمین کی ملکیت، زمین کی تین قسمیں ہیں۔

الف۔ ایسی زمین جس پر رہنے والے وہیں رہتے ہوئے مسلمان ہو گئے ہوں مثلا مدینہ منورہ، انڈونیشیا وغیرہ، یہ زمین اس پر بسنے والوں کی ملکیت ہوگی۔ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کر سکتے ہیں یعنی اس کی خرید وفروخت، ان پر شجر کاری اور کاشت کاری وغیرہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

ب۔ ایسی راضی جس پر بسنے والوں نے ان اراضی کے سلسلے میں مصالحت کر لی ہو۔ ایسی صورت میں مذکورہ لوگ اپنے دین پر باقی رہیں گے اور ان کی اراضی ان شرائط کے تحت ان کے قبضے میں رہیں گی جن پر ان کے اور اسلامی حکومت کے درمیان اتفاق ہو گیا ہو۔ ان اراضی پر طے شدہ شرائط کا انطباق ہوگا (۳۰۳)

ج۔ ایسی سرزمین جس پر مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح حاصل کی ہو مثلاً عراق وغیرہ کی اراضی۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں ایسی اراضی کا معاملہ امام المسلمین کی رائے اور صوابدید پر چھوڑ دیا جائے گا ۔اگر اسے اسی میں مصلحت نظر آئے کہ ان اراضی سے خمس وصول کرنے کے بعد انہیں محاربین یعنی مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو وہ یہ قدم اٹھا لے اور اگر وہ ان کے مالکان کے قبضے میں رہنے دے اور اس کے بالمقابل ان پر خراج کی صورت میں ٹیکس لگا دینے میں مصلحت سمجھے تو وہ ایسا کر لے۔ معروف بات یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے طاقت کے ذریعے فتح ہونے والی اراضی انکے مالکان کے قبضے میں رہنے دی تھی اور ان پر خراج عائد کر دیا تھا۔ (دیکھئے مادہ موسوعۃ فقہ عمر مادہ ارض نمبر ۱ کا جزج)

حضرت ابن عباسؓ ایسی اراضی کی خرید وفروخت کو مکروہ قرار دیتے تھے جنہیں امام المسلمین نے موقوف کر دیا ہو (۳۰۴) یعنی ایسی اراضی جن پر مسلمانوں نے بزور طاقت غلبہ حاصل کر لیا ہو اور امام المسلمین نے انہیں انکے مالکان کے قبضے میں رہنے دیا ہو۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مذکورہ اراضی پر خراج عائد ہوتا ہے اور مالکان کے اہل ذمہ (یہود ونصاریٰ) ہونے کی صورت میں ان اراضی پر جزیہ عائد ہوتا ہے۔ خراج دراصل اراضی کا جزیہ ہے اور جزیہ کے اندر ذلت اور پستی کا پہلو ہوتا ہے اس لئے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس سے منزہ رہے اسلئے اسے قبول کر لینا اس کے لئے مکروہ تصور ہو گا (۳۰۵) حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: ''میں یہ بات مکروہ تصور کرتا ہوں کہ مسلمان پر صدقۂ مسلم اور جزیۂ کافر کا اجتماع ہو جائے'' (۳۰۶)

ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں تنگدست ہوں اور سواد عراق (عراق کے دیہی علاقے) میں خراجی اراضی انکے مالکان سے ان اراضی کا خراج ادا کرنے کی شرط کے تحت اجارے پر حاصل کرتا ہوں۔ میں یہ کام مال ودولت بڑھانے کیلئے نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات سے تنگدستی دور کرنے کیلئے کرتا ہوں'' لیکن حضرت ابن عباسؓ نے اس کے لئے اس کام کو مکروہ قرار دیا۔ اس لئے کہ مومن کا شرف اور اس کا مقام ہر ضرورت اور مصلحت سے بلند تر ہے، نیز یہ کہ آزاد اور شریف عورت بھوکی تو رہ جاتی ہے لیکن اپنے پستان فروخت کر کے اپنا پیٹ نہیں بھرتی ۔ ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی عظیم کتاب ''الاموال'' میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں اس سواد یعنی دیہی علاقے میں رہتا ہوں اور اراضی بطور قبالہ حاصل کرتا ہوں (دیکھئے مادہ قبالۃ نمبر ۱ کا جز الف) اس سے میرا مقصد مال بنانا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعے میں اپنی تنگدستی کی شرمساری دور کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ یہ ہے (جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں) اور فرمایا: ''اسے تم ان کی گردنوں سے اتار کر اپنی گردنوں میں نہ ڈالو'' (۳۰۷) ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ''میں یہ اراضی یعنی جزیے والی اراضی بطور قبالہ (ٹھیکہ) حاصل کرتا ہوں اور اسے آباد کر کے اس کا خراج ادا کرتا ہوں'' آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا: ''پھر دوسرا شخص آیا آپ نے اسے بھی روک دیا تیسرا شخص آیا اسے بھی روکا اور فرمایا: ا'' للہ نے اس کافر کی گردن میں جو طوق ڈال رکھا ہے اسے اتار کر اپنے گلے میں ڈالنے کی حرکت نہ کرو'' پھر آپ نے درج بالا آیت تلاوت فرمائی۔ (۳۰۸)

۲۔ اراضی پر کاشت کاری: اراضی کی دو قسمیں ہیں۔ شخص ملکیت کے تحت مملوکہ اراضی یعنی خاص اراضی اور ملکیت عامہ کے تحت مملوکہ اراضی جن پر کسی کا قبضہ نہ ہو اور جن کے ساتھ لوگوں کی منفعت عامہ کا تعلق نہ ہو۔

الف۔ خاص اراضی: ان اراضی پر یا تو ان کا مالک خود کاشت کاری کرے یا اراضی کی پیداوار کے ایک معین حصے کے بدلے کسی اور سے ان پر کاشت کاری کرائے۔

اگرچہ اس دوسری قسم کی کاشت کاری کا جواز حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک مختلف فیہ ہے تاہم

آپ سے اس کا جواز مروی ہے اس کی تفصیل ہم مزارعت کے اندر بیان کریں گے۔

یا مالک یہ اراضی کاشت کاری کیلئے کسی کو اجارے پر دیدے، یہ بات اس روایت پر مبنی ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مزارعت کے جواز میں مروی ہے کیونکہ آپ کے نزدیک اراضی کو نقود کے بدلے اجارے پر دنیا بہترین صورت ہے۔ بعض نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس زمین کو اجارے پر دینے کی عدم مشروعیت کے قائل تھے لیکن آپ سے یہ روایت درست نہیں ہے۔ سعید بن جبیر سے کہا گیا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ زمین کو اجارے پر دینا درست نہیں ہے۔ سعید نے جواب میں کہا کہ عکرمہ غلط بیانی کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''خالی اراضی میں تم جو بہترین کام کر سکتے ہو وہ یہ کہ انہیں سونے اور چاندی یعنی نقود کے بدلے کرائے پر دیدو'' ایک اور روایت میں ہے کہ: ''تم جو بہترین کام کر سکتے ہو وہ یہ ہے کہ تم سونے اور چاندی کے بدلے خالی اراضی اجارے پر حاصل کرو'' (۳۰۹)

ب۔ اراضی عامہ: ملکیت عامہ کے تحت مملوکہ اراضی کی آبادکاری اس طرح کی جا سکتی ہے کہ مملکت کے کسی شہری کو یہ اراضی حوالے کر دی جائیں تا کہ وہ کاشت کاری یا شجر کاری یا تعمیرات کے ذریعے یا پانی کے چشمے وغیرہ نکال کر انہیں آباد کرے۔ کسی کو ایسی اراضی حوالہ کرنے یعنی ان کے نام لگا دینے کی صحت کیلئے یہ شرط ہے کہ ان پر کسی کا معتبر قبضہ نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص آباد کرنے کیلئے انہیں اپنے میں قبضے کر لے تو اس سے یہ اراضی اس وقت تک نہیں لی جائیں گی جب تک انہیں آباد کرنے کے سلسلے میں اس کا عجز ثابت نہ ہو جائے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ ان اراضی کے ساتھ لوگوں کی منفعت عامہ کا تعلق نہ ہو مثلاً راستے اور دیہات میں کھلیان وغیرہ ایسی اراضی کسی کو جاگیر کے طور پر دے دنا بالاجماع جائز نہیں ہے (دیکھیے مادہ احیاء الموات)

۳۔ اراضی پر خلاف اسلام تعمیرات کرنا: جس سرزمین رہنے والے لوگ مسلمان ہو گئے ہوں (ایسی سرزمین میں مسلمانوں کے آباد کردہ شہر بھی داخل ہیں) اس پر کوئی ایسا ادارہ قائم کرنا جائز نہیں جو مسلمان کے بنیادی عقائد کے خلاف ہو مثلاً گرجا گھر وغیرہ۔ نیز خلاف اسلام شعائر قائم کرنا بھی جائز نہیں مثلاً ناقوس بجانا۔ نہ ہی کوئی ایسا فعل کرنا درست ہے جسکی اسلام توثیق نہ کرتا ہو اور اس کے اندر مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا پہلو ہو مثلاً شراب کی خرید و فروخت اور سوروں کی افزائش وغیرہ۔ خواہ اس کام کا کرتا دھرتا کوئی مسلمان ہو یا کوئی ذمی۔ ابو عبید القاسم بن سلام نے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عربوں یعنی مسلمانوں نے جو شہر آباد کیا ہو اس میں اہل ذمہ کو عبادت گاہ قائم کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا نہ یہاں شراب کی خرید و فروخت ہوگی، نہ سور رکھے جائیں گے اور نہ ہی ناقوس بجایا جائے گا۔ البتہ جو چیز پہلے سے چلی آ رہی ہو اسے باقی رکھنا مسلمانوں پر لازم ہوگا۔(۳۱۰)

صلح والی سرزمین پر طرفین کے درمیان طے شدہ شرائط کا انطباق ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اہل عجم یعنی کافروں کے ہاتھ آباد ہونے والا شہر جسے عربوں یعنی مسلمانوں نے فتح کیا ہو اور کافر مسلمانوں کے فیصلے پر رضامند ہو گئے ہوں اس شہر میں کافروں کو وہ تمام سہولتیں میسر ہوں گی جن کا ذکر معاہدے کے اندر کیا گیا ہو اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ معاہدے کے اندر طے شدہ شرئط پوری کریں"(۳۱۱)

جن سرزمین کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا ہو وہ مذکورہ بالا احکام کے اندر اس سرزمین کی طرح ہے جہاں کے باشندے اس پر رہتے ہوئے مسلمان ہو گئے ہوں البتہ اگر مفتوحہ سرزمین میں کوئی گرجا گھر وغیرہ ہو تو اسے گرا دینا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول پہلے گذر چکا ہے کہ "جو چیز پہلے سے چلی آ رہی ہو اسے باقی رہنے دینا مسلمانوں پر لازم ہوگا"

استیذان (اجازت طلب کرنا)

۱۔ تعریف: کسی ایسے شخص سے کسی تصرف اور کام کے کرنے کی اباحت طلب کرنا جسے اباحت کا حق حاصل ہو استیذان کہلاتا ہے۔

۲۔ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا:

الف۔ تین اوقات کے اندر استیذان: تین ایسے اوقات ہیں جن کے اندر اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہو تو کسی کو انکے پاس جانے کا اختیار نہیں ہوگا خواہ جانے والا نابالغ ہو یا بالغ، آزاد ہو یا مذکورہ شخص کا یا کسی اور کا غلام ہو۔ صرف مذکورہ شخص کی اجازت سے ان تینوں اوقات کے اندر کوئی شخص اس کے پاس اندر جا سکتا ہے۔ ان تینوں اوقات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور آیت نمبر ۵۸ میں کیا ہے۔ ترجمہ یہ ہے (اے ایمان والو، لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو

ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں، صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں)

ب۔ مذکورہ بالا تینوں اوقات کے سواء دیگر اوقات میں نابالغ کے لئے اجازت لئے بغیر اندر جانا جائز ہے لیکن بالغ شخص اجازت کے بغیر اندر داخل نہیں ہوگا۔ بیہقی نے مذکورہ بالا آیت استیذان کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عشاء کی نماز کے بعد جب ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی اختیار کر لیتا تو پھر کوئی خادم اور بچہ بغیر اجازت اندر نہ جاتا یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھ لی جاتی۔ پھر جب دوپہر کو ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی میں ہوتا تو بھی حکم اسی طرح ہوتا۔ پھر لوگوں کو ان اوقات کے درمیان بغیر اجازت داخلے کی رخصت دے دی گئی۔ یہ اجازت سورۂ نور آیت نمبر ۵۸ میں دی گئی ہے۔ ارشاد باری کا ترجمہ ہے (ان اوقات کے بعد تم پر اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہے) جو بچہ عقل کی حد کو پہنچ گیا ہو وہ ہر صورت میں اجازت لے گا اور اجازت کے بغیر میاں بیوی کے پاس اندر نہیں جائے گا۔ سورۂ نور آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد ہے اس کا ترجمہ ہے۔

(جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اسی طرح اجازت لیں جس طرح ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے تھے)[۳۱۲] ایسا نابالغ جو ممیز ہو یعنی معاملات سمجھتا ہو اور برے بھلے میں تمیز کر سکتا ہو اس کے۔ ساتھ بھی اس امر میں بالغوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔[۳۱۳]

حضرت ابن عباسؓ استیذان کے مسئلے میں بالغوں کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھتے۔ آپ نے محرموں پر بھی استیذان واجب کر دیا ہے یعنی اگر وہ اپنے محارم کے پاس اندر جانا چاہیں تو اجازت لے کر جائیں۔ عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میری دو بہنیں میری کفالت میں ہیں اور میں ان کے اخراجات برداشت کرتا ہوں کیا اندر آنے کے لئے ان سے بھی اجازت حاصل کروں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ میں نے عرض کیا کہ اس طرح تو میرے لئے مشقت پیدا ہو جائے گی۔ آپ نے جواب دیا: ''اللہ فرماتا ہے

(لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ.

الخ)

''اللہ نے انہیں اجازت لینے کا حکم صرف پردے والے ان اوقات کے لئے دیا ہے'' ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عطاء سے فرمایا: ''بہن سے اجازت لیکر اندر جاؤ کیا تم اسے برہنہ دیکھنا پسند کرو گے؟ (۳۱۴) اسی طرح آپ نے لونڈی پر اپنے آقا کے پاس جانے کیلئے اجازت حاصل کرنا لازم کر دیا اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ لونڈی آقا کو ایسی حالت میں دیکھ لے جس کے اندر دیکھنا آقا کو پسند نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اکثر لوگوں نے اجازت کی آیت (درج بالا آیت) پر عمل نہیں کیا۔ میں نے تو اپنی لونڈی کو بھی حکم دے رکھا ہے کہ وہ اجازت لے کر میرے پاس اندر آئے'' (۳۱۵) آیت استیذان پر لوگوں کی طرف سے عمل ترک کرنے کا عذر حضرت ابن عباسؓ خود پیش کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ اہل ایمان پر رحیم ہے، وہ پردے کو پسند کرتا ہے۔ ایک وقت ایسا تھا جب لوگوں کے گھروں میں پردے وغیرہ نہیں ہوتے تھے اور بعض دفعہ نوکر یا بیٹا یا بیٹی یا یتیم بچی ایسے وقت گھر میں داخل ہو جاتے جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے پردے کے ان اوقات میں اجازت لینے کا حکم دیا۔ پھر مسلمانوں کے حالات بدل گئے اور گھروں میں اللہ کی مہربانی سے پردے وغیرہ لگ گئے، اور فراخی آ گئی بنابریں اسکے بعد مجھے اس آیت پر کوئی شخص عمل کرتا نظر نہیں آیا۔ (۳۱۶)

۳۔ حضرت ابن عباس کے فقہ میں استیذان کی صورتیں

الف۔ عزل کے لئے استیذان: حضرت ابن عباسؓ لونڈی سے بغیر اجازت عزل کر لینے کو مباح قرار دیتے تھے لیکن حرہ سے بغیر اجازت اس کی اباحت نہیں کرتے تھے کیونکہ ولد کے اندر حرہ کا حق ہوتا ہے (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲ کا جز الف)

ب۔ کھانے کیلئے استیذان:

کسی انسان کیلئے کسی اور کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کھانا جائز نہیں ہے۔ البتہ ان لوگوں کے لئے اس کا جواز ہے جن کا ذکر اللہ سبحانہ نے سورۂ نور آیت نمبر ۶۱ میں کیا ہے۔ ارشاد باری کا ترجمہ ہے (کوئی حرج نہیں اگر کوئی اندھا، لنگڑا یا مریض (کسی کے گھر سے کھا لے) اور نہ تمہارے اوپر اس میں کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھا لو یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماں نانی کے گھروں سے یا

اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ) اس آیت میں اللہ پاک نے بیٹوں کے گھروں کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ انسان کے بیٹے کا گھر اس کا اپنا گھر ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا بیٹے کو ارشاد ہے "تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے (۳۱۷)"، قول باری (اَوْ مَامَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ) سے حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں مراد وہ شخص ہے جو اپنی صنعت وحرفت کی کمائی سے دوسرے شخص کو کھلاتا پلاتا ہو۔ اس کے لئے رخصت ہے کہ وہ بھی اس طعام اور پھلوں سے خود کھائے اور اس دودھ میں سے خود بھی پی لے (۳۱۸) غلام اور لونڈی اپنے آقا کے گھر سے اجازت کے بغیر کھا سکتے ہیں (۳۱۹)

ج۔ عورت نفلی روزہ رکھنے کیلئے اپنے شوہر سے اگر وہ اس کے پاس موجود ہو اجازت حاصل کرے گی ۔عورت پر یہ اجازت حاصل کرنا واجب ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ٦ کا جز واؤ) نیز (نکاح نمبر ۱۰ کے جز ب کا جز ۴)

د۔ نکاح کے لئے عورت سے اجازت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ٦) نکاح کے اندر زوجہ کے ولی سے اجازت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵) وصیت کے اندر غلام کا اپنے آقا سے اجازت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۵)

تیسرے حصے سے زائد کی وصیت کے لئے ورثاء سے اجازت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۵)

استبراء (استبراء رحم)

۱۔ تعریف: استبراء یہ ہے کہ عورت اپنے آپ کو اتنی مدت انتظار میں رکھے جس کے نتیجے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے۔

۲۔ استبراء رحم کن عورتوں پر واجب ہوتا ہے؟

الف۔ لونڈی کی ملکیت اگر بیع یا ہبہ یا کسی اور وجہ سے منتقل ہو جائے تو اس پر بالا جماع استبراء واجب ہو گا۔ (۳۲۰)

ب۔ جنگ میں گرفتار ہونے والی عورت اگر شوہر رکھتی ہو تو وہ استبراء کرے گی تا کہ اس کے ساتھ ہمبستری حلال ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جنگ میں گرفتار ہونے والی عورتیں اگر شوہر والیاں ہوں تو استبراء کے بعد انکے ساتھ ہمبستری کرنے میں کوئی حرج نہیں'' (۳۲۱)

ج۔ اہل حرب میں سے اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے بغیر ہجرت کر کے ہمارے پاس آ جائے اور ہم میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو وہ استبراء کرے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر اہل حرب کی کوئی عورت ہجرت کر کے آ جائے تو جب تک وہ حیض گذار کر پاک نہ ہو جائے اس وقت تک اسے پیغام نکاح نہیں دیا جائے گا۔ جب پاک ہو جائے گی تو اس کے لئے نکاح حلال ہو جائے گا۔ اگر نکاح سے پہلے ہی اس کا شوہر بھی ہجرت کر کے آ جائے تو اس کی بیوی اسے لوٹا دی جائے گی'' (۳۲۲)

د۔ خلع لینے والی عورت کا استبراء (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۳ کا جزد)

۳۔ استبراء کیسے ہوگا؟ استبراء ایک حیض کے ذریعے ہوگا۔ عورت اپنے آپ کو انتظار میں رکھے گی یہاں تک کہ حیض آ جائے اور وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ کیونکہ حیض آ جانے کی بنا پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے اس لئے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ابھی اوپر گذر چکا ہے۔

استتابۃ (توبہ کرنے کا مطالبہ)۔

توبہ کے اظہار کا مطالبہ استتابہ کہلاتا ہے

مرتد سے توبہ کے اظہار کا مطالبہ (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز الف)

استثناء (استثناء کرنا)

۱۔ تعریف: استثناء یہ ہے ایک حکم سے بعض کو خارج کرنے کے بعد باقی کا ارادہ کیا جائے۔ قسم یا کلام کے بعد لفظ ''انشاء اللہ'' کہنے پر بھی استثناء کا اطلاق ہوتا ہے۔

۲۔ عزم کرنے کے بعد استثناء کرنے کا حکم: کسی کام کے بارے میں یہ عزم کر لینا کہ اسے مستقبل

میں ضرور کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا اور اس عزم کے بعد استثناء کرنا یعنی ''انشاء اللہ'' کہنا سنت ہے۔ حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا واقعہ پوچھا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں کل اس کا جواب دوں گا'' اور اس کے ساتھ ''انشاء اللہ'' نہیں کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وحی آنے میں پندرہ دنوں کی تاخیر ہوگئی۔ پھر سورۂ کہف کی آیت نمبر ۲۳ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے (تم کسی کام کے بارے میں ہرگز یہ کہو کہ میں اسے کل کروں گا مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہو کہ ''اگر اللہ چاہے'' اور اگر بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرو) حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: ''اگر تم استثناء کرنا یعنی ''انشاء اللہ'' کہنا بھول جاؤ تو جب بھی یاد آئے انشاء اللہ کہو خواہ ایک سال کے بعد ہی کیوں نہ کہو اور خواہ قسم توڑنے کے بعد ہی کیوں نہ کہو تا کہ تمہیں سنت کا ثواب حاصل ہو جائے'' (۳۲۳)

۳۔ قسم کھانے بعد استثناء کرنا: قسم کے اندر استثناء کی صحت کیلئے قسم کے ساتھ اس کا متصل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر ایک شخص قسم کھائے پھر ایک طویل مدت کے بعد استثناء کرے تو اس کا یہ استثناء درست ہوگا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''استثناء قسم کو جا پکڑتا ہے خواہ ایک سال کے بعد کیوں نہ ہو'' آپ اپنے قول کی صحت پر سورۃ فرقان آیت نمبر ۶۸ سے استدلال کرتے ہیں۔ آیت کا ترجمہ ہے (اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو نہیں پکارتے ......) پھر جب ایک سال گذر گیا تو استثناء کا نزول ہوا (مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں ......) (۳۲۴) (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۴)

۴۔ استثناء کے اثرات: استثناء یا تو حنث یعنی قسم توڑنے سے پہلے ہوگا یا قسم توڑنے کے بعد۔ اگر پہلی صورت ہو اور پھر قسم کھانے والا وہ کام کرلے جس کی قسم کھائی ہو تو اس پر نہ تو حنث لازم ہوگا اور نہ ہی کفارہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جس نے استثناء کرلیا اس پر نہ تو حنث ہے اور نہ ہی کفارہ'' (۳۲۴ ب)

اگر حنث کے بعد استثناء ہو تو اسے استثناء کرنے کی سنت کا ثواب تو مل جائے گا لیکن یہ استثناء نہ تو حنث کو دور کر سکے گا اور نہ ہی کفارہ کو ساقط کر سکے گا (۳۲۵)

طلاق کے اندر استثناء (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۵)

استحاضۃ (استحاضہ)

۱۔ تعریف: حیض اور نفاس کے دنوں کے سوا دیگر ایام میں عورت کے اندام نہانی سے خارج ہونے والے خون کو استحاضہ کہتے ہیں۔

۲۔ استحاضہ کے وقت کی تحدید:

اگر حیض یا نفاس کے ایام کے بعد عورت کے اندام سے خون کا اجراء جاری رہے اور پھر چند دنوں کے بعد اس کا انقطاع ہو جائے تو اس زائد مدت کو استحاضہ کی حالت کہیں گے۔ اگر خون جاری رہے اور چند مہینوں تک اس کا انقطاع نہ ہو تو اس صورت میں عورت اپنے حیض یا نفاس کے ایام کی استحاضہ کی کیفیت پیدا ہونے سے پہلے کے حساب سے تحدید کرے گی۔ پھر یہ ایام حیض کے ایام شمار ہوں گے اور عورت ان ایام کے اندر ان تمام افعال سے کنارہ کش رہے گی جن سے حائضہ عورت کنارہ کش رہتی ہے۔ اور باقیماندہ ایام کو استحاضہ کے ایام شمار کرے گی۔ استحاضہ والی عورت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ حیض کے ایام کے مقدار انتظار کرے گی۔ اس دوران نمازیں نہیں پڑھے گی پھر غسل کر کے نماز پڑھے گی پھر جب حیض کے ایام آئیں گے تو نماز چھوڑ دے گی اور ایام گذر جانے کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے گی۔ یہ استحاضہ شیطان کا ایک اثر ہے۔ وہ تم میں سے کسی نہ کسی کو کافر بنانا چاہتا ہے'' (۳۲۶)

۳۔ استحاضہ کے اثرات

الف۔ غسل استحاضہ: اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق استحاضہ والی عورت اپنے حیض کے ایام کی انتہا پر غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔ (۳۲۷)

دوسری روات کے مطابق مستحاضہ ہر نماز کیلئے غسل کرے گی۔ (۳۲۸)

تیسری روایت کے مطابق وہ ظہر کی نماز موخر کر کے اور عصر کی نماز مقدم کر کے ایک غسل کے ساتھ یہ دونوں نمازیں پڑھ لے اسی طرح مغرب کی نماز موخر کر کے اور عشاء کی نماز مقدم کر کے دونوں کیلئے ایک غسل کرے گی اور پھر فجر کی نماز کیلئے غسل کرے گی (۳۲۹) سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت کا خط آیا۔ آپ نے خط پڑھ کر مجھے دے دیا میں نے خط پڑھا اس میں لکھا

تھا کہ ''میں استحاضہ کی مصیبت اور تکلیف کی زد میں آئی ہوئی ایک عورت ہوں۔طویل عرصے تک میں نے نماز چھوڑ رکھی پھر حضرت علیؓ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ میں ہر نماز کے لئے غسل کروں'' حضرت ابن عباسؓ نے اس کے بعد فرمایا: ''اس عورت کے بارے میں جو بات حضرت علیؓ نے کی ہے مجھے اس کے سوا کوئی اور صورت نظر نہیں آتی البتہ وہ ظہر اور عصر کو ایک غسل کے تحت اور مغرب اور عشا کو ایک غسل کے تحت جمع کر سکتی ہے اور فجر کی نماز کیلئے ایک غسل کر سکتی ہے'' آپ سے کہا گیا کہ کوفہ کا علاقہ سرد علاقہ ہے عورت کے لئے تین تین دفعہ نہانا بڑا مشکل ہوگا، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''اگر اللہ چاہتا تو اس سے بھی زیادہ سخت تکلیف میں مبتلا کر سکتا تھا'' (۳۳۰) گویا آپ نے اس مشقت کو قابل برداشت مشقت قرار دیا تھا اس لئے مذکورہ عورت کو غسل ترک کرنے کی رخصت نہیں دی کیونکہ یہ معاملہ حد ضرورت کو ابھی نہیں پہنچا تھا۔

دوسری اور تیسری روایت کو یکجا کر لینا بھی ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر نماز کے لئے غسل کے وجوب کو اس دوسری روایت کی اس صورت پر محمول کیا جائے جب مستحاضہ کے اندر اس کی قوت ہو اور وہ یہ طریقہ اختیار کر کے مشقت میں مبتلا نہ ہو۔ اور دو نمازوں کے لئے ایک غسل کی روایت کو اس صورت پر محمول کیا جائے جب ہر نماز کیلئے غسل کرنے کے اندر مستحاضہ کو مشقت اور تکلیف کا سامنا ہو۔ اس مفہوم کا اظہار ابوداؤد کی روایت سے ہوتا ہے ''اگر تمہیں طاقت ہو تو ہر نماز کے لئے غسل کرو ورنہ دو نمازوں کو جمع کرو'' (۳۳۱) یعنی دو نمازوں کے لئے ایک غسل کرو۔

ب۔ مستحاضہ کی نماز، اس کا روزہ اور اس کے ساتھ ہمبستری: استحاضہ مستحاضہ کیلئے نہ تو نماز سے مانع ہوتا ہے نہ روزے سے، نہ طواف سے اور نہ ہی ہمبستری سے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مستحاضہ اپنے حیض کے ایام کی مقدار کے دوران نمازیں چھوڑے رکھے گی پھر غسل کر کے اندام پر روئی وغیرہ باندھ کر نماز پڑھے گی'' ایک شخص نے کہا: ''خواہ اس کا خون بہتا ہی رہے؟ آپ نے جواب دیا: ''خواہ اس کا خون اس طرح بہے جس طرح اس مسوڑھے سے بہتا ہے'' (۳۳۲) آپ سے پوچھا گیا کہ مستحاضہ کا شوہر اس سے ہمبستری کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''ہاں، خواہ اس کی ایڑیوں پر خون کیوں نہ بہہ رہا ہو'' (۳۳۳) آپ نے فرمایا: ''مستحاضہ اپنے حیض کے ایام شمار کرے گی پھر غسل کر کے بیت اللہ کا طواف کرے گی۔ (۳۳۴)

مستحاضہ کی عدت:

اگر مستحاضہ کا خون مسلسل جاری رہے اور اسے اپنے حیض کا علم نہ ہو تو طلاق ہو جانے کی صورت میں اس کی عدت مہینوں کے حساب سے ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مستحاضہ تین ماہ کی عدت گذارے گی''۔(۳۳۵)

استحداد (موئے زیر ناف صاف کرنا)

۱۔ موئے زیر ناف صاف کرنے کو استحداد کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم: استحداد سنت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''پانچ باتیں فطرت میں شمار ہوتی ہیں۔ ختنہ کرنا۔ موئے زیر ناف صاف کرنا۔ مونچھوں کے بال کترنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔

استسقاء (بارش طلب کرنا)

۱۔ تعریف: بارش کے طویل انقطاع کے بعد اللہ کی طرف متوجہ ہو کر بارش طلب کرنے کو استسقاء کہتے ہیں

۲۔ اہل جاہلیت انواء (ستاروں) کے ذریعے استسقاء کرتے تھے اسلام نے اسے باطل قرار دے کر اس کی بجائے استسقاء کی نماز شروع کر دی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تین باتیں جاہلیت کے رسم ورواج سے تعلق رکھتی ہیں۔ انساب کے بارے طعن کرنا، ماتم کرنا اور نسی ثالثۃ'' سفیان نے تیسری بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''لوگ کہتے ہیں کہ انواء کے ذریعے استسقاء نسی الثالثہ ہے''(۳۳۶)

اسلام نے جس استسقاء کی مشروعیت کی ہے وہ نماز، خطبہ اور دعا ہے۔ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ استسقاء کا خطبہ اسی طرح خاموشی اور توجہ سے سنیں جس طرح جمعہ کا خطبہ خاموشی اور توجہ سے سنتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ چار مواقع پر کلام اور گفتگو کو مکروہ قرار دیتے تھے، عیدین کے اندر، استسقاء کے اندر اور جمعہ کے موقعہ پر (۳۳۶ب) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۰)

استقبال (استقبال کرنا)

حاجی کا استقبال اور اس کے لئے دعا مشروع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حاجی کی آمد پر اس سے فرماتے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم دے، تمہاری عبادت یعنی حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا کرے،، (۳۳۷)

استمتاع (حظ اٹھانا)

استمتاع سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی یا لونڈی کے ساتھ اس طرح ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کرے جو ہمبستری کے سوا ہو

حائضہ سے اس کے شوہر یا آقا کے استمتاع کی حلت (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز واؤ)

استمناء (مادۂ تولید خارج کرنا)

۱۔ تعریف: جماع کے بغیر مادہ تولید خارج کرنے کو استمناء کہتے ہیں

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عباسؓ اس شخص کیلئے استمناء کو مباح قرار دیتے تھے جسے جنسی تشنگی بجھانے کی ضرورت پیش آجائے اور اسے حلال نکاح میسر نہ ہو۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک نوجوان لوگوں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر لوگ اٹھ کر جانے لگے لیکن وہ بیٹھا رہا۔ کسی نے اس سے کہا کہ تم بھی اٹھ چلو حضرت ابن عباسؓ نے اس موقعہ پر فرمایا: ''اسے بیٹھا رہنے دو۔ یہ کسی ضرورت کے تحت یہاں آکر بیٹھا ہے'' جب سب لوگ جا چکے تو اس نے آپ سے عرض کیا کہ میں ایک نوجوان شخص ہوں، مجھے بڑی شہوت ہوتی ہے اور پھر میں اپنے عضو تناسل کو رگڑتا ہوں اور انزال ہو جاتا ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''تمہارا یہ عمل زنا کاری سے بہتر ہے اور لونڈی سے نکاح کر لینا اس سے بہتر ہے'' (۳۳۸)

استنجاء (استنجاء کرنا)

۱۔ تعریف: سبیلین سے خارج ہونے والی نجاست کو اسکے مخرج سے صاف کر دینے کو استنجا کرنا

کہتے ہیں

۲۔ استنجاء کے احکام: نجاست زائل کر دینے والی ہر چیز سے استنجا کرنا جائز ہے مثلاً ڈھیلے، کپڑے کے ٹکڑے یا پانی سے، تاہم پانی کے ذریعے استنجا کرنا زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اس سے نجاست والی جگہ زیادہ صاف ہو جاتی ہے اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ پانی سے استنجا کرتے تھے۔ (۳۳۹)
قضائے حاجت کے دوران اللہ کا ذکر (دیکھئے مادہ خلاء)

استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا)

۱۔ تعریف: ناک میں پانی ڈال کر اسے خارج کرنے کو استنشاق کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عباسؓ غسل کے اندر ناک میں پانی ڈالنے کو غسل کا ایک فرض قرار دیتے تھے۔ جو شخص اسے ترک کر دے اس کا غسل نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص غسل کے اندر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے وہ ان دونوں باتوں کا اعادہ کرے'' (۳۴۰) اگر کوئی شخص غسل جنابت کے اندر استنشاق ترک کر دے اور پھر نماز پڑھ لے تو وہ اپنی نماز لوٹائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر تم جنابت کے غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گئے ہو تو اپنی نماز لوٹاؤ'' (۳۴۱) (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴ کا جزد) وضوء کے اندر ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے فرض نہیں ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۶ کے جز ا کا جز الف)

استہلال (چیخ کی آواز نکالنا)

۱۔ تعریف: چیخنے کو استہلال کہتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ بچہ پیدا ہوتے ہی چیخ کی آواز نکالتا ہے اور چیخ کی یہ آواز اس کی زندگی کی علامت ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بچے کا استہلال اس کی چیخ کی آواز ہوتی ہے'' (۳۴۲)

۲۔ استہلال کے اثرات: اگر نومولود چیخ کی آواز بلند کرے تو اس پر زندہ ہونے کا حکم عائد کر دیا جائے گا اور پھر اس پر ان تمام احکامات کا انطباق ہوگا جن کا زندوں پر انطباق ہوتا ہے۔ وہ وارث ہوگا اور اگر استہلال کے بعد مر جائے تو وہ تو دوسروں کو وارث بنائے گا اور اس کا جنازہ پڑھا جائے گا''

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "جب بچہ استہلال کر لے تو وہ وارث ہوگا، وارث بنائے گا اور اس کا جنازہ پڑھا جائے گا" (۳۴۳) استہلال کے بعد اگر کوئی شخص اسے عمداً قتل کر دے تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اگر خطا سے قتل کرے تو پوری دیت واجب ہوگی۔ (۳۴۳ب)

استیاک (مسواک کرنا)

۱۔ تعریف: دانتوں کو مسواک وغیرہ کے ذریعے صاف کرنا استیاک کہلاتا ہے

۲۔ اس کا حکم: مسواک کرنا سنت ہے۔ روزہ دار کے لئے ہر حال میں مسواک کرنا جائز ہے خواہ مسواک خشک ہو یا تر اور خواہ زوال سے پہلے مسواک کرے یا زوال کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "سبز یعنی تر مسواک میں روزہ دار کے لئے کوئی حرج نہیں" (۳۴۴) آپ سے روزہ دار کے لئے مسواک کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا: "مسواک کرنا پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہے ہر حال میں مسواک کیا کرو" (۳۴۵)

جمعہ کے دن مسواک کرنا (دیکھئے مادہ جمعہ نمبر ۴ کا جز ب)

اسر (جنگ میں گرفتار ہونا)

۱۔ تعریف: جنگ کے دوران دشمن کا اپنے دشمن کے ہاتھ زندہ آ جانا اسر کہلاتا ہے۔ اگر مرد ہوں تو انہیں "اسری" کہا جائے گا اور اگر عورتیں اور بچے ہوں تو انہیں "سبی" کہا جائے گا (دیکھئے مادہ سبی)

۲۔ اسیران جنگ کے احکام:

الف۔ مسلمان جب کمزور تھے تو اسیران جنگ کے بارے میں اللہ کا حکم یہ تھا کہ انہیں تہ تیغ کر دیا جائے۔ تاکہ انہیں مسلمانوں کے خلاف دوبارہ ہتھیار اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکے۔ سورت انفال آیت نمبر ۶۷ میں ارشاد باری ہے ترجمہ یہ ہے۔ (کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں ان کو اچھی طرح کچل نہ دے) لیکن جب مسلمانوں میں قوت آ گئی اور انکے ہاتھ مضبوط ہو گئے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی ان کے اندر طاقت پیدا ہوگئی تو سورۃ محمد

آیت نمبر۴ کے ذریعے درج بالا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ ارشاد ہوا ترجمہ یہ ہے (یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح ان کی خونریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو محض احسان کر کے (انہیں چھوڑ دو) یا فدیہ لے کر (انہیں جانے دو) حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ نسخ پر نص کیا ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے اس نسخ پر نص سے یہ سمجھا ہے کہ یہ نسخ قیدیوں کے قتل کو بھی شامل ہے۔ اور پھر حضرت ابن عباسؓ کے قول سے قیدیوں کے قتل کا عدم جواز نقل کیا ہے۔ ''مصنف عبدالرزاق'' میں لیث کا یہ قول منقول ہے کہ: ''میں نے مجاہد سے کہا کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''قیدیوں کو قتل کرنا حلال نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں فرمایا ہے جس کا ترجمہ ہے (اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرلو، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے) مجاہد نے جواب میں کہا کہ اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے مجھے حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ ملے ہیں۔ یہ سب حضرات اسے تسلیم نہیں کرتے ہیں اور فرماتے تھے کہ مذکورہ آیت منسوخ ہے۔ یہ آیت اس مدت کے لئے تھی جو حضور ﷺ اور مشرکین کے درمیان رہی ہے۔ لیکن آج یہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۵ میں اس قول باری کی بنا پر منسوخ ہے جس کا ترجمہ ہے (مشرکین کو جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کر دو) اگر یہ مشرکین عرب کے مشرکین ہوں تو ان سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ان کے سوا دیگر مشرکین اگر قید ہو جائیں تو انکے متعلق مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہیں تو انہیں قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو انہیں زندہ رہنے دیں اور اگر چاہیں فدیہ لیں اگر یہ اپنا دین چھوڑنا نہ چاہیں۔ اگر یہ اسلام کا اظہار کر دیں تو ان سے فدیہ نہیں لیا جائے گا۔ (۳۴۶)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ نسخ قیدیوں کے قتل کو بھی شامل ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نسخ قیدیوں کے قتل کے وجوب کا ہوا ہے اس لئے کہ قیدیوں کو قتل کر دینا واجب نہیں رہا اور امام المسلمین کو قتل، احسان اور فدیہ میں سے کسی ایک بات کو قبول کر لینے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ سورۂ انفال آیت نمبر ۶۷ (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ بات جنگ بدر کے موقعہ پر کہی گئی۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت

کم تھی۔ لیکن جب انکی تعداد زیادہ ہوگئی اور ان کا غلبہ بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد آیت نمبر ۴ میں یہ حکم نازل فرمایا(فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور اہل ایمان کو قیدیوں کے بارے میں یہ اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں انہیں قتل کر دیں اور اگر چاہیں ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیں"، (۳۴۷)

مسلمان باغیوں میں سے قید ہونے والوں کو غلام نہیں بنایا جائے گا (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۴)

ب۔ ہم نے کہا ہے کہ امام المسلمین کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو قیدیوں کو قتل کر دے یا محض احسان کر کے چھوڑ دے یا فدیہ لے کر انہیں جانے دے۔ اگر وہ کسی قیدی کو قتل کرنے کی بات اختیار کر لے اور یہ قیدی مکہ میں داخل ہو جائے تو جب تک وہ وہاں رہے گا اس کا خون محفوظ ہوگا (۳۴۸) اس لئے کہ مکہ میں خون بہایا نہیں جاتا۔

ج۔ اگر کفار مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور ذمیوں کے کسی مرد یا عورت یا بچے کو گرفتار کر کے لے جائیں یا ان کا مال لوٹ لیں اور اسکے بعد مسلمان ان پر دوبارہ حملہ کر کے ان سے مذکورہ افراد واپس لے لیں تو ان پر یہ افراد انکے اہل اور مالکان کو واپس کر دینا لازم ہوگا سعید بن منصور نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر دشمن حملہ کر کے ذمیوں کو گرفتار کر لے اور مویشی ہنکا لے جائے پھر مسلمانوں کے گھوڑ سوار ان کا پیچھا کریں اور انہیں جا پکڑیں تو کیا وہ دشمن سے واپس لئے ہوئے مویشی ذبح کر کے کھا سکتے اور واپس لی ہوئی ذمی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: "مسلمان مسلمان کا مال اسے واپس کر دے گا، مسلمان ذمیوں کا مال انہیں واپس کرے گا جو شخص دشمن کے ہاتھ سے چھڑائی ہوئی ذمی عورت سے نکاح کرے گا وہ زانی ہوگا" (۳۴۹)

اسراف (فضول خرچی)

۱۔ تعریف: مباح چیز کے سلسلے میں انفاق کے اندر معتاد حد سے تجاوز کو اسراف کہتے ہیں۔

۲۔ اسراف کا حکم: اسراف ہر چیز کے اندر مکروہ ہے، یہ صدقات کے اندر مکروہ ہے، سورۃ انعام آیت نمبر ۱۴۱ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)، کھانے پینے کے اندر بھی اسراف مکروہ

ہے۔سورۃ اعراف آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد باری کا ترجمہ ہے (اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو بشرطیکہ دو باتیں نہ ہوں، اسراف اور تکبر'' (۳۵۰) نیز فرمایا: ''اللہ نے کھانا پینا حلال کر دیا ہے بشرطیکہ اس میں اسراف یا تکبر نہ ہو'' (۳۵۱)

اسقاط (ساقط کرنا)

غیر پر اپنے ثابت شدہ حق کو معاف کر دینا اسقاط ہے (دیکھئے مادہ عفو)

اسکار (نشہ پیدا کر دینا) دیکھئے مادہ سکر

اسلام (دین اسلام)

۱۔ تعریف: اسلام اس دین کا نام ہے جسے اللہ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ یہ عقیدہ، شریعت اور اخلاق کا مجموعہ ہے

۲۔ اسلام پر اکراہ: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اسلام پر اکراہ جائز نہیں ہے۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۵۶ میں مذکورہ ارشاد باری (لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ دین میں کوئی اکراہ نہیں ہے۔ ہدایت اور گمراہی دونوں واضح ہو چکی ہیں) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''زمانہء جاہلیت میں اگر کسی عورت کی اولاد نہ ہوتی تو وہ یہ عہد کر لیتی کہ اگر اس کا کوئی بچہ زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنا دے گی۔ اس طرح انصار کی اولاد کی ایک تعداد یہودیوں کے پاس تھی۔ جب بنو نضیر جلاوطن کر دئے گئے اور ان کے پاس انصار کے بچے تھے تو حضرات انصارؓ نے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو نہیں چھوڑیں گے اور پھر انہوں نے اپنے بچوں کو اسلام پر قائم رہنے کیلئے مجبور کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی'' (۳۵۲) حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ زیر بحث آیت الحصینی نامی ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس کا تعلق انصار کے بنو سالم بن عوف گھرانے سے تھا۔ اس کے دو عیسائی بیٹے تھے جو شام کے تاجروں کے ہاتھ عیسائی بن گئے تھے۔ جب یہ تاجر واپس شام جانے لگے تو یہ دونوں بھی انکے ساتھ جانے پر

کمر بستہ ہو گئے ۔ انکے باپ نے جو مسلمان تھا انہیں اسلام پر رکھنے کیلئے جبر کرنا چاہا اور حضور ﷺ سے اس کی اجازت طلب کی اس پر اللہ نے درج بالا آیت نازل فرمائی ۔ (۳۵۳)

۳۔ ایک شخص کو کن باتوں کی بنا پر مسلمان سمجھا جائے گا؟: جب ایک شخص اپنے اختیار سے کلمۂ شہادت پڑھ لے گا تو اسے مسلمان تصور کر لیا جائے گا ۔ والدین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے پر انکے نابالغ بچے کو مسلمان تصور کر لیا جائے گا خواہ دوسرا فریق کفر پر کیوں نہ قائم رہے ۔ اسی طرح اگر ایک بچہ دارالاسلام میں کسی کے ہاتھ لگ جائے اور اس کے والدین کے بارے میں کچھ پتہ نہ ہو تو اسے بھی مسلمان سمجھا جائے گا ۔

درج بالا تمام مسائل اجماعی ہیں اور انکے اندر کسی کا بھی کوئی اختلاف رائے نہیں ہے

۴۔ اسلام کے اثرات

الف۔ ایک شخص کا مسلمان ہو جانا اس پر احکام اسلام کا التزام واجب کر دیتا ہے مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد وغیرہ اس مسئلے پر بھی اجماع ہے اور کسی نے اس میں اختلاف رائے نہیں کیا ۔

ب۔ اگر ایک کافر عورت کسی کافر کی زوجیت میں ہو اور وہ اپنے شوہر سے پہلے خواہ چند لمحے پہلے کیوں نہ ہو، مسلمان ہو جائے تو اسلام لاتے ہی شوہر سے اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور بائن طلاق واقع ہو جائے گی ۔ اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو تو وہ اس دخول کی بنا پر پورے مہر کی مستحق قرار پائے گی ۔ حضرت ابن عباسؓ: نے فرمایا ''اگر ایک نصرانیہ کسی نصرانی کی زوجیت میں ہو اور پھر عورت مسلمان ہو جائے تو پھر نصرانی مرد مسلمان عورت پر بلند نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی'' (۳۵۴) ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''ہماری عورتوں کے مالک ہمارے سوا دوسرے لوگ نہیں ہو سکتے، ہم دیگر لوگوں (اقوام) پر غالب ہیں ۔ دیگر لوگ ہم پر غالب نہیں آ سکتے اس لئے کہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (تاکہ وہ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دے) (۳۵۵) آپ نے یہ بھی فرمایا: ''اگر نصرانی عورت اپنے شوہر سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنی ذات کی زیادہ مالک ہو گی'' (۳۵۶) اگر شوہر نے ابھی تک دخول نہ کیا ہو تو دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی اور عورت کو کوئی مہر نہیں ملے گا اس لئے کہ علیحدگی عورت کی وجہ سے ہوئی تھی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر ایک نصرانیہ کسی

نصرانی کے عقد میں ہو اور اس کے شوہر کے دخول سے پہلے وہ مسلمان ہو جائے تو دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا'' (۳۵۷) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ٦ کا جزھ)

ج۔ احصان کے لئے اسلام کی شرط (دیکھئے مادہ احصان نمبر ۲ کا جزب)

د۔ حدود کے اجراء کے لئے اسلام کی شرط (دیکھئے مادہ حد نمبر ۴ کا جزب)

ھ۔ مسلمان اور کافر کے درمیان عدم توارث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جزد کا جز ۳)

اضحیہ اور ہدی ذبح کرنے والے کے لیے مسلمان ہونے کی شرط (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ٦ کا جزالف)

اشربۃ (مشروبات)

ہم اشربہ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کے نقطہ نظر سے دو بنیادی نقاط خمر اور اور نبیذ کے تحت بحث کریں گے۔

۱۔ خمر

الف۔ تعریف: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک خمر ہر اس رس کو کہتے ہیں جو شراب بن جائے اور نشہ آور ہو جائے۔ خواہ وہ انگور کا رس ہو یا کسی اور چیز کا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور رس خمر ہے'' (۳۵۸)

ب۔ خمر کی تحریم: ''خمر چاہے قلیل ہی کیوں نہ ہو، اس کا پینا حرام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ: ''خمر حرام بعینہ ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر'' (۳۵۹)

ج۔ خمر کو آگ پر پکانا: اگر رس شراب بن کر حرام ہو جائے تو اسے آگ پر پکانے سے اس کی حرمت زائل نہیں ہوتی۔ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور آپ سے رس کے بارے میں مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا: ''جو رس تازہ ہو اسے پی لیا کرو'' وہ کہنے لگا کہ میں اسے پکا لیتا ہوں اور میرے دل میں اس کے متعلق شک ہی رہتا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم اسے آگ پر پکانے سے پہلے پی لیتے ہو، اس نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ جسے سن کر آپ نے فرمایا: ''جو چیز

حرام ہو چکی ہو اسے آگ حلال نہیں بنا دیتی'' (۳۶۰) اس حکم کے اندر ان صورتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسے تھوڑا سا پکایا جائے اور وہ باذق (انگور کا شیرہ جسے تھوڑا سا پکایا گیا ہو) بن جائے یا پک کر اس کا نصف یا تہائی یا اس سے زائد حصہ ختم ہو جائے اور وہ طلاء (انگور کا رس جس میں سے پکانے کی وجہ سے دو تہائی جاتا رہے) بن جائے ابوالجویریہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے باذق کے بارے میں پوچھا آپ نے جواب دیا ''حضور ﷺ باذق سے پہلے گذرے ہیں جو مشروب نشہ آور ہو وہ حرام ہے'' وہاں موجود ایک شخص نے کہا کہ ہم انگور کا رس نچوڑتے ہیں اور پھر اسے پکاتے ہیں حتیٰ کہ وہ حلال اور طیب بن جاتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ، حلال اور طیب مشروب پیا کرو کیونکہ حلال اور طیب مشروب کے بعد حرام اور خبیث ہی ہوتا ہے'' (۳۶۱) آپ سے طلاء کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے سائل سے استفسار کیا کہ یہ طلاء کیا ہے؟ اس نے کہا: ''انگور کا رس نکالا جاتا ہے پھر اسے آگ پر پکایا جاتا ہے۔ پھر اسے مٹکوں میں رکھا جاتا ہے''۔ آپ نے پوچھا کہ مٹکے کیسے ہوتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: ''قار ملے ہوئے مٹکے'' آپ نے پوچھا ''زفت (تارکول) ملے ہوئے؟'' اس نے اثبات میں جواب دیا، آپ نے پھر پوچھا ''کیا وہ نشہ پیدا کرتا ہے؟'' جواب دیا کہ اگر زیادہ مقدار میں استعمال ہو جائے تو نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور مشروب حرام ہے'' (۳۶۲)

د۔ **خمر کی خرید و فروخت:** مسلمان کیلئے خمر کی کسی بھی مقدار کی خرید و فروخت حلال نہیں ہے۔ اگر وہ اس کی خرید و فروخت کرے گا تو یہ بیع باطل ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے خمر اور اس سے حاصل ہونے والے ثمن کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''خمر حرام ہے اور اس کا ثمن بھی حرام ہے (۳۶۳) خمر کی خرید فروخت کی تحریم کے بارے میں یہ آپ کا صریح قول ہے۔ آپ کے نزدیک اس کی خرید و فروخت کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ سے خمر کی خرید و فروخت اور اس کی تجارت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ان سے سوال کیا کہ: ''کیا تم لوگ مسلمان ہو'' انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کیلئے اس کی خرید و فروخت اور اس کی تجارت درست نہیں ہوتی تم میں سے جو شخص یہ حرکت کرے

گا اس کی مثال بنی اسرائیل جیسی ہوگی۔ ان پر چربی حرام کر دی گئی تھی، انہوں نے اسے کھایا تو نہیں لیکن اسے فروخت کر کے اس کا ثمن کھاتے رہے" (۳۶۴) آپ کا قول: "خمر کی خرید وفروخت اور اس کی تجارت کسی مسلمان کے لئے درست نہیں" اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر اس طرح کی بیع وقوع پذیر ہو بھی جائے تو وہ درست نہیں ہوگی یعنی باطل ہوگی (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جزج کا جزا)

ھ۔ مسلمانوں کے علاقوں میں خمر کا اظہار: مسلمانوں کی سرزمین میں خمر ظاہر کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عمل پرہیزگار مسلمانوں کے لئے ایک چیلنج ہوگا اور اس کے استعمال کے سلسلے میں فاسقوں کا حوصلہ بڑھے گا نیز اس اسلامی اصول کی بے حرمتی ہوگی جو معاصی کے اخفاء کے وجوب کا متقاضی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "جس شہر کو عربوں یعنی مسلمانوں نے آباد کیا ہو تو ذمیوں میں سے کسی کو بھی وہاں اپنی عبادت گاہ قائم کرنے کا حق نہیں ہوگا اور نہ ہی وہاں خمر کی خرید وفروخت ہوگی" (۳۶۵) (دیکھئے مادہ بلد) نیز (مادہ ارض نمبر ۳)

۲۔ نبیذ:

الف۔ نبیذ اس مشروب کو کہتے ہیں جو پانی کے اندر زبیب یعنی خشک انگور (کشمش یا منقیٰ) یا خشک کھجور (خرما) یا جو بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔

ب۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک نبیذ پینے کی حلت چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ وہ شرطیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر نبیذ تازہ ہو اور اس میں ابھی اشتداد یعنی جھاگ اور جوش پیدا نہ ہوا ہو تو اسے پیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص رس کے بارے میں مسئلہ پوچھنے آیا تھا آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ: "تازہ رس پی لیا کرو" (۳۶۶) حکم کے اندر رس یا شیرہ نبیذ کی طرح ہے۔ بکیر بن عبداللہ المزنی نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں کعبہ کے پاس حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بیٹھا تھا اتنے میں ایک بدوی ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا: "کیا بات ہے، تمہارے بنی عم یعنی چچازاد تو شہد اور دودھ پیتے ہیں اور تم لوگ نبیذ پیتے ہو، کیا تنگدستی کی بنا پر تم ایسا کرتے ہو یا کنجوس

کی وجہ سے؟" حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا: "اللہ کا شکر ہے کہ نہ ہمیں تنگدستی لاحق ہے اور نہ ہی ہمارے اندر کنجوسی ہے، بات یہ ہوئی تھی کہ حضور ﷺ اپنی سواری پر تشریف لائے، آپ ﷺ کے پیچھے اسامہ تھے، آپ ﷺ نے پانی طلب کیا۔ ہم برتن میں نبیذ ڈال کر آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ نے اسے نوش جان کیا اور باقیماندہ حصہ اسامہ کو دیدیا اور فرمایا: "تم نے بہت خوب" یا فرمایا: "تم نے بہت اچھا نبیذ تیار کیا ہے، اسی طرح نبیذ تیار کیا کرو" اس لئے حضور ﷺ نے جس بات کا حکم دیا ہے ہم اسے تبدیل کرنا نہیں چاہتے" (۳۶۷)

۲۔ نبیذ گدر کھجور سے تیار نہ کیا گیا ہو۔ "مصنف عبدالرزاق" میں مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ خالص گدر یعنی کچی کھجوروں سے تیار شدہ نبیذ کو پینے سے منع فرماتے تھے (۳۶۸) "نسائی" وغیرہ میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "خالص گدر کھجوروں کا نبیذ حلال نہیں ہے" (۳۶۹) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ گدر کھجوروں سے تیار شدہ نبیذ پینے پر اسی طرح کوڑے لگاتے تھے جس طرح خمر پینے پر (۳۷۰) حضرت ابن عباسؓ نے خاص طور پر گدر کھجوروں ں کے نبیذ کی تحریم کی ہے۔ مجھے اس کے سوا اس کی کوئی اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ گدر کھجوروں میں چونکہ مٹھاس کم ہوتی ہے اس لئے انہیں طویل وقت تک کے لئے پانی میں بھگویا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جہاں ایک طرف پانی میں مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ اس میں تخمر یعنی شراب والی کیفیت بھی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ حجاز کے علاقے میں شدت کی گرمی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ دو پھل ایک ساتھ پانی میں بھگو کر نبیذ نہ کیا گیا ہو۔ مثلاً خرما اور منقیٰ یا منقیٰ اور گدر کھجور یا اسی طرح کے کوئی دو پھل ایک ساتھ پانی میں بھگو دیئے جائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے خرما اور منقیٰ نیز خرما اور گدر کھجور کے مخلوط مشروب سے منع فرمایا ہے۔ (۳۷۱)

۴۔ یہ نبیذ ان برتنوں میں تیار نہ کیا جائے جن کے اندر نبیذ تیار کرنے سے حضور ﷺ نے ممانعت فرمادی ہے مثلاً دباء (کدو کا گودا نکال کر اسکے خول میں نبیذ تیار کرنا) نقیر (لکڑی اندر سے کھود

کر اس میں نبیذ تیار کرنا)، مزفت (ایسا مٹکا جس پر تارکول مل دیا گیا ہو) اور حنتم (سبز رنگ کا مٹکا)۔ (۳۷۲) ابو جمرہ بن عمران الضبعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ میں سبز رنگ کے مٹکے میں میٹھا نبیذ تیار کرتا ہوں اور جب اسے پی لیتا ہوں تو میرے پیٹ میں قرقرہ (ہوا پھرنے کی آواز) پیدا ہو جاتا ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''سبز مٹکے میں تیار شدہ نبیذ نہ پیو خواہ وہ شہد سے زیادہ میٹھا کیوں نہ ہو'' (۳۷۳) سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مٹکوں میں تیار شدہ نبیذ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اسے حرام قرار دیا۔ پھر میں نے یہ بات حضرت ابن عباسؓ کے سامنے دہرائی تو آپ نے فرمایا: ''ابن عمرؓ نے درست کہا ہے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے اسی طرح حرام قرار دیا ہے'' میں نے عرض کیا کہ مٹکوں کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مٹی کا بنا ہوا ہر ظرف اور برتن'' (۳۷۴)

۵۔ نبیذ نشہ آور نہ ہو۔ تازہ اور غیر نشہ آور نبیذ پینے کی حلت حضرت ابن عباسؓ سے متفقہ طور پر مروی ہے ۔گذشتہ سطور میں آپ کا یہ قول گذر چکا ہے کہ: ''تازہ نبیذ پی لیا کرو''۔ ابو الجویریہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے باذق (انگور کا رس جسے تھوڑا سا پکایا گیا ہو) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: ''حضور ﷺ باذق سے پہلے ہو گذرے ہیں، ہر نشہ آور مشروب حرام ہے'' میں نے عرض کیا: ''ابن عباسؓ، کیا آپ میٹھے مشروب کو حلال اور طیب نہیں سمجھتے؟'' آپ نے فرمایا'' جو مشروب حلال اور طیب ہو اسے پیا کرو کیونکہ حلال اور طیب کے بعد حرام اور خبیث ہی ہوتا ہے'' (۳۷۵) اسی مفہوم پر ہر اس روایت کو محمول کیا جائے گا جس میں حضرت ابن عباسؓ سے نبیذ پینے کی اباحت مروی ہے نیز ہر اس روایت کو جسے آپ نے حضور ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ آنحضور نے نبیذ نوش جان کیا تھا۔ اس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ ابن عباسؓ سے نبیذ کے بارے میں جب پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ روایت بیان کر دی جس میں ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مشکیزے میں پانی کے ساتھ منقیٰ ڈالنے کا حکم دیا چنانچہ رات کے وقت پانی میں منقیٰ ڈال دیا گیا اور جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ پورا دن، اگلی رات اور اگلی شام تک اسے نوش جان کرتے رہے۔ جب رات گذر گئی تو آپ ﷺ نے باقیماندہ حصے کو بہا دینے کا حکم دیا۔ (۳۷۶)

جصاص رازی نے حضرت ابن عباسؓ سے غیر نشہ آور نبیذ کے ساتھ وضو کرنے کا جواز نقل کیا ہے۔(۳۷۷)

ب۔ اگر نبیذ نشہ آور ہو تو اسے پی لینے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایتوں سے یہ اخذ کرنا ممکن ہے کہ قلیل مقدار میں یعنی اتنی مقدار میں جس سے نشہ پیدا نہ ہو اس کا استعمال حلال ہے۔ لیکن کثیر مقدار میں جس سے نشہ پیدا ہو جائے اس کا استعمال حلال نہیں اگر ایک شخص اتنا نبیذ پئے جس سے اسے نشہ آ جائے تو اس صورت میں جس جام کے پینے سے اسے نشہ آیا ہو وہی حرام شمار ہو گا۔ اس سے پہلے والے جاموں میں کوئی حرمت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''خمر بعینہ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، نیز نشے والا ہر مشروب بھی حرام ہے''(۳۷۸) ایک روایت کے مطابق: ''اور نشہ آور ہر مشروب حرام ہے''(۳۷۹) جن حضرات نے یہ مسلک اختیار کیا ہے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ نبیذ کی وہ مقدار جو نشہ آور مقدار سے کم ہو حرام نہیں ہے نیز نشہ پیدا کرنے والے جام سے پہلے کے جاموں میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ جصاص حنفی نے اپنی سند کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے'' ہم نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ جو نبیذ ہم استعمال کرتے ہیں اس سے ہمارے اندر نشہ پیدا ہو جاتا ہے، آپ نے سن کر فرمایا: ''بات اس طرح نہیں ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص نبیذ کے نو جام چڑھائے اور نشہ پیدا نہ ہو تو یہ جام حلال ہوں گے لیکن اگر دسواں جام پی کر اسے نشہ آ جائے تو یہ حرام ہوگا''(۳۸۰)

حضرت ابن عباسؓ سے ایسی روایتیں بھی منقول ہیں جو اس نبیذ کے استعمال کو حرام قرار دیتی ہیں جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو خواہ پینے والا اس نبیذ کی تھوڑی مقدار پئے یا زیادہ مقدار اور خواہ اسے نشہ آئے یا نشہ نہ آئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی حرام کردہ چیز کو حرام قرار دے تو اسے نبیذ کو حرام قرار دینا چاہیے''(۳۸۱) آپ کا یہ قول نبیذ کی ان تمام صورتوں پر محمول ہوگا جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہو۔ ساتھ ہی ساتھ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ ''میں خراسان کا رہنے والا ہوں۔ ہمارا علاقہ سرد ہے، ہم منقیٰ اور انگور وغیرہ سے مشروبات تیار کر کے انہیں استعمال کرتے ہیں۔ اس استعمال کے بارے میں مجھے اشکال پیدا ہوگیا ہے'' پھر

اس نے حضرت ابن عباسؓ سے مشروبات کی کئی اقسام بیان کیں جو میرے (راوی کے) خیال میں آپ کو پوری طرح سمجھ میں نہیں آئیں۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''تم نے مشروبات کی بہت سی قسمیں مجھ سے بیان کردیں۔ تم منقیٰ وغیرہ سے تیار شدہ ہر اس مشروب سے پرہیز کرو جو نشہ آور ہو'' (۳۸۲)

آپ سے جب باذق (انگور کا رس جسے تھوڑا سا پکایا گیا ہو) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ جو نشہ پیدا کردے وہ حرام ہے۔ یہ روایت پہلے بھی گذر چکی ہے۔ آپ سے طلاء (انگور کا رس جس کا دو تہائی حصہ آگ پر پکنے کی وجہ سے ختم ہو جائے) کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے سائل سے پوچھا کہ کیا اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ سائل نے جواب دیا کہ اگر اس کی زیادہ مقدار استعمال کرلی جائے تو نشہ پیدا ہو جاتا ہے یہ سن کر آپ نے جواب دیا: ''ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔'' (۳۸۳)

آپ کا یہ قول نبیذ سے متعلق آپ سے مروی تمام روایتوں کی تفسیر کر دیتا ہے۔

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ مجھے دونوں روایتوں میں کوئی تناقض نظر نہیں آتا۔ کیونکہ دونوں میں یہ کہہ کر تطبیق دینا ممکن ہے کہ جس نبیذ کی کثیر مقدار نشہ آور نہ ہو وہ حلال ہے اور جس نبیذ کی کثیر مقدار نشہ آور ہو وہ حرام ہے اسے قلیل مقدار میں استعمال کرنا بھی حرام ہوگا اور کثیر مقدار میں بھی۔

جصاص حنفی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ جو روایت نقل کی ہے کہ وہی جام حرام ہوتا ہے جس کے پینے سے نشہ آجائے اس سے پہلے کے جام حرام نہیں ہوئے، اور اس طرح اپنے مسلک کی تائید کی ہے، تو یہ روایت مجھے جصاص کے سوا کسی اور کے پاس دستیاب نہیں ہوئی۔

۳۔ شراب نوشی کی نیز دیگر منشیات کے استعمال کی سزا

الف۔ شراب نوشی کی سزا: حضرت ابن عباسؓ ہم سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے شراب نوشی کی سزا کے طور پر کسی مقرر حد کا ذکر نہیں فرمایا۔ آپ کہتے ہیں کہ: ''حضور ﷺ نے خمر کے سلسلے میں کوئی حد یعنی سزا مقرر نہیں کی'' (۳۸۴)

بلکہ یہ ہوتا کہ اگر کوئی شرابی حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ لوگوں کو حکم دیتے کہ اٹھیں اور اپنے ہاتھوں اور ہاتھوں میں موجود چیزوں مثلاً جوتوں اور کھجور کی شاخوں یا کپڑوں کے کناروں سے اس کی ٹھکائی کریں۔ لوگ اس کی ٹھکائی شروع کر دیتے حتیٰ کہ حضور ﷺ انہیں ٹھکائی بند کر دینے کا حکم دیتے اور لوگ ٹھکائی بند کر دیتے۔ نجدۃ الحنفی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ شراب نوشی کی

سزا میں ضرب یعنی ٹھکائی کس طرح ہو گی ؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاتھوں اور جوتوں سے ٹھکائی ہو گی (۳۸۵) بلکہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ شرابی کا پیچھا نہیں کرتے جب شرابی اپنی غلطی کا احساس کر کے روپوش ہو جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے شراب پی لی اور اس پر نشہ طاری ہو گیا۔ اسے گلی میں لڑکھڑا کر چلتے ہوئے دیکھا گیا اسے پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں جب لے جانے لگے تو وہ دار عباس کے پاس پہنچ کر بھاگ کھڑا ہوا اور حضرت عباسؓ کے پاس اندر جا کر ان سے چمٹ گیا۔ لوگوں نے اس بات کا ذکر حضور سے کیا۔ آپ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: ''اچھا، اس نے اس طرح کیا؟'' اور اسے سزا دینے کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا۔ (۳۸۶)

یہ طریقہ کار دراصل مربی اعظم ﷺ کی طرف سے تربیت کا عظیم قانون تھا کیونکہ لوگوں نے تازہ تازہ شراب نوشی ترک کی تھی اور ان کے لئے شراب نوشی سے بالکلیہ کنارہ کش ہو جانا مشکل تھا، تمام لوگ قوت ارادی کے اندر نیز عزم بالجزم میں یکساں درجے پر نہیں تھے، ان میں ایسے قوی لوگ بھی تھے جو اپنے نفس اور اسکے شیطان کو قابو میں رکھ سکتے تھے اور ایسے کمزور ارادے والے بھی تھے جو نفس اور شیطان پر صرف مشق کے ذریعے قابو پا سکتے تھے۔ انسان کی کمزوری کے اعتبار سے مشق کے لئے بعض دفعہ ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے اور بعض دفعہ مختصر عرصہ مطلوب ہوتا ہے۔ البتہ جو شخص ترک کا عزم کرے اس کی طبعیت میں اگر ترک کی راہ پر چلنے کا جذبہ اور عزم موجود ہو تو اتنی بات کافی ہو گی اگر اسی راستے پر چلتے ہوئے اس سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو جائے تو اسے نظر انداز کر دینا ممکن ہے بشرطیکہ ایسا کرنا مناسب ہو۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سزا کا ڈر اور خوف بعض مواقع پر سزا دینے سے بڑھ کر اصلاح کے لئے مفید ہوتا ہے کیونکہ سزا اپنی ذات کے اندر ہدف اور مقصود نہیں ہوتی بلکہ یہ اصلاح کا وسیلہ ہوتی ہے۔ اگر سزا کے بغیر اصلاح ہو جائے تو یہ قابل قبول ہو گا اور اسے نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ تربیت کے ان ہی بنیادی اصولوں پر چلتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے مذکورہ شرابی شخص کا پیچھا نہیں کیا کیونکہ اس پر سزا کا خوف طاری ہو گیا تھا اور اس نے توبہ کا لتزام کر لیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں شراب نوشی کی سزا کی تحدید کا ارادہ کیا۔ اس ارادے میں ایک طرف تو نظم ونسق کا پہلو تھا اور دوسری طرف اس خوف کا بھی پہلو تھا کہیں لوگوں کی بھیڑ بھاڑ میں کوئی دشمن نہ گھس آئے اور جان لینے کے درپے ہو جائے یا یہ خوف تھا کہ کہیں لوگ سزا دینے کے معاملہ میں حد سے

تجاوز کرنا شروع نہ کر دیں اس لئے آپ نے علانیہ کوڑے لگانے کا طریقہ جاری کیا (۳۸۷) اور فرمایا: ''اگر ہم شرابی کے لئے کوئی حد یعنی سزا مقرر کر دیں تو بہتر ہو'' پھر آپ نے حضور ﷺ کے زمانے میں دی جانے والی سزا جیسی سزا کا انتخاب کر کے چالیس کوڑے لگانے شروع کر دئے (۳۸۸) حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی اختیار کردہ اس تدبیر پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اسے خیر تصور کیا۔

جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو آپ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کرنے کے بعد شراب نوشی کی سزا میں اضافہ کر دیا اور اسی کوڑے مقرر کئے حضرت ابن عباسؓ نے اس نئی تدبیر پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کے بموجب عمل پیرا رہے۔

ب۔ نبیذ پینے سے پیدا ہونے والے نشہ کی سزا: حضرت ابن عباسؓ شراب پینے والے اور نبیذ پی کر مدہوش ہونے والے کے درمیان سزا کے اعتبار سے یکسانیت برتتے تھے اور ہر ایک کو اسی کوڑوں کی سزا دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''نبیذ پی کر مدہوش ہونے والے کو اسی کوڑے لگیں گے'' (۳۹۰) گدر کھجور سے تیار شدہ شراب کے استعمال پر بھی آپ اسی طرح کوڑے لگاتے جس طرح خمر پینے پر لگاتے (۳۹۱) اگر کوئی شخص نشہ آور نبیذ کی تھوڑی مقدار پی لے اور اسے نشہ نہ آئے تو ظاہر بات یہی ہے کہ اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ اسے صرف تعزیر کی جائے گی اور وہ گنہگار قرار پائے گا کیونکہ اس نے ایک حرام کام کا ارتکاب کیا تھا۔

ج۔ جن لوگوں پر حد شرب جاری کی جائے گی انکی تحدید (دیکھئے مادہ حد نمبر ۴)

۴۔ نشہ میں مدہوش انسان کے تصرفات۔ (دیکھئے مادہ سکر)

اشہاد (گواہ بنانا)

ا۔ گواہی کے تحمل پر اکراہ: اگر گواہ بنانا ضروری ہو جائے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو گواہ بننے پر مجبور کرے کیونکہ قول باری ہے اس کا ترجمہ ہے (کسی کاتب کو ضرر نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی کسی گواہ کو) حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''ایک شخص اگر کسی کو لکھنے یا گواہ بننے کے لئے بلائے اور وہ یہ جواب دے کہ '' مجھے کوئی حاجت درپیش ہے'' تو وہ اس سے یہ کہدے کہ '' تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس دعوت کو قبول کرلو' اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسے ضرر پہنچائے''

(۳۹۲)

۲۔ یتیم کا مال اسکے حوالے کرنے پر گواہ بنانا: جب یتیم بالغ ہو کر سن رشد کر پہنچ جائے اور اس کا ولی اسے اس کا مال حوالے کرے تو وہ اس پر گواہی قائم کرے کیونکہ سورۂ نساء میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ یہ ہے (جب تم انہیں یعنی یتیموں کو ان کے اموال حوالے کرو تو ان پر گواہی قائم کر لو، اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب ولی یتیم کو اس کا مال حوالے کرے تو گواہوں کے ذریعے حوالے کرے جس طرح اللہ نے اسے حکم دیا ہے'' (۳۹۳)

۳۔ عقد بیع پر گواہی قائم کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۵ کا جزج)

عقد نکاح پر گواہ بنانا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۷)

وصیت پر گواہ بنانا (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۶)

اشہر (مہینے)

۱۔ اشہر حرم: اشہر حرم یعنی حرمت کے مہینے یہ ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الاخرہ اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

۲۔ اشہر حرم میں دیت کی تغلیظ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزب کا جز ۳)

اصبع (انگلی)

انگلی پر کی گئی جنایت عمد کی دیت (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ط)

تشہد کے اندر شہادت کی انگلی بلند کرنا (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۹ کے جزم کا جز ۳)

ا۔ضحیۃ (قربانی کا جانور)

۱۔ تعریف: اضحیہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جسے ایام النحر میں سنت کی اقامت کے طور پر ذبح کیا جائے

۲۔ اضحیہ کا حکم: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اضحیہ سنت ہے۔ آپ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کی روایت کی ہے کہ ''مجھ پر نحر یعنی جانور قربان کرنا فرض کر دیا گیا ہے، تم پر فرض نہیں کیا گیا۔ مجھے چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہے اور تمہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے'' (۳۹۴): ''عکرمہ کہتے

ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے قربانی کے دن دو درہم دے کر بازار بھیجا تا کہ میں آپ کے لئے گوشت خرید لاؤں اور فرمایا: ''تم جس سے ملو اس سے کہہ دو کہ یہ ابن عباسؓ کی قربانی ہے''(۳۹۵) آپ کا اس سے مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو بتا دیں کہ قربانی واجب نہیں ہے

۳۔ ان جانوروں کا ذکر جن کی قربانی دی جاتی ہے۔

الف۔ قربانی مویشیوں کی دی جاتی ہے۔ قربانی بھیڑ بکریوں، گایوں اور اونٹوں کی دی جاتی ہے۔ ایک بکری یا بھیڑ ایک شخص کی طرف سے کافی ہوتی ہے اور ایک گائے سات اشخاص کی طرف سے اور ایک اونٹ دس افراد کی طرف سے کافی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ پھر عید الاضحیٰ آ گئی۔ اور گائے میں سات افراد کے حساب سے اور اونٹ میں دس افراد کے حساب سے ہم شریک ہو گئے۔''(۳۹۶)

ب۔ قربانی کے جانور کی عمر: اگر بھیڑ کی قربانی دی جائے تو ضروری ہے کہ وہ جذع سے کم نہ ہو یعنی اس کی عمر آٹھ ماہ سے کم نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بھیڑ کے اندر جذع میں کوئی حرج نہیں''(۳۹۷) بکری اگر ثنی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی (۳۹۸) ثنی اس بکری کو کہتے ہیں جو اپنی عمر کے دوسرے سال کے اندر ہو۔ اونٹ اور گائے کے اندر بالا جماع صرف ثنی کی قربانی درست ہوتی ہے۔ (پانچ سالہ اونٹ اور دو سالہ گائے کو ثنی کہتے ہیں۔ مترجم) کیونکہ امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''صرف مسنہ (ثنی) ذبح کرو، اگر اس کا حصول تمہارے لئے مشکل ہو تو بھیڑوں میں سے جذع ذبح کر لو''(۳۹۹)

ج۔ قربانی کے جانور کی صفات

ا۔ اضحیہ کے اندر یہ شرط ہے کہ وہ گوشت کو کم کر دینے والے تمام عیوب سے پاک ہو مثلاً ایسا یک چشم جانور جس کا یہ عیب واضح ہو یا ایسا بیمار جانور جس کی بیماری واضح ہو یا ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن واضح ہو اور ایسا بوڑھا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے (۴۰۰) اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ قربانی کا جانور کم گوشت والا نہ ہو مثلاً دبلا پتلا جانور نیز ایسا جانور جس کا تھن خشک ہو چکا ہو نیز کن کٹا جانور وغیرہ (۴۰۱)

۲۔ یہ بات مستحسن ہے کہ قربانی کا جانور موٹا تازہ اور خوبصورت ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے سورۂ حج آیت نمبر ۳۲ کے اندر قول باری جس کا ترجمہ ہے (یہ ہے اصل معاملہ اسے سمجھ لو اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے) کی تفسیر میں فرمایا: ''اس سے قربانی کے جانور کی فربہی، خوب صورتی اور جسمانی اعتبار سے بڑائی کو مدنظر رکھنا مراد ہے''(۴۰۱ب)

د۔ قربانی کی جانور کا گم ہو جانا۔ اگر ایک شخص قربانی کا جانور خرید لے اور پھر ذبح ہونے سے پہلے یہ جانور گم ہو جائے تو اس پر اس کی جگہ کوئی اور جانور قربانی کرنا ضروری نہیں ہوگا۔ تمیم بن حویص الاسدی المصری کہتے ہیں کہ میں نے منٰی میں قربانی کا جانور خریدا لیکن ذبح ہونے سے پہلے وہ گم ہو گیا۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اس بات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، یہ سارے کا سارا کام درست ہو گیا''(۴۰۲)

۴۔ قربانی کرنے کا وقت: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات اس امر پر متفق ہیں کہ نماز عید کے بعد قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے یعنی دسویں تاریخ کو۔ البتہ قربانی کا آخری دن کونسا ہے اس کے متعلق آپ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق عید کا دن اور اس کے بعد دو دن ایام النحر یعنی قربانی کے ایام ہیں (۴۰۳) دوسری روایت کے مطابق عید کا دن اور اس کے بعد تین دن ایام النحر ہیں۔ (۴۰۴) یہی زیادہ صحیح روایت ہے۔

۵۔ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا

الف۔ زندہ ہونے کے دوران انتفاع: اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خرید لے تو اسے ذبح کرنے تک وہ اس سے مستفید ہو سکتا ہے مثلاً اس کا دودھ پی سکتا اور اس پر سواری کر سکتا ہے۔ اسی طرح کے دیگر فوائد (۴۰۵)

ب۔ ذبح ہو جانے کے بعد انتفاع: جب قربانی کا جانور ذبح ہو جائے تو متعلقہ شخص بالا تفاق اس کا گوشت کھا سکتا ہے اور اس کی کھال اپنے استعمال میں لانا بھی اس کے لئے جائز ہے۔ البتہ وہ اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ ابوظبیان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم قربانی میں ذبح ہونے والے جانوروں یعنی اونٹوں اور گایوں کی کھالوں کا کیا کریں؟ آپ نے جواب

دیا انہیں صدقہ میں بھی دیا جا سکتا ہے اور ان سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے (۴۰۶)

۶۔ قربانی کا جانور ذبح کرنے والا

الف۔ حضرت ابن عباسؓ قربانی کا جانور ذبح کرنے والے کیلئے مسلمان ہونا شرط قرار دیتے تھے اور فرماتے: تمہارا اضحیہ مسلمان کے سوا کوئی اور شخص ذبح نہ کرے'' (۴۰۷) بازار میں فروخت ہونے کیلئے عیسائیوں کے ہاتھوں ذبح شدہ جانوروں کا گوشت آپ کھا لیتے لیکن ان کے ہاتھوں ذبح شدہ قربانی کا گوشت نہ کھاتے'' (۴۰۸)

ب۔ قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ذابح بسم اللہ پڑھے گا (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۵) یہ دعا پڑھنا مسنون ہے ''بسم اللہ اللھم منک والیک اللھم تقبل من فلان'' (اللہ کے نام سے، اے اللہ یہ تیرا عطا کردہ ہے اور تیری ہی طرف جا رہا ہے۔ اے اللہ فلاں کی جانب سے یعنی میری طرف سے یہ قربانی قبول فرمالے) (۴۰۹)

ج۔ جانور کو اپنے اور قبلے کے درمیان لٹانا مسنون ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۶ کا الف)

۷۔ قربانی کا گوشت کن لوگوں کو دیا جائے گا؟

الف۔ قربانی دینے والے کیلئے قربانی کا کچھ گوشت کھا لینا مسنون ہے۔

ب۔ باقی گوشت ضرورت مندوں میں تقسیم کر دے گا یعنی سامنے موجود ضرورت مندوں کو دستی طور پر دے گا اور غیر موجود کی طرف گوشت بھیجدے گا سورۂ حج آیت نمبر ۳۶ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (جب قربانی کے اونٹوں کے پہلو (نحر ہونے کے بعد) زمین سے لگ جائیں تو اس کا گوشت خود کھاؤ اور قانع نیز معتر کو کھلاؤ) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''قانع وہ شخص ہے جو تمہارے قربانی کے گوشت سے مستغنی ہو اور اپنے گھر پر رہے، اور معتر وہ شخص ہے جو گوشت لینے کی نیت سے تمہارے پاس آئے لیکن تم سے سوال نہ کرے'' (۴۱۰)

اعارہ (عاریت کے طور پر کوئی چیز دینا)

ا۔ تعریف: کسی معاوضہ کے بغیر ایک چیز کے منافع (جمع منفعت) کا کسی کو مالک بنا دینا اعارہ

کہلاتا ہے

۲۔ اعارہ کا حکم: کسی کو کوئی چیز عاریت پر دیدینا مستحب ہے اس لئے کہ ضرورت مند کی ضرورت اس طریقے سے پوری ہو جاتی ہے اور ضرورت پوری کرنا اہل ایمان کی وہ صفت ہے جس سے متصف ہونے کی ترغیب دی گئی ہے اللہ سبحانہ نے عاریت کو روک دینے والوں پر نکتہ چینی فرمائی ہے۔ سورۂ ماعون میں ارشاد ہے اس کا ترجمہ ہے (اور ماعون کو روک دیتے ہیں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ماعون سے برتنے کی چیزوں کی عاریت مراد ہے'' [۴۱۱]

عاریت کا تاوان:

اگر ایک شخص کسی سے عاریت کے طور پر کوئی چیز لے اور پھر مذکورہ چیز اس کے ہاتھ میں تلف ہو جائے خواہ اس نے جان بوجھ کر اسے تلف کیا ہو یا اس کوئی ارادہ شامل نہ ہو، دونوں صورتوں میں وہ اس کی قیمت کا تاوان بھرے گا۔ ابن ابی ملیکہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عاریت کا تاوان بھروایا کرتے تھے اور مجھے بھی تاوان بھرے کے بارے میں لکھا تھا [۴۱۲]

جصاص حنفی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عاریت امانت ہوتی ہے اس لئے اگر مستعیر اس کے اتلاف میں تعدی کرے گا تو اس کا تاوان بھرے گا [۴۱۳] اس روایت کے ذریعے انہوں نے اپنے مسلک کیلئے تائید حاصل کی ہے۔ تاہم پہلا قول ہی حضرت ابن عباسؓ سے محفوظ صورت میں روایت ہوا ہے۔

اعتاق (آزاد کرنا) دیکھئے مادہ رق نمبر ۵

اعتکاف (اعتکاف کرنا)

۱۔ عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرے رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں

۲۔ اعتکاف میں روزہ رکھنا: معتکف پر روزے کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایتوں میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق روزہ واجب ہے آپ نے فرمایا: ''روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں'' [۴۱۴] دوسری روایت کے مطابق روزہ غیر اجب ہے الا یہ کہ

معتکف اپنے اوپر روزے کو واجب کر لے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں: ''جو شخص اعتکاف کرنے کی نذر مانے تو اس پر روزہ لازم نہیں ہوگا الاّ یہ کہ وہ اپنے اوپر روزہ واجب کر لے'' (۴۱۵) پہلی روایت کی یہ تاویل ممکن ہے کہ ''اللہ کے نزدیک پورے اجر والا اعتکاف صرف روزے کے ساتھ ہوتا ہے'' اس بنا پر اعتکاف میں روزہ رکھنا سنت ہوگا واجب نہیں ہوگا۔

۳۔ اعتکاف کی جگہ: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا ضروری ہے جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو تاکہ معتکف سے باجماعت نماز رہ نہ جائے یا اسے باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے اعتکاف کے مقام سے باہر جانا نہ پڑے، آپ فرمایا کرتے: ''صرف ایسی مسجد میں اعتکاف درست ہے جس میں باجماعت تمام نمازیں پڑھی جاتی ہوں'' (۴۱۶)

گھروں میں نماز کے لئے مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا بدعت ہے اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بدعات اللہ کے نزدیک انتہائی مبغوض امور ہیں اور گھروں میں نماز کے لئے بنے ہوئے مخصوص مقام میں اعتکاف کرنا بدعت میں داخل ہے'' (۴۱۷)

۴۔ معتکف کن امور سے مجتنب رہے گا؟

الف۔ اعتکاف میں بیٹھا ہوا شخص بیویوں سے دور رہے گا۔ کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۷ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (اور جب تم مساجد کے اندر اعتکاف بیٹھو تو اس دوران بیویوں سے مباشرت مت کرو) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''چہرے کے ساتھ چہرہ ملانا یعنی مباشرت، ہاتھ لگانا یعنی مس اور ہم آغوشی یعنی ملامست سب کے سب جماع پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں تاہم اللہ سبحانہ نے جو بات جن الفاظ کے ذریعے اشارے میں بیان کرنا چاہا بیان کر دیا'' (۴۱۸)۔ اگر معتکف اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہوگا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور نئے سرے سے شروع کرنا اس پر لازم ہوگا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر معتکف جماع کرے تو وہ اپنا اعتکاف باطل کرے گا اور نئے سرے سے اعتکاف کرے گا'' (۴۱۹)

ب۔ معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ سے کسی مریض کی عیادت یا کسی جنازے کا ساتھ دینے کے لئے نہیں نکلے گا۔ مجاہد بن جبر نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''معتکف پر کسی مریض کی عیادت یا

کسی جنازے کا ساتھ دینا ضروری نہیں ہے''(۴۲۰)

۵۔ میت کی طرف سے اعتکاف کی ادائیگی: اگر ایک شخص چند دن اعتکاف کرنے کی نیت کرے اور اعتکاف کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے اعتکاف کرے گا۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے۔ عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ میری ماں نے دس دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی اور اعتکاف کرنے سے پہلے وفات پا گئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے فرمایا کہ ''اپنی ماں کی طرف سے اعتکاف کرو''(۴۲۱)

اعرابی (بدوی)

۱۔ تعریف: یہ لفظ دو معنوں میں آتا ہے۔

اول یہ لفظ بدوی کے معنوں میں آتا ہے (دیکھئے مادہ لفظ بدو)

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر ایک شخص حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کی استطاعت رکھتے ہوئے بھی ہجرت نہ کرتا تو اسے اعرابی کہا جاتا۔ یہ اس زمانے کی بات تھی جب ہجرت فرض تھی۔

۲۔ اعرابی کے احکام: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اعرابی کے بارے میں جو احکامات تھے ان کا زیادہ حصہ ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکا۔ اعرابی کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہم تک پہنچا ہے کہ: ''اعرابی اگر حج کرنے کے بعد حضور ﷺ کی طرف ہجرت کر جائے تو اس کے اس حج کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اس پر حج کا اعادہ ضروری ہوگا۔''(۴۲۲)

اعسار (تنگدستی)

اپنے ذمہ واجب شدہ مالی حقوق کی فی الحال ادائیگی سے عاجز ہونے کو اعسار کہا جاتا ہے۔

معسر کو مہلت دینا (دیکھئے مادہ قرض نمبر ۱۰)

اعمیٰ (نابینا) (دیکھئے مادہ عمیٰ)

اعور (یک چشم) دیکھئے مادہ عور

اغلف (غیر مختون شخص)

اغلف اس مرد کو کہتے ہیں جسکا ختنہ نہ ہوا ہو (دیکھئے مادہ اقلف)

افتاء (فتویٰ دینا)

۱۔ تعریف: کسی مسئلہ میں حکم شرع بیان کر دینا افتاء کہلاتا ہے۔

۲۔ فتویٰ کے مصادر: حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں فتویٰ کے چار مصادر تھے، قرآن پھر سنت پھر ان ائمہ کے فتاویٰ جن کے علم اور تقویٰ کی ساری دنیا گواہی دیتی ہو پھر اجتہاد مثلاً قیاس اور استحسان وغیرہ۔ نص کی موجودگی میں کوئی اجتہاد نہیں ہوگا۔ نیز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے منقول اقوال کی موجودگی میں بھی کوئی اجتہاد نہیں ہوگا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ کا نص موجود ہے اس کی روایت آپ سے عبداللہ بن ابی یزید نے کی ہے کہ آپ سے جب کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو اگر اس کا حکم قرآن میں موجود ہوتا تو آپ سائل کو اس کی اطلاع کر دیتے۔ اگر قرآن میں موجود نہ ہوتا اور حضور ﷺ سے اس بارے میں منقول کوئی حکم موجود ہوتا تو آپ سائل کو یہ حکم بتا دیتے۔ اگر یہ بھی نہ ہوتا تو اس کے متعلق اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے کوئی قول منقول ہوتا تو آپ اس کی خبر دے دیتے اور اگر یہ صورت بھی نہ ہوتی تو آپ مذکورہ مسئلے کا حکم اپنی رائے سے بتاتے۔ (۴۲۳)

حضرت ابن عباسؓ سے منقولہ اقوال بھی ہیں جن کے اندر آپ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے اختلاف رائے کیا ہے۔ آپ ان آراء کے اندر قرآن سے تمسک کرتے اور یہ یقین کر لیتے کہ ظاہر قرآن آپ کے حق میں ہے نیز یہ کہ اس سے اختلاف کرنے والے نے ظاہر قرآن سے اختلاف کیا ہے، کیونکہ قرآن سے تمسک کرنا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تقلید کرنے پر مقدم ہے، یہ بات ہم نے (مادہ ارث نمبر ۶ کے جز ھ کے جز ۲ میں نیز نمبر ۶ کے جز واؤ کے جز ھ میں نیز جز ز کے جز ۱ اور جز ۲ میں، نیز جز ج کے جز ۲ اور جز ۳ میں اور جز ط کے جز ۳ اور جز ۴) میں دیکھی ہے۔

۳۔ فتویٰ نویسی: مفتی پر لازم ہے کہ وہ اپنا فتویٰ ضبط تحریر میں لائے نیز اس کی وضاحت کرے اور اسکے قیود وشرائط بھی بیان کرے۔ اگر مفتی مذکورہ امور کے اندر کوتاہی کرے تو دوسرے مفتی پر اس کی تکمیل لازم ہوگی تاکہ اس طرح اللہ کے دین کی حفاظت ہو جائے اور لوگ بھی سیدھی راہ پر گامزن رہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی فتویٰ دے اور اس کا فتویٰ واضح نہ ہو تو تم اس کی وضاحت کر کے اس کی تکمیل کردو'' (۴۲۴)

افراد (حج افراد کرنا) دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جز الف

اقالۃ (رد کر دینا)

۱۔ تعریف: پہلی بیع کو پہلے ثمن کے ساتھ ختم کر دینا اقالہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اقالہ میں ثمن کی حیثیت: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اقالہ پہلی بیع کا فسخ ہوتا ہے۔ اگر یہ فسخ ہے تو بغیر کسی اضافے یا نقصان کے پہلے بدل کو واپس کرنا ہی واجب ہوگا۔ ''سنن بیہقی'' کے اندر مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس صورت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ ایک چیز کی خریداری کی جائے پھر مشتری مذکورہ چیز واپس کر دے اور اس کے ساتھ کچھ دراہم بھی واپس کرے (۴۲۵) اگر ایک شخص اس رقم سے کم رقم کے بدلے بیع کا اقالہ کرے جو اس نے وصول کی تھی تو اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ''یہ باطل ہے'' (۴۲۶)

طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''اگر تم کسی چیز میں ایک مقررہ مدت کے لئے بیع سلم کرو اور مدت گذر جائے لیکن تمہیں مذکورہ چیز یعنی مسلم فیہ دستیاب نہ ہو سکے تو کم قیمت کا کوئی اور سامان لے کر مشتری کو دے دو تم دو مرتبہ نفع نہ کماؤ'' آپ نے اقالہ کا فتویٰ نہیں دیا (۴۲۷) اس قول کو درج بالا روایت پر محمول کیا جائے گا اس لئے کہ اقالہ کی صورت میں بائع مسلم فیہ کے ثمن کے طور پر پہلے سے لئے ہوئے دراہم سے دو مرتبہ نفع کمائے گا۔ ایک مرتبہ اس بنا پر نفع کمائے گا کہ یہ دراہم اس کے پاس مسلم فیہ کی حوالگی کے وقت کی آمد تک رہیں گے اور دوسری مرتبہ اس طرح کہ اگر لی ہوئی رقم سے کم رقم پر وہ اقالہ کرے گا تو یہ بات اسکے حق میں ایک اور نفع کی حامل ہوگی اور اس طرح وہ دو مرتبہ نفع کمائے گا جبکہ یہ صورت نہ صرف

ناجائز منافع خوری ہے بلکہ شریعت کے مقاصد کے ساتھ اس کا ٹکراؤ بھی ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ نے زیر بحث صورت کے اندر اقالہ کا فتویٰ نہیں دیا۔

۳۔ مبیع کے بعض حصے میں اقالہ: چونکہ اقالہ کی مشروعیت اصل میں پریشان شخص کی پریشانی دور کرنے اور لوگوں کے درمیان الفت و محبت کی روح برقرار رکھنے نیز ایک دوسرے کے ساتھ نرمی برتنے کی خاطر ہوئی ہے اس لئے حضرت ابن عباسؓ مبیع کے بعض حصوں میں اقالہ کے جواز کے قائل ہیں۔ آپ نے مسلم فیہ کے بعض حصوں میں اقالہ کو جائز قرار دیا ہے (۴۲۸) اقالہ کی وجہ سے سودے میں نقصان اٹھانے والے فریق کو یہ نقصان قبول کرتے ہوئے چشم پوشی اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ (دیکھئے مادہ سلم نمبر ۶ کا جز واؤ)

اقامۃ (اقامت کہنا، اقامت کرنا)

۱۔ نماز کی اقامت کہنا

الف۔ نماز کی اقامت کون کہے گا؟ عورتیں اقامت نہیں کہیں گی اس لئے کہ اقامت کہنے کے لئے آواز بلند کرنا ضروری ہے جبکہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عورتوں پر نہ تو اذان ہے اور نہ ہی اقامت'' (۴۲۹)

ب۔ اقامت کہنے کی ابتدا کب کی جائے: اقامت صرف ان نمازوں کے لئے مشروع ہے جو فرض عین ہیں۔ بنابریں عید کی نماز کے لئے اقامت نہیں کہی جائے گی اس لئے کہ یہ نماز فرض نہیں ہے اسی طرح نماز جنازہ کی کوئی اقامت نہیں اس لئے کہ یہ نماز فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم آج یعنی عید کے دن نماز کے لئے کیا کریں؟ آپ نے جواب دیا: ''عید کی نماز کے لئے اذان نہ دلواؤ اور نہ ہی اقامت کہلواؤ، نیز خطبے سے پہلے نماز پڑھاؤ'' (۴۳۰)

سفر سے اقامت کرنا:

سفر سے اقامت کرنا اور اس کی کم سے کم مدت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲)

مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں کافروں کی اقامت (دیکھئے مادہ بلد)

اقرار (اقرار کرنا)

اقرار کے ذریعے حقوق کا ثبوت، حدود بھی ان حقوق میں سے ہیں (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز الف)

نسب کا اقرار (دیکھئے مادہ نسب نمبر ۴ کا جز الف)

اقلف (غیر مختون شخص)

۱۔ تعریف: اقلف اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ختنہ نہ ہوا ہو

۲۔ اقلف کے احکام: حضرت ابن عباسؓ ختنہ کرانے کے عمل کو لوگوں پر واجب سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے اس عمل پر ایسے احکام مرتب کئے جو اسکے وجوب کا احساس پیدا کرتے ہیں مثلاً اقلف کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا (۴۳۱) اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس کی نماز بھی جائز نہیں ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ اقلف کا ذبیحہ مکروہ قرار دیتے تھے آپ نے فرمایا: ''اقلف کی گواہی جائز نہیں، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی (۴۳۲) اور نہ اس کا حج (۴۳۳) (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۳)

اس کا ذبیحہ نہ کھانے کی کوئی وجہ مجھے معلوم نہیں ہو سکی اسی طرح اسکے حج کی عدم صحت کی وجہ بھی میں معلوم نہ کر سکا۔ گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس نے واجب ترک کیا اور پھر اس پر اڑا رہا۔ اس کی نماز اس لئے درست نہیں کہ پانی اس کے قلفہ کے نیچے تک نہیں پہنچتا یہی قلفہ اس کے عضو تناسل کے بالائی حصے کو ڈھانپے ہوئے ہوتا ہے اور اسی قلفہ کو کاٹ دینا واجب ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا غسل درست نہیں ہوتا۔ اور قلفہ کے نیچے موجود نجاست دور نہیں ہوتی جب اس کا غسل درست نہیں ہوتا اور قلفہ کے نیچے موجود حصہ پاک نہیں ہوتا اس لئے اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔

اکتحال (سرمہ لگانا)

حضرت ابن عباسؓ اثمد (سرمے کی ایک قسم) کا سرمہ لگانا پسند کرتے تھے کیونکہ یہ سرمہ ایک طرف

آنکھوں کی زینت کا باعث ہوتا ہےاور دوسری طرف اپنی دوائی والی خاصیت کی بنا پر علاج کا بھی کام دیتا ہے۔آپ فرماتے: ''تمہارے لئے اثمد (ایک قسم کا پتھر جس سے سرمہ تیار کیا جاتا ہے) بہترین سرمہ ہے کیونکہ یہ بال اگاتا اور آنکھوں کو روشن کرتا ہے''(۴۳۴) محرم کے لیے حالت احرام میں سرمہ لگانا جائز نہیں۔ البتہ دوا کے طور پر وہ سرمہ استعمال کرسکتا ہے۔اگر وہ علاج کیلیے سرمہ لگائے تو ایسا سرمہ استعمال کرنا ضروری ہے جس میں خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جزھ)

اکتناز (مال جمع کرنا)

۱۔ تعریف: مال کے ہراس ذخیرہ اندوزی کو اکتناز کہتے ہیں جس میں اللہ کا واجب حق ادا نہ کیا جائے یا غیر مشروع مقصد کے لئے اسے جمع کیا جائے۔

۲۔ اکتناز کا حکم: اکتناز حرام ہے کیونکہ سورۂ توبہ آیت نمبر ۳۴ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے۔(اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیئے، جس دن اسے جہنم کی آگ پر پگھلایا جائے گا اور پھر اس سے انکی پیشانیوں کو، انکے پہلووں کو اور انکی پشت کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ مال جسے تم اپنے لئے جمع کرتے رہے تھے اب اس چیز کا مزہ چکھو جسے تم جمع کرتے رہے تھے)
اگر مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے تو اسے اکتناز کا مال شمار کیا جائے گا۔(۴۳۵) درج بالا قول باری کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو اس سے بڑی پریشانی لاحق ہوگئی۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کی پریشانی دور کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا: ''اللہ کے نبی، آپ کے اصحاب کیلیے یہ آیت پریشانی کا باعث بن گئی ہے'' ۔آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''اللہ نے تم پر زکوۃ صرف اس لئے فرض کردی ہے تاکہ اس ذریعے تمہارے باقیماندہ اموال کو پاک کردے''(۴۳۶) (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲)

اکراہ (مجبور کردینا)

۱۔ تعریف: اکراہ یہ ہے کہ کسی انسان کو کوئی کام کرنے یا کسی کام سے باز رہنے پر ناحق مجبور کردیا

جائے۔

۲۔ اکراہ کے ذرائع: مار پٹائی کرنے محبوس کر دینے بھوکا رکھنے اور رسیوں میں جکڑ دینے وغیرہ کے ذریعے اکراہ کا تحقق ہو جاتا ہے اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت اس حد تک پہنچ جائے جو اکراہ کی زد میں آنے والے شخص کے لئے ناقابل برداشت ہو جائے۔ اسی طرح اگر کسی ایسے شخص کی طرف سے دھمکی ملے جس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ اپنی دھمکی کو بروئے کار لا سکتا ہے تو اس صورت میں بھی اکراہ کا تحقق ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بھوک اکراہ ہے، رسیوں میں جکڑا جانا اکراہ ہے، حبس اکراہ ہے، مار پٹائی اکراہ ہے اور دھمکی اکراہ ہے'' (۴۳۷) نیز فرمایا: ''دباؤ کی زد میں آنے والے شخص کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی''۔ (۴۳۸)

۳۔ اکراہ کے اثرات:

الف۔ اکراہ ہر قسم کے قولی تصرف کے اثرات کو ساقط کر دیتا ہے خواہ یہ کلمہ شہادت کی ادائیگی ہو یا اسلام کا اعلان (دیکھئے مادہ اسلام نمبر ۲) یا ارتداد ہو یا طلاق۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مکرہ کی طلاق جائز نہیں ہوتی'' نیز فرمایا: ''مکرہ کی طلاق ہی نہیں ہوتی''۔ (۴۳۹) یہی قول حضرت ابن عباسؓ سے محفوظ صورت میں ہم تک منقول ہوا ہے۔ ابن قدامہ نے ''المغنی'' کے اندر حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں روایت کی ہے کہ آپ دباؤ کو، بیوی کو ضرر پہنچانے یا اسے تنگ کرنے یا اسکے حقوق سلب کر لینے کو اکراہ تصور کرتے تھے، شوہر یہ ہتھکنڈے اس لئے کرے کہ بیوی لاچار ہو کر اپنی ذات کا فدیہ دیدے یعنی خلع حاصل کر لے۔ اگر شوہر کے ان ہتھکنڈوں سے شکست کھا کر بیوی اپنی ذات کا فدیہ دے کر خلع حاصل کر لے تو یہ خلع باطل ہوگا اور بیوی نے اس سلسلے میں شوہر کو جو رقم دی ہوگی وہ اس سے واپس لے لی جائے گی۔ (۴۴۰)

ب۔ اکراہ سے کام لینے والا اللہ کے ہاں گنہگار ہوگا اور اکراہ کی زد میں آنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

گواہ بننے پر کسی کو مجبور کرنا (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۱)

ام (ماں)

میراث کے اندر ماں کے احوال (دیکھئے مادہ ارث نمبر ٦ کا جزز)

اگر ماں اپنے بیٹے سے مطالبہ کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس صورت میں ماں کی اطاعت (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۲)

ام الولد (ام ولد)

ام ولد وہ لونڈی ہے جس کے ساتھ آقا نے ہمبستری کی ہو اور اس کے نتیجے میں اسکے بطن سے بچے کی پیدائش ہوئی ہو (دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کا جزد)

امارۃ (امارت)

۱۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ امام المسلمین کی نصرت اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ متحد رہنا ایسا فریضہ ہے جسے ترک کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں آپ فرمایا کرتے: ''جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہو جائے وہ جاہلیت کی موت مرے گا'' (۴۴۱)

۲۔ ظالم سلطان کو زکوۃ کی ادائیگی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۹)

امیر یعنی حاکم حدود قائم کرے گا (دیکھئے مادہ حد نمبر ۳)

امتھان (کوئی پیشہ اختیار کرنا) دیکھئے مادہ احتراف

اناء (برتن)

۱۔ تانبے کے برتن میں موجود پانی سے وضو کرنا: حضرت ابن عباسؓ مذکورہ برتن کے پانی سے وضو کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے آپ خود ایسے برتن سے وضو کرتے۔ (۴۴۲)

ایسے ظروف جن میں نبیذ بنانا مکروہ یعنی ناجائز ہے: حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے دباء، نقیر، مزفت، حنتم اور گھڑے میں نبیذ تیار کرنے کی ممانعت روایت کی ہے۔ (۴۴۳) آپ کی رائے تھی کہ مذکورہ ظروف میں نبیذ تیار کرنے کی تحریم بحالہ باقی ہے اور یہ منسوخ نہیں ہوئی (۴۴۴) ابو جمرہ بن عمران کہتے

ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ اور عوام الناس کے درمیان ترجمان بنا ہوا تھا۔ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور مٹی کے گھڑے میں تیار شدہ نبیذ کے متعلق مسئلہ پوچھا آپ نے اسے اس نبیذ سے روک دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں سبز گھڑے میں شیریں نبیذ تیار کرتا ہوں اور اسے پی لیتا ہوں۔ اس سے میرے پیٹ میں قرقرہ یعنی گڑگڑاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نبیذ مت پیو خواہ وہ شہد سے زیادہ شیریں کیوں نہ ہو''۔(۴۴۵) (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر۲ کے جزب کا جز۴)

انعام (مویشی)

۱۔ تعریف: کھر والے جانوروں کو انعام کہا جاتا ہے۔ یہاں اس سے اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری مراد ہیں۔

۲۔ ان کے احکام: مذکورہ مویشیوں میں سے جو چرنے والے ہوں ان کے اندر زکوۃ واجب ہوگی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۳ کا جزد، نمبر۴ کا جزج)

ان ہی مویشیوں میں سے قربانی کا جانور نیز ہدی اور نذر کا جانور حاصل کیا جائے گا (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۳) نیز (مادہ ھدی)

انف (ناک)

غسل کے اندر ناک کا اندرونی حصہ دھونا (دیکھئے مادہ غسل نمبر۴ کا جزد)

نیز وضو کے اندر بھی (دیکھئے مادہ وضوء نمبر۶ کے جزب کے جز۱ کا جز الف) نیز (مادہ استنشاق نمبر ۲)

نماز کے اندر ناک کو ڈھانپ رکھنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کا جز واؤ) سجدے کے اندر ناک کو پیشانی کے ساتھ ملانا (دیکھئے مادہ سجود نمبر۲ کا جز الف)

اھاب (کچی کھال)

۱۔ تعریف: دباغت سے پہلے جانور کی کھال کو اھاب کہتے ہیں

۲۔ دباغت کے ذریعے کھال کی تطہیر: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ دباغت کے ذریعے کھالیں

پاک ہو جاتی ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: ''جس کھال کی دباغت ہو جائے وہ پاک ہو جاتی ہے'' نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر کھال کی دباغت اسے پاک کر دینے کا ذریعہ ہے''(۴۴۶) تاہم ابن قدامہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس دباغت سے صرف ان مردہ جانوروں کی کھالیں پاک ہوتی ہیں جو زندہ ہونے کی صورت میں پاک ہوں (۴۴۷) حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ دباغت کھال کو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے اس طرح پاک کر دیتی ہے کہ مائعات اور جامدات (سیال اور منجمد اشیاء) کے لئے اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ ہم مغرب کی طرف جہاد کیلئے نکل جاتے ہیں۔ یہاں کے لوگ خیموں میں رہتے ہیں ان کے پاس مشکیزے ہوتے ہیں جن کے اندر یہ لوگ دودھ، پانی اور چربی رکھتے ہیں، ہم لوگ مجوسیوں اور بربریوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے، آیا ہم انکے ذبیحہ کی کھال سے تیار شدہ پوستین (جیکٹ) پہن لیا کریں اور ان سے بنے ہوئے مشکیزے استعمال کر لیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''ہاں دباغت پاک کرنے کا ذریعہ ہے'' کسی نے پوچھا: ''حضرت، یہ بات آپ اپنی رائے سے فرما رہے ہیں یا حضور ﷺ سے سن کر بیان کر رہے ہیں؟'' آپ نے جواب دیا: ''حضور ﷺ سے سن کر'' (۴۴۸)

کھالوں کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جزج)

اوابین (اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے)

اوابین کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۶)

الایام البیض (روشن ایام)

ایام بیض (ہر عربی مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ) کے روزے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جزب)

ایام التشریق (ایام تشریق)

۱۔ تعریف: ذی الحجہ کی دسویں، گیارہوں، بارہویں اور تیرھویں تاریخ کو ایام تشریق کہتے ہیں۔
ایک قول کے مطابق دسویں، گیارہوں بارہوں تاریخ ایام تشریق ہیں۔ (۴۴۹)

۲۔ ایام تشریق کے دوران ادا ہونے والے افعال

تکبیر تشریق (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۳)
ایام تشریق کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸) ایام تشریق میں قربانی کا جانور ذبح کرنا (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۴)
ایام تشریق میں حاجی کون سے افعال سرانجام دے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۸ نمبر ۲۹)

ایلاء (ایلا کرنا)

۱۔ تعریف: ایلاء یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد عرصے تک کے لئے ہمبستری ترک کرنے کی قسم کھالے۔ (۴۵۰)

۲۔ ایلاء کی شرطیں: درج شرائط کے وجود کے بغیر ایلاء نہیں ہوگا۔

الف۔ حلف: اس لئے کہ ایلاء کے اندر قسم مراد ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے قول باری جس کا ترجمہ ہے (ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں) کی تفسیر میں فرمایا: ''جو اللہ کے نام پر حلف اٹھاتے ہیں''(۴۵۱) نیز فرمایا: ''حلف کے بغیر ایلاء نہیں''(۴۵۲)

ب۔ جس چیز کی قسم کھائی گئی ہو وہ ہمبستری کے آڑے آنے والی ہو: بعض دفعہ ترک وطی کی قسم صراحۃً ہوتی ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''ایلاء یہ ہے کہ شوہر قسم کھالے کہ وہ کبھی بھی اپنی بیوی سے ہمبستر نہیں ہوگا''(۴۵۳) بعض دفعہ ایسی چیز کی قسم کھائی جاتی ہے جو ہمبستری کے درمیان حائل ہو جاتی ہے مثلاً شوہر قسم کھالے کہ وہ بیوی سے ساتھ کبھی ہمکلام نہیں ہوگا یا اس کے قریب نہیں جائے گا یا اسی طرح کی کوئی اور قسم۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''ہر وہ قسم ایلاء ہے جو ہمبستری کے درمیان حائل ہو جائے''(۴۵۴) یزید بن الاصم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا: ''تمہاری بیوی کا کیا حال ہے؟ میں نے

سنا تھا کہ وہ بہت زبان دراز اور بد اخلاق ہے" انہوں نے جواب دیا: "بخدا اسی طرح ہے، میں گھر سے نکلا ہوں اور میری اس سے گفتگو منقطع ہے" یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "چار ماہ کی مدت گذرنے سے پہلے اس کے پاس پہنچ جاؤ، اگر یہ مدت گذر گئی تو ایک طلاق پڑ جائے گی"(۴۵۵)

ج۔ شوہر نے جس مدت کے دوران ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھائی ہو وہ چار ماہ سے بڑھی ہوئی ہو خواہ مدت کی تحدید کر دی گئی ہو مثلاً پانچ ماہ یا چھ ماہ یا یہ مدت تحدید سے آزاد ہو جیسا کہ اوپر کی مثال میں گذر چکا ہے کہ شوہر یہ قسم کھالے کہ وہ کبھی بھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر نہیں ہوگا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اہل جاہلیت ایک یا دو سال یا اس سے زائد مدت کیلئے ایلاء کرتے تھے۔ اللہ نے اہل ایمان کے لئے چار ماہ کی تحدید کر دی۔ اس لئے جس کا ایلاء چار ماہ سے کم کا ہو گا وہ ایلاء نہیں ہوگا"(۴۵۶) نیز فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ایک یا دو یا تین ماہ کیلئے ایلاء کرے اور چار ماہ کی حد کو نہ پہنچے تو وہ ایلاء نہیں"(۴۵۷) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ایلاء کے اندر اس مدت کا اعتبار ہوگا جس کی تعیین شوہر نے اپنی زبان سے قسم اٹھانے کے دوران کی ہو، عملی طور پر ترک وطی کی بنیاد پر ایلاء کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بنابریں اگر ایک شخص حلف اٹھائے کہ وہ ایک ماہ تک اپنی بیوی سے ہمبستر نہیں ہوگا اور پھر چار ماہ تک وہ اس سے ہمبستر نہ ہو تو یہ ایلاء کی صورت نہیں ہوگی۔(۴۵۸)

د۔ شوہر غضب اور غصے کی حالت میں ہو: ایلاء کے وقوع کیلئے غضب کی حالت کی شرط کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے مروی روایتوں کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق حالت غضب میں ایلاء واقع کرنا شرط ہے۔ ایسی صورت میں ایلاء درست ہوگا۔ اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "ایلاء تو صرف غضب کی حالت میں ہوتا ہے"(۴۵۹) یہی راجح ترین روایت ہے دوسری روایت کے مطابق ایلاء کے معتبر ہونے کیلئے حالت غضب میں اس کا وقوع شرط نہیں ہے بلکہ جماع کے درمیان حائل ہونے والی ہر قسم ایلاء ہے اور اس میں رضامندی اور غضب کا کوئی فرق نہیں ہے۔(۴۶۰)

۳۔ چار ماہ سے پہلے لوٹ آنا:

الف۔ لوٹ آنے کی صورت کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ لوٹ آنا ہمبستری کے ذریعے ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''لوٹ آنا جماع کا نام ہے''(۴۶۱)

ب۔ چار ماہ سے قبل لوٹ آنے کی صورت میں شوہر پر واجب ہونے والا کفارہ: اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور پھر چار ماہ گذرنے سے پہلے ہی اس کی طرف لوٹ آئے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے آیت ایلاء کی تفسیر میں فرمایا: ''ایک شخص اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے ہمبستر نہیں ہوگا اسے چارہ ماہ انتظار میں رہنا چاہئے۔ اگر وہ ان چار مہینوں کے دوران اس سے ہمبستر ہوگا تو اسے دس مسکینوں کو کھانا کھلا کر یا کپڑے پہنا کر یا ایک غلام آزاد کر کے اپنی قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو تین دن روزہ رکھے گا۔(۴۶۲)

۴۔ لوٹ آنے سے پہلے چار ماہ کی مدت اگر گذر جائے تو اس کا حکم:

اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور اسے چھوڑے رکھے اور قربت نہ کرے حتیٰ کہ چارہ ماہ کی مدت گذر جائے تو اس کے نتیجے میں ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر لے اور پھر قربت سے پہلے ہی چار ماہ کا عرصہ گذر جائے تو یہ ایک بائن طلاق ہوگی''(۴۶۳)

حضرت ابن عباسؓ سے اس سلسلے میں یہی صحیح روایت ہے۔ بیہقی نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بھی ہے کہ اگر ہمبستری کرنے سے پہلے چار ماہ کا عرصہ گذر جائے تو امام المسلمین یعنی حاکم اسے آگاہ کرے گا اور اختیار دے گا کہ یا تو وہ لوٹ آئے اور بیوی سے مراجعت کر لے یا اسے طلاق دیدے۔(۴۶۴)

۵۔ ایلاء والی عورت کی عدت: مذکورہ عورت پر عدت کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایتوں میں اختلاف ہے۔

ایک روایت کے مطابق اگر چار ماہ گذر جائیں اور شوہر نہ لوٹے تو مدت گذرتے ہی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اگر اس مدت کے دوران اسے تین حیض آچکے ہوں تو اس کے بعد اس پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عباسؓ

ایلاء کے بارے میں یہ فرماتے تھے کہ اگر چار ماہ کی مدت گذر جائے تو یہ ایک بائن طلاق ہوگی اور عورت پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی۔ سعید نے اس کا جواب اثبات میں دیا،(۴۶۵) سعید بن جبیر کا یہ قول مجمل ہے۔ اس کی تفصیل ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ کہہ کر بیان کر دی ہے کہ "اگر ایلاء والی عورت ایلاء کی مدت کے دوران تین حیض گذار چکی ہو تو پھر اس پر کوئی عدت نہیں ہوگی،(۴۶۶) بنابریں اگر مذکورہ مدت کے دوران اس نے تین حیض نہ گذارے ہوں تو اسے تین حیض مکمل کرنے ہوں گے اور تکمیل پر ہی اس کی عدت کا اختتام ہوگا۔ اگر مذکورہ عورت حاملہ ہو تو اس کی مدت وضع حمل ہوگی۔

دوسری روایت کے مطابق ایلاء والی عورت پر اگر چار ماہ گذر جائیں اور اس کا شوہر اس سے مراجعت نہ کرے تو ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کے بعد اس پر طلاق یافتہ عورت کی طرح عدت گذارنا واجب ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اگر ایلاء کے اندر چار ماہ گذر جائیں تو یہ ایک طلاق بائن ہوگی اور عورت طلاق یافتہ عورت کی طرح عدت گذارے گی"۔(۴۶۷)

ایمان (قسمیں)

ایمان جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا واحد یمین ہے جس کے معنی حلف اور قسم کے ہیں۔ (دیکھئے مادہ یمین)

حرف الالف میں مذکورہ حوالہ جات

۱ ابوداؤد فی البیوع باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ، ابن ماجہ فی التجارات باب ماللرجل من مال ولدہ، امام احمد نمبر ۶۶۷۸،

۲ المحلی ج ۸ ص ۱۰۴

۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ ب

۴ ابوداؤد فی البیوع، ابن ماجہ فی الرھون، مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۴

۵ احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۷۵

۶ البخاری فی اللباس، مسلم فی کتاب الطھارۃ

۷ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۴۹

۸ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۶۴

۹ عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۱، المحلی ج ۸ ص ۲۲۳، المغنی ج ۵ ص ۳۹۴

۱۰ المغنی ج ۵ ص ۴۶۷

۱۱ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۱۲ عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۳۱

۱۳ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۱۴ حوالہ درج بالا

۱۵ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۲۹

۱۶ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۲۷

۱۷ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۷، المغنی ج ۴ ص ۲۶۳، المجموع ج ۹ ص ۲۷۴

۱۸ المحلی ج ۸ ص ۱۹۳، المغنی ج ۵ ص ۴۹۱ نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۴

۱۹ البخاری فی الاجارۃ باب خراج الحجام، مسلم فی المساقاۃ باب حل اجرۃ الحجام، ابوداؤد فی البیوع باب کسب الحجام، نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۴

۲۰ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۲۱ المغنی ج ۵ ص ۳۹۴، المحلی ج ۸ ص ۲۲۴

۲۲ عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۳، المحلی ج ۸ ص ۲۲۳

۲۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۷، عبدلرزاق ج ۸ ص ۲۳۴، المحلی ج ۸ ص ۴۲۹

۲۴ موسوعۃ الفقہ الاسلامی مادہ اجبار

۲۵ المغنی ج ۷ ص ۸۱۱

۲۶ حاشیہ قلیوبی ج ۴ ص ۲۱۵، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۳

۲۷ فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۸ ص ۸۲، ۸۶، ج ۲۹ ص ۱۹۴، الاداب الشرعیہ لابن مفلح ج ۳ ص ۳۰۵

۲۸ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۲۷

۲۹ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۳۰ نہایۃ المحتاج ج ۶ ص ۲۵۳ حاشیہ قلیوبی ج ۳ ص ۲۳۵

۳۰ ب مغنی المحتاج ج ۳ ص ۱۶۶

۳۱ المحلی ج ۸ ص ۱۹۸، المغنی ج ۵ ص ۵۰۳

۳۲ المحلی ج ۸ ص ۱۹۳، المغنی ج ۵ ص ۴۹۱ نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۴ یہ متفق علیہ حدیث ہے

۳۳ البخاری فی استتابۃ المرتدین، الترمذی فی الحدود باب المرتد، ابوداؤد فی الحدود باب الحکم فیمن ارتد، النسائی فی تحریم الدم مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۲ عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۱۳ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۸۸ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۴۶

۳۴ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۹

۳۴ ب سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۷، المحلی ج ۷ ص ۲۶۶

۳۵ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱

۳۶ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۶۷

۳۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱ ب، حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۱۹۵، نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۸

۳۸ المجموع ج ۷ ص ۱۳۰ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۳۵

۳۹ البخاری باب اشہر الحج نیل الاطار ج ۵ ص ۲۹، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۰۰

۴۰ المغنی ج ۳ ص ۴۰۴

۴۱ البخاری ومسلم فی الحج باب المواقیت

۴۲ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۰

۴۳ المحلی ج ۷ ص ۷۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۲

۴۴ المحلی ج ۷ ص ۷۵

۴۵ المحلی ج ۷ ص ۷۳

۴۶ المحلی ج ۷ ص ۷۴

۴۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴

۴۸ المغنی ج ۳ ص ۲۶۶ ۱۳ المجموع ج ۷ ص ۴۰۰

۴۹ المغنی ج ۳ ص ۲۷۵
۵۰ المجموع ج ۷ ص ۲۲۴، المغنی ج ۳ ص ۲۷۳
۵۱ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱، المحلی ج ۷ ص ۸۴
۵۲ المحلی ج ۷ ص ۸۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵
۵۳ بیہقی ج ۴ ص ۳۵، المغنی ج ۳ ص ۳۲۵
۵۴ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۶، المغنی ج ۳ ص ۲۸۸
۵۵ حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۳۱۴
۵۶ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۲ ب
۵۷ المجموع ج ۸ ص ۲۷۳
۵۸ المغنی ج ۳ ص ۳۰۴
۵۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳ ب، المحلی ج ۴ ص ۸۲
۶۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۵، المحلی ج ۷ ص ۸۱
۶۱ حوالہ درج بالا
۶۲ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۴، ۱۸۱ ب
۶۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱ ب، سنن بیہقی ج ۵ ص ۶۹، المغنی ج ۳ ص ۳۰۵
۶۴ بیہقی ج ۲ ص ۶۹، المغنی ج ۳ ص ۳۰۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۰، المحلی ج ۷ ص ۲۵۹
۶۵ المحلی ج ۷ ص ۱۵۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۷ ب
۶۶ المحلی ج ۷ ص ۹۱، المغنی ج ۳ ص ۳۲۶
۶۷ المغنی ج ۳ ص ۳۱۶
۶۸ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷، بیہقی ج ۴ ص ۵۷، ۶۲، المحلی ج ۷ ص ۲۴۶، المجموع ج ۷ ص ۲۸۴، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۲۰، البخاری فی الحج باب الطیب عند الاحرام، سنن سعید بن منصور فی الحج
۶۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۰ ب، بیہقی ج ۴ ص ۶۲، المحلی ج ۷ ص ۲۴۶، المجموع ج ۷ ص ۳۵۹
۷۰ البخاری فی جزاء الصید باب اغتسال المحرم، فتح الباری ج ۴ ص ۴۸، الموطا ج ۱ ص ۳۲۳
۷۱ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳ ب
۷۲ المحلی ج ۷ ص ۲۴۷، المغنی ج ۳ ص ۲۹۹، کنز العمال ج ۵ ص ۲۶۳
۷۳ البخاری ومسلم فی الحج باب اغتسال المحرم، الموطا ج ۱ ص ۳۲۳ نیل الاوطار ج ۵ ص ۷۹
۷۴ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۰
۷۵ المحلی ج ۷ ص ۲۱۲، تنویر المقباس ص ۲۷

۷۶ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۴، المجموع ج ۷ ص ۲۶۷، البخاری فی الحج باب الطیب عندالاحرام

۷۷ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۴، کشف الغمۃ ج ا ص ۲۲۰

۷۸ البخاری فی الحج باب الطیب عندالاحرام، المجموع ج ۷ ص ۲۷۶، المغنی ج ۳ ص ۳۲۲، کشف الغمۃ ج ا ص ۲۲۰

۷۹ بیہقی ج ۴ ص ۶۲، المحلی ج ۷ ص ۲۴۶

۸۰ بیہقی ج ۴ ص ۶۳، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳

۸۱ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳

۸۲ البخاری، مسلم، النسائی فی الحج باب الحجامۃ للمحرم، بیہقی ج ۴ ص ۶۴

۸۳ المحلی ج ۷ ص ۲۱۳

۸۴ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۱ ب

۸۵ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۳ ب، المحلی ج ۷ ص ۲۴۷، بیہقی ج ۴ ص ۶۴، المجموع ج ۷ ص ۳۶۴ کشف الغمۃ ج ا ص ۲۲۰، البخاری فی الحج باب الطیب عندالاحرام

۸۶ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۳۷، المجموع ج ۷ ص ۱۲۵

۸۷ المغنی ج ۳ ص ۲۹۶، بیہقی ج ۴ ص ۶۷

۸۸ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۳۷، المغنی ج ۳ ص ۲۹۶

۸۹ المغنی ج ۳ ص ۳۳۸

۹۰ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱۳

۹۱ احکام القرآن ج ا ص ۳۰۸

۹۲ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۵

۹۳ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۳۷، المغنی ج ۳ ص ۲۹۶، المجموع ج ۷ ص ۱۲۵ سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸۵ ب

۹۴ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۵ ب

۹۵ الموطا ج ا ص ۲۸۴، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۷، المجموع ج ۷ ص ۳۸۰، ۴۰۱، المغنی ج ۳ ص ۳۳۵، کشف الغمۃ ج ا ص ۲۲۰

۹۶ المغنی ج ۳ ص ۵۴۵

۹۷ المغنی ج ص ۳۳۴، ۴۸۵، ۴۸۶

۹۸ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۵ ب

۹۹ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۷، المجموع ج ۷ ص ۳۸۰، ۳۹۹ المغنی ج ۳ ص ۳۶۶

۱۰۰ المغنی ج ۳ ص ۴۸۷، ۴۸۸

۱۰۱ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۱

۱۰۲ ترمذی فی الحج باب من ادرک الامام بجمع، ابوداؤد فی الحج باب من لم یدرک العرفۃ، النسائی فی الحج باب من لم یدرک صلوۃ الصبح مع الامام بالمزدلفۃ، ابن ماجۃ فی الحج باب من اتی عرفۃ قبل الفجر، سنن دارمی ج ۲ ص ۵۹ مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۱

۱۰۳ المجموع ج ۷ ص ۴۰۳

۱۰۴ المغنی ج ۳ ص ۳۳۸

۱۰۵ المغنی ج ۳ ص ۳۳۹

۱۰۶ المغنی ج ۳ ص ۳۴۰

۱۰۷ المجموع ج ۷ ص ۴۰۲،۳۹۷

۱۰۸ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴ ب، المحلی ج ۷ ص ۱۹۸، المغنی ج ۳ ص ۳۳۲

۱۰۹ البخاری فی الحج باب تزویج المحرم مسلم فی النکاح باب تحریم نکاح المحرم، ابوداؤد فی المناسک، الترمذی والنسائی فی الحج، فتح الباری ج ۴ ص ۴۵، نیل الاوطار ج ۵ ص ۸۲،۸۱

۱۱۰ المجموع ج ۴ ص ۲۹۰

۱۱۱ عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۹، المحلی ج ۷ ص ۴۴۶

۱۱۲ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۱

۱۱۳ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۴۳۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰ ب

۱۱۴ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱۳، المغنی ج ۳ ص ۵۰۶،۲۹۸

۱۱۵ المحلی ج ۷ ص ۲۴۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳

۱۱۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱۳ المجموع ج ۷ ص ۳۴۲

۱۱۷ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۴۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۸، المحلی ج ۷ ص ۲۴۱، المغنی ج ۳ ص ۳۴۳

۱۱۸ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۷

۱۱۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۱، المغنی ج ۳ ص ۳۴۵

۱۲۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳

۱۲۱ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۳

۱۲۲ المغنی ج ۳ ص ۵۲۳

۱۲۳ بیہقی ج ۵ ص ۲۰۴

۱۲۴ المغنی ج ۳ ص ۳۰۹، المجموع ج ۷ ص ۳۳۷

۱۲۵ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۳۶

۱۲۶ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۱ ب

۱۲۷ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۹۱، المحلی ج ۷ص ۲۱۵، احکام القرآن ج ۲ص ۶۹ ہ تفسیر الماوردی ج اص ۴۸۷، المجموع ج ۷ص ۳۲۷ المغنی ج ۳ص ۵۰۵

۱۲۸ تفسیر القرطبی ج ۶ص ۳۰۷، احکام القرآن لابن العربی ج ۲ص ۲۶۸

۱۲۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۷

۱۳۰ عبدالرزاق ج ۴ص ۳۹۳ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۱۰۱، احکام القرآن ج ۲ص ۴۷۵، المغنی ج ۳ص ۵۲۲، المجموع ج ۷، ص ۳۲۹، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۵

۱۳۱ احکام القرآن ج ۲ص ۴۷۵

۱۳۲ عبدالرزاق ج ۴ص ۳۹۵

۱۳۳ احکام القرآن ج ۲ص ۵۷۵، تنویر المقیاس ص ۱۰۱

۱۳۴ سنن بیہقی ج ۴ص ۱۸۶، المحلی ج ۷ص ۲۲۷ احکام القرآن ج ۲ص ۴۷۵، المغنی ج ۳ص ۵۲۱ المجموع ج ۷ص ۴۱۹

۱۳۵ المحلی ج ۷ص ۲۲۱، ۲۳۱ المغنی ج ۳ص ۵۱۹، ۵۲۱

۱۳۶ سنن بیہقی ج ۴ص ۱۸۷، عبدالرزاق ج ۴ص ۴۳۸، المجموع ج ۷ص ۴۰۴

۱۳۷ المجموع ج ۷ص ۴۱۹، المغنی ج ۳ص ۵۱۹، المحلی ج ۷ص ۲۱۷

۱۳۸ سنن بیہقی ج ۴ص ۱۸۶

۱۳۹ عبدالرزاق ج ۴ص ۳۹۷

۱۴۰ المحلی ج ۷ص ۲۲۱

۱۴۱ المغنی ج ۳ص ۵۱۱، المحلی ج ۷ص ۲۲۸، نیل الاوطار ج ۵ص ۸۵

۱۴۲ عبدالرزاق ج ۴ص ۴۰۵، ۴۳۶

۱۴۳ سنن بیہقی ج ۴ص ۱۸۴

۱۴۴ احکام القرآن ج ۲ص ۴۷۰

۱۴۵ سنن بیہقی ج ۷ص ۱۸۴، المحلی ج ۷ص ۲۲۳، ۲۲۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۱۰۰، المغنی ج ۳ص ۵۱۰ المجموع ج ۷ص ۴۰۶

۱۴۶ حوالہ درج بالا

۱۴۷ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۹۷، سنن بیہقی ج ۵ص ۲۰۸، المحلی ج ۷ص ۲۳۵

۱۴۸ عبدالرزاق ج ۴ص ۴۱۹

۱۴۹ عبدالرزاق ج ۴ص ۴۲۱، المجموع ج ۷ص ۳۳۹

۱۵۰ المغنی ج ۳ ص ۵۰۸
۱۵۱ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۷، المجموع ج ۷ ص ۳۳۸
۱۵۲ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۳، عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۱۱
۱۵۳ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۰۹، المحلی ج ۷ ص ۲۳۱، المغنی ج ۳ ص ۵۰۹، ۵۱۶
۱۵۴ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۰۹
۱۵۵ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۱۷، المحلی ج ۷ ص ۲۲۹ المغنی ج ۳ ص ۵۱۸
۱۵۶ حوالہ درج بالا
۱۵۷ المحلی ج ۷ ص ۲۲۳، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۰ المغنی ج ۳ ص ۵۰۹
۱۵۸ المحلی ج ۷ ص ۲۲۹، المغنی ج ۳ ص ۵۱۸، المجموع ج ۷ ص ۴۲۲، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۲۱
۱۵۹ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۱۴
۱۶۰ حوالہ درج بالا، المحلی ج ۷ ص ۲۲۹
۱۶۱ المحلی ج ۷ ص ۴۱۰
۱۶۲ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷ ب، عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۰۳، ۴۰۴ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۴ ج ۴ ص ۱۸۴، نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۸۴ المغنی ج ۳ ص ۵۱۰
۱۶۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۶
۱۶۴ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۷۰، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۰، تفسیر طبری (متعلقہ آیت کی تفسیر) المحلی ج ۷ ص ۲۲۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۶
۱۶۵ آثار ابی یوسف نمبر ۵۱۶
۱۶۶ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۱۷، المحلی ج ۷ ص ۲۲۹ المغنی ج ۳ ص ۵۱۸
۱۶۷ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۷۳
۱۶۸ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۱۷، المحلی ج ۷ ص ۲۲۹
۱۶۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۲ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۰ تفسیر طبری (متعلقہ آیت کی تفسیر) المحلی ج ۷ ص ۴۰۳، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۷۰ المغنی ج ۳ ص ۵۰۹، ۵۱۷ المجموع ج ۷ ص ۴۲۱
۱۷۰ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۴۷، المحلی ج ۲۴۴
۱۷۱ نیل الاوطار ج ۵ ص ۸۶
۱۷۲ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۶، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۷۰، المجموع ج ۷ ص ۴۲۲
۱۷۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۵ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۹۹
۱۷۴ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۱۱

۱۷۵ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۰

۱۷۶ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۹، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۳۷

۱۷۷ المغنی ج ۳ ص ۵۴۶، ۵۴۸

۱۷۸ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۲۴، ۴۲۸، المغنی ج ۳ ص ۳۱۲

۱۷۹ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۲۴

۱۸۰ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۳، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۸۰ نیل الاوطار ج ۵ ص ۸۸

۱۸۱ المغنی ج ۲ ص ۵۳۷، المجموع ج ۵ ص ۱۶۳

۱۸۲ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۴

۱۸۳ البخاری فی الجنائز باب الکفن فی ثوبین، مسلم فی الحج باب ماذا یفعل بالمحرم اذا مات، الترمذی والنسائی فی الحج، وابو داؤد فی الجنائز

۱۸۴ حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۳۰۶

۱۸۵ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۳۱ احکام القرآن ج ا ص ۲۷۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۱۹، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۳، المحلی ج ۷ ص ۲۰۳، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۲، المحلی ج ۷ ص ۲۰۳، المغنی ج ۳ ص ۳۶۳، المجموع ج ۸ ص ۲۵۱، ۲۶۷

۱۸۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲۰، الموطا ج ا ص ۳۶۱، المحلی ج ۷ ص ۲۰۴

۱۸۷ احکام القرآن ج ا ص ۲۷۱

۱۸۸ البخاری فی الحج باب من قال لیس علی المحصر بدل، کشف الغمۃ ج ا ص ۲۲۹، احکام القرآن ج ا ص ۲۷۲

۱۸۹ حوالہ مذکورہ بالا، المحلی ج ۷ ص ۲۰۴

۱۹۰ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷۹

۱۹۱ احکام القرآن ج ا ص ۲۷۷

۱۹۲ حوالہ مذکورہ بالا، ابن ابی شیبہ، ج ا ص ۱۶۵ تنویر المقیاس ص ۲۷

۱۹۳ البخاری فی الحج باب من قال لیس علی المحصر بدل، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۷۸، کشف الغمۃ ج ا ص ۲۲۹

۱۹۴ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۸

۱۹۵ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۳ کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۷ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۶، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۲۹، عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۹۷

۱۹۶ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۵ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۸، سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۶۱/۲ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۱۳

۱۹۷ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰، عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۶۹، المحلی ج ۱۱ ص ۱۵۹

۱۹۸ المجموع ج ۵ ص ۴۸

۱۹۹ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۶، خراج یحیٰی ص ۱۰۶

۲۰۰ خراج یحییٰ بن آدم ص ۸۵

۲۰۱ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۷۰، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۱۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۵۲

۲۰۲ المحلی ج ۱ ص ۱۶۲، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۷۹

۲۰۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۴

۲۰۴ عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۸

۲۰۵ عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۸۷

۲۰۶ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۰۹، فتح الباری ج ۵ ص ۵۴

۲۰۷ تفسیر طبری، ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۵، احکام القرآن ج ۲ ص ۷۱

۲۰۸ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۷ اب، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۶، احکام القرآن ج ۲ ص ۷۱

۲۰۹ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۶، احکام القرآن ج ۲ ص ۷۲

۲۱۰ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۷

۲۱۱ احکام القرآن ج ۲ ص ۷۵

۲۱۲ المغنی ج ۶ ص ۳۰۴، ۳۰۶

۲۱۳ المغنی ج ۶ ص ۱۸۶، ۲۵۲

۲۱۴ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۰ ب

۲۱۵ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۹۲، المحلی ج ۹ ص ۳۰۸، المغنی ج ۶ ص ۳۱۶

۲۱۶ کنز العمال ج ۱۱ ص ۷۰

۲۱۷ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۳، ۲۹۴، ۴۷۸ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴۷

۲۱۸ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۷۸، المغنی ج ۶ ص ۴۲۱

۲۱۹ المغنی ج ۷ ص ۴۰۶

۲۱۹ب سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۴

۲۲۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ ب، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۴

۲۲۱ احکام القرآن ج ۲ ص ۸۶، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۹

۲۲۲ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۸۹، تنویر المقباس ص ۶۹

۲۲۳ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۲

۲۲۴ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۹۲، المحلی ج ۹ ص ۳۰۸، المغنی ج ۶ ص ۳۱۶

۲۲۵ المغنی ج ۷ ص ۳۰۸

۲۲۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۲۷

۲۲۷ المغنی ج ٦ ص ۲٦۸، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۵ المحلی ج ۹ ص ۳۳، ۲۲۹

۲۲۸ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۵، المحلی ج ۹ ص ۲۲۸

۲۲۹ احکام القرآن ج ۱ ص ۳٦، المغنی ج ٦ ص ۲۹۱

۲۳۰ عبدالرزاق ج ۹ ص ۴۰۴، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸٦ ب سنن دارمی ج ۲ ص ۳۸۵

۲۳۱ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸٦ اب

۲۳۲ کنز العمال ج ۱۱ ص ۷۵

۲۳۳ المغنی ج ٦ ص ۳۰۰

۲۳۴ البخاری، مسلم، ابوداؤد، الترمذی فی الفرائض

۲۳۵ ابوداؤد فی الفرائض باب ھل یرث المسلم الکافر، الترمذی فی الفرائض باب لا یتوارث اھل ملتین

۲۳٦ احکام القرآن ج ۲ ص ۸۱، ۸۲

۲۳۷ المغنی ج ٦ ص ۲۵۴

۲۳۸ البخاری فی الوصایا باب لا وصیۃ لوارث، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۰، سنن بیہقی ج ٦ ص ۲۲٦

۲۳۹ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۳، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۰، المغنی ج ٦ ص ۱٦۷ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۳۹

۲۴۰ سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/ ۲۲ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲٦۴، المحلی ج ۹ ص ۲۸۷، البخاری فی الفرائض باب میراث الجد، کنز العمال ج ۱۱ ص ٦۲

۲۴۱ احکام القرآن ج ۱ ص ۸۱، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۵٦

۲۴۲ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۳، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۵٦

۲۴۳ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/ ۲۳

۲۴۴ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲٦٦، کنز العمال ج ۱۱ ص ٦۲، المحلی ج ۹ ص ۲۸۴

۲۴۵ المغنی ج ٦ ص ۲۱٦

۲۴٦ حوالہ درج بالا

۲۴۷ سنن سعید منصور ج ۳ ص ۱/ ۲۲ المحلی ج ۹ ص ۲۸۷

۲۴۸ اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ ص ۸۴

۲۴۹ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۴، المحلی ج ۹ ص ۲۹۰

۲۵۰ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۴، المغنی ج ٦ ص ۲۲٦، کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۵، ٦۸

۲۵۱ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲٦۹، المحلی ج ۹ ص ۲۸۹، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۴، المغنی ج ٦ ص ۲۲٦، سنن بیہقی ج ٦ ص ۲۵۲، کنز العمال نمبر ۳۰٦۲۸

۲۵۲ البخاری فی الوصایا باب لا وصیۃ لوارث سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۰، سنن بیہقی ج ٦ ص ۲۲٦

۲۵۳ حوالہ درج بالا

۲۵۴ حوالہ درج بالا

۲۵۵ احکام القرآن ج ۲ ص ۸۰، المحلی ج ۹ ص ۱۵۵، المغنی ج ۶ ص ۱۷۰

۲۵۶ الترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ فی الفرائض

۲۵۷ البخاری فی الحج باب حج النساء، مسلم فی الحج باب سفر المراۃ، الترمذی فی الرضاع ابوداؤد فی المناسک

۲۵۸ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۳، احکام القرآن ج ۲ ص ۹۳ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۳، المغنی ج ۶ ص ۱۶۷، شرح السراجیۃ ص ۴۱، الریاض الزھیۃ ص ۴۹،

۲۵۹ البخاری فی الفرائض باب میراث الاخوات مع البنات، ابوداؤد فی الفرائض باب ماجاء فی میراث الصلب، عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۷، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۰ المحلی ج ۹ ص ۲۵۶

۲۶۰ البخاری فی الفرائض باب میراث الاخوات مع البنات، ابوداؤد فی الفرائض باب میراث الصلب

۲۶۱ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۸، المحلی ج ۹ ص ۲۶۰، شرح السراجیۃ ص ۴۶، احکام القرآن ج ۲ ص ۸۳، کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۳، ۴۴، البخاری فی الفرائض باب میراث الولد من ابیہ وامہ، مسلم فی الفرائض باب الحقوا الفرائض باہلھا، الترمذی، ابوداؤد فی الفرائض باب میراث الصلب

۲۶۲ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۰، عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۳، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۸

۲۶۳ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۸، عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۳

۲۶۴ الریاض الزھیۃ ص ۵۴

۲۶۵ البخاری فی الوصایا باب لا وصیۃ لوارث، سنن داری ج ۲ ص ۴۲۰، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۶

۲۶۶ شرح السراجیۃ ص ۴۵ الریاض الزھیۃ ص ۵۳، احکام القرآن ج ۲ ص ۸۱، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۰، المغنی ج ۶ ص ۱۷۶، ۱۸۶

۲۶۷ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۲۷، کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۴، المحلی ج ۹ ص ۲۵۸، المغنی ج ۶ ص ۱۷۶

۲۶۸ عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۳۰

۲۶۹ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۷، احکام القرآن ج ۲ ص ۸۱، ۸۹ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۶ شرح السراجیۃ ص ۴۵، کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۴

۲۷۰ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۶

۲۷۱ احکام القرآن ج ۲ ص ۹۱، المغنی ج ۶ ص ۱۸۱، عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۰

۲۷۲ احکام القرآن ج ۲ ص ۸۱

۲۷۳ تفسیر بیضاوی، المغنی ج ۶ ص ۱۶۷

۲۷۴ المغنی ج ۶ ص ۱۶۷، ۱۸۳ المحلی ج ۹ ص ۲۶۸

۲۷۵ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۲۵۰ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۴۶۰، احکام القرآن ج ۲ص ۹۱، المغنی ج ۶ص ۱۸۱

۲۷۶ المغنی ج ۶،ص ۲۰۸

۲۷۷ شرح السراجیۃ ص ۴۹، المحلی ج ۹ص ۲۷۲

۲۷۸ حوالہ مذکورہ بالا، المغنی ج ۶ص ۲۰۶

۲۷۸ب الموطا ج ۲ص ۵۱۳ سنن ترمذی، سنن ابی داؤد فرائض باب میراث الجدۃ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۲۷۴، المغنی ج ۶ص ۲۰۶

۲۷۹ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۸۵، سنن بیہقی ج ۶ص ۲۳۶، المحلی ج ۹ص ۲۷۵، المغنی ج ۶ص ۲۰۸، ۲۰۹

۲۸۰ المغنی ج ۶ص ۲۰۹

۲۸۱ احکام القرآن ج ۲ص ۹۴، البخاری فی الفرائض باب میراث الولد من ابیہ وامہ مسلم فی الفرائض باب الحقوا الفرائض باھلھا الترمذی، ابوداؤد فی الفرائض باب میراث العصبۃ

۲۸۲ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۲۵۷، سنن بیہقی ج ۶ص ۲۲۶: سنن دارمی ج ۲ص ۴۲۰، کنز العمال ج ۱۱ص ۴۵، البخاری فی الوصایا باب لا وصیۃ لوارث

۲۸۳ سنن دارمی ج ۲ص ۳۶۴، المغنی ج ۶ص ۲۶۰، ۲۶۳

۲۸۴ عبدالرزاق ج ۷ص ۱۲۵، المغنی ج ۶ص ۲۶۱

۲۸۵ المغنی ج ۶ص ۲۶۵

۲۸۶ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۸۸، المغنی ج ۶ص ۳۷۳

۲۸۷ کشف الغمۃ ج ۲ص ۴۱

۲۸۸ المغنی ج ۶ص ۲۰۱

۲۸۹ شرح السراجیۃ ص ۱۲۹

۲۹۰ عمدۃ القاری ج ۲۳ص ۲۵۹، شرح السراجیۃ ص ۱۶۴، سنن دارمی ج ۲ص ۲۸۰

۲۹۱ المغنی ج ۶ص ۲۳۷

۲۹۲ المغنی ج ۶ص ۲۳۹

۲۹۲ب المغنی ج ۶ص ۲۵۲

۲۹۳ المغنی ج ۶ص ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴

۲۹۴ المغنی ج ۶ص ۲۴۵

۲۹۵ المغنی ج ۶ص ۲۳۵

۲۹۶ المغنی ج ۶ص ۲۳۵

۲۹۷ حوالہ درج بالا

۲۹۸ المغنی ج ۶ ص ۲۴۸

۲۹۹ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۵۳، المحلی ج ۹ ص ۴۶۳، ۴۶۴، سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۹/۱، کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۲۷ احکام القرآن ج ۲ ص ۹۰، عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۴، ۲۵۸، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۲ ب، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۹۹ المغنی ج ۶ ص ۱۸۴

۳۰۰ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۵۹، کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۵

۳۰۱ الریاض الزھیۃ ص ۸۸

۳۰۲ سنن بیہقی ج ۶ ص ۶۵، عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۸۸

۳۰۳ المغنی ج ۸ ص ۵۲۷

۳۰۴ المغنی ج ۲ ص ۲۰۷

۳۰۵ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۰۲، ۴۳۴

۳۰۶ الاموال لابی عبید ص ۸۹

۳۰۷ الاموال ص ۸۷

۳۰۸ عبدلرزاق ج ۶ ص ۹۳ ج ۱۰ ص ۳۳۷

۳۰۹ عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۱، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۳، المحلی ج ۸ ص ۲۲۳، ۲۲۴، المغنی ج ۵ ص ۳۹۴، البخاری فی المزارعۃ باب کراء الارض النسائی فی المزرعۃ باب اختلاف الالفاظ

۳۱۰ الاموال ص ۹۷، خراج ابی یوسف ص ۱۷۷

۳۱۱ خراج ابی یوسف ص ۱۷۷

۳۱۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۷، تنویر المقیاس ص ۲۹۸

۳۱۳ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۰۳، تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۱۱۱

۳۱۴ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۱ ب، سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۷، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۳

۳۱۵ سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۷ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۳، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳۰ تفسیر الرازی

۳۱۶ ابوداؤد فی الادب باب الاستیذان تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۴

۳۱۷ اس حدیث کی تخریج مادہ (اب) میں دیکھئے

۳۱۸ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳۵

۳۱۹ تنویر المقیاس ص ۲۹۹

۳۲۰ تنویر المقیاس ص ۶۴

۳۲۱ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۷

۳۲۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۸۷، البخاری فی الطلاق باب نکاح من اسلم من المشرکات

۳۲۳ سنن بیہقی ج۱۰ص ۴۸، المحلی ج۸ص ۱۴۵ احکام القرآن ج ۳ص ۲۱۴، تفسیر ابن کثیر ج ۳ص ۷۹، تفسیر طبری
آیت (وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ)

۳۲۴ تفسیر قرطبی ج۶ص ۲۷۳، المغنی ج۸ص ۷۱۶

۳۲۴ب کنز العمال ج۱۶ص ۱۳۷، عبدالرزاق ج۸ص ۵۱۶

۳۲۵ تفسیر طبری ج۳ص ۷۹

۳۲۶ سنن دارمی ج اص ۲۰۱ص، ۲۰۳سنن بیہقی ج اص ۲۳۵

۳۲۷ المجموع ج ۲ص ۵۴۱، المحلی ج اص ۲۵۲، کنز العمال ج۹ص ۶۳۲

۳۲۸ المحلی ج ۲ص ۲۴، المغنی ج اص ۳۶۶ ا المجموع ج ۲ص ۵۴۱، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۲

۳۲۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۲، ۱۱۱ب، سنن دارمی ج اص ۲۰۳

۳۳۰ عبدالرزاق ج اص ۳۰۵، المحلی ج ۲ص ۲۱۳

۳۳۱ سنن ابی داؤد فی الطھارۃ باب من قال تغتسل من ظھر الی ظھر

۳۳۲ سنن دارمی ج اص ۲۰۱

۳۳۳ عبدالرزاق ج اص ۳۱۰، سنن دارمی ج اص ۲۰۷، کنز العمال ج۹ص ۶۳۲ کشف الغمۃ ج اص ۶۸، المجموع
ج ۲ص ۳۸۴

۳۳۴ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۶

۳۳۵ عبدالرزاق ج۶ص ۳۴۶

۳۳۶ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۳۴

۳۳۶ب سنن بیہقی ج ۲ص ۳۰۰

۳۳۷ البحر الزخار ج۵ص ۱۶۸

۳۳۸ سنن بیہقی ج ۷ص ۱۹۹، عبدالرزاق ج ۷ص ۳۹۰، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۰ المحلی ج ۱۱ص ۳۹۲، کشف الغمۃ ج
۲ص ۸۷

۳۳۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۹ب

۳۴۰ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۱ب

۳۴۱ کنز العمال ج۹ص ۵۵۳

۳۴۲ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۲۳، ۱۸۸ا المغنی ج ۷ص ۸۱۱

۳۴۳ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۸۸، سنن دارمی ج ۲ص ۳۹۲، المحلی ج ۹ص ۳۰۸

۳۴۳ب المغنی ج ۷ص ۸۱۱

۳۴۴ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۰۳

۳۴۵ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۴، المغنی ج اص ۹۷، المجموع ج اص ۳۳۹ ج ۶ ص ۴۳۵

۳۴۶ عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۱۰

۳۴۷ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۲۴، الاموال ص ۱۱۶، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۰

۳۴۸ اخبار القضاۃ وکیع ج ۳ ص ۴۹

۳۴۹ سنن سعید بن منصور ج ۲ ص ۲/ ۲۵۲

۳۵۰ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۱۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۵۲

۳۵۱ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۷۰

۳۵۲ تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، لباب النقول فی اسباب النزول

۳۵۳ حوالہ درج بالا

۳۵۴ عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۳، ج ۷ ص ۱۷۳

۳۵۵ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۴۷

۳۵۶ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۴۲ ب

۳۵۷ عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۱، ج ۷ ص ۱۸۳ کنز العمال ج اص ۳۱۹، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۹

۳۵۸ ابوداؤد فی الاشربۃ باب النھی عن المسکر

۳۵۹ النسائی فی الاشربۃ، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۷، ج ۱۰ ص ۲۱۳، المحلی ج ۷ ص ۴۸۱، ۴۹۰، احکام القرآن ج اص ۳۲۵

۳۶۰ النسائی فی الاشربۃ باب مایجوز شربہ ومالا یجوز، البخاری فی الاشربۃ باب الباذق، فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۹۴، المحلی ج ۷ ص ۴۹۸

۳۶۱ عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۴، بیہقی ج ۸ ص ۲۹۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۸۹، المحلی ج ۷ ص ۵۰۳

۳۶۲ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۴

۳۶۳ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۷

۳۶۴ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۴

۳۶۵ الاموال ص ۹۷، عبدالرزاق ج ۶ ص ۶۰، المغنی ج ۸ ص ۵۲۶ خراج ابی یوسف ص ۱۷۷

۳۶۶ النسائی فی الاشربۃ باب مایجوز شربہ من العصیر، فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۶، المحلی ج ۷ ص ۵۰۷

۳۶۷ مسلم فی الحج باب وجوب المبیت بمنیٰ لیالی التشریق، ابوداؤد فی المناسک باب فی نبیذ السقایۃ

۳۶۸ عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۱۶

۳۶۹ سنن نسائی فی الاشربۃ، المحلی ج ۷ ص ۴۷۹

۳۷۰ المحلی ج ۷ ص ۴۷۹

۳۷۱ النسائی فی الاشربۃ باب خلیط التمر والزبیب، کنز العمال ج ۵ ص ۵۲۷

۳۷۲ کنز العمال ج ۵ ص ۵۲۷

۳۷۳ عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۰۸، المحلی ج ۷ ص ۵۱۲، النسائی ج ۸ ص ۳۲۲

۳۷۴ عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۰۵

۳۷۵ عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۴، بیہقی ج ۸ ص ۲۹۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۸۹ المحلی ج ۷ ص ۵۰۳

۳۷۶ المحلی ج ۷ ص ۴۳۴

۳۷۷ احکام القرآن ج ۲ ص ۳۸۶

۳۷۸ سنن نسائی فی الاشربۃ، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۷، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۵

۳۷۹ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۳، المحلی ج ۷ ص ۴۸۱، ۴۹۰

۳۸۰ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۳

۳۸۱ النسائی فی الاشربۃ، المحلی ج ۷ ص ۵۰۳

۳۸۲ النسائی فی الاشربۃ، المحلی ج ۷ ص ۵۰۳

۳۸۳ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۴

۳۸۴ ابوداؤد فی الحدود باب الحد فی الخمر

۳۸۵ کنز العمال ج ۵ ص ۴۷۹، ۴۸۲

۳۸۶ ابوداؤد فی الحدود

۳۸۷ کنز العمال ج ۵ ص ۴۷۹

۳۸۸ کنز العمال ۵ ص ۴۸۱

۳۸۹ موسوعۃ فقہ عمر، مادہ اشربۃ نمبر ا جزج

۳۹۰ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸

۳۹۱ المحلی ج ۷ ص ۴۷۹

۳۹۲ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۷

۳۹۳ تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۷۶

۳۹۴ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۴

۳۹۵ عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۲ المحلی ج ۷ ص ۳۷۰، ۳۸۵، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۴۸، سبل السلام ج ۴ ص ۹۱

۳۹۶ سنن ترمذی فی الحج باب ماجاء فی الاشتراک النسائی فی الضحایا باب ما تجزئی عنہ البدن

۳۹۷ المحلی ج ۷ ص ۳۶۶، المغنی ج ۸ ص ۶۱۹

۳۹۸ المجموع ج ۸ ص ۲۰۷، المحلی ج ۷ ص ۳۶۸

۳۹۹ ابوداؤد، مسلم فی الاضاحی باب سنن الاضحیۃ

۴۰۰ حدیث کی تخریج سنن اربعہ میں ہوئی ہے

۴۰۱ المغنی ج ۸ ص ۶۲۵

۴۰۱ب تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۹ المغنی ج ۸ ص ۶۲۲

۴۰۲ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۹، المحلی ج ۷ ص ۳۵۸، ۳۷۶

۴۰۳ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۳۴ المغنی ج ۸ ص ۶۳۸

۴۰۴ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۶، احکام القرآن ج ا ص ۳۱۶، المغنی ج ۳ ص ۴۳۲، المجموع ج ۸ ص ۲۰۴ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۴۵

۴۰۵ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۴۲

۴۰۶ المحلی ج ۷ ص ۳۸۶، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۳۷

۴۰۷ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۴، المغنی ج ۳ ص ۶۴۰

۴۰۸ کشف الغمۃ ج ا ص ۲۳۲

۴۰۹ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۴ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۲، المجموع ج ۸ ص ۲۲۳

۴۱۰ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۳، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۴

۴۱۱ سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۴ ج ۶ ص ۱۸۸ المحلی ج ۹ ص ۱۶۸، المغنی ج ۵ ص ۳۰۲ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۵۵

۴۱۲ سنن بیہقی ج ۶ ص ۹۰ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۸۰ کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۶۲، المحلی ج ۹ ص ۱۷۰، المغنی ج ۵ ص ۲۰۴

۴۱۳ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۰۷

۴۱۴ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۹، عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۵۳، المحلی ج ۵ ص ۱۸۰، احکام القرآن ج ا ص ۲۴۵، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۸، المجموع ج ۶ ص ۵۱۵

۴۱۵ سنن دارمی ج ا ص ۵۸، المحلی ج ۵ ص ۱۸۰، احکام القرآن ج ا ص ۲۴۵، المغنی ج ۳ ص ۱۸۶

۴۱۶ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۶

۴۱۷ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۶، کشف الغمۃ ج ا ص ۲۱۳

۴۱۸ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۱

۴۱۹ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۹، ۱۵۹ب، عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۶۳ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۲۴، احکام القرآن ج ا ص ۲۴۷

۴۲۰ احکام القرآن ج ا ص ۲۴۸

۴۲۱ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۹ب، ۱۶۰ب، عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۵۳، ج ۹ ص ۱۵۸ المحلی ج ۵ ص ۱۸۴، المجموع ج ۶ ص ۵۷۱

۴۲۲ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۲۵

۴۲۳ سنن دارمی ج اص ۵۹، الموافقات للشاطبی ج ۴ص ۸

۴۲۴ سنن دارمی ج اص ۵۸

۴۲۵ سنن بیہقی ج ۶ص ۲۷

۴۲۶ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷۷

۴۲۷ المغنی ج ۴ص ۳۰۳

۴۲۸ حوالہ درج بالا

۴۲۹ عبدالرزاق ج ۳ص ۱۲۸

۴۳۰ ابن ابی شیبہ ج اص ۵۸، سنن بیہقی ج ۳ص ۲۸۴

۴۳۱ المجموع ج ۹ص ۷۹، المغنی ج ۸ص ۵۶۷

۴۳۲ عبدالرزاق ج ۴ص ۴۸۴ ج ۱۱ص ۱۷۵ المحلی ج ۷ص ۴۵۴

۴۳۳ المغنی ج اص ۸۵

۴۳۴ عبدالرزاق ج ۳ص ۴۲۹

۴۳۵ احکام القرآن ج ۳ص ۱۰۳

۴۳۶ حوالہ درج بالا

۴۳۷ کشف الغمۃ ج ۲ص ۹۹

۴۳۸ سعید بن منصور ج ۳ص ۱/۱۷۵ ۲ فتح الباری ج ۹ص ۳۴۳

۴۳۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۳۸ب، عبدالرزاق ج ۶ص ۴۰۷، سنن بن منصور ج ۳ص ۱/ ۲۷۵ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۵۷، البخاری فی الطلاق باب لا طلاق فی الاغلاق، فتح الباری ج ۹ص ۳۴۳، المحلی ج ۱۰ص ۲۰۲، ج ۸ص ۳۳۲، احکام القرآن ج ۳ص ۱۹۳، کشف الغمۃ ج ۲ص ۹۹، المغنی ج ۷ص ۱۱۸

۴۴۰ المغنی ج ۷ص ۵۵

۴۴۱ کنزالعمال ج اص ۳۸۵

۴۴۲ عبدالرزاق ج اص ۵۹، کنزالعمال ج ۹ص ۴۷۱

۴۴۳ البخاری فی المغازی باب وفد عبدالقیس، مسلم فی الاشربۃ باب النھی عن الانتباذ فی المزفت، ابوداؤد فی الاشربۃ باب الاوعیۃ، النسائی فی الاشربۃ باب من الاخبار التی اعتل بھا من اباح المسکر، الترمذی فی الایمان (حدیث میں وارد الفاظ کی تشریح پہلے گذر چکی ہے مترجم)

۴۴۴ نیل الاوطار ج ۷ص ۷۰

۴۴۵ سنن نسائی فی الاشربۃ، المحلی ج ۷ص ۵۱۲، عبدالرزاق ج ۹ص ۲۰۵، ۲۰۸

۴۴۶ مسلم فی الحیض باب طہارۃ المیتۃ، ابوداؤد، الترمذی فی اللباس، النسائی فی الفرع، الموطا فی الصید

۴۴۷ المغنی ج ا ص ۶۶

۴۴۸ کشف الغمۃ ج ا ص ۳۵

۴۴۹ مادہ اضحیۃ اور اس میں مذکورہ تمام حوالہ جات ملاحظہ کیجئے

۴۵۰ تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس ص ۳۱

۴۵۱ المغنی ج ۷ ص ۲۹۹

۴۵۲ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۴۷

۴۵۳ عبد الرزاق ج ۶ ص ۴۴۷، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۲۶، المغنی ج ۷ ص ۲۹۸، ۳۱۰ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۰، المحلی ج ۱۰ ص ۴۳

۴۵۴ احکام القرآن ج ا ص ۳۵۵، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۲، المحلی ج ۱۰ ص ۴۳

۴۵۵ عبد الرزاق ج ۶ ص ۴۴۶، ۵۰۹ المحلی ج ۱۰ ص ۴۳

۴۵۶ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۲۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۰، ۳۸۱، آثار ابی یوسف نمبر ۶۸۶، المغنی ج ۷ ص ۳۰۰

۴۵۷ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۴۶ ب

۴۵۸ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۲۷، احکام القرآن ج ا ص ۳۵۷، اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۹۷

۴۵۹ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۲۵، المحلی ج ۱۰ ص ۴۵، المغنی ج ۷ ص ۳۱۵، احکام القرآن ج ا ص ۳۵۵

۴۶۰ احکام القرآن ج ا ص ۳۵۵، کشف الغمۃ ج ا ص ۱۰۲

۴۶۱ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۴۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۷۹، ۳۸۰ المغنی ج ۷ ص ۳۲۴، آثار ابی یوسف نمبر ۶۸۳

۴۶۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۰، المغنی ج ۷ ص ۳۲۵

۴۶۳ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۲۸، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۴۶، عبد الرزاق ج ۶ ص ۴۵۴، ۴۵۶ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۷۹، کنز العمال ج ۳ ص ۹۲۶ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۶۸، احکام القرآن ج ا ص ۳۵۹ المغنی ج ۷ ص ۳۱۹، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۲، المحلی ج ۱۰ ص ۴۵، تنویر المقباس ص ۳۱

۴۶۴ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۰

۴۶۵ المحلی ج ۱۰ ص ۴۵

۴۶۶ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۶۸

۴۶۷ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۴۶، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۲

حرف الباء

بائن (علیحدہ ہو جانے والا)

طلاق بائن وہ طلاق ہے جس کے وقوع کے بعد طلاق یافتہ عورت طلاق دینے والے کیلئے صرف نئے عقد اور نئے مہر کے ذریعے ہی حلال ہو سکتی ہے۔ اس طلاق کی دو قسمیں ہیں: بینونت صغریٰ اس صورت کے اندر طلاق یافتہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کئے بغیر طلاق دینے والے کی زوجیت میں واپس آسکتی ہے۔ یہ صورت ایک یا دو طلاق بائن کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

بینونت کبریٰ (طلاق مغلظہ) اس طلاق کے بعد مطلقہ کے لئے کسی اور مرد سے نکاح کئے بغیر اپنے شوہر کی زوجیت میں واپس آنا حلال نہیں ہوتا۔ یہ صورت تین طلاقوں کے بعد پیدا ہوتی ہے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸)

بئر (کنواں)

۱۔ کنویں کا حریم:

اگر کوئی شخص بے آباد زمین میں کوئی کنواں کھود لے تو اسے کنویں کی چاروں جانب سے پچاس پچاس گز زمین حاصل ہو جائے گی۔ اس زمین کو کنویں کا حریم کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''کنویں کا حریم پچاس گز ہے'' (۱) آپ کی گویا یہ رائے تھی کہ بے آباد زمین میں کنواں کھودنا اسے آباد کرنے کے مترادف ہے (دیکھئے مادہ احیاء الموات نمبر ۲) نیز (مادہ حریم نمبر ۲)

۲۔ کنواں پاک کرنا:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر کنویں میں نجاست گر جائے تو کنواں صرف اس صورت میں ناپاک ہوگا جب نجاست کی بو اس میں ظاہر ہو جائے گی (۲) بنا بریں پانی کی نجاست (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۶) اور اس کی تطہیر کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا نظریہ یہ تھا کہ کنویں سے پہلے نجاست باہر نکالی جائے

پھر پانی کے اتنے ڈول نکالے جائیں کہ پانی سے بدبو ختم ہو جائے لیکن اگر سارا پانی نکالے بغیر نجاست کی بو ختم نہ ہو تو سارا پانی نکالنا ضروری ہو جائیگا۔ ایک حبشی زمزم کے کنویں میں گر کر مر گیا آپ نے حکم دیا کہ پانی کے سوتے بند کر دئے جائیں اور پھر پانی نکالا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کنویں کا ایک سوتا ایسا ہے جو بند ہونے کو نہیں آتا۔ یہ سوتا رکن کی طرف سے بہہ کر آتا تھا، آپ نے فرمایا کہ یہ جنت سے آتا ہے۔ آپ نے انہیں ایک ریشمی چادر دی جس سے انہوں نے سوتے کو بند کیا۔ پھر کنویں کا اتنا پانی نکالا گیا کہ بدبو باقی نہیں رہی (۳) اس بات کی تفصیل ہم انشاء اللہ (مادہ ماء نمبر ۶ کے جز ب) میں بیان کریں گے

بحر (سمندر)

ا۔ سمندر کا پانی پاک ہے:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ سمندر کا پانی دریاؤں کے پانی کی طرح پاک ہے۔ آپ نے یہ بات سورۂ فرقان آیت نمبر ۵۳ سے اخذ کی تھی۔ قول باری ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملایا ایک شیریں تسکین بخش ہے اور ایک کھارا اور تلخ ہے اور دونوں کے درمیان ایک حجاب اور قوی مانع رکھدیا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ دو سمندر ہیں ایک شیریں اور تسکین بخش ہے اور دوسرا کھارا اور تلخ ہے'' (۴)

آپ سے جب سمندری مردار کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے'' (۵) اسی بنا پر سمندر کے پانی سے وضو کرنا دریا کے پانی سے وضو کرنے کی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا: ''دو بحر ہیں ان میں سے جس کے پانی سے تم وضو کرلو تمہارا وضو ہو جائے گا۔ سمندر کا پانی اور دریائے فرات (۶) کا پانی'' (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۲)

۲۔ محرم کا سمندر سے شکار کرنا:

محرم کے لئے حالت احرام میں سمندر سے شکار پکڑنا مباح ہے لیکن خشکی کا شکار پکڑنا اس کے لئے حلال نہیں ہے کیونکہ سورۃ مائدہ نمبر ۹۲ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا جہاں تم ٹھہرو وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور قافلے کیلئے زادراہ بھی بنا سکتے ہو البتہ

خشکی کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام کیا گیا ہے) دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب

۴۔ سمندری جانور کھالینا:

الف۔ سمندر سے جو بھی جانور شکار کیا جائے اسے کھالینا جائز ہے، قطع نظر اس سے کہ مذکورہ جانور کا شکاری کون شخص ہے۔ اس لئے یہودی، مجوسی اور مشرک کا پکڑا ہوا سمندری شکار کھالیا جائے گا بخلاف خشکی کے شکار کے، اسے اگر کوئی مسلمان یا اہل کتاب شکار کرے تو اسے کھایا جائے گا ان کے سوا کسی اور کا شکار نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا: ''مچھلی کھالو، اسے پکڑنے والا خواہ کوئی بھی ہو تمہیں اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا''(۷)

نیز فرمایا''سمندر جو جانور باہر پھینک دے اور جو جانور سمندر سے شکار کیا جائے اسے کھالو، خواہ اسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی نے کیوں نہ پکڑا ہو''(۸)

ب۔ سمندر جو مچھلی یا کوئی اور جانور کنارے پر پھینک دے اور پھر اس کا پانی واپس چلا جائے اور مذکورہ جانو مر جائے اسے کھالینا جائز ہے۔ سورۃ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا''صید البحر'' سے مراد وہ جانور ہے جو تازہ شکار کیا جائے اور سمندر کے طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے سمندر باہر پھینکدے''(۹) اسی مفہوم پر حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول محمول ہوگا کہ'' اس کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے'' (۱۰)

ج۔ جو آبی جانور سمندر کے اندر طبعی موت مر جائے اور پھر سطح سمندر پر آجائے اسے کھانا جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ سمندر کے اندر اس کی موت کسی بیماری کی وجہ سے واقع ہوئی ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ''سطح سمندر پر مر کر ابھر آنے والے جانور کو مت کھاؤ''(۱۱) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں سمندر پر جاتا ہوں اور اس کی سطح پر بہت سی مچھلیاں دیکھتا ہوں، آپنے جواب دیا: ''سمک طافی (مر کر پانی کی سطح پر ابھر آنے والی مچھلی) کے سوا ہر مچھلی کھالو''(۱۲)

سمندر سے جو اشیاء نکالی جائیں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جز ھ)

۵۔ جہاد کے لئے سمندر میں جانا جائز ہے (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۶)

بدعة (بدعت)

۱۔ تعریف: دین میں کسی ایسی نئی بات کی ایجاد بدعت کہلاتی ہے جس پر نہ صحابہ کرام چلے ہوں اور نہ ہی تابعین عظام عمل پیرا ہوئے ہوں نہ ہی مذکورہ بات شریعت کے اہداف ومقاصد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو مثلاً تلبیہ کے الفاظ بدل ڈالنا (دیکھئے مادہ تلبیۃ نمبر۲) اگر مذکور بات شریعت کے اہداف ومقاصد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو تو وہ بدعت نہیں ہوگی مثلاً عرفہ کے دن مساجد میں یوم عرفہ منانا، حضور ﷺ کے مبارک عہد میں یوم عرفہ منایا نہیں جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ اور عمرو بن حریث نے سب سے پہلے یہ دن منایا (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۱ کا جزھ)

۲۔ بدعت کا حکم: دین کے اندر بدعات پیدا کرنا حرام ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص کوئی بری بات جاری کرے گا اس پر اس کا بوجھ نیز اس پر قیامت تک عمل پیدا ہونے والوں کا بوجھ لاد دیا جائے گا'' بدعت پر عمل پیرا ہونا حرام ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک بدعات سب سے زیادہ مبغوض امور ہیں اور گھروں میں نماز کے لئے مخصوص مقام پر اعتکاف کرنا بھی بدعت میں داخل ہے۔''(۱۳)

آپ کی مراد یہ تھی کہ گھروں میں نماز کے لئے مخصوص جگہ پر مردوں کا اعتکاف بدعت ہے اس لئے کہ مردوں کے اعتکاف کی جگہ وہ مساجد ہیں جہاں پنج وقتہ باجماعت نماز ہوتی ہو تاکہ وہ نماز باجماعت سے محروم نہ رہ جائیں (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر۳)

بدل (بدل، قائم مقام)

حرم میں شکار کرنے کی سزا کے طور پر واجب ہونے والے جرمانے کا بدل (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کے جز ط کے جز۲ کا جز ب، ساتواں اور آٹھواں نقطہ)

نذر کی ادائیگی میں بدل (دیکھئے مادہ نذر نمبر۳ کا جز ج)

غیر کی طرف سے حج کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر۸)

بدو (بدوی لوگ)

حضرت ابن عباسؓ دیانات کے اندر بدوی کی گواہی قبول کر لینے کے قائل تھے (ایسے امور جن کا تعلق حقوق اور معاملات سے نہ ہوانہیں دیانات کہا جاتا ہے۔مترجم) آپ نے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی یعنی بدوی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے اس کا اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلال اعلان کر دو کہ کل روزہ ہے''(۱۴) آپ ﷺ نے اس بدوی کی گواہی قبول کر لی۔ اگر دیانات کے اندر اس کی گواہی قابل قبول ہے تو حقوق العباد کے اندر بھی اس کی گواہی کا قابل قبول ہونا درست ہوگا۔

بسر (گدر کھجور) یعنی درختوں پر لگی ہوئی وہ کھجوریں جو ابھی پکی نہ ہوں

خالص گدر کھجوروں سے تیار شدہ نبیذ کی تحریم (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲)

بسملۃ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

۱۔ بسملہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' سورۂ فاتحہ کی ساتویں آیت نیز ہر سورت کے اول کی آیت ہے(۱۵) سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۸۷ جس کا ترجمہ ہے (اور بے شک ہم نے آپ کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم دیا) کے متعلق جب آپ سے پوچھا جاتا تو آپ فرماتے: 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' آپ کی رائے تھی کہ اس امت کیلئے آیت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' مخصوص کی گئی ہے۔ آپ فرماتے: اللہ نے یہ آیت تمہارے لئے ذخیرہ کر کے رکھدی تھی، تم سے پہلے کسی کے لئے بھی اللہ نے یہ ذخیرہ نہیں نکالا''(۱۶)

۲۔ نماز کے اندر بسم اللہ کی قرات

الف۔ اگر بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے تو سورۂ فاتحہ کے ساتھ اس کی قرات بھی واجب ہوگی۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ جب بھی سورۂ فاتحہ پڑھتے تو اسکے ساتھ بسم اللہ کی قرات کا بھی التزام کرتے۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے نماز کی دونوں رکعتوں میں بسم اللہ الرحمٰن

الرحیم کی قرآت کی تھی (۱۷) جو شخص بسم اللہ کی قرات نہ کرتا آپ اسے یہ کہہ کر ڈانٹتے کہ :
''شیطان نے قرآن والوں سے قرآن کی سب سے عظیم آیت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' چرالی ہے
''(۱۸)

ب۔ اگر بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہیت تو اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ کی جہری قرات کرے تو اس پر بسم اللہ کی جہری قرات بھی لازم ہوگی اور اگر سورۂ فاتحہ کی سری قرات کرے تو بسم اللہ کی بھی سری قرات کرے گا (۱۹) حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ قرات کی ابتدا (ایک روایت کے مطابق نماز کی ابتدا) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جہری قرات کے ساتھ کرتے تھے (۲۰) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ سورۂ فاتحہ کیساتھ بسم اللہ کی جہری قرات کرتے۔ (۲۱)
بسم اللہ کو سورت فاتحہ کی ایک آیت تسلیم کرنے کا فطری نتیجہ اگر چہ یہ ہے کہ جب سورت فاتحہ کی جہری قرات کی جائے تو بسم اللہ کی بھی جہری قرات کی جائے تاہم حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ بسم اللہ کی جہری قرات کرنے والوں پر نکتہ چینی کرتے اور فرماتے : ''بسم اللہ کی جہری قرات بدیوں کی قرات ہے'' (۲۲) اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہے کہ سورۂ فاتحہ کے سوا دیگر سورتوں کے ساتھ بسم اللہ کی جہری قرات بدویانہ حرکت ہے اس لئے کہ سورۂ فاتحہ کے سوا بسم اللہ کسی اور سورت کی ابتدائی آیت نہیں ہے۔

ج۔ تشہد کے ساتھ بسم اللہ پڑھنا مشروع نہیں ہے اس لئے کہ سنت اس طرح وارد نہیں ہوئی ہے جبکہ تمام عبادات توقیفی ہیں یعنی ان عبادتوں کے بارے میں ہمیں شارع کی طرف سے معلومات مہیا کی گئی ہیں اس لئے کسی عبادت کے بارے میں جتنی بات شارع نے ہمیں بتادی ہے ہم اسی کے پابند رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جب ایک شخص کو بسم اللہ کے ساتھ تشہد پڑھتے ہوئے سنا تو اسے ڈانٹ پلائی اور فرمایا: ''تشہد سے ہی ابتدا کرو'' (۲۳) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جزل کا جزا)

۳۔ ذبیحہ اور شکار پر بسم اللہ پڑھنا:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانے

کی حلت کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ ذبیحہ پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہو مسلمان کے ذبیحہ کی حلت کیلئے بسم اللہ پڑھنے کی شرط کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایتوں میں اختلاف ہے۔

ایک روایت کے مطابق مسلمان کے ذبیحہ کی حلت کے لئے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کی شرط نہیں ہے بلکہ اس موقعہ پر بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اگر جان بوجھ کر یا بھول کر بسم اللہ ترک کردی گئی ہو تو بھی ذبیحہ کھالینا حلال ہوگا۔

دوسری روایت کے مطابق مسلمان کے ذبیحہ کی حلت کے لئے ذبح کرتے وقت اس پر بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اگر جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کردی گئی ہو تو یہ ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا البتہ اگر بھول کر بسم اللہ ترک ہوگئی تو ذبیحہ حلال ہوگا۔ ہم درج بالا مسائل کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ سے منقولہ اقوال (مادہ اضحیۃ نمبر ۶ کے جز ب) اور (مادہ ذبح نمبر ۵ نیز نمبر ۲ کے جز ب کے جزا کے جز ب) میں پیش کریں گے۔

بصاق (تھوک)

تھوک کا تعلق میلکچیل کی اقسام سے ہے اور عظمت نیز تقدس والے مقامات کو ان سے پاک رکھنا واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کعبے کے اندر ہو اور اسے تھوکنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ اپنے کپڑے میں تھوک لے''(۲۴)

بضع (چند)

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک لفظ بضع کا اطلاق تین سے لیکر دس تک ہوتا ہے۔ (۲۵)

بغاء (پیشہ کرانا)

اجرت لے کر آبرو فروخت کرنے یعنی بدکاری کرانے کو بغاء کہا جاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ زنی)

بغی (سرکشی اور بغاوت)

۱۔ تعریف: امام المسلمین کے خلاف مسلمانوں کے کسی گروہ کی مسلح بغاوت کو بغی کہتے ہیں جبکہ انکی یہ بغاوت تاویل کے تحت ہوئی ہو۔

۲۔ باغیوں کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ آ ملنے کی دعوت: امام المسلمین کیلئے ضروری ہے کہ وہ باغیوں کو اطاعت اختیار کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ آ ملنے کی دعوت دے اور ان کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے پہلے ان پر اتمام حجت کر دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس بارے میں حضرت علیؓ کا طرز عمل ہمیں بتایا ہے۔ اس طریق کار میں آپ حضرت علیؓ کے ساتھ شامل رہے اور کوئی نکتہ چینی نہیں کی۔ حضرت علیؓ نے آپ کو خوارج کی طرف بھیجا تھا تا کہ آپ انہیں سمجھا بجھا کر واپس لے آئیں۔ آپ نے انہیں اس کی دعوت دی لیکن خوارج نے واپس آنے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ بہ نفس نفیس انکے پاس گئے اور ان سے مناظرہ کیا لیکن وہ پھر بھی واپس آنے پر رضامند نہ ہوئے۔ (۲۶)

۳۔ باغیوں کے خلاف قتال:

اگر باغی درج بالا دعوت کے نتیجے میں بغاوت ترک کر کے اطاعت قبول کر لیں اور مسلمانوں کے ساتھ آ ملیں یا ہتھیار ڈال دیں تو انہیں قتل کرنا نیز ان میں سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کا پیچھا کرنا حرام ہوگا۔ البتہ اگر وہ جنگ جاری رکھیں یا بھاگ کر کسی اور گروہ کے ساتھ مل جائیں تو پھر انکے خلاف مسلح کارروائی کرنا اور انہیں قتل کرنا جائز ہوگا نیز بھاگنے والوں اور قید ہو جانے والوں کو بھی قتل کرنا درست ہوگا۔ اگر انہیں پناہ دینے والا کوئی گروہ نہ ہو تو پکڑے جانے کی صورت میں انہیں قتل نہیں کیا جائے گا البتہ انکی خوب پٹائی کی جائے گی اور انہیں قید میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں۔ (۲۷)

۴۔ باغیوں کے گرفتار شدگان اور باغیوں سے ہاتھ آنے والا مال غنیمت:

باغیوں کے بچوں اور عورتوں میں سے کسی کو گرفتار کرنا جائز نہیں نہ ہی انکے مردوں میں کسی کو غلام بنا لینا جائز ہے کیونکہ اسلام کی وجہ سے انہیں بچاؤ کا سہارا حاصل ہوگا۔ اسی طرح ان کے اموال میں سے کوئی چیز ہتھیاروں اور جنگ میں استعمال ہونے والا جانوروں کے سوا، مال غنیمت قرار نہیں دی جائے گی۔ بلکہ جنگ کے دوران ہاتھ آئے ہوئے ان کے اموال اطاعت کیطرف ان کی واپسی کے بعد، انہیں واپس کر دئے جائیں گے یہی وہ بات تھی جسکی وجہ سے خوارج حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ

فرماتے ہیں: ''جن باتوں کی وجہ سے خوارج حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے خلاف ہو گئے تھے، ان میں سے ایک بات یہ بھی کہ حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے بعد نہ تو اہل جمل کے بال بچوں کو گرفتار کیا اور نہ ہی ان کے اموال کو مال غنیمت قرار دیا۔ خوارج یہ کہتے تھے کہ اگر اہل جمل کا خون حضرت علیؓ کے لئے حلال تھا تو ان کے اموال بھی حلال ہونے چاہئیں اور اگر ان کے اموال حضرت علیؓ کے لئے حرام تھے تو ان کا خون بھی حرام ہونا چاہئے تھا''۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ نے خوارج کے ساتھ بحث ومباحثہ بھی کیا تھا اور ان سے سوال کیا تھا کہ ''کیا تم اپنی ماں یعنی حضرت عائشہ کو گرفتار کرتے اور پھر ان کے ساتھ وہ سلوک روا رکھتے جو جنگ میں گرفتار ہونے والی عورتوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے؟ اگر تم یہ کہو کہ عائشہ تمہاری ماں نہیں ہیں تو تم کفر کے مرتکب قرار پاؤ گے اور اگر کہو کہ وہ تمہاری ماں ہیں اور پھر انہیں جنگی قیدی بنانے کو حلال قرار دو تو بھی تم کافر قرار پاؤ گے''۔(۲۸)

بقر (گائیں)

اضحیہ یعنی قربانی اور ھدی کے اندر ایک گائے سات افراد کے لئے کافی ہوتی ہے (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر۳ کا جز الف)

بکاء (رونا)

میت پر رونا (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کا جزم)

بلد (شہر)

شہروں کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ شہر ہے جسکی تعمیر مسلمانوں نے کی ہو یا اس شہر کے رہنے والے وہاں رہتے ہوئے مسلمان ہو گئے ہوں مثلاً بصرہ، کوفہ، مدینہ منورہ وغیرہ۔ ایسے شہر کے اندر شریعت اسلام کے خلاف کوئی عمل کرنے کا کسی کو حق نہیں ہوگا مثلاً گرجا گھروں کی تعمیر کا، ناقوس بجانے کا، شراب کی تجارت کرنے اور سور وغیرہ پالنے کا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جس شہر کو مسلمانوں نے آباد کیا ہو وہاں نہ تو کوئی گرجا گھر بنایا جائے گا، نہ ہی کوئی یہودی عبادت گاہ اور نہ ہی کوئی آتش کدہ تعمیر ہوگا نہ ہی صلیب کا نشان بلند کیا جائے گا۔

نیز وہاں نہ تو کوئی سنکھ بجائی جائے گی اور نہ ہی کوئی ناقوس، ایسے شہر میں شراب اور خنزیر کے داخلے پر بھی پابندی ہوگی"(۲۹) یہاں کافروں کو مستقل قیام کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا: "یہودی تمہارے شہروں میں قیام نہیں کریں گے الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائیں"(۳۰)

دوسری قسم وہ شہر ہے جسے کافروں نے تعمیر کیا ہو اور پھر چند شرطوں کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ اس شہر پر مصالحت کر لی ہو۔ ایسے شہر پر صلح کے اندر طے شدہ شرائط کا انطباق ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "جس شہر کو عجمیوں یعنی غیر مسلموں نے آباد کیا ہو اور پھر اللہ کی مدد سے عربوں یعنی مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا ہو اور وہاں آباد ہو گئے ہوں اس میں عجمیوں کو وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی جن کا ذکر معاہدے میں کیا گیا ہو"(۳۱)

تیسری قسم وہ شہر ہے جسے کافروں نے آباد کیا ہو اور پھر مسلمانوں نے اس پر بزور شمشیر فتح حاصل کر لی ہو، ایسے شہر کے اندر فتح سے پہلے جو عبادت گاہیں ہوں گی انہیں برقرار رہنے دیا جائے گا۔ لیکن نئی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہاں نہ تو ناقوس کی آواز بلند ہوگی اور نہ ہی سور پالے جائیں گے۔ اس شہر کی حیثیت مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں جیسی ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "ایسے شہر کی جو کیفیت فتح سے پہلے موجود ہو اسے برقرار رکھنا اور اس پر پورے اترنا مسلمانوں پر لازم ہوگا"(۳۲)

بلوغ (بالغ ہو جانا)

۱۔ بالغ ہو جانے کی علامتیں: بلوغت کی چند علامتیں ہیں۔ بعض تو ایسی ہیں جو مذکر اور مونث دونوں میں مشترک ہیں مثلاً بیداری یا نیند کی حالت میں سامنے کی شرمگاہ سے مادۂ تولید کا خروج (دیکھئے مادہ احتلام) بعض علامتیں عورتوں کے ساتھ خاص ہیں مثلاً حیض آنا (دیکھئے مادہ حیض)

۲۔ بلوغت کے اثرات: بلوغت عبادت سے متعلقہ فرائض مثلاً نماز، روزہ اور حج وغیرہ کے مکلّف ہونے کی بنیاد ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶ کا جزب) اسی طرح جسمانی سزاؤں کے ترتب کیلئے یہ شرط ہے (دیکھئے مادہ حد نمبر ۴ کا جز الف) اور عقود نیز اقرارات وغیرہ کی صحت کیلئے بھی یہ شرط ہے

بنت (بیٹی)

میراث کے اندر بیٹی کے احوال (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جزھ) نیز (دیکھئے مادہ ولد)

بنت ابن (پوتی)

پوتی کا عصبہ بغیرہا ہونا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جزی کے جز ا کا جزب)

بھیمۃ (چوپایہ) دیکھئے مادہ حیوان

بول (پیشاب)

آدمی کے پیشاب کی نجاست (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۲ کے جزب کا جز ا نیز نمبر ۲ کا جز واؤ)

پیشاب کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۷ کا جز الف)

اگر پیشاب کرنے کی حاجت ہوتو ایسی صورت میں نماز مکروہ ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ز)

بیت المال (بیت المال)

۱۔ تعریف: بیت المال وہ قابل اعتبار ادارہ ہے جس میں حکومت کی تمام آمدنیاں جمع ہوتی ہیں اور جہاں سے حکومت کے اخراجات کیلئے تمام رقمیں نکلتی ہیں

۲۔ بیت المال کی آمدنی کے ذرائع: حکومت کے تمام محاصل بیت المال میں داخل ہوتے ہیں: ان محاصل کی تفصیل درج ذیل ہے

☆ لوگوں کے ظاہری اموال کی زکوۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۹)

☆ مال غنیمت کا پانچواں حصہ (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کا جزب)

☆ فی (دیکھیے مادہ فی)

☆ ہر وہ مال جس کا کوئی مستحق نہ ہو مثلا لعان کرنے والی عورت کے ولد کی میراث کا وہ حصہ جو اس کی ماں کا مقررہ حصہ ادا ہو جانے کے بعد بچ رہے (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جزی کے جز ا کا جز الف) اسی طرح مرتد کی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جزد کا جز ۳) نیز اس وارث کا حصہ جس نے اپنا حصہ وصول کرنے سے انکار کر دیا ہو (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جزی کا جز ۲)

☆ خراج (دیکھئے مادہ خراج)

بیع (بیع)

۱۔ تعریف: مالک بنانے اور مالک بننے کی غرض سے مال کے بدلے مال دینے لینے کو بیع کہتے ہیں۔

۲۔ مبیع (فروخت شدہ چیز)

مبیع یا تو نقود کے سوا کوئی اور مال ہوگا مثلاً مختلف اقسام کی اشیائے خوردنی اور مختلف قسم کے آلات وغیرہ۔ یا وہ نقود (درہم ودینار) کی شکل میں ہوگا۔ ایسی صورت میں اس بیع کو بیع صرف کہا جائے گا۔

پھر مبیع کی حوالگی عقد بیع کے یا تو فوراً بعد ضروری ہوگی۔ یا ایک معین مدت کے بعد ضروری ہوگی۔ دوسری صورت میں اس بیع کو بیع سلم کہا جائے گا۔ بیع کی خواہ جو بھی صورت ہو مبیع کے اندر جن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ شرطیں کیا ہیں ان کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ عقد کے وقت مبیع نہ صرف موجود ہو بلکہ وہ بائع کی ملکیت میں بھی ہو: عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبر کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ "میں نے عمرو بن عثمان کے ہاتھ طعام فروخت کیا، طعام تو معجل تھا لیکن نقد یعنی ثمن موجل تھا۔ طعام کا کچھ حصہ تو میری ملکیت میں تھا اور کچھ حصہ میرے پاس موجود نہیں تھا۔ میں نے مسئلہ پوچھنے کی غرض سے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا۔ اسنے آکر بتایا کہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ طعام کا جو حصہ تمہارے پاس ہے اس کا ثمن موخر کردو اور جو حصہ تمہارے پاس نہیں ہے اس کی بیع رد کردو" (۴۴)

ایسی اراضی کی فروخت بھی جائز نہیں ہے جسے امام المسلمین نے موقوف رکھا ہو (اس سے مراد وہ اراضی ہیں جن پر مسلمانوں نے بزور شمشیر قبضہ کرلیا ہو اور امام المسلمین نے یہ اراضی انکے مالکان کے پاس رہنے دیا ہو) کیونکہ ایسی اراضی جن لوگوں کے قبضے میں ہوتی ہے وہ ان کے مالک نہیں ہوتے (دیکھئے مادہ ارض نمبر ۱ کا جزج)

ام ولد کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اپنے آقا کی ملکیت ہوتی ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کا جزد)

ب۔ مبیع اس طرح بائع کے قبضے میں اور اسکے زیر تصرف ہو کہ وہ اس کی حوالگی پر قادر ہو اور حوالگی کی عدم قدرت کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ بنا بریں حضرت ابن عباس نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ ایک شخص

کوئی طعام خریدے اور اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کر دے[۳۴] آپ نے حضور ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ: ''جو شخص کوئی طعام خریدے تو جب تک اسے اپنے قبضے میں نہ لے لے اس وقت تک اسے آگے فروخت نہ کرے''

یہاں ابن قدامہ نے اپنے خیال کے مطابق یہ بات کہی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ طعام کے سوا دیگر اشیا کے سلسلے میں یہ رائے رکھتے تھے کہ اگر ان کی خریداری کی جائے تو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے انہیں فروخت کر دینا جائز ہے۔ یہ ابن قدامہ کا وہم ہے اور بات اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک مبیع خواہ طعام ہو یا کوئی چیز، قبضے میں آنے سے پہلے اس کی فروخت باطل ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں عدم حوالگی کا خطرہ رہتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جب مذکورہ بالا حدیث روایت کی تو ساتھ ہی فرمایا: ''میں ہر چیز کو طعام کے بمنزلہ قرار دیتا ہوں''[۳۵] آپ سے یہ بات مذکورہ حدیث کے بعض طرق میں مروی ہے۔ نیز آپ نے اس بات کو بھی مکروہ قرار دیا ہے کہ ایک شخص درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی خریداری کرے یا انہیں فروخت کرے بلکہ جب تک پھل درختوں سے اتار نہ لے اس وقت تک انکی خرید و فروخت سے باز رہے[۳۶] سعید بن فیروز نے درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کی فروخت کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ''حضور ﷺ نے درختوں پر لگے ہوئے یہ پھل اس وقت تک فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے جب تک مالک انہیں نہ کھائے یا جب تک انہیں کھانے کیلئے نہ دیا جائے (یعنی جب تک وہ قابل استعمال نہ ہو جائیں) اور جب تک ان کا وزن نہ کرلیا جائے''۔ میں نے پوچھا کہ وزن کرنے کی صورت کیا ہوگی؟ آپ کے پاس موجود ایک شخص نے جواب دیا: ''جب تک انہیں محفوظ نہ کرلیا جائے''[۳۷] اس قاعدے سے حضرت ابن عباس ﷺ نے ''عرایا'' کو مستثنیٰ کیا ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس سلسلے میں رخصت دی تھی (عرایا کی تشریح میں اختلاف ہے اس کی ایک تشریح یہ ہے کہ باغ والا کسی کو ایک آدھ درخت عطیے کے طور پر پھل کھانے کیلئے دیدے۔ لیکن باغ میں اس کی آمد و رفت کی وجہ سے مالک کے بال بچوں کیلئے تنگی پیدا ہو جائے۔ یہ دیکھ کر مالک مذکورہ شخص کو اس درخت کی کھجوروں کی مقدار اندازے سے کھجوریں اسے دیدے تاکہ باغ میں اس کا آنا جانا بند ہو جائے) اگر اس میں تعدیل یعنی مساوات برقرار رکھنے کی خاطر مال یعنی درہم و دینار داخل ہو جائے تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک پھر کوئی حرج نہیں ہوگا۔ عطاء نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''کھجوروں کے درختوں پر لگے ہوئے

پھلوں کے بدلے کیل (ایک پیمانے کا نام) کے ذریعے پھلوں کی خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں اگر مبیع اور ثمن کے درمیان ایک دینار یا دس درہموں کا واسطہ ہو جائے۔"(۳۸)

ج۔ تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع اہل اسلام کے نزدیک مال شمار ہوتا ہو اور انتفاع کی مشروع صورتوں میں سے کسی صورت کے تحت اس سے فائدہ اٹھانا حلال ہو۔

ا۔ شراب مسلمانوں کے نزدیک مال نہیں ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے شراب کی بیع اور اس کے ثمن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "یہ حرام ہے اور اس کا ثمن بھی حرام ہے" پھر فرمایا: "اے امت محمد ﷺ اگر تمہاری کتاب (قرآن) کے بعد کوئی اور کتاب ہوتی اور تمہارے نبی کے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو تم پر بھی وہی عذاب نازل ہوتا جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل ہو چکا ہے"(۳۹) آپ سے شراب کی خرید وفروخت اور اس کی تجارت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سائلوں سے دریافت کیا کہ: "تم لوگ مسلمان ہو؟" انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لئے شراب کی خرید وفروخت اور اس کی تجارت درست نہیں ہے۔ تم میں سے جو شخص یہ کام کرے گا اس کی مثال بنی اسرائیل جیسی ہوگی کہ ان پر چربی حرام کر دی گئی تھی۔ انہوں نے اسے کھایا تو نہیں لیکن اسے فروخت کر کے اس سے حاصل ہونے والا ثمن کھا گئے"(۴۰) ایک شخص نے آپ سے انگوری شراب کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ کے پاس ایک شخص انگوری شراب کا مشکیزہ تحفے کے طور پر لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ شراب حرام ہے۔ اس نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ پھر اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص سے چپکے چپکے باتیں کیں۔ آپ ﷺ نے جب استفسار کیا تو اس نے کہا کہ میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ یہ شراب فروخت کر دے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جس ذات نے اسے پینا حرام کر دیا ہے اسی نے اس کی بیع بھی حرام کر دی ہے۔" پھر آپ ﷺ نے مشکیزے کا منہ کھول دیا اور ساری شراب بہہ گئی"(۴۱) (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ا کا جزد)

ہم نے خمر کے بارے میں جو بات کہی ہے وہی بات ہم کتے خنزیر، بندر، خون اور مردار نیز اس کی

قبل از دباغت کھال کے بارے میں بھی کہتے ہیں اس لئے کہ نجاست عین ہونے کی وجہ سے یہ اشیاء مال نہیں ہیں اور نہ ہی ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''سحت یعنی حرام مال یہ ہے، فیصلے کے سلسلے میں لی جانے والی رشوت، پیشہ کرانے والی کی اجرت، کتے کا ثمن، بندر کا ثمن، خنزیر کا ثمن، مردار کا ثمن اور مردار کی کھال کا ثمن''۔ (۴۲) ولاء کے بارے میں بھی آپکا یہی قول ہے کیونکہ وہ مال نہیں ہے (دیکھئے مادہ ولاء نمبر۳ کا جزھ) اور آزاد انسان کے بارے میں بھی (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر۴ کا جزب)

اگر نجس قرار پانے والی اشیاء سے مشروع طور پر انتفاع ممکن ہو تو پھر اس کی بیع بھی جائز ہو گی۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ نے ناپاک ہو جانے والے زیت (زیتون کے تیل) کی بیع کی اجازت دے دی تھی اس لئے کہ مذکورہ تیل چراغ کے اندر استعمال ہو سکتا ہے (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر۲ کے جزج کا جز۲)

۲۔ دیوانی یا جذام یا برص کی بیماری میں مبتلا لونڈی نیز ایسی لونڈی کی فروخت جائز نہیں جس کے اندام نہانی میں ورم وغیرہ کی وجہ سے اتنی تنگی پیدا ہو چکی ہو کہ ہمبستری ممکن نہ رہی ہو (۴۳) کیونکہ ان صورتوں کے اندر لونڈی سے جو منفعت مقصود ہو گی وہ ہاتھ نہیں آ سکے گی اسی طرح کھجوروں کی بیع اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائیں (۴۴) اس کی حد حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ ہے کہ دانوں میں سرخی آ جائے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر بعض کھجورں میں سرخی آ جائے تو انہیں فروخت کرنا جائز ہو جائے گا''۔ (۴۵)

۳۔ گلوکارہ لونڈی کی نیز تمام آلات طرب کی فروخت جائز نہیں ہے اس لئے کہ ان سے حاصل ہونے والا فائدہ غیر مشروع فائدہ ہو گا اس لئے یہ سب ان اشیاء کے حکم میں ہوں گے جن سے فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا۔ (۴۶)

۴۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ نے بلیوں کی فروخت کی رخصت دی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے بلیاں پالنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی رخصت عطا فرمائی تھی (۴۷) حضرت ابن عباسؓ نے ام ولد کی بیع کی بھی رخصت دی تھی کیونکہ ام ولد اپنے آقا کی ملکیت ہوتی ہے اور اس سے مشروع فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر۲ کا جزد) اسی طرح ان مائعات کی بیع بھی رخصت ہے جن کے اندر نجاست حل ہو گئی ہو اس لئے کہ مذکورہ مائعات (سیال اشیاء) نجس عین نہیں ہوتیں اور ان سے اس طریقے سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جس کی حکایت ابن حزم نے حضرت ابن عباسؓ

سے کی ہے۔ (۴۸)

د۔ مبیع کے بارے میں اس طرح علم ہو کہ بعد میں تنازعہ پیدا ہونے کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ بنابریں اگر مبیع میں دھوکے اور عدم علم کا کوئی بھی پہلو موجود ہو تو یہ بیع فاسد ہو جائے گی مثلاً بھیڑوں کی پشت پر موجود اون کی بیع یا تھنوں میں موجود دودھ کی بیع اس لئے کہ مذکورہ اشیاء کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بھیڑ بکریوں کے تھنوں میں موجود دودھ نہ خریدو نہ ہی بھیڑوں کی پشت پر موجود اون کی خریداری کرو''(۴۹)

ھ۔ مبیع کا تعلق ان اشیاء سے نہ ہو جنہیں اللہ نے مکرم قرار دیا ہے اس لئے کہ ایسی چیزوں کی بیع انکی تذلیل کی دلیل ہوگی۔ بنابریں آزاد انسان یعنی حر کی بیع باطل ہے اس لئے کہ حریت اللہ کی جانب سے تکریم کی ایک صورت ہے۔ ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (اور ہم نے بنی آدم کی تکریم کی) اس لئے تشریع الٰہی کے بغیر مذکورہ آزادی بنی آدم سے سلب نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی فروخت کر دے، فرمایا: ''بیع رد کر دی جائے گی اور بائع نیز مشتری دونوں کو سزا ملے گی''(۵۰) ام ولد کی بیع اس لئے جائز ہے کہ جب تک اس کا آقا اپنی زبان سے اسے آزاد کرنے کا کلمہ نہیں نکالے گا اس وقت تک وہ آزاد نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ رق نمبر ۴ کا جزد)

حضرت ابن عباسؓ نے مصحف کی بیع کو مکروہ قرار دیا ہے۔ آپ سے تجارتی پیمانے پر مصاحف کی بیع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ہماری رائے میں اسے تجارت کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے البتہ جو کام تم اپنے ہاتھ سے کرو اس میں کوئی حرج نہیں''(۵۱) (اشارہ مصاحف کی کتابت سے حاصل شدہ اجرت کی طرف ہے۔ مترجم) حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں مصاحف کسی طرح حاصل ہوتے تھے، آپ نے فرمایا: ''مصاحف فروخت نہیں ہوتے تھے۔ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے اوراق لے کر آتا۔ پھر کوئی شخص اٹھتا اور حسبۃ للہ ان اوراق پر مصحف کی کتابت کرتا پھر کوئی اور اٹھتا اور کتابت کرتا۔ اسی طرح ہوتا رہتا حتی کہ مصحف کی کتابت مکمل ہو جاتی''(۵۲)

اگر ایک شخص مصحف حاصل کرنے پر مجبور ہو جائے اور اسے کوئی شخص ثمن کے بغیر مصحف دینے پر رضامند نہ ہو تو پھر وہ کیا کرے؟ ایسی صورت میں حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مذکورہ شخص مصحف حاصل

کرنے کیلئے مال خرچ کر سکتا ہے ایسا کرنا اسکے لئے جائز ہوگا کیونکہ یہ بات مصحف کی تکریم ہوگی تاہم بائع گنہگار قرار پائے گا۔ کیونکہ اسنے دیناوی چیز کے بدلے مصحف فروخت کی تھی اس لئے اس کی یہ حرکت مصحف کے ساتھ کرے ہوئے سلوک کے مترادف قرار پائے گی یہ نکتہ آفرینی حضرت ابن عباسؓ کی باریک بینی پر مبنی ہے اس لئے آپ نے فرمایا: ''مصاحف کی خریداری تو کرو لیکن انہیں فروخت نہ کرو''(۵۳)
(دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۲)

حضرت ابن عباسؓ نے ولاء کی بیع بھی باطل قرار دی ہے اس لئے کہ ولاء اللہ کی طرف سے معتق (آزاد کرنے والے) کو اسکے نیک کام کی جزا کے طور پر اور اسکے اعزاز کی صورت میں عطا ہوتی ہے۔ اگر اس ولاء کو فروخت کیا جائے تو یہ بات اس کی تذلیل کی علامت ہوگی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''ولاء اس شخص کے لئے ہوگی جس نے آزاد کیا ہو۔ ولاء کی نہ تو فروخت ہوگی نہ ہی اس کا ہبہ ہوگا''(۵۴)

و۔ (۱) ربویات مثلاً دراہم ودنانیر، سونے چاندی، گندم، جو اور کھجوروں کی بیع میں اگر انہیں انکی ہم جنس اشیاء کے بدلے فروخت کیا جائے، تو دو شرطیں ہوں گی۔ اول تقابض (مبیع پر مشتری کا اور ثمن پر بائع کا قبضہ) دوم تساوی (دونوں کی مقدار میں مساوات) تاہم حضرت ابن عباسؓ ابتدا میں مذکورہ صورتوں کے اندر صرف ایک شرط یعنی تقابض کے قائل تھے۔ اگر تقابض متحقق ہو جائے تو تفاضل (عدم تساوی) حلال ہو جائے گا۔ آپ فرماتے: ''دست بدست بیع کے اندر ربوا نہیں''(۵۵) امام مسلم نے ابونضرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کے اندر تفاضل کے بارے میں مسئلہ پوچھا ان دونوں حضرات نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا، میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے ان سے بھی یہی مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زائد حصہ ربوا ہے، مذکورہ دنوں حضرات کے قول کی بنا پر مجھے حضرت ابوسعیدؓ کی بات پسند نہ آئی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ اگر یہ بیع دست بدست ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ سن کر انہوں نے حیرانی سے پوچھا کہ ''کیا ابن عباسؓ نے یہ بات کہی ہے؟ ہم انہیں لکھیں گے کہ وہ تم لوگوں کو فتوے نہ دیا کریں، میں تو تمہیں وہی بات بتاؤں گا جو میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے، حضور ﷺ کے پاس کھجور کے در

ختوں کا ایک مالک ایک صاع کھجوریں لے کر آیا۔ حضور ﷺ کی کھجوریں بھی اسی رنگت کی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ کھجوریں کہاں سے ملیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں دو صاع کھجوریں لے کر بازار گیا اور انکے بدلے یہ ایک صاع کھجوریں حاصل کر لیں بازار میں اس کھجور کا بھاؤ یہ ہے اور دوسری کھجور کا بھاؤ یہ ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا برا ہو، تم نے تو ربٰوا کا ارتکاب کر لیا، اگر تم اس طرح کی خریداری کرنا چاہو تو پہلے اپنی کھجوریں کسی اور مال کے بدلے فروخت کرو اور پھر اس مال کے بدلے جس قسم کی کھجوریں خریدنا چاہو خرید لو'' یہ کہہ کہ حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا: ''کھجوروں کے بدلے کھجوریں ربوا ہونے کی زیادہ حقدار ہیں یا چاندی کے بدلے چاندی؟'' ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں اسکے بعد حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا، انہوں نے مجھے اس بیع سے روک دیا یعنی انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا، اسکے بعد میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس نہیں گیا، پھر مجھے ابوالصہباء نے بتایا کہ انہوں نے مکہ میں یہی مسئلہ حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا تو آپ نے اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا''۔(۵۶) اس طرح گویا حضرت ابن عباسؓ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا کہ اموال ربویہ کی بیع کے اندر صرف ایک ہی شرط ہے یعنی تقابض کی شرط، آپ نے مذکورہ قول سے رجوع کر کے جمہور کا قول اختیار کر لیا کہ مذکورہ اموال کی بیع میں دو شرطیں ہیں یعنی تقابض اور تساوی کی شرطیں اور ائمۂ حدیث نے آپ سے اس رجوع کی روایت کر دی۔ جس طرح ''صحیح مسلم'' کے اندر ہم نے دیکھ لیا۔ عبدالرزاق نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام زیاد سے روایت کی ہے کہ میں طائف کے مقام پر حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا آپ نے اپنی وفات سے ستر دن قبل بیع صرف کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا(۵۷) وکیع نے ''اخبار القضاۃ'' میں عبدالرحمٰن الازدی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے طائف میں حضرت ابن عباسؓ کی بیماری کے دوران آپ کی تیمارداری کی میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ: ''اے اللہ، بیع صرف کے بارے میں اپنے قول سے توبہ کرتا ہوں''۔(۵۸)

۲۔ اگر ربوی مال غیر ربوی مال کے ساتھ مختلط ہو جائے تو اس کی مثل کے بدلے تفاضل کے ساتھ اس کی بیع جائز ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں مال کا زائد حصہ غیر ربوی مال کے بالمقابل ہوگا۔ حضرت

ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جس تلوار پر سونا یا چاندی چڑھی ہوا سے درہموں کے بدلے فروخت کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے''(۵۹)

۳۔ اگر مال کا تعلق اموال ربویہ سے نہ ہو تو اس کی ہم جنس چیز کے بدلے تفاضل کے ساتھ اس کی بیع جائز ہوگی۔ طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ فروخت کرنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''بعض دفعہ ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے''(۶۰) تفاضل اس لئے جائز ہو گیا کہ زندہ جانور اموال ربویہ میں شمار نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر اجناس مختلف ہوں تو تفاضل اور تاخیر دونوں کا جواز ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بکری کے بدلے گوشت فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں''(۶۱)

ز۔ مبیع کے اندر عیب کا وجود:

اگر مبیع کے اندر ایسا عیب ظاہر ہو جائے جو بائع کے پاس مبیع کی موجودگی کے دوران اسکے اندر تھا لیکن مشتری کو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی اس صورت میں مشتری کو مبیع واپس کر دینے کا خیار حاصل ہو جائے گا (دیکھئے مادہ خیار نمبر۳)

ح۔ مبیع کا تلف ہو جانا:

اگر بیع کی تکمیل ہو جائے اور پھر مبیع بائع کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو بیع فسخ ہو جائے گی اور مبیع کی ہلاکت بائع کے مال سے شمار ہوگی۔ (۶۲)

ط۔ بیع العینۃ

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کس سے ایک مال اتنے میں نقد خرید لے اور پھر اس کے ہاتھ زائد رقم پر ادھار فروخت کر دے یا کوئی شخص کسی سے ایک مال ادھار خرید لے اور پھر اس کے ہاتھ کم رقم پر نقد فروخت کر دے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ بیع حرام ہے (۶۳) حتی کہ آپ نے اس بیع کے بارے میں فرمایا: تھا کہ دراہم کے بدلے دراہم ہوں گے اور ان دونوں کے درمیان (مال کا زائد حصہ) گناہ ہو گا (۶۴) نیز فرمایا: اگر تم ریشم کے ٹکڑے ادھار فروخت کرو تو پھر انہیں نہ خریدو (۶۵) یعنی کم رقم پر نقد نہ خریدو

(٦٦) نیز فرمایا: اگر تم نقد خرید کر نقد فروخت کر دو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم نقد خریدو اور پھر ادھار فروخت کرو تو یہ درست نہیں وہ تو چاندی کے بدلے چاندی کی صورت ہونی چاہیے" یعنی نقد نیز فرمایا: کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ نقد خرید کر پھر اپنے دین کے بدلے فروخت کر دے (٦٧) نیز فرمایا: کیل (ایک پیمانے کا نام) کے تحت بکنے والی کسی چیز کو اگر تم مکیال یعنی پیمانے کے ذریعے فروخت کرو تو پھر خریدار سے کیل کے تحت بکنے والی کوئی چیز مکیال کے ذریعے نہ لو بلکہ چاندی یا سونا لو (یعنی درہم و دینار) جب تم چاندی یعنی دراہم لے لو تو پھر جس کے ہاتھ فروخت کرنا چاہو اسے فروخت کر دو خواہ اسی کے ہاتھ یا کسی اور کے ہاتھ (٦٨)

ی۔ اگر ایک شخص کسی کو اپنی زکوۃ دیدے اور پھر زکوۃ لینے والا زکوۃ دینے والے کے ہاتھ یہ زکوۃ فروخت کر دینا چاہے تو یہ بیع زکوۃ پر اس کے قبضے کے بعد جائز ہوگی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۰)

۳۔ ثمن:

ثمن کے اندر چند شرطوں کا وجود ضروری ہے پھر اس ثمن کے بدلے بیع جائز ہوگی۔

الف۔ ثمن معلوم ہو: بنا بریں اگر بائع کہے کہ اس چیز کی لاگت ایک ہزار ہے اور میں تمہیں گیارہ سو میں اسے فروخت کرتا ہوں تو بیع درست ہوگی اس لیے کہ ثمن معلوم ہوگا (٦٩) لیکن اگر بائع مشتری سے کہے کہ یہ چیز میں نے خریدی تھی (اور خریداری کا ثمن ظاہر نہ کرے) اور میں تمھارے ہاتھ اسے دس درہم منافع کے ساتھ فروخت کرتا ہوں تو یہ بیع درست نہیں ہوگی اس لیے کہ ثمن مجہول ہو گا وجہ یہ ہے کہ خریداری کا ثمن مجہول ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ "دہ یازدہ" (دس کا مال گیارہ میں) کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے۔ اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ میں تمھارے ہاتھ یہ مال اتنا منافع لے کر فروت کرتا ہوں اور خریداری کے ثمن کا ذکر نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ عجمیوں یعنی کافروں کی بیع ہے (٧٠)

ب۔ یہ بات جائز ہے کہ ایک شخص کوئی مال نقد تو اتنی رقم پر فروخت کرے لیکن ادھار اس سے زائد رقم پر دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص کہے کہ یہ مال نقد تو اتنے کا ہے اور ادھار اتنے کا تاہم طرفین رضامند ہو کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں (٧١)

ج۔ اگر کوئی شخص اپنا مال نقد فروخت کرے تو اس کے لیے اس نقد کے سوا کسی اور چیز کو قبضے میں لینا جائز نہیں ہوگا الا یہ کہ مذکورہ نقد یعنی سکہ تعامل اور لین دین کی وجہ سے قیمت میں چڑھ جائے ۔عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چاندی کی بجائے سونے کی وصولی اور سونے کی بجائے چاندی کی وصولی کو مکروہ قرار دیا جائے (۷۲) یعنی ایک چیز دراہم کے بدلے فروخت کی جائے لیکن بائع ان دراہم کی جگہ دینار وصول کرے یا ایک چیز دیناروں کے بدلے فروخت ہو اور بائع دیناروں کی جگہ دراہم وصول کرے (مترجم)

د۔ بائع اور مشتری دونوں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو غرر یعنی مبیع یا ثمن کے بارے میں دھوکے اور جہالت میں رکھے، اگر ان میں سے کوئی بھی یہ حرکت کرے گا تو غرر کی زد میں آنے والے کے لیے خیار ثابت ہو جائے گا (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۴)

۴۔ بائع اور مشتری یعنی متبایعین

الف۔ مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ خود عقد بیع کرے یا کسی کو اس مقصد کے لیے اپنا قائم مقام بنا دے تاہم حضرت ابن عباسؓ نے دلال کی بیع کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ دلال خواہ مخواہ بھاؤ بڑھائے گا نیز دلال کی دلالی بھی مبیع کے ثمن میں شامل ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں صارفین کے لیے بھاؤ چڑھ جائے گا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضور ﷺ نے سامان لانے والے قافلے سے جا کر ملنے اور کسی دیہاتی کے لیے کسی شہری کی بیع سے منع فرمایا: ہے طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کسی دیہاتی کے لیے کسی شہری کی بیع کا کیا مفہوم ہے؟ آپ نے جواب دیا شہری دیہاتی کا دلال نہ بنے (۷۳)

ب۔ متعاقدین خواہ اصیل ہوں یا غیروں کے نائب، دونوں صورتوں میں ہر ایک کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ نابالغی یا جنون وغیرہ کی بنا پر مجبور نہ ہوں یعنی اس کے تصرفات پر پابندی نہ لگی ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: بچے کا کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا، وصیت کرنا، خرید و فروخت کرنا اور طلاق دینا جائز نہیں ہے،، (۷۴)

ج۔ دونوں میں سے ہر ایک کا با اختیار ہونا بھی شرط ہے۔ اگر کسی ایک کو یا دونوں کو بیع پر مجبور کر دیا گیا

ہوتو یہ بیع باطل ہوگی (دیکھیے مادہ اکراہ نمبر ۳)

۵۔عقد بیع:

عقد بیع کی صحت کے لیے درج ذیل شرائط ہیں

الف۔ ایجاب اور قبول دونوں میں توافق ہو۔اس شرط کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ایجاب اور قبول رضامندی کا اظہار کرتے ہیں

ب۔ عقد کا ایسی شرط سے پاک ہونا جس کا عقد بیع مقتضی نہ ہو اور نہ ہی مذکورہ شرط کی عقد کے ساتھ کوئی مناسبت ہو اور دوسری طرف اس شرط میں کسی ایک فریق کی مصلحت اور فائدہ پوشیدہ ہو۔اس کی ایک مثال یہ مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کے بچے کی ایک ٹانگ کے بدلے بکری کا ایک عضو خرید لیا اور بکری کے مالک پر شرط عائد کردی کہ بکری اس بچے کو اس وقت تک دودھ پلاتی رہے گی جب تک یہ دودھ پینا نہ چھوڑ دے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ یہ بیع درست نہیں ہے (۷۵) بیع العربون بھی اسی بیع کی ایک قسم ہے۔وہ یہ کہ ایک شخص کوئی مال خریدے اور بائع کو یہ کہہ کر کچھ رقم حوالے کردے کہ اگر میں مال اٹھا لوں تو یہ قیمت کے اندر شمار ہوگی اور اگر مال نہ اٹھاؤں تو مذکورہ رقم بائع کی ہو جائے گی۔حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایسی بیع درست نہیں ہے (۷۶)

ج۔ عقد بیع پر گواہ بنانا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ عقد بیع پر گواہی قائم کرنا فرض ہے اس کا ترک جائز نہیں، اسے ترک کرنے کی بنا پر اللہ کی نافرمانی ہوگی (۷۷)

د۔ عقد بیع نماز جمعہ کی اذان کے بعد نماز کے اختتام تک نہ ہو، عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جمعہ کے دن نماز کی اذان کے وقت بیع درست نہیں ہوتی جب نماز پڑھ لی جائے تو اس کے بعد خرید وفروخت کرو (۷۸)

۶۔بیع سلم

الف۔ تعریف: سلم اس بیع کا نام ہے جس کے تحت فی الوقت یعنی معجّل معاوضہ کے بدلے کوئی ایسا

موجل مال فروخت کیا جائے جس کے اوصاف معلوم ہوں اور جو بائع کے ذمہ عائد ہو جائے۔

ب۔ بیع سلم کی مشروعیت: حضرت ابن عباسؓ بیع سلم کی اس کی شرائط کے ساتھ مشروعیت کے قائل تھے آپ اس مشروعیت کے لیے سورۂ بقرہ میں اس ارشاد باری سے استدلال کرتے تھے (یایها الذی امنو اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه اے ایمان والو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو) آپ فرماتے میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک مقررہ مدت تک کے لیے ضمانت شدہ سلم کو اللہ نے موجل قرار دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے اور پھر درج بالا آیت تلاوت کرتے (۷۹)

ج۔ بیع سلم کی شرطیں۔ سلم کی درج ذیل شرطیں ہیں

(۱) مسلم فیہ یعنی مبیع کی شرطیں:

مسلم فیہ کے اندر دو بنیادی شرطیں عائد ہوتی ہیں

اول۔ مسلم فیہ معلوم ہو۔ یہ اس طرح کہ اس کے اوصاف اس طرح بیان کر دیئے جائیں جن کی بنا پر وہ معلوم کی طرح ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے کرابیس (موٹے سوتی کپڑوں) کے اندر بیع سلم کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر گز معلوم ہو اور ایک مقرر مدت کے لیے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں (۸۰)

دوم۔ کسی معین اراضی کی پیداوار کا یا کسی معین باغ کے پھلوں کا یا کسی معین جانور کے بچے کا تعین نہ کیا جائے کیونکہ بعض دفعہ کسی آفت کی بنا پر مذکورہ اشیا تلف ہو جاتی ہیں۔ ابوالبختری نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک معین کھجور کے درخت کے پھلوں کے اندر بیع سلم کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا" حضور ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا: ہے جب تک ان پھلوں کا کھانا شروع نہ ہو (۸۱) جب مذکورہ بالا دونوں شرطیں کسی بھی چیز میں متحقق ہو جائیں تو اس میں سلم جائز ہو جائے گا خواہ مذکورہ چیز کوئی جانور کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے جانور کے اندر بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے (۸۲)

(۲) ثمن کی شرط:

ثمن کی شرط یہ ہے کہ وہ نقود کی شکل میں ہو اور عقد کے وقت ہی فوری طور پر اسے بائع کے حوالے کر دیا جائے۔ اس لیے کہ سلم کی مشروعیت کی وجہ یہی ہے کہ مال کے محتاج یعنی بائع کی ضرورت پوری کر دی جائے۔ اس لیے ثمن کے اندر تعجیل کی شرط عائد کر دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ہم سلم کے اندر کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے، ایک چیز کے بدلے نقد دراہم کی ادائیگی ہوتی ہے (۸۳) یعنی مشتری پر لازم ہے کہ وہ بائع کو دراہم نقد یعنی فوری طور پر ادا کر دے۔

(۳) مدت کی شرط:

مسلم فیہ یعنی مبیع کی حوالگی کے لیے مدت کی تحدید شرط ہے۔ اگر مدت ایسی مقرر کی جائے جس میں تقدم و تاخر ہو سکتا ہو مثلاً فصل کی کٹائی یا گہائی وغیرہ تو اس میں مدت بننے کی صلاحیت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: وظائف ملنے تک کی مدت کی بنا پر بیع سلم نہیں ہو سکتی نہ ہی فصل کی کٹائی تک کے لیے نہ ہی کھلیانوں میں فصل کے پہنچنے کی مدت تک کے لیے اور نہ ہی پھلوں سے رس نچوڑنے کی مدت تک کے لیے بلکہ اس کے لیے ایک مدت کا تعین کرو'' (۸۴)

د۔ مسلم فیہ (مبیع) پر قبضہ سے پہلے اس کی فروخت: ہم (مادہ بیع نمبر ۲ کے جزب) میں کہہ آئے ہیں کہ مبیع کی فروخت کی صحت کے لیے مبیع کا بائع کے قبضے میں ہونا شرط ہے۔ یہی بات سلم پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ بنا بریں مسلم فیہ پر قبضہ ہونے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ ایک شخص آیا جس نے کتان (کپڑے کی ایک قسم) کے باریک کپڑوں کے اندر بیع سلم کیا تھا، اس نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ آیا وہ ان کپڑوں کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے انہیں فروخت کر سکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور فرمایا: ''وہ تو چاندی کے بدلے چاندی کی صورت ہے اور یہ سونے کے بدلے ہے'' (۸۵)

ھ۔ جس چیز پر عقد سلم ہوا ہو اس کی بجائے کسی اور چیز کی حوالگی: اگر کوئی شخص طعام یعنی اناج کے اندر ایک مقررہ مدت کے لیے بیع سلم کرے اور اس طعام کے اوصاف بیان کر دئے گئے ہوں اور یہ بائع کے ذمہ عائد ہو چکا ہو لیکن جب مدت اختتام پذیر ہو جائے تو اس بائع کے نزدیک مذکورہ

طعام موجود نہ ملے بلکہ کوئی اور مال اس کے پاس موجود ہو اور طرفین اس بات پر رضامند ہو جائیں کہ مشتری پہلے مال یعنی معقود علیہ کی قیمت کا کوئی اور مال لے لے تو یہ بات جائز ہوگی۔ یہ بات مستحب ہوگی کہ موجود مال کی قیمت پہلے مال کے مقررہ قیمت سے کم ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم طعام کے اندر بیع سلم کرو اور مدت ختم ہو جائے لیکن تمہیں طعام نہ ملے تو بائع سے کوئی اور سامان کم تر قیمت میں لے لو اور اس پر دو مرتبہ نفع نہ کماؤ (۸۶) اس آخری فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ بات جائز نہیں کہ مشتری بائع کے ہاتھ مسلم فیہ مال فروخت کر دے کیونکہ اس صورت میں مشتری بائع سے دو مرتبہ منافع کمالے گا ایک دفعہ تو اس طرح کہ اس نے بائع سے مذکورہ مال اس کی قیمت سے کم رقم پر خریدا تھا یعنی جب اس نے مذکورہ مال بائع سے سلم کے تحت خریدا تھا اور دوسری دفعہ اس طرح کہ اس نے مذکورہ مال بائع کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کپڑا فروخت کیا اور مدت گزر جانے کے بعد بائع کے پاس وہ کپڑا موجود نہ ہو کیا مشتری اس کی بجائے گندم لے سکتا ہے آپ نے فرمایا: کہ اس میں کوئی حرج نہیں (۸۷)

طاؤس نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ایک شخص نے مخصوص کپڑوں کے اندر بیع سلم کیا لیکن یہ کپڑے اسے بائع کے پاس موجود نہیں ملے۔ تو کیا وہ کپڑوں کی قیمت میں دوسرے کپڑے لے لے حضرت ابن عباسؓ نے اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا:: وہ مذکورہ کپڑوں کے سوا کوئی اور چیز نہ لے (۸۸) اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے بائع کی رضا کے بغیر دوسرے کپڑے لینا چاہے تھے۔ واللہ اعلم۔

و سلم کے اندر اقالہ: اگر بیع سلم کے اندر مسلم فیہ کی حوالگی کا وقت آجائے لیکن مسلم فیہ بائع کے پاس موجود نہ ہو اور طرفین اقالہ پر رضامند ہو جائیں تو اقالہ جائز ہو جائے گا۔ اگر مشتری کو بائع کے پاس مسلم فیہ کا کچھ حصہ موجود ملے تو اس کے لیے جائز ہوگا۔ کہ مذکورہ حصہ لے لے اور باقی حصے میں بیع سلم کا اقالہ کر لے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اگر ایک شخص طعام میں بیع سلم کر لے تو مبیع کا کچھ حصہ طعام کی شکل میں حاصل کر لے اور کچھ حصہ دراہم کی شکل میں وصول کر لے آپ فرماتے

کہ یہی بات معروف ومشہور ہے (۸۹) اس شخص کے بارے میں جو مسلم فیہ کا بعض حصہ اور اپنے راس المال کا بعض حصہ حاصل کر لیتا ہے آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ طریقہ اچھا اور معروف طریقہ ہے (۹۰) ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے طعام کے اندر ایک ہزار درہم کا سلم کیا ہے پھر میں نے اس سے آدھا سلم طعام کی شکل میں حاصل کر لیا اور اسے ایک ہزار میں فروخت کر دیا اس کے بعد بائع میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اپنا راس المال یعنی پانچسو درہم لے لو، یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہی معروف طریقہ ہے اور اس کے لیے دو اجر ہیں (۹۱)

ز۔ سلم کے اندر رہن اور کفیل کا مسئلہ: بیع سلم کے اندر مسلم فیہ (مبیع) کے سلسلے میں رہن رکھنے اور کفیل لینے کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق رہن رکھنے اور کفیل لینے میں کوئی حرج نہیں (۹۲) دوسری روایت کے مطابق آپ سلم کے اندر رہن رکھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے (۹۳) دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ سلم اصل کے اعتبار سے ایک انسانی مقصد پر مبنی ہے اور وہ ہے ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا اگر اس پر رہن رکھنے کی شرط عائد کر دی جائے یا کفیل دینے کی تو اس سے اس کے حق میں تنگی پیدا ہو جائے گی۔ پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ محتاج کی ضرورت پوری کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان اپنا مال خطرے میں ڈال دے اس لیے حفظ ماتقدم کے طور پر مبیع کے بالمقابل بائع سے رہن رکھوانے یا کفیل حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حرف الباء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۵۶ اخراج یحییٰ بن آدم ص ۱۰۶

۲۔ المغنی ج ۱ ص ۲۴، نیل الاوطار ج ۱ ص ۴۰

۳۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۷۹،۸۲، سنن بیہقی، ج ۶ ص ۲۶۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۴۴، المحلی ج ۱ ص ۱۴۵

۴۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۹۵

۵۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴

۶۔ کنز العمال ج ۹ ص ۲۵۳، سنن بیہقی، ج ۹ ص ۲۵۳

۸۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵۳

۹۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۸ تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۱۰۱، احکام القرآن ج ۲ ص ۸۷۴، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۴۰، المغنی ج ۲ ص ۳۴۴، ج ۳ ص ۵۰۸، المجموع ج ۷ ص ۳۴۰

۱۰۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴

۱۱۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۵۰۵، احکام القرآن، ج ۱ ص ۱۰۸، المجموع ج ۹ ص ۳۱

۱۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۸

۱۳۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۱۶

۱۴۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، کتاب الصوم باب الشھادۃ علی ھلال رمضان، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۰۰

۱۵۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶، المجموع ج ۳ ص ۲۹۲

۱۶۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۷، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۹۶

۱۷۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۸، احکام القرآن، ج ۱ ص ۱۳، الاعتبار ص ۸۱

۱۸۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۰

۱۹۔ المجموع ج ۳ ص ۲۹۹

۲۰۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۱۵، عبدالرزاق، ج ۲ ص ۹۰،۹۳ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹، کنز العمال ج ۸ ص ۱۱۵

۲۱۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶

۲۲۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۹، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۲ ب، کنز العمال ج ۸ ص ۱۱۵

۲۳۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۴۳

۲۴۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۲۴

۲۵۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۳

۲۶۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۰۱، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر

۲۷۔ المغنی ج ۸ ص ۱۱۴

۲۸۔ المغنی ج ۸ ص ۱۱۶، احکام القرآن، ج ۳ ص ۴۰۲

۲۹۔ المغنی ج ۸ ص ۵۲۶، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۱، عبدالرزاق ج ۶ ص ۶۰ ج ۱۰ ص ۳۲۰

۳۰۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۸

۳۱۔ المغنی ج ۸ ص ۵۲۷

۳۲۔ الاموال ص ۹۷

۳۳۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۰، ۳۴۔ المجموع ج ۸ ص ۲۹۵، المغنی ج ۴ ص ۱۱۳، الام ج ۷ ص ۲۴۳

۳۵۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۸، المحلی ج ۸ ص ۵۱۹، البخاری فی البیوع باب بیع الطعام قبل ان یقبض، مسلم فی البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض

۳۶۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۱، کنز العمال ج ۴ ص ۱۴۸، المغنی ج ۴ ص ۸۹

۳۷۔ البخاری فی البیوع باب السلم الی من لیس عندہ اصل، مسلم فی البیوع باب النھی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحھا

۳۸۔ المحلی ج ۸ ص ۴۶۰

۳۹۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۷

۴۰۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۴

۴۱۔ مسلم فی المساقات، النسائی فی البیوع، باب بیع الخمر، الموطا ج ۲ ص ۸۴۶

۴۲۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۴۳۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۱۵

۴۴۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰۲، کنز العمال، ج ۴ ص ۱۴۷، المحلی ج ۹ ص ۱۱۵، المغنی، ج ۴ ص ۹۰، المجموع ج ۱۱ ص ۳۵۲

۴۵۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۶۳، ۶۴، کنز العمال ج ۴ ص ۱۴۸

۴۶۔ المحلی ج ۹ ص ۵۹

۴۷۔ المغنی ج ۴ ص ۲۵۷، المجموع ج ۹ ص ۲۴۸

۴۸۔ المحلی ج ۱ ص ۱۳۸

۴۹۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۵، سنن بیہقی، ج ۵ ص ۳۴۰، کنز العمال ج ۴ ص ۱۷۲، المحلی ج ۸ ص ۳۹۶، ۳۹۷، المغنی ج ۴ ص ۲۰۹، المجموع ج ۹ ص ۳۵۹، ۳۶۱

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۲

۵۱۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۶۶، المغنی ج ۴ ص ۲۶۳، المجموع ج ۹ ص ۲۷۴، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۷

۵۲۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶

۵۳۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۲، ابن ابی شیبہ، ج ا ص ۲۷۴ ب، المحلی ج ۹ ص ۴۵، المجموع ج ۹ ص ۲۷۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶

۵۴۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۸، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۹۴

۵۵۔ المحلی ج ۸ ص ۴۸۳، ۴۸۷، ۴۹۲

۵۶۔ مسلم فی المساقات باب بیع الطعام مثلا بمثل، عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۷

۵۷۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۸

۵۸۔ اخبار القضاۃ ج ۳ ص ۴۸

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۴ ب، المحلی ج ۸ ص ۴۹۶، المجموع ج ا ص ۲۵۲

۶۰۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۷، عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۱، المجموع ج ۹ ص ۴۵۴

۶۱۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۷، المحلی، ج ۸ ص ۵۱۶ کنز العمال ج ۴ ص ۱۴۳

۶۲۔ المغنی ج ۴ ص ۱۱۱

۶۳۔ اعلام الموقعین ج ۳ ص ۱۸۱

۶۴۔ المحلی ج ۹ ص ۱۰۶

۶۵۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۸۷، کنز العمال ج ۴ ص ۱۹۳

۶۶۔ المغنی ج ۴ ص ۱۷۴

۶۷۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۳۶

۶۸۔ لمغنی ج ۴ ص ۷۷

۶۹۔ المغنی ج ۴ ص ۱۷۹

۷۰۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۳۳، کنز العمال، ج ۴ ص ۱۷۲، المحلی ج ۹ ص ۱۴، المغنی ج ۴ ص ۱۷۹

۷۱۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۸

۷۲۔ المحلی ج ۸ ص ۵۰۵ المغنی ج ۴ ص ۳۰۷، ۳۰۷۔ البخاری مسلم فی البیوع باب بیع الحاضر للبادی، فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۱، المحلی ج ۸ ص ۴۵۳، المغنی ج ۴ ص ۲۱۵، کنز العمال ج ۴ ص ۱۶۴

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷، سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۴۵، سنن دارمی ج ۲ ص ۴۲۶

۷۵۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۸، کنز العمال ج ۴ ص ۱۷۱

۷۶۔ المغنی ج ۴ ص ۲۳۳، المجموع ج ۹ ص ۳۶۹

۷۷۔ المغنی ج ۴ ص ۲۷۳، المجموع ج ۹ ص ۱۶۲

۷۸۔ المحلی ج ۹ ص ۲۷، ج ۵ ص ۸۱

۷۹۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۵، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸ تفسیر، ابن کثیر ج ا ص ۳۳۴، المحلی ج ۹، ص ۱۰۹، المغنی ج ۴ ص

۲۷۵

۸۰۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶

۸۱۔ البخاری، مسلم

۸۲۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲، المحلی ج ۹ ص ۱۰۹، المغنی ج ۴ ص ۲۷۸

۸۳۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹

۸۴۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۵، المحلی ج ۸ ص ۴۴۷، المغنی، ج ۴ ص ۲۹۰، المجموع ج ۹ ص ۳۷۴
سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۵ نیل ۱۱۱ وطار ج ۵ ص ۳۴۳

۸۵۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴، الموطا ج ۲ ص ۶۵۹، الام ج ۷ ص ۲۴۳، کنز العمال ج ۶ ص ۲۵۸

۸۶۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۶، کنز العمال ج ۶ ص ۲۵۸، المحلی ج ۹ ص ۵، المغنی ج ۴ ص ۳۰۳

۸۷۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۶، کنز العمال ج ۴ ص ۱۴۳

۸۸۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۵

۸۹۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۳، کنز العمال ج ۶ ص ۲۵۸، المغنی ج ۴ ص ۳۰۳ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷

۹۰۔ آثار ابی یوسف نمبر ۸۴۰

۹۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۱

۹۲۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۲، کنز العمال ج ۶ ص ۲۵۸، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۲، المحلی ج ۴ ص ۳۰۹

حرف التاء

تادیب (تادیب کرنا)

۱۔ تعریف: تادیب اس سزا کو کہتے ہیں جو ولی یعنی غیر قاضی اس شخص کو دیتا ہے جس پر اسے ولایت حاصل ہو۔ سزا دینے سے اس کا مقصد اس کی بے راہروی کی درستی ہوتی ہے ہم نے موسوعۃ فقہ عمرؓ کے اندر تادیب اور تعزیر کے درمیان فرق بیان کر دیا ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔

۲۔ مودب اور مودب: بنابریں مودب (تادیب کرنے والا) باپ ہوتا ہے یا اس جیسا کوئی اور ولی، آقا یا حاکم یا معلم یا شوہر بھی تادیب کرنے والا ہو سکتا ہے جب کہ تادیب کی زد میں آنے والا یعنی مودب بیٹا یا اسی طرح کا کوئی اور فرد ہوتا ہے یا غلام یا رعایا میں سے کوئی فرد یا شاگرد یا بیوی ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی

۳۔ تادیب کرنے کے وسائل: شریعت کے مقاصد سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ سزا دینا مربی کے ترکش کا آخری تیر ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے سورۂ نساء آیت نمبر ۳۴ میں ارشاد باری ہے (واللاتی تخافون نشوز ھن فعظو ھن و اھجر و ھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغو ا علیھن سبیلاً اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو پھر اگر وہ تمھاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو) اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ تادیب کے اندر تدریج ضروری ہے یعنی تادیب کی ابتدا سمجھانے بجھانے کے ذریعے کی جائے یعنی غلط کار کو یہ سمجھایا جائے کہ اس کا رویہ غلط ہے اور اسے دوبارہ یہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے ورنہ دنیا اور آخرت میں اس کے اس غلط رویے کی ذمہ داری اس پر ہی عائد ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو سمجھاؤ اگر وہ تمھاری مطیع ہو جائیں تو فبہا ورنہ ان سے علیحدہ رہو[1] کوئی بھی سزا دینے سے پہلے سمجھانا بجھانا ضروری ہے یہ بات حضرت ابن عباسؓ کے کلام سے

مفہوم ہوتی ہے۔ اگر سمجھانا بجھانا کام نہ آئے تو شوہر اگلا مرحلہ یہ اختیار کرے کہ جب عورت کوئی بات کرے تو اس کا جواب نہ دے اور خود جب اس سے بات کرے تو سخت لہجے میں کلام کرے اسے گفتگو کی جفا کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اپنی زبان کے ذریعے وہ اس سے علیحدگی اختیار کرے اور اس کے ساتھ بات کرنے میں اپنا لہجہ سخت رکھے لیکن اس سے ہمبستری ترک نہ کرے (۲) اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو ایک بستر پر ساتھ سونے کے باوجود اس کے ساتھ جنسی عمل نہ کرے بلکہ سونے کے دوران اپنی پشت اس کی طرف رکھے۔ قول باری (واهجروهن في المضاجع) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مرد بیوی کے ساتھ ایک ہی بستر پر سوئے لیکن اس کے ساتھ جماع نہ کرے (۳) نیز فرمایا: اس کے ساتھ گفتگو ترک نہ کی جائے لیکن جماع نہ کیا جائے (۴) اگر یہ مرحلہ بھی ناکام رہے تو پھر اسے اپنے بستر سے دور کردے آپ نے فرمایا: اپنے بستر پر اسے ساتھ نہ سلاؤ (۵) اگر یہ ترکیب بھی کام نہ آئے تو اسے پٹائی کی دھمکی دے اور پٹائی کا آلہ بھی لے آئے، آپ نے فرمایا: کوڑا اس مقام پر لٹکا دو جہاں سے اس پر بیوی کی نظر پڑتی ہو (۶) اگر وہ اپنی سرکشی سے باز آجائے اور خیر کی طرف لوٹ آئے تو پھر شوہر کو اس کی پٹائی کا حق نہیں ہوگا (۷) اگر یہ حربہ بھی کارگر نہ ہو تو شوہر کو اس کی پٹائی کرنے کا حق ہوگا۔ تادیبی پٹائی میں یہ شرط ہے کہ ضربات کے نشانات نہ پڑیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''ان کی پٹائی ایسی کرو کہ ضربات کے نشانات نہ پڑیں۔''(۸) جب عطاء بن ابی رباح نے آپ سے مذکور پٹائی کی کیفیت پوچھی تو آپ نے فرمایا: مسواک وغیرہ سے پٹائی کرو (۹) حضرت ابن عباسؓ نے بیوی کے بارے میں تادیب کے جس تدریجی عمل کا ذکر کیا ہے اس کا انطباق دیگر افراد کی تادیب کے عمل پر بھی ہوتا ہے۔

۴۔ تادیب کا حکم: تادیب کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں فرد کی اصلاح مضمر ہوتی ہے اور یہ ایک شخص کے ولی پر اس شخص کا ایک حق ہے اور ولی یا اس جیسے فرد پر یہ واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اپنے بیٹے کی تادیب کرو اس کا نکاح کراؤ اور اسے حج بھی کراؤ اگر تم یہ سب کچھ کرلو تو گویا تم نے اس کا حق ادا کردیا اور اب اس پر تمہارا حق باقی رہ گیا (۱۰) تادیب کے اس عمل کے نتیجے میں ولی گنہگار نہیں ہوگا بلکہ اسے اجر ملے گا اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تھا کہ اللہ اس شخص پر رحم

کرے جسے ایک یتیم کو طمانچہ مارنے کا اجر ملا۔ (۱۱)

تبذیر (بلاضرورت خرچ کرنا)

۱۔ تعریف: مال کو ناحق خرچ کرنا تبذیر کہلاتا ہے (۱۲) حضرت ابن عباسؓ سے تبذیر کی یہی تعریف منقول ہے۔

۲۔ تبذیر کا حکم: تبذیر حرام ہے اس لیے کہ سورۂ اسراء آیت نمبر ۲۶ میں ارشاد باری ہے (وآت ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیر ا ان المبذرین کانو اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفوراً) اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور بلاضرورت خرچ نہ کرو، بلاضرورت خرچ کرنے والے بلاشبہ شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا نکلا تھا)

۳۔تبذیر کی صورتیں:

تبذیر کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت کا اظہار حرام کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے ذریعہ ہوتا ہے خواہ یہ خرچ محدود پیمانے پر کیوں نہ ہو۔ اس بات کا اظہار حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ باطل کاموں میں پیسہ نہ لگاؤ (۱۳)

دوسری صورت کا اظہار مباحات کے اندر مشروع وجہ کے بغیر بے دریغ پیسہ لگانے کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اس بات کا اظہار حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ مبذر وہ شخص ہے جو ناحق اسراف کرے (۱۴)

۴۔ تبذیر کرنے والے (مبذر) پر پابندی لگانا۔ تبذیر سفاہت یعنی بے وقوفی ہے اور سفیہ یعنی بے وقوف شخص کے تصرفات پر پابندی لگا دی جاتی ہے اس لیے اس پر بھی پابندی لگنی چاہیے (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کا جز الف)

تبرع (نیکی اور خداترسی کی بنا پر کسی کے فائدے کے لیے کوئی کام کرنا)

۱۔ تعریف: بلا معاوضہ تملیک کو تبرع کہتے ہیں۔

۲۔ تبرع کے عقود: ان کی کئی اقسام ہیں۔ان میں سب سے اہم اور مشہور درج ذیل عقود ہیں۔ ہبہ، صدقہ، وصیت، وقف، اعارہ، قرض، دین سے ابراء، عتق اور کفالہ، ہم ان میں سے ہر ایک پر اس کے اصل مقام میں بحث کریں گے۔

۳۔ تبرع کی حقیقت: ظاہر کے اعتبار سے تبرع کا عمل خالص ضرر ہے کیونکہ اس پر مالی نقصان مترتب ہوتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ خیر اور نیکی کے خزانے تک پہنچا دیتا ہے البتہ یہ حتمی اور قطعی خیر نہیں ہوتا بلکہ اس میں خیر کا احتمال ہوتا ہے۔ جس طرح مثلاً کوئی شخص کسی امیر آدمی کو اس توقع پر کوئی ہدیہ بھیجے کہ اس کے ساتھ تجارتی روابط قائم ہو جائیں۔ اس صورت کے اندر ہدیہ دینے والے کا مال حتمی طور پر چلا جاتا ہے لیکن تجارتی روابط قائم ہونے کی بات غیر حتمی اور محتمل ہوتی ہے۔ یعنی بعض دفعہ روابط قائم ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ قائم نہیں ہوتے۔اسی طرح تبرع کے اندر حتمی بات تو مالی خسارہ ہی ہے اور فقہی نقطۂ نظر سے یہ ضرر محض ہے۔

۴۔ تبرع کی شرائط۔ تبرع کے عقود کی اپنی شرائط ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل مذکور ہے۔

الف۔ تبرع کے عقود صرف مالک کی طرف سے یا اس شخص کی طرف سے درست ہوتے ہیں جسے مالک نے یہ کام سپرد کر دیا ہو۔اس لیے تبرع کا عمل ضرر محض ہے اور کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی اور کو کوئی ضرر پہنچائے۔ بنابریں نابالغ کا ولی اگر اس کی طرف سے تبرع کرے گا تو یہ تبرع درست نہیں ہوگا اسی طرح شوہر کے مال سے بیوی کا تبرع، آقا کے مال سے غلام کا تبرع اور مستاجر کے مال سے اجیر کا تبرع درست نہیں ہوتا۔ایک عورت حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ کیا میں اپنے شوہر کے مال سے صدقہ کر سکتی ہوں؟ آپ نے پوچھا: ہاں روٹی اور کھجوریں عورت نے کہا اگر اس کے دراہم لوں تو؟ آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گی کہ وہ تمہارے مال سے کچھ صدقہ کر دے، عورت نے اس کا جواب نفی میں دیا اس پر آپ نے فرمایا: پھر تو تم بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کے دراہم نہ لو[(۱۵)] آپ نے عورت سے روٹی اور کھجور کی بات کی اس لیے کہ عورت کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے ایسی چیزیں تبرع کے طور پر دیدے جنہیں لوگ عام طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں مثلاً تھوڑی بہت روٹیاں اور تھوڑی بہت کھجوریں وغیرہ۔ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں ایک غلام ہوں اور اپنے آقا کی بھیڑ بکریاں چراتا ہوں

میرے پاس سے بعض دفعہ پیاسا شخص گزرتا ہے کیا میں اسے پلا سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا نہیں ہرگز نہیں، البتہ اپنے آقا کی اجازت سے ایسا کر سکتے ہو اس نے کہا مجھے اس پیاسے کی موت کا خوف پیدا ہو جاتا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا: ایسی صورت میں اسے دودھ پلا دو اور بعد میں اپنے آقا کو اس سے آگاہ کر دو (۱۶)

ب۔ تبرع کرنے والا ایسا شخص نہ ہو جس پر نابالغی یا سفاہت وغیرہ کی بنا پر پابندی عائد ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نابالغ لڑکے کا نہ تو ہبہ جائز ہے نہ ہی اس کا صدقہ، نہ ہی اس کی دی ہوئی طلاق اور نہ ہی عتاق (۱۷)

ج۔ تبرع کے عقد کا لزوم صرف قبضے پر ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر ایک شخص اپنے مال میں سے صدقہ کے طور پر کوئی حصہ الگ کر دے تو فقیر تک مذکورہ حصہ پہنچنے سے پہلے پہلے وہ اسے واپس اپنے مال میں ضم کر سکتا ہے۔ البتہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے بعد صدقہ کا لزوم ہو جائے گا اور اس کے بعد صدقہ کرنے والے کو اسے واپس لینے کا حق نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: صدقہ جب تک قبضے میں آ نہ جائے اس وقت تک لازم نہیں ہوتا (۱۸)

د۔ انسان کا اپنا سارا مال تبرع کے طور پر دے دینا کراہت کا حامل ہے (دیکھئے مادہ صدقۃ نمبر ۳)

تثاوب (جماہی لینا)

جماہی یا جمائی لینے کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جماہی لینے والا جماہی لیتے وقت اپنے منہ پر کپڑا رکھ لے۔ یہ سنت طریقہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر کسی کو نماز کے اندر جماہی آ جائے تو وہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے کیونکہ اس بات کے اندر شیطان کا دخل ہوتا ہے (۱۹)

تجارۃ (تجارت)

ا۔ تعریف: منافع کمانے کی غرض سے خرید و فروخت کا کام کرنا تجارت ہے

۲۔ اس کا حکم: تجارت مباح حرفتوں اور پیشوں میں سے ایک پیشہ ہے (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲ کا جز الف)

۳۔ حج اور عمرہ کرنے والے کا حرم کے اندر تجارت کرنا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حج یا عمرہ کرنے والے کے لیے حرم کے اندر تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ سورۂ بقرہ میں قول باری ہے (لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو)[۲۰]

۴۔ کن چیزوں کی تجارت حرام ہے؟ جن چیزوں کی بیع حرام ہے ان کی تجارت بھی حرام ہے (دیکھیے مادہ بیع نمبر۲)

۵۔ سامان تجارت کی زکوٰۃ (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر۴ کا جز ب)

تحری (ظن غالب سے کام لینا)

۱۔ تعریف: تحری یہ ہے کہ کسی امر کی حقیقت معلوم کرنے میں مشکل پیش آ جانے کی صورت میں اس کے متعلق ظن غالب سے کام چلایا جائے۔

۲۔ تحری کا حکم: تحری ایک ایسی شرعی دلیل ہے جس پر عمل پیرا ہو جانا حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب حقیقت تک رسائی مشکل اور متعذر ہو جائے بنا بریں اگر کسی شخص کے لیے قبلے کی سمت معلوم کرنا مشکل ہو جائے تو وہ تحری کر کے اسی رخ نماز ادا کر لے۔ ارشاد باری ہے (ولله المشرق والمغرب فاينما تولوا فثم وجه الله مشرق ومغرب اللہ ہی کے لیے ہے پس تم جس طرف رخ کرو وہاں اللہ کی ذات موجود ہے)[۲۱]

تحریم (حرام کر دینا)

۱۔ بیوی کی تحریم:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے اور کہے: تم مجھ پر حرام ہو یا اسی قسم کا کوئی اور فقرہ کہے لیکن طلاق دینے کی نیت نہ کرے تو بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی بلکہ اسے کفارہ ادا کرنا ہوگا[۲۲] البتہ واجب ہونے والے کفارہ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ اس تحریم کو قسم تصور کرتے تھے

اور اس پر قسم کا کفارہ واجب کرتے تھے آپ نے فرمایا: جب مرد اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلے تو یہ قسم ہوگی اور وہ اس کا کفارہ ادا کرے گا اور اس کے ساتھ یہ آیت تلاوت کرتے (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمھارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے)[۲۳] آپ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے اس قول کی دلیل میں فرمایا: اللہ کی کتاب میں تحریم قسم ہے اللہ نے سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا: (یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے) پھر اللہ نے اسی سورت کے اندر ارشاد فرمایا: (قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم تم پر اللہ نے اپنی قسموں کو ختم کر دینا فرض کر دیا ہے)[۲۴]

دوسری روایت کے مطابق آپ نے زیر بحث تحریم کو ظہار قرار دیا ہے اور اس میں کفارۂ ظہار واجب کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تحریم کے اندر ایک گردن آزاد کرنا ہے اگر یہ میسر نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھنا ہے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے[۲۵] ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے آپ نے جواب دیا تم نے جھوٹ کہا وہ تم پر حرام نہیں ہوئی پھر یہ آیت تلاوت فرمائی (یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک) اور فرمایا: تم پر سخت ترین کفارہ واجب ہے یعنی ایک غلام آزاد کرنا[۲۶]

۲۔ بیوی کے سوا کسی اور چیز کی تحریم:

اگر کوئی شخص اپنے اوپر ایک چیز مثلاً کھانا پینا وغیرہ حرام کرلے تو اس پر ایک غلام آزاد کرنا یا دو ماہ مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہو جائے گا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کہے کہ مجھ پر کھانا پینا حرام ہے یا یہ طعام مجھ پر حرام ہے تو وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے[۲۷]

تحصیب (وادی محصب میں اترنا)

۱۔ تعریف: تحصیب یہ ہے کہ حاجی منیٰ سے چلنے کے بعد اور مکہ میں داخل ہونے سے پہلے محصب میں اترے جو مکہ کے مدخل کے پاس ہے، وہاں وہ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں ادا کرے اور پھر مکہ

میں داخل ہو۔

۲۔تحصیب کا حکم:

حضرت ابن عباسؓ تحصیب کو سنت نہیں سمجھتے تھے آپ فرماتے تحصیب کوئی چیز نہیں یہ محض ایک پڑاؤ ہے جہاں حضور ﷺ اتر پڑے تھے (۲۸) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۰)

تحکیم (ثالثی)

۱۔ تعریف: تحکیم یہ ہے کہ جھگڑے کے دونوں فریق کسی شخص کو ثالث بنانے پر رضامند ہو جائیں جو ان کے جھگڑے کا فیصلہ کردے

۲۔زوجین کے درمیان تحکیم:

تحکیم عام طور پر جائز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان تحکیم کے متعلق ارشاد فرمایا: (**وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینهما** اگر تمہیں زوجین کے درمیان نا اتفاقی کا خطرہ ہو تو ایک ثالث شوہر کے اہل سے اور ایک ثالث بیوی کے اہل سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ کریں تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی کوئی راہ نکال دے گا) ان دونوں ثالثوں کا فیصلہ دونوں فریقوں پر لازم کر دیا جائے گا خواہ یہ فیصلہ میاں بیوی کو عقد زوجیت میں رکھنے یا انہیں علیحدہ کرنے کا فیصلہ کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر دونوں ثالث اس بات پر اتفاق کرلیں کہ زوجین کو عقد زوجیت میں رہنے دیا جائے یا ان میں علیحدگی کر دی جائے تو ان کا یہ فیصلہ جائز ہوگا (۲۹) اگر ثالثوں میں اتفاق نہ ہو سکے اور ایک ثالث فیصلہ سنا دے اور دوسرا ثالث فیصلہ نہ سنائے تو اس کے اس فیصلے کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی تاوقتیکہ دونوں کا اس پر اتفاق نہ ہو جائے (۳۰) اگر دونوں کی رائے ہو کہ میاں بیوی میں علیحدگی کر دی جائے اور زوجین میں سے کوئی ایک اس فیصلے کو تسلیم کر لے اور دوسرا اسے مسترد کر دے اور پھر ان میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے تو اس صورت میں فیصلہ تسلیم کرنے والا فریق فیصلہ ٹھکرا دینے والے فریق کا وارث قرار پائے گا اور فیصلہ نہ ماننے والا فریق فیصلہ ماننے والے فریق کا وارث نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: (آپ سے اس قول کی روایت ابو حاتم اور طبری نے

کی ہے) اللہ نے حکم دیا ہے کہ شوہر کے اہل سے کوئی نیک آدمی ثالث بنایا جائے اور بیوی کے اہل سے بھی اسی طرح کا کوئی آدمی ثالث مقرر ہو اور پھر دونوں مل کر غور کریں کہ زیادتی کس کی ہے اگر شوہر کی زیادتی ہو تو اس سے اس کی بیوی کو روک دیں اور اسے نفقہ دینے کا پابند کر دیں۔ اگر بیوی کی زیادتی ہو تو اسے شوہر کا پابند کر دیں اور اس کا نفقہ روک دیں۔ اگر دونوں ثالث زوجین کے درمیان تفریق یا عقد زوجیت میں دونوں کو باقی رکھنے پر اتفاق کر کے فیصلہ سنا دیں تو ان کا فیصلہ جائز ہوگا، اگر ثالثوں نے دونوں کو عقد زوجیت میں رکھنے کا فیصلہ سنا دیا ہو اور پھر ان میں سے ایک فریق اس فیصلے کو تسلیم کر چکا ہو اور دوسرے فریق نے اسے مسترد کر دیا ہو اور اس کے بعد ان میں سے کسی ایک کی وفات ہو گئی ہو تو اس صورت میں رضا مند فریق رضا مند نہ ہونے والے فریق کا وارث ہوگا اور رضا مند نہ ہونے والا فریق رضا مند فریق کا وارث نہیں ہوگا (۳۱)

روایت ہے کہ عقیل نے فاطمہ بنت عقبہ سے نکاح کر لیا لیکن میاں بیوی میں جھگڑا ہو گیا۔ بیوی نے اپنے کپڑے وغیرہ سمیٹ لیے اور حضرت عثمانؓ کے پاس چلی گئی۔ حضرت عثمانؓ نے شوہر کے اہل سے حضرت ابن عباسؓ کو اور بیوی کے اہل سے حضرت معاویہؓ کو ثالث مقرر کر دیا اور ان سے فرمایا: کہ اگر تمھاری رائے ان دونوں کو زوجیت میں رکھنے کی ہو جائے تو انہیں زوجیت میں رہنے دینا اور اگر تمھاری رائے دونوں کے درمیان علیحدگی کرانے کی ہو جائے تو علیحدگی کرا دینا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ میں دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دوں گا جبکہ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ میں تو بنی عبد مناف کے دو بوڑھوں کے درمیان علیحدگی نہیں کراؤں گا جب دونوں ثالث زوجین کے دروازے تک پہنچے تو اس وقت تک میاں بیوی آپس میں صلح کر کے ثالثوں کے لیے اپنا دروازہ بند کر چکے تھے (۳۲) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جزج)

تحلی (زیورات پہننا) دیکھئے مادہ حلیۃ

تحلیل (حلالہ کرنا)

۱۔ تعریف: تحلیل یہ ہے کہ ایک شخص طلاق مغلظہ پانے والی عورت سے نکاح کر لے تا کہ اسے اس کے سابقہ شوہر کے لیے حلال کر دے جس نے اسے تین طلاقیں دی تھیں۔

۲۔ تحلیل کا حکم: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور عدت گزر جانے کے بعد کوئی شخص

اس سے نکاح کرلے اور مقصد یہ ہو کہ وہ اسے ہمیشہ کے لیے اپنی زوجیت میں رکھے گا اس کے سوا کوئی اور مقصد نہ ہو۔ لیکن پھر دونوں میں نبھ نہ سکے اور وہ اسے طلاق دیدے اور طلاق کی عدت گزر جائے تو عورت کے لیے جائز ہو جائے گا کہ وہ نئے نکاح اور نئے مہر کے ذریعے اپنے پہلے شوہر کے عقد میں واپس آ جائے۔ یہ بات سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں قول باری پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر ہوگی۔ ارشاد باری ہے (فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله پھر اگر (دوبار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں)

اگر دوسرے شخص نے مذکورہ عورت کے ساتھ نکاح زوجیت کی بقاء اور ہمیشگی کی نیت سے نہ کیا ہو بلکہ اس نیت سے کیا ہو کہ وہ اسے اس کے پہلے شوہر کے لیے حلال کردے خواہ دونوں کے درمیان یہ بات خفیہ طور سے طے ہوگئی ہو یا طے نہ ہوئی ہو تو وہ اللہ کے ہاں گنہگار قرار پائے گا۔ مالک بن الحارث کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدے تو مطلقہ کو اس کے اس شوہر کے لیے حلال کرنے کی غرض سے نکاح کرنے والے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا:: جو شخص اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا وہ اللہ سے خود دھوکہ کھائے گا، (۳۴) اس نکاح کو باطل تصور کیا جائے گا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی (۳۴) ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی ہے آپ نے فرمایا: تمھارے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور اللہ نے اسے شرمندہ کردیا۔ اس نے شیطان کی اطاعت کی اور شیطان نے اس کے لیے نکلنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی اس شخص نے مزید پوچھا کہ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ نکاح کر کے اسے سابقہ شوہر کے لیے حلال کردے تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا: جو شخص اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا خود دھوکہ کھا جا گا (۳۴)

۳۔ آقا کی ہمبستری کے ذریعے تحلیل: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر لونڈی کو اس کا شوہر طلاق

دیدے یعنی طلاق مغلظہ اور لونڈی اپنے آقا کے پاس واپس آ جائے اور آقا اس کے ساتھ ہمبستری کرلے تو اس کی یہ ہمبستری لونڈی کو اس کے شوہر کے لیے حلال کردے گی (۳۶) اس مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے اختلاف رائے کیا ہے۔

تحمید (الحمدللہ کہنا)

۱۔ تعریف: الحمدللہ کہنا تحمید ہے

۲۔ چھینک مارنے کے بعد الحمدللہ کہنا سنت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص چھینک مارتا ہے تو فرشتے وہاں حاضر ہوتے ہیں، جب وہ الحمدللہ کہتا ہے تو فرشتے رب العالمین کہتے ہیں اگر وہ رب العالمین بھی کہے تو فرشتے کہتے ہیں یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم کرے) (۳۷)

تحیۃ الاشخاص (لوگوں کو سلام کہنا) دیکھئے مادہ سلام

تحیۃ المسجد (تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں)

۱۔ تعریف: تحیۃ المسجد وہ دو رکعتیں ہیں جنہیں مسجد میں داخل ہونے والا شخص بیٹھنے سے پہلے پڑھتا ہے۔

۲۔ اس کے احکام:

الف۔ تحیۃ المسجد سنت ہے واجب نہیں ہے

ب: اگر ایک شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو جب امام جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا ہو تو وہ بیٹھ کر خاموشی سے خطبہ جمعہ سنے گا اور تحیۃ المسجد نہیں پڑھے گا اس لیے کہ خطبہ سننا واجب ہے اور تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں سنت ہیں اس لیے واجب کی خاطر سنت ترک کر دی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ امام کے خطبے کے دوران کوئی شخص تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے آپ نے فرمایا: اگر تمام لوگ اسی طرح کریں تو کیا تم اسے اچھا سمجھو گے؟ (۳۸) تعجب کی بات یہ ہے کہ المحلی کے مطبوعہ نسخے

میں یہ عبارت اس طرح درج ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایسا کرتے تو اچھا ہوتا (۳۹) اس عبارت سے مفہوم ہی الٹ گیا ہے، بنا بریں یہ عبارت غلط ہے اور ہماری بیان کردہ عبارت ہی درست ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱)

تخارج (درمیان سے خارج کردینا)

۱۔ تعریف: تخارج یہ ہے کہ شرکاء اپنے میں سے بعض افراد کو مشترکہ چیز کے اندر اشتراک سے خارج کرنے پر مصالحت کرلیں اور خارج ہونے والے کو اس کے بدلے کوئی معلوم چیز دیدیں۔

۲۔ تخارج کا حکم:

میراث کے اندر تخارج جائز ہے (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۸) یہ شراکت کے اندر بھی جائز ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر شراکت میں شریک افراد بعض افراد کو اس شراکت سے خارج کردیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ان میں سے بعض افراد اس سونے میں سے کچھ لے لیں گے جو شرکاء کے درمیان مشترک ہوگا۔ مثلاً ایک فرد دس سکے لے لے اور دوسرا شخص بیس دینار لے لے یعنی اس کے لیے بیس دینار باقی رہ جائیں گے (۴۰) اس قول سے مراد یہ ہے کہ ایک شریک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ شراکت کے اندر اپنے حق سے کم حصہ یا اپنے حق سے زائد حصہ لے کر شراکت سے خارج ہوجائے۔ اس لیے کہ شراکت سے اس طرح نکل جانا مصالحت کی ایک شکل ہے اور مصالحت حق سے کم حصے پر جائز ہوتی ہے اور حق سے زائد حصے پر بھی

تختم (انگوٹھی پہننا)

۱۔ حضرت ابن عباسؓ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی پہنتے تھے (۴۱)

۲۔ اگر انگوٹھی پر اللہ کا نام نقش ہو تو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا جائز نہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ جب بیت الخلاء میں جانے لگتے تو اپنی انگوٹھی مجھے پکڑا دیتے اس لیے کہ اس میں اللہ کا نام نقش تھا (۴۲)

تخلی (قضائے حاجت کے لیے جانا)

۱۔ تعریف: پیشاب یا پاخانے کی قضائے حاجت کے لیے انسان کا بیٹھ جانا تخلی کہلاتا ہے۔

۲۔ تخلی کے آداب

الف۔ اگر کوئی شخص بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کر دے تو اپنے پاس سے ہر وہ چیز الگ کر دے جس میں اللہ کا نام ہو مثلاً انگوٹھی وغیرہ۔ حضرت ابن عباسؓ جب بیت الخلاء میں جانے لگتے تو انگوٹھی اتار کر عکرمہ کو پکڑا دیتے (دیکھئے مادہ تختم نمبر۲)

ب۔ اگر قضائے حاجت کرنے والا شخص کھلے میدان یعنی صحرا وغیرہ میں ہو تو تخلی کے دوران نہ تو قبلے کی طرف منہ کرے اور نہ ہی اس کی طرف پشت کرے لیکن اگر وہ آبادی کے اندر ہو تو اس کے لیے قبلہ رخ ہونا یا قبلے کی طرف پشت کر لینا جائز ہوگا (۴۳)

ج۔ قضائے حاجت کے وقت وہ اپنی زبان سے اللہ کا ذکر نہیں کرے گا البتہ دل کے اندر ذکر اللہ اس کے لیے جائز ہوگا (۴۴) اگر قضائے حاجت کے دوران اسے چھینک آ جائے تو الحمد اللہ کہنا مکروہ ہوگا (۴۵)

د۔ جب وہ بیت الخلاء سے باہر آ جائے تو اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ حضرت ابن عباسؓ جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو برتن میں پانی لے کر اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوتے (۴۶)

تخنث (مخنث ہونا)

۱۔ تعریف: تخنث یہ ہے کہ مرد اپنی چال، اپنے کلام، اپنی نرمی اور اپنے میلان وغیرہ کے اندر عورت کی مشابہت اختیار کرے۔

۲۔ تخنث کا حکم: تخنث حرام ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے اس گھر پر لعنت بھیجی ہے جس کے اندر کوئی مخنث جاتا ہو (۴۷)

تداوی (علاج کرنا)

محرم کے لیے ایسی چیز دوا کے طور پر استعمال کرنے کی اباحت ہے جس میں خوشبو نہ ملی ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جزھ)

تدبیر (مدبر کرنا) دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کا جزج

تذکیۃ (جانور ذبح کرنا)

حلال جانور کو ذبح کی شرعی شرائط کے ساتھ ذبح کرنا تذکیہ ہے (دیکھئے مادہ ذبح)

تراب (مٹی)

مٹی کے ساتھ تیمّم کرنا (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۵)

مٹی کے ذریعے تطہیر (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۲ کا جز واؤ)

جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کی تطہیر کے لیے مٹی کا استعمال (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

تربع (چارزانو ہو کر بیٹھنا)

نماز کے اندر تربع مکروہ ہے اس لیے کہ تربع کے اندر نماز کی مسنون ہیئت کی مخالفت ہوگی۔ الحکم بن عتیبہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نماز کے اندر تربع کو مکروہ تصور کرتے تھے (۴۸)

ترتیب (ترتیب)

حج کے افعال کے اندر ترتیب اور اس ترتیب کو توڑنے پر واجب ہونے والا جرمانہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۲)

وضو کے افعال میں ترتیب (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۴)

غسل کے افعال میں ترتیب (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴ کا جزھ)

تسری (لونڈی کے ساتھ ہمبستری)

۱۔ تعریف: لونڈی کے ساتھ ہمبستری کو تسری کہتے ہیں

۲۔ جس کے ساتھ تسری ہو اس کے اندر درج ذیل شرطیں پائی جانی چاہیں

(۱) اس عورت کا لونڈی ہونا ضروری ہے اس لیے کہ حرہ کے ساتھ صرف عقد نکاح کی بنا پر ہمبستری ہو سکتی ہے جبکہ لونڈی کے ساتھ عقد نکاح اور ملک یمین کے تحت ہمبستری ہو سکتی ہے۔ یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے

(۲) مذکورہ لونڈی تسری کرنے والے آقا کی مملوکہ ہو یا اس کے مالک نے کسی کے لیے اس کے ساتھ ہمبستری مباح کر دی ہو (اس مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ متفرد ہیں۔ مترجم) خواہ اباحت کرنے والا آقا یا مالکن متعلقہ شخص کی بیوی یا بہن یا بیٹی یا اسی طرح کی کوئی اور رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ اس طرح حضرت ابن عباسؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو آقا کی طرف سے غیر کے لیے لونڈیوں کی شرمگاہوں کو حلال قرار دینے کے قائل تھے اس لیے کہ لونڈی کی کوئی حرمت نہیں ہوتی۔ اور وہ بمنزلہ متاع یعنی دیگر ساز و سامان کی طرح ہے جسے اس کا مالک کسی کو عاریت کے طور پر دیدے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: اگر کسی مرد کی بیوی یا بہن یا بیٹی اپنی لونڈی اس کے لیے حلال قرار دے دے تو وہ اس کے ساتھ ہمبستری کر لے وہ لونڈی اپنی مالکن کی ملکیت رہے گی (۴۹) تاہم لونڈی کے ساتھ ہمبستری کا حق اگر ایک مرد سے دوسرے مرد کی طرف منتقل ہو جائے تو لونڈی پر استبراء رحم لازم ہوگا (دیکھیے مادہ استبراء)

(۳) وہ لونڈی ان عورتوں میں سے نہ ہو جن کے ساتھ تسری کرنے والے کا نکاح محرم ہونے کی وجہ سے حرام ہو مثلاً اس کی ماں، بہن ساس وغیرہ (۵۰)

(۴) مذکورہ لونڈی کا کسی کے ساتھ نکاح نہ ہوا ہو۔ اس قاعدے سے جنگ میں گرفتار ہونے والی عورتیں مستثنیٰ ہیں کیونکہ استبراء رحم کے بعد ان کے ساتھ ہمبستری جائز ہو جائے گی قول باری ہے (والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتاب اللہ علیکم اور تم پر شوہروں والی عورتیں حرام کر دی گئی ہیں مگر وہ لونڈیاں جن کے تم مالک بن جاؤ) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: شوہر والی ہر عورت تم پر حرام ہے سوائے اس عورت کے جو تمھاری ملکیت میں آ

جائے اور دارالحرب میں اس کا شوہر موجود ہو۔ ایسی عورت استبراء کے بعد تمھارے لیے حلال ہو جائے گی (۵۱)

(۵) آیا یہ شرط بھی ہے کہ زیر بحث لونڈی کی کوئی بہن اس کی ملکیت میں نہ ہو جس کے ساتھ وہ تسری کر چکا ہو؟ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ایک روایت کے مطابق آپ نے اس مسئلے کے اندر توقف اختیار کیا تھا سعید بن منصور کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے ملک یمین کے اندر دو سگی بہنوں کو یک جا کر دینے کا مسئلہ پوچھا گیا آپ نے جواب دیا۔ میں نہ تو اس کی تحلیل کرتا ہوں اور نہ ہی تحریم ایک آیت نے تو اس کی تحلیل کر دی ہے اور دوسری آیت نے اس کی تحریم کر دی ہے اب میں کیا کروں (۵۲)

دوسری روایت کے مطابق آپ نکاح پر قیاس کرتے ہوئے ملک یمین کے تحت بھی ماں بیٹی اور سگی بہنوں کو یکجا کرنا حرام قرار دیتے تھے (۵۳)

تیسری روایت کے مطابق آپ نے تسری کے اندر دو لونڈی بہنوں کو یکجا کرنے کی اباحت کی ہے۔ آپ سے دو لونڈیوں کے ساتھ جو سگی بہنیں ہوں، ہمبستری کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا اور حضرت علیؓ کا یہ قول بھی نقل کیا گیا کہ ایک آیت نے اسے حلال قرار دیا ہے اور ایک آیت نے حرام آپ نے جواب میں فرمایا: میرے اوپر تو صرف حرمت والی قرابتداری کی حامل لونڈی حرام ہے۔ اگر لونڈیوں کی آپس میں مذکورہ قرابتداری ہو تو یہ لونڈیاں مجھ پر حرام نہیں ہوں گی (۵۳ ب)

جصاص نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے پہلے اپنی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کی اور اسے اپنی ملکیت سے خارج کرنے سے قبل اپنی دوسری لونڈی کے ساتھ بھی ہمبستری کر لی جو پہلے کی بہن تھی (۵۴)

(۶) جس لونڈی کے ساتھ تسری کا عمل ہو اس کا زنا کاری سے پاک ہونا شرط نہیں ہے بلکہ زنا کار لونڈی کے ساتھ ہمبستری جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے خود اس طرح کیا تھا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں دن کے اول حصے میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا آپ روزے سے تھے پھر ہم سہ پہر کو آپ کے پاس گئے تو آپ روزہ توڑ چکے تھے۔ ہم نے پوچھا کہ کیا آپ روزے سے نہیں تھے؟ آپ نے جواب دیا روزے سے تھا لیکن اس دوران میری ایک لونڈی میرے پاس آئی اور مجھے

اچھی لگی میں نے اس سے ہمبستری کر لی۔ میرا روزہ نفلی تھا میں کسی اور دن اس کی قضا کرلوں گا۔ میں تمہیں ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مذکورہ لونڈی بدکار تھی میں نے اسے محفوظ کر دیا (یعنی اس کی جنسی خواہش پوری کر دینے کے ذریعے۔ مترجم) (۵۵) آپ سے یہ بھی مروی ہے آپ کی لونڈی ام سلیط حاملہ ہوگئی اور آپ نے اس حمل کو اپنا حمل تسلیم کرنے سے انکار کر دیا لیکن اس کے باوجود اس سے ہمبستری کی (۵۶)

ب۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو جو لونڈی ہو تین طلاق دیدے تو کسی اور مرد سے اس کا نکاح ہوئے بغیر اس کے ساتھ مذکورہ شخص کے تسری کا عمل جائز ہوگا۔ وہ یوں کہ مثلاً کسی نے لونڈی کے ساتھ نکاح کیا ہو پھر وہ اسے تین طلاقیں دیدے اور پھر اس کے آقا سے اسے خرید لے اب ملک یمین کی بنا پر وہ اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی لونڈی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدیتا ہے اور پھر اسے خرید لیتا ہے حالانکہ مذکورہ لونڈی نے ابھی کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے تو ایسی صورت میں کیا وہ لونڈی اس شخص کے لیے (جو کبھی اس کا شوہر تھا اور اسے تین طلاقیں دے چکا تھا) حلال ہو جائے گی؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا (۵۷) حضرت ابن عباسؓ کے ایک غلام نے آپ کی ایک لونڈی کے ساتھ نکاح کر لیا اور پھر اسے دو طلاقیں دے کر بائن کر دیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اس کی طرف واپس ہو جاؤ، اس نے انکار کیا آپ نے مذکورہ لونڈی اسے ہبہ کر کے فرمایا: کہ اب ملک یمین کی بنا پر اس سے ہمبستری کر لو (۵۸)

ج۔ ایسی ذمی عورت سے تسری حلال نہیں جسے کافروں نے مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا ہو اور پھر مسلمانوں نے ان سے اسے واپس حاصل کر لیا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ بعض دفعہ دشمن اچانک حملہ کر کے ذمیوں کو گرفتار کر کے اور چوپایوں کو ہانک لے جاتا ہے پھر مسلمان سوار ان کا پیچھا کرتے ہیں اور ان سے لوٹا ہوا مال واپس لے لیتے ہیں۔ اور مویشی یعنی گائیں اور بھیڑ بکریاں ذبح کر کے کھا لیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: مسلمان مسلمان کو اس کا مال واپس کرے گا۔ مسلمان اہل ذمہ کو بھی اس کا مال واپس کرے گا۔ اور جو شخص بھی کسی ذمی عورت سے ہمبستری کرے گا وہ زنا کا مرتکب قرار پائے گا (۵۹)

د۔ جس لونڈی کو اس کے شوہر نے طلاق مغلظہ دے دی ہو اس کے ساتھ اگر اس کا آقا ہمبستری کر لے تو وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳)

ھ۔ تسری والی لونڈی سے ظہار کرنا: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ظہار کا ورود نکاح پر ہوتا ہے تسری پر نہیں ہوتا۔ بنا بریں اگر کوئی شخص اپنی لونڈی سے ظہار کر لے تو اس کے اس ظہار کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: جو شخص چاہے میں اس کے ساتھ اس امر پر مباہلہ کر سکتا ہوں کہ لونڈی کے ساتھ کوئی ظہار نہیں (۶۰)

و۔ تسری والی لونڈی کے ساتھ وطی کا حق اگر ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے تو اس پر عدت لازم نہیں ہوگی بلکہ استبراء رحم لازم ہوگا (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲)

۳۔ تسری کرنے والا:

صحابۂ کرام کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف رائے نہیں کہ حر یعنی آزاد شخص کے لیے تسری کی اباحت ہے، غلام کے لیے بھی اس کی اباحت ہے بشرطیکہ آقا نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہو۔ اس لیے کہ آقا کی اجازت کی بنا پر غلام کو نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے اس لیے مذکورہ اجازت کی بنا پر اسے تسری کا اختیار میں حاصل ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: غلام اگر تسری کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں (۶۱) ابھی اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے ایک غلام سے جس نے آپ کی ایک لونڈی سے نکاح کرنے کے بعد اسے طلاق بائن دے دی تھی، فرمایا: تھا کہ وہ اس کے ساتھ ملک یمین کی بنا پر ہمبستری کرے، سعید بن منصور نے اپنی کتاب سنن سعید بن منصور میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام کو تسری کرنے کی اجازت دے دی پھر آپ نے تین لونڈیاں فی لونڈی دو ہزار کے حساب سے خریدیں اور اپنے ایک غلام سے فرمایا: کہ فلاں لونڈی تمھارے لیے ہے اسے لے لو (۶۲)

آقا کے لیے اپنی دو لونڈیوں کے درمیان سونا جائز ہے لیکن وہ ایک لونڈی کے سامنے دوسری لونڈی سے ہمبستری نہ کرے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۹ کے جزب کا جز ۴)

اگر ایک شخص کے پاس تسری کے لیے کئی لونڈیاں ہوں تو اس پر ان کے درمیان باری مقرر کرنا اور ہمبستری یا شب باشی کے لیے مساوات قائم کرنا ضروری نہیں ہوگا (۶۳)

تشریق (گوشت کے ٹکڑے دھوپ میں سکھانا اور) دیکھئے مادہ ایام تشریق

تشبہ (مشابہت اختیار کرنا)

عبادات کے اندر کافروں کی مشابہت اختیار کرنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جزج)

تشہد (تشہد پڑھنا)

نماز کے اندر تشہد (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزم)

تشہد کے ساتھ بسم اللہ نہ پڑھنا (دیکھئے مادہ بسملۃ نمبر ۲ کا جزج)

تصویر (صورت گری)

۱۔ عرب کے لوگ تصویروں یعنی مجسموں کی پرستش کرتے تھے، اسلام نے اس عبادت کو حرام قرار دیا اور اس پرستش کے ساتھ ہر قسم کا رابطہ منقطع کرکے مجسمہ سازی کو حرام کر دیا اور مجسمہ سازی کی کمائی کو خبیث کمائی شمار کیا۔ صحابہ کرامؓ کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی اور ان کے ذہن نشین ہوگئی تھی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مجسمے سازی کی اجرت حرام ہے [۶۴] ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میری روزی کا ذریعہ میرا ہاتھ ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بنائے گا قیامت کے دن اسے اس تصویر میں روح پھونکنے کا مکلّف بنایا جائے گا لیکن وہ روح پھونک نہیں سکے گا یہ حدیث سننے کے باوجود بھی مذکورہ سائل نے تصویر سازی سے خوب کمائی کی حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا: کم بخت اگر تمہیں تصویر سازی ہی کرنی ہے تو پھر درختوں نیز بے جان چیزوں کی تصویریں بنایا کرو [۶۵] (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جزب کا جز۲)

۲۔ یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ تصویر سازی صرف اس وقت حرام ہوتی ہے جب اس کا سر بھی موجود ہو، اگر تصویر سر کے بغیر بنائی جائے تو پھر حرمت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: تصویر تو سر ہے، اگر سر منقطع ہو تو پھر یہ تصویر نہیں ہوگی [۶۶]

۳۔ تصویریں لٹکانا اور انہیں گھر میں رکھنا (دیکھئے مادہ صورۃ)

تطوع (نفلی عمل)

۱۔ تعریف: تطوع اس عمل کو کہتے ہیں جو فرض سے زائد طور پر مشروع کیا گیا ہو

۲۔ تطوع شروع کر لینے پر اس کا واجب ہو جانا: نفلی عمل کرنے والا اپنی ذات کے اعتبار سے خود مختار ہوتا ہے۔ اگر وہ تطوع شروع کر لے اور پھر اسے کوئی بات لاحق ہو جائے جو اس پر اس تطوع سے باہر آ جانا لازم کر دے تو وہ اس سے باہر آ سکتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نفلی روزہ رکھنے والا اور طواف کرنے والا نیز نماز پڑھنے والا اور نفلی صدقہ دینے والا اگر چاہے تو اسے پورا کر لے اور اگر چاہے تو بیچ میں چھوڑ دے (۶۷) اگر وہ نفلی عبادت بیچ میں قطع کر دے تو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق اس پر اس کی قضا واجب ہو جائے گی اور کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ ابن سیرین نے جب آپ سے یہی مسئلہ پوچھا تھا تو آپ نے انہیں یہی فتویٰ دیا تھا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن روزہ رکھ لیا لیکن نڈھال ہو جانے کی وجہ سے روزہ توڑ دیا۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ دونوں نے مجھے مذکورہ روزے کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لینے کا حکم دیا (۶۸) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص روزے کی حالت میں صبح کرے اور پھر روزہ توڑ دینے کی صلاح ہو جائے تو اس کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لے (۶۹) سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ہم دن کے ابتدائی حصے میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گئے آپ اس وقت روزے سے تھے پھر ہم سہ پہر کو آپ کے پاس گئے تو آپ روزہ توڑ چکے تھے ہم نے پوچھا کہ آپ تو روزے سے تھے؟ آپ نے جواب دیا ہاں میں روزے سے تھا لیکن میری ایک لونڈی میرے پاس آئی، وہ مجھے اچھی لگی اور میں نے اس کے ساتھ ہمبستری کر لی۔ میرا یہ نفلی روزہ تھا، میں اس کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لوں گا (۷۰) اس واقعہ میں دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ نفل روزہ توڑ دینا جائز ہے اور دوم یہ کہ نامکمل نفلی روزے کی قضا کی جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا اگر اپنا روزہ فاسد کر دے تو اس پر اس کی قضا لازم

نہیں ہوگی (۷۱) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص روزے کی حالت میں صبح کرے اور یہ روزہ نفلی ہو تو اگر چاہے اسے پورا کرے اور اگر چاہے اسے توڑ دے اس پر قضا واجب نہیں ہوگی (۷۲) آپ اس بات کے حق میں کئی مثالیں بیان کرتے تھے مثلاً ایک شخص طواف کے سات چکر پورا کرنے کے لیے جائے لیکن بیچ میں طواف ختم کر دے اور سات چکر پورے نہ کرے تو اسے اس سے باز رہنے کا اختیار ہوگا یا ایک رکعت نماز پڑھے اور اس سے پہلے اس نے کوئی رکعت نہ پڑھی ہو تو اسے باز رہنے کا اختیار ہوگا یا وہ صدقہ کرنے کے لیے مال لے کر جائے پھر مال کا ایک حصہ صدقہ کر دے اور ایک حصہ روک لے تو وہ ایسا کر سکتا ہے (۷۳) تاہم پہلی روایت ہی وہ روایت ہے جسے علماء نے حضرت ابن عباسؓ کے مسلک کے طور پر ایک دوسرے سے نقل کیا ہے۔

۳۔ تطوع کی قسمیں

نفلی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۹ تا نمبر ۲۹)

نفلی روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ اور نمبر ۸) نفلی روزے کے لیے رات سے نیت کرنے کی شرط نہیں ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰)

نفلی صدقات (دیکھئے مادہ صدقۃ)

سفر میں نفلی نماز (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ج کا جز د)

تطیب (خوشبو لگانا)

یہ بات سنت میں داخل ہے کہ مسلمان کے جسم اور کپڑوں سے عمدہ خوشبو آتی ہو خاص طور پر جبکہ جمعہ اور جماعت والی نمازوں کے لیے جائے کیونکہ جسم سے اٹھنے والی ناگوار بو سے پاس بیٹھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور تنفر پیدا ہو جاتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے جائے تو اس کے پاس اگر خوشبو ہو تو لگا لے (۷۴) (دیکھئے مادہ جمعہ نمبر ۴ کا جز ز)

احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگانے کی اباحت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶)

احرام کے دوران تیار شدہ خوشبو استعمال کرنے کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ب)

میت کے کفن کو خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کے جز ج کا جز ۳)

تعریض (تعریض کرنا)

۱۔ تعریف: تعریض یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام سے اس معنی کا ارادہ کرے جسے سامع کسی تصریح کے بغیر سمجھ جائے۔

۲۔ بعض دفعہ تعریض انسان کو بہت سی مشکلات سے نجات دلا دیتی ہے کیونکہ تعریض کرنے والا اشاروں کنایوں میں اپنی بات کہہ جاتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے آپ کو مواخذہ سے بچائے رکھتا ہے۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: اگر تعریضی یعنی اشاروں کنایوں والے جملے ترک کر دینے کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی ملیں تو یہ اونٹ مجھے اچھے نہ لگیں (۷۵)

عورت اگر عدت کے دن گزار رہی ہو تو اسے صراحتہً پیغام نکاح دینا حرام ہے۔ لیکن اشاروں کنایوں میں اسے یہ پیغام دینا مباح ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ میں ارشاد باری ہے (**ولا جناح عليكم فيما عرضتم به من خطبة النساء**) اگر تم اشاروں کنایوں میں (ان بیوہ عورتوں کو عدت کے زمانے میں) پیغام نکاح دو تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں)۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اشاروں کنایوں میں پیغام نکاح دینے یعنی منگنی کا ارادہ ظاہر کرنے کی یہ صورتیں ہیں مثلاً مرد کہے: میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں ایسی خاتون پسند کرتا ہوں جس کے اندر فلاں فلاں خوبیاں ہوں یعنی وہ اشارے میں اپنی بات بھلے انداز میں کہہ دے (۷۶) یا یہ کہے: تم خوبصورت ہو، تمہارے اچھے دن آنے والے ہیں (۷۷) یا یہ کہے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں اور میری تمنا ہے کہ مجھے کوئی نیک خاتون مل جائے (۷۸)

تعریف: (یوم عرفہ منانا)

عرفہ کے دن لوگوں کا شہروں اور قصبوں کی مساجد میں جمع ہو کر دعائیں مانگنا تعریف کے نام سے موسوم ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۱ کا جز واؤ)

لقطہ کی تعریف یہ ہے کہ جب وہ کسی کے ہاتھ آ جائے تو وہ اس کا اعلان کرائے (دیکھئے مادہ لقطۃ نمبر۲ کا جز ب)

تعزیر (تعزیر کرنا)

۱۔ تعریف: تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو قاضی کسی ایسے جرم کے ارتکاب میں مجرم پر عائد کر دے جس کی کوئی متعین سزا شریعت میں وارد نہ ہوئی ہو۔

۲۔ جرم کے ساتھ تعزیر کا تناسب: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ سزا کا جرم کے متناسب ہونا از حد ضروری ہے۔ تا کہ یہ سزا اعادلانہ کہلا سکے۔ اس لیے کسی کو معمولی جرم کی سخت سزا نہیں ملنی چاہیے۔ نہ ہی سنگین جرم کی معمولی سزا ملنی چاہیے۔ بنابریں آپ فرماتے: جو شخص حرم کے حدود میں کوئی جرم کرے تو اسے وہیں اس کی سزا دی جائے گی (۷۹)

۳۔ تعزیر کے طریقے: ہم تعزیر کے طریقوں کے تحدید نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ کوئی ایسا تعزیری طریقہ ایجاد کر لے جس کے نتیجے میں جرم سے باز رہنا متحقق ہو جائے۔ تاہم حضرت ابن عباسؓ ہمارے لیے جائز تعزیراتی طریقوں کا ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ تعزیر کسی ایسی عبادت کی شکل میں نہ کی جائے جس کے ذریعے ایک مسلمان کسی وقت تقرب الٰہی حاصل کرتا ہو مثلاً ایک سو رکعت نماز پڑھنے کی تعزیری سزا ایک ہزار دفعہ تسبیح پڑھنے کی تعزیری سزا اور اسی طرح کی دیگر سزا۔ بنابریں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ اس شخص کے خلاف احتجاج کرتے ہیں جو سر مونڈ دینے کی شکل میں تعزیری سزا دیتا ہے اس لیے کہ سر مونڈنا مناسک حج سے تعلق رکھتا ہے اور یہ ایک عبادت ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے سر مونڈنے کو سنت اور نسک یعنی عبادت قرار دیا ہے لیکن تم لوگوں نے اسے سزا کی شکل دے کر سزاؤں میں اضافہ کر دیا (۸۰) آپ نے ارتکاب شدہ جرم کے ساتھ سزا کے تناسب کو واجب قرار دیا۔ یہ بات گزشتہ پیرے میں بیان ہو چکی ہے

۴۔ کن تصرفات پر تعزیری سزائیں عائد ہوتی ہیں؟

تعزیر ان تمام تصرفات کو شامل ہے جن سے شارع نے روکا ہے لیکن ان میں کوئی متعین سزا فرض نہیں کی ہے۔ ان میں سے چند کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ تغریر (کسی کو یہ کہہ کر دھوکہ دینا کہ فلاں چیز کی یہ صفت ہے جب کہ وہ چیز اس صفت سے موصوف نہ ہو) اور نجش (خریداری کے ارادے کے بغیر دوسروں کو پھنسانے کے لیے مبیع کی قیمت بڑھانا یا

خریدار کو ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف رغبت دلانا یا مبیع کی تعریف کر کے بائع کی موافقت کرنا) نیز سامان تجارت لانے والے قافلے سے جا کر ملنا۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے قافلے سے جا کر ملنے سے منع فرمایا: ہے نیز اس سے بھی کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے خریداری کرے، طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ مذکورہ بالا دوسرے فقرے کا کیا مفہوم ہے۔ آپ نے جواب دیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا دلال نہ بنے(۸۱) آپ نے حضور ﷺ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ منڈی کو ہاتھوں ہاتھ نہ لو، جمگھٹا نہ کرو اور ایک دوسرے کا مال نہ چلاؤ(۸۲)

ب۔ حر یعنی آزاد شخص کو فروخت کرنا: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر شوہر اپنی بیوی کو فروخت کر دے تو بائع اور مشتری دونوں کو سخت سزا دی جائے گی اور بیع رد کر دی جائے گی(۸۳) ایک دفعہ آپ نے فرمایا:: جو شخص کسی آزاد انسان کو فروخت کر دے تو اس کا ہاتھ تو نہیں کاٹا جائے گا البتہ قطع ید جیسی سزا دی جائے گی یعنی اسے قید کر دیا جائے گا(۸۴)

ج۔ قضا و قدر پر بحث کرنا: مجاہد کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس لے کر آیا اور عرض کیا کہ یہ شخص آپ سے تقدیر کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے ذرا میرے قریب لے آؤ میں نے عرض کیا کہ مذکورہ شخص یہ ہے کیا آپ اسے قتل کر دینا چاہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم اسے میرے قریب لے آتے تو میں اس کی گردن پر ہاتھ ڈال دیتا اور جب تک اس کی گردن نہ توڑ دیتا اسے نہ چھوڑتا(۸۵) عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا آپ اس وقت چاہ زمزم سے پانی نکال رہے تھے اور آپ کے کپڑوں کے زیریں حصے بھیگے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا لوگ قضاء و قدر کے بارے میں باتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا: کیا انہوں نے ایسا کیا ہے میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ آیت (ذوقوا مس سقر دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو) ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ لوگ اس امت کے بدترین افراد ہیں ان کے بیماروں کی عیادت نہ کرو اور ان کے مردوں کا جنازہ نہ پڑھو، اگر تم ان میں سے کسی شخص کو مجھے ملا دو تو میں اپنی ان دو انگلیوں سے اس کی آنکھیں پھوڑ

دول (۸۶)

د۔ حد کے سقوط کی صورت میں تعزیر (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۳ کا جز د)

تعلیق (معلق کرنا)

مشیت الٰہی پر قسم کو معلق کرنا (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۴)

تعلیم (تعلیم دینا)

شکاری جانور کن باتوں کی بنا پر سدھایا ہوا یعنی شکار کا تعلیمافتہ شمار کیا جائے گا (دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کے جزب کے جز ۲ کا جزب)

تغریب (جلاوطن کرنا)

غیر محصن زانی کو حد لگانے کے بعد جلاوطن کر دینا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کے جز ھ کا جز ۲)

تغریر (دھوکے میں رکھنا)

۱۔ تعریف: تغریر یہ ہے کہ کسی کو یہ اشارہ دے کر دھوکے میں رکھنا کہ فلاں چیز کی فلاں صفت ہے جب کہ مذکورہ چیز اس صفت کے ساتھ موصوف نہ ہو۔

۲۔ تغریر کے اثرات: عقود کے اندر تغریر اس کی زد میں آنے والے شخص کو عام طور پر فسخ عقد کا حق دے دیتی ہے۔ اور اس تغریر سے ہونے والے نقصانات کا سارا بوجھ تغریر کرنے والے کے سر ڈال دیتی ہے (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۴) ایک شخص نے کسی عورت کو اس کے باپ کے ذریعے پیغام نکاح دیا عورت کی ماں عربی تھی، باپ نے پیغام نکاح قبول کر لیا، اس عورت کی ایک علاتی بہن بھی تھی، جس کی ماں عجمی تھی۔ جب نکاح ہو گیا تو عربی ماں نے اپنی بیٹی کی بجائے عجمی عورت کی بیٹی کو دولہا کے پاس بھیج دیا۔ دولہا نے اس کے ساتھ ہمبستری کر لی لیکن جب صبح ہوئی تو اسے پتہ چلا کہ جس عورت کے ساتھ نکاح ہوا تھا وہ یہ نہیں ہے معاملہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس پہنچا آپ نے فیصلہ سنایا کہ جس عورت کے ساتھ ہمبستری ہوئی ہے مہر اسے ملے گا اور عربی ماں کی بیٹی دولہا

کو مل جائے گی اور اس کا مہر اس کا باپ ادا کرے گا، نیز فرمایا: جب تک ہمبستری والی عورت کی عدت ختم نہیں ہو جائے گی اس وقت تک دولہا اس کی بہن سے ہمبستری نہیں کرے گا(۸۷) اس واقعہ کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ باپ سے مہر کا تاوان بھروایا گیا کیونکہ اس نے ہی دولہا کو دھوکے میں رکھا تھا اور اس کی بیوی کے سوا کسی اور عورت کو اس کے پاس بھیج دیا تھا، نیز شوہر کے لیے اس عورت سے علیحدگی واجب ہوگئی جس کے ساتھ اس نے ہمبستری کی تھی کیونکہ وہ اس کی بیوی نہیں تھی اور اس عورت کی طرف شوہر کی واپسی ضروری ہوگئی جو اس کے عقد زوجیت میں آئی تھی۔

اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے اس بنیاد پر نکاح کرلے کہ وہ حرہ یعنی آزاد ہے اور پھر اس سے ہمبستری کرے اور اس کے بطن سے بچے کی پیدائش ہو جائے تو یہ بچہ آزاد ہوگا اور شوہر پر لازم ہوگا کہ وہ بچے کی ماں کے آقا کو بچے کا فدیہ ادا کرے۔ فدیے کی قیمت کا تعین بچے کی پیدائش کے وقت لگنے والی قیمت کے حساب سے ہوگا۔ پھر بچے کی ماں کے بارے میں اسے اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسے اپنی زوجیت میں رکھے اور اگر چاہے تو اس سے علیحدگی اختیار کرلے وہ مہر کے طور پر ادا شدہ اپنی رقم نیز اولاد کے فدیہ کے طور پر دی ہوئی اپنی رقم اس شخص سے وصول کرے گا جس نے اسے یہ دھوکہ دیا تھا(۸۸)

تغریری تعزیر (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۴ کا جز الف)

تقبیل (بوسہ لینا)

۱۔ تقبیل کا حکم: تقبیل کا وہی حکم ہے جو کسی بھی دوسری شہوانی مباشرت کا ہے یعنی جس عورت کا نکاح اس سے حلال ہے مثلاً بیوی یا لونڈی اس کا بوسہ لینا بھی حلال ہے، جب کہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا حرام ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے ایسی عورت کا بوسہ لے لیا ہے جو میرے لیے حلال نہیں ہے آپ نے جواب دیا: تمھارے منہ نے زنا کیا ہے اس نے پوچھا کہ اس کا کفارہ کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ اللہ سے استغفار کرو اور دوبارہ یہ حرکت نہ کرو(۸۹)

۲۔ تقبیل کے اثرات: بوسہ لینے پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

الف۔ اگر اجنبی عورت کا بوسہ لے تو گنہگار ہوگا۔ اس کا ذکر سابقہ فقرے میں گزر چکا ہے

ب۔ اگر تقبیل کے ساتھ مذی نہ نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ بیوی کا بوسہ لے لوں یا کوئی پھول سونگھ لوں (۹۰) مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ آپ بوسے کی وجہ سے وضو کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے (۹۱)

ج۔ بوسہ لینے کی وجہ سے حج یا عمرہ فاسد نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۵ کا جزب)

د۔ بوسہ لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن جوان آدمی کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ بعض دفعہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہو جاتی ہے جو روزہ فاسد کر دینے پر منتج ہوتی ہے۔ بوڑھے روزہ دار کے لیے اس کی اباحت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: بوڑھے روزہ دار کے لیے بوسہ لینے کی اباحت ہے اور جوان روزہ دار کے لیے اس کی کراہت ہے (۹۲) (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۱ جز واؤ)

۳۔ حجر اسود کا بوسہ لینا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ج) حجر اسود کو ہاتھ لگانے کے بعد ہاتھ چوم لینا (دیکھئے حوالہ بالا)

تقلید (تقلید کرنا)

فتووں کے اندر بڑے بڑے ائمہ کرام کے طریق کار کی تقلید کرنا (دیکھئے مادہ افتاء نمبر ۲)

تکبیر (اللہ اکبر کہنا)

ا۔ نماز کے اندر تکبیر (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز الف کا جز ز)

عیدین کی تکبیریں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۷ کا جز ج)

استسقاء کی نماز کی تکبریں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۰ کا جز الف)

نماز جنازہ کی تکبیریں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۸ کا جز ھ)

۲۔ عید الفطر میں تکبیر پڑھنا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ عید کے ایام میں مسلمان کے لیے صرف امام کے ساتھ تکبیر پڑھنا مشروع ہے۔ تنہا تکبیر کہنا مشروع نہیں ہے (۹۳) بنا بریں عید الفطر کے موقعہ پر عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے راستے کے اندر تکبیر مشروع نہیں شعبہ کہتے ہیں کہ عید کے دن میں حضرت ابن عباسؓ کا قائد بن کر عیدگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ آپ نے لوگوں کو تکبیر

کہتے سنا اور پوچھا کہ لوگ کیا کر رہے ہیں میں نے کہا کہ تکبیر کہہ رہے ہیں آپ نے فرمایا: تکبیر کہہ رہے ہیں؟ کیا امام نے تکبیر کہی ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: کیا لوگ پاگل ہو گئے ہیں؟ (۹۴) حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب شوال کا چاند نظر آ جائے تو مسلمانوں کا حق بنتا ہے کہ اللہ اکبر کہیں اور نماز عید سے فراغت تک یہ سلسلہ جاری رکھیں کیونکہ ارشاد باری ہے (ولتکملوا العدة و لتکبروا الله علی ما هداکم اور تاکہ تم دنوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی تکبیر پڑھو) (۹۵)

اس قول سے آپ کی مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے دلوں میں تکبیر پڑھتے رہیں۔

۳۔ تکبیر تشریق:

الف۔ تکبیر تشریق کے الفاظ: ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تکبیر تشریق کے الفاظ یہ ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر کبیراً اللہ اکبر واجل اللہ اکبر و للہ الحمد (۹۶) بیہقی کی روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، وللہ الحمد اللہ اکبر واجل اللہ اکبر علی ماھدانا (تین مرتبہ اسی ترتیب سے) (۹۷) نووی کی روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کبیراً اللہ اکبر کبیراً اللہ اکبر کبیراً اللہ اکبر واجل اللہ اکبر وللہ الحمد (۹۸) ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تکبیر تشریق میں وسعت ہے واللہ اعلم۔

ب۔ تکبیر تشریق کا حکم: حضرت ابن عباسؓ کو تکبیر تشریق کی بڑی چاہت تھی خود بھی یہ تکبیر پڑھتے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا حکم دیتے۔ بیہقی نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یوم الصدور (حج سے واپسی کے دن) تکبیر تشریق کہتے ہوئے سنا آپ ارد گرد موجود لوگوں سے بھی تکبیر پڑھنے کو کہہ رہے تھے گویا آپ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۳ (واذ کروا الله فی ایام معدو دات اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو) یا آیت نمبر ۲۰۰ (فاذاقضیتم منا سککم فاذ کروا الله کذکرکم اباء کم او اشدذکر اً جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو جس طرح سے آباء کو یاد کرتے تھے یا اس سے بھی بڑھ کر) کی یہی تاویل و تفسیر کی تھی (۹۹)

ج۔ تکبیر تشریق کا وقت: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تکبیر تشریق کا آخری وقت ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر ہے۔ (دیکھئے مادہ ایام التشریق نمبر ۲) لیکن تکبیر تشریق کی ابتداء کے وقت کے بارے میں آپ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔
ایک روایت کے مطابق اس کی ابتدا عرفہ کے دن صبح کی نماز کے بعد ہوتی ہے (۱۰۰) سنن بیہقی کے اندر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیر تشریق کہتے (۱۰۱)

دوسری روایت میں ہے کہ یوم عرفہ کے ظہر کی نماز کے بعد تکبیر تشریق کی ابتداء کی جائے گی۔
مصنف ابن ابی شیبہ میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یوم عرفہ کے ظہر کی نماز سے ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیر تشریق کہتے (۱۰۲)

تیسری روایت کے مطابق یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کے ظہر کی نماز سے تکبیر تشریق کی ابتداء کی جائے گی۔ سنن بیہقی میں ہے کہ آپ یوم النحر کے ظہر کی نماز سے ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیر تشریق کہتے (۱۰۳) آثار ابی یوسف میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

۴۔ کعبہ پر نظر پڑتے ہی تکبیر کہنا۔ حضرت ابن عباسؓ مسلمان کے لیے اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ کعبہ شریف پر نظر پڑتے ہی وہ اپنے ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہے (۱۰۴)

تکلم (گفتگو کرنا)

طواف کے اندر تکلم (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ اکے جز واؤ کا جز ا)

منبر پر خطیب کے آجانے کے بعد تکلم (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۳)

تلاوۃ (تلاوت) دیکھئے مادہ قرآن

تجوید تلاوت (دیکھئے مادہ تجوید نمبر ۲)

تلبیۃ (تلبیہ کہنا)

۱۔ تعریف: تلبیہ یہ ہے کہ ایک شخص کہے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان

الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک لبیک

۲۔ تلبیہ کا حکم: حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کے لیے تلبیہ کہنا سنت ہے۔ اس کا ترک جائز نہیں ہے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ تلبیہ کی بجائے تکبیر یا تہلیل یا کوئی اور ذکر الٰہی کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: شیطان ابن آدم کے پاس آکر کہتا ہے کہ تلبیہ نہ کہو بلکہ تہلیل و تکبیر کرو تاکہ وہ اس کے ذریعے بدعت کا احیاء کرے اور سنت کا خاتمہ کردے (۱۰۵)

۳۔ تلبیہ کہنا کب شروع کیا جائے؟ جب کوئی شخص حج یا عمرے کا احرام باندھے تو تلبیہ کہنا شروع کر دے، اگر وہ اپنے شہر سے احرام باندھے تو تلبیہ نہ کہے تاوقتیکہ شہر سے نکل نہ جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کو مدینہ منورہ کے اندر تلبیہ کہتے سنا تو فرمایا: یہ شخص تو دیوانہ ہے تلبیہ کی ابتداء تو صرف اس وقت کی جائے جب تم شہر سے باہر نکل جاؤ (۱۰۶) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۷)

۴۔ تلبیہ بآواز بلند کہنا۔ محرم تلبیہ بآواز بلند کہے گا (۱۰۷) حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ حاجی کی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بآواز بلند تلبیہ کہنا اور خون بہانا (۱۰۸) عورت بلند آواز سے تلبیہ نہیں کہے گی کیونکہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: عورت تلبیہ کہتے وقت اپنی آواز بلند نہیں کرے گی (۱۰۹)

۵۔ تلبیہ کہنا کب ختم کیا جائے؟ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

الف۔ حج کے اندر حاجی جب جمرۂ عقبہ کی رمی کرے تو تلبیہ قطع کردے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: حاجی جب جمرہ عقبہ کی رمی کرلے تو تلبیہ کہنے سے رک جائے (۱۱۰) یہی روایت حضرت ابن عباسؓ سے محفوظ روایت ہے آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ حاجی جب جمرۂ عقبہ کی رمی کرلے تو تلبیہ جاری رکھے یہاں تک کہ حرم میں پہنچ کر مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: جب تم جمرۂ عقبہ کی رمی کرلو تو تلبیہ جاری رکھو حتی کہ حرم میں پہنچ جاؤ (۱۱۱) بنابریں محرم کے لیے جائز ہے کہ وہ طواف قدوم میں تلبیہ کہتا رہے (۱۱۲) اور عرفہ کے دن میں تلبیہ کہے، حضرت ابن عباسؓ نے جب سنا کہ حضرت معاویہؓ اس سے منع کرتے ہیں تو آپ کو غصہ آگیا اور آپ نے اس ممانعت کو سیاسی ممانعت قرار دی تاکہ حضرت علیؓ کی مخالفت ہو جائے جو اس کا حکم دیتے تھے، آپ نے فرمایا:

فلاں پر اللہ کی لعنت ہو، وہ اس دن تلبیہ کہنے سے صرف اس لیے منع کرتا ہے کہ علیؓ اس دن تلبیہ کہتے تھے (۱۱۳) نیز فرمایا: فلاں پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے تو حج کے سب سے عظیم دن کی زینت ختم کر کے رکھ دی ہے، حج کی زینت تو تلبیہ ہے (۱۱۴)

ب۔ عمرہ کے اندر خواہ یہ حج تمتع کا عمرہ ہو یا کوئی اور عمرہ، محرم طواف عمرہ شروع کرنے تک تلبیہ کہتا رہے گا (۱۱۵) جب وہ حجر اسود کا استلام کر کے طواف عمرہ شروع کرے تو تلبیہ قطع کر دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حجر اسود کے استلام تک تلبیہ کہتا رہے (۱۱۶)

تلف (تلف ہو جانا)

۱۔ تعریف: تلف ہو جانا یہ ہے کہ ایک چیز اس قابل نہ رہے کہ اس سے وہ فائدہ اٹھایا جا سکے جو عادۃ مطلوب ہوتا ہے۔

۲۔ بائع کے ہاتھ میں مبیع کا تلف ہو جانا بیع کو فسخ کر دیتا ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزج)
اضحیہ کا تلف ہو جانا (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ۳ کا جزد)

تمتع (حج تمتع کرنا)

تمتع یہ ہے کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کر لے اور اس کے بعد حج بھی کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جزج)

تمتع کرنے والا حج کا احرام کب باندھے گا؟ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳ کا جزب)

تمثال (مجسمہ)

مجسمہ سازی کی تحریم اور اس سے حاصل ہونے والی ہر کمائی کا حرام ہونا (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جزب کا جز۲) نیز (مادہ احتراف نمبر ۲ کا جزج)

تنجیم (علم نجوم کی بنیاد پر پیشین گوئی کرنا)

۱۔ تعریف: تنجیم یہ ہے کہ ستاروں کی چال پر نظر رکھ کر اس کی بنیاد پر مستقبل کے اندر پیش آنے والے واقعات

کے بارے میں پیشین گوئی کی جائے۔

۲۔ تنجیم کا حکم:

حضرت ابن عباسؓ تنجیم کو حرام قرار دیتے تھے اس لیے کہ اس میں علم کے بغیر اٹکل سے باتیں بتائی جاتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنے والے واقعات کا علم صرف اللہ کو ہے۔ بنابریں آپ نے ان لوگوں کے بارے میں جو زائچے بنا کر ستاروں کا مشاہدہ کرتے ہیں فرمایا: جو شخص یہ کام کرتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ اللہ کے ہاں اس کے لیے بھلائی کا کوئی حصہ بھی ہوگا (۱۱۷)

تنشیف (جسم سے پانی خشک کرنا)

عبدالرزاق اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ رومال کے ذریعے جسم سے وضو کا پانی خشک کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے البتہ غسل جنابت کے بعد جسم خشک کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے (۱۱۸) وضو کے سلسلے میں کراہت اور غسل جنابت کے سلسلے میں عدم کراہت کی وجہ یہ ہے کہ غسل کے بعد انسان اپنا جسم خشک کرنے پر مجبور ہوتا ہے تاکہ کپڑے پہن سکے نیز اگر غسل کے پانی کی رطوبت اس کے کپڑوں میں سرایت کر جائے تو اس سے اسے ضرور لاحق ہو جائے گا کیونکہ کپڑے اس کے جسم کے بڑے حصے کو ڈھانپ کر رکھتے ہیں جب کہ وضو کے پانی کی یہ کیفیت نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۹)

نفل (نفل پڑھنا) دیکھئے مادہ تطوع

تنفیل (زائد حصہ دینا)

۱۔ تعریف: تنفیل یہ ہے کہ امیر لشکر کسی مجاہد کو مال غنیمت میں سے اس کے حصے سے کچھ زائد دے دے۔

۲۔ تنفیل کا حکم: تنفیل جائز ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مجاہدین کے حصوں میں اس کی وجہ سے کوئی کمی نہ آئے۔ بنابریں یہ زائد حصہ غنیمت کے اس پانچویں حصے سے حاصل کیا جائے گا جو حکومت کو ملتا ہے۔ تقسیم سے پہلے پورے مال غنیمت سے حاصل نہیں کیا جائے گا۔ اس بنا پر اگر امیر لشکر

اعلان کر دے کہ جو شخص دشمن کے کسی آدمی کو قتل کرے گا اس کا سارا ساز و سامان اسے مل جائے گا تو یہ ساز و سامان غنیمت کے پانچویں حصے سے شمار کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سلب (مقتول کا ساز و سامان) نفل میں سے ہے اور نفل پانچویں حصے میں سے (۱۱۹) پھر اس سلب کے پانچ حصے کئے جائیں گے مجاہد چار حصے لے گا اور اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں رکھا جائے گا (۱۲۰)

تیمّم (تیمّم کرنا)

۱۔ تعریف: حدث کا مٹی کے ذریعہ ازالہ کرنا تیمّم کہلاتا ہے

۲۔ تیمّم کی اباحت کرنے والے اسباب: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک درج ذیل اسباب کی بنا پر وضو یا غسل کے بدل کے طور پر تیمّم کی اباحت ہوتی ہے۔

الف۔ پانی کا فقدان: جس شخص کے لیے پانی کا فقدان ہو جائے اس کے حق میں تیمّم جائز ہو جاتا ہے ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ ہم لوگ گھاس وغیرہ کی تلاش میں نکل جاتے ہیں پھر ہمیں پانی نہیں ملتا تو کیا ہم دودھ سے وضو کر لیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تم تیمّم کر لیا کرو (۱۲۱)

ب۔ پانی موجود ہو لیکن پینے وغیرہ کے لیے اس کی ضرورت ہو، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم سفر کے اندر ہو اور تمھیں جنابت لاحق ہو جائے یا وضو کرنے کی ضرورت پیش آ جائے لیکن تمہیں خوف ہو کہ اگر وضو کر لو تو پیاس کی وجہ سے ہلاکت واقع ہو جائے گی تو ایسی صورت میں اپنے پاس موجود پانی سے وضو نہ کرو بلکہ اسے اپنے لیے بچا کے رکھو (۱۲۲)

ج۔ پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر کسی شخص کو جنابت لاحق ہو جائے اور اس کے جسم پر زخم اور چیچک ہو اور غسل کرنے کی صورت میں اسے جان کا خطرہ لاحق ہو تو ایسی صورت وہ پاک مٹی سے تیمّم کر لے (۱۲۳)

د۔ ایسی نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ جس کی قضا نہیں ہوتی مثلاً نماز جنازہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم بے وضو ہو اور تمھیں نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو تیمّم کر کے نماز جنازہ پڑھ

لو (۱۲۴)

ہ۔ طہارت کے ساتھ سونا: حضرت ابن عباسؓ اس شخص کے لیے تیمّم کی رخصت کے قائل تھے جو رات کے وقت جاگ اٹھے اور پھر طہارت کے ساتھ سونے کا ارادہ کرے۔ اس لیے کہ وضو کرنے کی صورت میں نیند اس کی آنکھوں سے اڑ جائے گی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ جب رات کو بیدار ہوتے تو تیمّم کر لیتے (۱۲۵) یہاں یہ احتمال ہے کہ بیدار ہونے والا اس صورت میں تیمّم کرے جب اسے پانی میسر نہ ہو لیکن یہ ایک بعید احتمال ہے۔

جس شخص کے پاس پانی نہ ہو یا اسے پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس کے لیے یہ بات مباح ہے کہ عمداً حدث لاحق کر لے اور پھر تیمّم کر کے نماز پڑھ لے (۱۲۶) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ ایک سفر کے اندر تھے۔ ان کے پاس پانی نہیں تھا، حضرت ابن عباسؓ نے ہمبستری کر لی۔ دیگر رفقاء نے آپ پر اس فعل کی وجہ سے نکتہ چینی نہیں کی (۱۲۷)

۲۔ تیمّم کن احداث کو رفع کرتا ہے؟ تیمّم کے اندر وضو کا بدل بننے کی صلاحیت ہے اور غسل کا بدل بننے کی بھی۔ گزشتہ سطور میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جنابت رفع کرنے کے لیے تیمّم کیا تھا۔ آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کے پاس پانی نہیں تھا لیکن آپ ایک رومی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کی اور تیمّم کر کے لوگوں کو نماز پڑھا دی لیکن کسی نے آپ پر نکتہ چینی نہیں کی (۱۲۸) آپ نے فرمایا: جنابت کی حالت میں تم نماز کے قریب بھی مت جاؤ اگر تمھارے پاس پانی موجود ہو۔ اگر پانی موجود نہ ہو تو تمھارے لیے مٹی سے تیمّم کر لینا حلال ہوگا (۱۲۹)

۴۔ تیمّم کرنے والے کی وضو کرنے والوں کی امامت: گزشتہ پیرے میں مذکورہ واقعہ کے اندر ہم نے دیکھ لیا کہ حضرت ابن عباسؓ ہر حالت میں تیمّم کرنے والے کی وضو کرنے والوں کی امامت کی اباحت کے قائل تھے۔ آپ نے اسی طرح کیا اور آپ کے ساتھ جو صحابۂ کرام موجود تھے ان میں سے کسی نے آپ پر انگلی نہیں اٹھائی۔ مذکورہ واقعہ کے بارے میں ابن ابی شیبہ کی روایت ان الفاظ میں منقول ہے ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے واسطے سے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ ایک سفر کے اندر کچھ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ تھے آپ نے ایک دن انہیں نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد ان کی طرف ملتفت ہو کر ہنس پڑے اور پھر انہیں بتایا

کہ آپ نے اپنی ایک رومی لونڈی سے ہمبستری کی تھی اور تیمّم کر کے اسی حالت میں انہیں نماز پڑھادی تھی (۱۳۰) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۴ کے جز ب کا جز ۴)

۵۔ کن چیزوں کے ساتھ تیمّم کرنا جائز ہے: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ تیمّم

☆ صرف مٹی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے نیز یہ کہ تیمّم کے لیے بہترین مٹی زرعی زمین کی مٹی ہے آپ نے فرمایا: پاکیزہ ترین مٹی کھیت کی مٹی ہے (۱۳۱) اگر اسے صرف گیلی مٹی ملے تو وہ اسے لے کر اپنے جسم کے ساتھ مل لے اور جب وہ خشک ہو جائے تو اس کے ساتھ تیمّم کر لے (۱۳۲)

اگر چہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ پاکیزہ ترین مٹی کھیت کی مٹی ہے اور اس قول سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عام مٹی پاک ہوتی ہے اور اس کے ساتھ تیمّم کرنا درست ہوتا ہے خواہ اس کے ساتھ دیگر اشیاء کیوں نہ ملی ہوں، دیگر اشیاء کی ملاوٹ کی صورت میں بس یہی ہوگا کہ وہ پاکیزہ ترین نہیں ہوگی، تاہم نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کھاری مٹی کے ساتھ تیمّم کو جائز قرار نہیں دیتے تھے (۱۳۳) دراصل امام نووی نے یہ روایت نقل کر کے اپنے مسلک کے لئے تائید حاصل کی ہے۔

ب۔ جس مٹی سے تیمم کیا جائے اس کا پاک ہونا شرط ہے کیونکہ نجس مٹی سے تیمّم کرنا بالاجماع ناجائز ہے اس لیے کہ ایسی مٹی طیب نہیں ہوتی (۱۳۴)

۶۔ تیمّم کی کیفیت: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جو شخص تیمّم کرنے کا ارادہ کرے وہ اپنے دونوں کف دست زمین پر ایک دفعہ مارے (۱۳۵) اور پھر اس کے ساتھ اپنے چہرے اور پہنچوں تک دونوں کف دست کا مسح کر لے۔ آپ فرمایا: کرتے تیمّم چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا ہوتا ہے (۱۳۶) ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: تیمّم میں دو دفعہ زمین پر کف دست مارے جائیں گے۔ پہلی بار چہرے کے لیے اور دوسری بار دو ہاتھوں کے لیے (۱۳۷) آپ اپنے اس قول کے حق میں کہ تیمّم کف دست کا ہوتا ہے کہنیوں تک کا نہیں ہوتا استدلال کرتے ہوئے فرماتے کہ اللہ سبحانہ نے وضو کے تذکرے میں سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶ میں فرمایا: (فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھو لیا کرو) اور تیمّم کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ نساء آیت نمبر ۴۳ میں فرمایا: (فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرلو) جبکہ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۸ میں فرمایا: (والسارق والسارقۃ فاقطعوا ا

یدیھما چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو) اور قطع ید میں سنت یہی ہے کہ ہتھیلیاں قطع کی جائیں اس لیے تیمّم بھی چہرے اور ہتھیلیوں کا ہوگا (۱۳۸)

حضرت ابن عباسؓ کی مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے جب ہاتھوں کو کہنیوں تک مراد لینا چاہا تو اسے (الی المرافق) فرما کر بیان کر دیا اور جب پہنچوں تک ہاتھ مراد ہوا تو (ایدیکم) کے لفظ کو مطلق رکھا۔ اس کے حق میں ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت سرقہ میں ہاتھ کا ذکر مطلق ہے اور قطع ید پہنچے سے ہوتا ہے۔ تیمّم کی آیت میں بھی ذکر مطلق ہوا ہے اس لیے اسے اسی اطلاق پر محمول کیا جائے گا جس کا ذکر اللہ نے آیت سرقہ میں فرمایا ہے

۷۔ تیمّم کے ذریعے کون کون سی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں؟ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایتوں کے اندر اختلاف ہے۔

ایک روایت کے مطابق ایک شخص ایک تیمّم کے ذریعے جس قدر چاہیے فرائض اور نوافل پڑھ سکتا ہے (۱۳۹)

دوسری روایت کے مطابق ایک تیمّم کے ساتھ صرف ایک ہی نماز پڑھ سکتا ہے پھر دوسری نماز کے لیے دوسرا تیمّم کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ سنت ہے کہ ایک شخص ایک تیمّم سے صرف ایک نماز پڑھے اور دوسری نماز کے لیے دوسری مرتبہ تیمّم کرے (۱۴۰) میرے خیال میں واللہ اعلم ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تناقض نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان یہ کہہ کر تطبیق دی جاسکتی ہے کہ اگر ایک شخص تیمّم کرے تو اس کے لیے اس کے ساتھ جس قدر وہ چاہے فرائض اور نوافل پڑھنا جائز ہو جائے گا جب تک وقت باقی رہے۔ جب وقت نکل جائے تو اسے دوسرا تیمّم کرنا پڑے گا۔ بنا بریں دوسری روایت میں مذکور لفظ صلوٰۃ سے وقت صلوٰۃ مراد ہے۔ اس کی تائید ابن قدامہ کی بیان کردہ روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک وقت کے دخول اور خروج کے ساتھ تیمّم باطل ہو جاتا ہے (۱۴۱)

۸۔ تیمّم کو باطل کر دینے والے امور: تیمّم بھی ان امور کی بنا پر باطل ہو جاتا ہے جن کی وجہ سے وضو باطل قرار پاتا ہے اس پر سب کا اتفاق ہے اگر تیمّم کی اباحت کرنے والا عذر زائل ہو جائے تو بھی تیمّم باطل ہو جائے گا اس پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک خروج وقت کی بنا پر بھی تیمّم باطل ہو جاتا ہے اور دخول وقت کے ساتھ بھی جیسا کہ سابقہ پیرے میں بیان ہو چکا

ہے۔ بنا بریں اگر ایک شخص ظہر کی اذان پر تیمّم کرے اور عصر کی اذان تک اپنا تیمّم برقرار رکھے تو اس پر ایک اور تیمّم کرنا لازم ہو جائے گا اس لئے کہ خروج وقت کے ساتھ ہی اس کا تیمّم باطل ہو گیا تھا۔ اگر وہ چاشت کے وقت تیمّم کر لے اور ظہر کی اذان تک اپنا تیمّم برقرار رکھے تو اس پر ایک اور تیمّم کرنا لازم ہو جائے گا کیونکہ دخول وقت کی وجہ سے اس کا تیمّم باطل ہو گیا تھا

حرف التاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۱

۲۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۲، عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۱۰، ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۲

۳۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۱ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۷۱

۴۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۱ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۲

۵۔ المغنی ج ۷ ص ۴۶

۶۔ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۳۳

۷۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۳، ۴۴، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۸۹

۸۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۴

۹۔ حوالہ درج بالا

۱۰۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۶۹

۱۱۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۵

۱۲۔ تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۵۴ تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۱۳۶ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۹۸، المحلی ج ۸ ص ۲۹۰

۱۳۔ تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۵۴

۱۴۔ حوالہ درج بالا

۱۵۔ المحلی ج ۸ ص ۳۱۹ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۴۹

۱۶۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۴ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۶۲، عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۷، ۴۵۹

۱۷۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۹۸۱۱

۱۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۳، اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ ص ۴۹

۱۹۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۷۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۰ ب کنز العمال ج ۸ ص ۲۰۳

۲۰۔ تنویر المقیاس ص ۲۷

۲۱۔ تنویر المقیاس ص ۱۷

۲۲۔ المحلی ج ۸ ص ۱۵، ج ۱۰ ص ۱۲۷

۲۳۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۰، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۵، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۶، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۹۷، ۱۳۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱، عبدالرزاق، ج ۶ ص ۴۰۰، سنن سعید ج ۳ ص ۲۹۶۱۱، المغنی ج ۷ ص ۱۵۴، ۱۵۶

۲۴۔ المغنی ج ۷ ص ۱۵۶، ۲۴۳

۲۵۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۵، احکام القرآن، ج ۳ ص ۴۶۵، المغنی ج ۷ ص ۱۵۴، ۳۴۳، عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۰۴

۲۶۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۱
۲۷۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۵، احکام القرآن، ج ۳ ص ۴۶۵
۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۸ ب
۲۹۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۳۰۶ حکام، القرآن ج ۲ ص ۱۹۲، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۸۲
۳۰۔ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۸۶
۳۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۳، تفسیر طبری (متعلقہ آیت کی تفسیر)
۳۲۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۵۱۲، المغنی ج ۷ ص ۴۹
۳۳۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۸۱ المغنی ج ۶ ص ۶۴۶
۳۴۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۰
۳۵۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۶
۳۶۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۹، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۷۰
۳۷۔ کنزالعمال ج ۹ ص ۲۲۷
۳۸۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۸۵
۳۹۔ المحلی ج ۵ ص ۶۹
۴۰۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۸۸
۴۱۔ المجموع ج ۴ ص ۳۴۳
۴۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹ ب
۴۳۔ المغنی ج ۱ ص ۱۶۲
۴۴۔ المغنی ج ۲ ص ۱۶۶
۴۵۔ المجموع ج ۲ ص ۹۷
۴۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸ ب
۴۷۔ کنزالعمال ج ۵ ص ۴۶۷
۴۸۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۶
۴۹۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۱۶، المحلی، ج ۱۱ ص ۲۵۷، کنزالعمال ج ۱۶ ص ۵۰۶، ۴۴۷
۵۰۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۹
۵۱۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۶۷، احکام القرآن، ج ۲ ص ۱۳۵ ج ۳ ص ۴۳۹، المغنی ج ۸ ص ۴۲۷
۵۲۔ سنن سعید ج ۳ ص ۱/۴۰۴، المحلی ج ۹ ص ۵۲۲
۵۳۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۹

۵۳ ب۔ سنن سعید ج ۳ ص ۱/۳/۴۰۳، عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۹۲، المحلی، ج ۹ ص ۵۲۲، احکام القرآن، ج ۲ ص ۱۳۰

۵۴۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۰

۵۵۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/۶۱، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۸ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۵، المغنی ج ۶ ص ۶۰۳

۵۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳، سنن، سعید ج ۳ ص ۱۲۱۲، المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۰

۵۷۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۴۵، المحلی ج ۱۰ ص ۱۸۰

۵۸۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۵۲۱۲

۵۹۔ سنن سعید ج ۳ ص ۳۴۷۱۱، عبدالرزاق، ج ۷ ص ۲۱۴، ۲۴۷، المحلی ج ۱۰ ص ۲۳۳

۶۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۷۳، احکام القرآن، ج ۳ ص ۴۲۱، آثار ابی یوسف نمبر ۶۹۷

۶۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۲ ب، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۱۵ المغنی ج ۶ ص ۵۴۱ کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۴۷

۶۲۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/۴۳

۶۳۔ تنویر المقیاس ص ۶۴

۶۴۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۶۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۷۰

۶۶۔ حوالہ درج بالا المغنی ج ۷ ص ۷

۶۷۔ المحلی ج ۶ ص ۲۷۰، المغنی ج ۳ ص ۱۱۵۱ المجموع ج ۶ ص ۴۵۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۹

۶۸۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۳۴

۶۹۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۸۱

۷۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۵، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۸، سنن سعید ج ۳ ص ۲/۶۲

۷۱۔ المجموع ج ۶ ص ۴۵۵

۷۲۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۷۱

۷۳۔ حوالہ درج بالا

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۳ ب، المحلی ج ۲ ص ۱۰

۷۵۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۷

۷۶۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۲۰، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۲۲، المحلی ج ۱۰ ص ۳۵

۷۷۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۵۴، ۵۶

۷۸۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۸

۷۹۔ المغنی ج ۷ ص ۲۳۹

۸۰۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۳۳

۸۱۔ البخاری، مسلم فی البیوع باب بیع الحاضر للبادی، فتح الباری ج ۴ص ۳۱۱ المحلی ج ۸ص ۴۵۳، المغنی ج ۴ص ۲۱۵
۸۲۔ الترمذی فی البیع باب بیع المحفلات
۸۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۲
۸۴۔ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۱۹۵ المحلی ج ۱۱ص ۳۲۷
۸۵۔ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۰۴
۸۶۔ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۰۵
۸۷۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۲۵۲
۸۸۔ المغنی ج ۶ص ۵۱۸
۸۹۔ کنز العمال ج ۵ص ۴۵۹
۹۰۔ عبدالرزاق ج ۱ص ۱۳۴، کنز العمال ج ۹ص ۴۹۳
۹۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸
۹۲۔ سنن بیہقی ج ۴ص ۲۳۲، المجموع ج ۶ص ۴۰۹
۹۳۔ المغنی ج ۲ص ۳۷۵
۹۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۴ ب، احکام القرآن ج ۱ص ۲۲۴، المغنی ج ۲ص ۳۷۴
۹۵۔ تفسیر طبری ج ۲ص ۹۲، احکام القران ج ۱ص ۲۲۴
۹۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۴ ب
۹۷۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۳۱۵
۹۸۔ المجموع ج ۵ص ۴۵
۹۹۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۳۱۳
۱۰۰۔ المغنی ج ۲ص ۳۹۳، ۳۹۴ المجموع ج ۵ص ۴۰
۱۰۱۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۳۱۴ تنویر المقیاس ص ۲۸
۱۰۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۴ ب
۱۰۳۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۳۱۳، آثار ابی یوسف نمبر ۲۹۶
۱۰۴۔ المغنی ج ۳ص ۳۶۹
۱۰۵۔ کنز العمال ج ۵ص ۱۵۲
۱۰۶۔ المغنی ج ۳ص ۲۹۲
۱۰۷۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۲۳۶، المغنی ج ۳ص ۲۸۸
۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۹۴

۱۰۹۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۸

۱۱۰۔ کنز العمال ج ۵ص ۱۴۸،۱۵۱، المغنی ج ۳ص ۴۳۰، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۷۸

۱۱۱۔ سنن بیہقی ج ۵ص ۱۱۳

۱۱۲۔ المغنی ج ۳ص ۲۹۲

۱۱۳۔ کنز العمال ج ۵ص ۱۵۲

۱۱۴۔ حوالہ درج بالا

۱۱۵۔ سنن بیہقی ج ۵ص ۱۰۴

۱۱۶۔ ابوداؤد فی المناسک باب متیٰ یقطع المعتمر التلبیۃ، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۷۸، سنن بیہقی ج ۵ص ۱۰۴، المحلی ج ۷ص ۱۳۸، المغنی ج ۳ص ۴۰۱

۱۱۷۔ سنن بیہقی ج ۸ص ۱۳۹

۱۱۸۔ عبدالرزاق ج اص ۱۸۲، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۵، المجموع ج اص ۴۹۸

۱۱۹۔ سنن بیہقی ج ۶ص ۳۱۲

۱۲۰۔ المحلی ج ۷ص ۲۳۷، المغنی ج ۸ص ۳۹۱

۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰ب

۱۲۲۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸ب، سنن بیہقی ج اص ۲۳۴، احکام القرآن ج ۲ص ۳۷۴ المغنی ج اص ۲۶۵ کشف الغمۃ ج اص ۶۳

۱۲۳۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸، عبدالرزاق ج اص ۲۲۴، سنن بیہقی ج اص ۲۲۴، کنز العمال ج ۹ص ۵۹۵، احکام القرآن ج ۲ص ۳۶۷ المغنی ج اص ۲۵۷

۱۲۴۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۷ المجموع ج ۲ص ۲۱۶

۱۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰ب

۱۲۶۔ المحلی ج ۲ص ۱۴۱، المجموع ج ۲ص ۲۲۷

۱۲۷۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۷ب، المغنی ج اص ۲۷۶

۱۲۸۔ سنن بیہقی ج اص ۲۱۸، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۷ب، المغنی ج اص ۲۵۷، ۲۷۶

۱۲۹۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۶۲

۱۳۰۔ المحلی ج ۲ص ۱۴۳، سنن بیہقی ج اص ۲۳۴ المغنی ج ۲ص ۲۲۵

۱۳۱۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۶ب، سنن بیہقی ج اص ۲۱۴، کشف الغمۃ ج اص ۶۳ تفسیر قرطبی ج ۳ص ۲۳۶

۱۳۲۔ المغنی ج اص ۲۵۰ تفسیر قرطبی ج ۳ص ۲۳۸

۱۳۳۔ المجموع ج ۴ص ۲۳۸

۱۳۴۔ العدۃ شرح العمدۃ ج۱ص۱۵

۱۳۵۔ المغنی ج۱ص۲۴۴

۱۳۶۔ عبدالرزاق ج۱ص۲۱۳، سنن بیہقی ج۱ص۲۱۲، المحلی ج۲ص۱۵۶، کنز العمال ج۹ص۵۹۵، کشف الغمۃ ج۱ص ۶۳، المغنی ج۱ص۲۴۴، ۲۵۵

۱۳۷۔ تنویر المقیاس ص۷۱، ۸۹

۱۳۸۔ الترمذی فی الطہارۃ باب ما جاء فی التیمم

۱۳۹۔ المحلی ج۲ص۱۳۲

۱۴۰۔ سنن بیہقی ج۱ص۲۲۱، عبدالرزاق ج۱ص۲۱۵، المجموع ج۲ص۳۲۴

۱۴۱۔ المغنی ج۱ص۲۶۳

حرف الثاء

ثمر (پھل)

کھلے میدان میں واقع درخت کا پھل کھالینا جائز ہے (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۴ کا جز ب)

ثمن (مبیع کی طے شدہ قیمت)

ثمن اس چیز کو کہتے ہیں جو بیع کے اندر بدل قرار پاتا ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳)

ثوب (کپڑا) دیکھئے مادہ لباس

حرف الجیم

جائزۃ (انعام)

۱۔ تعریف: سلطان کے ہبہ کو جائزہ کہتے ہیں

۲۔ جائزہ قبول کر لینے کا حکم: حضرت ابن عباسؓ سلطان کے ہبہ کو قبول کر لینے کے جواز کے قائل تھے خواہ سلطان غیر شرعی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ ہبہ قبول کرنے والے کا سلطان کے مال میں اس سے زیادہ حق ہوتا ہے جو اس نے ہبہ کی صورت میں قبول کیا ہے اس لیے اس کا قبول کردہ ہبہ اس کے اپنے حق کا ایک جز ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ خود بھی سلطان کے دئے ہوئے انعامات یعنی جوائز قبول کر لیتے تھے (۱) حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ میں نے مختار ثقفی کذاب کے بھیجے ہوئے ہدیوں کو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے گھروں میں داخل ہوتے دیکھا تھا، دونوں حضرات یہ ہدایا قبول کر لیتے (۲)

جبن (پنیر)

۱۔ تعریف: انفحہ سے حاصل شدہ دودھ کے پنیر کو جبن کہتے ہیں۔ (بکری کا بچہ جو ابھی صرف دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک مادہ نکال کر کپڑے میں لت کر لیتے ہیں پھر وہ پنیر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے اسے انفحہ سے حاصل شدہ پنیر کہتے ہیں۔ مترجم)

۲۔ پنیر کھانے کا حکم: حضرت ابن عباسؓ پنیر کھانا جائز قرار دیتے تھے بشرطیکہ ایسے جانور سے انفحہ حاصل کیا گیا ہو جس کا کھانا حلال ہو اگر جانور کا کھانا حلال نہ ہو یعنی وہ یا تو اصل کے اعتبار سے حرام ہو یا اصل کے اعتبار سے حلال جانور ہونے کے باوجود اسے کسی ایسے شخص نے ذبح کیا ہو جس کا ذبیحہ حلال نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کے انفحہ سے تیار شدہ پنیر نہیں کھایا جائے گا کیونکہ یہ انفحہ نجس ہوگا اور دودھ کے ساتھ مل کر یہ اسے بھی نجس کر دے گا۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں تیار شدہ پنیر کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں

سمجھتے تھے (۳) دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

جد (دادا)

میراث کے اندر دادا کے احوال (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز ب)

جدہ (دادی)

میراث کے اندر دادی کے احوال (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز ط)

جراد (ٹڈیاں)

مردہ ٹڈیاں کھانے کی حلت (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

جزیۃ (جزیہ)

۱۔ تعریف: جزیہ ان اموال کو کہتے ہیں جنہیں اسلامی حکومت ذمیوں پر یا ان کی اراضی پر عائد کر دیتی ہے۔

۲۔ جزیہ اسلامی حکومت کے ساتھ ذمی کی یک جہتی اس کی اطاعت اور اسلامی حکومت کے سامنے ذمی کے جھک جانے کا عنوان ہے۔ اسلامی حکومت کے سامنے ذمی کا جھک جانا گویا چھوٹے بن کر رہنا ہے سورۂ توبہ آیت نمبر ۲۹ میں یہی مراد ہے۔ ارشاد باری ہے (**حتی یعطوا الجزیة عن یدوھم صاغرون** یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: (**وھم صاغرون**) کا مفہوم یہ ہے کہ وہ علی الاعلان جزیہ لے کر ادا کرنے کے لیے جائیں (۴)

۳۔ جزیہ کی مقدار: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جزیہ کے ذریعے ذمیوں کو مالی لحاظ سے نڈھال کر دینا جائز نہیں ہے خواہ یہ جزیہ ان پر فی کس کے حساب سے لگایا جائے یا ان کی اراضی پر خراج کی صورت میں عائد کیا جائے، اس لیے ان سے جزیہ کے طور پر وہ اموال نہیں لیے جائیں گے جن کی انہیں ضرورت ہو۔ ابراہیم بن یحییٰ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ اہل ذمہ کے

اموال سے کیا وصول کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: عفو یعنی ان کی ضرورت سے زائد مال (۵)۔ اسی طرح اہل ذمہ پر جتنا جزیہ عائد کیا گیا ہو اس سے زائد نہیں لیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ مسلمان ہمیں اتنی اتنی رقم دینے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم ان کے لیے کام نہ کرو (۶)

۴۔ جزیہ ادا کرنے کے اثرات:

ہم نے کہا ہے کہ جزیہ کی ادائیگی اسلامی حکومت کے ساتھ یک جہتی، اطاعت اور اس کے آگے سپر اندازی کا عنوان ہے۔ اسلامی حکومت یہ جزیہ اہل ذمہ کے مفاد میں کئے گئے اقدامات کے بالمقابل وصول کرتی ہے۔ یعنی وہ ان کی حفاظت کرتی ہے انکا دفاع کرتی ہے اور ان کے مفادات و مصالح کی نگہداشت کرتی ہے بنا بریں اگر ذمی جزیہ ادا کردے اور حکومت اس کا یہ جزیہ قبول کر لے تو پھر حکومت کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ اس کے مال و جان اور عزت و آبرو نیز اس کے دین کی حفاظت کرے اور اس پر ہونے والی ہرزیادتی کی روک تھام کرے جزیہ کی ادائیگی کے بعد ذمی کے مال میں سے صرف وہی چیز لی جائے گی جسے وہ خوشدلی سے دے دے خواہ مذکورہ چیز کوئی معاوضہ دے کر لی جائے یا بلا معاوضہ لی جائے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب ذمی لوگ جزیہ ادا کریں تو تمھارے لیے ان کا مال حلال نہیں ہوگا الا یہ کہ وہ اپنی خوشی سے کوئی مال دیدیں (۷)

۵۔ جزیہ کی ادائیگی کے لیے مسلمان اگر ذمہ داری اٹھائے تو اس کا حکم: ہم نے کہا ہے کہ جزیہ یعنی فی کس ٹیکس ذمی پر اسی مقدار میں عائد کیا جائے گا جس کی اس کے مال میں گنجائش ہوگی اور یہ مسلمانوں پر زکوۃ فرض ہونے کے بالمقابل ہوگا۔ رہ گیا خراج یعنی زمین کا جزیہ تو یہ ذمی پر فصلوں کی اس زکوۃ کے بالمقابل عائد ہوگا جو مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔

مسلمان کے لیے کسی بھی شکل میں ذمی کی طرف سے جزیہ ادا کرنے کی ذمہ داری اٹھانا جائز نہیں ہے خواہ یہ جزیہ فی کس ٹیکس کی صورت میں ہو یا اراضی کے جزیہ یعنی خراج کی شکل میں حتی کہ اگر مسلمان کسی ذمی کی اراضی اجارے پر حاصل کرے تو اس کے لیے ذمی کی طرف سے خراج کی ادائیگی کی شرط قبول کرنا مکروہ یعنی ناجائز ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں جزیہ والی یعنی خراجی زمین حاصل کر

کے اسے آباد کرتا ہوں اور اس کا خراج ادا کرتا ہوں، آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا پھر ایک اور شخص آیا آپ نے اسے بھی ایسا کرنے سے روک دیا پھر ایک تیسرا شخص آیا آپ نے ابھی روکتے ہوئے فرمایا: اس کا فریعنی ذمی کے گلے میں اللہ نے جو طوق ڈال دیا ہے اسے اس کے گلے سے کھول کر اپنے گلے میں ڈالنے کی کوشش نہ کرو پھر آپ نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۹ کی تلاوت کی (قاتلوا الذین لا یومنون باللہ و لا بالیوم الاخر ولا یحرمون ماحرم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیة عن یدوھم صاغرون جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں)[۸] نیز دیکھئے مادہ ارض نمبر ۱ کا جز ج

جعل (انعام، معاوضہ)

جہاد پر جانے کا انعام یا معاوضہ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۱۰)

جلد (کھال) دیکھئے مادہ اھاب

جلد (کوڑے لگانا)

کوڑے لگانا جن جرائم کی سزا ہے وہ یہ ہیں: زنا کاری (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کا جز ھ) قذف (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۴ کا جز الف) شراب نوشی یا دیگر منشیات کے استعمال سے پیدا ہونے والی مدہوشی (دیکھئے مادہ اشربة نمبر ۳ کا جز الف)

جماع (ہمبستری) دیکھئے مادہ وطء

جمرة (جمرہ)

حج کے اندر رمی جمرات (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۴ اور نمبر ۲۹)

جمعۃ (جمعہ)

۱۔ جمعہ کے دن دعا کی اجابت کی گھڑی: حضور ﷺ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت یا وقت ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر کی گئی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا: اس دن کے اندر ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جس میں اگر ایک مسلمان نماز کے اندر مشغول ہو اور پھر وہ اللہ سے کوئی چیز مانگے تو اللہ اسے وہ چیز عطا کر دے گا (۹) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان ہوتی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ جس گھڑی کا ذکر ہے یعنی امید کی گھڑی وہ جمعہ کے دن عصر سے لیکر غروب آفتاب کے درمیان ہوتی ہے [۱۰]

۲۔ جمعہ کے دن کا روزہ:

ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو جمعہ کے دن کبھی روزے کے بغیر نہیں دیکھا [۱۱] اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت ابن عباسؓ جمعہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے لیکن صرف اسی دن کا روزہ نہ رکھتے بلکہ اس کے ساتھ اور دن بھی ملا لیتے آپ نے خود روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھو نووی نے نقل کیا ہے کہ صرف جمعہ کے دن کے روزے کی کراہت پر سب کا اتفاق ہے [۱۲] (دیکھئے مادہ صیام نمبر ٦ کا جز ب)

۳۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آیت سجدہ کی قرآت:

حضرت ابن عباسؓ جمعہ کے دن فجر کی کسی ایک رکعت میں آیات سجود میں سے کسی نہ کسی آیت کی قرات کا ضرور اہتمام کرتے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو جمعہ کے دن سورۂ تنزیل اور سورۂ ھل اتی کی ضرور قرات کرتے دیکھا ہے ایک روایت کے مطابق آپ نے کوئی نہ کوئی ایسی سورت کی ضرور قرات کی جس میں سجدہ تھا [۱۳] یعنی آپ فجر کی ایک رکعت میں سورۂ تنزیل السجدۃ کی قرات کرتے اور دوسری رکعت میں سورۂ ھل اتی کی تنزیل السجدۃ سے مراد وہ سورت ہے جس کی ابتدا یہ ہے (آلم، تنزیل الکتاب لا ریب فیہ من رب العالمین) اس میں آیت سجدہ یہ ہے (انما یومن با یاتنا الذین اذا

ذکروا بھا خروا سجداً) سورۂ ھل اتی کے اندر حضرت ابن عباس کے نزدیک کوئی سجدہ نہیں ہے کیونکہ آپ کی رائے میں سورۂ حجرات کے بعد کوئی سجدہ نہیں ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ جمعہ کے دن فجر کی ایک رکعت میں آیت سجدہ کی قرات کرتے تھے دونوں رکعتوں میں نہیں (دیکھئے مادہ تجود نمبر ۶ کا جز واؤ) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ھ کا جز ۳)

۴۔ جمعہ کے دن صاف ستھرا ہونا اور اپنے آپ کو آراستہ کرنا

الف۔ غسل: جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے جانے سے پہلے غسل ضروری ہے۔ یہ غسل واجب نہیں ہے لیکن صفائی اور پاکیزگی اس کا مقصد ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ غسل واجب نہیں ہے لیکن صفائی اور پاکیزگی کا بہتر ذریعہ ہے، میں بتاتا ہوں کہ اس غسل کی ابتدا کیسے ہوئی۔ لوگ تنگ دست ہوتے، اونی کپڑے پہنتے اور بوجھ ڈھونے کا کام کرتے، ان کی مسجد بھی تنگ تھی اور اس کی صفیں ایک دوسرے سے بہت قریب تھیں، بس جھونپڑی کی شکل تھی جس طرح موسیٰ کی جھونپڑی ہے اس کی چھت تک لوگوں کے ہاتھ پہنچ جاتے تھے، ایک جمعہ کے دن بڑی گرمی تھی کہ حضور ﷺ نماز جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لائے، لوگ اونی لباس میں پسینہ پسینہ ہو رہے تھے جس کے نتیجے میں پسینے کی بو سے لوگوں نے بڑی اذیت محسوس کی۔ جب حضور ﷺ کو پھیلنے والی اس بدبو کا احساس ہوا تو آپؐ نے فرمایا: لوگو جب یہ دن آئے تو غسل کرلیا کرو اور اپنے پاس موجود بہترین تیل اور خوشبو لگا لیا کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رزق میں وسعت دی انہوں نے اونی کپڑوں کی بجائے دوسرے کپڑے پہننے شروع کردیے۔ بوجھ ڈھونے اور ہاتھ سے کام کرنے کی بھی انہیں ضرورت نہیں رہی، مسجد کی بھی توسیع ہوگئی اور پسینے نیز بغل گند سے پھیلنے والی بدبو جس سے لوگ اذیت محسوس کرتے تھے دور ہوگئی [۱۴] اگر کوئی شخص جمعہ کے دن صرف وضو کرنے پر اکتفا کرے تو اس کا یہ وضو غسل جمعہ کا بدل نہیں بنے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں نے کسی صحابی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ وہ جمعہ کے دن غسل کے سوا کسی اور بات کو پاکیزگی اور صفائی کا ذریعہ سمجھتا ہے [۱۵] حضرت ابن عباسؓ خود بھی جمعہ کے دن غسل کرتے اور فرماتے میں عید الفطر، عید الاضحیٰ، عرفہ، اور جمعہ کے دن غسل نیز

جنابت لاحق ہونے، احتلام ہو جانے سینگی لگوانے اور حمام کرنے کی بنا پر غسل کرتا ہوں (١٦)

اس روایت میں اگر چہ یہ تصریح موجود ہے کہ غسل جمعہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک واجب نہیں تاہم امام ابن حزم اندلسی نے حضرت ابن عباسؓ کی دو باتوں سے یہ استنباط کرلیا ہے کہ آپ کے نزدیک غسل جمعہ واجب ہے (١٧) ایک بات تو یہ کہ آپ لوگوں کو جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم دیتے تھے اور دوسری بات یہ کہ آپ نے فرمایا تھا ''غسل کرلیا کرو اور اگر تمھاری بیوی کے پاس کوئی خوشبو وغیرہ ہو تو وہ بھی لگا لیا کرو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا''۔ (١٨)

ب۔ مسواک کرنا: جمعہ کے دن مسواک کرنا سنت ہے اس لیے کہ مسواک منہ کو پاک وصاف کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: غسل اور مسوک سنت جمعہ ہے (١٨ب)

ج۔ خوشبو لگانا: جمعہ کے دن خوشبو لگانا بھی سنت ہے۔ آپ نے فرمایا: جمعہ کی سنت غسل، مسواک اور خوشبو ہے (١٩) نیز فرمایا: اگر تمھاری بیوی کے پاس خوشبو وغیرہ ہو تو وہ بھی لگا یا کرو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا (٢٠) نیز فرمایا: جب کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے جائے تو خوشبو لگا لے اگر اس کے پاس خوشبو ہو (٢١)

د۔ صاف ترین کپڑے پہننا: جمعہ کے دن صاف ترین نیز عمدہ ترین لباس پہننا بھی سنت ہے آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن سنت یہ ہے کہ غسل کرو، مسواک کرو، خوشبو لگاؤ اور اپنے پاس موجود صاف ترین کپڑے پہن لو (٢٢)

۵۔ جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت:

جمعہ کی اذان کے بعد نماز کے اختتام تک خرید وفروخت درست نہیں ہے۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن جب نماز کی اذان ہو جائے تو خرید وفروخت درست نہیں ہوگی۔ جب نماز ہو جائے تو پھر خرید وفروخت کرو (٢٣) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۵ کا جزد)

٦۔ خطبہ اور نماز جمعہ:

نماز جمعہ کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جزھ) جمعہ کا خطبہ (دیکھئے مادہ خطبۃ) اور نماز جمعہ

(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۶)

جمل (اونٹ) دیکھئے مادہ ابل

جنابۃ (جنابت)

۱۔ تعریف:

جنابت اس معنوی نجاست کو کہتے ہیں جو ہمبستری یا انزال کی وجہ سے انسان کو لاحق ہو جاتی ہے

۲۔ جنبی حسی طور پر پاک ہوتا ہے۔

اگر جنابت معنوی نجاست ہے تو پھر جنبی حسی طور پر پاک ہے یعنی اس کا جسم اور اس کا پسینہ پاک ہوتا ہے بنابریں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: اگر جنبی اور حائضہ کا پسینہ کپڑے کو لگ جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (۲۴) آپ سے پوچھا گیا کہ عورت قمیص پہنے ہوتی ہے اور اسے حیض آ جاتا ہے۔ حیض کے ایام میں وہ قمیص اس کے جسم پر رہتی ہے اور اس میں اس کا پسینہ جذب ہوتا رہتا ہے، حیض سے پاک ہونے کے بعد کیا وہ اس قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ اس میں حیض کا خون نہ لگا ہو۔ اسی طرح جنبی کو پسینہ آتا ہے وہ اس پسینے والے کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے (۲۵) یہی وجہ تھی کہ آپ کو حالت جنابت میں پسینہ آتا اور آپ اسی پسینہ والے کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے اور انہیں نہیں دھوتے (۲۶) اور فرماتے: کپڑے کو جنابت لاحق نہیں ہوتی (۲۷) بنابریں اگر کوئی جنبی کسی جنبی کو ہاتھ لگا دے تو اس عمل سے اس کی جنابت اس شخص کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے: اگر ایک شخص کسی جنبی شخص کو ہاتھ لگا دے تو اس پر حالت جنابت طاری نہیں ہوتی (۲۸)

۳۔ جنابت کے اثرات

الف۔ جنبی کا روزہ: جنابت کی حالت روزے کے لیے مانع نہیں اس لیے اگر کوئی شخص رات کے وقت بیوی سے ہمبستری کرے اور غسل نہ کرے پھر جنابت کی حالت میں روزے کے ساتھ صبح کرے تو

اس کا روزہ درست ہو جائے گا[۲۹] (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸ کا جزد)

ب۔ اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے جنبی کا وضو کر لینا: اگر جنبی اپنی کوئی بنیادی ضرورت پوری کرنا چاہے تو وضو کر کے مذکورہ ضرورت پوری کر لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جنبی اگر سونے یا کھانے کا ارادہ کرے تو اسے وضو کر لینا چاہئے[۳۰] جس شخص کو جنابت لاحق ہو جائے اور پھر وہ باہر جانا چاہے اس کے بارے میں آپ نے فرمایا: اسی طرح وضو کرے جس طرح نماز کے لیے وضو کرتا ہے[۳۱]

ج۔ جنبی کا مسجد میں داخلہ: جنبی کے لیے مسجد میں داخل ہونا اور وہاں ٹھہرنا حلال نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ مسجد کے اندر سے گزرنے پر مجبور ہو تو اس کے لیے مسجد میں ٹھہرے بغیر وہاں سے گزر جانا جائز ہو گا۔ آپ نے ایک جنبی سے فرمایا: مسجد کے قریب نہ جانا، البتہ اگر مسجد کے اندر سے تمہارا راستہ گزرتا ہو تو تم وہاں سے بس گزر جاؤ اور بیٹھو مت[۳۲] آپ نے فرمایا: حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد سے ہو کر گزرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ وہاں بیٹھنے کی حرکت نہ کریں[۳۳]

د۔ جنبی کی نماز: جنبی کے لیے نماز کے قریب جانا بھی حلال نہیں تاوقتیکہ وہ غسل نہ کرے۔ یہ بات سورۂ نساء آیت نمبر ۴۳ کے اندر اس ارشاد باری پر عمل کے مطابق ہے (**یایھاالذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون و لا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا** اے ایمان لانے والو، جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ غسل نہ کر لو الا یہ کہ راستہ سے گزرتے ہو) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا تم جنابت کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تمھارے پاس پانی موجود ہو اگر تمہیں پانی میسر نہ ہو تو تمھارے لیے زمین کا مسح یعنی تیمم کرنا حلال ہو جائے گا[۳۴] اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور تمہیں تیمم کرنے کے لیے بھی کوئی چیز نہ ملے (یاد رہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تیمم صرف مٹی سے کیا جا سکتا ہے) تو نماز پڑھ لو[۳۵]

ھ۔ تلاوت قرآن: حضرت ابن عباسؓ جنبی کے لیے قرآن کی تلاوت کی اباحت کے قائل تھے خواہ تلاوت تھوڑی ہو یا زیادہ[۳۶] آپ خود بعض دفعہ حالت جنابت میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کر

لیتے (۳۷) (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۱۰)

۴۔ جنابت کس چیز کے ذریعے رفع ہوتی ہے؟

جنابت صرف غسل کے ذریعے رفع ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں عید الفطر، عید الاضحیٰ، عرفہ اور جمعہ کے دنوں میں غسل کرتا ہوں۔ نیز جنابت لاحق ہونے، احتلام ہو جانے سینگی لگوانے اور حمام کرنے کی وجہ سے بھی غسل کرتا ہوں (۳۸) اگر جنابت کو غسل کے لئے پانی نہ ملے یا کسی وجہ سے غسل کرنے کی قدرت نہ رکھے تو ان صورتوں میں تیمّم کے ذریعے جنابت دور کرنا جائز ہو جائے گا (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر ۳)

جنازۃ (جنازہ)

میت کو جنازہ کہتے ہیں، دیکھئے مادہ موت

جنایۃ (فوجداری جرم)

۱۔ تعریف: جان لیوا یا اس سے کم تر فوجداری جرم کو جنایت کہتے ہیں

۲۔ جنایت کی قسمیں: اس کی تین قسمیں ہیں۔

الف۔ عمد: یہ وہ جنایت ہے جس کے تحت مجرم کسی معین شخص کو جان بوجھ کر ایسی چیز سے ضرب لگائے جس کی ضرب سے غالباً قتل واقع ہو جاتا ہو۔ یہ جنایت آخرت میں گناہ اور دنیا میں قصاص کی موجب بن جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ قتل عمد کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر وہ توبہ بھی کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کر دے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا: اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور اللہ کی طرف سے اس کے لیے بڑا عذاب تیار ہوگا اس نے پوچھا: اگر وہ توبہ کر کے نیک اعمال کے ذریعے راہ ہدایت پر لگ جائے تو پھر آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے جواب دیا: اس کی ماں اسے روئے اس کے لیے توبہ اور ہدایت کی کہاں گنجائش ہے؟ خدا کی قسم میں نے تمھارے نبی ﷺ کو

یہ فرماتے سنا ہے کہ اس کی ماں اسے روئے جو شخص کسی کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے قیامت کے دن وہ مقتول عرش الرحمٰن کی طرف اپنے دائیں یا بائیں ہاتھ کا سہارا لیتے ہوئے آئے گا۔ اور اس کی شہ رگ سے خون کے فوارے نکل رہے ہوں گے۔ اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنے قاتل کو پکڑ رکھا ہوگا۔ اور پھر اللہ کے سامنے پہنچ کر عرض کرے گا کہ اے پروردگار اس سے ذرا پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا اس ذات کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں عبداللہ بن عباس کی جان ہے یہ آیت (جس کا ذکر آپ نے اپنے پہلے جواب میں کیا تھا) نازل ہوئی اور پھر کسی اور آیت نے اسے منسوخ نہیں کیا حتی کہ تمھارے نبی ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس کے بعد کسی اور برہان کا نزول نہیں ہوا (۳۹)

ب۔ شبہ عمد: وہ یہ کہ ایک انسان کی موت کسی کے ہاتھوں ایسی چیز کے ساتھ عمداً ضرب کی بنا پر واقع ہو جائے جس کی ضرب سے غالباً قتل واقع نہ ہوتا ہو۔ شبہ عمد صرف جان لینے کے اندر ہوتا ہے اس سے کم کے اندر نہیں ہوتا۔ اس میں کفارہ اور دیت مغلظہ کا وجوب ہوتا ہے۔

ج۔ خطاء: وہ یہ کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے ہاتھوں اس کے قصد اور ارادے کے بغیر جان یا اس سے کم کا نقصان اٹھانا پڑے۔ اس میں کفارہ اور دیت کا لزوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بچے کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر اپنی گود میں اٹھا لے اور پھر بچہ گر کر مر جائے تو اسے بچے کی دیت بھرنی ہوگی (۴۰)

۳۔ فوجداری جرم کا مرتکب: جنایت کے ارتکاب کی صورت میں مرتکب یا تو معروف ہوگا یا غیر معروف یعنی نامعلوم۔

الف۔ معروف یعنی معلوم ہونے کی صورت میں اس پر درج ذیل احوال میں سے کوئی نہ کوئی حالت منطبق ہوگی۔

(۱) غلام کی جنایت: اگر جنایت کا مرتکب کوئی غلام ہو اور اس نے یہ جنایت جان بوجھ کر لی ہو تو قصاص واجب ہوگا الا یہ کہ قصاص معاف کر دیا جائے اور تاوان عائد کر دیا جائے۔ اگر جنایت خطاء ہوئی ہو تو تاوان واجب ہوگا اور اس کا وجوب غلام کے آقا پر ہوگا۔ البتہ آقا غلام کی قیمت سے زائد رقم تاوان کے اندر ادا کرنے کا مکلّف نہیں ہوگا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: غلام اپنی

قیمت سے بڑھ کر اپنے آقا کے لیے کسی جرمانے کا سبب نہیں بنے گا اگر زخم کا تاوان غلام کی قیمت سے بڑھ کر ہو تو اس میں اضافہ نہیں کیا جائے گا (۴۱)

(۲) جنایت کے اندر ایک سے زائد افراد کا اشتراک: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک گروہ مل کر کسی شخص کو قتل کر ڈالے تو پورے گروہ کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا جب گروہ کا ہر فرد اس حیثیت کا حامل ہو کہ اگر وہ تنہا قتل کے فعل کا مرتکب ہوتا تو اس پر قصاص واجب ہو جاتا (۴۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے: اگر سو آدمی مل کر ایک آدمی کو قتل کر دیں تو اس کے قصاص میں سب کو قتل کر دیا جائے گا (۴۳)

(۳) بیٹے کے خلاف باپ کا جرم: اگر باپ مجرم ہو اور بیٹا جرم کی زد میں آیا ہو اور یہ جرم عمداً کیا گیا ہو تو مجرم باپ سے اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ باپ پر دیت واجب ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ اس کے متعلق حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے تھے کہ باپ سے اس کے بیٹے کا قصاص نہیں لیا جائے گا (۴۴)

(۴) نشہ میں مدہوش انسان کی جنایت: اگر نشہ میں مدہوش شخص نشے کی حالت میں کسی جنایت کا ارتکاب کرے تو وہ اس جنایت میں ماخوذ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ اس معاملے میں وہی سلوک کیا جائے گا جو ہوش مند انسان کے ساتھ کیا جاتا ہے اگر مذکورہ جنایت قصاص کی موجب ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر دیت کی موجب ہو تو اس پر دیت واجب ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نشہ میں مدہوش شخص نشے کی حالت میں جو جرم کرے گا اس پر اس کی حد قائم کی جائے گی (۴۵)

ب۔ اگر جنایت کا مرتکب غیر معروف یعنی متعین نہ ہو تو اس صورت میں مشتبہ افراد کو حاضر کیا جائے گا پھر اگر مقتول کے اولیاء ان میں سے کسی ایک متعین شخص پر قتل کا دعویٰ کر دیں لیکن ان کے پاس اس دعوے کے حق میں کوئی بینہ یعنی گواہی وغیرہ نہ ہو تو اس صورت میں مقتول کے اولیاء اس بات کی پچاس قسمیں کھائیں گے کہ فلاں شخص نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے۔ اسے قسامہ کہتے ہیں۔ قسامہ کی بنا پر مقتول کے اولیاء دیت کے مستحق قرار پائیں گے، قصاص کے نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ: یا تو تم لوگ مقتول کی دیت بھر دو یا پھر اللہ سے جنگ کرنے کا

اعلان کر دو (۴۶) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کوئی قسامہ نہیں الا یہ کہ بینہ قائم ہو جائے اس کا مفہوم یہ ہے کہ قسامہ کی بنا پر کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اسکی وجہ سے کسی مسلمان کا خون باطل نہیں ہوگا (۴۷) یعنی رائیگاں نہیں جائے گا

حضرت ابن عباسؓ ہم سے بیان فرماتے ہیں کہ قسامہ کا رواج زمانہ جاہلیت میں تھا۔ اس کی ابتدا کرنے والے حضور ﷺ کے چچا ابوطالب تھے، پھر زمانۂ اسلام میں اس طریقے کو برقرار رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں ہونے والا سب سے پہلا قسامہ ہمارے قبیلے یعنی بنی ہاشم میں ہوا تھا۔ بنی ہاشم کے ایک شخص کو قریش کی کسی اور شاخ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے اجارے پر حاصل کیا اور یہ ہاشمی اس کے ساتھ اس کے اونٹوں میں چلا گیا۔ اسی دوران بنی ہاشم کا ایک شخص اس کے پاس سے گزرا جس کے جوالق (اون کی گون) کی رسی ٹوٹ گئی تھی۔ اس نے کہا کہ جوالق باندھنے کے لیے ایک رسی دے کر میری مدد کرو اور اس کے لئے اونٹوں کو نہ بھگاؤ۔ اس نے اسے رسی دے دی جس کے ساتھ اس نے اپنا جوالق باندھ لیا۔ جب اونٹوں کا پڑاؤ ہوا تو ایک اونٹ کے پاؤں نہیں باندھے گئے۔ اونٹوں کے مالک نے کہا کہ اس اونٹ کے پاؤں کیوں نہیں باندھے گئے اس نے جواب دیا کہ اس کی رسی نہیں ہے اس نے پوچھا کہ اس کی رسی کہاں گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کے سر پر ڈنڈا مارا جس سے بعد میں اس کی موت واقع ہوگئی مرنے سے پہلے یمن کا ایک شخص اس کے پاس سے گزرا اس نے اس سے پوچھا کہ تم حج پر جاؤ گے؟ اس نے کہا "جاؤں گا نہیں لیکن شاید چلا جاؤں" اس نے کہا کہ اگر تم حج پر جاؤ تو کیا میری طرف سے زمانے کا ایک تلخ پیغام پہنچا دو گے؟ اس نے جواب دیا کہ پہنچا دوں گا اس نے کہا کہ جب تم حج پر جاؤ تو آل قریش کو آواز دو اگر وہ تمھاری صدا کا جواب دیں تو پھر آل بنی ہاشم کو آواز دو، اگر وہ تمہاری صدا کا جواب دیں تو ان سے ابوطالب کا پتہ پوچھو اور پھر انہیں بتا دو کہ فلاں شخص نے مجھے اونٹ کی ایک رسی کی وجہ سے قتل کر دیا ہے۔ یہ کہ کر مذکورہ ہاشمی چل بسا، جب اسے اجارے پر لینے والا شخص واپس آیا تو ابوطالب اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ بیمار پڑ گیا تھا میں نے اسکی اچھی طرح دیکھ بھال کی لیکن وہ چل بسا اور میں نے اسے دفن کر دیا۔ ابوطالب نے یہ سن کر کہا کہ اس کے خاندان کا تعلق تمھارے خاندان سے بھی ہے اس بات کو کچھ عرصہ گزر گیا اور ہاشمی نے جس شخص کو پیغام پہنچانے کی وصیت کی تھی وہ حج کے موقعہ پر مکہ آیا اور آل قریش کو صدا دی، اسے بتایا گیا کہ قریش کے لوگ یہ ہیں، پھر اس نے آل بنی ہاشم کو صدا دی۔ اسے بتایا

گیا کہ بنی ہاشم یہ ہیں، اس نے ان سے پوچھا کہ ابو طالب کہاں ہیں، انہوں نے بتایا کہ ابو طالب یہ ہیں اس شخص نے پھر ابو طالب کو بتایا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک پیغام آپ تک پہنچانے کی وصیت کی ہے۔ وہ پیغام یہ ہے کہ اسے فلاں شخص نے اونٹ کی ایک رسی کی وجہ سے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر ابو طالب مذکورہ شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہماری تین باتوں میں سے ایک بات قبول کر لو یا تو ایک سو اونٹ دیت کے طور پر ادا کر و اس لیے کہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا ہے یا اگر چاہو تو تمھاری قوم کے پچاس افراد یہ حلف اٹھالیں کہ تم نے اسے قتل نہیں کیا ہے، اگر تم یہ بات بھی نہیں مانو گے تو ہم تمہیں مقتول کے بدلے قتل کر دیں گے اس شخص نے آ کر اپنی قوم کو ساری بات بتائی۔ انہوں نے کہا کہ ہم حلف اٹھالیں گے۔ پھر ابو طالب کے پاس بنی ہاشم کی ایک خاتون آئی جو قاتل کے فریق کے ایک شخص کے عقد میں تھی اور اس کا ایک بچہ بھی تھا اس نے ابو طالب سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے اس بچے کو مذکورہ پچاس آدمیوں میں سے ایک آدمی کے بدلے بچالیں اور جب قسموں کی ضمانت لی جائے تو اس آدمی سے قسم کی ضمانت نہ لیں، چنانچہ ابو طالب نے اسی طرح کر لیا، پھر مذکورہ آدمیوں میں سے ایک شخص ابو طالب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمارے پچاس آدمی مانگے ہیں جو سو اونٹوں کے بدلے قسم اٹھائیں گے اس طرح ہر آدمی کے حصے میں دو اونٹ آئیں گے۔ میں یہ دو اونٹ لایا ہوں آپ انہیں قبول کر لیجئے اور جب قسموں کی ضمانت لی جائے تو آپ مجھ سے قسم کی ضمانت نہ لیجئے، ابو طالب نے دونوں اونٹ قبول کر لیے اور پھر اڑتالیس آدمی آئے اور انہوں نے حلف اٹھایا۔ یہ قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ ان اڑتالیس آدمیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا(۴۸)

جنایت کی زد میں آنے والا شخص (مجنی علیہ):

الف۔ عورت پر جنایت کا ارتکاب:

یہ جنایت یا تو عمداً وقوع پذیر ہوگی یا خطاء۔

(۱) اگر عمداً وقوع پذیر ہوئی ہو تو اس میں قصاص واجب ہوگا خواہ جان لینے کی صورت میں اس کا وقوع ہوا ہو یا اس سے کم تر صورت میں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جان کے بدلے جان لی جائے گی، آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے گی، ناک کے بدلے ناک کاٹی جائے گی اور دانت کے

بدلے دانت اکھیڑ کر نیز زخموں کے بدلے زخم لگا کر قصاص لیا جائے گا۔ اس اصول کے اندر آزاد مسلمان خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں آپس میں یکساں ہوں گے اگر جنایت جان پر یا اس سے کم پر عمداً کی گئی ہو (۴۹)

(۲) اگر جنایت خطاء واقع ہوئی ہو تو اس میں دیت واجب ہوگی خواہ یہ جنایت عورت کی جان پر یا جان سے کم تر پر واقع ہوئی ہو۔

صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین کا (ماسوائے اس روایت کے جو ابن علیہ اور الاصم سے مروی ہے) اس امر پر اجماع ہے کہ عورت کے سلسلے میں جان لیوا جنایت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی۔ اگر مسلمان عورت مقتول ہو تو اس کی دیت مسلمان مرد کی دیت سے آدھی ہوگی اور اگر مقتولہ ذمیہ ہو تو اس کی دیت ذمی مرد کی دیت کی آدھی ہوگی۔ اسی طرح آگے چلے گا۔

اگر جنایت جان لیوا نہ ہو بلکہ اس سے کم تر ہو تو اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ اس بارے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف رائے ہے حضرت عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ مذکورہ جنایت عورت کے جس عضو پر کی گئی ہو اس کا تاوان مرد کے اسی جیسے عضو پر کی گئی جنایت کے تاوان کی طرح ہو گا جب تک یہ تاوان پوری دیت کی تہائی کو نہ پہنچے۔

اگر یہ تاوان پوری دیت کے تہائی حصے سے تجاوز کر جائے تو اس صورت میں مرد کے اسی جیسے عضو کے تاوان کا نصف عائد کیا جائے گا، اس بات کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب موسوعۃ فقہ عمرؓ مادہ جنایۃ نمبر ۳ کے جز ۴ میں بیان کر دی ہے حضرت علیؓ کا مسلک یہ تھا کہ عورت پر کی گئی جان لیوا جنایت سے کم تر جنایت کی صورت میں ضائع ہونے والے عضو کا تاوان مرد کے اسی جیسے عضو پر کی گئی جنایت کے تاوان کا نصف ہوگا اس لیے کہ عورت کے قتل خطا کی دیت مرد کے قتل خطا کی دیت کا نصف ہوتی ہے بنا بریں عورت کے اعضاء اور اس کے زخموں کا تاوان بھی اسی حساب سے وصول کیا جائے گا۔ اس بات کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب موسوعۃ فقہ علیؓ مادہ جنایۃ کے اندر بیان کی ہے

ب۔ محارب یعنی برسر پیکار کافروں کے درمیان موجود مسلمان پر واقع ہونے والی جنایت: اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہو رہی ہو اور ان کے درمیان کوئی مسلمان شخص زندگی گزار رہا ہو اور وہ کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو اس کی کوئی دیت نہیں ہوگی کیونکہ

اختلاف دارین کی وجہ سے مذکورہ مسلمان کو اس کے اسلام کی بنا پر حاصل ہونے والی عصمت یعنی جان و مال کی محفوظیت ساقط ہو جائے گی۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۹۲ میں ارشاد باری ہے (وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطاء ومن قتل مومنا خطا فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا، فان کان من قوم عدو لکم وھو مومن فتحریر رقبۃ مومنۃ کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خونبہا دے الا یہ کہ وہ خونبہا معاف کر دیں لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمھاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایک شخص مومن ہو اور اس کی قوم برسر پیکار کافر ہو اور وہ قتل ہو جائے تو اس کی دیت نہیں ہوگی۔ البتہ ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا[۵۰] نیز فرمایا: ایک شخص مومن ہو اور وہ دشمن مشرکین کے درمیان رہتا ہو، ان مشرکین کو حضور ﷺ کے صحابہؓ کی آمد کی خبر ملتی ہے اور وہ یہ خبر سن کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں لیکن مذکورہ مسلمان اپنی جگہ ڈٹا رہتا ہے اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتا ہے تو اس کے بدلے ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا[۵۱]

ج۔ ذمی پر ہونے والی جنایت: اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اسے اس کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا خواہ قتل کا وقوعہ عمداً ہو یا خطاءً بلکہ قاتل پر دیت اور کفارہ لازم ہوگا کیونکہ درج بالا سورت کی مذکورہ آیت میں ارشاد باری ہے (وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ وتحریر رقبۃ مومنۃ اگر مقتول کا تعلق اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمھارا معاہدہ ہو تو مقتول کے وارثوں کو خونبہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر کافر اہل ذمہ میں سے ہو تو اس کے قاتل پر دیت لازم ہوگی جو مقتول کے ورثاء کو دی جائے گی اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا یا دو ماہ مسلسل روزے رکھنے ہوں گے[۵۲]

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے، آپ اس سلسلے میں یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنی عامر کے دو اشخاص کی دیت مسلمانوں کی دیت کے برابر ادا کی تھی۔ ان دونوں اشخاص کا حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا[۵۳]

د۔ غلام پر ہونے والی جنایت: اس جنایت کا مرتکب یا تو آزاد شخص ہوگا یا غلام

(۱) اگر جنایت کا مرتکب غلام ہو اور یہ جنایت عمداً کی گئی ہو تو اس کے مرتکب سے قصاص لینے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے ایک روایت کے مطابق قصاص واجب ہوگا الا یہ کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جان کے بدلے جان لی جائے گی، آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے گی، ناک کے بدے ناک کاٹی جائے گی اور دانت کے بدلے دانت اکھیڑ کر نیز زخموں کے بدلے زخم لگا کر قصاص لیا جائے گا اس اصول کے اندر آزاد مسلمان خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں آپس میں یکساں ہوں گے اگر جنایت جان پر یا اس سے کم تر پر عمداً کی گئی ہو[۵۴] اس روایت کی سند اور دلیل سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۷۸ میں موجود یہ ارشاد باری ہے (یایها الذین امنو اکتب علیکم القصاص فی القتلی، الحر بالحر والعبد یا لعبد اے ایمان لانے والو، تم پر مقتولین کے بارے میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام)

دوسری روایت کے مطابق جسے ابن قدامہ نے المغنی میں نقل کیا ہے کہ غلاموں کے درمیان جان کا اور نہ ہی زخم کا کوئی قصاص ہے کیونکہ ان کی حیثیت اموال کی ہے[۵۵] اور اموال کے لیے اموال سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ مثلاً اگر ایک شخص کے دو گھوڑے ہوں اور ایک گھوڑا دوسرے گھوڑے کو مار ڈالے تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(۲) اگر آزاد شخص جنایت کا مرتکب ہو اور یہ جنایت عمداً ہوئی ہو تو اس سے قصاص لینا واجب ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر آزاد آدمی غلام کو عمداً قتل کر دے تو قصاص لیا جائے گا[۵۶] اگر غلام کو قتل کرنے والا آزاد شخص اس کا آقا ہو یا کوئی اجنبی ہو تو ان صورتوں کے درمیان حکم میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟ اس بارے میں بھی حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔

اگر جنایت خطا واقع ہوئی ہو تو اس میں قیمت کی صورت میں تاوان واجب ہوگا خواہ یہ جنایت جان لیوا ہو یا اس سے کم تر ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے اگر غلام کو ایسا زخم لگایا جائے جس سے اس کی ہڈی نظر آنے لگے تو اس کی قیمت میں جو کمی ہو جائے گی اسے تاوان کے طور پر وصول کیا جائے گا (۵۷) اگر غلطی

کی بنا پر واقع ہونے والی اس جنایت کا مرتکب خود غلام کا آقا ہو تو اس پر صرف کفارہ واجب ہوگا کیونکہ اس پر تاوان عائد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ موجود ہے آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو لٹکا دیا اور غلام مر گیا حالانکہ آقا نے اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ آپ نے جواب دیا: وہ یا تو ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ مسلسل روزے رکھے (۵۸)

ھ۔ مکاتب پر جنایت: اگر مکاتب پر جنایت وقوع پذیر ہو جائے تو ہمارے درج بالا تفصیل کی روشنی میں جن صورتوں کے اندر غلام کا تاوان اس کی قیمت کے حساب سے بھرا جائے گا ان کے اندر مکاتب کا تاوان بھی اسی حساب سے وصول کیا جائے گا بشرطیکہ مکاتب نے ابھی بدل کتابت کا کوئی حصہ ادا نہ کیا ہو۔ اگر اس نے بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کر دیا ہو اور اسی مقدار میں اسے آزادی مل گئی ہو اور پھر اس پر جنایت کا ارتکاب کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اس کے آزاد شدہ حصے کی دیت آزاد شخص کی دیت جیسی ہوگی اور باقیماندہ حصے کی دیت غلام کی دیت کے حساب سے وصول کی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے مکاتب کے بارے میں فیصلہ دیا تھا کہ اس کے آزاد شدہ حصے کے بقدر آزاد شخص کی دیت دی جائے گی اور باقیماندہ حصے کی دیت غلام کی دیت جیسی ہوگی (۵۹)

جنین پر جنایت کا وقوع: اگر جنین پر جنایت واقع ہو اور اس کے نتیجے میں مردہ حالت میں اس کا اسقاط ہو جائے تو اس میں ایک غرہ یعنی ایک لونڈی یا ایک غلام واجب ہوگا۔ غرہ دیت کے بیسویں حصے کے برابر ہوتا ہے۔ اگر بچہ زندہ گر جائے اور اس کے رونے کی آواز سنائی دے اور پھر مر جائے تو اس کا تاوان پوری دیت کی شکل میں وصول کیا جائے گا (۶۰)

کسی ایسے عضو پر جنایت جس کی منفعت مقصودہ معطل ہو: اگر کسی ایسے عضو پر جنایت واقع ہو جائے جو بے کار ہو بالفاظ دیگر اس کی وہ منفعت پہلے سے معطل ہو جو عام طور سے اس کے اندر مقصود ہوتی ہے تو اس کا تاوان اس کی دیت کی تہائی کی شکل میں وصول کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر ایک مفلوج ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس میں ہاتھ کی دیت کی تہائی تاوان کے طور پر دی جائے گی (۶۱) اسی طرح روشنی سے محروم آنکھ اگر پھوڑ دی جائے تو اس کا تاوان اس کی دیت کی تہائی کے برابر ہوگا (۶۲) حضرت ابن عباسؓ نے مفلوج ہاتھ، مفلوج پیر، اندھی آنکھ، سیاہ

دانت میں سے ہر ایک کے اندر اس کی دیت کا تہائی حصہ تاوان کے طور پر ادا کرنے کا فیصلہ سنایا (۶۲ ب)

ح۔ کسی ایسے عضو پر جنایت جس کے بے کار ہو جانے کی وجہ سے اس کے تمام منافع مقصودہ فوت ہو جائیں: مثلاً یک چشم کی درست آنکھ اس کی دو آنکھوں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس درست آنکھ پر جنایت کا ارتکاب کرے اور اس کی روشنی زائل کر دے تو یہ تصور ہو گا کہ اس نے اس کی دونوں آنکھوں پر جنایت کی ہے کیونکہ اس کی جنایت کے نتیجے میں دیکھنے کی قوت بالکلیہ ضائع ہو گئی اس لیے اس کا تاوان دونوں آنکھوں کے تاوان کی طرح پوری دیت کی شکل میں وصول کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یک چشم کی درست آنکھ کی دیت ایک ہزار دینار ہے (۶۳)

ط۔ اعضاء پر جنایت: صحابہ کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جنایت اگر جسم کے ایسے عضو پر کی جائے جس کا جوڑا موجود نہ ہو مثلاً ناک یا زبان جڑ سے کاٹ ڈالی جائے یا اس کے فوائد مقصودہ ختم ہو جائیں یعنی وہ بے کار ہو جائے تو اس صورت میں پوری دیت واجب ہو گی اگر جنایت کسی ایسے عضو پر واقع ہو جس کا جوڑا جسم انسانی میں موجود ہو اور جنایت کے نتیجے میں مذکورہ عضو جڑ سے کٹ گیا ہو یا اس کے منافع مقصودہ ختم ہو گئے ہوں تو دیت کو اس عضو پر نیز اس کے جوڑے اور نظائر پر تقسیم کیا جائے گا اور اس کے حصے میں جتنی دیت آئے گی اس کا تاوان وصول کیا جائے گا۔ مثلاً دونوں ہاتھ ان میں سے ہر ایک کے اندر دیت کا نصف یعنی پچاس اونٹ ہیں۔ یا مثلاً انگلیاں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں اور اس کی ہر پور میں انگلی کی دیت کا تہائی حصہ ہے۔ سوائے انگوٹھے کے کیونکہ اس کے ہر جوڑ کے بدلے پانچ اونٹ ہیں (۶۴) یعنی انگلی کی دیت کا نصف کیونکہ انگوٹھا صرف دو جوڑوں سے بنا ہوتا ہے

ی۔ ناخنوں پر جنایت: اگر جنایت کے نتیجے میں ناخن اکھڑ جائے تو حضرت ابن عباسؓ نے اس میں انگلی کی دیت کا پانچواں حصہ مقرر کیا ہے (۶۵)

ک۔ دانتوں پر جنایت: حضرت ابن عباس انگلیوں پر قیاس کرتے ہوئے عام دانتوں، کچلیوں اور داڑھ کے دانتوں کے درمیان دیت کے اندر یکسانیت رکھتے تھے۔ آپ ہر دانت میں پانچ

اونٹوں کی دیت مقرر کرتے تھے (۶۶)۔ مروان بن الحکم نے ابوغطفان بن طریف المری کو آپ کے پاس بھیج کر داڑھ کے دانت کا مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا کہ اس میں پانچ اونٹ دیت کے طور پر دیے جائیں گے۔ مروان نے قاصد کو واپس بھیج کر پوچھا کہ کیا آپ اگلے دانتوں یعنی کچلیوں کو بھی داڑھ کی طرح سمجھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر تم صرف انگلیوں پر انہیں قیاس کرو تو ان کی دیت یکساں ہوگی (۶۷)

ل۔ ہڈیوں پر جنایت: اگر جنایت ہڈیوں پر واقع ہو تو ان کے اندر قصاص نہیں ہوگا یعنی یکسانیت نہیں ہوگی کیونکہ ہڈیوں کے درمیان مماثلت نہیں ہوتی (۶۸) ان کے اندر ایک عادل آدمی کا فیصلہ واجب ہوگا۔ عادل آدمی جو فیصلہ کر دے وہی تاوان واجب ہو جائے گا۔

م۔ جنایت کا سرایت کر جانا: اگر انسان کے کسی عضو پر واقع ہونے والی جنایت اس کی جان تک سرایت کر جائے اور اس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو جائے تو جنایت کے مرتکب سے اس کی پوری دیت وصول کی جائے گی خواہ سرایت سے پہلے ہی مذکورہ عضو پر جنایت کا تاوان بھروالیا گیا ہو یا مصالحت ہوگئی ہو یا ان میں سے کوئی بات نہ ہوئی ہو اس سے مذکورہ بالا حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا (۶۹)

۵۔ جنایت کی سزا:

الف۔ قصاص

۱۔ قصاص سے ہماری مراد یہ ہے کہ جنایت کے مرتکب کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو سلوک اس نے جنایت کی زد میں آنے والے شخص کے ساتھ کیا ہے

۲۔ قصاص کی اقامت کی شرطیں: استقراء اور تتبع کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ قصاص کے اجراء کے لیے درج ذیل شرطیں لگاتے ہیں

الف۔ جنایت عمداً کی گئی ہو اس لیے کہ عمد کے اندر ہی قصاص ہوتا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۲ کا جز الف نیز نمبر ۴ کے جز الف کا جز ا)

☆ جنایت کے مرتکب کا عاقل بالغ ہونا، اس پر سب کا اجماع ہے، بنابریں نابالغ اور پاگل سے قصاص نہیں لیا جائے گا

☆ جنایت کا مرتکب اس کی زد میں آنے والے کا باپ نہ ہو۔ بنابریں باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیا جائے گا (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۳ کے جز الف کا جز۳)

☆ قاتل مسلمان اور مقتول کافر نہ ہو (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۴ کا جز ج)

☆ حضرت ابن عباسؓ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق جنایت کا مرتکب غلام نہ ہو نیز جنایت کی زد میں آنے والا اسی جیسا غلام نہ ہو (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۴ کا جز د)

☆ قصاص کے اندر مماثلت ممکن ہو۔ بصورت دیگر قصاص واجب نہیں ہوگا بنابریں ہڈیوں پر جنایت کا قصاص نہیں لیا جائے گا (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۴ کا جز ل)

☆ جنایت جنین پر واقع نہ ہو (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۴ کا جز واؤ)

☆ جنایت گواہی یا اقرار کی بنا پر ثابت ہوئی ہو۔ اگر قسامہ کی بنا پر ثابت ہو تو پھر کوئی قصاص نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۳ کا جز ب)

۳۔ ایک آدمی کا قصاص اس کے قتل میں شریک پورے گروہ سے لیا جائے گا (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۳ کے جز الف کا جز۲) نشہ میں مدہوش شخص اگر نشے کی حالت میں کسی جنایت کا ارتکاب کرے گا تو اس سے اسی طرح قصاص لیا جائے گا جس طرح ہوشمند سے لیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر۳ کے جز الف کا جز۴)

۴۔ حرم کے اندر قصاص کا معاملہ: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حرم مکہ کے اندر قصاص کا اجراء جائز نہیں ہے البتہ اگر جنایت کا مرتکب حرم کے اندر اس کا ارتکاب کرے تو اس سے حرم کے اندر ہی قصاص لیا جائے گا۔ اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اگر ایک شخص حرم کے اندر کسی کو قتل کر دے یا چوری کی واردات کرے تو اس پر حرم کے اندر ہی حد یا قصاص کا اجراء ہوگا (۷۰) لیکن اگر ایک شخص حدود حرم سے باہر یعنی حل کے اندر جنایت کا ارتکاب کرنے کے بعد حرم میں آ کر پناہ لے لے تو حرم کے اندر اس پر قصاص کا اجراء نہیں ہوگا بلکہ اسے اس قدر تنگ کیا جائے گا کہ وہ حرم سے باہر چلا جائے پھر حل کے اندر اس پر قصاص کا اجراء ہوگا۔ اس کے متعلق

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو شخص حل کے اندر قتل یا چوری کا ارتکاب کر کے حرم میں پناہ لے لے تو اس کے ساتھ نہ تو مجالست کی جائے گی نہ ہی کلام اور نہ ہی اسے کوئی ٹھکانہ مہیا کیا جائے گا بلکہ اسے اس کے جرم کا احساس دلایا جائے گا یہاں تک کہ وہ حرم سے باہر نکل جائے پھر اس پر قصاص یا حد قائم کی جائے گی اور جو شخص حل کے اندر قتل یا چوری کا ارتکاب کرے اور پھر اسے حرم میں داخل کر دیا جائے اور وہاں لوگ اس پر قصاص یا حد قائم کرنا چاہیں تو اسے حرم سے حل لیجایا جائے گا (۷۱) اسی مفہوم پر حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول محمول ہوگا کہ اگر میں حرم کے اندر اپنے والد کے قاتل کو پکڑ لوں تو بھی اسے قتل نہ کروں (۷۲)

ب: دیت

۱۔ دیت کب واجب ہوتی ہے؟ درج ذیل صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے

پہلی صورت: قتل عمد کے اندر قصاص معاف ہو جانے پر دیت واجب ہو جاتی ہے یعنی اگر مقتول کے اولیاء قصاص معاف کر دیں تو دیت واجب ہو جائے گی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قصاص معاف کر دینا اللہ کی طرف سے اس امت کو عطا کردہ ایک رخصت اور سہولت ہے۔ بنی اسرائیل کے اندر قتل کا ارتکاب کرنے والے سے ہمیشہ قصاص ہی لیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے اندر قصاص کا دستور تھا ان کے اندر دیت نہیں تھی پھر سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۷۸ میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے حق میں فرمایا: (کتب علیکم القصاص فی القتلی اللہ نے مقتولین کے سلسلے میں تم پر قصاص فرض کر دیا) پھر آگے فرمایا (فمن عفی له من اخیه شیء اگر ایک شخص کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے) معافی یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت قبول کر لی جائے آگے ارشاد ہوا (فاتباع بالمعروف تو معروف طریقے سے پیچھا کیا جائے) طالب معروف طریقے سے پیچھا کرے گا اور قاتل اسے ادائیگی کرے گا۔ آگے فرمایا (واداء الیه باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمة اور اچھے طریقے سے اسے ادائیگی کی جائے یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے) یعنی تم سے پہلی امتوں پر اس سلسلے میں جو حکم فرض کیا گیا تھا اب اس میں تخفیف کر دی گئی (۷۳) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر مقتول

کے اولیاء قصاص معاف کر دیں تو اس سے نہ صرف قاتل سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے بلکہ گناہ بھی اور وہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے قتل کا ارتکاب ہی نہیں کیا (۷۴)

دوسری صورت: قتل شبہ عمد اور قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جزج)

تیسری صورت: کسی شرعی وجہ سے کی بنا پر قصاص ساقط ہو جانے پر مثلاً یہ کہ مماثلت ممکن نہ ہو یا یہ کہ جنایت کا مرتکب باپ ہو اور جنایت کی زد میں آنے والا شخص اس کا بیٹا ہو یا مرتکب نابالغ یا پاگل ہو یا جنایت کا اثبات قسامہ کے ذریعے ہوا ہو جیسا کہ (مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز الف کے جز ۲) میں گزر چکا ہے

۲۔ دیت کی مقدار: حضرت صحابہ کرامؓ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دیت کی مقدار سو اونٹ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: دیت میں دس اونٹ دیئے جاتے تھے پھر سب سے پہلے عبدالمطلب نے قتل کی دیت سو اونٹ مقرر کر دی اور قریش نیز دیگر تمام عربوں نے یہی طریقہ جاری رکھا اور حضور ﷺ نے بھی اسے برقرار رہنے دیا (۷۴ب)

☆ اگر گائیں اور حلے (کپڑوں کے جوڑے) دیت میں دیئے جائیں تو ان میں سے ہر ایک کی تعداد دو سو ہوگی (۷۵)

☆ اگر سونا دیا جائے تو اس کی مقدار ایک ہزار مثقال یا ایک ہزار دینار ہوگی (۷۶) اگر چاندی دی جائے تو اس کی مقدار بارہ ہزار درہم ہوگی (۷۷) حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ بنی عدی کا ایک شخص قتل ہو گیا تھا حضور ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم مقرر فرما دی (۷۸)

ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جزج) غلام پر کی گئی جنایت کے اندر غلام کی قیمت آزاد شخص پر کی گئی جنایت کی دیت کے قائم مقام ہو جائے گی (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جزد)

۳۔ دیت کی تغلیظ: قتل شبہ عمد میں دیت کی تغلیظ ہو جاتی ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا کہ: لوگو، آگاہ ہو قتل خطا یعنی شبہ عمد کی دیت (یعنی ایسا قتل جو کوڑے اور ڈنڈے کے ذریعے وقوع پذیر ہوا ہو) سو اونٹ ہیں ان میں سے چالیس حاملہ ہوں (۷۸ب)

حرم کے اندر قتل کے ارتکاب پر بھی دیت میں تغلیظ کر دی جائے گی، اسی طرح اشہر حرم میں قتل کے ارتکاب پر اور ذی رحم کو قتل کر دینے کی صورت میں بھی دیت مغلظہ واجب ہوگی (۷۹) نافع بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص مکہ معظمہ میں شہر حرام کے اندر قتل ہو گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس کی دیت بارہ ہزار درہم ہے نیز شہر حرام (حرمت کے مہینے) کی بنا پر مزید چار ہزار اور بلد حرام (مکہ معظمہ) کی وجہ سے مزید چار ہزار ادا کیے جائیں گے (۸۰)

۴۔ دیت کی قسطیں: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر پوری دیت واجب ہو جائے تو متعلقہ لوگوں سے اس کی وصولی تین سالوں کے اندر قسطوں میں کی جائے گی اگر دیت کے دوتہائی حصے یا نصف حصہ واجب ہوا ہو تو اسے دو سالوں کے اندر قسطوں میں وصول کیا جائے گا۔ لیکن اگر دیت کا تہائی حصہ یا اس سے کم واجب ہوا ہو تو اس کی وصولی اسی سال کی جائے گی۔ دیت عمد، دیت شبہ عمد اور دیت خطا کے درمیان درج بالا حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ تنویر المقیاس میں مذکور ہے کہ اگر دیت پوری ہو تو اس کی قسطیں تین سال کے اعتبار سے ہوں گی بشرطیکہ قصاص معاف کر دیا گیا ہو۔ اگر دیت کا دوتہائی حصہ یا نصف حصہ واجب ہوا ہو تو اس کی قسطیں دو سال کے اعتبار سے کی جائیں گی اور اگر دیت کا تہائی حصہ واجب ہوا ہو تو اس کی وصولی اسی سال کر لی جائے گی (۸۱)

۵۔ دیت کی ادائیگی کون کرے گا: صحابہ کرامؓ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر جنایت کے مرتکب یعنی قاتل نے مقتول کے اولیاء کے ساتھ دیت پر مصالحت کر لی ہو تو اس صورت میں دیت کی ادائیگی اس کے اپنے مال سے واجب ہوگی اور اس ادائیگی میں کوئی اور شخص شریک نہیں ہوگا۔ جس طرح غلام پر جنایت کا تاوان ادا کرنے میں بھی اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ غلام مال ہوتا ہے اور اموال کے اتلاف کا تاوان اتلاف کرنیوالے کے مال میں واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر جنایت کنندہ جنایت کا اعتراف و اقرار کر لے تو اس کے تاوان کی ادائیگی میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا مثلاً ایک شخص قتل خطا یا قتل شبہ عمد کا اعتراف کر لے۔ اسی کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: عاقلہ کو (قاتل کے وہ مذکر رشتہ دار جو اس کے باپ کی طرف سے ہوں) نہ تو عمد کا بوجھ اٹھانا پڑے گا نہ ہی عبد یعنی غلام کا، نہ ہی صلح کا اور نہ ہی اعتراف کا (۸۲) ان کے علاوہ قتل خطا اور قتل شبہ عمد کی جتنی دیات ہیں وہ قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوں گی اور ان

سے تین سالوں کے اندر قسطوں میں وصول کی جائیں گی (۸۳)

ج۔ کفارہ:

قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں بالاتفاق کفارہ واجب ہوتا ہے سلیمان المزنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے فتویٰ پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو لٹکا دیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ حالانکہ اس نے اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ مسلسل روزے رکھے (۸۴) اس نص سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو گئی کہ ایک غلام آزاد کرنا قتل کا کفارہ ہے۔ مذکورہ غلام کے اندر یہ بھی شرط ہے کہ وہ مومن ہو کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۹۲ میں ارشاد باری ہے (فتحریر رقبة مومنة ایک مومن کو غلامی سے چھڑانا) آزاد کئے جانے والے غلام کے اندر ایمان کی شرط کی بنا پر حضرت ابن عباسؓ کفارۂ قتل میں نابالغ غلام آزاد کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے اور (رقبة مومنة) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایسا غلام جسے ایمان کی سمجھ آ گئی ہو اور وہ نماز روزہ کرتا ہو یعنی وہ بالغ ہو (۸۵) اگر مطلوبہ غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے (۸۶)

د۔ میراث سے قاتل کی محرومی:

قاتل اپنے مقتول سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جزد کا جزء ۲)

جنون (دیوانگی، پاگل پن)

۱۔ تعریف:

کسی آفت یعنی بیماری وغیرہ کی وجہ سے عقل کا بالکلیہ زائل ہو جانا جنون کہلاتا ہے

۲۔ جنون کے اثرات:

☆ دیوانگی کی وجہ سے شریعت کی طرف سے مقررہ کردہ تمام جسمانی ذمہ داریاں (فرائض) مثلاً نماز، روزہ اور حج وغیرہ ساقط ہو جاتی ہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶ کا جزب)

☆ جسمانی سزائیں مثلاً حد اور قصاص بھی ساقط ہو جاتی ہیں (دیکھئے مادہ حد نمبر۴ کا جز الف) ان مسائل پر سب کا اجماع ہے اور کوئی اختلاف نہیں اس کی وجہ سے تمام قولی تصرفات معطل ہو جاتے ہیں خواہ یہ تصرفات عقود کی شکل میں ہوں یا فسخ کی صورتوں میں یا اقرار ہوں۔ یہ بھی اجماعی مسئلہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: دیوانے اور مجبور (اکراہ کی زد میں آنے والے) کی دی ہوئی طلاق طلاق نہیں ہوتی (۸۷) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۴ کا جز الف) نیز (مادہ وصیۃ نمبر۴ کا جز الف)

نیز (مادہ بیع نمبر۲ کے جز ج کا جز۲)

دیوانگی کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر۷ کا جز ب)

جنین (ماں کے رحم میں موجود بچہ)

۱۔ تعریف: حمل جب تک ماں کے پیٹ میں رہے جنین کہلاتا ہے

۲۔ جنین کے احکام:

جنین پر کی گئی جنایت (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جز واؤ)

اگر مادہ جانور کو ذبح کر دیا گیا ہو اور پھر اس کے پیٹ سے مردہ بچہ برآمد ہو تو اسے کھا لینے کی اباحت ہے (دیکھیے مادہ ذبح نمبر۳) نیز (مادہ طعام نمبر۲ کے جز ب کا جز۲) جنین کی وراثت (دیکھئے مادہ ارث نمبر۳ کے جز ب کے جز ا کا جز ج)

جہاد (جہاد کرنا)

۱۔ تعریف: اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر میدان جنگ میں کافر دشمن کے خلاف قتال کرنا جہاد کہلاتا ہے۔

۲۔ امن اور جنگ کے اعتبار سے دیگر ممالک کے بارے میں اسلامی حکومت کا موقف: مسلمان ان کافروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے پابند کر دئے گئے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی تھی اور نہ ہی ان کے کسی حق پر دست درازی کی تھی۔ تاکہ اس طرز عمل سے ایک طرف ان کافروں کی تالیف قلب ہو جائے اور دوسری طرف مسلمان ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ اس بارے میں کئی آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے ایک آیت سورۂ ممتحنہ میں مذکور

ہے (لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تمھارے خلاف جنگ نہیں کی اور نہ ہی تمہیں اپنے گھروں سے نکالا اللہ تمہیں ان کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف سے پیش آنے سے نہیں روکتا بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے) لیکن جب کافروں کی دشمنی کو منجمد کرنے ان کی دوستی اور انکا خلوص حاصل کرنے کے بارے میں مایوسی پیدا ہوگئی اور عملی طور پر واضح ہوگیا کہ اسلامی حکومت کے لیے ان دلوں میں دوستی اور اخلاص پیدا ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے بار بار توڑے دوسری طرف اسلام میں اتنی قوت پیدا ہوگئی کہ وہ کافروں کی اٹھی ہوئی تلواریں توڑ کر رکھ دیں تو اسلام اور مشرکین عرب کے درمیان طے شدہ ہر عہد کو ٹھکرا دینے کا اعلان کر دیا گیا اور سورۂ براءۃ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ جن کا ترجمہ درج ذیل ہے (اعلان برات ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کئے تھے۔ پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ کہ اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے۔

اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج کے بڑے دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ اب اگر تم لوگ توبہ کرلو تو تمھارے ہی لیے بہتر ہے اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوف سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اے نبی انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوش خبری سنا دو، بجز ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کئے پھر انہوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمھارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدتِ معاہدہ تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے

پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑ و اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمھارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے اس کے مامن

تک پہنچادو۔ یہ اس لیے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

ان مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد آخر کیسے ہوسکتا ہے بجز ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا، تو جب تک وہ تمھارے ساتھ سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو کیونکہ اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔ مگر ان کے سوا دوسرے مشرکین کے ساتھ کوئی عہد کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ تم پر قابو پا جائیں تو نہ تمھارے معاملہ میں کسی قرابت کا لحاظ کریں نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا۔ وہ اپنی زبانوں سے تم کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کر لی پھر اللہ کے راستے میں سد راہ بن کر کھڑے ہو گئے، بہت برے کرتوت تھے جو یہ کرتے رہے۔ کسی مومن کے معاملہ میں نہ تو قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کی ذمہ داری کا اور زیادتی ہمیشہ انہی کی طرف سے ہوئی ہے۔ پس اگر اب یہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں اور جاننے والوں کے لیے ہم اپنے احکام واضح کیے دیتے ہیں)(۸۸)

اس طرح بقول حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے سامنے مشرکین کی دو واضح قسمیں بن گئیں۔ پہلی قسم عرب کے برسر پیکار مشرکین کی تھی جو مسلمانوں سے قتال کرتے اور مسلمان ان سے قتال کرتے۔ دوسری قسم ان کے سوا دیگر مشرکین کی تھی جن کے ساتھ معاہدے تھے، ان کے خلاف نہ تو مسلمان تلوار اٹھاتے اور نہ ہی یہ مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہوتے اگر اہل عرب کی کوئی عورت ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آجاتی تو جب تک حیض گزار کر پاک نہ ہو جاتی اسے پیغام نکاح نہ دیا جاتا۔ پاک ہو جانے کے بعد اس کے لیے نکاح کرنا حلال ہو جاتا۔ اگر نکاح سے پہلے اس کا شوہر بھی ہجرت کر کے آجاتا تو اسے اس کے حوالے کر دیا جاتا۔ ان کا کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آجاتی تو دونوں آزاد شمار ہوتے اور انہیں وہی حقوق حاصل ہو جاتے جو ہجرت کر کے آنے والوں کو حاصل ہونے۔ اگر معاہدہ والے مشرکین کا کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آجاتی تو ایسے غلاموں اور لونڈیوں کو واپس نہ کیا جاتا بلکہ ان کی قیمتیں واپس کر دی جاتیں (۸۹)

۳۔ جہاد کے لیے تیار رہنا: مسلمانوں پر یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ وہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے

ہمیشہ تیاری کی حالت میں رہیں کیونکہ سورۂ انفال آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد باری ہے (واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم اور تم لوگ جہاں تک تمھارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھوتا کہ اس کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ کردو) اس لیے کہ ایک جنگ میں شکست بعض دفعہ ایک حکومت کے ختم ہو جانے یا ایک بھلائی کے جڑ سے اکھڑ جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ چونکہ جنگ کی تیاری کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے مال خرچ کرنا واجب ہے اور اس سلسلے میں بخل سے کام لینے کا مطلب ہلاکت ہے اس لیے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس مد میں اپنا مال خرچ کرے خواہ اس کی مقدار قلیل کیوں نہ ہو حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ کہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر اس کے پاس چوڑے پھل کا صرف ایک تیر ہو تو وہ اسے بھی اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے لگا دے اس لیے کہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۵ میں ارشاد باری ہے (ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو)[۹۰] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت جہاد بالنفس کے بارے میں ہے نیز یہ کہ کسی مسلمان کے لیے اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنا جائز نہیں ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ خبردار کرتے ہیں کہ یہ آیت جہاد بالمال کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ آپ نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا: یہ آیت قتال کے بارے میں نہیں ہے بلکہ نفقہ کے بارے میں ہے یعنی یہ کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کے اندر مال خرچ کرنے سے اپنا ہاتھ نہ روکو[۹۱]

جہاد کے اندر مال زکوٰۃ صرف کرنا (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کا جزد)

۴۔ جہاد کا حکم: جب ابتداء میں جہاد فرض کیا گیا تو یہ فرض عین تھا یعنی ہر فرد کے لیے اس میں حصہ لینا ضروری تھا۔ اس بارے میں بہت سی آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے ایک آیت سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۱ ہے (انفروا خفافا وثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ۔ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون نکل پڑو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر تمہیں معلوم ہو سکے تو یہ بات تمھارے لیے بہتر ہے) اسی طرح

مذکورہ سورت کی آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد باری ہے (الا تنفرو ا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیر کم و لا تضروہ شیا و اللہ علی کل شیء قدیر اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمھاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا اور تم خدا کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے اللہ ہر چیز پر قادر ہے) نیز اسی سورت کی آیت نمبر ۱۲۰ میں ارشاد ہے (ما کان لا ھل المدینة ومن حولھم من الا عراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسه مدینے کے باشندوں اور گردونواح کے بدویوں کو ہرگز یہ زیبا نہ تھا کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور اس کی طرف سے بے پرواہ ہو کر اپنے اپنے نفس کی فکر میں لگ جاتے)

لیکن جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور سب کا جہاد کے لیے نکل پڑنا ضروری نہ رہا تو مذکورہ بالا حکم منسوخ ہوگیا اور جہاد فرض کفایہ قرار دے دیا گیا یعنی اگر مسلمانوں میں سے بعض لوگ جہاد کا فریضہ ادا کر لیتے تو باقیوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا۔ اس حکم کا ناسخ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ میں یہ ارشاد باری ہے (وما کان المومنون لینفروا کافة فلو لا نفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذر وا قومھم اذا رجعو االیھم لعلھم یحذرون یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تا کہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے)[۹۲] البتہ عام لام بندی کی صورت میں جہاد کا فرض عین ہو جانا باقی رہا[۹۳]

۵۔ خلوص نیت کے ساتھ فاسق امیر کے ساتھ جہاد پر جانا: جہاد کے اندر خلوص نیت بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ دو افراد میدان جنگ میں آگے بڑھ جاتے ہیں اور جنگ کے اندر ایک کی کارکردگی دوسرے کی کارکردگی سے کسی طرح کم نہیں ہوتی اس کے باوجود ان میں سے ایک جہنم میں جاتا ہے اور دوسرا جنت میں۔ اس لیے کہ جنگ کے اندر پہلے شخص کی نیت میں اخلاص نہیں تھا وہ اللہ کی رضا کی خاطر نبرد آزما نہیں ہوا تھا بلکہ صرف بہادر اور جری کہلانے کے لیے اس نے ایسا کیا تھا جب کہ دوسرے شخص نے جنگ کے اندر اللہ کی خاطر اپنی نیت خالص رکھی تھی اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگائی تھی حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ

سے روایت کی ہے کہ آپ ؐ نے فتح مکہ کے موقعہ پر فرمایا: فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں لیکن جہاد اور اخلاص نیت ہے، اور جب تم سے نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل پڑو (۹۴)

چونکہ جہاد کا ثواب اخلاص نیت کے ساتھ مربوط ہے اس لیے کہ ایک عام سپاہی کی نیت اس کے قائد کی نیت سے مختلف ہوسکتی ہے، قائد کی جنگ ملک و مال یا کسی اور غرض کے لیے ہوسکتی ہے جب کہ عام سپاہی اعلاء کلمتہ اللہ کی خاطر اپنی جان کی بازی لگائے ہوتا ہے ایسی صورت کے اندر ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ دیا جائے گا یعنی قائد کو تو جہاد سے کچھ حاصل نہیں ہوگا جب کہ عام سپاہی کے جہاد کا ثواب اسے جنت کی شکل میں مل جائے گا۔ بنا بریں کسی سپاہی کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ امیر لشکر کی نیت میں فتور کی وجہ سے جہاد سے باز رہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ ہم لوگ ان امرائے لشکر کے ساتھ جہاد پر نکلتے ہیں جب کہ یہ لوگ دنیا کی طلب میں جنگ کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا تم آخرت میں ملنے والے اپنے حصے کی بنا پر جہاد کرتے رہو (۹۵)

۶۔ سمندر میں جہاد: سمندری سفر قدیم سے بہت سے خطرات سے گھرا چلا آ رہا تھا کیونکہ ایک طرف تو عربوں کو سمندری سفر کا تجربہ بہت کم تھا اور دوسری طرف سمندری سفر کے وسائل اس زمانے میں بہت دقیانوسی ہوتے تھے۔ بنا بریں بعض صحابہ کرامؓ پر امن سفر کے طور پر بھی سمندری سفر کو ناجائز تصور کرتے تھے یہ حضرات جہاد کے لیے بھی سمندری سفر کو مکروہ خیال کرتے تھے لیکن حضرت ابن عباسؓ صحابہ کرام کے ایک گروہ کے ہمنوا ہو کر ان حضرات سے اس بارے میں اختلاف کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی اس سلسلے میں دلیل شاید یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لیے جو کچھ مقدر کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا نیز یہ کہ جہاد کی بنیاد ہی خطرات میں اپنے آپ کو ڈالنا ہے۔ اس لیے آپ نے ایک سمندری مہم میں شرکت سے کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ ایک سمندری مہم پر گئے تھے اور میں آپ کے ساتھ تھا (۹۶)

۷۔ جہاد کے اندر عورت کی شرکت: حضرت ابن عباسؓ جہاد کے اندر عورت کی شرکت کی اباحت کے قائل تھے۔ اگر عورت جہاد میں شریک ہو تو وہ ایسے کام سرانجام دے جو اس کی استعداد اور طاقت سے مناسبت رکھتے ہوں مثلاً زخمیوں کی مرہم پٹی اور معذوروں کی دیکھ بھال وغیرہ۔ نجدہ حروری نے حضرت ابن زبیرؓ کے زمانے میں ہونے والی خانہ جنگی کے دوران حضرت ابن عباسؓ سے تحریر

ی طور پر پانچ باتیں پوچھیں۔ آپ نے فرمایا: اگر میں علم کو چھپا کر رکھنے والا ہوتا تو اسے کبھی بھی جواب نہ لکھتا نجدہ نے آپ کو لکھا: حمد وصلوۃ کے بعد، ابن عباسؓ آپ مجھے بتائیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو بھی جنگ میں لے جاتے تھے؟ کیا آپؐ مال غنیمت کے اندر عورتوں کا حصہ بھی رکھتے تھے؟ کیا آپؐ بچوں کو قتل کر دیتے تھے؟ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ اور پانچواں حصہ کس کا ہوتا ہے؟

حضرت ابن عباسؓ نے اسے جواب لکھا تمھارے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ عورتوں کو جہاد پر لے جایا کرتے تھے وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور مال غنیمت سے انہیں کچھ نہ کچھ مل جاتا۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے کبھی کوئی حصہ مقرر نہیں کیا، جہاں تک بچوں کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو حضور ﷺ کبھی ایسا نہ کرتے، اس لیے تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا۔ تم نے مجھے پوچھا ہے کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ تو مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ ایک شخص کی داڑھی آجاتی ہے لیکن وہ اپنا حق وصول کرنے اور دوسروں کا حق دینے میں ناسمجھ اور کمزور ہوتا ہے۔ اگر یتیم کو اپنا حق اس طریقے سے وصول کرنا آجائے جس طریقے سے دوسرے لوگ وصول کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ اس کی یتیمی کا دور ختم ہو گیا ہم نے پوچھا ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ کس کا ہے یہ پانچواں حصہ ہمارا ہے لیکن ہماری قوم نے اسے لینے سے ہمیں روک دیا (۹۷)

۸۔ جنگ کے اندر کس قسم کے لوگوں کو قتل کرنا جائز نہیں: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے کسی ایسے شخص کو قتل کرنا جائز نہیں جو مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے نہ ان کے خلاف اکسائے نہ ہی جاری جنگ کے اندر اس کی رائے شامل ہو۔ عام طور پر ایسے لوگ یہ ہوتے ہیں بچے، عورتیں، بوڑھے، اور گرجوں وغیرہ عبادت گاہوں میں مصروف عبادت لوگ۔ آپ نے قول باری (ولا تعتدوا اور زیادتی نہ کرو) کی تفسیر میں فرمایا: عورتوں بچوں نیز بوڑھوں اور ایسے افراد کو قتل نہ کرو جو جنگ سے اپنا ہاتھ روک کر تمہیں صلح کی پیشکش کریں۔ اگر تم نے ایسے لوگوں کو قتل کیا تو تم اعتداء یعنی زیادتی کے مرتکب قرار پاؤ گے (۹۸) مذکورہ بالا قرآنی فقرہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۰ کا جز ہے ارشاد باری ہے (**وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ ان اللہ لا یحب المعتدین** اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) حضرت ابن عباسؓ نجدہ حروری کو جو فرمایا تھا اس کا

ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ بچوں کو کبھی قتل نہ کرتے اس لیے تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا

۹۔ جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا: جہاد کے اندر سب سے پہلی صورت یہ تھی کہ ایک مسلمان مجاہد کو دس کافروں کے سامنے ڈٹ جانے کا حکم تھا اور اسے ان کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ اگر وہ ایسا کرتا تو گنہگار ہوتا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار پاتا۔ مسلمانوں پر یہ ایک بڑا بوجھ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے تخفیف کا حکم نازل فرمایا اور ایک پر مسلمان دو کافروں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا واجب کر دیا۔ اسے ان دو کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر وہ ایسا کرتا تو کبیرہ گناہ کا مرتکب قرار پاتا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ فرض کر دیا تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے اور راہ فرار اختیار نہ کرے مسلمان اس حکم پر عمل کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کا حکم نازل فرمایا اور سورۂ انفال آیت نمبر ۶۵ میں مذکورہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا اس ارشاد باری کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں سے ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ اچھا، اب اللہ نے تمھارا بوجھ ہلکا کر دیا اور اسے معلوم ہوا کہ ابھی تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں تو وہ دوسو پر اور ہزار ایسے ہوں تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں گے مگر اللہ انہی لوگوں کا ساتھ دیا کرتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں) اگر ایک مسلمان دو کافروں یا ایک کا مقابلہ کرتا اور فرار اختیار کرتا تو یہ گناہ کبیرہ ہوتا اور اگر تین سے مقابلہ ہوتا تو بھاگ جانے میں کوئی مضائقہ نہ ہوتا[۹۹] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص تین کافروں کے مقابلے سے بھاگ کھڑا ہوا اس نے گویا فرار اختیار نہیں کیا اور جو مسلمان دو کافروں کے مقابلے سے بھاگے اسے فرار ہونے والا قرار دیا جائے گا۔[۱۰۰] یعنی وہ فرار کا گناہ لے کر جائے گا۔ ہمیں یہ بات ضرور ذہن میں رکھنا چاہیے کہ حضرت ابن عباسؓ جب کہیں لا باس (کوئی مضائقہ نہیں) فرماتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اسے ترک کرنا اولیٰ ہے

۱۰۔ جہاد پر انعام اور معاوضہ لینا: جہاد کے اندر اصل تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے کیا جائے اس لیے کسی مسلمان کو جہاد پر اجرت یا انعام اور معاوضہ لینا جائز نہیں ہے جس طرح نماز کی صورت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جہاد پر انعام لینا حرام ہے[۱۰۱] لیکن اگر کوئی شخص معاوضہ یا انعام کی اس رقم سے ہتھیار یا سامانِ جنگ خرید لے تو اسے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر اس رقم سے کپڑے، بھیڑ بکریاں یا مویشی خرید لے تو پھر اسے لینا ممنوع ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے جب جہاد کی خاطر دیئے جانے والے انعامات اور معاوضوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس سے ہتھیار اور جنگ میں استعمال ہونے والے جانور خرید لو تو پھر کوئی حرج نہیں اور اگر اس کے ذریعے غلام یا لونڈی یا بھیڑ بکریاں خرید لو تو یہ کام فضول ہوگا[۱۰۲] (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز ب کا جز۳)

۱۱۔ سلب اور اس کے احکام (دیکھئے مادہ سلب)

مال غنیمت اور اس کے احکام (دیکھئے مادہ غنیمۃ)

صلح اور اس کے احکام (دیکھئے مادہ صلح)

میدان جنگ میں نماز کی ادائیگی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۵)

جہل (جہالت)

عقد کے کسی رکن مثلاً ثمن یا مبیع یا مدت کے بارے میں جہل اس عقد کو فاسد کر دیتا ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کا جز د، نمبر۳ کا جز الف اور نمبر۶) طلاق پانے والی عورت کا اس بات سے بے خبر اور جاہل ہونا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۵ کا جز ز)

جنایت کے مرتکب کا مجہول ہونا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کا جز ب)

جورب (جراب)

جرابوں پر مسح اسی طرح مشروع ہے جس طرح موزوں پر (دیکھئے مادہ خف) حضرت ابن عباسؓ جرابوں پر مسح کرتے تھے[۱۰۳]

حرف الجیم میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۶، المغنی ج ۴ ص ۲۶۹

۲۔ المحلی ج ۹ ص ۱۵۳، کنز العمال، ج ۵ ص ۸۲۰، احکام القرآن ج ۱ ص ۷۱، شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۹۹

۳۔ عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۵۱، المجموع، ج ۹ ص ۷۰

۴۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۹۹

۵۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۵، عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۴

۶۔ عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۴

۷۔ عبد الرزاق ج ۶ ص ۹۱

۸۔ عبد الرزاق ج ۶ ص ۹۳ ج ۱۰ ص ۳۳۷، الاموال ص ۷۸

۹۔ بخاری، مسلم، نسائی، مالک فی الجمعۃ

۱۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۱ ب

۱۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۵

۱۲۔ نیل الاوطار ج ۴ ص ۳۳۶

۱۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۱ ب، البخاری فی الجمعۃ باب الدھن للجمعۃ، مسلم فی الجمعۃ باب الطیب والسواک، یوم الجمعۃ ابوداؤد فی الطھارۃ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ

۱۴۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۴۳، کنز العمال ج ۸ ص ۳۸

۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۷ ب

۱۶۔ عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۱۰

۱۷۔ المحلی ج ۲ ص ۹

۱۸۔ عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۹۷، المحلی ج ۲ ص ۱۰

۱۸ اب۔ عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۰۳

۱۹۔ حوالہ درج بالا

۲۰۔ عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۹۷

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۸۳ المحلی ج ۲ ص ۱۰

۲۲۔ عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۰۳

۲۳۔ المحلی ج ۵ ص ۸۱ ج ۹ ص ۲۷

۲۴۔ معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۴۰، ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۳۰ ب، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۸۷، کنز العمال، ج ۹ ص

۵۶۷، المغنی ج اص ۲۱۲، سنن دارمی ج اص ۲۴۱

۲۵۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۴۰۹

۲۶۔ معرفۃ السنن والآثار ج اص ۴۳۹، عبدالرزاق ج اص ۳۶۶

۲۷۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۲

۲۸۔ عبدالرزاق ج اص ۱۲۴

۲۹۔ المغنی ج ۳ص ۱۲۷، المجموع ج ۲ص ۳۴۵، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۳۷

۳۰۔ کنز العمال ج ۱۵ص ۱۴۹۴ المجموع ج اص ۱۷۱

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳

۳۲۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۶۳، سنن بیہقی ج ۲ص ۴۴۳، المغنی ج اص ۱۱۴۵ المجموع ج ۲ص ۱۷۳

۳۳۔ تفسیر طبری، ج ۵ص ۶۳، تنویر المقیاس ص ۷۰

۳۴۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۶۲

۳۵۔ احکام القرآن ج ۲ص ۲۰۴،۲۰۳ المغنی ج اص ۱۴۶

۳۶۔ المغنی ج اص ۱۴۴، المجموع ج ۲ص ۱۷۲

۳۷۔ المحلی ج اص ۷۹

۳۸۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۳۱۰

۳۹۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۱۳۷، سنن بیہقی، ج ۸ص ۱۵، المغنی ج ۷ص ۶۳۶

۴۰۔ المحلی ج ۱۱ص ۱۴

۴۱۔ سنن بیہقی ج ۸ص ۱۰۵

۴۲۔ المغنی ج ۷ص ۶۷۲،۶۷۱

۴۳۔ عبدالرزاق ج ۹ص ۴۷۹، کنز العمال، ج ۱۵ص ۸۶

۴۴۔ احکام القرآن ج اص ۱۴۴

۴۵۔ کشف الغمۃ ج ۲ص ۱۴۰، کنز العمال، ج ۱۵ص ۹۰

۴۶۔ المغنی ج ۸ص ۷۷

۴۷۔ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۱۲

۴۸۔ البخاری فی فضائل الصحابۃ باب ایام الجاھلیۃ، النسائی فی القسامۃ، المحلی ج ۱۱ص ۷۸

۴۹۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۱۶۸، سنن بیہقی ج ۸ص ۲۴

۵۰۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۱۳۰، احکام القرآن ج ۲ص ۲۴۰

۵۱۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۱۳۱، المغنی ج ۷ص ۶۵۲

۵۲۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۱، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۴۴
۵۳۔ الترمذی فی الدیات نمبر ۱۴۰۴
۵۴۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۶۸
۵۵۔ المغنی ج ۷ ص ۲۶۰
۵۶۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۵
۵۷۔ المغنی ج ۸ ص ۶۱
۵۸۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۷
۵۹۔ ابوداؤد فی الدیات، النسائی، فی القسامۃ الترمذی فی البیوع، باب المکاتب اذا کان عندہ مایؤدی
۶۰۔ المغنی ج ۷ ص ۸۱۱
۶۱۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۴۱
۶۲۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۲۱
۶۲ب۔ کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۰۸
۶۳۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۱۹
۶۴۔ المغنی ج ۸ ص ۳۵، المحلی ج ۱۰ ص ۴۳۷
۶۵۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۹۳، المحلی ج ۱۰ ص ۴۴۵
۶۶۔ المغنی ج ۸ ص ۲۱
۶۷۔ الموطا ج ۲ ص ۸۶۱، عبدالرزاق، ج ۹ ص ۳۴۵، سنن بیہقی ج ۸ ص ۹۰، المحلی ج ۱۰ ص ۴۱۳
۶۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۳
۶۹۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۸۶
۷۰۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۰۴، احکام القرآن، ج ۲ ص ۲۱، المغنی ج ۸ ص ۲۳۹
۷۱۔ حوالہ درج بالا، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۴۲
۷۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵ ب، ۱۳۶
۷۳۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۸۵، سنن بیہقی ج ۸ ص ۵۱، المحلی ج ۱۰ ص ۳۶۱، ۳۶۲، ۴۶۳ احکام القرآن ج ۱ ص ۱۵۱، المغنی ج ۷ ص ۷۵۲
۷۴۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۴۱، المحلی ج ۱۰ ص ۴۷۲
۷۴۔ ب کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۲۹
۷۵۔ المغنی ج ۷ ص ۷۶۰
۷۶۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۱۹، المغنی ج ۷ ص ۷۶۰

۷۷۔ المحلی ج ۱۰ص ۳۹۷، المغنی ج ۷ص ۷۷۳

۷۸۔ ابوداؤد، الترمذی فی الدیات، النسائی فی القسامۃ

۷۸ب۔ ابوداؤد فی الدیات، النسائی فی القسامۃ، ابن ماجۃ فی الدیات

۷۹۔ المغنی ج ۷ص ۷۷۲

۸۰۔ المحلی ج ۱۰ص ۳۹۷، المغنی ج ۷ص ۷۷۳

۸۱۔ تنویر المقیاس ص ۴۴

۸۲۔ احکام القرآن ج ۱ص ۱۵۸، سنن بیہقی، ج ۸ص ۱۰۴، المغنی ج ۷ص ۷۷۵، ۷۷۶

۸۳۔ المغنی ج ۷ص ۷۶۷

۸۴۔ سنن بیہقی ج ۸ص ۳۷

۸۵۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۱۲۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۵۳۴، احکام القرآن ج ۲ص ۲۲۷

۸۶۔ تفسیر طبری ج ۵ص ۱۳۰

۸۷۔ البخاری فی الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق

۸۸۔ احکام القرآن ج ۲ص ۲۲۰، ۲۲۱

۸۹۔ البخاری فی الطلاق باب نکاح من اسلم من المشرکات، سنن بیہقی ج ۷ص ۱۸۷

۹۰۔ سنن بیہقی ج ۹ص ۴۵

۹۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۲۲۹، تنویر المقیاس ص ۲۷

۹۲۔ احکام القرآن ج ۳ص ۱۲، ۱۳، المغنی ج ۸ص ۳۴۶

۹۳۔ تنویر المقیاس ص ۲۹

۹۴۔ البخاری فی الجھاد باب فضل الجھاد، مسلم فی الامارۃ باب المبایعۃ بعد الفتح، الترمذی فی السیر باب ماجاء فی الھجرۃ، النسائی فی الجھاد باب الاختلاف فی انقطاع الھجرۃ، ابوداؤد، فی الجھاد باب الھجرۃ ھل انقطعت

۹۵۔ مصنف عبدالرزاق ج ۵ص ۲۷۹

۹۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۶۱ ب

۹۷۔ مسلم فی الجھاد باب النساء الغازیات یرضخ لھن الترمذی فی السیر باب من یعطی من الفئ ابوداؤد فی الجھاد باب المراۃ والعبد یحذیان من الغنیمۃ سنن بیہقی ج ۶ص ۳۳۲

۹۸۔ تفسیر طبری ج ۲ص ۱۱۰، المغنی ج ۸ص ۴۷۷

۹۹۔ عبدالرزاق ج ۵ص ۲۵۲، تفسیر طبری ج ۱۰ص ۲۷، سنن بیہقی ج ۹ص ۷۶

۱۰۰۔ سنن بیہقی ج ۹ص ۷۶، احکام القرآن ج ۳ص ۷۰، سنن سعید بن منصور ج ۳ص ۲۲۴۱۲، المحلی ج ۷ص ۲۹۲

۱۰۱۔ سنن بیہقی ج ۶ص ۱۲

۱۰۲۔ عبدالرزاق ج۵ص۲۳۱،سنن بیہقی ج۹ص۲۷شرح السیر الکبیرج۱ص۱۳۸

۱۰۳۔ نیل الاوطارج۱ص۲۲۶

حرف الحاء

حاجة (ضرورت)

ضرورت کی بنا پر رخصت (دیکھئے مادہ رخصۃ نمبر۲ کا جز الف)

حامل (حاملہ عورت)

۱۔ تعریف: حامل سے وہ عورت مراد ہے جس کے پیٹ میں بچہ ہو جو ابھی پیدا نہ ہوا ہو

۲۔ حاملہ کے احکام

الف۔ حاملہ کا روزہ: اگر حاملہ کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو رمضان کے روزے نہ رکھنے کی اسے رخصت حاصل ہوگی۔ اگر وہ روزے نہ رکھے تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی بلکہ فدیہ لازم ہو گا۔ فدیہ یہ ہے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے جس طرح انتہائی بوڑھے شخص کا مسئلہ ہے [۱] حضرت ابن عباسؓ کی ایک لونڈی حاملہ تھی کہ رمضان کا مہینہ آ گیا آپ نے اسے روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: تم اس بوڑھے کی مانند ہو جس میں روزہ رکھنے کی سکت نہیں ہوتی اس لیے روزہ نہ رکھو اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع (ایک پیمانے کا نام) گندم مسکین کو کھلا دو [۲] اس بارے میں یہی روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی محفوظ روایت ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق اگر حاملہ عورت رمضان کے روزے چھوڑ دے تو وہ ان کی قضا کرے گی، فدیے کے طور پر کھانا نہیں کھلائے گی [۳] (دیکھئے مادہ صیام نمبر۹ کا جز د)

ب۔ حاملہ عورت کی عدت (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کے جز ج کا جز ۵، نمبر۵ کے جز ب کا جز ۲) اور اس کی رجعت (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر۲ کا جز ب)

ج۔ عدت گزارنے والی حاملہ عورت کا نفقہ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کے جز د کا جز ۱، اور جز ۳، نمبر۵ کے جز د کا جز ۱ اور جز ۳) نیز (مادہ نفقۃ نمبر۲)

د۔ حاملہ جانور کی ذبح اس کے پیٹ میں موجود جنین کی بھی حکما ذبح ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۳ کا

جز الف)

۳۔ نیز دیکھئے مادہ حمل

حبس (قید کردینا)

آزاد شخص کو فروخت کرنے والے کو قید کی سزا دی جائے گی (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر۴ کا جز ب) نیز (مادہ سرقہ نمبر۴ کا جز الف)

مسلمان باغیوں کو قید میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ بغاوت سے توبہ کرلیں (دیکھے مادہ بغی نمبر۳)

حج (حج)

ہم اس موضوع پر درج ذیل نقاط کے تحت گفتگو کریں گے

۱۔ حج کے احکام کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا علم

۲۔ اس کا وجوب علی الفور

۳۔ حج کے قصد سے نکلنا

۴۔ پیدل حج

۵۔ حج نذر اور حج فرض کا یکجا ہو جانا

۶۔ حج کے وجوب کی شرطیں

۷۔ حج کے جواز کی شرطیں

۸۔ غیر کی طرف سے حج یعنی حج بدل

۹۔ موت کی بنا پر حج کا عدم سقوط

۱۰۔ حج کی نیت

۱۱۔ حج کا احرام

۱۲۔ حج کی قسمیں

۱۳۔ تلبیہ۔
۱۴۔ حج فوت ہو جانا
۱۵۔ حج میں کمائی کرنا
۱۶۔ کعبہ پر نظر پڑنے کے موقعہ پر دعا
۱۷۔ طواف قدوم
۱۸۔ سنت طواف کی نماز
۱۹۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی
۲۰۔ منیٰ کو روانگی
۲۱۔ وقوف عرفہ
۲۲۔ مزدلفہ میں رات گزارنا
۲۳۔ محسر کی وادی میں تیز رفتاری سے گزر جانا
۲۴۔ جمرۂ عقبہ کی رمی
۲۵۔ ہدی ذبح کرنا
۲۶۔ احرام کھلنے کا پہلا مرحلہ
۲۷۔ طواف افاضہ
۲۸۔ منیٰ میں رات گزارنا
۲۹۔ رمی جمار
۳۰۔ تحصیب
۳۱۔ طواف وداع
۳۲۔ مناسک میں کسی نسک کی تقدیم یا تاخیر یا اس کا ترک
۳۳۔ جرمانہ ادا کرنے کی جگہ
۳۴۔ دخول کعبہ
۳۵۔ حج فاسد کر دینا

۳۶۔ حاجیوں کا استقبال اور ان کے حق میں دعا

۱۔ حج کے احکام کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا علم:

ایک دن ایسا بھی آگیا کہ حضرت ابن عباسؓ حج کے احکام کے بارے میں سب سے بڑے عالم قرار پائے۔ اس کی گواہی ام المومنین حضرت عائشہؓ نے یہ فرما کر دی کہ زندہ رہ جانے والوں میں ابن عباسؓ حج کے احکام سب سے زیادہ جاننے والے ہیں (۴)

۲۔ حج کا علی الفور وجوب:

حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ حج کی قدرت رکھنے والے پر اس کا علی الفور وجوب ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص حج کا ارادہ کرے اسے اس سلسلے میں تعجیل سے کام لینا چاہیئے (۵) ابن قدامہ نے المغنی کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے (۶) لیکن نووی نے المجموع کے اندر آپ سے اس کے خلاف قول نقل کیا ہے کہ حج کا وجوب علی التراخی ہوتا ہے (۷) تاہم ابن قدامہ کی روایت ہی درست معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ حج کے قصد سے نکل پڑنا:

شعرانی نے کشف الغمۃ کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ زیادہ ثواب والا اور زیادہ تام وہ حج ہے جس کے لیے ایک مسلمان ارادہ اور قصد کر کے نکلے۔ اگر وہ تجارت یا ضرورت کے تحت گھر سے نکلے اور جب مکہ کے قریب پہنچ جائے تو حج کا ارادہ بھی کر لے تو اس کا یہ حج درست ہو جائے گا لیکن حج کی تام صورت یہ ہے کہ وہ صرف حج کے ارادے سے گھر سے چلے کسی اور ارادے سے نہ چلے (۸) ابن کثیر نے آپ سے روایت کی ہے کہ حج کی تام صورت یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے ہی اس کا احرام باندھ لو، یعنی اس جگہ سے جہاں سے تم حج کے لیے نکلو (۹)

۴۔ پیدل حج:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کو پیدل سفر کی قدرت ہو تو اس کا حج کے لیے پیدل

جانا سوار ہو کر جانے سے افضل ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج آیت نمبر ۲۷ میں پیدل سفر کو سواری کے ذریعے سفر پر مقدم کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔(واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاً وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ تمھارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں) حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: مجھے کسی بات کا افسوس نہیں بس مجھے صرف اس بات کی تمنا رہی کہ میں پیدل حج پر جاتا کیونکہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے (یاتوک رجالا الخ)(۱۰)

۵۔ حج نذر اور حج فرض کا یکجا ہو جانا:

اگر کوئی شخص حج کرنے کی نذر مان لے جب کہ اس نے ابھی اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو اور پھر وہ حج کرے تو اس کا یہ حج مذکورہ بالا دونوں حج کی ادائیگی کے لیے کافی ہو جائے گا(۱۱) عکرمہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا اس کا ادا کردہ یہ حج اس کی نذر والے حج اور اس کے فرض حج کی ادائیگی کر دے گا اگر ایک شخص چار رکعت نماز پڑھنے کی نذر مان لے اور پھر عصر کی نماز ادا کرے تو تمھارا کیا خیال ہے کہ کیا اس کی یہ نماز عصر اور نذر کی نمازوں کے لیے کافی نہیں ہو جائے گی؟ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہی بات میں نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی کہی تھی جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا: تم نے ٹھیک کہا اور بہت اچھی بات کی(۱۲) ایک عورت حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئی جس نے حج کی نذر مانی تھی لیکن ابھی اس نے فرض حج ادا نہیں کیا تھا، پھر اس نے حج کر لیا اور آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم تم نے اس کی ادائیگی کر لی(۱۳) یعنی تم نے فرض حج ادا کر کے نذر کا حج بھی ادا کر لیا۔

۶۔ حج کے وجوب کی شرطیں:

الف۔ اسلام: غیر مسلم پر حج واجب نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ غیر مسلم افراد اسلام کے فرائض کے مخاطب شمار نہیں ہوتے، علاوہ ازیں غیر مسلموں پر حدود حرم میں داخلہ ممنوع ہوتا ہے جب کہ حج کے تمام مناسک حدود حرم کے اندر ادا کیے جاتے ہیں۔

ب۔ بالغ ہونا: نابالغ جب تک بالغ نہ ہو جائے اس پر حج کا وجوب نہیں ہوتا۔ اگر وہ نابالغ ہونے کی حالت میں حج کرے تو اس کا یہ حج فرض حج کے لیے کافی نہیں ہوگا بلکہ جب وہ بالغ ہوگا اس پر حج

فرض ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس بچے کو اس کے گھر والے بچپن میں حج کرا دیں اور پھر وہ بالغ ہو جائے تو اس پر بالغ شخص والا حج واجب ہو جائے گا[۱۴] اگر نابالغ کا ادا شدہ حج فرض حج کے لیے کافی نہیں ہوگا تو دیوانے کا کیا ہوا حج بطریق اولیٰ کافی نہیں ہوگا۔

ج۔ آزاد ہونا: غلام جب تک آزاد نہ ہو جائے اس پر حج کا وجوب نہیں ہوگا۔ اگر غلامی کے دوران کوئی فرد حج کر لے تو اس کا یہ حج فرض کے لیے کافی نہیں ہوگا۔ اگر وہ اس کے بعد آزاد ہو جائے تو اس پر حج کرنا لازم ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس غلام کو اس کے آقا نے حج کرا دیا اور پھر وہ آزاد ہو جائے تو اس پر حج لازم ہو جائے گا[۱۵] اگر غلام یا نابالغ حج کا احرام باندھ لے اور پھر یہ غلام یا نابالغ عرفات میں وقوف کے وقت یا اس سے پہلے آزاد یا بالغ ہو جائے تو اس کا یہ حج کافی ہو جائے گا اس لیے کہ فرائض حج میں سے کوئی فریضہ اس سے فوت نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وقوف عرفہ کے بعد وہ آزاد یا بالغ ہو جائے تو اس صورت میں اس کا یہ حج کافی نہیں ہوگا بلکہ اس پر دوسرا حج لازم ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر غلام کو عرفہ میں آزاد کر دیا جائے تو اس کا یہ حج اس کے لیے کافی ہو جائے گا لیکن اگر اسے مزدلفہ میں آزادی ملے تو پھر اس کا ادا کردہ یہ حج کافی نہیں ہوگا[۱۶]

د۔ استطاعت: اس کی چار قسمیں ہیں

(۱) مالی استطاعت: یہ استطاعت چند امور کے مجموعے سے عبارت ہے اول یہ کہ حج پر جانے والے کے پاس زادراہ ہو دوم حج سے واپس ہونے تک اپنے اہل وعیال کے اخراجات کا انتظام کر دے اور تیسرے یہ کہ اس کے پاس سواری کا بھی انتظام ہو جس کے ذریعے وہ حج کا سفر کرے اور حج سے وطن واپسی کا بھی سفر کرے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد باری ہے (من استطاع الیہ سبیلا جسے بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے وارد ہے کہ زاد اور راحلہ کے ذریعے سفر کرنا اور پہنچنا نیز اپنے اہل وعیال کے لیے اپنی واپسی تک کے اخراجات چھوڑ جانا اس کی استطاعت میں ہو[۱۷] حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا: جو شخص زادراہ اور سواری کا مالک ہو اس پر حج واجب ہے۔[۱۸] اس زمانے میں اس مقصد کے لیے تین سو درہم کافی ہوتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر ایک شخص تین سو درہم کا مالک ہو تو اس پر حج

واجب ہو جائے گا اور اس پر لونڈیاں حرام ہو جائیں گی [۱۹] یعنی ایسی صورت میں وہ آزاد عورت سے نکاح کرے، لونڈی سے نکاح نہ کرے (مترجم)

اگر اسے زکوۃ کے مال کے سوا کوئی اور مال میسر نہ ہو تو یہ مال حاصل کر کے اس سے حج کر لینا اس کے لیے جائز ہو گا۔ زکوۃ دینے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اسے حج کرنے کی خاطر زکوۃ کا مال دے (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کا جزد)

(۲) بدنی استطاعت: یہ استطاعت اس بات سے عبارت ہے کہ اتنی صحت ہو کہ مشقت میں پڑے بغیر اس کے لیے حج کی ادائیگی ممکن ہو۔ درج بالا آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: بندے کو جسمانی صحت حاصل ہو اور اس کے پاس زاد راہ اور سواری کی رقم موجود ہو اور اس سلسلے میں اسے کوئی مشقت اٹھانی نہ پڑے [۲۰]

(۳) ایسا مانع موجود نہ ہو جو اسے حرم تک پہنچنے اور مناسک ادا کرنے سے روک دے درج بالا آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سبیل سے مراد یہ ہے کہ زادراہ اور سواری کا انتظام ہو اور بیت اللہ اور اس کے درمیان کوئی شخص حائل نہ ہو [۲۱]

(۴) عورت کے لئے محرم کا وجود: اگر عورت کے ساتھ سفر حج پر جانے والا کوئی محرم نہ ہو تو یہ تصور ہو گا کہ اسے حج کی استطاعت حاصل نہیں ہے۔ اس لیے جب تک اسے ساتھ جانے کے لیے کوئی محرم میسر نہیں ہو گا اس پر حج واجب نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ عورت صرف محرم کے ہمراہ سفر کرے ایک شخص نے عرض کیا میری بیوی حج کے لیے نکلنے والی ہے میں نے فلاں غزوہ میں اتنی رقم حاصل کی ہے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: تم بھی جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو [۲۲]

(۵) طلاق یا وفات کی عدت گزارنے والی عورت حج کی استطاعت رکھنے والی شمار ہوتی ہے وہ حج پر جا سکتی ہے اگر چہ اس کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ عدت ختم ہو جانے پر وہ حج کے لیے نکلے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تین طلاق پانے والی عورتوں اور بیواؤں کے لیے اپنی عدت کے دوران حج کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں [۲۳] یہاں آپ نے لفظ لاباس استعمال کیا ہے یعنی ایسی صورت میں ترک حج اولیٰ ہو گا۔

۷۔ حج کے جواز کی شرطیں: یہ شرطیں درج ذیل ہیں

الف۔ ہجرت: حضور ﷺ کے عہد میں مسلمانوں پر ہجرت چونکہ فرض تھی اس لیے اگر اعرابی یعنی بدوی جب تک ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس نہ آ جاتا اس کا کیا ہوا حج کافی نہ ہوتا۔ اسی بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو اعرابی بھی حج کر لے اور پھر ہجرت کرے اس پر ایک اور حج کرنا لازم ہوگا (۲۴) آپ نے یہ بات حضور ﷺ سے مرفوعا روایت کی ہے۔

ب۔ احرام۔ اس لیے کہ احرام کے بغیر حج نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ احرام)

ج۔ زمانۂ حج۔ یہ اس طرح ہے کہ حج کا احرام اشہر حج میں باندھا جائے۔ حج کے مہینے یہ ہیں شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن (۲۵) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ حج کے مہینوں کے اندر حج کا احرام باندھا جائے (۲۶) کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۷ میں ارشاد باری ہے (الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل کوئی بدکاری کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو) اگر کوئی شخص حج کے مہینوں کے سوا کسی اور مہینے میں حج کی نیت سے احرام باندھے گا تو اس کا یہ احرام عمرے کے لیے بندھ جائے گا حج کے لیے نہیں (۲۷)

د۔ مکان: مکان سے ہماری مراد یہ ہے کہ مناسک کی ادائیگی ان کے ان مقامات میں کی جائے جو شرعی طور پر ان کے لیے مقرر ہیں۔ مثلاً طواف اور سعی نیز وقوف عرفہ وغیرہ اس لیے اگر کوئی شخص حرم کے سوا کسی اور مقام کا حج کرے تو اس کا یہ حج درست نہیں ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص بیت المقدس کا حج کرے یا کسی نبی کی قبر کا یا اسی طرح کے کسی اور مقام کا

ھ۔ جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کا حج نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ اقلف نمبر ۲)

۸۔ غیر کی طرف سے حج:

الف۔ معروف بات تو یہی ہے کہ خالص بدنی عبادتوں مثلاً صوم وصلوٰۃ کے اندر نیابت جاری نہیں ہوتی جب کہ خالص مالی عبادتوں مثلاً صدقات کے اندر نیابت جاری ہوتی ہے مخلوط مالی اور بدنی

عبادتوں مثلاً حج کے اندر بھی نیابت جاری ہوتی ہے لیکن ان کے اندر یہ شرط ہوتی ہے کہ اصل شخص ان کی ادائیگی سے عاجز ہو۔ اس بات کے اندر نیکی نیز مسلمانوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن قدرت حاصل ہونے کی صورت میں ضروری ہوتا ہے کہ یہ عبادتیں وہی شخص ادا کرے جس پر ان کا وجوب ہوا ہو اس بارے میں اصل وہ روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں آپ نے فرمایا: فضل بن عباسؓ حضور ﷺ کے ساتھ پیچھے سوار تھے۔ اتنے میں آپ کے پاس بنو خثعم کی ایک عورت آئی اور مسئلہ پوچھا۔ اسی دوران فضل کی نظریں مذکور عورت کی نظروں سے ٹکرائیں۔ حضور ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری طرف موڑ دیا۔ عورت نے پوچھا: اللہ کے رسول اللہ کا اپنے بندوں پر فرض کیا ہوا حج میرے باپ پر بھی فرض ہو گیا ہے۔ لیکن وہ اتنا بوڑھا ہے کہ سواری پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ حضور ﷺ نے اس کا جواب اثبات میں دیا (۲۸) یہ واقعہ حجتہ الوداع میں پیش آیا تھا۔ اسی طرح ایک خاتون نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی اور حج کے لیے پیدل چل پڑی جب عقبتہ العطن پہنچ گئے تو آگے پیدل چلنے سے عاجز ہو گئی۔ اس لیے سواری پر سوار ہو گئی اور حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے اس سے دریافت کیا کہ آیا وہ اگلے سال اس طرح حج کا سفر کر سکتی ہے کہ جب اس مقام پر پہنچ جائے جہاں سے وہ سوار ہوئی تھی وہاں سے آگے پیدل سفر کرے؟ اس نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر آپ نے اس سے پوچھا کہ آیا تمھاری کوئی بیٹی ہے جو تمھاری طرف سے پیدل حج کرے؟ اس نے جواب دیا کہ میری دو بیٹیاں ہیں لیکن وہ اپنی ذات کے اعتبار سے ایسا کرنے سے بلند ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: پھر اللہ سے استغفار کرو (۲۹)

ب۔ جو شخص غیر کی طرف سے حج کرے اس کے لیے شرط ہے کہ وہ اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ اگر وہ غیر کی طرف سے احرام باندھ لے جب کہ اس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو تو یہ احرام خود اس کی طرف سے واقع ہو جائے گا غیر کی طرف سے نہیں ہوگا (۳۰) چنانچہ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ شبرمہ کی طرف سے لبیک آپ نے دریافت فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا بھائی یا میرا رشتہ دار ہے آپ نے مزید پوچھا کہ آیا تم نے اپنا حج ادا کر لیا ہے اس نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: پہلے اپنا حج ادا

کرو اور پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو[۳۱]

ج۔ اگر ایک شخص پر حج واجب ہو جائے اور وہ حج کی ادائیگی سے پہلے وفات پا جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے حج کرے گا۔ اگلا پیرا ملاحظہ کیجئے۔

۹۔ موت کی وجہ سے حج ساقط نہیں ہوتا:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص پر حج واجب ہو جائے اور پھر اس کی وفات ہو جائے تو اس پر واجب شدہ حج ساقط نہیں ہوگا۔ خواہ یہ فرض حج ہو یا نذر کا حج۔ میت کے ولی پر ترکہ سے اس حج کی ادائیگی واجب ہوگی خواہ میت نے اپنی موت سے پہلے اس کی وصیت کی ہو یا وصیت نہ کی ہو[۳۲] ایک عورت حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری ماں پر حج فرض تھا اور اس کی وفات ہوگئی کیا میں اس کی طرف سے حج کراوں؟ آپ نے اس سے پوچھا کہ آیا تمھاری ماں کے ذمہ کوئی قرض تھا؟ اس نے کہا کہ میری ماں کے ذمہ قرض تھا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر تم نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کا قرض ادا کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: پھر اللہ تمھارا سب سے بہتر قرض خواہ ہے[۳۳] یعنی اللہ کا حق ادا کرنا بندوں کا حق ادا کرنے سے بڑھ کر ہے۔

۱۰۔ حج کی نیت

الف۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک نیت حج کے انعقاد کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے بنا بریں اگر ایک شخص احرام کے مظاہر میں سے کسی مظہر کا مظاہرہ کرے تو جب تک اس کے ساتھ نیت مقرون نہیں ہوگی اس وقت تک وہ حج کا احرام باندھنے والا شمار نہیں ہوگا۔ یعنی مثلاً تلبیہ کہنا اور ہدی کا جانور لے چلنا نیت کی مصاحبت کے بغیر احرام شمار نہیں ہوں گے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۷) یہی حکم سر کے بالوں کو لیسدار مادے کے ذریعے جما دینے اور ان کی مینڈھیاں باندھنے کا ہے۔
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے سر کے بالوں کو جما دیا یا انہیں گوندھ دیا یا بٹ دیا یا گرہیں لگا دیں یا مینڈھیاں بنالیں تو جو اس کی نیت ہوگی اسی طرح اس کا حکم ہوگا[۳۴] کیونکہ یہ کام بعض دفعہ ایک انسان تزین کی خاطر کرتا ہے بعض دفعہ بالوں کو سنوارنے کے لیے اور بعض

دفعہ احرام کے لیے اس لیے نیت ہی اس کے اس فعل کی نوعیت کا تعین کرے گی

ب۔ نیت کے اندر شرط: انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ حج کی نیت کرے اور اس کے ساتھ یہ شرط عائد کردے کہ اگر حج میسر نہ ہو تو عمرہ ہو جائے گا حضرت ابن عباسؓ حج کا احرام باندھنے والے کے لیے اس قسم کی شرط عائد کرنے کو افضل سمجھتے تھے بلکہ آپ اس کا حکم دیتے تھے (۳۵)

۱۱۔ حج کا احرام باندھنا (دیکھئے مادہ احرام)

۱۲۔ حج کی قسمیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ حج افراد، حج قران اور حج تمتع

الف۔ حج افراد یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کی جائے اور حج کا تلبیہ پڑھا جائے مثلاً کہے: لبیک اللھم بحج (اے اللہ حج کے لیے لبیک ہے)

ب۔ حج قران:

(۱) حج قران یہ ہے کہ ایک شخص احرام باندھتے وقت حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرلے اور دونوں کے لیے تلبیہ پڑھے اور کہے لبیک اللھم بحج وعمرۃ۔

(۲) قران مشروع ہے۔ اگر کوئی شخص حج قران کرے تو اس کے حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: صفا اور مروہ کے درمیان تمھارا پہلا طواف دونوں کے لیے کافی ہوگا (۳۶)

(۳) حج قران کرنے والے پر دم واجب ہوگا یعنی ایک بکری اگر اسے اس کی قدرت ہو اگر قدرت نہ ہو تو اس پر حج کے ایام میں تین روزے واجب ہوں گے اور تیسرا روزہ یوم عرفہ تک رکھ لیا جانا چاہئے۔ پھر گھر واپس ہو کر سات روزے رکھنے ہوں گے۔ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میں نے حج اور عمرہ یکجا کردیا ہے آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس کتنی رقم ہے؟ اس نے کہا کہ چالیس درہم ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اتنی رقم سے تو کچھ نہیں بچے گا کیونکہ تمھاری سواری کے چارے وغیرہ کے لیے دس درہم چاہیں، دس درہم زاد راہ کے لیے دس درہم لباس وغیرہ کے لیے اور دس درہم اپنے دوستوں کی خاطر تواضع کے لیے (۳۷) گویا آپ نے

مذکورہ شخص کو دم دینے کی بجائے روزے رکھنے کی رخصت دے دی۔

اگر ایام حج کے دوران اس سے تین روزے رکھے نہ جا سکے تو پھر اس کے بعد روزہ رکھنا کام نہیں آئے گا بلکہ اس پر ہدی واجب ہو جائے گا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

ج۔ حج تمتع:

(۱) اس کی تعریف: حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں کے اندر ایک شخص عمرہ کر لے اور پھر عمرے کا احرام کھول لے اور غیر احرام کی حالت میں مکہ میں مقیم رہے۔ پھر جب حج کا وقت آ جائے تو مکہ سے احرام باندھ کر لوگوں کے ساتھ حج کر لے۔

(۲) اس کی مشروعیت: حج تمتع آفاقی یعنی حدود حرم سے باہر کے باشندے کے لیے مشروع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ سے حج تمتع کی روایت کی ہے۔ آپ خود بھی حج تمتع کیا کرتے تھے (۳۸) جب آپ سے کہا گیا کہ فلاں صحابی (شاید حضرت معاویہ کی طرف اشارہ تھا) حج تمتع سے روکتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا: کتاب اللہ کو دیکھو اگر تمہیں اس کے اندر حج تمتع کا ذکر مل جائے۔ تو سمجھ کہ مذکورہ فلاں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام سے کذب بیانی کی ہے اور اگر تمہیں کتاب اللہ میں اس کا ذکر نہ ملے تو سمجھ لو کہ انہوں نے سچ کہا ہے (۳۹) آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں اس ارشاد کے بعد کہ (فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى جو شخص حج آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھالے تو جو ہدی میسر ہو اس کی قربانی کر دے) کسی کو اللہ کے قول کے ہوتے ہوئے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔

مکہ کے باشندوں یعنی حدود حرم کے اندر رہنے والوں (۳۹ب) کے حق میں حج تمتع نہیں ہے کیونکہ سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت میں ارشاد ہے (فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة . ذلك لمن لم يكن حاضرى المسجد الحرام پھر اگر تمہیں امن نصیب ہو جائے (اور تم حج سے پہلے مکے پہنچ جاؤ) تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے وہ حسب مقدور قربانی

دے اگر قربانی میسر نہ ہو تو حج کے زمانے میں تین روزے اور سات روزے گھر پہنچ کر اس طرح پورے دس روزے رکھ لے یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر بار مسجد حرام کے قریب نہ ہوں) حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے : مکہ والو تمھارے لیے حج تمتع نہیں ہے یہ اہل آفاق کے لیے حلال کیا گیا ہے اور تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔ تم میں سے ایک شخص کو صرف ایک وادی قطع کرنا ہوگا (یا یہ فرمایا) اللہ نے تم میں سے ایک شخص اور حرم کے درمیان صرف ایک وادی قطع کرنا رکھ دیا ہے اور پھر وہ عمرے کا احرام باندھ لے گا [(۴۰)]

(۳) حج تمتع کی فضیلت : حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حج کی افضل ترین نوع حج تمتع ہے [(۴۱)] آپ حج قران کرنے والے کو حکم دیتے کہ اگر وہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور یعنی ہدی نہیں لایا ہے تو وہ اس حج کو عمرے کی شکل دیدے یعنی قران کو تمتع بنا دے [(۴۱ ب)] آپ فرماتے خدا کی قسم کسی شخص کا حج مکمل ہی ہوتا تاوقتیکہ وہ حج تمتع نہ کرے [(۴۲)] ابو حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے اس کی ادائیگی کا حکم دیا [(۴۳)]

(۴) حج تمتع کی کیفیت : اس کی کیفیت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ایک شخص عمرے کا احرام باندھے اور عمرہ ادا کرلے اور پھر احرام کھول دے اور حج کے وقت تک مکہ میں مقیم رہے پھر مکہ سے احرام باندھ کر لوگوں کے ساتھ حج کرلے۔ اگر حج تمتع کرنے والا عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے اور حرم سے باہر چلا جائے اور پھر میقات سے حج کا احرام باندھ کر حرم میں واپس آئے تو اس وجہ سے تمتع کی صفت کی نفی نہیں ہوگی اور اس پر واجب ہونے والا دم ساقط نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کچھ لوگوں نے اشہر حج میں عمرہ کیا اور اس کے بعد مدینہ چلے گئے اور پھر حج کا احرام باندھ لیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان پر ہدی واجب ہے [(۴۳ ب)]

بعض لوگوں کو اس بات سے اشکال ہو گیا کہ تمتع کے اندر عمرے کو حج پر مقدم کیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں حج کو مقدم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے (**واتموا الحج والعمرۃ للہ** اور اللہ کے لیے حج اور عمرے کی تکمیل کرو) انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ آپ حج کی ادائیگی سے پہلے عمرہ ادا کرنے کا کس طرح حکم دیتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (واتموا الحج والعمرۃ للہ) آپ نے جواب دیا تم دین اور وصیت والی آیت میں وصیت سے پہلے اس کی قرات کرتے ہو یا دین سے پہلے وصیت کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آیت میں وصیت کا ذکر پہلے ہے۔ آپ نے پوچھا : پھر تم کس کی ادائیگی

پہلے کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ دین کی ادائیگی پہلے کی جاتی ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: یہاں بھی اسی طرح معاملہ ہے۔ (۴۴)

(۵) حج تمتع کا ہدی:

الف۔ حج تمتع کرنے والے پر ایک بکری یا ایک گائے یا ایک اونٹ کی قربانی واجب ہوتی ہے۔ بکری سے کم کی قربانی درست نہیں ہوتی۔ ایک گائے دس اشخاص کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح اونٹ کا مسئلہ ہے (۴۵) ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا آپ نے مجھے اس کی ادائیگی کا حکم دیا پھر میں نے ہدی یعنی قربانی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: حج تمتع کے اندر ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بکری کی قربانی یا قربانی میں شراکت ہے (۴۶) اس جانور کو وہ حرم کے اندر یعنی منیٰ یا مکہ میں ذبح کرے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۵)

جس شخص پر تمتع یا قران کا دم واجب ہو لیکن وہ اسے ذبح نہ کرے حتی کہ اگلا سال آجائے تو پھر اس پر دو دم واجب ہو جائیں گے ایک دم تو وہ ہے جو اس پر واجب ہو گیا تھا اور دوسرا دم تاخیر کے سبب واجب ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ اس شخص سے جس نے حج تمتع کیا لیکن قربانی کرنا بھول گیا اور قربانی میں اتنی تاخیر کر دی کہ قربانی کے ایام گزر گئے، فرمایا: ایک قربانی تو اپنے ہدی کے بدلے دو اور دوسری قربانی اپنی تاخیر کی بنا پر دو (۴۷)

ب۔ اگر حج تمتع یا حج قران کرنے والا کسی مشروع سبب مثلاً رقم ختم ہو جانے کی بنا پر قربانی نہ دے سکے تو وہ اسی سال ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں کے دوران مسلسل تین دن روزے رکھے گا آخری روزہ یوم عرفہ تک ہی جائے گا اور پھر گھر واپسی پر سات روزے رکھے گا۔ خواہ گھر جاتے ہوئے راستے میں یہ روزے رکھتا جائے یا گھر پہنچ کر رکھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا احرام کے بغیر رہنے کی حالت میں وہ بیت اللہ کا طواف کرتا رہے گا یہاں تک کہ حج کا احرام باندھ لے گا۔ جب عرفات کی طرف جانے لگے تو جو جانور یعنی اونٹ یا گائے یا بکری میسر ہو اپنے ساتھ لے چلے گا۔ البتہ اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو اس پر حج کے دوران یوم عرفہ سے پہلے تین روزے واجب ہوں گے اور روزوں کا تیسرا دن یوم عرفہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں (۴۸) تنویر المقیاس میں ذکر ہے کہ جو شخص قربانی

کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں مسلسل تین دن روزے رکھے گا، یوم عرفہ تک آخری روزہ جائے گا اور جب گھر واپسی ہوگی تو سات روزے رکھے گا خواہ راستے کے اندر یا گھر جا کر (۴۹) اگر ذی الحجہ کے دس دن گزر جائیں اور وہ تین دن روزے نہ رکھے تو ہدی یعنی قربانی کا وجوب واپس آجائے گا اور قربانی کے سوا کوئی اور بات درست نہیں ہوگی (۵۰) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تمتع کرنے والا روزے نہ رکھے تو اس پر ہدی واجب ہو جائے گا۔ (۵۱)

۱۳۔ تلبیہ کہنا:

حج پر جانے والا جب احرام باندھ لے گا تو تلبیہ کہنا شروع کر دے گا۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لا شریک لک لبیک حضرت ابن عباسؓ کے بقول تلبیہ کی اصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو حج کا اذن عام سنا دیں تو آپ نے اعلان کیا: لوگو، تمھارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہیں اس کے حج کا حکم دیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پکار کو جس کسی نے سنا خواہ وہ پتھر تھا یا درخت، ٹیلہ تھا، یا مٹی کا ڈھیر یا کوئی اور چیز، جواب میں کہا: لبیک اللھم لبیک (حاضر ہوا اے اللہ، حاضر ہوا) (۵۲) (دیکھئے مادہ تلبیہ)

۱۴۔ حج فوت ہو جانا:

اگر ایک شخص احرام باندھ کر تلبیہ کہے لیکن میدان عرفات میں پہنچ نہ سکے یہاں تک کہ لوگ وہاں سے واپس ہو جائیں تو اس کا حج شمار نہیں ہوگا بلکہ اس پر اس احرام کے ساتھ عمرہ کرنا واجب ہو جائے گا۔ پھر وہ احرام کھول دے گا اور اگلے سال اس پر حج لازم ہو جائے گا (۵۳)

۱۵۔ حج میں کمائی کرنا:

الف۔ ایک شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدمت کے لیے یا راستہ بتانے کے لیے اجارہ پر کسی گروہ کے حوالے کر دے اور یہ گروہ اس کے ساتھ حج کر لے ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا میں نے اپنے آپ کو ایک گروہ کے ہاتھ اجارے پر دیدیا ہے، میں ان کی خدمت کروں گا

اور وہ میرے ساتھ حج کریں گے تو کیا میرا حج ہو جائے گا؟ آپ نے جواب دیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں اللہ نے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۲ میں فرمایا (اولئک لھم نصیب مما کسبوا یہ وہ لوگ ہیں جن کی کمائی کا انہیں حصہ ملے گا (۵۳ ب)

ب۔ ایک شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ حج پر تجارتی سامان لے کر جائے اور حرم کے اندر اسے فروخت کر دے یہ بھی جائز ہے کہ وہ حرم کے اندر تجارت کرے، اس بات کے جواز کے لیے حضرت ابن عباسؓ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۸ کے اندر ارشاد باری سے استدلال کرتے تھے (لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو (۵۴)

۱۶۔ کعبہ پر نظر پڑتے ہی دعا کرنا:

جب حج پر جانے والا مکہ میں داخل ہو اور کعبہ پر اس کی نظر پڑے تو نظر پڑتے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اس کے لیے مستحب ہوگا (۵۵) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سات مقامات پر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں گے جب نماز کے لیے کھڑا ہو، جب بیت اللہ کو دیکھے صفا اور مروہ پر، عرفات کے اندر، مزدلفہ کے اندر اور رمی جمار کے وقت (۵۶)

۱۷۔ طواف قدوم:

الف۔ آفاقی (حدود حرم سے باہر کا باشندہ) جب حرم میں داخل ہو تو داخل ہوتے ہی اس کے لیے طواف کے سات چکر لگانا مسنون ہوگا۔ مکہ میں رہنے والے پر طواف قدوم نہیں ہے بلکہ وہ احرام کا لباس پہن کر منیٰ روانہ ہو جائے گا اور وہاں سے عرفات چلا جائے گا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا عراقیو، طواف تمھارے لیے ہے اور اہل مکہ کے لیے نماز ہے (۵۷)

طواف کرنے والا اپنا طواف حطیم کے پیچھے سے کرے گا کیونکہ یہ مقام کعبہ کا جز ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر بیت اللہ کا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں سارا حطیم کعبے میں داخل کر دیتا اور پھر طواف کرنے والا ہر شخص اس کے پیچھے سے طواف کرتا (۵۸)

اگر آفاقی طواف قدوم شروع کر دے اور طواف ختم ہونے سے پہلے نماز کھڑی ہو جائے تو وہ اپنا طواف منقطع کر کے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے گا اور پھر اپنا طواف پورا کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ طواف میں مصروف تھے کہ جماعت کھڑی ہو گئی آپ نے پہلے نماز ادا کی اور پھر طواف کے باقیماندہ چکر پورے کر لیے (۵۹)

ب۔ کعبہ کے گرد طواف کرنے والے کے لیے شرطیں

(۱) مکمل طہارت کے ساتھ ہونا طواف کی شرط ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مستحاضہ اپنے حیض کے ایام کے حساب سے بیٹھ رہے گی اور پھر غسل کر کے بیت اللہ کا طواف کرے گی (۶۰)

(۲) ستر عورت بھی طواف کی شرط ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے بقول زمانہ جاہلیت میں عورت اپنا سینہ برہنہ کر کے طواف کرتی تھی پھر اللہ نے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۱ نازل فرمائی کہ (خذوا زینتکم عند کل مسجد ہر مسجد کے نزدیک اپنا پورا لباس پہنو) (۶۱) بلکہ لوگ برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے، مرد دن کے وقت اور عورتیں رات کے وقت، عورت کہتی

الیوم یبدو بعضه او کله فما بدا منه فلا احله

دن کا چاہے کل حصہ ظاہر ہو جائے یا بعض حصہ، اگر دن کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو میں اس کے اندر طواف کرنے کو حلال نہیں سمجھوں گی (۶۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دے دیا اور سورۂ اعراف کی درج بالا آیت نازل فرمائی

ج۔ حجر اسود کو بوسہ دینا: طواف کرنے والا اپنے طواف کی ابتداء حجر اسود کے استلام یعنی چھونے کے ساتھ کرے گا پھر ہر چکر میں اس کا استلام کرے گا اور اسے بوسہ دے گا اور اس پر تین مرتبہ سجدہ کرے گا۔ ابو جعفر نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یوم الترویہ میں آئے آپ نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا رکھا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا پھر اس پر سجدہ کیا پھر بوسہ لیا اور پھر اس پر سجدہ کیا اور پھر اس کا بوسہ لے کر اس پر سجدہ کیا (۶۳)

پھر دعا کرے گا کیونکہ اس موقعہ کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ابن عباسؓ کی جان ہے کوئی مسلمان بندہ اگر حجر اسود کے بالمقابل کھڑا ہو کر اللہ سے کسی خیر کا سوال کرے گا اللہ اسے وہ خیر عطا کر دے گا (۶۴) نیز فرمایا جو شخص حجر اسود کا استلام کر کے دعا مانگے

اس کی دعا قبول ہو جائے گی آپ سے پوچھا گیا خواہ وہ دعا مانگنے میں جلد بازی کیوں نہ کرے؟ آپ نے جواب دیا خواہ وہ اچک لے جانے والی بجلی سے زیادہ کیوں نہ جلد بازی دکھائے (۶۵) جب وہ حجر اسود کے پاس پہنچے تو یہ دعا کرے اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک واتباعا لسنۃ نبیک (اے اللہ تجھ پر ایمان لاتے ہوئے تیری کتاب اور تیرے نبی کی سنت کی تصدیق کرتے ہوئے) ایک روایت میں ہے ایفاء بعھدک و تصدیقا بکتابک واتباعا لسنۃ نبیک (تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے نبی کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے) (۶۶) اگر بھیڑ یا کسی اور وجہ سے حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکے اور اس پر سجدہ نہ کر سکے تو اسے اپنے ہاتھ سے مس کرے اور اس کے بعد اپنا ہاتھ چوم لے (۶۷) حضرت ابن عباسؓ اگر حجر اسود کو صرف ہاتھ لگاتے تو اپنا ہاتھ چوم لیتے (۶۸) ایک دفعہ آپ نے حجر اسود کو اپنے کپڑے سے مس کیا اور پھر کپڑے کو چوم لیا (۶۹) اگر استلام یعنی ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف ہاتھ سے ارشارہ کرے اور آگے بڑھ جائے آپ نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو طواف کرنے کے لیے کہا ہے اگر تمھارے لیے استلام کرنا آسان ہو تو استلام کر لو (۷۰) اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر استلام میسر نہ ہو تو اس کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی وضاحت حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کرتا ہے کہ اگر تم حجر اسود پر لوگوں کا اژدحام دیکھو تو کسی کو اذیت نہ دو بلکہ آگے بڑھ جاؤ (۷۱) نیز یہ قول کہ میری تمنا ہے کہ جو شخص حجر اسود پر لوگوں کو دھکے دے کر استلام کرنا چاہتا ہو وہ اس طرح واپس آئے کہ نہ اس کے حق میں کوئی ثواب ہو اور نہ ہی اس پر کوئی گناہ (۷۲)

د۔ رکن یمانی کا استلام: جب طواف کرنے والا طواف کرتے ہوئے رکن یمانی پر پہنچے تو اس کا استلام کرے اور یہ دعا کرے اللھم قنعنی بما رزقتنی و اخلف علی کل غائبۃ بخیر (اے اللہ تو نے مجھے جو رزق دیا ہے اس پر مجھے قانع بنادے اور میرے ہاتھ سے نکل جانے والی ہر چیز کی بجائے مجھے خیر عطا کر) (۷۳) حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کعبہ کے کسی اور رکن کا استلام نہیں کرے گا۔ عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیوخ ابن عباسؓ حضرت جابرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن عمیر کو دیکھا ہے کہ یہ حضرات حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کعبہ کے کسی اور رکن کا استلام نہیں کرتے تھے (۷۴) حلیۃ العلماء میں حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کعبہ کے چاروں ارکان کا استلام کرتے تھے (۷۵) آپ سے یہ روایت درست نہیں

ہے۔ ابوالطفیل نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا۔ یہ دونوں حضرات طواف کررہے تھے۔ حضرت معاویہؓ جس رکن کے پاس سے گزرتے اس کا استلام کرلیتے یہ دیکھ کر حضرت ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا: ان دونوں ارکان (رکن عراقی اور رکن شامی) کا استلام نہیں کیا جاتا حضرت معاویہؓ نے جواب دیا اس گھر (بیت اللہ) کی کوئی چیز چھوڑی نہیں جاسکتی یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ کے رسول کی ذات میں تمھارے لیے بہترین نمونہ موجود ہے اس پر حضرت معاویہ نے کہا آپ نے درست فرمایا (۷۶)

ھ۔ طواف کے اندر رمل کرنا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ کعبہ کے گرد طواف کے اندر نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر رمل سنت نہیں ہے بلکہ یہ اہل آفاق (حدود حرم سے باہر کے باشندوں) کے مردوں کی نسبت سے ایک فضیلت ہے اس لیے اگر طواف کرنے والا رمل نہ کرے تو اس سے فضیلت فوت ہو جائے گی اور اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا (۷۷) آپ خود طواف کے اندر رمل نہیں کرتے تھے (۷۸) آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ حضور ﷺ نے مشرکین کے سامنے اپنی قوت کے اظہار کے لئے رمل کیا تھا، اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ رمل کا تعلق مناسک سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مکہ آئے اس وقت سب کے سب مدینے کے بخار کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے، مشرکین نے کہا کہ کل ایسے لوگ یہاں آنے والے ہیں جنہیں بخار نے کمزور کر دیا ہے اور وہ بخار کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ پھر یہ مشرکین حجر اسود کے قریب بیٹھ گئے، حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں یعنی کندھے اچکا اچکا کر دونوں رکنوں کے درمیان چلیں تاکہ مشرکین بھی ان کی طاقت کا مشاہدہ کرلیں۔ جب صحابہ کرام اس طرح چلے تو مشرکین نے کہا یہی لوگ وہ ہیں جن کے متعلق تمھارا خیال تھا کہ بخار نے انہیں کمزور کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو فلاں فلاں سے بڑھ کر طاقت ور ہیں حضرت ابن عباس نے مزید فرمایا حضور ﷺ نے مسلمانوں کو تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان پر ترس کھاتے ہوئے نہیں دیا (۷۹)

عورتیں اور اہل مکہ رمل نہیں کریں گے۔ کیونکہ اہل مکہ کے حق میں درج بالا حکمت منتفی تھی، جب کہ عورتوں کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہے اور رمل اس پردہ پوشی میں خلل انداز ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: عورتوں

پر رمل نہیں ہے[۸۰] نیز فرمایا: رمل اہل آفاق پر ہے۔ اہل مکہ پر رمل نہیں ہے۔[۸۱]

و۔ طواف کے افعال:

۱۔ طواف کرنے والا طواف کے دوران لوگوں جیسی گفتگو نہیں کرے گا۔ اگر اسے بولنا ہی ہو تو صرف خیر کی بات کرے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: طواف نماز ہے اس لیے جب تم طواف کرو تو کم سے کم کلام کرو[۸۲] آپ خود بھی جب تک طواف سے فارغ نہ ہو جاتے کوئی کلام نہ کرتے[۸۳] عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے عقب میں طواف کیا میں نے ان میں سے کسی کو طواف کے دوران کوئی بات کرتے نہیں سنا[۸۴] طواف قدوم کے دوران تلبیہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے[۸۵]

۲۔ طواف کے دوران پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: طواف کے دوران کچھ پی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے[۸۶] آپ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آنحضور ﷺ نے طواف کے دوران پانی نوش جان فرمایا تھا[۸۷]

ز۔ نماز کے مکروہ اوقات میں طواف کرنا: اوپر حضرت ابن عباسؓ کے مذکورہ قول طواف نماز ہے کے یہ معنی نہیں کہ طواف حقیقت کے اعتبار سے نماز ہے بلکہ یہ مفہوم ہے کہ طواف طہارت ستر عورت نیز کلام الناس کے ترک کی شرائط کے اعتبار سے نماز کی طرح ہے اور اس کے اندر کچھ نرمی بھی ہے اگر حقیقت کے اعتبار سے طواف نماز نہیں ہے تو پھر ان اوقات کے اندر اس کی ادائیگی مکروہ نہیں ہوگی جن کے اندر نماز کی ادائیگی مکروہ ہے[۸۸] مثلاً صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف۔ ابن ابی اوفیٰ کہتے ہیں کہ میں نے یوم الترویہ میں حضرت ابن عباسؓ کو عصر کی نماز کے بعد طواف کے سات چکر کاٹتے دیکھا تھا پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ میں نے آپ کو حج اور عمرہ دونوں کے اندر اس طرح کرتے دیکھا تھا آپ فجر کی نماز کے بعد اٹھ کھڑے ہوتے اور طواف کے سات چکر لگاتے اور پھر دو رکعتیں پڑھ لیتے[۸۹]

ح۔ ان تمام باتوں سے فراغت کے بعد وہ ملتزم پر آئے گا۔ ملتزم حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان میں ہے، وہ اسے اپنے سینے سے لگا کر اور ہاتھوں سے پکڑ کر اللہ سے دعائیں مانگے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان جو جگہ ہے اسے ملتزم کہا جاتا ہے اس سے

چمٹ کر جو شخص بھی اللہ سے کچھ مانگے اللہ اسے عطا کر دے گا (دیکھئے مادہ ملتزم)

۱۸۔ طواف کی سنت نماز:

طواف ختم کر کے وہ طواف کی دو رکعت سنت پڑھے گا، افضل یہ ہے کہ وہ یہ دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کرے اگر وہ یہ نماز کسی اور مقام پر ادا کرے گا تو بھی درست ہے، حضرت ابن عباسؓ نے طواف کی دو رکعتیں حطیم کے اندر پڑھی تھیں (۹۰) اگر طواف کے بعد وہ کوئی بھی فرض نماز پڑھے گا تو یہ نماز طواف کی دو رکعت سنت کے لیے کافی ہو جائے گی۔ (۹۱)

۱۹۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی:

الف۔ طواف قدوم ختم کر کے آفاقی شخص صفا کی طرف جائے گا اور صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگا کر سعی کرے گا۔ مکی شخص اس سعی کو طواف افاضہ کے بعد تک موخر رکھے گا عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے اہل مکہ کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سعی اس وقت ہے جب وہ منیٰ سے واپس ہوں گے (۹۲)

ب۔ سعی کی اصل: اس سعی کی اصل یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو جب شدت سے پیاس لگی تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں کبھی صفا پر جاتیں اور کبھی مروہ پر لیکن قریش نے اپنے بت صفا اور مروہ پر نصب کر دئے اور ان بتوں کا طواف شروع کر دیا۔ جب اسلام آیا اور بتوں کی پرستش حرام کر دی گئی تو لوگوں نے صفا اور مروہ کے درمیان طواف ترک کر دیا۔ پھر یہ ارشاد باری نازل ہوا (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) (۹۳) یعنی صفا اور مروہ پر بتوں کی تنصیب کی وجہ سے یہ مقامات گندے اور پلید نہیں ہوئے۔

ج۔ سعی کا حکم: حج کے اندر صفا اور مروہ کے درمیان سعی سنت ہے یعنی تطوع اور نفل ہے اور اس کے ترک کی وجہ سے حاجی پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوتا (۹۴) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حاجی اگر چاہے تو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور اگر چاہے تو سعی نہ کرے (۹۵) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے عدم وجوب پر آپ درج بالا ارشاد باری کی ایک خاص قرات سے استدلال

کرتے تھے، یہ قرات آپ حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرتے تھے۔ اس آیت کی عام قرات یہ ہے (ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرے اور جو برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کریگا اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے) حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی قرات قول باری (یطوف بھما) میں حرف لا کے اضافے کے ساتھ کرتے تھے یعنی اس طرح (فلا جناح علیه ان لا یطوف بهما)[۹۶] حضرت ابن عباسؓ کے اس مسلک کی صحت پر آیت کا اگلا حصہ (ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم) دلالت کرتا ہے[۹۷]

د۔ سعی کی ابتداء کہاں سے کی جائے؟ اس کی ابتداء صفا سے کی جائے گی اور مروہ پر ایک چکر کا اختتام ہوگا پھر مروہ سے صفا تک دوسرا چکر ہوگا اور اسی طرح سات چکر پورے کئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا کہ میں سعی کی ابتداء صفا سے کروں یا مروہ سے؟ نیز طواف سے پہلے نماز پڑھوں یا نماز پڑھنے سے پہلے طواف کروں؟ نیز قربانی کرنے سے پہلے حلق کراؤں یا حلق کرانے سے پہلے قربانی کروں؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا یہ بات تم کتاب اللہ سے معلوم کرو کیونکہ کتاب اللہ کی بات یاد رکھنا زیادہ مناسب ہے اور اللہ نے سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا (ولاتحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی محلّه اور تم اپنے سر نہ مونڈو جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے) یعنی حلق سے پہلے ذبح ہوگی۔ اللہ نے سورۂ حج میں فرمایا (و طهر بیتی للطائفین و القائمین و الرکع السجود اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو) یعنی نماز سے پہلے طواف کیا جائے[۹۸]

ھ۔ سعی کے اندر رمل: حضرت ابن عباسؓ ہم سے بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت صفا اور مروہ کے درمیان بطن وادی میں رمل کرتے تھے، آپ نے فرماتے ہیں: اہل جاہلیت ہی یہاں سعی کرتے اور کہتے کہ ہم بطحاء یعنی بطن وادی کو صرف دوڑتے ہوئے پار کرتے ہیں (۹۹) جب رسول اللہ ﷺ عمرہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے آئے تو اہل مکہ نے کہا کہ یہ حضور ﷺ اور ان کے

اصحاب رمل کرنے کی قوت نہیں رکھتے اس لیے کہ بیماری نے انہیں کمزور کر دیا ہے اس پر حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے رمل کیا تاکہ مشرکین کو یہ بتا دیں کہ ہم کمزور نہیں ہوئے ہیں (۱۰۰) اس لیے رمل نہیں کیا تھا کہ یہ مناسک میں شامل ہے۔ اس بات کی تفصیل ہم نے (مادہ حج نمبر ۱۷ کے جزھ) میں طواف کعبہ کے دوران رمل کرنے کے بارے میں اپنی گفتگو کے اندر بیان کر دی ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے صفا اور مروہ کے درمیان بطن وادی میں رمل کرنا سنت نہیں ہے (۱۰۱) یہاں حضور ﷺ نے جو رمل کیا تھا وہ استحباب سے زائد کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا۔ اگر رمل مستحب ہے تو یہ اہل آفاق کے لیے مستحب ہوگا اہل مکہ کے لیے نہیں (۱۰۲)

و۔ صفا اور مروہ پر دعا کے وقت ہاتھ بلند کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سات مقامات پر ہاتھ بلند کیے جائیں گے آپ نے ان میں صفا اور مروہ پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بھی شامل کیا تھا (۱۰۳)

۲۰۔ منیٰ کو روانگی:

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو حاجی فجر کی نماز مکہ میں ادا کریگا اور پھر طلوع شمس کا انتظار کرے گا اور پھر منیٰ کو روانہ ہو جائے گا اور اگلے دن طلوع شمس تک وہاں قیام کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب سورج طلوع ہو جائے تو منیٰ کو روانگی ہوگی (۱۰۴) عقبہ کے ماوراء جو مقام ہے وہ منیٰ میں داخل نہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص مذکور مقام میں رات گزارے گا تو یہ تصور نہیں ہوگا کہ اس نے منیٰ میں رات گزاری ہے، آپ نے فرمایا: کوئی شخص منیٰ کی رات عقبہ کے ماوراء نہ گزارے (۱۰۵)

۲۱۔ وقوف عرفہ

الف۔ عرفہ کی طرف روانگی سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میں عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور عرفہ کے دن غسل کرتا ہوں (۱۰۶)

ب۔ وقوف عرفہ کا وقت: ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو یعنی یوم عرفہ کو سورج نکلنے کے بعد حاجی منیٰ سے عرفات کی طرف چل پڑے گا۔ وقوف عرفہ کا وقت مذکورہ وقت سے لیکر اگلے دن یعنی دسویں ذی

الحجہ کے طلوع فجر تک پھیلا ہوتا ہے اس لیے حاجی اس دوران جس گھڑی بھی خواہ دن ہو یا رات عرفات کے میدان میں پہنچ جائے گا اسے وقوف عرفہ میں شمار کرلیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ دن کے وقت عرفات پہنچ جائے تو جب تک سورج غروب نہ ہو جائے وہاں سے واپس نہیں ہوگا۔ اگر رات کے وقت وہ وہاں پہنچے اور کچھ عرصہ وقوف کرلے تو اس کا وقوف عرفہ ہو جائے گا اور پھر جس وقت چاہے وہاں سے واپس روانہ ہو جائے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس شخص نے رات کے وقت میدان عرفات میں قدم رکھ دیا اسے حج مل گیا آپ خود ایک مرتبہ حج میں سحری کے وقت عرفات پہنچے تھے (۱۰۸) میدان عرفات میں حاجی کثرت سے دعائیں کرے گا اور ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگے گا (۱۰۹)

ج۔ عرفات میں مقام وقوف: میدان عرفات سارے کا سارا جائے وقوف ہے اور اس کی گھاٹیاں بھی جائے وقوف ہیں۔ عرفات کے حدود عرفہ پر جھکی ہوئی پہاڑی سے لیکر اس کے بالمقابل پہاڑیوں تک نیز اس مقام تک ہیں جو بنی عامر کے باغات سے متصل ہے۔ وادی عرنہ میدان عرفات میں داخل نہیں ہے اور یہاں وقوف درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میدان عرفات سارے کا سارا جائے وقوف ہے۔ اسکی گھاٹیاں بھی جائے وقوف ہیں، لیکن بطن عرنہ سے بلند رہو (۱۱۰) نیز فرمایا جو شخص عرنہ سے واپس ہوگا اس کا حج نہیں ہوگا (۱۱۱)

د۔ وقوف عرفہ کا حکم: وقوف عرفہ فرض ہے۔ جس شخص سے وقوف عرفہ رہ جائے اس کا حج نہیں ہوگا۔ اوپر حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جو شخص بطن عرنہ سے واپس ہوگا اسکا حج نہیں ہوگا

ھ۔ یوم عرفہ کا روزہ: حاجی کے لیے یوم عرفہ کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ روزہ نہ رکھ کر دعائیں کرنے کے لیے اس کی طاقت بحال رہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا تھا۔ آپؐ کی طرف حضرت ام الفضلؓ نے دودھ کا پیالہ بھیجا۔ آپ نے اسے نوش جان کرلیا (۱۱۲) حضرت ابن عباسؓ حج کے اندر یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھتے تھے۔ سعید بن جبیر آپ کے پاس دن کے وقت عرفات میں آئے تو آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے (۱۱۳)

و۔ دیہاتوں اور شہروں میں یوم عرفہ منانا: اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ دیہاتوں اور شہروں کے اندر

لوگ یوم عرفہ کو مسجدوں میں دعا کے لیے اکٹھے ہو جائیں (۱۱۳ب) اور اس طرح حاجیوں کے ساتھ وقوف عرفہ میں شریک ہو جائیں نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مبارک دن کے اندر آنے والی رحمتوں سے بھری ہوائیں حاصل کر لیں۔ یہ ایک مشروع عمل ہے اس کی ابتدا حضرت ابن عباسؓ نے کی تھی۔ امام احمد نے فرمایا کہ یوم عرفہ منانے کا فعل سب سے پہلے حضرت ابن عباسؓ اور عمرو بن حریث نے کیا تھا (۱۱۴) حسن بصری کے قول کے مطابق بصرہ کے اندر حضرت ابن عباسؓ نے سب سے پہلے یوم عرفہ منایا تھا (۱۱۵)

۲۲۔ مزدلفہ میں رات گزارنا:

الف۔ جب یوم عرفہ کا سورج غروب ہو جائے تو حاجی عرفات سے مزدلفہ روانہ ہو جائے گا۔ وہاں وہ رات گزارے گا اور صبح تک قیام کرے گا۔ اور پھر طلوع شمس سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ اہل جاہلیت مزدلفہ میں اس وقت تک قیام کرتے جب تک سورج پہاڑیوں پر بلند نہ ہو جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اہل جاہلیت مزدلفہ میں وقوف کرتے حتیٰ کہ جب سورج نکل آتا اور پہاڑیوں پر اس طرح بلند ہو جاتا جس طرح سروں پر پگڑیاں بلند ہوتی ہیں تو پھر چل پڑتے، حضور ﷺ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے اس وقت روانگی اختیار فرمائی جب فجر کا اجالا پھیل جاتا اور ابھی سورج طلوع نہ ہوتا (۱۱۶) عورتوں، بچوں اور کمزور لوگوں کے لیے مزدلفہ سے فجر ہونے سے پہلے رات کے وقت روانگی جائز ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آپ کو کمزور لوگوں نیز عورتوں اور بچوں کے ساتھ رات کو ہی مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا (۱۱۷)

ب۔ مزدلفہ میں رات گزارنے کا حکم: جو شخص عرفات سے چل پڑے یعنی مزدلفہ میں وقوف نہ کرے اس کا حج نہیں ہوگا (۱۱۸)

ج۔ مزدلفہ جاتے وقت راستے میں مغرب کی نماز: شاید حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھ لینا حضور ﷺ کی جانب سے دی ہوئی ایک رخصت تھی۔ اسی لیے آپ نے حاجی کو اجازت دے دی تھی کہ وہ مزدلفہ جاتے ہوئے راستے میں مغرب

کی نماز اس کے وقت کے اندر ادا کرلے۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچے سے پہلے راستے میں ادا کر لی تھی (۱۱۹)

۲۳۔ وادئ محسر میں تیز قدموں سے چلنا:

جب حاجی مزدلفہ سے روانہ ہو کر منیٰ کی طرف جائے گا تو وہ وادئ محسر سے گزرے گا۔ وہاں سے تیز قدموں سے گزر جانا اس کے لیے مستحب ہے (۱۲۰) حضرت ابن عباسؓ وادی محسر سے تیز قدموں کے ساتھ گزر جاتے اور اس بات کو مستحب سمجھتے جب کہ میدان عرفات میں تیز قدموں سے چلنے کو مکروہ قرار دیتے (۱۲۱)

۲۴۔ جمرۂ عقبہ کی رمی:

الف۔ اس رمی کی اصل: رمی جمار کی اصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تو اللہ کے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے آپ اپنے بیٹے کو لے کر منیٰ کی طرف چل پڑے اس وقت ابلیس نمودار ہوا اور آپکے دل میں اللہ کے اس حکم کی نافرمانی کرنے کا وسوسہ پیدا کرنے لگا۔ آپ نے اسے پتھر مارے پھر وہ ملعون دوبارہ نمودار ہوا۔ آپ نے اسے دوبارہ پتھر مارے پھر وہ تیسری مرتبہ ظاہر ہوا آپ نے اسے پھر پتھر مارے لوگوں نے یہ بات یاد رکھی اور یہ حج کے مناسک میں شامل ہو گئی۔ اس فعل سے یہ اشارہ دیا گیا کہ شیطان کے پیدا کردہ وساوس قبول نہ کیے جائیں بلکہ اللہ کی اطاعت کا التزام کیا جائے خواہ اس کے لیے اٹھائی جانے والی مشقتیں نفس پر بوجھل کیوں نہ ہوں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رمی جمار کے اندر پوشیدہ حکمت تک ہمارے رسائی نہیں ہو سکی۔ زمانہء جاہلیت میں عرب کے لوگ رمی جمار کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ رمی جمار کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ہم نے جاہلیت کے زمانے میں سات کنکریوں کے ذریعے رمی جمار کیا تھا اور زمانہ اسلام میں بھی سات کنکریوں کے ساتھ رمی جمار کرتے ہیں (۱۲۲)

ب۔ جمرۂ عقبہ کی رمی کا وقت: حاجی دسویں ذی الحجہ کو طلوع شمس کے بعد جمرۂ عقبہ کی رمی کرے گا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب یوم نفر آخر (دسویں ذی الحجہ) کا دن نکل آئے تو رمی اور طواف صدر حلال ہو جائیں گے (۱۲۳)

ج۔ یہ مستحب ہے کہ رمی جمار کی کنکریاں خذف ریزوں کی بقدر ہوں (۱۲۴) ان کی تعداد سات ہے۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے

د۔ رمی کی کیفیت: حضرت ابن عباس جب رمی جمرہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ سر تک بلند کر دیتے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی (۱۲۵)

ھ۔ رمی کی دعا: حضرت ابن عباسؓ رمی کرتے وقت ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے پھر دیر تک وقوف کرتے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعائیں کرتے (۱۲۶) عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ آپ نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا اور وادی کے بطن تک گئے۔ جب فارغ ہو گئے تو دعا مانگی: اے اللہ اس حج کو مقبول حج اور گناہوں کی بخشش بنا دے پھر فرمایا: میں نے اس ذات کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا تھا جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی (۱۲۷)

۲۵۔ ہدی ذبح کرنا:

جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد حاجی اپنی قربانی کا جانور ذبح کرے گا بشرطیکہ وہ حج تمتع یا قران ادا کر رہا ہو، نیز اس پر واجب ہونے والے دم کی بھی قربانی کرے گا۔ حرم میں ہدی ذبح کرنا واجب ہے۔ غیر حرم میں اس کی ذبح درست نہیں ہے۔ منیٰ کے اندر ذبح کرنا مستحب ہے اس لئے کہ مکۂ مکرمہ ہر قسم کے خون سے پاک ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ مکہ ہے لیکن اسے ہر قسم کے خون سے پاک رکھا گیا ہے جب کہ منیٰ مکہ کا حصہ ہے (۱۲۸) ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ مکہ میں قربانی کا جانور ذبح کرتے تھے (۱۲۹)

۲۶۔ احرام کھولنے کا پہلا مرحلہ:

الف۔ حاجی جب جانور ذبح کر لے تو اس کے لیے احرام کی بنا پر ہر ممنوع چیز حلال ہو جائے گی البتہ

عورتوں سے ہمبستری اور شہوت کے تحت بوسہ اور لمس حلال نہیں ہوگا (۱۳۰) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب تم جمرۂ عقبہ کی رمی کر چکو تو تمھارے لیے عورتوں کے سوا ہر چیز حلال ہو جائے گی ایک شخص نے پوچھا: کیا خوشبو بھی؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپؐ اپنے سر مبارک کو مشک لگا رہے تھے آیا مشک خوشبو ہے یا نہیں؟ (۱۳۱) حاجی اپنے ناخن تراش کر اور اپنا سر مونڈ کر یا بال چھوٹے کر کے اپنا احرام کھولے گا (۱۳۲) خواہ اس نے اپنے سر کے بال چپکائے ہوئے ہوں یا نہیں یا ان کی مینڈھیاں بنائی ہوں یا نہیں تمام صورتوں میں خواہ وہ اپنا سر مونڈ لے یا بال چھوٹے کر لے اس کے لیے جائز ہوگا۔ البتہ اگر اس نے احرام باندھتے وقت حلق کرنے کی نذر مانی ہو تو اس صورت میں سر مونڈنے کے سوا کوئی اور صورت درست نہیں ہوگی (۱۳۳) اگر وہ اپنا سر مونڈے تو دائیں طرف سے ابتدا کرے اور مونڈے کا عمل کنپٹی کے نیچے موجود دونوں ہڈیوں تک پہنچا دے (۱۳۴)

ب۔ احرام کھولنے کا پہلا مرحلہ قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد مکمل ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میں جانور ذبح کرنے سے پہلے حلق کرا لوں یا حلق کرانے سے پہلے ہدی ذبح کر دوں؟ آپ نے جواب دیا کہ تم یہ بات اللہ کی کتاب سے معلوم کرو کیونکہ کتاب اللہ کی بات یاد رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ اللہ نے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں ارشاد فرمایا ہے (ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ اور جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے تم سر نہ مونڈو) اگر ایک شخص پر ہدی یعنی قربانی واجب نہ ہو لیکن وہ حلق کے ذریعے احرام کھولنے کو جمرۂ عقبہ کی رمی پر مقدم کر دے یا جس پر قربانی واجب ہو وہ قربانی ذبح کرنے پر احرام کھولنے کو مقدم کر دے تو اس پر دم یعنی ایک بکری واجب ہو جائے گی۔ (۱۳۵)

۲۷۔ طواف افاضہ:

جب حاجی احرام کھولنے کے پہلے مرحلے سے فارغ ہو جائے گا تو طواف افاضہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہو جائے گا اسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ وہ اس طواف کے لیے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے گا اور رمل نہیں کرے گا اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے طواف افاضہ

میں رمل نہیں کیا تھا[۱۳۶]

اس طواف کے ساتھ اس حاجی کے مناسک حج مکمل ہو جائیں گے جس نے عرفات روانگی سے پہلے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر لی تھی۔ ابوحمزہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کہ تم سورۂ حج پڑھتے ہو، اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ولیطوفوا بالبیت العتیق اور وہ پرانے گھر کا خوب طواف کریں) یعنی مناسک حج کا آخری حصہ بیت عتیق کا طواف ہے[۱۳۷] ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ آپ نے لوگوں کو یہ کیا فتویٰ دے رکھا ہے کہ جس شخص نے طواف افاضہ کر لیا وہ کھل گیا یعنی اس کے مناسک کا اختتام ہو گیا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: یہ تمھارے نبی کی سنت ہے[۱۳۸]

مکہ کے باشندے نیز حج تمتع کرنے والے چونکہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو طواف افاضہ تک موخر رکھتے ہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کا جز الف) اس لیے یہ لوگ طواف افاضہ کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگا کر سعی کریں گے اور اس کے ساتھ ان کے حج کا اتمام ہو جائے گا۔ ان کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حج کا اتمام یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو ہو جائے گا حاجی جب جمرۂ عقبہ کی رمی کر کے بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کر لے تو اس کا احرام کھل جائے گا[۱۳۹]

۲۸۔ منیٰ میں رات گزارنا:

جب حاجی طواف افاضہ سے فارغ ہو جائے نیز جس کے ذمہ سعی باقی ہو وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر لے تو وہ ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنے کے لیے وہاں واپس آ جائے گا۔ منیٰ میں رات گزارنا واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کوئی شخص عقبہ کے ماوراء منیٰ کی رات نہ گزارے[۱۴۰] اس لیے کہ عقبہ کے ماوراء مقام منیٰ میں داخل نہیں ہے۔

چرواہوں اور مکہ میں کام کاج کرنے والوں کو رات کے وقت رمی جمار کی رخصت ہوگی اور وہ جہاں چاہیں گے رات گزاریں گے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے: جب تم رمی جمار کر لو تو پھر جہاں چاہو رات گزار لو[۱۴۱] نیز فرماتے: جس شخص کا ساز و سامان مکہ میں ہو اگر وہ منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارے تو اس میں کوئی حرج نہیں[۱۴۲]

منیٰ کے ایام یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کے بعد تین دن ہیں۔ یہ ایام تشریق بھی ہیں (دیکھئے مادہ

اضحیہ نمبر۴) نیز (مادہ ایام التشریق)

۲۹۔ رمی جمار:

گیارہویں ذی الحجہ کو جب دن آدھا گزر جائے تو حاجی تینوں جمرات کی رمی کے لیے جائے پہلے وہ جمرۂ صغریٰ کی رمی کرے، اور اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ کی اور اس کے بعد جمرۂ عقبہ کی۔ اگلے دن بھی وہ یہی عمل کرے۔ اس کے بعد اگر وہ مکہ واپس آنا چاہے تو آ سکتا ہے اس صورت میں اس سے تیسرے دن کی رمی ساقط ہو جائے گی۔ اگر وہ تینوں جمرات کی رمی کے لیے تیسرے دن وہاں رہنا چاہیے تو رہ لے۔

۳۰۔ تحصیب:

تیسرے دن رمی جمرات سے فارغ ہو کر حاجی مکہ کی طرف چل پڑے گا۔ مکہ کے مدخل کے قریب وہ محصب سے گزرے گا۔ حضور ﷺ کا طریق کار تھا کہ آپؐ جب محصب سے گزرتے تو وہاں اتر کر ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں ادا کرتے اور رات کے وقت مکہ میں داخل ہوتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے (۱۴۳) تاہم حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ محصب کے مقام پر حضور ﷺ کا نزول شعائر میں داخل نہیں۔ یہاں حضور ﷺ صرف پڑاؤ کر لیتے تھے حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: محصب میں اترنا کوئی چیز نہیں، یہ ایک پڑاؤ تھا جہاں حضور ﷺ اتر پڑے تھے (۱۴۴)

۳۱۔ طواف وداع:

گھر واپس جانے سے پہلے حاجی بیت اللہ کے گرد سات چکر لگا کر طواف کرے جس طرح اس نے طواف قدوم کیا تھا۔ البتہ اس طواف میں نہ تو رمل ہے اور نہ ہی اضطباع (داہنی بغل سے چادر نکال کر بائیں کاندھے پر ڈالنا) یہ طواف حاجی کی طرف سے بیت اللہ کا آخری دیدار ہوگا۔ پھر وہ واپسی کے سفر پر روانہ ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جب تک ایک شخص بیت اللہ کا آخری دیدار نہ کرے ہرگز سفر نہ کرے۔ (۱۴۵)

اگر طواف افاضہ کے بعد عورت کو حیض آ جائے جب کہ ابھی اس نے طواف وداع نہ کیا ہو تو طواف کیے بغیر اسے واپسی کے سفر کی رخصت ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: عورت اگر طواف افاضہ کر لے اور

پھر اسے حیض آ جائے تو اسے واپسی کے سفر کی رخصت ہوگی (۱۴۶) امام مسلم نے روایت کی ہے کہ طاؤس نے کہا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت بیت اللہ کی آخری زیارت (طواف وداع) کیئے بغیر واپس چلی جائے؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: اگر آپ یہ بات تسلیم نہیں کرتے تو فلاں انصاری خاتون سے دریافت کر لیجئے کہ آیا حضور ﷺ نے انہیں یہی حکم نہیں دیا تھا؟ یہ سن کر حضرت زیدؓ حضرت ابن عباسؓ کی طرف مڑے اور ہنس کر فرمانے لگے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ آپ نے سچ فرمایا (۱۴۷) صحیح بخاری میں ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ ایک عورت کو اگر طواف افاضہ کے بعد حیض آ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ واپسی کا سفر کرے، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے قول کو اختیار کر کے حضرت زید بن ثابتؓ کا قول چھوڑ نہیں سکتے، آپ نے فرمایا: جب تم لوگ مدینہ پہنچ جاؤ تو وہاں یہ سوال پوچھو چنانچہ وہ لوگ مدینہ آ گئے اور لوگوں سے اپنا سوال دریافت کیا حضرت ام سلیمؓ بھی ان افراد میں شامل تھیں جن سے یہ سوال پوچھا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت صفیہؓ کا واقعہ بیان کیا یعنی یہ کہ ایسی عورت کو چلے جانے کی اجازت ہے (۱۴۸)

۳۲۔ مناسک میں سے کسی نسک کو ترک کر دینا یا اس میں تقدیم یا تاخیر کرنا:

اگر حاجی کوئی نسک ترک کر دے خواہ عمداً ترک کر دے یا بھول کر چھوڑ دے تو اس پر ایک بکری کا دم واجب ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص اپنا کوئی نسک بھول جائے یا اسے ترک کر دے تو ایک خون بہائے (۱۴۹) اسی طرح اگر وہ اپنا کوئی نسک مقدم یا موخر کر دے تو اس پر ایک بکری کا دم واجب ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے حج کا کوئی فعل مقدم یا موخر کر دے وہ ایک خون بہائے (۱۵۰)

۳۳۔ جزاء یعنی جرمانہ ادا کرنے کی جگہ:

اگر حاجی پر مناسک حج میں سے کسی نسک کو ترک کرنے یا اسے مقدم یا موخر کرنے کی وجہ سے کوئی جزا یعنی جرمانہ عائد ہو جائے تو اس صورت میں اگر یہ جرمانہ دم یا طعام کی شکل میں ہو تو اس کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں لازم ہوگی۔ یعنی حرم کے اندر اگر جرمانہ روزے کی صورت میں ہو تو وہ اس کی ادائیگی جہاں چاہے کر سکتا ہے چاہے تو حرم میں کر دے یا گھر واپس جاتے ہوئے راستے میں یا اپنے وطن جا کر۔ حضرت ابن عباسؓ سے

منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ہدی اور طعام کی ادائیگی تو مکہ میں ہوگی اور روزہ جہاں چاہے رکھ لے (۱۵۱) یا اسی مفہوم کا کلام آپ سے منقول ہے۔

۳۴۔ دخول کعبہ:

کعبہ میں داخل ہونا اور داخل ہوکر اس کے اندر نماز ادا کرنا حج کے شعائر میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے حاجیوں کے اندر کعبہ میں داخل ہونے کی چاہت کا جب مشاہدہ کیا اور آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں بعض لوگوں کے دل میں یہ وہم پیدا نہ ہوجائے کہ کعبہ کے اندر جانا شعائر حج میں داخل ہے تو آپ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: لوگو، کعبہ کے اندر تمھارا داخل ہونا کسی اعتبار سے بھی تمھارے حج کے شعائر میں شامل نہیں ہے (۱۵۲)

۳۵۔ حج فاسد کردینا:

الف۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ وقوف عرفہ سے قبل بیوی کے ساتھ ہمبستری حج کو فاسد کردیتی ہے اور اس کے نتیجے میں ایک بدنہ یعنی گائے یا اونٹ واجب ہو جاتا ہے (۱۵۳) ہمبستری کے سوا کسی اور فعل کی وجہ سے حج فاسد نہیں ہوتا۔ اگر حاجی وقوف عرفہ کے بعد اور طواف افاضہ سے قبل ہمبستری کرے تو اس کا حج مکمل ہوجاتا ہے لیکن اس پر ایک بدنہ کی قربانی واجب ہوجاتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص منیٰ میں یعنی وقوف عرفہ کے بعد اور طواف افاضہ سے قبل اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو کیا ہوگا؟ آپ نے اسے ایک بدنہ قربانی کرنے کا حکم دیا (۱۵۴)

ب۔ بیوی کا بوسہ لے کر حج فاسد کردینے کے بارے میں نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس سے حج فاسد ہوجاتا ہے (۱۵۵) لیکن دیگر حضرات نے آپ سے روایت کی ہے کہ اس سے حج فاسد نہیں ہوتا (۱۵۶) آپ نے فرمایا: جو شخص حالت احرام میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لے وہ ایک دم دے اس کا حج مکمل ہوچکا ہے (۱۵۷) ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں نے حالت احرام میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا ہے میں اپنی شہوت کے ہاتھوں مجبور ہوگیا تھا آپ نے فرمایا تم

تو بڑے جذباتی ہو، ایک خون بہادو، تمہارا حج مکمل ہو گیا (۱۵۸)

ج۔ حج فاسد کرنے والے پر واجب ہونے والا جرمانہ:

۱۔ اگر حاجی ہمبستری کی بنا پر اپنا حج فاسد کر دے تو اس پر ایک بدنہ کا دم واجب ہوگا اور اگر ہمبستری والی عورت نے اس کی ہمنوائی کی ہو تو اس پر بھی ایک بدنہ واجب ہوگا (۱۵۹) ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے طواف زیارت کرنے سے پہلے اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لی۔ آپ نے جواب دیا: اگر تمھاری بیوی نے اس فعل کے اندر تمھاری اعانت کی ہے تو تم میں سے ہر ایک پر ایک ایک خوبصورت اونٹنی کی قربانی واجب ہوگی۔ اگر اعانت نہیں کی تو تم پر ایک حسین وجمیل اونٹنی کی قربانی واجب ہوگی (۱۶۰)

۲۔ مذکورہ بالا حاجی پر لازم ہوگا کہ وہ اپنا حج جاری رکھے یہاں تک کہ اس کا اتمام کر لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص حج یا عمرے کا احرام باندھ لے تو اسے اس وقت تک احرام کھولنے کا اختیار نہیں ہوگا جب تک وہ ان دونوں کا اتمام نہ کر لے، حج کا اتمام یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو ہوگا اگر وہ جمرۂ عقبہ کی رمی کرے اور بیت اللہ کی زیارت یعنی طواف افاضہ کرے تو وہ اپنے احرام سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے گا۔ عمرے کا اتمام یہ ہے کہ اگر وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کر لے تو وہ احرام سے آزاد ہو جائے گا (۱۶۱) ایک روایت کے مطابق مذکورہ شخص اپنا حج عمرے میں تبدیل کر کے ایک دم کی قربانی دے گا یعنی اونٹ کی (۱۶۲) لیکن پہلی روایت ہی درست روایت ہے۔

۳۔ مذکورہ حاجی پر اگلے سال حج کی قضا لازم ہوگی۔ اگر اس کے ساتھ وہ عورت بھی ہو جس سے اس نے گزشتہ سال ہمبستری کر کے اپنا حج فاسد کر دیا تھا تو ہمبستری والے مقام پر پہنچ کر دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں گے اور جب تک حج نہ کر لیں ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے حالت احرام میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لی تھی فرمایا: تم دونوں اپنا حج مکمل کر کے اپنے شہر واپس چلے جاؤ اور پھر اگلے سال حج کے لیے نکل پڑو۔ جب تم احرام باندھ لو تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاؤ اور جب تک اپنا نسک یعنی [illegible] نہ کر لو ایک دوسرے سے نہ ملو اور ایک ہدی کی قربانی دو (۱۶۳) ابن حزم اور ابن قدامہ

نے آپ سے روایت کی ہے کہ مذکورہ میاں بیوی جب اس مقام پر پہنچ جائیں جہاں مرد نے عورت کے ساتھ ہمبستری کی تھی تو دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں گے (۱۶۴) یہ حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت ہے۔ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس آیا اور مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے حالت احرام میں عورت سے ہمبستری کر لی ہے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے اس سے کہا کہ جاؤ اور جا کر ان سے مسئلہ پوچھ لو سائل حضرت ابن عمرؓ کو پہچانتا نہیں تھا شعیب کہتے ہیں کہ میں بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ تمھارا حج باطل ہو گیا سائل نے کہا کہ اب میں کیا کروں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ نکلو اور جس طرح وہ کریں تم بھی اسی طرح کرو پھر اگر اگلا سال تم پر آ جائے تو حج کرو اور ہدی قربانی کرو سائل واپس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس آیا میں (شعیب) بھی اس کے ساتھ تھا، اس نے انہیں ساری بات بتائی۔ جسے سن کر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ سے جا کر یہ مسئلہ پوچھو، شعیب کہتے ہیں کہ میں بھی اس کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کے پاس چلا گیا، سائل نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے اسے وہی جواب دیا جو جواب حضرت ابن عمرؓ دے چکے تھے، سائل واپس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس آیا، میں بھی اس کے ساتھ تھا اس نے انہیں حضرت ابن عباسؓ کی ساری بات بتائی اور پھر پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت ابن عمرو بن العاص نے فرمایا: میرا قول بھی ان دونوں حضرات کے قول کی طرح ہے (۱۶۵) بیہقی نے کہا ہے کہ یہ اسناد صحیح ہے میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباسؓ سے مذکورہ بالا مروی دونوں روایتوں میں سے یہ روایت زیادہ صحیح ہے، مذکور حاجی پر ان باتوں کے علاوہ جن کا ہم نے ذکر کر دیا ہے کوئی اور چیز لازم نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ نے تمہیں قصاص یعنی مساوات کا حکم دیا ہے کیا وہ تم سے زائد کوئی چیز وصول کرے گا؟ اس لیے حج کے بدلے حج اور عمرہ کے بدلے عمرہ ہوگا (۱۶۶)

۳۰۔ حاجی کا استقبال اور اس کے لیے دعا (دیکھیے مادہ استقبال) نیز (مادہ دعا نمبر ۷ کا جزد)

حجاب (پردہ)

۱۔ تعریف: حجاب اس پردے کو کہتے ہیں جو عورت کے جسم کے ان حصوں کو ڈھانپے رکھتا ہے جنہیں ڈھانپنا واجب ہے۔

۲۔ آزاد عورت اور لونڈی کا پردہ

الف۔ اسلام کی ابتداء میں پردہ عورتوں پر فرض نہیں تھا۔ عورتیں باہر نکلتیں اور ان کے بالوں یا سینوں یا بازوؤں کا کچھ حصہ کھلا رہتا۔ اللہ نے مردوں کو غض بصر (نظریں نیچی رکھنے) کا حکم دیا۔ سورۂ نور آیت نمبر ۳۰ میں ارشاد ہوا (**قل للمومنین یغضوا من ابصار هم** آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں) لیکن یہ حکم بقول حضرت ابن عباسؓ جلد ہی منسوخ ہو گیا اور آزاد خواتین پر پردہ فرض کر دیا گیا۔ اس حکم سے صرف ان بوڑھی عورتوں کو مستثنیٰ رکھا گیا جنہیں نکاح کرنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ ان کے لیے یہ بات جائز قرار دی گئی کہ وہ اپنا پردہ اتار دیں خواہ ان کے جسم کا وہ حصہ کھلا رہ جائے جو عادۃً تکلف کے بغیر کھلا رہتا ہے [۱۶۶ب] یہ جواز سورۂ نور آیت نمبر ۶۰ پر عمل کرتے ہوئے تھا۔ ارشاد باری ہے (**والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر متبر جات بزینة و ان یستعففن خیر لهن والله سمیع علیم** اور جو عورتیں جوانی سے گزر بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں، وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے)

ب۔ آزاد عورت کا پردہ: آزاد عورت اجنبی مردوں یعنی غیر محرموں سے سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے اپنا سارا جسم پردے میں رکھے گی [۱۶۷] وہ اپنا سینہ اور گریبان سورۂ احزاب آیت نمبر ۵۹ پر عمل کرتے ہوئے پوشیدہ رکھے گی۔ اس آیت میں ارشاد باری ہے (**یدنین علیهن** اپنے اوپر ڈالے رکھیں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اپنا سینہ اور گریبان [۱۶۸]۔ وہ اپنی پیشانی اور سر بھی ڈھانپے رکھے گی [۱۶۹]

ج۔ لونڈی کا پردہ: لونڈی اندر باہر آنے جانے کی کثرت نیز کام کاج کی زیادتی کی ضرورت کے تحت پردے کا وہ التزام نہیں کرے گی جس کا التزام آزاد عورت کرتی ہے۔ لونڈی کے حق میں پردے کا معاملہ زیادہ نرم ہے۔ اس کے لیے جائز ہے کہ کام کاج کرتے وقت عادۃً جسم کے جو حصے کھلے رہ جاتے ہیں مثلاً سینے کا بالائی حصہ اور بازو وغیرہ کھلے رہ جائیں (۱۷۰)

د۔ کھلے رہ جانے والے اعضاء کی زیب و زینت کا حکم: عورت کے جن اعضاء کو ظاہر کرنا جائز ہے ان کی زیب و زینت کا اظہار بھی جائز ہے۔ یعنی انہیں مزین حالت میں گھر آنے والے اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز ہے۔ بنا بریں مسلمان عورت کے لیے مہندی لگی ہوئی ہتھیلی کا اظہار جائز ہے نیز انگوٹھیوں سے مزین انگلیوں کا اظہار بھی جائز ہے، اسی طرح سرمہ والی آنکھوں کا۔ کیونکہ سورۂ نور آیت نمبر ۳۱ میں قول باری ہے (ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا اور وہ اپنی زیب و زینت ظاہر نہ کریں مگر وہ جو از خود ظاہر ہو) حضرت ابن عباسؓ نے ظاہر ہو جانے والی زینت کی تفسیر میں فرمایا: چہرہ آنکھوں کا سرمہ، ہتھیلی کی مہندی اور انگوٹھی یہ چیزیں اپنے گھر میں آنے والے غیر مردوں کے سامنے وہ ظاہر کر سکتی ہے (۱۷۱)

۳۔ مسلمان عورت کا کافر عورت سے پردہ کرنا:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مسلمان عورت پر کافر عورت سے خواہ وہ یہودیہ ہو یا نصرانیہ یا مجوسیہ اپنا جسم پردے میں رکھنا لازم ہے یعنی اپنے جسم کے وہ حصے جنہیں وہ غیر مردوں سے پردے میں رکھتی ہے۔ اس لیے مسلمان عورت کا سینہ، بالیاں اور جڑاؤ پیٹی کافر عورت کے سامنے کھلنی نہیں چاہئیں کیونکہ سورۂ نور آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے (اور اے نبی، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: (اپنے میل

جول کی عورتوں) سے مراد مسلمان عورتیں ہیں۔ اس لیے مسلمان عورت کسی یہودی یا نصرانی عورت کے سامنے نہ تو اپنا سینہ کھلا رکھے گی، نہ ہی بالیاں اور نہ ہی جڑا و پیٹی نیز جسم کے وہ حصے جن پر صرف محرم مرد کی نظر حلال ہوتی ہے (۱۷۲)

۴۔ اپنے غلام کے سامنے عورت کا پردہ:

تنویر المقیاس کے اندر جو بات مذکور ہے وہ اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ عورت اپنے غلام سے بھی پردہ کرے، البتہ اپنی لونڈی سے خواہ وہ کافر کیوں نہ ہو پردہ نہ کرنے کی اسے رخصت حاصل ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے قول باری (او ما ملکت ایما نھن اپنے مملوک) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ: اس سے مراد لونڈیاں ہیں، غلام مراد نہیں ہیں (۱۷۳) تاہم ابن قدامہ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے غلام کے لیے اپنی مالکن کے بالوں پر نظر ڈالنے کی اباحت کر دی ہے۔ اور درج بالا آیت سے حضرت ابن عباس کے حق میں استدلال کیا ہے۔ نیز ترمذی کے اندر حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم عورتوں میں سے کسی کا مکاتب غلام ہو اور اس کے پاس بدل کتابت ادا کرنے کے لیے مال ہو تو وہ اس مکاتب سے پردہ کرے نیز ابوداؤد کے اندر حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس ایک غلام لے کر آئے جسے آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ کے بدن پر ایک کپڑا تھا کہ اگر وہ اسے اپنے سر پر ڈالتیں تو وہ ان کے پیروں تک نہ پہنچتا اور اگر اس سے اپنے پاؤں ڈھانپیں تو وہ سر تک نہ پہنچتا۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی یہ کیفیت دیکھ کر ان سے فرمایا: تمھارے لیے کوئی مضائقہ نہیں یہ شخص تمھارے باپ کی عمر کا اور تمھارا غلام ہے (۱۷۴) نیز سورۂ نور آیت نمبر ۵۸ کے اندر اس ارشاد باری سے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تمھارے مملوک اور تمھارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمھارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے اور دو پہر کو جب کہ تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمھارے لیے پردے کے وقت ہیں۔ ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے اس لیے اپنی مالکن پر نظر ڈالنے کی غلام کے لیے

نیز ذوی المحارم کے لیے اباحت کر دی گئی ہے۔

۵۔ جو شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دینا چاہے اس سے بھی پردہ کرنا عورت پر واجب ہوگا اس کے سامنے بجز اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے جسم کا کوئی اور حصہ ظاہر کرنا عورت کے لیے جائز نہیں ہوگا کہ منگنی کا خواہش مند مذکور حصے پر نظر ڈال کر حسن و جمال کے اندر عورت کے مقام کا جائزہ لے سکے (۱۷۵)

۶۔ ایسا مرد جسے عورت کی ذات سے کوئی دل چسپی نہ ہو اور عورت کو دیکھ کر اسے دل میں کوئی شہوانی خواہش پیدا نہ ہوتی ہو خواہ یہ مرد انتہائی بوڑھا یا عقل سے عاری یا نامرد ہو (۱۷۶) اس کے سامنے اگر عورت اپنے جسم کے بعض ایسے حصے ظاہر کر دے جنہیں پوشیدہ رکھنا اس پر واجب ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ مرد کو عورتوں کی ذات میں کوئی دل چسپی نہیں ہوگی۔ بنا بریں عورت کو مذکورہ مرد کے سامنے اپنے کان یا گردن یا کلائی وغیرہ کھلی رکھنے کی رخصت ہوگی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: عورت اپنا جو بناؤ سنگھار ان لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گی وہ یہ ہے، کان کی بالیاں، گلے کا ہار اور کنگن، البتہ وہ اپنے پازیب اپنے بازو اپنا سینہ اور اپنے بال صرف اپنے شوہر کے سامنے کھول سکتی ہے (۱۷۷)

۷۔ جوانی سے گزر جانے والی عورتوں کا پردہ جو نکاح کی امیدوار نہ ہوں:

الف۔ ایسی عورتیں وہ ہیں جنہیں مردوں کی ذات میں کوئی دل چسپی نہ ہو اور مردوں کو ان کی طرف کوئی رغبت نہ ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ عورتیں یا تو انتہائی بوڑھی ہوں یا انتہائی بدصورت یا کوئی اور وجہ ہو

ب۔ ایسی عورتوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں صرف قمیص اور دوپٹے کے ساتھ رہیں اور اپنے اوپر لمبی چادر نہ ڈالیں اور پھر اسی حالت میں مردان کے گھروں میں آئیں جائیں (۱۷۸) خواہ ان کے جسم کے وہ حصے مثلاً کلائی، کان اور گردن وغیرہ کھلے ہوں جو عادۃً اور تکلف کے بغیر کھلے رہتے ہیں (۱۷۹)

۸۔ نماز کے اندر عورت کا حجاب: نماز کے اندر عورت اپنے جسم کے تمام حصے بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے ڈھانپ کر رکھے گی۔ عورت کو مردوں کے سامنے لمبی چادر جسم پر اوڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے لیکن نماز

کے اندر اسے یہ حکم نہیں دیا جاتا اگر وہ نماز کے اندر لمبی چادر اوڑھ لے تو اچھی بات ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ عورت نماز کے لیے کونسے کپڑے پہنے آپ نے جواب دیا قمیص اور دوپٹہ (۱۸۰)

۹۔ عدت گزارنے والی عورت کا طلاق دینے والے شوہر سے پردہ کرنا

(دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱۰ کا جزج) نیز (مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز واؤ کا جز ٦)

حجاز (حجاز کا علاقہ)

۱۔ نجد اور تہامہ کے درمیان واقع علاقے کو حجاز کہتے ہیں۔

۲۔ غیر مسلموں کا حجاز میں سکونت اختیار نہ کرنا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ کسی کافر کو حجاز میں مسلمانوں کے ساتھ سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تمھارے شہروں میں یہود اور نصاریٰ سکونت کے اندر تمھارے ہرگز شریک نہ ہوں بجز اس کے کہ وہ مسلمان ہو جائیں (۱۸۱)

حجامۃ (سینگی لگانے کا پیشہ)

۱۔ تعریف:

مِحجم (سینگی لگانے کے آلے) کے ذریعے علاج کرنا حجامت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ عمل خون چوسنے نیز زخم سے پیپ چوسنے کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

۲۔ حجام (سینگی لگانے والے) کی کمائی:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حجام کی کمائی حلال کمائی ہے اور حجامت کا پیشہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ فرماتے میں حجام کی کمائی کھالیتا ہوں آپ اپنے قول کے حق میں اس بات سے استدلال کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے سینگی لگوائی تھی اور حجام کو اس کی اجرت عطا کی تھی، اگر آنحضور ﷺ اس کمائی کا حرام تصور کرتے تو حجام کو اجرت نہ دیتے (۱۸۲)

(دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزب کا جز۳) نیز (مادہ احتراف نمبر۲)

۳۔ سینگی لگانے کے اثرات

الف۔ سینگی لگوانے کے بعد غسل کرنا: حضرت ابن عباسؓ سینگی لگوانے کے بعد غسل کرنے کے قائل تھے آپ فرماتے: میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن یوم عرفہ اور جمعہ کے دن نیز جنابت اور احتلام کی وجہ سے اور حمام کرنے اور سینگی لگوانے کی بنا پر غسل کرتا ہوں (۱۸۳) لیکن آیا آپ غسل حجامت کو واجب غسل تصور کرتے تھے یا مستحب غسل؟ اس بارے میں ہمیں کوئی معلومات حاصل نہیں، البتہ میری رائے اس بات کی طرف زیادہ مائل ہے کہ مذکورہ غسل استحباب پر مبنی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جسم کے اندر نشاط اور چستی عود کر آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ب۔ حالت احرام میں سینگی لگوانا: اگر محرم کو حالت احرام کے اندر سینگی لگوانے کی ضرورت لاحق ہو جائے تو اس کا احرام اس بات سے مانع نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ھ)

ج۔ روزے دار کا سینگی لگوانا: روزہ سینگی لگوانے میں مانع نہیں ہوتا۔ اگر وہ سینگی لگوا لے تو اس کا روزہ باقی رہے گا اور ختم نہیں ہوگا (۱۸۴) حضرت ابن عباسؓ نے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: روزہ اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جو جسم کے اندر داخل ہو جائے جسم سے خارج ہونے والی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا (۱۸۵) تاہم روزہ دار کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ سینگی نہ لگوائے اس لیے کہ سینگی لگوانے کے نتیجے میں جسم سے خارج ہو جانے والے خون کی وجہ سے کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں نے کمزوری کے خوف سے روزہ دار کے لیے سینگی لگوانے کو مکروہ قرار دیا ہے (۱۸۶) بنابریں آپ رات کے وقت سینگی لگواتے (۱۸۷)

حجب (وارثت سے محرومی) دیکھئے مادہ ارث نمبر۴ کے جز د کا جز۴

حجر (پابندی لگانا)

۱۔ تعریف: کسی انسان کے قولی تصرفات پر مشروع سبب کی بنا پر پابندی لگانے کو حجر کہتے ہیں۔

۲۔ حجر کے اسباب: ہمارے لیے حجر کے اسباب کو درج ذیل اسباب کے اندر مرکوز کر دینا ممکن ہے،

یعنی عقلی کوتاہی، غلامی، افلاس اور غیر کو نقصان پہنچانا

الف۔ عقلی کوتاہی: یہ کوتاہی بعض دفعہ دیوانگی کی وجہ سے ہوتی ہے اور بعض دفعہ کم سنی کی وجہ سے۔ اس عقلی کوتاہی کے نتیجے میں اکثر احوال کے اندر سفاہت ظہور میں آتی ہے اموال وغیرہ کے اندر برے طریقے سے تصرف کو سفاہت کہتے ہیں۔ عاقل اور بالغ ہونے کے بعد بھی سفاہت پائی جا سکتی ہے۔ بنابریں اگر کسی انسان کے اندر عقلی کوتاہی کا کوئی سبب یعنی دیوانگی یا کم سنی پائی جائے تو اس پر پابندی عائد کر دی جائے گی۔ اسی طرح عقلی کوتاہی کے نتیجے میں پیدا ہونے والا سبب یعنی اموال کے اندر برے طریقے سے تصرف پایا جائے تو بھی پابندی لگ جائے گی خواہ وہ سبب کسی عاقل بالغ شخص میں کیوں نہ پایا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ سورۂ نساء کی آیت (وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغو النکاح فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان کے اندر اہلیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو) کی تفسیر میں فرمایا: یتیموں کو ان کے بالغ ہونے پر آزماؤ پھر اگر تم ان کے اندر اس بات کی اہلیت پاؤ کہ وہ اپنے مفادات اور اپنے مال کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور گواہی قائم کر لو[۱۸۸] یہ نص ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اپنے مال کے اندر برے طریقے سے تصرف کرنے والے پر بھی پابندی لگ سکتی ہے خواہ وہ عاقل بالغ کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے زمانے میں ہونے والی خانہ جنگی کے دوران نجدہ حروری نے حضرت ابن عباسؓ سے پانچ باتیں پوچھی تھیں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میں علم کو چھپانے والا ہوتا تو اسے جواب نہ لکھتا اس نے آپ کو خط لکھ کر پوچھا کہ آیا حضور ﷺ عورتوں کو جنگ میں لے جاتے تھے؟ آیا آپ عورتوں کے لیے مال غنیمت میں کوئی حصہ مقرر کرتے آیا آپ بچوں کو قتل کر دیتے تھے؟ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ اور خمس یعنی مال غنیمت کا پانچواں حصہ کس کے لیے ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا تم نے مجھ سے پوچھا ہے کہ آیا حضور ﷺ عورتوں کو جنگ میں لے جاتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ انہیں جنگ میں لے جاتے تھے؟ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور انہیں مال غنیمت میں سے تھوڑا بہت دے دیا جاتا۔ تاہم حضور ﷺ نے ان کے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں کیا تھا۔ حضور ﷺ بچوں کو قتل کرنے والے نہیں تھے، تم بھی بچوں کو

قتل نہ کرنا۔ تم نے پوچھا ہے کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ تو مجھے اپنی زندگی کی قسم ایک شخص کی داڑھی نکل آتی ہے لیکن وہ اپنے لین دین میں کمزور ہوتا ہے۔ اگر وہ لوگوں کی طرح اچھے ڈھنگ سے اپنا لین دین کرے تو سمجھ لو کہ اس کی یتیمی ختم ہوگئی، تم نے خمس کے بارے میں پوچھا ہے کہ یہ کس کے لیے ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے ہے لیکن ہماری قوم نے اسے لینے سے انکار کر دیا (۱۸۹)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر پابندی کا سبب دور ہو جائے اور متعلقہ فرد میں کمال عقل ثابت ہو جائے تو اس سے پابندی بھی دور ہو جائے گی اور اس کے تمام قولی تصرفات درست ہو جائیں گے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یتیم کے اندر جب اہلیت محسوس کر لی جائے تو اس کی یتیمی ختم ہو جائے گی (۱۹۰)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پابند یعنی مجحور سے پابندی ختم کرنے کے لیے صرف اہلیت کا ثبوت مطلوب ہوتا ہے۔ جہاں تک شرعی واجبات مثلاً نماز روزہ اور جہاد وغیرہ کے ساتھ اس کے مکلف ہونے کا نیز مکلف ہونے کے نتیجے میں اس کے استحقاق کی صورتوں کا تعلق ہے تو انکی بنیاد بلوغت پر ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نابالغ کو جب احتلام ہو جائے تو وہ یتیمی سے نکل آئے گا اور اس کے لیے حصہ مقرر کیا جائے گا (۱۹۱)

ب۔ غلامی: غلام پر اس کی غلامی کے سبب پابندی لگ جائے گی۔ یہ پابندی اموال سے متعلقہ اس کے تمام قولی تصرفات پر لگا دی جائے گی خواہ یہ تصرفات ضرر رساں ہوں یا نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہوں بنا بریں اس کی دی ہوئی طلاق اس کا کیا ہوا صدقہ اور اس کی، کی ہوئی وصیت درست نہیں ہو گی۔ اس موضوع پر ہم حجر کے اثرات کے عنوان سے بحث کریں گے۔

ج۔ مفلسی: اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ سے ماثور کوئی قول ہاتھ نہیں آیا

د۔ دوسروں کو نقصان پہنچانا: اگر کوئی شخص ایسا تصرف کرے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچ رہا ہو اور وہ اس تصرف سے باز نہ آئے تو اس پر اس تصرف کے سلسلے میں پابندی لگا دی جائے گی مثلاً جاہل طبیب اور غیر فقیہ مفتی وغیرہ کے تصرفات

۳۔ حجر کے اثرات: حجر یعنی پابندی قولی تصرفات پر لگتی ہے فعلی تصرفات پر نہیں کیونکہ فعلی تصرفات ہر حالت میں قابل تاوان ہوتے ہیں۔ قولی تصرفات کی تین قسمیں ہیں

الف۔ ایسے تصرفات جو خالصتہً نقصان دہ ہوں۔ اگر یہ تصرفات وقوع پذیر ہو جائیں تو درست نہیں ہوں گے۔ ان کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) طلاق: غلام کی دی ہوئی طلاق درست نہیں ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ کا ایک غلام تھا جس کی زوجیت میں آپ کی ایک لونڈی تھی۔ اس نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دے دی آپ نے اس سے فرمایا: تمھاری کوئی طلاق نہیں تم اس کی طرف لوٹ جاؤ لیکن غلام نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا[۱۹۲] جصاص رازی نے آپ کے قول (تم اس کی طرف لوٹ جاؤ) سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ طلاق واقع ہو گئی تھی۔ حالانکہ یہ بات طلاق واقع نہ ہونے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کے نص کے خلاف ہے

نابالغ کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی[۱۹۳] آپ نے فرمایا: بچے کی دی ہوئی آزادی جائز نہیں، نہ ہی اس کی وصیت جائز ہے نہ ہی اس کی فروخت نہ ہی خرید اور نہ ہی اس کی طلاق[۱۹۴]

عتق۔ اگر نابالغ اپنے کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے تو اس کا یہ عمل جائز نہیں ہو گا سابقہ پیرے میں اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول گزر چکا ہے۔

(۲) صدقہ: غلام یا نابالغ کا کیا ہوا صدقہ بھی جائز نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا غلام کوئی چیز صدقہ کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں یہ آیت پڑھی (ضرب الله مثلا عبدا مملوکالا یقدر علی شی الله نے ایک مثال بیان کی، ایک مملوک غلام کی جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا) اور فرمایا: وہ کوئی چیز صدقہ میں نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر وہ اونٹ چرا رہا ہو اور اس کے پاس سے پیاس کا مارا کوئی شخص آ جائے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر اسے پینے کے لیے کچھ نہیں دیا جائے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں وہ اسے پینے کے لیے دودھ دے سکتا ہے[۱۹۵]

(۳) وصیت: نابالغ کی وصیت جائز نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: لڑکا جب تک بالغ نہ ہو جائے اس کی وصیت جائز نہیں ہو گی[۱۹۶] غلام کی وصیت بھی جائز نہیں، حضرت ابن عباسؓ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا کہ آیا غلام وصیت کر سکتا ہے؟ تو آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا[۱۹۷]

ب۔ نفع اور نقصان کے درمیان دائر تصرفات: معاوضہ پر مبنی تمام عقود مثلاً خرید وفروخت اس قسم کے تصرفات ہیں۔ پابند شخص کے یہ تصرفات صرف اس صورت میں جائز ہوں گے جب اس کا ولی انہیں برقرار رہنے دے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ بچے کی دی ہوئی آزادی جائز نہیں ہوتی، نہ ہی اس کی وصیت نہ ہی اس کی خرید وفروخت اور نہ ہی اس کی دی ہوئی طلاق جائز ہوتی ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جزب)

۴۔ پابندی کا اختتام:

الف۔ پابندی کا سبب دور ہو جانے پر اس کا اختتام ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا سبب دیوانگی ہو تو عقل کی واپسی کے ساتھ حجر دور ہو جائے گا اور اس کا سبب کم سنی ہو تو رشد کے ساتھ بلوغت پر حجر ختم ہو جائے گا رشد حالت کی بہتری اور مال کے عمدہ تصرف کو کہتے ہیں۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔

ب۔ اگر پابندی اٹھ جائے تو پابند شخص کو اس کا مال حوالہ کر دینا واجب ہو جائے گا خواہ وہ اس کا مطالبہ نہ بھی کرے۔ جصاص رازی نے اس مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک نقل کیا ہے کہ یتیموں کے مال ان کی بلوغت اور ان کے اندر رشد یعنی اہلیت محسوس ہو جانے کے بعد ان کے حوالے کر دینا واجب ہوگا خواہ وہ اس حوالگی کا مطالبہ نہ بھی کریں کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر۶ میں مال حوالے کرنے کا حکم مطلق صورت میں ہے چنانچہ ارشاد ہے (**فان انستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم** اگر تم ان کے اندر اہلیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو) مال حوالہ نہ کرنے پر عذاب کی جو دھمکی ہے اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ یتیم کی طرف سے مال حوالہ کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہو (۱۹۸)

حجر اسود (سیاہ پتھر)

اس سے مراد وہ مشہور پتھر ہے جو کعبہ کی ایک دیوار میں لگا ہوا ہے طواف کی ابتدا حجر اسود سے ہوگی اور طواف کے ہر چکر میں اسے بوسہ دیا جائے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کا جزح)

حجر (حطیم)

حجر کعبے کا جز ہے اور طواف کے اندر اس کا ادخال واجب ہے یعنی حطیم کے پیچھے سے طواف کرنا واجب ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کا جز الف) نیز (مادہ طواف نمبر ۲)

حد (شرعی سزا)

۱۔ تعریف: چند متعین جرائم کی شریعت کی طرف سے مقررہ سزاؤں میں سے ہر سزا کو حد کہتے ہیں۔

۲۔ حد حق اللہ ہے: حدود حق اللہ ہیں۔ بنا بریں اگر ان حدود کا معاملہ امام المسلمین تک پہنچ جائے تو پھر کسی کو انہیں معاف کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ حد کے بارے میں سفارش کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب تک حد کا معاملہ امام المسلمین تک نہ پہنچے اس وقت تک اس کے متعلق سفارش کی جا سکتی ہے لیکن جب یہ معاملہ امام تک پہنچ جائے تو پھر اگر وہ معاف کر دے تو خدا اسے معاف نہ کرے [199] حد کا معاملہ امام المسلمین تک پہنچنے کا اعتبار ہوگا۔ امام کے نزدیک اس کے ثبوت کا نہیں۔ اس لیے کہ حد کا دعویٰ جب امام تک پہنچ جائے گا تو اللہ کی طرف سے نیابت کرتے ہوئے امام خود اس کا مدعی قرار پائے گا اس کی بنیاد یہ ہے کہ امام المسلمین کو ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے اور اللہ کے اوامر کی تنفیذ کا وہی ذمہ دار اور جوابدہ ہوتا ہے۔ اور نائب کو اس ذات کے کسی حق کو ساقط کرنے کا اختیار نہیں ہوتا جس کا وہ نائب بنا ہے الا یہ کہ وہ اس پر رضا مند ہو۔ بنا بریں جب اللہ سبحانہ نے حدود کی اقامت کا حکم دے دیا تو اب امام کو ان کی معافی کا اختیار نہیں ہو گا (دیکھئے مادہ شفاعۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ج) نیز (مادہ سرقۃ نمبر ۲)

۱۔ حدود کون قائم کرے گا؟ اصل تو یہ ہے کہ اقامت حدود امام المسلمین کی ذمہ داری ہے نیز ان قاضیوں کی جنہیں امام المسلمین عہدۂ قضا پر مامور کر دے۔ اگر کسی پر حد ثابت ہو جائے تو قاضی ایسے شخص کو اس کی تنفیذ کا حکم دیں گے جسے اس تنفیذ کا علم ہو۔ حضرت عمرؓ نے ان لونڈیوں کو کوڑے مارنے کا کام حضرت ابن عباسؓ کے سپرد کیا تھا جن کے خلاف زنا کا ارتکاب ثابت ہو گیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ میں اور قریش کے چند نوجوان امارت کی لونڈیوں کو پچاس پچاس کوڑے لگائیں [200]

۴۔ وہ شخص جس پر حد جاری کی جائے یعنی محدود

الف۔ کسی انسان پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک وہ عاقل بالغ نہ ہو، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے اسے مذکورہ جرم کی تحریم کا علم ہو اور اس نے کسی اکراہ کے بغیر اس جرم کا ارتکاب جان بوجھ کر کیا ہو، ان امور پر سب کا اجماع ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ کافر پر حد کا اجراء: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حدود خالصتہً اللہ کا حق ہیں ایسے حق کا مطالبہ صرف مسلمانوں سے کیا جا سکتا ہے جب کہ کافروں سے صرف حقوق العباد کا مطالبہ ہو سکتا ہے بنا بریں آپ کی رائے تھی کہ کسی کافر پر کوئی حد جاری نہیں کی جا سکتی نہ تو حد شرب (۲۰۱)، نہ ہی حد سرقہ (۲۰۲) اور نہ ہی ان کے سوا دیگر حدود۔ مجاہد نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اہل ذمہ پر حد کے اجراء کے قائل نہیں تھے (۲۰۳) اگر آپ اہل ذمہ پر حد کے اجراء کے قائل نہیں تھے تو دیگر کفار پر اس کے عدم اجراء کے بطریق اولیٰ قائل ہوں گے۔ کافروں پر حد لازم نہ ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انہیں سزاؤں سے چھٹی مل گئی بلکہ انہیں دیگر مناسب سزائیں دی جائیں گی۔

ج۔ مملوک پر حد کا اجراء: مملوک پر حد کے اجراء کا قاعدہ عامہ یہ ہے کہ اگر مملوک حد والے کسی جرم کا ارتکاب کر لے تو اس پر آزاد شخص کی حد کا نصف جاری کیا جائے گا کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے (فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب ان پر یعنی لونڈیوں پر اس سزا کا نصف جاری کیا جائے گا جو پاک دامن عورتوں یعنی آزاد خواتین کے لیے مقرر ہے) بنا بریں اگر حد قابل تنصیف ہو مثلاً کوڑوں کی سزا تو مملوک پر آزاد شخص کے لیے مقرر شدہ حد کا نصف جاری کیا جائے گا مثلاً حد قذف اور حد شرب خمر۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک غلام کو حد قذف میں چالیس کوڑے لگائے تھے (۲۰۴) اور فرمایا تھا: آزاد شخص پر زنا کی تہمت لگانے والے غلام کو حد کے طور پر چالیس کوڑے لگائے جائیں گے (۲۰۵) اگر حد قابل تنصیف نہ ہو اور اس کا بدل قابل تنصیف ہو تو مملوک پر اس بدل کا نصف واجب ہو جائے گا۔ مثلاً زنا کاری کا جرم، محصن کے لیے اس کی حد رجم یعنی سنگساری ہے اور غیر محصن کے لیے رجم کا بدل سو کوڑے ہیں، بنا بریں اگر غلام بدکاری کا ارتکاب کرے تو اسے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھے حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ میں اور قریش کے کچھ جوان امارت کی لونڈیوں کو حد زنا کے

طور پر پچاس پچاس کوڑے لگائیں (۲۰۶) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حد زنا یعنی کوڑے کی سزا صرف اس صورت میں مملوک پر جاری ہوگی جب وہ شادی شدہ ہو۔ اگر شادی شدہ نہ ہو تو اس پر کوئی حد لازم نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد فرماتا ہے (فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ماعلى المحصنات من العذاب پس اگر یہ لونڈیاں (قید نکاح میں آکر) محفوظ ہو جائیں اور پھر بدکاری کا ارتکاب کریں تو انہیں محصنات (پاک دامن عورتوں) کو ملنے والی سزا کا نصف ملے گا یعنی اگر یہ شادیاں کر چکی ہوں تو ان پر نصف حد جاری کیا جائے گا۔ اگر شادی شدہ نہ ہوں تو ان پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی (۲۰۷) اگر حد قابل تنصیف نہ ہو اور اس کا کوئی بدل بھی نہ ہو تو اس صورت میں یہ ساقط ہو جائے گی مثلاً حد سرقہ میں قطع ید بنا بریں حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ غلام یا لونڈی اگر چوری کا ارتکاب کریں تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ ایسی حد ہے جس کی تنصیف ممکن نہیں اس لیے ان کے حق میں یہ حد واجب نہیں ہوگی جس طرح رجم واجب نہیں (۲۰۸)

د۔ مکاتب کی حد: حدود کے اندر مکاتب مملوک غلام کی طرح ہے (۲۰۹) (دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کے جزب کا جز ۸)

۵۔ ان جرائم کی فہرست جن کے ارتکاب پر شارع نے حدود یعنی سزائیں مرتب کی ہیں نیز ان کی سزائیں۔

حد ارتداد (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جزب)، حد زنا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کا جزھ) حد سرقہ (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۵) حد قذف (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۴ کا جز الف) اور رہزنی کی حد (دیکھئے مادہ قطع الطریق نمبر ۲)

۶۔ حدود پر مبنی سزاؤں کا اعلان: حدود کو خفیہ طور پر جاری کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا اعلان اور لوگوں کا اجتماع ضروری ہے خواہ ایک ہی آدمی کیوں نہ ہو تا کہ ان حدود کی وجہ سے جرائم سے باز رہنے کا عمل متحقق ہو جائے نیز سورۂ نور آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری ہے (وليشهد عذابهما طائفة من المومنين اور مومنوں کا ایک گروہ دونوں کو دی جانے والی سزا کے موقعہ پر موجود ہو) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: گروہ کا کم سے کم درجہ ایک فرد ہے (۲۰۹ب)

۷۔ شبہات کی بنا پر حدود کا ٹل جانا: حدود جو کہ حقوق اللہ ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے ان کے متعلق متفق علیہ اصول یہ ہے کہ یہ شبہات کی بنا پر ٹل جاتی ہیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ کے ساتھ نسبت کے اندر رحمت اور عفو کا پہلو غالب رکھا جاتا ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: اگر حد کے اندر لعل اور عسیٰ کے الفاظ ہوں (یعنی شک وشبہ کے الفاظ) تو یہ حد معطل ہو جائے گی (۲۱۰)

۸۔ تعدد کی صورت میں حدود کا ایک دوسرے میں ضم ہو جانا: اگر کوئی چند جرائم کا ارتکاب کرے اور اس کے نتیجے میں اس پر چند حدود عائد ہو جائیں اور ان جرائم کے اندر ایسا جرم بھی ہو جس کی سزا موت ہو مثلاً ارتداد اور محصن کی بدکاری تو اس صورت میں مجرم کو صرف سزائے موت دینے پر اکتفا کر لیا جائے گا اور قطع ید معاف کر دیا جائے گا۔ اس اصول سے صرف حد قذف مستثنیٰ ہے کیونکہ اسے دیگر حدود میں مدغم نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں بندے کے حق کو غالب رکھا گیا ہے۔ بنا بریں اگر ایک شخص مثلاً قذف کرے اور مرتد بھی ہو جائے تو اسے پہلے حد قذف کے طور پر اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور پھر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر ایک شخص پر قتل کی سزا واجب ہو جائے اور اس پر دیگر حدود بھی واجب ہوں تو یہ دیگر حدود اس پر جاری نہیں ہوں گی بجز حد قذف کے کیونکہ اس صورت میں اسے پہلے حد قذف لگائی جائے گی اور پھر قتل کر دیا جائے گا (۲۱۱)

۹۔ حدود جاری کرنے کی جگہ

الف۔ مساجد میں حدود کا عدم اجراء: حضرت ابن عباسؓ کا مسلک یہ تھا کہ مساجد کے اندر اقامت حدود نہیں ہوگی کیونکہ مساجد شور وشغب اور خون وغیرہ سے منزہ ہوتی ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ سے یہ ارشاد روایت کی ہے کہ مساجد کے اندر حدود جاری نہیں کی جائیں گی (۲۱۲)

ب۔ حرم کے اندر حدود کا عدم اجراء: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک حرم مکہ سارے کا سارا مسجد ہے آپ فرمایا کرتے: حرم سارے کا سارا مسجد ہے (۲۱۳) بنا بریں حرم کے اندر حدود قائم نہیں کی جائیں گی۔ الا یہ کہ مجرم حرم کے اندر حد والے جرم کا ارتکاب کر لے تو اس پر حرم کے اندر حد جاری کر دی جائے گی کیونکہ اس نے جرم کا اقدام کر کے حرم کی حرمت کی پردہ دری کی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص حل (حدود حرم سے باہر کے علاقے) کے اندر قتل یا چوری کا ارتکاب کر

لے اور پھر حرم میں داخل ہو جائے تو اس کے ساتھ بیٹھا نہیں جائے گا نہ کلام کیا جائے گا اور نہ ہی اسے اذیت دی جائے گی بلکہ اسے اس کے جرم کی سنگینی کی طرف توجہ دلائی جائے گی یہاں تک کہ وہ حرم سے باہر چلا جائے۔ جب باہر چلا جائے گا تو اس پر اس کے جرم کی حد جاری کر دی جائے گی۔ اگر کسی نے حل کے اندر قتل یا چوری کا ارتکاب کیا ہو اور اسے حرم میں داخل کر دیا گیا ہو اور لوگ اس پر حد جاری کرنا چاہیں تو اسے حرم سے نکال کر حل میں لے جائیں گے اور اس پر حد جاری کر دیں گے اگر اس نے حرم کے اندر قتل یا سرقہ کا ارتکاب کیا ہو تو حرم کے اندر ہی اس پر حد جاری کر دی جائے گی (۲۱۴)

حداد (سوگ کرنا)

۱۔ تعریف: عدت گزارنے والی عورت کا بناؤ سنگھار ترک کر دینا حداد کہلاتا ہے

۲۔ حداد کا حکم: عدت وفات گزارنے والی عورت پر حداد واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ عدت گزارنے والی ایسی عورت کو خوشبو لگانے اور بناؤ سنگھار کرنے سے منع فرماتے تھے (۲۱۵) آپ فرماتے: عدت وفات گزارنے والی عورت نہ تو خوشبو لگائے گی نہ ہی رنگ دار لباس پہنے گی نہ سرمہ لگائے گی نہ ہی زیورات استعمال کرے گی، نہ مہندی لگائے گی اور نہ ہی زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے گی (۲۱۶) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۴) طلاق مغلظہ کے تحت عدت گزارنے والی عورت کے سوگ کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا

حدث (حدث لاحق ہونا)

حدث اس حکمی نجاست کا نام ہے جو انسان کو لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ نجاست بعض دفعہ وضو کے ذریعے دور کر دی جاتی ہے اور اسے نواقض وضوء (وضو توڑ دینے والی نجاست) کا نام دیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۷) اور بعض دفعہ موجبات غسل (غسل واجب کر دینے والی نجاست) کا نام دیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳)

حربی (برسر پیکار کافر)

۱۔ تعریف: حربی وہ کافر ہے جو برسر پیکار کافر حکومت کا شہری ہو

۲۔ حربی کے احکام

الف۔ حربی کا خون مباح ہے (دیکھئے مادہ جہاد) نیز (مادہ سبی) اس کا مال بھی مباح ہے (دیکھئے مادہ غنیمۃ) البتہ اگر وہ مسلمان حکومت سے امان حاصل کر لے تو اس کے نتیجے میں اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہو جائے گا

ب۔ حربی جب اسلامی حکومت کی سرحد سے گزرے گا تو اس کے پاس موجود تجارتی سامان کا دسواں حصہ وصول کر لیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کے زمانے میں خلفاء اہل حرب کے تاجروں سے دسواں حصہ وصول کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے خلفاء کے اس طریق کار پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا (۲۱۷)

ج۔ اہل حرب کی عورتیں مسلمانوں پر حرام ہیں خواہ یہ عورتیں اہل کتاب کیوں نہ ہوں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اہل کتاب اگر مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار ہوں تو ان کی عورتیں حلال نہیں ہوں گی پھر آپ نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۹ تلاوت کی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں) (۲۱۸) (نیز دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج)

حرم (حرم)

۱۔ تعریف: اگر لفظ حرم کا اطلاق کیا جائے تو اس سے حرم مکہ مراد ہوتا ہے حرم مکہ وہ قطعۂ زمین ہے جو مکہ اور اس سے ملحقہ عمارتوں نیز زندگی کی دیگر سہولتوں پر مشتمل ہے جن سے یہاں کے تمام باشندے مستفید ہوتے ہیں

۲۔ حرم مکہ کے احکام

الف۔ حرم سارے کا سارا مسجد ہے: مکہ مکرمہ کے اندر واقع مسجد حرام اس صفت کی وجہ سے ممتاز ہے کہ اس میں ادا کی ہوئی ایک نماز دیگر مساجد میں (بجز مسجد نبوی کے) ادا کی ہوئی نماز کے مقابلہ میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ مکہ کی مسجد میں ادا کی ہوئی ایک نماز مدینہ منورہ کے اندر واقع مسجد نبوی کے ادا کی ہوئی سو نمازوں کے برابر ہے مکہ مکرمہ کا سارا حرم مسجد حرام کے حکم میں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حرم سارے کا سارا مسجد ہے [۲۱۹] حرم میں نماز کی ادائیگی مسجد حرام میں نماز کی ادائیگی کی طرح ہے

ب۔ حرم کو خون سے پاک رکھنا: حرم خون سے منزہ ہے کیونکہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۷ میں ارشاد باری ہے (ومن دخله كان امنا جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ محفوظ ہو جائے گا) بنا بریں۔

(۱) حرم کے اندر وہ حدود جاری نہیں ہوں گی جن کے اندر خون بہتا ہو مثلاً قتل اور قطع ید۔ اسی طرح وہ قصاص بھی نہیں لیا جائے گا جس میں خون بہے مثلاً قتل اور زخم کا قصاص۔ البتہ اگر مجرم اپنے فعل سے حرم کی حرمت کی پردہ دری کرتے ہوئے جرم کا ارتکاب کرے تو اس صورت میں حرم کے اندر ہی اس جرم کی حد اس پر جاری کر دی جائے گی یا اس سے قصاص لیا جائے گا (دیکھئے مادہ حد نمبر ۹ کا جز ب) نیز (جنایۃ نمبر ۵ کے جز الف کا جز ۴)

(۲) اگر قیدی حرم میں داخل ہو جائے تو جب تک وہاں رہے اسے قتل کرنا حرام ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر اسیر مکہ میں داخل ہو جائے تو اس کا خون محفوظ ہو جائے گا [۲۲۰] (دیکھئے مادہ اسر نمبر ۲ کا جز ب)

(۳) حرم کے اندر خشکی کا کوئی شکار نہیں پکڑا جائے گا نہ ہی تلف کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا گوشت کھایا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ایسا کوئی فعل کرے گا تو اس پر جزاء یعنی جرمانہ لازم ہو جائے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب)

ج۔ حرم کی مٹی اور وہاں کے پتھر حرم سے باہر نہیں لیجائے جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حرم کی مٹی اور وہاں کے پتھر حرم سے باہر لیجانے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے [۲۲۱] تاکہ یہ فعل نئے سرے سے بت پرستی کا سبب نہ بن جائے کیونکہ عرب کے لوگ یہاں کی مٹی اور پتھروں سے بنے

ہوئے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ وہ جب حرم سے واپس جاتے تو اپنے پاس یہاں سے مٹی لے جاتے اور پھر اس کے گرد اسی طرح طواف کرتے جس طرح کعبہ کے گرد طواف کرتے تھے۔ پھر یہ صورت اور ترقی کر گئی اور مذکورہ مٹی سے بت گری شروع ہو گئی۔ مورخ کلبی نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

د۔ حرم میں قتل ہونے والے انسان کی دیت میں تغلیظ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۳)

ھ۔ کافروں کے لیے حرم میں داخل ہونے کی ممانعت کے سلسلے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ البتہ سورۂ توبہ آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد باری ہے (**انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا** مشرکین نجس ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب آنے نہ پائیں)

و۔ احکام کے اندر حرم کا لقطہ دیگر مقامات کے لقطہ کی طرح ہے (دیکھئے مادہ لقطۃ نمبر ۲ کا جز الف)

ز۔ حرم کے مکانات حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کو اجارے پر دینا حلال نہیں ہے بلکہ یہ لوگ ان مکانات میں کوئی کرایہ دیئے بغیر قیام کریں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اہل مکہ کے لیے مناسب نہیں کہ وہ باہر سے آنے والوں سے مکانات کا کرایہ یعنی اجرت وصول کریں [(۲۲۲)] (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)

ح۔ حرم کے اندر جوار یعنی بیت اللہ سے لگاؤ کی بنا پر وہاں قیام کرنا جائز ہے حضرت ابن عباسؓ اور صحابہ کی ایک جماعت نے حرم کے اندر جوار اختیار کیا تھا عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ حضرت جابرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے ہمارے پاس جوار اختیار کیا تھا یعنی قیام پذیر ہوئے تھے [(۲۲۳)]

ط۔ اہل حرم کس جگہ سے حج کا احرام باندھیں؟ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳ کا جز ب) اور عمرے کا؟ (دیکھئے مادہ عمرۃ نمبر ۲)

ی۔ احرام کے ساتھ حرم میں داخل ہونا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۲)

ک۔ اہل حرم پر حج کے اندر طواف قدوم نہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ا کا جز الف)

ل۔ اہل حرم کے لیے حج تمتع نہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کے جز ج کا جز ۲)

م۔ سعی کے اندر رمل کرنا اہل حرم کے لیے نہیں ہے۔ آفاقی کے لیے ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کے جزج کا جز ۲)

ن۔ اہل حرم کے لیے نفل نماز طواف سے افضل ہے (دیکھئے مادہ طواف نمبر ۷)

س۔ شکار کا جرمانہ حرم کے فقراء میں تقسیم ہوگا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جزط کے جز ۲ کے جزب کا ساتواں نقطہ)

حریر (ریشم)

۱۔ مردوں کے لیے ریشم پہننے اور بچھانے کی تحریم: صحابہ کرامؓ کا اس امر پر اجماع ہے کہ مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: ریشم صرف وہی شخص پہنے گا جس کا کوئی حصہ نہیں (۲۲۴) (یعنی آخرت میں) نیز حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں (۲۲۵) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ریشم پہننے کی تحریم اس بنا پر ہے کہ اسے پہن کر تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ نے بیماری کے دوران ریشم پہن لیا تھا حضرت مسور بن مخرمہؓ نے جب یہ دیکھا تو اعتراض کیا، آپ نے ان سے فرمایا یہ صرف اس شخص کے لیے مکروہ یعنی ناجائز ہے جو اسے پہن کر تکبر کرے (۲۲۶) بنابریں آپ کے نزدیک ریشم بچھانا اور اس پر بیٹھنا حرام نہیں تھا اس لیے کہ بستر اہانت اور تذلیل کا مقام ہوتا ہے (۲۲۷)

۲۔ کن حالات میں مردوں کے لیے ریشم کی اباحت ہوتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ دو حالتوں کے اندر مردوں کے لیے ریشم پہننا مباح ہے۔

پہلی حالت: اگر مریض وغیرہ اسے پہننے پر مجبور ہو جائیں اس لیے کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو اسے پہن لینے کی اس وقت رخصت دے دی تھی جب ان کے جسم پر جوئیں وغیرہ پیدا ہونے کی وجہ سے انہیں خارش لاحق ہو گئی تھی (۲۲۸) حضرت ابن عباسؓ نے اپنی بیماری کے دوران ریشمی کپڑا پہن رکھا تھا۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ جب آپ کی عیادت کے لیے گئے تو آپ کو استبرق

پہنے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ابن عباسؓ آپ نے یہ کپڑا کیوں پہن رکھا ہے؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: یہ کپڑا میرے جسم سے اتار دو[۲۲۹] [۲۳۰]

دوسری حالت: اگر ریشم کے ساتھ کوئی اور چیز مثلاً اون یا سوت وغیرہ مخلوط ہو تو مردوں کے لیے یہ ریشم پہن لینا حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضور ﷺ نے تو خالص ریشم سے بنا ہوا کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے لیکن اگر کپڑے پر ریشمی دھاگے سے نقش و نگار ہو یا کپڑے کا تانا ریشمی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں[۲۳۱] آپ خود خز پہنتے تھے۔[۲۳۱ب] اہل لغت کے قول کے مطابق خز اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اونی اور ابریشمی دھاگوں سے تیار کیا گیا ہو یا خالص ابریشم سے بنا ہو۔ ابریشم بہترین ریشم کو کہتے ہیں۔ لیکن صاحب النہایۃ کے قول کے مطابق حضور ﷺ کے زمانے میں استعمال ہونے والا خز جسے صحابہ کرام پہنتے تھے وہ کپڑا تھا جسے اونی اور ابریشمی دھاگوں سے تیار کیا جاتا تھا[۲۳۲]

حریم (حریم)

۱۔ تعریف: حریم اس حمی یعنی محفوظ جگہ کو کہتے ہیں جس میں مداخلت جائز نہیں ہوتی

۲۔ حریم رکھنے والی چیزیں: بے آباد زمین میں پانی برآمد کرنا اس زمین کو آباد کرنے کے مترادف ہے بے آباد اراضی میں زیر زمین پانی برآمد کرنے کے سلسلے میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لیے اسلام نے ہر ایسے برآمد شدہ پانی کے لیے حریم مقرر کر دیا ہے جو پانی والے کی ملکیت ہوتا ہے۔ یہ حریم پانی برآمد کرنے والے کی ضرورت کے متناسب ہوتا ہے تاکہ وہ اس پانی سے مستفید ہو سکے۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں کنویں کا حریم چاروں طرف سے پچاس پچاس گز ہے۔ چشمے کا حریم کنویں کے حریم سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ چشمے کا پانی سطحی نیز رواں ہوتا ہے۔ اس کے حریم کی مقدار ہر جانب سے دو سو گز ہے۔ آپ نے فرمایا: کنویں کا حریم پچاس گز اور چشمے کا حریم دو سو گز ہے۔[۲۳۳] (دیکھئے مادہ احیاء الموات نمبر۲) نیز (مادۂ بئر نمبر۱)

حقب (ایک مدت کا نام)

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک حقب اسی برسوں کا ہوتا ہے۔ یہ بات سورۂ نبا میں قول باری (لا بثین فیھا احقابا اس میں مدتوں رہیں گے)[۲۳۴] کی تفسیر کے اندر آپ سے منقول ہے۔ بنا بریں اگر ایک شخص قسم کھالے کہ میں فلاں کے ساتھ ایک حقب تک کلام نہیں کروں گا تو یہ اسی برسوں پر محمول ہوگا۔ آپ کا یہ قول سورۂ کہف آیت نمبر ۶۰ کے اندر ارشاد باری (او امضی حقبا یا میں ایک حقب تک چلتا رہوں گا) کی تفسیر میں آپ کے قول یعنی ایک دہر (زمانے) تک[۲۳۵] کے معارض نہیں ہے۔ اس لیے کہ عرب کے لوگ دہر کے لفظ کا اطلاق طویل اور غیر محدود زمانے پر کرتے تھے اس لیے اسی سال بھی دہر ہے اور سو سال بھی اور اسی طرح آگے۔

حلف (قسم اٹھانا) دیکھئے مادہ یمین

حلی (زیورات)

۱۔ تعریف: مختلف دھاتوں وغیرہ سے بنے ہوئے زیورات کو حلی کہا جاتا ہے جنہیں بناؤ سنگھار کے لیے پہنا جاتا ہے۔

۲۔ اس کے احکام: پہننے کے زیورات پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز الف نیز نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲)

مصحف کی آرائش (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۱۵)

حمی (محفوظ چراگاہ یا جگہ)

کنویں اور چشمے کا حمی (دیکھئے مادہ احیاء الموات نمبر ۲)

حمار (گدھا)

گدھے کے گوشت کی تحریم (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۴ کا جز ب)

نمازی کے سامنے سے گدھے کا گزر جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ل کا جز ۱)

حمام (حمام)

ا۔تعریف:

حمام اس مقام کو کہتے ہیں جہاں لوگ غسل کرتے ہیں۔

۲۔حمام کے احکام

الف۔ حمام میں داخل ہونا: مسلمان کے لیے حمام میں داخل ہونا جائز ہے تاہم وہ اپنا ستر چھپائے ہوئے حمام میں داخل ہو اور وہاں کسی اور کے ستر پر نظر نہ ڈالے۔حضرت ابن عباسؓ جحفہ کے مقام پر حمام میں گئے تھے (۲۳۶)

ب۔ حمام کے حوضوں کا پانی: حماموں کے اندر پانی حوضوں میں بھرا جاتا اور لوگ ان حوضوں سے چلو بھر بھر کر پانی لیتے اور اپنے جسموں پر ڈالتے۔اس طرح ان حوضوں کے اندر ان کے ہاتھ داخل ہو جاتے جب کہ ان کے اندر جنبی بھی ہوتے اور غیر جنبی بھی اس لیے بعض لوگوں نے ان حوضوں کے پانی کو استعمال میں لانا درست نہیں سمجھا اور حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا کہ حمام کے حوض کا پانی جنبی اور غیر جنبی غسل کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ پانی جنبی نہیں ہوتا (۲۳۷)

ج۔ حمام کے اندر نماز پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز د کا جز ا)
حمام میں داخل ہونے کی بنا پر غسل کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۳ کا جز ب)

حمل (حمل)

ا۔ تعریف: حمل حبل کو کہتے ہیں۔حبل اس حالت کا نام ہے جس کے دوران جنین اپنی ماں کے پیٹ میں جمے ہوئے خون یا لوتھڑے یا پورے انسانی ڈھانچے کی شکل میں ہوتا ہے ایسی عورت کو حاملہ کہا جاتا ہے

۲۔حمل کے احکام

الف۔ حمل کی کم سے کم مدت: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حمل اور فصال (دودھ چھڑانے) کی مجموعی مدت تیس مہینے رکھی ہے اور رضاعت کی یعنی پیدائش لے کر دودھ چھڑانے تک کی مدت چوبیس ماہ رکھی ہے اس لیے حمل کی مدت چھ ماہ ہوگئی۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے شادی کے چھ ماہ بعد ایک بچے کو جنم دیدیا تھا، حضرت عثمانؓ نے اسے رجم کر دینے کا حکم دیا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: انہیں میرے قریب لاؤ لوگ امیر المومنین کو آپ کے قریب لے گئے آپ نے امیر المومنین سے کہا: یہ عورت کتاب اللہ کی بنیاد پر آپ سے جھگڑے گی، اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ (آیت نمبر ۲۳۳) میں فرمایا ہے (والوالدت یرضعن اولا دھن حولین کاملین اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں گی) دوسری آیت میں فرماتا ہے (وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینوں کا ہے) یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے مذکورہ عورت کو چھوڑ دیا اور اسے جانے دیا[۲۳۸] حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ سے بھی یہی بات کہی تھی[۲۳۹] تاہم مشہور یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے مذکورہ بات حضرت عمرؓ سے کہی تھی۔

ب۔ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت: ظاہر بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے۔ کیونکہ آپ نے مفقود الخبر شخص کی بیوی کو اسی مدت تک انتظار میں رہنے کا حکم دیا تھا (دیکھئے مادہ مفقود)

ج۔ حمل کی میراث (دیکھئے ارث نمبر ۳ کے جزب کے جز ا کا جز ج) حاملہ کو دی جانے والی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ھ)

طلاق یافتہ حاملہ عورت کی عدت (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ج کا جز ۵) اور اس حاملہ عورت کی عدت جس کا شوہر وفات پا گیا ہو (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲) حاملہ عورت کے لیے رمضان کے روزے نہ رکھنے کی رخصت (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز د)

اگر شوہر اپنی حاملہ بیوی کو طلاق رجعی دیدے تو اسے کب تک رجعت کا حق حاصل ہوگا (دیکھئے مادہ رجعۃ نمبر ۲ کا جز ب)

حمیل (گود میں اٹھایا ہوا بچہ)

۱۔ تعریف: حمیل اس بچے کو کہتے ہیں جسے وہ عورت اٹھائے ہوئے ہو جو جنگ میں گرفتار ہوئی ہو اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ بچہ اس کا اپنا بیٹا ہے

۲۔ حمیل کے احکام:

اگر جنگ میں گرفتار ہونے والی عورت بچہ اٹھائے ہو اور یہ دعویٰ کرتی ہو کہ یہ بچہ اس کا اپنا بیٹا ہے تو اس صورت میں بینہ یعنی گواہی کے بغیر مذکورہ بچے کے لیے اس عورت کا ماں ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ اور اس کے نتیجے میں امومت کے اثبات کے بغیر دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جزب کے جزا کا جزد)

حیض (حیض)

۱۔ تعریف: حیض اس خون کو کہتے ہیں جو ایسی بالغ عورت کے رحم سے خارج ہوتا ہے جسے کوئی بیماری لاحق نہ ہو، نہ اسے حمل ہو اور نہ ہی وہ سن ایاس کو پہنچی ہو

۲۔ حیض کا خون

الف۔ اس خون کا رنگ اور اس کی بو: حیض کا خون بحرانی خون ہوتا ہے یعنی اس کا رنگ اور اس کی بو بدلی ہوئی ہوتی ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب عورت بحرانی خون دیکھ لے تو نماز نہ پڑھے (۲۴۰) تاہم گدلاہٹ اور زردی حیض نہیں ہے اور ان کی وجہ سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ وضو واجب ہوتا ہے (۲۴۱)

ب۔ اس کی نجاست: حیض کا خون دیگر اقسام کے خون کی طرح ناپاک ہے بنا بریں عورت کے لیے اس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا جس میں حیض کا خون لگا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ عورت کو حیض آجاتا ہے اور اس دوران اس کے جسم پر جو قمیص ہوتی ہے اس میں اس کا پسینہ جذب ہوتا رہتا ہے تو کیا وہ اسی قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں پڑھ سکتی ہے

بشرطیکہ اس میں حیض کا خون نہ لگا ہو (۲۴۲)

۳۔ حیض اور طہر کی کم سے کم مدت:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حیض کی کم سے کم کوئی مدت نہیں ہے۔ یہ بات ہمیں آپ کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کہ عورت جب بحرانی خون دیکھ لے تو نماز پڑھنا چھوڑ دے۔ اسی طرح آپ کی رائے تھی کہ طہر کی بھی کم سے کم کوئی مدت نہیں ہے۔ حتی کہ اگر حائضہ عورت ایک ساعت کے بعد طہر دیکھ لے تو غسل کر کے نماز پڑھ لے (۲۴۳) حضرت انسؓ کے خاندان میں ایک عورت کو استحاضہ ہو گیا۔ خاندان والوں نے حضرت انس سے کہا کہ وہ حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر وہ بحرانی خون دیکھے تو نماز پڑھنا چھوڑ دے، پھر جب طہر دیکھے خواہ دن کی ایک ساعت کے لیے کیوں نہ ہو تو غسل کر کے نماز پڑھے (۲۴۴)۔ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔ آپ شاید اس معاملہ کو عورت کی عادت کی طرف راجع کرتے تھے۔ بنابریں ہر عورت کے حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت وہ ہو گی جس کی اسے عادت ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے اس لیے کہ اس کی حد بحرانی خون کا وجود ہے جب یہ بحرانی خون منقطع ہو جائے تو حیض کی انتہا ہو جائے گی (بحرانی خون سے مراد وہ خون ہے جس کا رنگ اور جس کی بو بدلی ہوئی ہو)

۴۔ حائضہ عورت کی نجاست:

حائضہ کی نجاست معنوی نجاست ہوتی ہے مادی نجاست نہیں۔ بنابریں اس کا جسم پاک ہوتا ہے بشرطیکہ جسم میں نجاست نہ لگی ہو۔ اس کا پسینہ پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ حائضہ اور جنبی کے پسینہ میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے (۲۴۵) آپ سے پوچھا گیا کہ عورت قمیص پہنے ہوتی ہے پھر اسے حیض آ جاتا ہے اور حیض کے دوران مذکورہ قمیص اس کے جسم پر رہتی ہے اور اس کا پسینہ اس میں جذب ہوتا رہتا ہے تو کیا وہ اسی قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ اس میں حیض کا خون نہ لگا ہو اسی طرح جنبی کو جس کپڑے میں پسینہ آیا ہو وہ اس میں نماز پڑھ سکتا ہے (۲۴۶) صرف یہی نہیں

بلکہ حائضہ کا جوٹھا پانی بھی پاک ہوتا ہے (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۸) اور اس کے استعمال سے بچا ہوا پانی بھی (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۹)

۵۔حیض کے اثرات:

الف۔نماز سے باز رہنا:

(۱) حائضہ کے لیے نماز ممنوع ہے۔ایک عورت نے حضرت ابن عباسؓ کو لکھا کہ مجھے دو سال سے خون آ رہا ہے اور اگر آپ کو اس بارے میں کوئی علم ہو تو مجھے ضرور بتائیں۔آپ نے جواب لکھا کہ تم اپنے حیض کے ایام کی مقدار نماز سے الگ رہو اور پھر غسل کر کے نماز پڑھ لو اس کے بعد دو ماہ نہیں گزرے تھے کہ وہ عورت پاک ہوگئی (۲۴۷)

(۲) سجدہ تلاوت بھی نماز ہے۔اس لیے اگر حائضہ عورت آیت سجدہ سنے تو سجدہ نہ کرے۔آپ نے فرمایا: حائضہ عورت اگر آیت سجدہ سنے تو سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ بھی نماز ہے (۲۴۸)

(۳) حائضہ عورت اپنی فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں کرے گی اس لیے کہ اللہ نے حیض کی مدت میں اس سے نماز کا بوجھ اتار دیا ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آیا حیض نیز نفاس والی عورتیں پاک ہونے کے بعد نمازوں کی قضا پڑھیں گی؟ آپ نے جواب دیا: حضور ﷺ کی ازواج مطہرات موجود ہیں اگر انہوں نے قضا کی ہوتی تو ہم بھی اپنی خواتین کو قضا کرنے کا حکم دیتے (۲۴۹)

(۴) اگر حائضہ عورت غروب شمس سے پہلے پاک ہو جائے تو ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھے گی اور اگر فجر سے پہلے پاک ہو جائے تو مغرب اور عشاء دونوں نمازیں پڑھے گی (۲۵۰)

ب۔طواف کعبہ سے باز رہنا:

(۱) حائضہ عورت کعبہ کا طواف نہیں کرے گی اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک طواف کعبہ نماز کی طرح ہے۔آپ نے فرمایا: مستحاضہ اپنے حیض کے ایام کی مقدار بیٹھ رہے گی اور پھر غسل کر کے طواف کعبہ کرے گی (۲۵۱) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ب) نیز (مادہ استحاضۃ نمبر ۲ کا جز ی)

(۲) اگر حج کے اندر طواف افاضہ کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو اسے طواف وداع ترک کر دینے کی رخصت ہوگی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۱)

ج۔ جنبی پر قرآن کی تلاوت حرام نہیں ہے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ وہ تلاوت نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ سے صحیح روایت کے تحت مروی ہے کہ آپ جنبی کے لیے قرآن کی قرات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (۲۵۲)

د۔ مسجد میں ٹھہرنا: حائضہ عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا ممنوع ہے البتہ وہ مسجد میں ٹھہرے بغیر وہاں سے گزر سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: حائضہ عورت مسجد کے قریب نہ جائے البتہ اگر اس کا راستہ وہاں سے گزرتا ہو تو وہ مسجد سے ہو کر جلد گزر جائے اور وہاں بیٹھنے کی بات نہ کرے (۲۵۳) نیز فرمایا: حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد سے ہو کر گزرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ وہ وہاں بیٹھنے کی بات نہ کریں (۲۵۴)

ھ۔ حائضہ عورت روزے نہیں رکھے گی بلکہ جب حیض سے پاک ہو جائے تو رمضان کے چھوٹ جانے والے روزے قضا کر لے اس پر سب کا اجماع ہے اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی نص ہاتھ نہیں آیا۔

و۔ حائضہ عورت سے مباشرت اور اس کے ساتھ ہمبستری: حضرت ابن عباسؓ سے حائضہ کے ساتھ مباشرت (ہم آغوشی وغیرہ) کے بارے میں وارد نصوص کے استقراء سے ہمیں ان نصوص کے اندر واضح تعارض نظر آتا ہے ان نصوص کی تطبیق کی خاطر ہم کہیں گے کہ:

(۱) اگر شوہر جوان ہو اور مباشرت یعنی ہم آغوشی، بوس و کنار وغیرہ کی صورت میں اسے اپنے جذبات پر قابو پانے اور ہمبستری کی حد تک نہ پہنچنے کا یقین نہ ہو تو وہ حیض کے دوران اپنی بیوی سے علیحدہ رہے اسی مفہوم پر حضرت ابن عباسؓ سے مروی اس روایت کو محمول کیا جائے گا کہ آپ نے حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے (۲۵۴ب) یہی وجہ ہے کہ خود آپ حیض کے دوران اپنی زوجہ محترمہ سے علیحدہ رہتے تھے تاکہ ہمبستری کی راہ مسدود ہو جائے۔ منبوذ المکی نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت میمونہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں حضرت ابن عباسؓ وہاں آئے حضرت میمونہؓ نے آپ سے فرمایا بیٹے، میں دیکھ رہی ہوں کہ تمھارے سر

کے بال بکھرے ہوئے ہیں آپ نے جواب دیا میرے سر پر کنگھی کرنے والی کو حیض آیا ہوا ہے (۲۵۵)

(۲) اگر شوہر کو اپنے بارے میں خدشہ نہ ہو کہ وہ اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ ہمبستری کرے گا تو اس صورت میں اگر وہ بیوی سے ہنسی مذاق کرے اور کپڑوں کے اوپر سے جسم کو مس کرے یعنی ہمبستری تک نوبت نہ آنے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: شوہر اپنی حائضہ بیوی کے ساتھ سب کچھ کر سکتا ہے بجز خون نکلنے کی جگہ کے (۲۵۶) نیز فرمایا: حائضہ سے اپنے آپ کو ایک جوتے کی مقدار جگہ (شرمگاہ) سے بچا کے رکھو (۲۵۷) نیز فرمایا: شوہر کے لیے اپنی حائضہ بیوی سے ہمبستری کے سوا ہر فعل حلال ہے (۲۵۸) یہ تمام باتیں اس وقت جائز ہوں گی جب حائضہ نے ازار باندھ رکھا ہو۔ آپ نے پوچھا گیا تھا کہ اگر بیوی حائضہ ہو تو اس کے شوہر کے لیے اس کے ساتھ کون سے باتیں حلال ہوں گی؟ آپ نے جواب دیا: ازار کے اوپر اوپر (۲۵۹)

(۳) حائضہ عورت جب تک حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کرے اس وقت تک کسی بھی حالت میں اس کے ساتھ ہمبستری حلال نہیں ہوگی۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲ کے اندر ارشاد باری ہے (فاعتزلو االنساء فی المحیض اور حیض کے دوران عورتوں سے علیحدہ رہو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ان کی شرمگاہیں استعمال کرنے سے پرہیز کرو۔ نیز اسی آیت میں ارشاد باری ہے (**ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امر کم اللہ** جب تک یہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ جب پاک ہو جائیں تو اس طرح ان کے پاس جاؤ جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے) اس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: جب یہ خون سے پاک ہو جائیں اور پانی استعمال کر کے یعنی غسل کر کے طاہر بن جائیں (۲۶۰)

(۴) اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں ہمبستری کرے تو اس پر اس کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔ اس کفارہ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر اس نے جریان خون کے دوران ہمبستری کی ہو تو ایک دنیار صدقہ کرے گا اور اگر خون کے انقطاع کے دوران وطی کی ہو تو آدھا دینار صدقہ کرے گا (۲۶۱)

دوسری روایت میں ہے کہ اس پر ایک مملوک آزاد کرنا لازم ہوگا (۲۶۲)

ز۔ حائضہ عورت کو طلاق دینا: عورت کو حیض کے دوران طلاق دینا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: طلاق کی چار صورتیں ہیں دو تو حلال ہیں اور دو حرام ہیں، حلال صورتیں یہ ہیں کہ وہ اسے طہر کی حالت میں جس کے اندر اس نے ہمبستری نہ کی ہو طلاق دیدے یا اس کا حمل واضح ہو جانے کے وقت طلاق دیدے حرام صورتیں یہ ہیں وہ اسے حیض کے دوران طلاق دیدے یا اس وقت جب اس کے ساتھ ہمبستری کر چکا ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ رحم میں حمل ٹھہر گیا ہے یا نہیں (۲۶۳) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۴ کا جزج)

ح۔ حیض کے ذریعے عورت کے رحم کا استبراء (دیکھئے مادہ استبراء نمبر۳) عدت طلاق کا حساب حیض کے ذریعے کرنا (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کا جزج) نمازی کے سامنے سے حائضہ عورت کا گزر جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کا جزل کا جزا)

حیلۃ (حیلہ اور چارہ کرنا) دیکھئے مادہ مخرج

حین (وقت)

جب حین کے لفظ کا اطلاق کیا جائے مثلاً کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ فلاں سے ایک حین تک کلام نہیں کرے گا تو یہ چھ ماہ کے لیے ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حین چھ ماہ ہے (۲۶۴) اگر متکلم اپنے کسی اور لفظ کے ساتھ یا اپنی نیت کے ذریعے اس لفظ کو کسی محدود زمانے کے ساتھ مقید کردے تو یہ لفظ اسی معنی پر دلالت کرے گا جس کے ساتھ اسے مقید کردیا گیا ہو۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حین کبھی ایک صبح اور ایک شام کا مفہوم ادا کرتا ہے (۲۶۵) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ حین ایک سال کو کہتے ہیں۔ آپ نے اس ارشاد باری سے استدلال کیا ہے کہ (توتی اکلھا کل حین باذن ربھا وہ درخت اپنے رب کی اجازت سے ہر حین پھل دیتا ہے) یعنی ہر سال (۲۶۶)

حیوان (جانور)

ا۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنا:

الف۔ اگر ایک شخص کسی جانور کے ساتھ جنسی عمل کرے تو اس پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی تاہم اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص چوپائے کے ساتھ جنسی عمل کرے اس پر کوئی حد نہیں (۲۶۷) امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو کسی چوپائے کے ساتھ جنسی فعل کرے اسے قتل کر دو اور اس کے ساتھ اس چوپائے کو بھی ہلاک کر دو (۲۶۸) امام ترمذی نے اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ روایت ہمیں صرف عمرو بن ابی عمرو کے واسطے سے پہنچی ہے انہوں نے عکرمہ سے اس کی روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے حافظ بن حجر نے التلخیص الحبیر میں کہا ہے کہ اس روایت کی سند میں کلام ہے (۲۶۹) میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ عکرمہ سے اس حدیث کی روایت میں صرف عمرو بن ابی عمرو متفرد نہیں ہیں بلکہ عکرمہ سے اس کی روایت داؤد بن الحصین نے بھی کی ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ اور مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے نیز عکرمہ سے اس کی روایت عباد بن منصور نے بھی کی ہے۔ جس طرح سنن البیہقی میں موجود ہے اور بیہقی نے اس روایت کو صحیح قرار دینے کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا ہے تاہم پہلی روایت بہر حال زیادہ صحیح ہے۔

ب۔ جس جانور کے ساتھ جنسی فعل کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانا حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک مکروہ ہے (۲۷۰) حضرت ابن عباسؓ نے جب درج بالا حدیث بیان کی تو آپ سے پوچھا گیا کہ اس جانور کا کیا کیا جائے گا آپ نے جواب دیا میں نے اس بارے میں حضور ﷺ سے کچھ نہیں سنا لیکن میرا خیال ہے کہ جس جانور کے ساتھ یہ فعل ہو چکا ہو حضور ﷺ نے اس کا گوشت کھانا یا اس سے فائدہ اٹھانا مکروہ تصور کیا ہوگا (۲۷۱)

۲۔ کون سے جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے، اور کون سے جانور مباح ہیں اور کون سے مکروہ (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲، ۳ اور ۴)

کون سے جانوروں کی بیع جائز ہے؟ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جزج کا جز ا اور ۴) حرم کے اندر کون سے جانوروں کو ہلاک کر دینا حلال ہے اور کون سے جانوروں کو ہلاک کرنا حرام ہے اور ہلاک کرنے پر عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ط)

اضحیہ کے اندر کن جانوروں کو ذبح کرنا درست ہے (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۳) شکار پکڑنے میں استعمال ہونے والے جانوروں کو کب سدھایا ہوا یعنی تعلیمافتہ قرار دیا جائے گا (دیکھئے مادہ صید نمبر۳ کے جزب کے جز۲ کا جزب) موت کی بنا پر جانور کا نجس ہو جانا (دیکھئے مادہ موت نمبر۳ کا جز الف)

جانور کا جوٹھا پانی (دیکھئے مادہ سؤر نمبر۲ کا جزب)

۳۔ جانور کی تعذیب:

جانور کی تعذیب حرام ہے خواہ اس کا نتیجہ موت کی شکل میں نکلے یا نہ نکلے۔ حضرت ابن عباسؓ انصار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ایک کبوتر کو باندھ رکھا تھا اور اسے تیروں کا نشانہ بنا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: حضور ﷺ نے کسی جانور کو تیروں کو ہدف بنانے سے منع فرمایا ہے (۲۷۲)

حرف الحاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۱۸۰، المغنی ج ۳ ص ۱۴۰، المجموع ج ۶ ص ۲۹۵

۲۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۹

۳۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۸

۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۳ ب

۵۔ ابوداؤد فی المناسک، مسند احمد، نمبر ۱۹۷۳، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۴۸، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۰

۶۔ المغنی ج ۳ ص ۲۴۲

۷۔ المجموع ج ۷ ص ۸۳

۸۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۱۸

۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۰

۱۰۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۱۶، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۳۲، المجموع ج ۷ ص ۷۰

۱۱۔ المجموع ج ۷ ص ۱۰۱، المغنی، ج ۸ ص ۲۰

۱۲۔ المغنی ج ۳ ص ۲۴۷

۱۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۲ ب

۱۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۲۵، احکام، القرآن ج ۲ ص ۲۷، المحلی ج ۷، ص ۴۴، المغنی ج ۳ ص ۲۴۹،۲۴۸

۱۵۔ حوالہ درج بالا

۱۶۔ المغنی ج ۳ ص ۲۴۸

۱۷۔ تنویر المقیاس ص ۵۲

۱۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۴، المحلی ج ۷ ص ۵۴

۱۹۔ عبدالرزاق ص ۲۶۴

۲۰۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳۱

۲۱۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۴، المحلی ج ۷ ص ۵۴

۲۲۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۴، البخاری، مسلم فی الحج باب حج النساء

۲۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷

۲۴۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۷، المحلی ج ۷ ص ۴۴

۲۵۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۴۲، المحلی ج ۷ ص ۶۹، المجموع ج ۷ ص ۱۳۰، ۱۳۲، المغنی ج ۳ ص ۲۹۵، تنویر المقیاس ص ۲۷

۲۶۔ بخاری باب الحج باب الحج اشھر معلومات، ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۸۷، سنن بیہقی ج۴ص۳۴۳، المحلی ج۷ص۶۵، تفسیر ابن کثیر ج۱ص۲۳۵، احکام القرآن ج۱ص۳۰۰، نیل الاوطار ج۵ص۲۹

۲۷۔ المجموع ج۷ص۱۳۰

۲۸۔ البخاری فی الحج باب من لا یستطیع الثبوت علی الراحلۃ، مسلم فی الحج باب الحج عن العاجز، الترمذی باب، الحج عن الشیخ الکبیر، ابوداؤد باب الرجل یحج عن الغیر، النسائی باب الحج عن الحی

۲۹۔ المحلی ج۷ص۶۱

۳۰۔ المغنی ج۳ص۲۴۵، المجموع ج۷ص۱۰۰

۳۱۔ ابوداؤد باب الرجل یحج عن غیرہ، ابن ماجۃ، باب الحج عن المیت، ابن حبان نمبر۹۶۲، سنن بیہقی، ج۴ص۱۸۰، مسند الشافعی ج۱ص۲۸۷، التلخیص الحبیر ج۲ص۲۲۳،۲۲۴

۳۲۔ المحلی ج۹ص۳۳۹، المجموع ج۷ص۹۱،۹۷

۳۳۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۹۳ب، المحلی ج۷ص۶۳

۳۴۔ سنن بیہقی ج۵ص۱۳۵

۳۵۔ المحلی ج۷ص۱۱۴

۳۶۔ المحلی ج۷ص۱۷۴

۳۷۔ سنن بیہقی ج۵ص۲۶

۳۸۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۷۳

۳۹۔ المغنی ج۳ص۲۸۱

۳۹ب۔ المحلی ج۷ص۱۴۶، حلیۃ العلماء ج۳ص۲۲۲، المجموع ج۷ص۱۷۷

۴۰۔ تفسیر ابن کثیر ج۱ص۲۳۵، المحلی، ج۷ص۱۵۷

۴۱۔ المغنی ج۳ص۲۷۶

۴۱ب۔ المحلی ج۷ص۱۰۱،۱۰۳

۴۲۔ المحلی ج۷ص۱۰۱

۴۳۔ المحلی ج۷ص۱۴۹، المغنی ج۳ص۴۶۹

۴۳ب۔ المحلی ج۷ص۱۶۰

۴۴۔ احکام القرآن ج۲ص۳۶۳

۴۵۔ المحلی ج۷ص۱۵۴

۴۶۔ المحلی ج۷ص۱۵۰، المغنی ج۳ص۴۶۹

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۰۰ب، المغنی ج۳ص۴۸۰

۴۸۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵

۴۹۔ تنویر المقیاس ص ۲۷

۵۰۔ المحلی ج ۷ ص ۱۴۳، ۱۴۴، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۹۵، المغنی ج ۳ ص ۴۷۸

۵۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴

۵۲۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۶، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۶

۵۳۔ المغنی ج ۳ ص ۵۲۷، المجموع، ج ۸ ص ۲۳۵

۵۳ب ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۶، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۰۹، المغنی ج ۵ ص ۴۶۷، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۱۴

۵۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۹ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۰ تنویر المقیاس ص ۲۷

۵۵۔ المجموع ج ۸ ص ۱۰

۵۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷

۵۷۔ المغنی ج ۳ ص ۴۰۵، ۵۵۵

۵۸۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۵۷

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۹

۶۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۶

۶۱۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳

۶۲۔ حوالہ درج بالا نیز ج ۵ ص ۸۸ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۱۰ تنویر المقیاس ص ۱۲۶

۶۳۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۳۷، ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۱۹۰، سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۵، المجموع ج ۸ ص ۶۵

۶۴۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۳۰

۶۵۔ حوالہ درج بالا

۶۶۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۳۴

۶۷۔ المغنی ج ۳ ص ۳۸۱، المجموع، ج ۸ ص ۶۵

۶۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۶

۶۹۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۷

۷۰۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۱

۷۱۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۳۶ ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۸۱

۷۲۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۳۶

۷۳۔ المغنی ج ۳ ص ۳۸۱

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳ ب

۷۵۔ حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۲۸۴
۷۶۔ البخاری فی الحج باب من لم یستلم ، الرکنین ، مسلم فی الحج باب استلام ، الرکنین ، ترمذی فی الحج باب استلام ، الحجر والرکن ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۲ ، عبدالرزاق ج ۵ ص ۴۵ ، المغنی ج ۳ ص ۳۸۰ ، المجموع ج ۸ ص ۳۹
۷۷۔ المجموع ج ۸ ص ۶۷
۷۸ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱ ، المجموع ج ۸ ص ۶۶
۷۹۔ البخاری فی الحج باب کیف کان بدء الرمل ، مسلم فی الحج باب الرمل فی الطواف
۸۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۴
۸۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۴ ، المغنی ج ۳ ص ۳۷۶
۸۲۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۴۹۶ ، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳ ، سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۵ ، ۸۷
۸۳۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۵
۸۴۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۵۰ ، ابن ابی شیبہ ، ج ۱ ص ۱۶۳ ، المجموع ج ۸ ص ۵۲
۸۵۔ المغنی ج ۳ ص ۲۹۲
۸۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷ ب
۸۷۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۵
۸۸۔ المجموع ج ۸ ص ۶۵
۸۹۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۶۲ ، سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۱ ، المحلی ج ۷ ، ص ۱۸۱ کنز العمال ج ۵ ص ۱۸۳ ، الموطا ج ۱ ص ۳۶۹
۹۰۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۷
۹۱۔ المغنی ج ۳ ص ۳۸۴ المجموع ج ۸ ص ۷۱
۹۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۵
۹۳۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۸
۹۴۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۲ ، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۹ ، احکام القرآن ج ۱ ص ۹۶ ، المغنی ج ۳ ، ص ۳۸۹ ، المجموع ج ۸ ص ۸۶
۹۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۱ ب ، احکام القرآن ج ۱ ص ۹۸
۹۶۔ یہ شاذ قرات ہے دیکھئے المحتسب لابن جنی ج ۱ ص ۱۱۵
۹۷۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۰ المحلی ج ۷ ص ۹۷
۹۸۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۵ ، المغنی ج ۲ ص ۳۸۸
۹۹۔ البخاری فی مناقب الانصار ، باب ایام الجاھلیۃ
۱۰۰۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۹۸

۱۰۱۔ البخاری فی مناقب الانصار، فتح الباری، ج ۷ ص ۱۲۰، المحلی ج ۷ ص ۹۶

۱۰۲۔ المحلی ج ۷ ص ۹۶

۱۰۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۷

۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۶، المجموع ج ۸ ص ۱۰۲

۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴، المحلی ج ۷ ص ۱۸۵، المغنی ج ۳ ص ۴۴۹

۱۰۶۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸

۱۰۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷ المحلی ج ۷ ص ۱۲۴، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۱۱

۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۶

۱۰۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷

۱۱۰۔ کنز العمال ج ۵ ص ۱۸۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۵، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۱۲

۱۱۱۔ کنز العمال ج ۵ ص ۱۸۶

۱۱۲۔ کنز العمال ج ۵ ص ۱۹۳

۱۱۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۹

۱۱۳ب۔ المغنی ج ۳ ص ۳۹۹

۱۱۴۔ حوالہ درج بالا

۱۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۲، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۵۱

۱۱۶۔ کنز العمال ج ۳ ص ۲۱۶

۱۱۷۔ البخاری فی الحج باب من قدم ضعفة اہلہ بلیل، مسلم فی الحج باب استحباب تقدیم ضعفة اہلہ، الترمذی فی الحج باب ماجاء فی تقدیم الضعفة ابوداؤد فی المناسک باب التعجیل من جمع النسائی فی الحج باب تقدیم النساء الی منازلہم ابن ماجۃ فی المناسک باب من تقدم من جمع الی منیٰ، المحلی ج ۷ ص ۱۳۲

۱۱۸۔ المحلی ج ۷ ص ۱۳۱

۱۱۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۸ المحلی ج ۷ ص ۱۲۹

۱۲۰۔ المجموع ج ۸ ص ۱۳۷

۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۳

۱۲۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۰

۱۲۳۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۵۲، المجموع ج ۸ ص ۲۲۸

۱۲۴۔ المجموع ج ۸ ص ۱۴۹

۱۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۰، المغنی ج ۳ ص ۴۵۱

۱۲۶۔ المجموع ج ۸ ص ۲۲۸، المغنی ج ۳ ص ۴۵۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷

۱۲۷۔ المغنی ج ۳ ص ۴۵۱

۱۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۱ ب، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۹

۱۲۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۱ ب

۱۳۰۔ المغنی ج ۳ ص ۴۳۸

۱۳۱۔ المحلی ج ۷ ص ۱۳۹، المغنی ج ۳ ص ۴۳۹، سنن نسائی فی الحج باب ما تحل للمحرم بعد رمی الجمار، ابن ماجۃ فی المناسک باب ما تحل للرجل اذا رمی جمرۃ العقبۃ

۱۳۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۳

۱۳۳۔ المغنی ج ۳ ص ۴۳۵، المجموع ج ۸ ص ۱۶۴

۱۳۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۶

۱۳۵۔ المجموع ج ۸ ص ۱۶۴

۱۳۶۔ سنن ابی داؤد فی المناسک باب الافاضۃ فی الحج

۱۳۷۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۸

۱۳۸۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۹۰

۱۳۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۰، المغنی ج ۳ ص ۳۹۹

۱۴۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴، المحلی ج ۷ ص ۱۸۵، المغنی ج ۳ ص ۴۴۹

۱۴۱۔ حوالہ درج بالا

۱۴۲۔ المحلی ج ۷ ص ۱۸۵

۱۴۳۔ البخاری فی الحج باب النزول بذی طوی، مسلم فی الحج باب استحباب النزول بالمحصب، الترمذی فی الحج باب نزول الابطح، ابوداؤد فی المناسک باب التحصیب

۱۴۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۸ ب

۱۴۵۔ مسلم فی الحج باب وجوب طواف الوداع ابوداؤد فی المناسک باب طواف الوداع

۱۴۶۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۲، ۱۶۳، البخاری فی الحج باب حیض المرأۃ بعد الافاضۃ مسلم فی الحج باب وجوب طواف الوداع

۱۴۷۔ مسلم فی الحج باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض

۱۴۸۔ البخاری فی الحج باب حیض المرأۃ بعد الافاضۃ

۱۴۹۔ الموطا ج ۱ ص ۳۹۷، ۴۱۹، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰، ۱۵۲، المحلی ج ۷ ص ۲۵۶، المجموع ج ۸ ص ۱۰۶، المغنی ج ۳ ص ۴۴۸، ۴۹۱

۱۵۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳

۱۵۱۔ المغنی ج ۳ ص ۵۴۶، ۵۴۸

۱۵۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۶

۱۵۳۔ الموطا ج ۱ ص ۳۸۴

۱۵۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۲، ۱۹۳ آثار ابی یوسف نمبر ۲۴۹، المحلی ج ۷ ص ۱۸۹، ۱۹۷، الام ج ۷ ص ۲۴۴، المغنی ج ۳ ص ۵۴۵

۱۵۵۔ المجموع ج ۷ ص ۴۰۲

۱۵۶۔ المغنی ج ۳ ص ۳۶۵

۱۵۷۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹۸

۱۵۸۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۶۴

۱۵۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۸

۱۶۰۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۸

۱۶۱۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۲۰، ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۰، المغنی ج ۳ ص ۳۶۵

۱۶۲۔ الموطا ج ۱ ص ۳۸۴

۱۶۳۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۸

۱۶۴۔ المغنی ج ۳ ص ۳۶۶، المحلی ج ۷ ص ۱۹۰

۱۶۵۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۷

۱۶۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۵

۱۶۶ب۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۳، المغنی ج ۶ ص ۵۲۰

۱۶۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۲، المغنی ج ۶ ص ۵۵۳، ۵۵۹

۱۶۸۔ تنویر المقیاس ص ۳۵۷

۱۶۹۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۷۲

۱۷۰۔ حوالہ درج بالا

۱۷۱۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۵، المحلی ج ۳ ص ۲۲۱ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۳، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۵ تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۹۳

۱۷۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۴، تنویر المقیاس ص ۲۹۵، ۳۵۶ تفسیر طبری (متعلقہ آیت)

۱۷۳۔ تنویر المقیاس ص ۲۹۵

۱۷۴۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۸، المغنی ج ۶ ص ۵۵۶

۱۷۵۔ المغنی ج ۶ ص ۵۵۳

۱۷۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۵، المغنی ج ۶ ص ۵۶۱، تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۹۵ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۵، تنویر المقیاس ص ۲۹۵، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۸

۱۷۷۔ تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۹۵

۱۷۸۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۳، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۰۴

۱۷۹۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۹۳، المغنی ج ۶ ص ۵۶۰

۱۸۰۔ المحلی ج ۳ ص ۲۲۰

۱۸۱۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۳۶۲

۱۸۲۔ المحلی ج ۸ ص ۱۹۳، المغنی ج ۵ ص ۴۹۱ نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۴

۱۸۳۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸

۱۸۴۔ الاعتبار ص ۱۴۱، المجموع ج ۶ ص ۳۰۲، المحلی ج ۶ ص ۲۰۵

۱۸۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۵ ب

۱۸۶۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۵۰

۱۸۷۔ المغنی ج ۳ ص ۱۰۳

۱۸۸۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۵۹ تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۶۹، تنویر المقیاس ص ۶۵ احکام القرآن ج ۲ ص ۶۳، المغنی ج ۴ ص ۴۶۷

۱۸۹۔ مسلم فی الجہاد باب النساء الغازیات الترمذی فی السیر باب من یعطی الفی ء ابوداؤد فی الجہاد المرأۃ والعبد یحذیان من الغنیمۃ، سنن بیہقی ج ۶ ص ۵۴ المحلی ج ۸ ص ۲۸۵

۱۹۰۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۴۵

۱۹۱۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰

۱۹۲۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۹، ۲۴۱، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۵، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۹۹۱، ۳۴۷، المحلی، ج ۹ ص ۴۷۰، ج ۱۰ ص ۱۳۱، کنز العمال، ج ۹ ص ۴۷۸

۱۹۳۔ المغنی ج ۷ ص ۱۱۷

۱۹۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷ سنن، داری، ج ۲ ص ۴۲۶

۱۹۵۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۴

۱۹۶۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۳۱، المغنی ج ۶ ص ۱۰۱ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷ سنن، دارمی ج ۲ ص ۴۲۶

۱۹۷۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۲

۱۹۸۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۵۰

۱۹۹۔ المغنی ج ۸ ص ۲۸۱

۲۰۰۔ الموطاج ۲ص ۲۷۷

۲۰۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۰المحلی ج ۱۱ص ۱۵۹

۲۰۲۔ حوالہ درج بالا، عبدالرزاق ج ۷ص ۳۹۶

۲۰۳۔ المحلی ج ۱۱ص ۱۵۸

۲۰۴۔ احکام القرآن ج ۳ص ۲۶۸

۲۰۵۔ عبدالرزاق ج ۷ص ۴۳۷

۲۰۶۔ الموطاج ۲ص ۲۷۷

۲۰۷۔ عبدالرزاق ج ۷ص ۳۹۶، سنن بیہقی، ج ۸ص ۲۴۳، کنزالعمال ج ۵ص ۴۴۷، احکام القرآن ج ۲ص ۱۶۸، ج ۳ص ۲۵۶، کشف الغمۃ ج ۲ص ۱۲۹، المغنی ج ۸ص ۱۷۴

۲۰۸۔ المغنی ج ۱ص ۲۶۷

۲۰۹۔ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۳۵، المحلی ج ۹ص ۲۲۸

۲۰۹ب۔ المحلی ج ۱۱ص ۲۶۴

۲۱۰۔ المغنی ج ۸ص ۲۱۱

۲۱۱۔ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۲۰

۲۱۲۔ احکام القرآن ج ۳ص ۲۶۲

۲۱۳۔ الاموال ص ۶۷، احکام القرآن ج ۱ص ۴۳

۲۱۴۔ سنن بیہقی ج ۹ص ۲۱۴، کنزالعمال، ج ۵ص ۴۰۴

۲۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۳، عبدالرزاق، ج ۷ص ۴۳، المغنی ج ۷ص ۵۱۸

۲۱۶۔ کنزالعمال ج ۹ص ۶۹۲، المحلی ج ۱۰ص ۲۷۸

۲۱۷۔ موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ عشر

۲۱۸۔ احکام القرآن ج ۱ص ۳۳۴

۲۱۹۔ الاموال ص ۶۷، احکام القرآن ج ۱ص ۴۳

۲۲۰۔ اخبار القضاۃ ج ۳ص ۴۹

۲۲۱۔ سنن بیہقی ج ۵ص ۲۰۲، اختلاف، ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ ص ۱۳۹

۲۲۲۔ احکام القرآن ج ۳ص ۴۲۹

۲۲۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۸

۲۲۴۔ البخاری، مسلم فی کتاب اللباس

۲۲۵۔ ابوداؤد فی اللباس، النسائی فی الزینۃ

۲۲۶۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۲۷۰، کشف الغمۃ ج اص ۱۵۴

۲۲۷۔ نیل الاوطار ج ۲ص ۷۷، ۷۸

۲۲۸۔ البخاری، مسلم فی کتاب اللباس، باب الترخیص بالحریر للحکۃ

۲۲۹۔ موٹے دیبا کو استبرق کہتے ہیں دیباوہ کپڑا ہے جس کا تانابانا ریشم ہو

۲۳۰۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۲۷۰ کشف الغمۃ ج اص ۱۵۴

۲۳۱۔ سنن ابی داؤد فی اللباس باب الرخصۃ، فی العلم وخیط الحریر، کنزل العمال ج ۱۵ ص ۴۶۶، المغنی ج ۹ص ۵۹۰

۲۳۱ب۔ المغنی ج ۹ص ۵۹۱

۲۳۲۔ النھایۃ فی غریب الحدیث مادہ خز نیل الاوطار ج ۲ص ۸۲

۲۳۳۔ سنن بیہقی ج ۶ص ۱۵۶، خراج یحیٰی بن آدم ص ۱۰۶

۲۳۴۔ تنویر المقیاس ص ۳۴۹ تفسیر ابن کثیر ج ۴ص ۴۶۳، المغنی ج ۸ص ۷۸۸

۲۳۵۔ تنویر المقیاس ص ۲۴۹ تفسیر ابن کثیر ج ۳ص ۹۳

۲۳۶۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۹، المغنی ج اص ۲۳۰

۲۳۷۔ عبدالرزاق ج اص ۲۹۸

۲۳۸۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲: ۹۱، عبدالرزاق ج ۷ص ۳۵۱، کنزالعمال ج ۵ص ۴۱۹

۲۳۹۔ کنزالعمال ج ۲ص ۱۲۰۶ المغنی ج ۷ص ۴۷۷

۲۴۰۔ سنن بیہقی ج اص ۲۴۰، سنن دارمی، ج اص ۲۰۳، المحلی ج ۲ص ۱۶۷، ۱۹۸، المغنی ج اص ۳۱۰، ۳۵۵

۲۴۱۔ کنزالعمال ج ۹ص ۶۳۲، عبدالرزاق ج اص ۳۱۸

۲۴۲۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۴۰۹

۲۴۳۔ المحلی ج ۲ص ۱۲۰۰ المغنی ج اص ۳۵۵

۲۴۴۔ سنن دارمی ج اص ۲۰۳، سنن بیہقی ج اص ۳۴۰، المحلی ج ۲ص ۱۶۷، المغنی ج اص ۳۱۰، ۳۵۵

۲۴۵۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۰ب، سنن، بیہقی ج اص ۱۸۷

۲۴۶۔ سنن بیہقی ج ۲، ص ۴۰۹

۲۴۷۔ سنن بیہقی ج اص ۲۳۵، سنن، دارمی ج اص ۲۰۱، ۲۰۳

۲۴۸۔ سنن دارمی ج اص ۲۳۶

۲۴۹۔ سنن دارمی ج اص ۲۳۴

۲۵۰۔ کنزالعمال ج ۹ص ۶۲۴، کشف الغمۃ، ج اص ۱۴۷ المغنی ج اص ۳۹۶

۲۵۱۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۸۴

۲۵۲۔ نیل الاوطار ج اص ۲۸۴، جامع الاصول لابن الاثیر نمبر ۵۳۴۶، المغنی ج اص ۱۴۴

۲۵۳۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۶۳، المغنی ج ا ص ۱۱۴۵ المجموع ج ۲ ص ۱۷۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۳

۲۵۴۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۶۳، تنویر المقیاس ص ۷۰

۲۵۴ ب المحلی ج ۶ ص ۶۰۶

۲۵۵۔ المحلی ج ۱۰ ص ۷۶

۲۵۶۔ المحلی ج ۱۰ ص ۷۹

۲۵۷۔ سنن بیہقی ج ا ص ۳۱۴

۲۵۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۵۹

۲۵۹۔ احکام القرآن ج ا ص ۳۳۷، تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۲۶

۲۶۰۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۲۸، سنن بیہقی، ج ا ص ۳۰۹، المغنی ج ا ص ۳۳۸، تنویر المقیاس ص ۳۱

۲۶۱۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۹، عبدالرزاق ج ا ص ۳۲۸، سنن بیہقی ج ا ص ۳۱۴، ۳۱۸، سنن دارمی ج ا ص ۲۵۴، المحلی ج ۲ ص ۱۷۸، ج ۱۰، ص ۹۷، المغنی ج ا ص ۳۳۶، المجموع ج ۲ ص ۳۷۶

۲۶۲۔ المحلی ج ۲ ص ۱۸۷، ج ۶ ص ۱۸۹، ج ۱۰ ص ۸۰

۲۶۳۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۶۳

۲۶۴۔ المحلی ج ۸ ص ۵۸، المغنی ج ۸ ص ۸۸۷، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۸۲

۲۶۵۔ المحلی ج ۸ ص ۵۸

۲۶۶۔ المحلی ج ۸ ص ۵۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۰

۲۶۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۴۹ عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۶۶، کنز العمال ج ۵ ص ۴۵۰، المحلی، ج ۱۱ ص ۳۸۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۴، المغنی ج ۸ ص ۱۸۹

۲۶۸۔ الترمذی، ابوداؤد فی الحدود باب من اتی البھیمۃ

۲۶۹۔ التلخیص الحبیر ۴ ص ۵۵

۲۷۰۔ نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۹۰

۲۷۱۔ الترمذی، ابوداؤد فی الحدود باب فیمن اتی البھیمۃ، المغنی ج ۸ ص ۱۹۱، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۳۴

۲۷۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۶۹ ب

حرف الخاء

خاتم (انگوٹھی)

محرم کے لیے حالت احرام میں انگوٹھی پہننے کا جواز (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز الف کا جز ۴) ہتھیلیوں کے ساتھ عورت کے لیے اپنی انگوٹھی بھی ظاہر کرنے کا جواز بشرطیکہ بناؤ سنگھار کا اظہار مقصود نہ ہو (دیکھئے مادہ زینۃ نمبر ۳ کا جز الف)

ختان (ختنہ کرنا)

۱۔ تعریف: مرد کے عضو تناسل کے قلفہ یعنی کھال کو قطع کر دینا ختان کہلاتا ہے

۲۔ ختان کا حکم: حضرت ابن عباسؓ ختان کو واجب تصور کرتے تھے اور بڑی سختی سے اس کا حکم دیتے تھے[1] (دیکھئے مادہ ابط) نیز (مادہ اقلف)

۳۔ ختان کے اثرات

الف۔ خوشی منانا: حضرت ابن عباسؓ اگر اپنے کس بیٹے کا ختنہ کراتے تو خوشی کے اظہار کے لیے تقریب کا سماں پیدا کر لیتے اور کھیل تماشہ دکھانے والوں کو بھی بلا لیتے تاکہ وہ بچوں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کر کے انہیں خوش کریں۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جب اپنے بیٹوں کو ختنہ کراتے تو کھیل تماشہ دکھانے والوں کو بھی بلاتے اور انہیں چار سو درہم یا تین سو درہم دیتے[2]

ب۔ جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اسکی نماز درست نہیں ہوگی نہ اس کا حج درست ہوگا اور نہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا (دیکھئے مادہ اقلف)۔

خراج (خراج)

۱۔ تعریف: اہل ذمہ کے قبضے میں موجود اراضی پر امام المسلمین کی طرف سے عائد کردہ ٹیکس کو خراج

کہتے ہیں۔

۲۔ خراج ان زمینوں پر لگایا جائے گا جنہیں بزور شمشیر فتح کیا گیا ہو یا ان پر بسنے والوں نے ان زمینوں کے سلسلے میں مسلمانوں سے مصالحت کر لی ہو حضرت ابن عباسؓ نے خراج کے بارے میں جو احکام بیان فرمائے ہیں ان کا ذکر ہم نے (مادہ ارض نمبر ۱) اور (مادۃ جزیہ نمبر ۵) میں کر دیا ہے

خصاء (خصی کرنا)

۱۔ تعریف: کسی مرد یا نر جانور کا خصیہ نکال دینا خصاء کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عباسؓ جانور کے خصاء کو مکروہ قرار دیتے اور اس کی اباحت نہیں کرتے تھے اور فرماتے کہ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (ولآ مرنهم فليغيرن خلق الله اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ اللہ کی تخلیق کو بدل ڈالیں گے)[۳] میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ جانور کو صرف اس لیے خصی کیا جاتا ہے کہ اس کا گوشت لذیذ ہو جائے۔

اگر حضرت ابن عباسؓ گوشت میں لذت پیدا کرنے کے لیے بھی زیر بحث عمل کی اباحت نہیں کرتے حالانکہ یہ ایک مشروع عمل ہے تو پھر انسانوں کو خصی کرنے کی کس طرح اباحت ہو سکتی ہے؟ اس کی کراہت تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک زیادہ شدید ہو گی کیونکہ یہ نسل انسانی کو منقطع کرنے کا سبب بن جاتا ہے اور یہ بات یقیناً ایک غیر مشروع غرض ہے

خضاب (مہندی لگانا)

۱۔ تعریف: مہندی وغیرہ کے ذریعے سے جلد یا بالوں کی رنگت تبدیل کر دینے کو خضاب کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے احکام:

الف۔ مہندی لگانا عورتوں کے لیے خاص طور پر مباح ہے کیونکہ یہ ان کے بناؤ سنگھار میں داخل ہے۔ حضرات صحابہ کرام کی بیویاں مہندی لگایا کرتی تھیں۔ اگر عورت نے مہندی لگائی ہو اور وہ وضو کرنا چاہے تو ہاتھوں پر مہندی کی جمی ہوئی تہہ کو دور کرنا ضروری ہو گا۔ اسے دور کرنے کے بعد وہ وضو

کے لیے ہاتھ دھوئے گی اس تہہ پر مسح کر لینا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سائل سے فرمایا: کہ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ ہماری خواتین کس طرح مہندی لگاتی ہیں عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وہ مہندی تیار کر کے لگا لیتی ہیں اور سو جاتی ہیں پھر جب صبح کی نماز کا وقت ہوتا تو مہندی اتار کر وضو کر لیتی اور نماز پڑھ لیتی ہیں اور پھر مہندی چڑھا لیتی ہیں اور پھر ظہر کے وقت اسے دور کر دیتی ہیں۔ اس طرح بہترین مہندی لگانے کے باوجود وضو کرنے میں ان کے لیے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ (۴)

ب۔ ہتھیلی میں لگی ہوئی مہندی کو عورت غیر مردوں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے بشرطیکہ اس سے بناؤ سنگھار کا اظہار مقصود نہ ہو (دیکھئے مادہ زینۃ نمبر ۳ کا جز الف)

خطا (غلطی)

ا۔ تعریف: ایسے اقوال اور افعال کو خطا کہا جاتا ہے جن کے اندر قصد اور ارادے کا انعدام ہو

۲۔ خطا کے اثرات:

الف۔ خطا چاہے قول کے اندر ہو یا فعل کے اندر عموماً گناہ کو ساقط کر دیتی ہے اس لیے کہ گناہ اس صورت میں لازم آتا ہے جب کوئی غلط کام عمداً کیا جائے سورۂ احزاب آیت نمبر ۵ میں ارشاد باری ہے (**ولیس علیکم جناح فیما اخطا تم به ولکن ما تعمدت قلوبکم**) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم سے بھول چوک ہو جائے ہاں (گناہ تو اس پر ہے) جو تم دل سے ارادہ کر کے کہو) اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ اقوال کے اندر خطا ان پر اثرات کے ترتب کو روک دیتی ہے۔ اگر ایک شخص کی زبان پر غلطی سے کلمۂ کفر نکل جائے تو اسے مرتد شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ قولی تصرفات کے اندر ارادے کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی ارادے کی بنا پر ان تصرفات کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جب کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ارادہ اور خطا یہ دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ سے منقول کوئی مثال ہاتھ نہیں آئی۔

۳۔ افعال کے اندر خطا متعلقہ خطا کار کو جسمانی سزا سے بچا لیتی ہے خواہ یہ سزا حد کی صورت میں ہو (دیکھئے مادہ حد نمبر ۴ کا جز الف) یا قصاص کی شکل میں اس لیے کہ قتل خطا کے اندر قصاص نہیں ہوتا۔ تاہم اگر خطا حقوق العباد میں سے کسی حق کے سلسلے میں واقع ہوئی ہو تو یہ خطا کار کو مالی تاوان اور کفارہ سے بچا نہیں سکے گی بنابریں اگر کوئی شخص غلطی سے کسی کی جان لے لے تو اس پر دیت اور کفارہ دونوں کا وجوب ہو جائے گا (دیکھئے جنایۃ نمبر ۲ کا جز ج، نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲ اور نمبر ۴ کے جز د کا جز ۲)

اگر اللہ کے کسی حق میں خطا واقع ہو جائے تو وہ خطا کار کو تاوان سے بچا لے گی مثلاً اگر محرم غلطی سے حرم کا کوئی جانور ہلاک کر دے تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا (دیکھے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب) تاہم اگر خطا کار کے لیے مذکورہ فعل نہ کرنے کی گنجائش ہو اور پھر وہ یہ فعل کر لے تو اس صورت میں اس کی خطا اسے قضا سے نہیں بچائے گی مثلاً اگر ایک شخص یہ خیال کرتے ہوئے کہ سورج غروب ہو چکا ہے یا اس پر فجر طلوع نہیں ہوا کھا پی لے یا ہمبستری کر لے جب کہ سورج غروب نہ ہوا ہو یا فجر طلوع ہو چکا ہو تو اس پر روزے کی قضا لازم آئے گی [۵] اس طرح اگر روزہ دار فرض نماز کے سوا کسی اور نماز کے لیے یا نماز کے سوا کسی اور کام کے لیے وضو کرے اور پانی اس کے حلق تک پہنچ جائے اور وہ غلطی سے اسے نگل لے تو اس پر قضا لازم ہوگی کیونکہ اس کے لیے وضو نہ کرنے کی گنجائش تھی۔ البتہ اگر ایک کام کو ترک کرنے کی گنجائش نہ ہو تو پھر قضا لازم نہیں ہوگی مثلاً ایک روزہ دار فرض نماز کے لیے واجب وضو کرے اور پانی اس کے حلق میں پہنچ جائے اور وہ اسے غلطی سے نگل جائے قصداً ایسا نہ کرے تو اس پر روزے کی قضا لازم نہیں ہوگی۔ روزہ دار اگر وضو کے لیے کلی کرے اور پانی اس کے پیٹ میں داخل ہو جائے تو اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر وہ فرض نماز کے لیے وضو کر رہا ہو تو اس پر روزے کی قضا لازم نہیں ہو گی اور اگر نفل نماز کے لیے وضو کر رہا ہو تو قضا لازم ہو جائے گی [۶]

روزہ دار کے منہ میں روزہ توڑ دینے والی چیز کا غلطی سے داخل ہو جانا (دیکھے مادہ صیام نمبر ۸ کا جز الف)

خطبۃ (پیغام نکاح)

۱۔ تعریف: عورت سے نکاح کی طلب خطبہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔

۲۔ خطبہ کے احکام:

الف۔ پیغام نکاح دینے والے کا متعلقہ عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے وہ صرف اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھ سکتا ہے۔(۷) (دیکھیے مادہ حجاب نمبر ۵)

ب۔ عدت گزارنے والی عورت کو پیغام نکاح دینا:

(۱) مذکورہ عورت جب تک عدت کے اندر ہو کسی شخص کے لیے اسے پیغام نکاح دینا جائز نہیں ہوگا البتہ اشاروں کنایوں میں پیغام نکاح دینے کی اباحت ہوگی مثلاً مرد اس سے کہے: تم خوبصورت ہو یا تمھارے اچھے دن آنے والے ہیں یا عورتیں میری ضرورت ہیں'' وغیرہ وغیرہ (دیکھئے مادہ تعریض نمبر ۵) کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ میں ارشاد باری ہے (ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النکاح او اکننتم فی انفسکم علم الله انکم ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سراً الا ان تقولوا قولا معروفاً زمانہ عدت میں خواہ تم ان بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا ارادہ اشارے کنایے میں ظاہر کر دو، خواہ دل میں چھپائے رکھو دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ ان کا خیال تو تمھارے دل میں آئے گا ہی مگر دیکھو خفیہ عہد و پیمان نہ کرنا، اگر کوئی بات کرنی ہو تو معروف طریقے سے کرو)

حضرت ابن عباسؓ نے خفیہ عہد و پیمان نہ کرنے کی تفسیر میں فرمایا: مذکورہ عورت سے یہ نہ کہو کہ میں تمھارا عاشق ہوں اور میرے ساتھ عہد کرو کہ تم میرے سوا کسی اور سے شادی نہیں کرو گی'' وغیرہ وغیرہ(۸)

(۲) اگر وہ اس کی عدت میں اسے پیغام نکاح دیدے اور عدت گزر جانے کے بعد نکاح کر لے تو وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو کر گنہگار قرار پائے گا، اس کا یہ نکاح مکروہ ہوگا اور اس کے لیے بہتری اس میں ہوگی کہ دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر عدت گزارنے والی عورت عدت کے دوران کسی مرد سے پکا وعدہ کر لے کہ وہ اسی کے ساتھ نکاح کرے گی اور پھر نکاح ہو جائے تو مرد کی بہتری اس میں ہوگی کہ دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے''(۹)

خطبۃ (خطبہ)

لوگوں کے سامنے پیش کیا جانے والا نثری کلام خطبہ کہلاتا ہے۔

۱۔ واجب خطبے یہ ہیں

(۱) جمعہ کا خطبہ یہ بالاجماع نماز جمعہ سے پہلے دیا جائے گا۔

(۲) عید کا خطبہ یہ نماز کے بعد دیا جائے گا۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے اپنے عہد حکومت میں حضرت ابن عباسؓ کو لکھا کہ آج عید کے دن میں کون کون سے کام کروں اور کس طرح کروں؟ آپ نے جواب لکھا کہ عید کی نماز کے لیے اذان نہ دلواؤ اور نہ ہی اقامت کہلواؤ اور خطبہ دینے سے پہلے عید کی نماز ادا کرو۔"(۱۰)

(۳) نماز استسقاء کا خطبہ: کئی مسنون خطبے بھی ہیں مثلاً عقد نکاح کے وقت خطبہ اسی طرح دیگر مواقع پر دیئے جانے والے خطبے۔

۲۔ خطیب کس طرح خطبہ دے؟

الف۔ لوگوں کو السلام علیکم کہنا: جب خطیب منبر پر آئے تو لوگوں کی طرف رخ کرے اور انہیں السلام علیکم کہے(۱۱)

ب۔ خطبے میں قرآن کی قرآت: یہ بات مستحب ہے کہ خطبہ قرآنی آیات سے بالکلیہ خالی نہ ہو۔ اگر خطیب کوئی آیت سجدہ تلاوت کرے تو منبر سے نیچے آ کر سجدہ کرے اور پھر اپنا خطبہ مکمل کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے منبر پر سورۂ ص کی تلاوت کی اور پھر نیچے اتر کر سجدہ کیا(۱۲)

۳۔ خطبے کے سامعین کیا کریں؟

الف۔ جو شخص خطبہ واجبہ کے دوران موجود ہو اس پر خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا لازم ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: چار مواقع پر خاموشی چاہیے جمعہ، عیدیں اور استسقاء کے موقعوں پر"(۱۳) یعنی جمعہ، عیدیں اور استسقاء کے خطبوں کے دوران سامعین پر خاموشی اختیار کرنا لازم ہے اور ہر اس

کام سے پرہیز کرنا ضروری ہے جو خطبہ سننے کی خاموشی میں خلل پیدا کرے مثلاً نماز، کلام اور دیگر کاموں میں مشغولیت۔ حضرت ابن عباسؓ خطیب کے خروج کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ قرار دیتے تھے (۱۴) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ح)

ب۔ خطبہ سننے کے لیے خاموشی کی ابتداء کب سے ہو؟ جب خطیب خطبہ دینے کے لیے منبر کی طرف سے بڑھے تو خطبہ سننے کے لیے خاموشی کی ابتداء ہو جانی چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ نص پہلے گزر چکا ہے کہ آپ امام یعنی خطیب کے برآمد ہونے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے ایک روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جمعہ کے دن خطیب کے برآمد ہونے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے گفتگو کی تھی (۱۵) اگر یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے ثابت ہے تو آپ کا یہ فعل آپ کے قول کے معارض ہے اور قاعدہ ہے کہ جب قول اور فعل میں تعارض پیدا ہو جائے تو قول کو فعل پر مقدم رکھا جاتا ہے۔

خف (موزہ)

۱۔ تعریف: خف چمڑے وغیرہ کا بنا ہوا وہ موزہ ہے جسے قدموں میں پہنا جاتا ہے اور جو ٹخنوں کے اوپر تک ہوتا ہے۔

۲۔ خف کے احکام:

الف۔ موزوں پر مسح:

(۱) اس کی مشروعیت: ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ موزوں پر مسح کی مشروعیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کتاب اللہ موزوں سے پہلے ہے" (۱۶) ابن عبدالبر کا قول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے سوا کسی بھی صحابی سے موزوں پر مسح کا انکار منقول نہیں ہے" (۱۷) تاہم حضرت ابن عباسؓ سے صحیح روایت کے تحت موزوں پر مسح کی اباحت ثابت ہے۔ عطاء بن ابی رباح سے کہا گیا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ "کتاب اللہ موزوں سے پہلے ہے"۔ عطاء نے جواب میں کہا کہ عکرمہ

غلط بیانی کرتے ہیں میں نے خود حضرت ابن عباسؓ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے [۱۸] البتہ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ اباحت مطلق صورت میں ہے یا مشروط شکل میں؟ ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس اباحت کو سخت سردی یا طویل سفر کے ساتھ مشروط کرتے ہیں، ان دونوں حالتوں کے سوا آپ کسی اور حالت میں اس کی اباحت نہیں کرتے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک شخص کو حضرت ابن عباسؓ نے موزوں پر مسح کے بارے میں حضرت سعیدؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی رائے بیان کرتے سنا، حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ شخص کا بیان سننے کے بعد فرمایا: اگر تم یہ بات دور کے سفر اور سخت سردی کی صورتوں کی نسبت سے کہتے (تو درست ہوتی) [۱۹]

درج بالا قول کی بنا پر موزوں پر مسح کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایتوں کے درمیان ہم کوئی تعارض نہیں سمجھتے اور یہ کہہ کر ان روایتوں میں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ آپ نے نزدیک بنیادی بات موزوں پر مسح کی ممانعت ہے۔ اور صرف ضرورت کے تحت ان پر مسح کی اباحت ہو سکتی ہے مثلاً سخت سردی ہو یا طویل سفر درپیش ہو۔ اسی تطبیق کی روشنی میں اس روایت کو جس میں مذکور ہے کہ آپ موزوں پر مسح کرتے تھے، اس مفہوم پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ آپ سخت سردی میں موزوں پر مسح کرتے تھے۔

۲۔ موزوں پر مسح کی شرطیں: موزوں پر مسح چند شرطوں کے ساتھ درست ہوتا ہے۔ ان میں سے حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ موزے طہارت پر یعنی وضو کے اندر پاؤں دھونے کے بعد پہنے گئے ہوں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "تم موزوں پر مسح اس صورت میں کرو جب تم نے اپنے پاؤں طہارت کی حالت میں ان کے اندر داخل کیے ہوں" [۲۰]

۳۔ موزوں پر مسح کرنے کی کیفیت: مسح کرنے والا اپنی انگلیوں کے ذریعے موزوں کے بالائی حصے کا ایک دفعہ مسح کرے گا۔ اسے یہ مسح تین دفعہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "موزوں پر مسح ایک ایک دفعہ ہے" [۲۱]

۴۔ موزوں پر مسح کی مدت: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مقیم کے لیے اس مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن تین راتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: "مسافر کے لیے تین دن بمعہ ان کی راتوں کے اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات" [۲۲] مذکورہ بالا مدت کے دوران وضو ٹوٹ جانے پر متعلقہ شخص کو اپنے موزے اتار کر پاؤں

دھونے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ ان پر مسح کر لینا کافی ہوگا آپ نے فرمایا: خواہ تم بیت الخلاء سے باہر کیوں نہ آئے ہوئے ہو موزوں پر مسح کر لو۔"(۲۳)

ب۔ موزوں کو پاک کرنا (دیکھئے مادہ طہارۃ)

ج۔ اگر محرم کے پاس جوتے نہ ہوں تو اس صورت میں موزے پہننے کی شرطیں (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز الف کا جز ۲)

خلاء (جائے رفع حاجت) دیکھئے مادہ تخلی

خلع (خلع)

۱۔ تعریف: معاوضہ لے کر جس کی ادائیگی بیوی کرے گی زوجین کے درمیان علیحدگی کو خلع کہتے ہیں

۲۔ خلع کا حکم:

درج ذیل شرائط کے ساتھ خلع مباح ہے

الف۔ بد سلوکی بیوی کی طرف سے وقوع پذیر ہوئی ہو مثلاً اس کی نافرمانی۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد باری ہے (ولا تعضلو هن لتذ هبوا ببعض مآ اتیتمو هن الا ان یا تین بفاحشة مبینة اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں تنگ کر کے اس مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انہیں دے چکے ہو، ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو ضرور تمھیں تنگ کرنے کا حق ہے) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: فاحشہ مبینہ بیوی کی نافرمانی اور بدسلوکی ہے (۲۴) یا مثلاً بیوی اپنی بد خلقی اور شوہر کے حق کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھے اور مثلاً یہ کہے "بخدا میں تمھاری کوئی قسم پوری نہیں کروں گی، یا تمھارے بستر پر قدم نہیں رکھوں گی یا تمھاری کوئی بات نہیں مانوں گی"(۲۵) اگر بیوی کی طرف سے بدسلوکی کا مظاہرہ نہ کیا گیا ہو تو اس صورت میں مرد کے لیے خلع کے عوض کوئی چیز وصول کرنا حلال نہیں ہوگا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو حرام کھائے گا اور خلع باطل نیز قابل رد قرار دیا جائے گا(۲۶)

ب۔ خلع سے پہلے تادیب کے مختلف طریقے آزمانا: اگر عورت بدسلوکی کی مرتکب ہو تو شوہر پر اسے سمجھانا اور نصیحت کرنا لازم ہوگا۔ اگر یہ بات کارگر نہ ہو تو وہ اسے خوابگاہ میں تنہا چھوڑ دے گا۔ اگر اس کا رویہ درست ہو جائے تو فبہا ورنہ اگلے مرحلے کے طور پر اللہ کی طرف سے شوہر کو اس کی ایسی مار پیٹ کی اجازت ہوگی جس کے نشانات جسم پر پڑنے نہ پائیں اگر عورت اس مرحلے پر اپنا رویہ درست کرلے تو فبہا ورنہ اللہ کی طرف سے شوہر کے لیے اسے اس طرح تنگ کرنے کی حلت اور اجازت ہوگی کہ وہ اس کے نتیجے میں خلع حاصل کرلے[۲۷]

۳۔ خلع کے اثرات: خلع پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں

الف۔ شوہر بدل خلع کا مستحق ہو جاتا ہے۔ خلع کا یہ بدل یعنی معاوضہ شوہر کی طرف سے ادا شدہ مہر سے بعض دفعہ کم ہوتا ہے اور بعض دفعہ زیادہ یعنی جس معاوضہ اور بدل پر طرفین رضامند ہو جائیں اس کی ادائیگی کی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "عورت اپنی مینڈھیاں تک دے کر خلع حاصل کر سکتی ہے"[۲۸]

ب۔ زوجین کے درمیان فسخ نکاح: ہم نے خلع کو فسخ نکاح قرار دیا ہے اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے اور اس بنا پر اس کی وجہ سے طلاق کی تعداد میں جسے مرد دے سکتا ہے (یعنی تین طلاقیں) کوئی کمی نہیں ہوگی[۲۹] آپ نے فرمایا: "ہر ایسی صورت جس کی مال نے اجازت دی ہو طلاق نہیں ہوتی"[۳۰] طاؤس نے روایت کی ہے کہ ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص نے حضرت ابن عباسؓ سے اس مرد کے بارے میں مسئلہ پوچھا جس نے اپنی بیوی کو دو طلاق دے دی تھی پھر بیوی نے اس سے خلع کرلیا تو کیا وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں وہ نکاح کر سکتا ہے، خلع طلاق نہیں، اللہ نے آیت کی ابتداء اور انتہاء پر طلاق کا ذکر کیا ہے اور درمیان میں خلع کا اس لیے خلع طلاق نہیں ہے"[۳۱] جصاص رازی نے کہا ہے کہ اس روایت میں طاؤس کو غلطی لگ گئی ہے۔ وہ بہت غلطیاں کرتے تھے[۳۲] لیکن میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ بات اس طرح نہیں ہے کہ طاؤس (واللہ اعلم) روایات بیان کرنے میں بہت زیادہ غلطیاں نہیں کرتے تھے جیسا کہ جصاص نے کہا ہے نہ ہی انھوں نے زیر بحث روایت

میں کوئی غلطی کی ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ سے طاؤس کی اس روایت کو تمام محدثین نے آگے نقل کیا ہے نیز طاؤس جو کچھ روایت کرتے ہیں اس پر انہیں پورا اعتماد ہوتا ہے، اس کی نشاندہی اس روایت سے ہوتی ہے جسے عبدالرزاق نے اپنی سند کے ذریعے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ فدیہ کی بات کو چھپانا حلال نہیں ہے تو میں کسی سے یہ بات بیان نہ کرتا۔ حضرت ابن عباسؓ فدیہ کو طلاق نہیں سمجھتے تھے الا یہ کہ شوہر اسے طلاق بھی دے دیتا، پھر آپ فرماتے: تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ سے پہلے طلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (الطلاق مرتان طلاق دو دفعہ دی جاتی ہے) اور پھر فدیہ کا ذکر فرمایا: (ولا جناح علیھما فیما افتدت بہ اور عورت فدیہ کے طور پر جو کچھ دیدے اس کا دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا) اللہ نے اس فدیہ کو طلاق قرار نہیں دیا۔ پھر سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۳۰ میں فرمایا: (فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اگر شوہر دو طلاقوں کے بعد بیوی کو پھر طلاق دے دے تو اس کے بعد بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے) اللہ نے دونوں کے مابین فدیہ کو طلاق قرار نہیں دیا''[۳۳] طاؤس فدیہ کی روایت حضرت ابن عباسؓ سے کرتے ہیں اور اسے روایت نہ کرنے کی تمنا کرتے ہیں کیونکہ اس میں جمہور صحابہؓ سے اختلاف کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ روایت وہی کر سکتا ہے جسے اپنی روایت پر پورا اعتماد ہو۔

ج۔ خلع لینے والی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ چونکہ خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں اس لیے فسخ کے ساتھ ہی عورت مرد کی بیوی نہیں رہتی بنا بریں اگر استبراء کے دوران وہ اسے طلاق دیدے تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ خلع لینے والی عورت کا شوہر اگر اسے طلاق دے دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: عورت پر طلاق کا لزوم یعنی وقوع نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ ایسی عورت کو طلاق دے گا جو بذریعہ نکاح اس کی ملکیت میں نہیں ہے[۳۴] آپ سے خلع کے بعد دی جانے والی طلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''خلع کے بعد طلاق نہیں ہوتی''[۳۵]

د۔ استبراء رحم: خلع کے فسخ نکاح ہونے اور طلاق نہ ہونے پر اس حکم کا ترتب ہوگا کہ عورت پر عدت

واجب نہیں ہوگی بلکہ ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کافی ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: خلع لینے والی عورت کی عدت ایک حیض ہے (۳۶)

خلوۃ (خلوت)

۱۔ تعریف: خلوت اسے کہتے ہیں کہ عورت اور مرد ایسی جگہ یکجا رہیں جہاں کسی کو ان کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکے۔

۲۔ خلوت کا حکم اور اس کے اثرات

الف۔ اجنبی عورت کے ساتھ مرد کی تنہائی حرام ہے اور چونکہ اس میں گناہ کے اندر مبتلا ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے اس لیے ایسی خلوت کے نتیجے میں عورت گنہگار قرار پائے گی اور مرد بھی حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر صرف اسی صورت میں جب کہ اس کا کوئی محرم بھی اس کے ساتھ ہو (۳۷) اس مسئلے پر سب کا اجماع ہے اور کوئی اختلاف نہیں (۳۸)

ب۔ مرد کی کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت جو اس کی محرم ہو بالاجماع مباح ہے (محرم سے مراد وہ عورت ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہو)

ج۔ مرد کی کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت بھی مباح ہے جو عقد نکاح یا ملک یمین کی بنا پر اس کے لیے حلال ہوگی ہو یعنی ہمبستری جائز ہوگئی ہو اگر کوئی شخص عقد نکاح کرنے کے بعد منکوحہ کے ساتھ خلوت میں رہے لیکن ہمبستری نہ کرے تو اس پر مقررہ مہر کا نصف واجب ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے بارے میں جس کے پاس اس کی بیوی بھیج دی گئی یعنی دونوں کو خلوت میسر ہوگئی اور پھر اس نے اسے طلاق دے دی اور یہ ظاہر کیا کہ اس نے اسے ہاتھ نہیں لگایا یعنی ہمبستری نہیں کی۔ فرمایا: اس پر نصف مہر لازم ہوگا (۳۹) کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۱ میں ارشاد باری ہے (وان طلقتمو هن من قبل ان تمسو هن وقد فر ضتم لهن فريضة فنصف ما فر ضتم اگر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو جب کہ تم نے ان کا مہر مقرر کر دیا ہو تو مقررہ

مہر کا نصف تم پر لازم ہوگا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: مس یعنی ہاتھ لگانے سے مراد ہمبستری ہے [۴۰] جصاص رازی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اگر خلوت میسر آ جائے خواہ ہمبستری نہ بھی ہو تو بھی پورا مہر واجب ہو جائے گا [۴۱]

خمر (شراب)

خمر ہر اس رس کو کہتے ہیں جس میں جوش پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور بن جائے۔ خمر کے احکام (مادہ اشربۃ) میں گزر چکے ہیں

خنثیٰ (مخنث)

خنثیٰ وہ فرد ہے جس کا مذکر یا مونث ہونا اس بنا پر واضح نہ ہو کہ اس کے جسم میں نہ تو مردوں والا عضو تناسل ہو اور نہ ہی عورتوں والا

خنثیٰ کی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۵)

خنزیر (سور)

۱۔ اس کا نجس العین ہونا: صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ سور نجس العین ہے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ اس کے گوشت کا حکم: اس کا گوشت کھانا بالاجماع جائز نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: خوردنی اشیاء میں سے صرف وہی اشیاء حرام ہیں جس کا ذکر سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۲۵ نے کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اے محمد ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے) [۴۲] (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جزب کا جز ۱ اور جز ۴)

۳۔ مسلمانوں کے ملکوں میں سوروں کی افزائش: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جو شہر مسلمانوں

کے ہاتھوں آباد ہوئے ہیں ان میں نہ تو سور رکھنا جائز ہے اور نہ ہی ان کی افزائش لیکن جن شہروں کو کافروں نے آباد کیا ہو اور پھر ان شہروں پر مسلمانوں کے ساتھ ان کی صلح ہو گئی ہو اور صلح کی شرائط میں سور نہ رکھنا شامل ہو تو پھر انہیں رکھنا جائز نہیں ہو گا اور صلح کے اندر اگر اہل ذمہ کے لیے سور رکھنے اجازت درج ہو تو پھر اہل ذمہ سور رکھ سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ''جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان کے اندر نہ تو کسی کنیسہ کی تعمیر ہوگی نہ ہی یہودی عبادت گاہ کی اور نہ ہی آتشکدہ کی نہ ہی صلیب بلند کی جائے گی نہ سنکھ بجایا جائے گا اور نہ ہی ناقوس نہ وہاں شراب یا خنزیر کے داخلے کی اجازت ہوگی جس سرزمین کے سلسلے میں اگر مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی گئی ہو تو مسلمانوں پر اس صلح کی شرائط کی تکمیل واجب ہوگی [۴۳] (دیکھئے مادہ ارض نمبر ۳)

۴۔ سور کی بیع جائز نہیں (دیکھے مادہ بیع نمبر ۲ کے جزج کا جز ۱)

۵۔ نمازی کے سامنے سے سور کا گزر جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جزک کا جز ۱)

خوف (خوف)

شریعت کے نزدیک خوف وہ عذر ہے جو رخصت پر عمل کرنے کی اباحت کر دیتا ہے خوف کا وجود صرف غلبہ ظن کی بنا پر ہو جاتا ہے۔ یہ ان اہم عناصر میں سے ایک عنصر ہے جو ضرورت کی تشکیل کرتے ہیں جس کے پیش نظر ممنوع امر مباح قرار پاتے ہیں۔

اگر ایک شخص کو غسل کرنے کی صورت میں پانی کے استعمال سے اپنی جان کا خطرہ ہو تو ضرورت کے تحت اس کے لیے تیمّم کی اباحت ہو جائے گی (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر ۲ کا جز ج)

جس شخص کو ایسی فرض نماز فوت ہو جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں اس کے لیے تیمّم کی اباحت ہو جائے گی دیکھئے (مادہ تیمّم نمبر ۲ کا جز و)

اگر ایک شخص کو بھوک کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے مردار کھا لینا مباح ہو جائے گا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ جز ج) نیز (مادہ ضرورۃ نمبر ۲ کا جز ج)

اگر مسلمانوں کو دشمن کے حملے کا خطرہ ہو تو ان کے لیے صلوۃ الخوف کی اباحت ہو جائے گی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۵ کا جز ب)

سلطان وغیرہ سے خطرہ درپیش ہونے کی صورت میں بچاؤ کی دعا کرنا مستحب ہے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۷ کا جزج)

خیار (خیار)

۱۔ تعریف: خیار یہ ہے کہ متعاقدین میں سے کسی ایک کو عقد فسخ کرنے یا اسے باقی رکھنے کی چھوٹ ہو

۲۔ خیار مجلس: حضرت ابن عباسؓ متعاقدین میں سے ہر ایک کے لیے فسخ عقد کا حق ثابت کرتے تھے جب تک دونوں مجلس عقد میں رہیں اور جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوئے ہوں (۴۴)

۳۔ خیار عیب

الف۔ اگر معقود علیہ (مبیع) کے اندر عیب موجود ہو تو نقصان اٹھانے والے فریق کے لیے خیار ثابت ہو جائے گا خواہ متعاقدین نے اس کی شرط نہ بھی لگائی ہو۔ اس لیے کہ شریعت کا اصول ہے کہ دوسرے کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص دراہم خریدے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اگر ان کے اندر کھوٹے دراہم ہوں گے تو وہ انہیں واپس کر دے گا تو اس کی شرط آپ کے نزدیک مکروہ ہو گی۔ آپ نے فرمایا: اسے کھوٹے درہم واپس کر دینے کا حق ہو گا خواہ وہ اس کی شرط نہ بھی لگائے (۴۵)

ب۔ معقود علیہ خواہ کوئی سامان ہو یا شوہر یا بیوی یا کوئی اور چیز اس سے خیار عیب کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بیوی میں کسی عیب کے وجود کی بنا پر زوجین میں سے ہر ایک کو عقد نکاح فسخ کر دینے کا خیار حاصل ہو گا (۴۶) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز الف کا جز ۴)

جن عیوب کی بنا پر عورتیں واپس کی جاسکتی ہیں وہ چار ہیں دیوانگی، جذام، برص اور اندام نہانی میں کوئی بیماری (۴۷)

۴۔ خیار تغریر

الف۔ تعریف تغریر یہ ہے کہ باطل طریقے سے التزام پر اکسایا جائے۔ یہ دھوکہ دہی کی ایک صورت ہے

ب۔ تغریر کے اثرات: تغریر اس شخص کے لیے خیار کے اثبات کی موجب بن جاتی ہے جس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہو۔ اگر ایک شخص بڑے تھن والی بکری خرید لے اور اسے پتہ نہ ہو کہ اس کا تھن مصنوعی طریقوں سے بڑا کر دیا گیا ہے تو اسے بکری کو رکھ لینے یا اسے واپس کر دینے کا خیار حاصل ہو جائے گا[۴۸] سامان لانے والے قافلوں سے جا کر پہلے مل لینا بھی تغریر کی ایک صورت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے اس کی نہی روایت کی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سامان تجارت لانے والے قافلے سے کوئی شخص جا کر ملے اور ان سے کہے کہ تمھاری اشیاء کی جو قیمت میں ادا کروں گا وہ شہر کے بازار کے بھاؤ سے بہتر ہو گا یا ان سے اسی طرح کی کوئی اور بات کہے

۵۔ خیار عتق

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر شادی شدہ لونڈی آزاد کر دی جائے اور اس کا شوہر آزاد شخص ہو تو اس صورت میں آزاد شدہ لونڈی کو شوہر کے ساتھ رہنے یا اس سے علیحدگی اختیار کرنے کا خیار حاصل نہیں ہو گا۔ البتہ شوہر اگر غلام ہو تو اسے خیار حاصل ہو جائے گا۔ اگر وہ چاہے گی تو غلام شوہر کے عقد میں رہے گی اور اگر چاہے گی تو نکاح فسخ کر لے گی[۴۹] کیونکہ شوہر غلام ہونے کی وجہ سے دونوں کے درمیان توازن بگڑ جائے گا نیز یہ وجہ بھی ہو گی کہ آزاد عورت کو غلام کے نکاح میں ہونے کے طعنے دئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ اس بارے میں روایت کرتے ہیں کہ جب بریرہؓ آزاد ہو گئیں تو اس وقت ان کا شوہر کالے رنگ کا ایک غلام تھا جس کا نام مغیث تھا حضور ﷺ نے بریرہؓ کو نکاح باقی رکھنے یا اسے فسخ کر دینے کا اختیار دے دیا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مغیث کو بریرہؓ کے چھوٹ جانے کا اتنا صدمہ تھا کہ وہ مدینہ کی راہوں میں پاگلوں کی طرح دوڑتے پھرتے تھے[۵۰] آزاد ہو جانے والی لونڈی کو زیر بحث خیار یا تو دخول کے بعد حاصل ہو گا یا دخول سے پہلے

اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو یعنی تعلق زن و شو قائم ہو چکا ہو اور اس کے بعد اسے زیر بحث خیار حاصل ہوا ہو تو اس صورت میں دخول کی بنا پر وہ مقررہ پورے مہر کی حق دار قرار پائے گی۔ اور اگر یہ

خیار دخول سے پہلے اسے حاصل ہو گیا ہو تو پھر وہ کسی مہر کی حق دار نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ یہ علیحدگی اس کی طرف سے ہی وجود میں آئی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس لونڈی کے بارے میں جس کا نکاح کسی غلام سے کر دیا گیا ہو اور تعلق زن و شو قائم ہونے سے پہلے ہی اسے آزاد کر دیا گیا ہو اور آزاد ہو کر اس نے فسخ نکاح اختیار کیا ہو، فرمایا: اسے کوئی مہر نہیں ملے گا اس کے شوہر کے سر پر یہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا کہ بیوی اپنی ذات کو اس سے علیحدہ کر لے اور جاتے جاتے اس کا مال (مہر کی رقم) بھی لے جائے (۵۱)

خیل (گھوڑے)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کے گھوڑے پر کوئی زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی ۵۲ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز الف)

گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۴ کا جز الف)

حرف الخاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ المغنی ج ا ص ۸۵
۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۱۴
۳۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۸، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۵۶، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۲
۴۔ سنن بیہقی ج ا ص ۷۷
۵۔ المجموع ج ۶ ص ۳۴۸
۶۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۷۵، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۷ ب، المغنی ج ۳ ص ۱۰۸، المجموع، ج ۶ ص ۳۴۸، ۳۷۱
۷۔ المغنی ج ۶ ص ۵۵۳
۸۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۲۴
۹۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۵۵
۱۰۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۴
۱۱۔ المجموع ج ۴ ص ۴۰۱
۱۲۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۹
۱۳۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۸۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۰
۱۴۔ شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۱۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۷، ۷۹، المغنی ج ۲ ص ۳۲۴
۱۵۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۰۹
۱۶۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰
۱۷۔ الاستذکار ج ا ص ۲۷۳
۱۸۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰
۱۹۔ عبدالرزاق ج ا ص ۱۹۸
۲۰۔ کنز العمال ج ۹ ص ۶۱۷
۲۱۔ حوالہ درج بالا
۲۲۔ سنن بیہقی ج ا ص ۲۷۳، ۲۷۷، ابن ابی شیبہ، ج ا ص ۲۹ ب عبدالرزاق ج ا ص ۲۰۸ کنز العمال، ج ۹ ص ۶۱۷ المحلی ج ۲ ص ۶۱، ۱۸۸ احکام القرآن ج ۲ ص ۳۴۸ المغنی ج ا ص ۲۸۶، المجموع ج ا ص ۵۲۱
۲۳۔ سنن بیہقی ج ا ص ۲۷۳، کنز العمال ج ۹ ص ۶۱۷
۲۴۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۹، تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۱۱
۲۵۔ المغنی ج ۷ ص ۱۵۴ احکام القرآن ج ۲ ص ۳۹۲

۲۶۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۹، المغنی ج ۷ ص ۵۵

۲۷۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۲

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۶، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۹۳، المغنی ج ۷ ص ۵۲

۲۹۔ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۹۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴ ب المحلی ج ۱۰ ص ۲۳۷، احکام القرآن، ج ۱ ص ۳۹۶، المغنی ج ۷ ص ۵۶

۳۰۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۸۷، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۹۲

۳۱۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۸۷، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۔۳۴۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۴ ب، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۶، المحلی ج ۱۰ ص ۲۳۷، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۵، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۹۲

۳۲۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۹۶

۳۳۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۸۶، المغنی ج ۷ ص ۵۶

۳۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۷، عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۸۷، المحلی، ج ۱۰ ص ۲۳۹، تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ص ۲۷۶، المغنی ج ۷ ص ۵۹، کشف الغمہ ج ۲ ص ۹۵

۳۵۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۔۳۴۶

۳۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۶، نیل الاوطار، ج ۷ ص ۱۳۸، المغنی ج ۷ ص ۴۴۹

۳۷۔ البخاری فی النکاح باب لا یخلون رجل بامرأۃ، مسلم فی الحج باب سفر المراۃ مع محرم

۳۸۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۵، ج ۶ ص ۲۴۱

۳۹۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/۱۹۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۴، تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ص ۲۸۸

۴۰۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۸۹، تنویر المقیاس، ص ۳۳، المغنی ج ۶ ص ۲۴۷

۴۱۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۳۶

۴۲۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷، تنویر المقیاس، ص ۲۳، المغنی ج ۸ ص ۵۸۶

۴۳۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۰۰، سنن بیہقی، ج ۹ ص ۲۰۱، المغنی ج ۸ ص ۵۲۶، ۵۲۷

۴۴۔ المغنی ج ۳ ص ۵۶۳، المجموع ج ۹ ص ۱۹۶

۴۵۔ المحلی ج ۸ ص ۵۰۹

۴۶۔ المغنی ج ۶ ص ۶۵۰

۴۷۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۰

۴۸۔ تکملۃ المجموع ج ۱۲ ص ۱۶

۴۹۔ المغنی ج ۶ ص ۶۵۹، المحلی، ج ۱۰ ص ۱۵۳، ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۲۱۵ ب

۵۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۲۱، المحلی، ج ۱ ص ۱۵۴، المغنی ج ۶ ص ۶۵۹

۵۱۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۲۶، کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۶

۵۲۔ الاموال [illegible]

حرف الدال

دابۃ (جانور) دیکھئے مادہ حیوان

دباغۃ (دباغت دینا)

۱۔ تعریف: کھال سے ناپاک رطوبتوں کے ازالے کو دباغت کہتے ہیں

۲۔ دباغت کھالوں کو پاک کر دیتی ہے:

دباغت کا عمل ان مردار جانوروں کی کھالوں کو پاک کر دیتا ہے جو زندہ ہونے کی صورت میں پاک ہوں۔ دباغت ان کھالوں کو ظاہری اور باطنی طور پر پاک کر دیتی ہے اور اس کے نتیجے میں انہیں مائعات مثلاً پانی اور دودھ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے اور جامدات مثلاً جمے ہوئے گھی کے لیے بھی (دیکھئے مادہ اھاب) نیز (مادہ نجاستہ نمبر ۲ جز واؤ)

دبر (دبر)

۱۔ تعریف: دبر انسان اور حیوان کے اس جسمانی مقام کو کہتے ہیں جو پاخانہ خارج ہونے کا طبعی مخرج ہوتا ہے

۲۔ دبر کو پاخانہ سے پاک کرنے کا طریقہ (دیکھئے مادہ استنجاء)

۳۔ دبر میں جنسی عمل حلال نہیں خواہ کسی مذکر کے دبر میں یہ عمل کیا جائے یا کسی مونث کے دبر میں (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۱۰ کے جز ب کا جزا)

الف۔ مونث کے دبر میں جنسی عمل کے سلسلے میں عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ اس بات کو مکروہ اور ناجائز قرار دیتے اور سخت تنقید کرتے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے دبر میں جنسی فعل کرے[1] سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ میں ارشاد باری ہے (**نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم** تمھاری بیویاں تمھاری کھیتیاں ہیں تم جس طرف سے چاہو اپنی کھیتیوں میں آؤ) حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے بیوی کے اندام نہانی میں چاہے آگے کی

طرف سے ہمبستری کرو یا پیچھے کی طرف سے[۲] اسی سورت کی آیت نمبر ۲۲۲ (فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان کے پاس اسی طریقے سے جاؤ یعنی ہمبستری کرو جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے) کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: یعنی اندام نہانی میں ہمبستری کرو اور اسکے سوا کسی اور جگہ میں یہ عمل نہ کرو، جو شخص کسی اور جگہ میں یہ عمل کرے گا وہ حد سے تجاوز کا مرتکب ہوگا"[۳] عورت کے دبر میں جنسی عمل کے گناہ کی تصویر کشی حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے اس روایت کے ذریعے کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی نظر نہیں ڈالے گا جس نے کسی مرد یا عورت کے دبر میں جنسی عمل کیا ہو"[۴] ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے بیوی کے دبر میں جنسی عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ شخص مجھ سے کفر کے بارے میں پوچھ رہا ہے[۵] آپ سے اس جرم کی کوئی متعین سزا منقول نہیں ہے۔ بنا بریں ایسے مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی

ب۔ مذکر کے دبر میں جنسی عمل مونث کے دبر میں جنسی عمل سے بڑھ کر حرام ہے اس لیے کہ مذکر سرے سے جنسی عمل کا محل ہی نہیں ہے۔ اسے لواطت کہتے ہیں۔ اس کے مرتکب کی سزا کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسے مجرم کو رجم کر دیا جائے[۶] دوسری روایت میں ہے کہ اسے آبادی کی سب سے اونچی عمارت کے اوپر لے جا کر وہاں سے اسے اوندھے منہ گرا دیا جائے اور پھر اسے پتھر مارے جائیں[۷] یہ روایت بیہقی وغیرہ نے کی ہے ہر ایک روایت میں رجم کا ذکر ہے۔ لیکن دوسری روایت کے مطابق اسے پہلے آبادی کی سب سے اونچی عمارت سے نیچے گرایا جائے اور پھر رجم کیا جائے۔ یہ روایت پہلی روایت کی منافی نہیں ہے۔ ان دونوں روایتوں کی اصل وہ روایت ہے جسے حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ اسے اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔[۸]

دعاء (دعا)

ا۔ تعریف: عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ سے طلب کو دعا کہتے ہیں۔

۲۔ کن حالات کے اندر دعا مانگنا مکروہ ہے:

دو حالتوں کے اندر مسلمان کے لیے اللہ سے دعا کرنا اور ذکر الٰہی مکروہ ہے۔ اول جب وہ رفع حاجت کے لیے بیٹھا ہو اور دوم جب وہ ہمبستری میں مصروف ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب انسان رفع حاجت کے لیے بیٹھا ہو یا ہمبستری میں مصروف ہو اس کے لیے اللہ سے دعا کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اللہ ذوالجلال کی ذات اس سے برتر ہے[(۹)]

۳۔ دعا کی قبولیت کی گھڑی:

جمعہ کے دن ایک گھڑی ہوتی ہے جس کے اندر اللہ دعا قبول کر لیتا ہے۔ یہ گھڑی عصر اور مغرب کے درمیان آتی ہے (دیکھئے مادہ جمعۃ نمبر ۱)

۴۔ دعا میں ہاتھ اٹھانا:

حضرت ابن عباسؓ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کو مستحب قرار دیتے تھے[(۱۰)] اس کی کیفیت یہ ہے کہ بندہ اپنی ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلا دے اور انہیں اپنی داڑھی تک اٹھائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ابتہال اس طرح ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور ان کی پشت اپنے چہرے کی طرف رکھی نیز فرمایا: دعا اس طرح ہے'' اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر داڑھی تک لے گئے پھر فرمایا: اخلاص اس طرح ہے اور پھر اپنی انگلی سے اشارہ کیا[(۱۱)] تشہد کے اندر انگشت شہادت اٹھانے کے بارے میں آپ نے فرمایا: یہی اخلاص ہے[(۱۲)] یعنی ذات باری کو ہر شرک سے خالص کر کے اس کی وحدانیت کا اشارہ (مترجم)

۵۔ دعا کے لیے کھڑے ہونا:

حضرت ابن عباسؓ کافروں کے ساتھ مشابہت کو ہر حالت میں مکروہ سمجھتے تھے، یہودیوں کی عادت تھی کہ وہ کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرتے۔ اس لیے حضرت ابن عباسؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ مسلمان دعا کے لیے کھڑے ہونے کا التزام کریں آپ اس کے برعکس مسلمان کے لیے کسی خاص ہیئت کی قید کے بغیر بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دعا مانگنے کو مستحب قرار دیتے تھے، بشرطیکہ دعا کے لیے اس کی ہیئت کسی استخفاف

اور ہلکے پن کا پتہ نہ دیتی ہو۔ آپ نے فرمایا: تم کھڑے ہو کر دعائیں نہ کرو جس طرح یہود اپنی عبادت گاہوں میں کرتے ہیں (۱۳)

۶۔ کافر کے لیے دعا:

اگر کسی کافر کا کسی مسلمان پر کوئی حق ہو تو جب تک وہ کافر زندہ ہو اس کے لیے مذکورہ مسلمان کا دعا کرنا مستحب ہے۔ اگر کافر مر جائے تو پھر وہ مسلمان اس کے حق میں دعا کرنے سے باز رہے۔ ایک مسلمان کا یہودی باپ مر گیا مسلمان بیٹا اس کے جنازے کے ساتھ نہیں گیا۔ جب حضرت ابن عباسؓ کو اس کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ اسے غسل دیتا اور اس کے جنازے کے ساتھ جاتا اور اس کی زندگی کے دوران اس کے لیے استغفار کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوتا یعنی جب تک باپ زندہ تھا بیٹا اس کے لیے دعا کرتا پھر آپ نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ تلاوت فرمائی (فلما تبين له انه عدو لله تبرا منه پھر جب ابراہیم کے سامنے واضح ہو گیا کہ وہ (باپ) اللہ کا دشمن ہے تو اس سے برات کا اظہار کر دیا) یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ حالت کفر میں مر گیا (۱۴) (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کے جزب کا جز ا)

۷۔ میت کے لیے دعا:

مسلمان میت کو دفن کرتے وقت اس کے حق میں دعا کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جب عبداللہ بن السائب کو دفن کیا تو ان کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا مانگی اور پھر واپس چلے گئے (۱۵) (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ط)

۸۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول بعض دعائیں:

الف۔ چاہ زمزم سے پانی پینے کے وقت دعا: آپ جب زمزم کا پانی پیتے تو یہ دعا کرتے اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم کا کشادہ رزق کا اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں (۱۶) (دیکھئے مادہ زمزم نمبر ۲)

ب۔ حاجی کا استقبال کرتے وقت دعا: آپ جب حج سے واپس آنے والے شخص کو ملتے تو فرماتے اللہ تمھیں بڑا اجر دے تمھارا حج قبول کرے اور تمھارے اخراجات کا بدل عطا کرے (۱۷)

ج۔ سلطان سے خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں دعا: اللہ اپنی مخلوقات سے بڑا اور زیادہ طاقت ور ہے جس شخص کا مجھے خطرہ اور خوف ہے اللہ اس سے زیادہ طاقت ور ہے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جس کے سوا کوئی الہٰ نہیں جس نے ساتوں آسمانوں کو تھام رکھا ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتے اے اللہ میں تیرے فلاں بندے، اس کے لشکر اور جن وانس میں سے اس کے پیروکاروں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ ان کے شر سے تو مجھے پناہ دے تیری ثنا بہت اونچی ہے تیری ذات میں پناہ لینے والا بڑا طاقت ور ہے تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں یہ دعا تین مرتبہ پڑھے (۱۸)

د۔ حجر اسود کے استلام کے وقت دعا: حضرت ابن عباسؓ جب حجر اسود کا استلام کرتے تو یہ دعا مانگتے اے اللہ تجھ پر ایمان لاتے ہوئے تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے نبیﷺ کی سنت کی پیروی میں (۱۹) (میں حجر اسود کا استلام کرتا ہوں)

کعبہ پر نظر پڑتے وقت دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۶)

عرفات میں دعاء (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۱ کا جزب)

ملتزم کے پاس دعا (دیکھئے مادہ ملتزم نمبر ۲)

رمی جمرات کے وقت دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۴ کا جزھ)

نماز سے فراغت کے بعد دعا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۱ کا جزب)

دعوۃ (دعوت طعام)

۱۔ تعریف: کھانے پینے کے لیے بلانے کو دعوت کہتے ہیں۔

۲۔ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ البتہ اگر ایک شخص اپنے دینی یا دنیاوی کاموں میں مشغولیت کی بنا پر دعوت قبول نہ کرے تو اس کی یہ معذوری قبول کر لی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ آپ اس وقت مویشیوں کو پانی پلانے میں مصروف تھے آپ نے دوستوں سے فرمایا: اپنے بھائی کے گھر کھانے کے لیے جاؤ اور اس کی دعوت طعام قبول کرو اور میری طرف سے اسے سلام کہو اور بتاؤ کہ میں مصروف ہوں (۲۰)

دفن (دفن کرنا)

میت کی تدفین (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ز)

دلالۃ (نشاندہی کرنا دلالی کرنا) دیکھئے مادہ سمسرۃ نیز مادہ بیع نمبر ۴ کا جز الف

حرم کے اندر شکاری کو شکار کی نشاندہی کرنے والے پر عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب)

دم (خون)

۱۔ تعریف: شریانوں میں دوڑنے والے سرخ سیال مادے کو خون کہتے ہیں۔

۲۔ خون کی نجاست اور اس پر مترتب ہونے والے اثرات:

الف۔ حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ کرامؓ حیض کے خون اور رگوں میں دوڑنے والے خون کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے حیض کا خون دراصل رحم کے اندر ہونے والے انفعالات کا نتیجہ ہوتا ہے یہ حضرات دونوں خون پر دم کے اسم کا اطلاق کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ خون کو عموماً ناپاک خیال کرتے تھے اس لیے اگر کپڑے میں خون لگ جائے تو کپڑا پاک کرنا واجب ہوگا، اور خون آلود کپڑے میں نماز جائز نہیں ہوگی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ عورت قمیض پہنے ہوتی ہے پھر اسے حیض آجاتا ہے اور حیض کے دوران یہ قمیض اس کے جسم پر ہوتی ہے اور اس میں اس کا پسینہ جذب ہوتا رہتا ہے آیا وہ اس قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ اس میں خون نہ لگا ہو[۲۱] آپ کا یہ قول خون کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ب۔ خون کھانا: خون کے ناپاک ہونے پر یہ امر مترتب ہوتا کہ اسے کھانا جائز نہیں ہے۔ البتہ گوشت کے ساتھ چمٹا ہوا خون اس حکم سے مستثنیٰ ہے لوگوں سے حرج دور کرنے کی خاطر گوشت کے ساتھ اسے کھا لینے کا جواز ہے۔ بنابریں حرمت کا تعلق بہائے ہوئے خون سے ہوگا[۲۲] (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز ب کا جز ا اور جز ۳)

ج۔ خون کی فروخت: خون کے نجس قرار پانے پر یہ حکم بھی مترتب ہوگا کہ اس کی بیع باطل ہے اور بیع

سے حاصل شدہ ثمن کا استعمال حرام ہے حضرت ابن عباسؓ نے سحت یعنی مال حرام کے ذرائع گنوائے اور ان کے اندر خون کے ثمن کو بھی شمار کیا[۲۳] (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۱)

د۔ خون ناقض وضو ہے: خون ناپاک ہوتا ہے اس لیے بدن سے ان کا نکلنا وضو توڑ دیتا ہے بشرطیکہ اس کی مقدار زیادہ ہو۔ اگر قلیل مقدار میں نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر خون فاحش یعنی زیادہ مقدار میں نکلے تو متعلقہ شخص پر وضو کا اعادہ لازم ہوگا اور اگر خون کی مقدار قلیل ہو تو وضو کا اعادہ لازم نہیں ہوگا[۲۴] حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک دیکھنے والے کی نظر میں اگر مذکورہ خون فاحش یعنی کثیر ہو تو اسے کثیر قرار دیا جائے گا۔ امام احمد سے جب پوچھا گیا کہ فاحش کی کیا مقدار ہے تو انہوں نے جواب دیا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ وہ مقدار جسے تمھارا دل فاحش سمجھے[۲۵] حضرت ابن عباسؓ سے یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم آپ سے ایک اور روایت کے مطابق خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، آپ کی اگر نماز کے اندر نکسیر پھوٹ جاتی تو جا کر خون دھو لیتے اور واپس آ کر نماز پوری کر لیتے۔ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۷ کا جز الف اور نمبر ۸ کا جز الف)

دین (دین، قرض) دیکھئے مادہ قرض

جس نصاب پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کے لیے شرط ہے کہ وہ نصاب کو ناقص بنا دینے والے دین سے خالی ہو (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز ب)

کسی اور شہر جا کر دین کی ادائیگی کی شرط عائد کرنا (دیکھئے مادہ سفتجۃ)

دیۃ (دیت)

دیت اس مال کہ کہتے ہیں جو جان کے بدل کے طور پر واجب ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ب)

حرف الدال میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۶۰، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۹۹، کشف الغمہ ج ۲ ص ۹۷ المحلی، ج ۱۰ ص ۷۰، المغنی ج ۷ ص ۲۲

۲۔ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۵۸، تنویر المقیاس ص ۳۱

۳۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۰۹

۴۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۲، الترمذی فی الرضاع، باب اتیان النساء فی ادبارھن

۵۔ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۴۴۲

۶۔ سنن ابی داؤد فی الحدود باب من عمل عمل قوم لوط، عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۴، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۲، کنز العمال ج ۵ ص ۴۷۰، کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۳۴

۷۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۲۷ نیل الاوطار ج ۹ ص ۲۸۷، ۲۸۸

۸۔ ترمذی وابوداؤد فی الحدود باب حد اللواطۃ، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۶۳

۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۷ المجموع ج ۲ ص ۹۷

۱۰۔ المجموع ج ۹ ص ۱۰

۱۱۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۰

۱۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۶

۱۳۔ حوالہ درج بالا

۱۴۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۰

۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۵۶

۱۶۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۱۳، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۲۹

۱۷۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۶۸

۱۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۴۱

۱۹۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۳۴

۲۰۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۴۴۸ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۴۷

۲۱۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۹

۲۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۷

۲۳۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۵ المغنی ج ۱ ص ۱۸۵

۲۴۔ المغنی ج ۱ ص ۱۸۶

۲۵۔ الاستذکار ج ۱ ص ۲۸۷، المجموع ج ۲ ص ۵۸، معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۲۶۷

حرف الذال

ذبح (ذبح کرنا)

۱۔ تعریف: ودجین کو کاٹ دینا ذبح کا عمل کہلاتا ہے۔ یہ دو بڑی رگیں ہیں جو خون سر تک پہنچاتی ہیں

۲۔ ذبح کرنے والا: ذابح یا تو مسلمان ہوگا یا کافر

الف۔ مسلمان کا ذبیحہ:

(۱) اگر ذابح مسلمان ہو تو اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ، مرد ہو یا عورت اقلف (غیر مختون) نہ ہو۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص ذبح کرے اس کا ذبیحہ کھالو خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ، مذکر ہو یا مونث بشرطیکہ وہ حج یا عمرے کا احرام باندھے ہوئے نہ ہو بلکہ احرام سے باہر ہو[1] (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کا جزا)

(۲) اقلف (غیر مختون) کا ذبیحہ: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو یعنی اقلف اس کا ذبیحہ کھایا نہیں جائے گا خواہ وہ مسلمان کیوں نہ ہو (دیکھئے مادہ اقلف نمبر ۲)

ب۔ کافر کا ذبیحہ:

کافر یا تو اہل کتاب یعنی یہودی یا نصرانی ہوگا یا اہل کتاب نہیں ہوگا

(۱) اہل کتاب کا ذبیحہ: کتابی یا تو کسی مسلمان کا اضحیہ (قربانی) ذبح کرے گا یا اس کا ذبیحہ مسلمان یا غیر مسلم کے کھانے کے لیے ہوگا

الف۔ اگر کتابی کسی مسلمان کی قربانی کا جانور ذبح کرے تو حضرت ابن عباسؓ نے نزدیک اس کا گوشت مطلق نہیں کھایا جائے گا آپ کتابی کے ہاتھوں ذبح ہونے والی قربانی کے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔[2] اور فرماتے تمھاری قربانی کا جانور صرف مسلمان شخص ذبح کرے[3] (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۶)

ب۔ اگر کتابی کھانے کے لیے جانور ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ ہر حال میں کھایا جائے گا یعنی خواہ اس نے

بسم اللہ پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو [۴] یا ذبیحہ پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اہل کتاب ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام لیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اللہ نے جب ان لوگوں کا ذبیحہ حلال قرار دیا اس وقت اسے تمھاری اس بات کا علم تھا [۵] رہ گئی یہ بات کہ سورۂ انعام آیت نمبر ۱۱۹ میں ارشاد ہے (وما لکم الا تا کلو مما ذکر اسم الله علیه تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اس جانور کا گوشت نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو نیز آیت نمبر ۱۲۱ میں ارشاد ہے (ولا تاکلو ممایذکر اسم الله علیه اور اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نام نہ لیا گیا ہو) تو اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اس کا عموم منسوخ ہو چکا ہے اور اس سے اہل کتاب کا ذبیحہ مستثنیٰ کر دیا گیا ہے یہ منسوخیت سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵ کے ذریعے عمل میں آئی ہے جس میں ارشاد باری ہے (وطعام الذین اوتو االکتاب حل لکم و طعامکم حل لهم) اور ان لوگوں کا طعام تمھارے لیے حلال ہے جنہیں کتاب دی گی ہے اور تمھارا طعام ان کے لیے حلال ہے) [۶]

ج۔ عرب کے نصاریٰ مثلاً بنی تغلب، بنی تنوخ اور بنی بہراء کا ذبیحہ غیر عرب نصاریٰ کے ذبیحہ کی طرح ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے عرب کے نصاریٰ کے ذبیحہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں اور پھر سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ کی تلاوت فرمائی (و من یتولهم منکم فانه منهم اور تم میں سے جو شخص ان کے ساتھ دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہو جائے گا) [۷]

(۲) غیر کتابی کافر کا ذبیحہ کھانا حلال نہیں ہے خواہ وہ مجوسی ہو [۸] یا صابئی حضرت ابن عباسؓ نے صابئی کے بارے میں فرمایا: یہ لوگ یہود و نصاریٰ کے مابین ہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں اور نہ ہی ان سے شادی بیاہ درست ہے [۹]

۳۔ مذبوح (ذبح ہونے والا جانور)

الف۔ اگر کوئی شخص بکری یا گائے ذبح کرے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ برآمد ہو تو اسے کھا لینا حلال ہو گا اس لیے کہ وہ حکم کے اندر ماں کے ایک عضو کی طرح ہو گا۔ اس لیے ذبح ہونے کی بنا پر ماں کا کوئی عضو جس طرح حلال ہو گا اسی طرح اس کا جنین بھی حلال قرار پائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ

نے فرمایا: جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے (۱۰) آپ نے ایک اونٹنی کے جنین کی طرف اشارہ کیا اور اس کی دم پکڑ کر فرمایا: یہ مویشی قسم کا جانور ہے (۱۱)

ب۔ اگر جانور ذبح ہونے سے اس کا کوئی عضو جدا ہو جائے یا جدا ہو جانے والے عضو کے حکم میں ہو تو جدا ہو جانے والا یہ عضو کھایا نہیں جائے گا اور جانور کا باقیماندہ جسم جس پر ذبح کا عمل ہو چکا ہو کھا لیا جائے گا۔ ابوطلحہ الاسدی کہتے ہیں کہ ایک بکری پر بھیڑیے نے حملہ کر کے اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور پیٹ کا کچھ حصہ زمین پر گر گیا انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: جو حصہ زمین پر گر گیا ہے اسے نہ کھاؤ آپ نے انہیں حکم دیا کہ مذکورہ بکری ذبح کر کے اس کا گوشت کھا لو (۱۲)

۴۔ ذبح کرنے کا آلہ:

اگر جانور کو ایسے آلے کے ذریعے ذبح کیا گیا ہو جو اس کی گردن کی رگیں چھری کی طرح کاٹ ڈالے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہو گا خواہ یہ آلہ کوئی لوہا ہو یا دھاردار پتھر یا کانے کی چھال یا اسی طرح کی کوئی اور چیز حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو آلہ اوداج (گردن کی رگیں) کاٹ ڈالے اس سے ذبح شدہ جانور کا گوشت کھا لو (۱۳) آپ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کو چھری نہ ملے اور وہ کانے کے چھلکے سے جانور ذبح کر لے تو کیا اسے کھایا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: اگر یہ چھال چھری کی طرح گردن کی رگیں کاٹ ڈالے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو تو ذبیحہ کھا لو لیکن اگر وہ کچل ڈالے تو ذبیحہ نہ کھاؤ آپ سے دھاردار پتھر کے ذریعے ذبح شدہ جانور کا مسئلہ پوچھا گیا جبکہ ذبح کرنے والے کو چھری میسر نہ ہو تو آپ نے جواب دیا اگر یہ پتھر گردن کی رگیں کاٹ ڈالے تو ذبیحہ کھا لو اور اگر صرف کچل دے تو نہ کھاؤ (۱۴) ابوطلحہ الاسدی نے حضرت ابن عباسؓ سے درج بالا جو روایت نقل کی ہے اس کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں بھیڑیے کے حملے کے بعد مالک نے بکری کو زندہ پایا اور اسے ایک پتھر کے ذریعے ذبح کر دیا حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا: بکری کا جو حصہ بھیڑیے کے حملے اور چیر پھاڑ کے نتیجے میں زمین پر گر گیا ہوا سے پھینک دیا جائے گا اور باقی بکری کھا لی جائے گی اگر ذبح کا آلہ جانور کی گردن کی رگیں نہ کاٹے اور جانور اس سے پہلے مر جائے تو اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ ابورجاء العطاردی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس خرگوش کا مسئلہ

پوچھا جسے میں نے اپنے ناخن سے ذبح کر دیا تھا آپ نے جواب دیا اس کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ یہ دم گھٹ کر مرا ہے[۱۵] آپ نے فرمایا: لکڑی کے ذریعے جانور ذبح کرلو بشرطیکہ وہ گردن کی رگیں قطع کر دے اور انہیں کاٹنے سے پہلے اسے ہلاک نہ کرے[۱۶] ایک شخص نے ناخن کے ذریعے ذبح شدہ جانور کا گوشت نہیں کھایا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس کا گوشت نہ کھا کر اچھا کیا کیونکہ ناخن نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دیا تھا[۱۷]

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا: جانور یا تو مسلمان ذبح کرے گا یا کتابی (اہل کتاب)

الف۔ اگر اسے کتابی ذبح کرے تو اسے بسم اللہ پڑھنے کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا بلکہ اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا خواہ اس نے بسم اللہ کہا ہو یا جان بوجھ کر نہ کہا ہو یا کہنا بھول گیا ہو۔ بلکہ اگر وہ ذبیحہ پر اللہ کے سوا کوئی نام لے تو بھی اس کا یہ ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔ اس کا ذکر (مادہ ذبح نمبر ۲ کے جزب کے جزا کے جزب) میں گزر چکا ہے

ب۔ اگر جانور کوئی مسلمان ذبح کرے تو

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ایک روایت کے مطابق اس صورت میں ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا شرط نہیں ہوگا بلکہ مستحب ہوگا حتیٰ کہ اگر مذکورہ مسلمان ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا عمداً یا سہواً ترک کر دے تو بھی جانور کا گوشت کھا لینا جائز ہوگا[۱۸]

(۲) دوسری روایت کے مطابق مسلمان ذابح کا ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا اس کے گوشت کی حلت کے لیے شرط ہے۔ اگر وہ عمداً بسم اللہ نہ کہے تو اس ذبیحہ کا گوشت کھانا حلال نہیں ہوگا اگر بھول کر ترک کر دے تو گوشت کھا لینا جائز ہوگا[۱۹] ارشاد باری (**ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق**) اور اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ یقیناً یہ فسق ہے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جس جانور پر جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ بلا ضرورت اس کا گوشت کھانا معصیت ہے[۲۰] نیز فرمایا: جو شخص ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے تو بعد میں اس پر اللہ کا نام لے لے اور اسے کھا لے وہ اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے کیونکہ اسے فطرت کے اصولوں کے مطابق ذبح کیا گیا ہے[۲۱] جو شخص بسم اللہ کہنا بھول جائے اس کے بارے میں آپ نے فرمایا: مسلمان کے دل میں اللہ کا نام ہوتا ہے

خواہ زبان سے وہ اس کا ذکر نہ بھی کرے (۲۲) ایک روایت کے مطابق آپ سے پوچھا گیا کہ شکاری اپنا شکاری کتا شکار پر چھوڑ دے لیکن بسم اللہ نہ پڑھے آپ نے جواب میں فرمایا: مسلمان کے دل میں اللہ کا نام ہوتا ہے (۲۳) یہ روایت سہواً بسم اللہ ترک کرنے پر محمول ہوگی (دیکھئے مادہ بسملۃ نمبر ۳)

ج۔ اگر ذبیحہ قربانی یا ہدی ہو تو اسے ذبح کرتے وقت یہ دعا مستحب ہے: **اللھم منک والیک اللھم تقبل من فلان.**

(اے اللہ، یہ قربانی تجھ سے اور تیری طرف ہے اے اللہ اسے فلاں کی طرف سے قبول فرما) دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۶۔

۶۔ ذبح کرنے کا طریقہ:

جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو وہ یا تو پالتو ہوگا یا جنگلی یا اسے ذبح کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

الف۔ اگر مذکورہ جانور پالتو ہو تو ذابح اسے قبلہ رخ لٹائے گا اور اس کے بعد اس پر چھری پھیرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم اپنے ذبیحہ کو اپنے اور قبلے کے درمیان رکھو (۲۴) اگر اونٹ یا اونٹنی ذبح کی جائے تو ذبح کا عمل اس کے لبہ (سینے کے بالائی حصے) پر کیا جائے۔ اگر کوئی اور جانور ہو تو اس کے حلقوم میں ذبح کا عمل کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ذبح حلق اور لبہ (سینے کے بالائی حصے میں) ہوتی ہے (۲۵) ذبح کے عمل کو ہڈی تک پہنچا دیا جائے اور اس طرح گردن کی رگیں اور حلقوم کٹ جائیں (۲۶) اگر ذبح کرتے ہوئے سر دھڑ سے گردن جدا ہو جاتے تو اس میں کوئی حرج نہیں (۲۷)

ب۔ اگر مذکور جانور جنگلی ہو خواہ وہ اصل کے اعتبار سے جنگلی ہو یا پہلے پالتو تھا اور پھر جنگلی بن گیا ہو تیز ایسا جانور جو کسی ایسے مقام پر ہو جہاں اسے ذبح کرنا ممکن نہ ہو مثلاً وہ کنویں وغیرہ میں گر گیا ہو تو ان صورتوں میں اس کے جسم کے کسی بھی حصے کو زخمی کر کے اسے ہلاک کر دینا جائز ہوگا (۲۸) حضرت ابن عباس نے فرمایا ''جس چوپائے کو تم ذبح کرنے سے عاجز رہ جاؤ تو وہ بمنزلہ شکار ہوگا (۲۹) نیز فرمایا: اگر تمھارا اونٹ بھاگ کھڑا ہو اور قابو میں آنے سے باہر ہو جائے تو اس پر بسم اللہ

پڑھ کر تیر چلاؤ اور اس کا گوشت کھالو[۳۰] نیز فرمایا: اگر اونٹ کنویں میں گر جائے تو اس کی کمر کی طرف سے اسے نیزہ مارو اور بسم اللہ پڑھو اور پھر اس کا گوشت کھالو[۳۱]

ذکر (یاد)

اللہ کا ذکر (دیکھئے مادہ دعاؤ)

رفع حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کرنا (دیکھئے مادہ تخلی نمبر۲ کا جزج)

ذمة (عہد)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جو غیر مسلموں سے کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے نتیجے میں اسلامی حکومت کے شہری بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے حقوق: اہل ذمہ کے حقوق کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ سے درج ذیل روایات ملی ہیں۔

الف۔ اپنے دینی شعائر پر عمل پیرا رہنے کا حق نیز اپنے ہاتھوں آباد کردہ شہروں میں موجود عبادت گاہوں کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال کا حق تاہم مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں انہیں کھلم کھلا اپنے دینی شعائر کے مظاہرہ کا نیز عبادت گاہیں بنانے اور ان میں ناقوس وغیرہ بجانے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آیا ذمی لوگ مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں کوئی یہودی یا عیسائی عبادت گاہ قائم کر سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا جن شہروں کو مسلمانوں یعنی عربوں نے آباد کیا ہے ان کے اندر ان عجمیوں یعنی اہل ذمہ کو عیسائی یا یہودی عبادت گاہ قائم کرنے اور اس کے اندر ناقوس بجانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ وہاں نہ تو شراب لا سکتے ہیں اور نہ ہی سور رکھ سکتے ہیں۔ جن شہروں کو ان کافروں نے آباد کیا ہو اور پھر وہ ان شہروں کے سلسلے میں مسلمانوں سے صلح کر چکے ہوں اور مسلمانوں نے انہیں صلح کے ذریعے فتح کر لیا ہو ان کے اندر ان عجمیوں کو صلح کی طے شدہ شرائط کے مطابق حقوق حاصل ہوں گے اور مسلمانوں پر ان شرائط کی تکمیل لازم ہوگی[۳۲]

ب۔ اہل ذمہ کے اموال کی حفاظت: اہل ذمہ سے ان اموال کے سوا جن کا ذکر عقد ذمہ میں کر دیا گیا ہو کوئی اور مال لینا جائز نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ ہم لوگ اہل ذمہ کے پاس سے گزرتے ہیں اور ان سے جو وغیرہ دیگر اشیاء لے لیتے ہیں آپ نے فرمایا: ان اموال کے سوا جن پر تم نے ان کے ساتھ مصالحت کی ہے تمھارے لیے ان سے کوئی اور چیز حاصل کرنا حلال نہیں ہے (۳۳) صعصعہ نے آپ سے پوچھا کہ ہم لوگ ذمیوں کے علاقے میں آتے جاتے ہیں اور ان سے چیزیں لے لیتے ہیں، آپ نے پوچھا کیا قیمت دئے بغیر انہوں نے جواب دیا کہ ہاں قیمت یعنی ثمن دئے بغیر آپ نے پھر پوچھا: اس طریق کار کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حلال ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا: تم تو وہی بات کہتے ہو جو اہل کتاب نے سورۂ آل عمران میں کہی ہے (لیس علینا فی الا میین سبیل و یقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون) ہم پر ان پڑھوں کے سلسلے میں کوئی گرفت نہیں۔ یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ کی نسبت سے جھوٹ بات کہتے ہیں (۳۴)

ج۔ اہل ذمہ سے اجرت دئے بغیر کوئی کام نہیں لیا جائے گا یعنی ان سے بے گار لینے کی ممانعت ہے۔ ان سے صرف وہی کام لیا جائے گا جس کا ذکر عقد ذمہ کے اندر موجود ہو۔ اور انہیں ان کی طاقت سے بڑھ کر کام کرنے کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا۔ ایک ذمی نے حضرت ابن عباسؓ سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان ہم سے فلاں فلاں کام لیتے ہیں آپ نے اس سے فرمایا: تم ان کے لیے کام نہ کرو (۳۵)

د۔ برسر پیکار کافر ذمیوں کا مال اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اگر لیجائیں اور پھر مسلمان انہیں واپس حاصل کرلیں تو ذمیوں کو ان کا یہ مال اور عورتیں اور بچے واپس کر دئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ دشمن حملہ کر کے اہل ذمہ کو گرفتار کر لیتا اور ان کی گائیں اور بکریاں ہانک لے جاتا ہے پھر مسلمان اس کا تعاقب کر کے اس سے سب کچھ واپس حاصل کر لیتے ہیں اور پھر ہاتھ آئے ہوئے جانوروں کو ذبح کر کے کھا لیتے ہیں اور عورتوں کو لونڈیاں قرار دے کر ان سے ہمبستری کرتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا: مسلمان مسلمان کا مال واپس کرے گا اور مسلمان اہل ذمہ کا مال بھی واپس کرے گا۔ جو مسلمان کسی ذمی عورت سے اس طرح ہمبستری کرے گا وہ

زانی شمار ہوگا (۳۶) یعنی آپ نے مسلمانوں کے لیے اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ دشمن سے اہل ذمہ کا واپس لیا ہوا مال اور ان کی عورتیں اپنی ملکیت میں لے لیں بلکہ ان پر انہیں ان کے ذمی مالکوں کے حوالے کر دینا لازم ہوگا (دیکھئے مادہ اسر نمبر ۲ کا جز ج)

ھ۔ اہل ذمہ کے خون یعنی جان کی حفاظت: یہ حفاظت اس طرح ہوگی کہ جو شخص ان کی جان لے گا یا انہیں زخمی کرے گا اسے پوری پوری سزا دی جائے گی (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ج)

۳۔ اہل ذمہ کے فرائض: ذمیوں پر فی کس کے حساب سے جزیہ ادا کرنا (دیکھئے مادہ جزیۃ) اور اپنی زمینوں کا خراج ادا کرنا لازم ہوگا (دیکھئے مادہ خراج) نیز انہیں مسلمانوں کے شہروں میں ہر ایسے فعل سے باز رہنا ہوگا جو مسلمانوں کو جسمانی یا ذہنی طور پر اذیت دینے والا ہو۔ اسی مادے کے فقرہ نمبر ۲ کے جز الف میں گزر چکا ہے کہ اہل ذمہ مسلمانوں کے شہروں میں کوئی صلیب بلند نہیں کریں گے اور نہ ناقوس بجائیں گے

۴۔ ذمی کو زنا کاری کی سزا دینا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز ج)

ذمی کے ساتھ مسلمان کی شراکت مکروہ ہے (دیکھئے مادہ شرکتہ نمبر ۲) نیز (مادہ ربا نمبر ۴)

ذھب (سونا)

سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جز الف)

حرف الذال میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۸۲

۲۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۳۲

۳۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۴

۴۔ المحلی ج ۷ ص ۴۵۵ المغنی، ج ۸ ص ۵۶۷ احکام القرآن، ج ۴ ص ۳۲۲

۵۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۱۸

۶۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۲

۷۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۸۷ ج ۴ ص ۴۸۶، الموطا ج ۲ ص ۴۸۹، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۱۷، احکام القرآن، ج ۲ ص ۳۲۳، المغنی ج ۸ ص ۵۱۷

۸۔ المجموع ج ۹ ص ۸۰

۹۔ المغنی ج ۸ ص ۵۷۰ عبدالرزاق، ج ۶ ص ۱۲۵

۱۰۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۳۶ تفسیر، ابن کثیر ج ۲ ص ۳ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۴۰

۱۱۔ المحلی ج ۷ ص ۴۱۹

۱۲۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۹۴ المحلی، ج ۷ ص ۴۵۸ المغنی ج ۸ ص ۵۸۴، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۳۹

۱۳۔ الموطا ج ۲ ص ۴۸۹، المحلی ج ۷ ص ۴۴۰

۱۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۹

۱۵۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۹۶، المحلی ج ۷ ص ۴۵

۱۶۔ عبدالرازق ج ۴ ص ۴۹۷

۱۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۹

۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۶۹

۱۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷۰

۲۰۔ تنویر المقیاس ص ۱۱۸

۲۱۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۴۰، عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۹۷، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷۰، المغنی ج ۸ ص ۵۶۵ احکام، القرآن ج ۳ ص ۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۶

۲۲۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۳۹، ۲۴۰

۲۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۶

۲۴۔ المجموع ج ۸ ص ۲۲۳، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۴، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۲

۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۶۹ ب عبد الرزاق، ج ۴ ص ۴۹۵، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۷۸

۲۶۔ المحلی ج ۷ ص ۴۴۴

۲۷۔ المغنی ج ۸ ص ۵۸۰

۲۸۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۳۰۹، المغنی ج ۸ ص ۵۶۶، المجموع ج ۹ ص ۱۳۱، بدایۃ المجتہد، ج ۳ ص ۴۳۹

۲۹۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۴۶ المحلی ج ۷ ص ۴۴۷، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۶۸ ب

۳۰۔ عبد الرزاق ج ۴ ص ۴۶۵

۳۱۔ عبد الرزاق ج ۴ ص ۴۶۸

۳۲۔ خراج ابی یوسف ص ۱۷۷، الاموال ص ۹۷

۳۳۔ الاموال ص ۱۴۹

۳۴۔ الاموال ص ۴۹، عبد الرزاق، ج ۶ ص ۹۱ سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۹۸

۳۵۔ عبد الرزاق ج ا ص ۳۳۴ ج ۶ ص ۹۸

۳۶۔ سنن سعید منصور ج ۳ ص ۲ ۲۵۲۱

حرف الراء

راس (سر)

۱۔ وضو میں سر کا مسح (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲) اور غسل میں سر دھونا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴ کا جز ھ)

سر مونڈ دینے کے ذریعے تعزیر (دیکھے مادہ تعزیر نمبر ۳)

محرم کے لیے سر کھجلانے کی اباجت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز الف)

محرم کے لیے اپنا سر ڈھانپنے کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز الف کا جز ۵)

ربا (سود، ربوا)

۱۔ تعریف: ربوا اس زائد مال کو کہتے ہیں جو کسی مشروع معاوضہ سے خالی یعنی اس کے بالمقابل نہ ہو اور جس کی عقد کے اندر شرط عائد کر دی گئی ہو۔

ربوا کی دو قسمیں ہیں۔ ربوا نسیہ اور ربوا فضل

۲۔ ربوا نسیہ

الف۔ ربوا نسیہ اس زائد مال کو کہتے ہیں جس کا قرض دینے والا قرض لینے والے سے شرط کے تحت تقاضا کرے۔ یہ بالا جماع حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۷۷ میں فرمایا: (اس ارشاد کا ترجمہ درج ذیل ہے)

''اے ایمان لانے والو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمھارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمھارے خلاف اعلان جنگ ہے، اب بھی توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو اصل لینے کے تم حق دار ہو، نہ تم ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے''

ب۔ قرض لینے والا قرض دینے والے کو ہدیے اور تحفے کے طور پر جو کچھ دے گا وہ بھی ربوا تصور ہوگا خواہ اس کا دیا ہوا ہدیہ اس کے قرض لیے ہوئے مال کی جنس میں سے نہ بھی ہو۔ سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ ہمارا ایک مچھیرا پڑوسی تھا اس پر کسی شخص کے پچاس درہم تھے، وہ اسے تحفے کے طور پر مچھلیاں بھیجا کرتا تھا، قرض دینے والے نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا:: جتنی مچھلیاں تمھیں تحفے کے طور پر بھیجی گئی ہیں ان کی قیمت کی مقدار اپنے قرض کی وصولی کا حساب کرلو"(۱)

ج۔ بیع عینہ بھی ربوا ہے۔ اس کی صوت میں یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے کوئی مال نقد خرید لے اور پھر اس سے زائد رقم میں اس کے ہاتھ ادھار فروخت کر دے یا کسی سے ادھار مال خریدے اور پھر بائع کے ہاتھ وہی مال کم رقم پر نقد فروخت کردے (۲) اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: دراہم کے بالمقابل دراہم ہیں اور ان کے درمیان زائد مال گناہ ہے (۳) نیز فرمایا: اگر تم ریشمی پارچہ جات (ٹکڑے) ادھار پر فروخت کرو تو انہیں نہ خریدو (۴) یعنی انہیں نقد نہ خریدو (۵) نیز فرمایا: اگر تم نقد خرید کر نقد فروخت کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر نقد خرید کر ادھار فروخت کرو تو یہ درست نہیں یہ تو چاندی کے بدلے چاندی کی صورت ہونی چاہیے یعنی نقد نیز فرمایا:: کوئی شخص ایک مال نقد خرید کر پھر اسے اپنے لیے دین کے بدلے (ادھار) فروخت نہ کرے (۶) نیز فرمایا: مکیال (ایک پیمانے کا نام جس کے ذریعے اشیاء ماپ کر فروخت کی جاتی ہیں) کے ذریعے ماپ کر اگر تم کوئی چیز فروخت کرو تو خریدار سے چاندی یا سونے کے سوا کوئی اور چیز نہ لو جو ماپ کر دی جاتی ہو۔ جب تم اپنی چاندی (دراہم) وصول کرلو تو اسے جس کے ہاتھ چاہو فروخت کرو خواہ بائع کے ہاتھ یا کسی اور کے ہاتھ (۷)

اگر دین کی ادائیگی کی یہ صورت ہو کہ قرض خواہ قرض دار کی طرف سے دین کی ادائیگی میں تعجیل کے جواب میں دین کے اندر اپنے حق کے کسی حصے سے دست بردار ہو جائے تو یہ ربوا کی صورت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص پر کسی کا دین ہو جس کی ادائیگی کے لیے ایک مدت مقرر ہو اور پھر قرض خواہ قرض دار سے کہے کہ تم مجھے مذکورہ مدت سے پہلے ہی قرض ادا کردو میں تمہیں قرض میں اتنی چھوٹ دے دوں گا آپ نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں ربوا

کی صورت تو یہ ہے کہ قرض دار قرض خواہ سے کہے کہ تم مجھے کچھ اور مہلت دے دو میں تمھیں کچھ زائد رقم دے دوں گا۔ ربوا کی صورت یہ نہیں کہ قرضخواہ قرض دار سے کہے کہ تم مجھے قرض کی ادائیگی میں تعجیل کر دو میں قرض کی رقم میں کچھ کمی کر دوں گا (۸)

۳۔ ربوا فضل

الف۔ تعریف: اموال ربویہ مثلاً سونا، چاندی، جو گندم، کھجور وغیرہ میں سے کسی مال کو اس کی ہم جنس چیز کے بدلے تفاضل کی صورت میں فروخت کرنا ربوا فضل کہلاتا ہے۔ تفاضل کا مفہوم یہ ہے کہ مبیع اور ثمن کی مقداریں یکساں نہ ہوں بلکہ ان میں کمی پیشی ہو۔

ب۔ ربوا فضل کی تحریم: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ ابتدا میں ربوا فضل کی تحریم کے قائل نہیں تھے۔ آپ نے اس صورت کو حلال قرار دیا تھا کہ ایک چیز اس کی ہم جنس چیز کے بدلے تفاضل کی شکل میں دست بدست یعنی فوری قبضے کے ساتھ فروخت کی جا سکتی ہے۔ آپ کے نزدیک سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے چاندی تفاضل کی شکل میں مگر دست بدست فروخت کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر دست بدست یعنی فوری قبضہ نہ ہو تو پھر یہ بیع حرام ہو گی کیونکہ یہ صورت ربوا نسیہ کے تحت آ جائے گی اس کے متعلق آپ کا قول ہے کہ جس چیز کی فروخت دست بدست ہو اس کے اندر ربوا نہیں آپ اس حلت کی سند کے طور پر وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس کے راوی حضرت اسامہ بن زیدؓ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: صرف نسیہ کے اندر ربوا ہے (۹)

اپنے اس قول سے رجوع کر لینے اور ربوا فضل کی تحریم کے قائل ہو جانے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔

آپ سے ایک روایت کے مطابق آپ اپنی وفات تک اس کی تحلیل کے قائل رہے۔ اس کے متعلق ابو صالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی وفات تک آپ کے ساتھ رہا خدا کی قسم آپ نے سونے چاندی کی بیع کے سلسلے میں اپنے قول سے رجوع نہیں کیا سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے آپ کی وفات کے بیس دن قبل سونے چاندی کی مذکورہ بیع کے بارے میں مسئلہ پوچھا آپ نے اس بیع

میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا گویا آپ ایسی بیع کرنے کا حکم دیتے رہے (۱۰) فرات القزاز کہتے ہیں کہ ہم سعید بن جبیر کے پاس ان کی عیادت کے لیے گئے عبدالملک الزراد نے ان سے دریافت کیا کہ آیا حضرت ابن عباسؓ نے سونے چاندی کی مذکورہ بیع کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کرلیا تھا؟ سعید نے جواب دیا حضرت ابن عباسؓ سے میری ملاقات آپ کی وفات سے چھتیس دن پہلے ہوئی تھی اس وقت آپ مذکورہ بیع کی تحلیل کے قائل تھے یہ کہہ کر سعید نے اپنے ہاتھ سے چھتیس کا ہندسہ بنایا (۱۱)

حضرت ابن عباسؓ سے منقول دوسری روایت کے مطابق آپ نے ربوالفضل کی تحلیل کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کرلیا تھا اور آخر میں اس کی تحریم کے قائل ہو گئے تھے آپ کی رائے میں یہ تبدیلی اس وقت آئی جب حضرت ابوسعید خدریؓ آپ سے ملے اور ربوالفضل کی حلت کے بارے میں آپ سے ان کا مباحثہ ہوا۔ ابوصالح نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت ابن عباسؓ سے ملے اور کہا بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کے بارے میں آپ جوفتویٰ دیتے ہیں اسے آپ نے کتاب اللہ کے اندر پایا ہے یا حضور ﷺ کی سنت میں؟ آپ نے جواب دیا میں ایسی کوئی بات نہیں کہتا ایک روایت میں ہے کہ نہیں کوئی ایسی بات نہیں پھر فرمایا: آپ لوگ حضور ﷺ کے اصحاب ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں تاہم اسامہ بن زید نے مجھے بتایا ہے کہ انھوں نے حضور کو یہ فرماتے سنا تھا کہ نسیہ کے اندر ربوا ہے ایک روایت میں ہے کہ صرف نسیہ کے اندر ربوا ہے یہ سنکر حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ سونے کے بدے سونا برابر برابر چاندی کے بدلے چاندی برابر (۱۲) یہاں حضرت ابن عباسؓ کی جانب سے حضرت ابوسعید خدریؓ اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام کی علمیت کا اعتراف اور ربوالفضل کی تحریم کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث سننے کے بعد آپ کا سکوت اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے تحریم کے بارے میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے قول کی توثیق کردی تھی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کے ساتھ آپ کی اس گفتگو کے راوی ابوصالح ہیں۔ اور ابوصالح نے ہی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ربوالفضل کی تحلیل کے بارے میں اپنے قول سے رجوع نہیں کیا تھا اس طرح ابوصالح کی روایتوں میں تناقض پیدا ہو گیا ہے (اور قاعدہ ہے کہ جب ایک شخص کی دو روایتوں میں تناقض ہو تو دونوں روایتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ مترجم) حضرت ابن عباسؓ کے غلام زیاد سے روایت ہے کہ میں طائف میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا آپ نے اپنی وفات سے ستر دن قبل بیع صرف کے متعلق اپنے قول سے

رجوع کرلیا تھا (۱۳)

جابر بن زید کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیع صرف کے بارے میں نیز متعہ کے متعلق اپنے قول سے رجوع کرلیا تھا (۱۴)

عبدالرحمٰن الازدی کہتے ہیں کہ میں نے طائف کے مقام پر حضرت ابن عباسؓ کی تیمارداری کی تھی، میں نے آپ کو یہ کہتے سنا تھا کہ اے اللہ صرف کے بارے میں اپنے قول سے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں (۱۵)

الاعتبار میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ جب بصرہ آئے تو ہم جامع مسجد کے اندران کے پاس جاکر بیٹھ گئے انہوں نے ہم سے کہا تم لوگ اپنے اس بوڑھے (حسن بن ابی الحسن یعنی حسن بصری) کو کیوں نہیں روکتے جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان سونے کے بدلے سونے کی اور چاندی کے بدلے چاندی کی دست بدست جو خرید وفروخت کرتے ہیں اس میں تفاضل یعنی مقدار میں کمی بیشی حرام ہے جب کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابن عباسؓ اسے حلال قرار دیتے تھے یہ سن کر ابوسعید الرقاش نے عکرمہ کوٹوکا اور کہا کہ تم بھول گئے کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا اور تم قدموں کے پاس تھے کہ ایک شخص آیا اور تمھارے پاس کھڑا ہوگیا، تم نے اس سے اس کی آمد کا سبب پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں حضرت ابن عباسؓ سے سونے کے بدلے سونے کی فروخت کا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں تم نے اس سے کہا کہ جاؤ چلے جاؤ حضرت ابن عباسؓ کا خیال ہے کہ ایسی بیع میں کوئی حرج نہیں یہ سن کر اس شخص نے اپنے چہرے سے پگڑی کا کنارہ ہٹالیا اور دوسری طرف حضرت ابن عباسؓ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: استغفر اللہ بخدا میری پہلے یہی رائے تھی کہ مسلمان جس چیز کی دست بدست خرید وفروخت کرتے ہیں (یعنی اموال ربویہ کی) وہ حلال ہے حتی کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ کو سنا کہ ان دونوں نے اس سلسلے میں حضور ﷺ کا وہ ارشاد محفوظ کرلیا تھا جسے میں محفوظ نہیں کرسکا تھا اس لیے میں اللہ سے معافی کا خواستگار ہوں (۱۶)

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے صرف کا مسئلہ پوچھا، ان دونوں حضرات نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان سے میں نے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: زائد مقدار ربوا ہے مجھے ان کا یہ قول پسند نہیں آیا کیونکہ اس بارے میں مجھے مذکورہ بالا دونوں حضرات کا قول معلوم تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا:: میں تو تم سے وہی

بات بیان کروں گا جو میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے یہ کہہ کر حضرت ابوسعید خدریؓ نے پوری حدیث بیان کر دی (اس حدیث کے لیے دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۱) ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا، انہوں نے مجھے اس بیع سے منع کر دیا۔ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس نہیں گیا تاہم مجھے ابوالصہباء نے بتایا کہ انہوں نے مکہ میں یہی مسئلہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو آپ نے اس بیع کو مکروہ یعنی ناجائز خیال کیا (۱۷)

میری (مصنف کتاب کی) رائے ہے کہ حضرت ابن عباسؓ آخر میں ربوا فضل کی تحریم کے قائل ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم۔

ج۔ ربوا فضل کی تحریم کی علت: جب ہمارے نزدیک یہ بات راجح ہوگئی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنا پہلا قول ترک کر دیا تھا اور ربوا فضل کی تحریم کا قول اپنا لیا تھا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس تحریم کی علت بھی بیان کرتے چلیں

استقراء سے میرے سامنے یہ بات آئی ہے واللہ اعلم کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تحریم کی علت جنس کے ساتھ مقدار ہے۔

آپ زندہ جانور کے بدلے گوشت کی فروخت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہے کہ اگر بکری کے بدلے گوشت فروخت کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۴) وہ اس لیے کہ گوشت تول کر فروخت ہوتا ہے اور زندہ جانور اس طرح فروخت نہیں ہوتا اس لیے جنس میں اختلاف ہو گیا اور جب جنس میں اختلاف ہو جائے تو تفاضل جائز ہو جاتا ہے۔

آپ نے سونے چاندی کی پتری لگی ہوئی تلوار کو دراہم و دینار کے بدلے فروخت کرنا جائز قرار دیا ہے اس لیے کہ دراہم و دنانیر وزن کے تحت آتے ہیں اور مذکورہ تلوار وزن کر کے فروخت نہیں کی جاتی۔ آپ نے فرمایا: دراہم کے بدلے مزین تلوار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۲) آپ نے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۳) اس لیے کہ اونٹ نہ تو کیل یعنی ماپ کے تحت آتے ہیں اور نہ ہی وزن کے تحت

۴۔ جو شخص سودی کاروبار کرتا ہو اس کے ساتھ شراکت:

حضرت ابن عباسؓ ایسی شراکت سے منع فرماتے تھے کیونکہ یہ حلال مال کو گندہ کر دیتی ہے آپ نے فرمایا: کسی یہودی یا عیسائی یا مجوسی کے ساتھ کاروبار میں شراکت نہ کرو جس آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اس لیے کہ یہ لوگ سود کھاتے ہیں اور سود یعنی ربوا حلال نہیں ہے (۱۸)

۵۔ آقا اور غلام کے درمیان ربوا:

شریعت کے اندر یہ بات طے شدہ ہے کہ غلام اور غلام کے ہاتھ میں موجود تمام مال اس کے آقا کا ہوتا ہے نیز یہ کہ آقا کو اختیار ہے کہ غلام کے ہاتھ میں موجود مال سے وہ جتنا چاہے اس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنا ہی مال غلام سے لیتا ہے۔ اس اصول کے تحت حضرت ابن عباسؓ رائے تھی کہ آقا اور غلام کے درمیان سود جاری نہیں ہوتا۔ آپ اپنے ایک غلام کے ہاتھ ایسے پھل فروخت کر دیتے جو ابھی کھانے کے قابل نہ ہوتے، آپ فرمایا: کرتے غلام اور اس کے آقا کے درمیان کوئی ربوا نہیں (۱۹)

رجب (ماہ رجب)

حضرت ابن عباسؓ پورے ماہ رجب کے روزے کو اس صورت میں مکروہ سمجھتے تھے کہ تنہا اسی ماہ کے پورے دن روزے رکھے جائیں۔ اگر کسی کو اس مہینے کے روزے رکھنے بھی ہوں تو وہ اس کے چند دن روزے نہ رکھے (۲۰)

رجل (پاؤں)

وضوء کے اندر پاؤں دھونا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۳)

رجعۃ (رجعت)

۱۔ تعریف: رجعی طلاق یافتہ بیوی کو زوجیت میں واپس لے آنا رجعت کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ رجعت کی شرطیں: درج ذیل شرائط رجعت کی صحت کے لیے ضروری ہیں

الف۔ رجعت پہلی یا دوسری رجعی طلاق سے ہو کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹ میں ارشاد باری ہے (الطلاق مرتان طلاق دو بار ہوتی ہے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہی وہ حد ہے جس پر طلاق

کے اندر رجعت ہوسکتی ہے [۲۱] یعنی جس طلاق کے اندر رجعت ہوسکتی ہے وہ دو طلاقیں ہیں پہلی اور دوسری، اگر شوہر بیوی کو تیسری طلاق دیدے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی اور شوہر کے لیے رجعت اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک مطلقہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے اور دوسرا شوہر اسے طلاق نہ دیدے بشرطیکہ یہ طلاق دوسرے شوہر اور مذکورہ عورت کے درمیان طے شدہ پروگرام اور شرط کی بنا پر نہ دی گئی ہو اور طلاق مل جانے کے بعد عورت اس طلاق کی عدت گزار لے اس کے بعد پہلا شوہر اسے اپنی زوجیت میں نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ لے سکتا ہے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں ارشاد باری ہے (فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره اگر وہ اسے پھر طلاق دیدے تو وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے) [۲۲]

ب۔ رجعت کا عمل تیسرے حیض سے مطلقہ کے غسل کر لینے سے پہلے پورا ہو جائے اگر اسے حیض آتا ہو۔ شعبی نے بشمول حضرت ابن عباسؓ تیرہ صحابہ کرام سے روایت کی ہے کہ مذکورہ مطلقہ جب تک اپنے تیسرے حیض سے غسل نہ کر لے اس وقت تک اس کا شوہر اس کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوتا ہے [۲۳] اگر مطلقہ حاملہ ہو تو رجعت کا وقت وضع حمل تک ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور بیوی حاملہ ہو تو وضع حمل تک وہ اس کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوگا۔ عورت کے لیے اپنا حمل چھپانا حلال نہیں ہوگا۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸ میں ارشاد باری ہے (ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن اور ان کے لیے حلال نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جس بچے کی تخلیق کی ہے وہ اسے چھپا جائیں) [۲۴] اگر مطلقہ جڑواں بچوں کا حمل رکھتی ہو تو دوسرے بچے کی پیدائش تک رجعت کا وقت ہوگا۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ ایک بچے کو جنم دیدے اور دوسرا بچہ ابھی پیٹ میں ہو تو اس کی پیدائش تک مرد رجعت کا حق دار ہوگا [۲۵]

رجم (سنگسار کر دینا)

پتھر مار مار کر مار دینے کو رجم کہتے ہیں۔ یہ محصن زانی کی سزا ہے (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کے جزھ کا

جزا)

رحم (رشتہ داری)

۱۔ تعریف: اس قرابت کو رحم کہتے ہیں جس کا سبب ولادت ہو

۲۔ قرابت کے اثرات: قرابت داری پر چند اثرات مترتب ہوتے ہیں جو یہ ہیں

الف صلہ رحمی کا وجوب: میل ملاپ اور انفاق کے ذریعے صلہ رحمی واجب ہے سورۂ نساء آیت نمبرا میں ارشاد باری ہے (واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام اور اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: رشتہ وقرابت کے تعلقات کو قطع کرنے سے پرہیز کرو۔ (۲۶)

ب۔ وراثت، قرابت ان اسباب میں سے ایک ہے جن کی بنیاد پر وراثت کا استحقاق پیدا ہوتا ہے (دیکھئے مادہ ارث نمبر۳ کے جزب کا جزا) میراث کے اندر ذوی الارحام کی ایک خاص تعریف اور خاص احکام ہیں (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کا جزل)

ج۔ نفقہ: اگر ایک رشتہ دار فقیر ہو تو اس کے وارث رشتہ دار پر اس کا خرچ پورا کرنا واجب ہوگا (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر۲ کا جزب)

د۔ حرمت نکاح: رشتہ داروں کی بعض اقسام کے ساتھ نکاح حرام ہوتا ہے۔ وہ اقسام یہ ہیں: انسان کی اصل خواہ اوپر تک کیوں نہ گئی ہو مثلاً باپ، ماں، دادا دادی اور نانا نانی، اس کی فرع خواہ نیچے تک کیوں نہ گئی ہو مثلاً بیٹا، بیٹی، اور اولاد کی اولاد اس کے باپ کی فرع خواہ نیچے تک کیوں نہ گئی ہو مثلاً بھائی بہن اور ان کی اولاد اس کے دادا نانا کی فرع کا پہلا طبقہ نہ کہ دوسرا طبقہ وہ یہ ہیں، چچے اور پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۲ کے جزب کے جزا کا جزالف)

ھ۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی محرم رشتہ دار کا مالک بن جائے تو ملکیت حاصل ہوتے ہیں وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔ اس مسئلے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے

و۔ اگر رشتہ دار عیال میں شامل نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۸

کا جزب)

ز۔ محرم کے پاس اندر آنے کی اس سے اجازت طلب کرنا (دیکھئے مادہ استیذان نمبر ۲ کا جزب)

ح۔ محرم کو قتل کرنے پر دیت کے اندر تغلیظ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزب کا جز ۳)

ط۔ محرم خواتین کے ساتھ زنا کاری اور اس کی سزا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جزد)

رخصۃ (اجازت)

۱۔ تعریف: عذر کی بنا پر استباحت (مباح قرار پانے) کو رخصت کہتے ہیں

۲۔ رخصت پر عمل پیرا ہونے کی شرطیں۔ اس کی دو شرطیں ہیں۔

الف اس رخصت کی ضرورت یا حاجت ہو، جس شخص کو پانی استعمال کرنے میں اپنی جان کا خطرہ ہو اسے تیمّم کر لینے کی رخصت ہوگی (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر ۲ کا جز ج) جو شخص رمضان کے اندر سفر پر ہوتو جب تک وہ سفر میں رہے اس وقت تک اس کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہوگی کیونکہ سفر کے اندر مشقت کا پہلو ہوتا ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳) اگر ایک شخص کی بھوک اپنی انتہا پر پہنچ چکی ہو اور اسے مردار کے گوشت کے سوا کھانے کے لیے کوئی اور چیز میسر نہ ہوتو اسے مذکورہ گوشت کھا لینے کی رخصت ہوگی [۲۷] جو شخص بیماری کی وجہ سے حالت احصار میں آ جائے اور اپنا ہدی (قربانی کا جانور) ذبح ہونے کی جگہ پہنچنے تک اسے ٹھہرے رہنے کی تاب نہ ہوتو اسے اپنے گھر واپس چلے جانے کی رخصت ہوگی اور وہ ہدی کے ذبح ہونے کے مقام تک پہنچنے کا انتظار نہیں کرے گا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۲)

ب۔ یہ رخصت اللہ کی معصیت میں اس کی مددگار نہ ہو کیونکہ ارشاد باری ہے (**فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه** ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو (اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے) بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص مردار کھانے پر مجبور ہو جائے اور وہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے والا نہ ہو، ان کے خون کو حلال سمجھنے والا نہ ہو اور نہ ہی رہزن ہو اور نہ ہی بلا ضرورت مردار

کھانے کا ارادہ رکھتا ہو اگر وہ مردار کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا (۲۸)

ج۔ جس چیز کے استعمال کی اسے رخصت ملی ہو وہ اسے بقدر ضرورت یا حاجت استعمال میں لائے۔ جو شخص مردار کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ صرف اسی قدر کھائے گا جس سے اس کی ضرورت رفع ہو جائے سیر ہو کر نہیں کھائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص مردار کھانے پر مجبور ہو جائے تو اسے سیر ہو کر نہیں کھانا چاہیے نہ ہی اسے توشہ بنانا چاہیے۔ تاہم اگر وہ سیر ہو کر کھالے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا (۲۹)

ردّ (وراثت کی تقسیم میں رد کا عمل)

اگر ذوی الفروض پر ان کے حصص کے مطابق ترکہ تقسیم کرنے کے بعد ترکہ بچ رہے تو اس باقیماندہ ترکہ کو ان پر ان کے حصص کی نسبت سے تقسیم کر دینے کو رد کہتے ہیں (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۶ کا جزک)

ردۃ (ارتداد)

ا۔ تعریف: اگر ایک مسلمان اپنے قول یا اعتقاد کے ذریعے کوئی ایسا فعل کرے جو اسے دائرۂ اسلام سے خارج کر دے تو اسے ردت کہیں گے

۲۔ ایک مسلمان کی تکفیر کے اسباب:

الف۔ قرآن کریم میں جس چیز کی قطعی حرمت ثابت ہو اسے قرآن کے حکم کو جھٹلاتے ہوئے حلال قرار دینا کیونکہ یہ بات قرآن کے انکار کے مترادف ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جان بوجھ کر قرآن کا انکار کرتے ہوئے ایسے جانور کا گوشت حلال قرار دینا کفر ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو (۳۰)

ب۔ جس چیز کا وجوب قطعی طور پر ثابت ہو اس کا انکار: مثلاً اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کرنے کے وجوب کا انکار البتہ اگر ایک شخص اس وجوب کا انکار کئے بغیر اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے کرنا ترک کر دے تو اس ترک پر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی سورۂ مائدہ آیت نمبر ۴۴ میں ارشاد باری ہے (ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون اور جو اللہ کے

نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:: یہ آیت اللہ کے حکم کا انکار کرنے والے کے متعلق ہے۔ آپ نے انکار نہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا:: یہ وہ کفر نہیں جس کا مفہوم تم (درج بالا) قول باری سے اخذ کرتے ہو، یہ دین اسلام سے خارج کردینے والا کفر نہیں ہے بلکہ یہ اس سے کم تر کفر ہے (۳۱)

ج۔ قضا وقدر کے بارے میں لب کشائی: حضرت ابن عباسؓ قضا وقدر کے بارے میں لب کشائی اور بحث ومباحثہ کو مکروہ قرار دیتے تھے اس لیے کہ یہ ایک سنگلاخ راہ ہے اور اس کا ادراک صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جنہیں اللہ کی طرف سے عقل وخرد کا وافر حصہ عطا ہوا ہو، تاہم اس بارے میں لب کشائی ارتداد نہیں ہے اور اس میں تعزیر کے سوا اور کوئی چیز واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۴ کا جزج)

۳۔ خود اختیاری کی شرط: کسی شخص پر اس وقت تک ارتداد کا حکم عائد نہیں کیا جائے گا جب تک وہ اپنے اختیار سے کفر کا ارتکاب نہ کرے۔ اگر وہ اکراہ کے تحت کفر کا ارتکاب کرے گا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ سورۂ نحل آیت نمبر ۱۰۶ میں ارشاد باری ہے (الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالا یمان مگر وہ شخص جسے (کلمۂ کفر کہنے پر) مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ سبحانہ نے یہ بتایا کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اس کے لیے بڑا عذاب ہے لیکن جسے مجبور کردیا جائے اور وہ دشمن سے اپنی جان بچانے کی خاطر زبان سے کلمۂ کفر نکال دے جبکہ اس کا دل ایمان کی بنا پر اس کی زبان کا مخالف ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو ان باتوں پر اپنے بندوں کی گرفت کرتا ہے جن کا انعقاد ان کے دلوں کے اندر ہوتا ہے (۳۲)

۴۔ ارتداد کے اثرات: ارتداد پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ توبہ کا مطالبہ: جو شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت ارتداد کا ارتکاب کرلے اس سے توبہ کا مطالبہ واجب ہوگا۔ مرتد ہوجانے والی عورت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: اسے قید کردیا جائے گا اور اسلام کی طرف بلایا جائے گا (۳۳) مرتد ہوجانے والے مرد کے بارے میں آپ نے

فرمایا: جوشخص مرتد ہو جائے اور اسلام کی دعوت کے باوجود بھی وہ اسلام کی طرف واپس آنے سے انکار کردے تو اس صورت میں اس کے خون کے سوا کوئی اور چیز قابل قبول نہیں ہوگی (۳۴)

ب۔ حد کا اجراء: مرتد یا تو مرد ہوگا یا عورت

(۱) اگر مرد ہو اور اس سے توبہ کر لینے کا مطالبہ کیا جائے لیکن وہ توبہ نہ کرے تو اسے بالا جماع قتل کردیا جائے گا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تمھارے شہروں میں یہود و نصاریٰ سکونت اختیار کرنے میں تمھارے شریک نہ بنیں الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ پھر ان میں سے جوشخص مرتد ہو جائے اور اسلام میں واپس آنے سے انکار کردے تو اس سے خون کے سوا کوئی اور بات قبول نہیں کی جائے گی (۳۵) ایک روایت میں ہے ان میں سے جوشخص مسلمان ہو جانے کے بعد مرتد ہو جائے تو بس تم اس کی گردن اڑادو (۳۶)

مرتد کو صرف تلوار سے قتل کی جائے گا کسی اور چیز سے نہیں۔ امام بخاری وغیرہ نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس کچھ زندیق پکڑ کر لائے گئے، انہوں نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ جب یہ خبر حضرت ابن عباسؓ کو ملی تو آپ نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو انہیں آگ میں نہ جلاتا کیونکہ حضور ﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کے عذاب کے ذریعے سزا نہ دو بلکہ میں انہیں قتل کردیتا کیونکہ حضور اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جوشخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کردو (۳۷) (دیکھئے مادہ احراق)

(۲) اگر عورت ہو تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی اور اسلام کی دعوت دے کر اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، اسے قتل نہیں کیا جائے گا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: عورتیں جب اسلام سے مرتد ہو جائیں تو انہیں قتل نہ کرو بلکہ انہیں قید میں ڈال دیا جائے گا، انہیں اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اس پر انہیں مجبور کیا جائے گا (۳۸)

ج۔ ارتداد کے وقت سے لیکر اسلام میں واپس آنے تک فوت شدہ عبادتوں کی قضا:

کشف الغمۃ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ مرتد پر اس کے ارتداد کے دوران فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہوگی (۳۹)

د۔ اگر مرتد اپنے ارتداد پر مرجائے یا حد کے اندر قتل ہو جائے تو اس کا مال بیت المال میں رکھ دیا

جائے گا۔اس کے متعلق گفتگو (مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کے جز ۳) میں گزر چکی ہے

رشوۃ (رشوت)

۱۔ تعریف: کسی حق کو باطل قرار دینے یا کسی باطل کو حق ثابت کرنے کی غرض سے دیا جانے والا مال رشوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

۲۔ رشوت کا حکم: رشوت حرام ہے اس لیے کہ اس پر لوگوں کے حقوق کا ضیاع مترتب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ جو شخص فیصلہ کرنے کے اندر رشوت لے کیا وہ کفر کی مرتکب ہو جاتا ہے آپ نے جواب دیا ہاں رشوت کفر ہے لیکن یہ کفر اس طرح کا کفر نہیں جیسے کوئی شخص اللہ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا انکار کر دے، رشوت وہ کفر ہے جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا [۴۰] بنا بریں رشوت کے طور پر لیا ہوا مال سحت یعنی حرام ہے۔اس کا ذکر آگے آئے گا۔

کسی حاکم وغیرہ کے پاس جا کر سفارش کرنے کے بدلے مال لینا رشوت کے حکم میں ہے اس لیے کہ جس شخص کی سفارش کی گئی ہے اگر وہ حق دار ہو تو اس صورت میں سفارش کرنے والے پر کوئی اجرت لیے بغیر حق حقدار تک پہنچانا واجب تھا اور اگر وہ حق دار نہ ہو تو باطل کام پر اجرت لینا جائز نہیں۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سفارش پر تحفے لینا سحت یعنی حرام ہے [۴۱]

رضاع (رضاعت)

۱۔ رضاعت کی مدت: بچے کے لیے شرعی طور پر رضاعت کی مقررہ مدت دو سال ہے۔سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ارشاد باری ہے(**والوالدات یرضعن اولا دھن حولین کا ملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ** مائیں اپنے بچوں کو اس شخص کے لیے پورے دو سال دودھ پلائیں گی جو رضاعت مکمل کرانا چاہے)الا یہ کہ والدین دو سال کی مدت سے قبل دودھ چھڑانے پر اتفاق کر لیں کیونکہ اسی آیت میں ارشاد باری ہے(**فان ارادافصالا عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما** اور والدین باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانے کا

ارادہ کرلیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا)(۴۲) چونکہ قرآن کریم میں حمل اور رضاعت دونوں کی مقررہ مجموعی مدت تیس ماہ ہے جیسا کہ سورۂ احقاف آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد ہے (وحمله وفصاله ثلاثون شهرا اوراس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے) اس لیے حمل کی مدت اگر بڑھ جائے تو رضاعت کی مدت اتنی ہی کم ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر عورت نو ماہ کے بعد اپنے بچے کو جنم دے تو رضاعت کے لیے اکیس ماہ کافی ہوں گے، اگر بچہ سات ماہ پر پیدا ہو جائے تو رضاعت کے لیے تیئیس ماہ کافی ہوں گے اور اگر چھ ماہ بعد اس کی ولادت ہو جائے تو رضاعت کے لیے چوبیس ماہ کی مدت کافی ہوگی یہ کہہ کر آپ نے درج بالا آیت کی تلاوت فرمائی (۴۳) آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں کے لیے یکساں رضاعت ہے خواہ کسی کے حمل کی مدت بڑھ جائے یا کم رہے اس کی وجہ سے کوئی تفریق نہیں کی جائے گی (۴۴)

۲۔ رضاعت کے اثرات: رضاعت پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں

الف۔ رضاعت کی بنا پر تحریم: اس سلسلے میں ہم تین نقاط پر بحث کریں گے

(۱) رضاعت کی بنا پر تحریم کب ثابت ہوتی ہے؟

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک بچے کی زندگی کے پہلے دو سالوں کے اندر رضاعت کی بنا پر تحریم ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا رضاعت صرف وہی ہے جو دو سالوں کے اندر ہو (۴۵) چونکہ شرعی طور پر دودھ چھڑانے کا عمل دو سال میں پورا ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس لیے حضرت ابن عباسؓ حولین (دو سال) کے لفظ کو فطام یا فصال (دودھ چھڑانے) کے لفظ سے بدل دیتے تھے چنانچہ آپ سے یہ قول مروی ہے کہ فصال کے بعد کوئی رضاعت نہیں (۴۶) نیز فرمایا: فطام کے بعد کوئی رضاعت نہیں (۴۷) یہ بھی فرمایا: رضاعت وہی ہے جو بچپن میں ہو (۴۸)

رضاعت کے اندر تحریم کی مقدار کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے: ایک روایت کے مطابق ایک یا دو مرتبہ دودھ چوس لینا تحریم کا سبب نہیں بنتا۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا: ایک یا دو مرتبہ دودھ چوس لینا تحریم نہیں کرتا (۴۹) جس روایت کا بیہقی نے ذکر کیا ہے اس نے تحریم کی مقدار کی دس یا اس سے زائد مرتبہ دودھ پلانے کے ساتھ تحدید کر دی ہے۔ عروہ بن الزبیر نے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک یا دو مرتبہ دودھ چوس لینا تحریم نہیں کرتا، دس یا اس سے زائد مرتبہ دودھ پلانا تحریم کر دیتا ہے دس سے کم تحریم نہیں کرتا (۵۰)

دوسری روایت کے مطابق ایک مرتبہ اتنا دودھ پلا دینا کہ بچے کا پیٹ بھر جائے اور وہ اپنی مرضی سے پستان چھوڑ دے اور دوبارہ پستان اپنے منہ میں نہ لے، تحریم کر دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا گیا کہ دودھ پلانے والی بچے کو ایک دفعہ دودھ پلاتی ہے اس کا کیا حکم ہے آپ نے جواب دیا جب بچے کا پیٹ بھر جائے تو دودھ پلانے والی اور اس کی اولاد اس پر حرام ہو جائے گی (۵۱)

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ایک یا دو مرتبہ دودھ چوس لینے سے بچے کا پیٹ نہیں بھرتا۔ پیٹ بھرنے کے لیے کم سے کم مقدار دس مرتبہ دودھ چوسنا ہے، شاید حضرت ابن عباسؓ کی بھی یہی مراد ہو لیکن راوی نے تفسیر کے اندر تسامح سے کام لیا ہے اور ایک دفعہ چوس لینے کی تعبیر ایک دفعہ دودھ پلانے سے کر دی ہے اور کہا ہے کہ دس یا اس سے زائد مرتبہ دودھ پلانا تحریم کر دیتا ہے یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو کچھ فرمایا: یعنی دس مرتبہ دودھ پلانا وہ رضاعت کے بارے میں اس حکم کی بنا پر فرمایا: جو پہلے تھا چنانچہ امام مسلم وغیرہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قرآن میں جو احکام نازل ہوئے ان میں یہ حکم بھی تھا کہ دس دفعہ دودھ پلانا تحریم کر دیتا ہے۔ پھر یہ حکم پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے حکم کے ذریعے منسوخ ہو گیا، حضور ﷺ کی جب وفات ہوئی تو قرآن میں اس حکم کی تلاوت کی جاتی تھی (۵۲) بنا بریں حضرت عائشہؓ نے سالم بن عبداللہ کو جب کہ وہ ابھی دودھ پیتے تھے اپنی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر کے پاس بھیجا اور فرمایا: کہ اسے دس دفعہ دودھ پلا دو تا کہ بڑا ہو کر محرم ہونے کی وجہ سے میرے پاس آتا جاتا رہے سالم کہتے ہیں کہ ام کلثوم نے مجھے تین مرتبہ دودھ پلایا اور پھر بیمار پڑ گئیں اور اس سے زائد مرتبہ مجھے دودھ نہیں پلا سکیں جس کے نتیجے میں میں حضرت عائشہؓ کے پاس آ جا نہیں سکتا تھا اس لیے کہ دس دفعہ دودھ پلانے کی مقدار مکمل نہیں ہو سکی تھی (۵۳) ام المومنین حضرت حفصہؓ نے عاصم بن عبداللہ بن سعد کو اپنی بہن فاطمہ بنت عمرؓ کے پاس بھیجا اور فرمایا: کہ اسے دس مرتبہ دودھ پلا دو، اس وقت عاصم حالت رضاعت میں تھے، انہوں نے عاصم کو دس مرتبہ دودھ پلا دیا اور اس کے نتیجے میں وہ حضرت حفصہؓ کے پاس آتے جاتے رہے (۵۴)

حضرت ابن عباسؓ سے تیسری روایت یہ ہے کہ رضاعت خواہ قلیل ہو یا کثیر خواہ دودھ کا ایک قطرہ

کیوں نہ ہو تحریم کر دیتی ہے زہری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رضاعت کی قلیل اور کثیر مقدار جب بچہ پنگھوڑے کے اندر ہو، تحریم کر دیتی ہے (۵۵) نیز فرمایا: دو سال کے دوران جو بھی رضاعت ہو خواہ ایک ہی مرتبہ دودھ چوسنا کیوں نہ ہو تحریم کر دیتی ہے (۵۶) جصاص رازی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے آخر میں یہی قول اختیار کر لیا تھا۔ طاؤس سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے رضاعت کے سلسلے میں پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک یا دو مرتبہ دودھ پلانا تحریم نہیں کرتا آپ نے جواب دیا یہ بات پہلے تھی لیکن اب ایک مرتبہ دودھ پلانا بھی تحریم کر دیتا ہے (۵۷)

(۲) مرد کی طرف دودھ کی نسبت: دوسرا نقطہ یہ ہے کہ شیر خوار بچہ جو دودھ پیئے اس میں وہ دودھ قابل اعتبار ہوگا جو دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کی نسبت سے اس کے پستان میں اترا ہو کیونکہ اگر شوہر نہ ہوتا تو دودھ اس کی بیوی کے پستان میں نہ اترتا۔ بنا بریں اگر ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور ایک بیوی کسی بچے کو دودھ پلائے تو یہ بچہ دوسری بیوی اور اس کی اولاد پر حرام ہو جائے گا حالانکہ دوسری بیوی نے اسے دودھ نہیں پلایا تھا، یہی وجہ ہے کہ اگر ایک بیوی نے ایک بچے کو اور دوسری نے ایک بچی کو دودھ پلایا ہو تو ان دونوں کا آپس میں نکاح حلال نہیں ہوگا کیونکہ وہ دونوں رضاعی بھائی بہن بن جائیں گے اس لیے کہ دودھ کی نسبت مرد کی طرف ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہوں۔ ایک بیوی کس بچی کو اور دوسری بیوی کسی بچے کو دودھ پلائے تو کیا یہ بچہ اس بچی سے نکاح کر سکتا ہے آپ نے جواب دیا نہیں دودھ ایک ہے اس لیے وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی (۵۸)

اگر دودھ پلانے والی عورتوں میں سے ایک عورت بیوی ہو اور دوسری عورت اس کے شوہر کی سریہ (ایسی لونڈی جس کے ساتھ آقا نے ہمبستری کی ہو۔ دیکھئے مادہ تسری) ہو یا دونوں عورتیں بیویاں ہوں تو اس سے درج بالا حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میری ایک بیوی اور ایک لونڈی ہے ایک نے بچے کو دودھ پلایا اور دوسری نے بچی کو آیا یہ بچہ اس بچی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا دودھ ایک ہے (۵۹)

(۳) رضاعت کی بنا پر تحریم: رضاعت کی بنا پر وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہوتے

ہیں۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہوتے ہیں (۶۰) اگر کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس پر اس عورت کی اولاد حرام ہو جائے گی اور اس کی بہن بھی کیونکہ وہ اس کی خالہ ہوگی اور اس کے شوہر کی بہن بھی کیونکہ وہ اسکی پھوپھی ہوگی اس طرح دیگر رشتے عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے رضاعی خالہ اور پھوپھی سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے (۶۱)

ب۔ رضاعت کا خرچہ: بچے کی رضاعت کا نفقہ اس کے باپ پر باپ کے حسب حال واجب ہوگا کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ارشاد باری ہے (**وعلی المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها** اور بچے کے باپ پر معروف طریقے سے ان کا کھانا کپڑا لازم ہوگا۔ کسی کو اس کی وسعت سے بڑھ کر مکلّف نہیں بنایا جاتا) (۶۲)

ج۔ دودھ پلانے والی عورت رمضان کے روزے چھوڑ سکتی ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جزد)

۳۔ رضاعت کا اثبات:

دو مردوں، ایک مرد اور دو عورتوں نیز ایک عورت کی گواہی کی بنا پر رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ ایک عورت کی گواہی اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب اس کے اندر گواہی کی شرطیں یعنی ضبط اور عدالت موجود ہوں اور وہ گواہی دینے کے ساتھ ساتھ یہ قسم بھی اٹھائے کہ اس نے اس مرد اور عورت کو جو اس وقت میاں بیوی ہیں دودھ پلایا تھا یا مثلاً فلاں وفات شدہ عورت نے انہیں دودھ پلایا تھا اس گواہی کے ذریعے مذکورہ مرد اور عورت کے درمیان نکاح ختم کر کے علیحدگی کرا دی جائے گی حضرت ابن عباس نے فرمایا ''رضاعت کے سلسلے میں ایک عورت کی گواہی جائز ہے بشرطیکہ وہ پسندیدہ ہو اور اپنی گواہی کے ساتھ قسم بھی اٹھائے'' ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ فلاں عورت کہتی ہے کہ اس نے مجھے اور میری بیوی کو دودھ پلایا ہے وہ جھوٹ بکتی ہے آپ نے فرمایا: مقام ابراہیم کے پاس اس سے قسم لو اگر وہ جھوٹی ہوگی تو اس پر کوئی نہ کوئی بلا نازل ہو جائے گی چنانچہ ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ مذکورہ عورت کا پستان برص کی بیماری میں مبتلا ہو گیا (۶۳) ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: اگر مذکورہ عورت پسندیدہ ہو تو اس سے حلف لیا جائے گا اور اس کے نتیجے میں مرد اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لے گا اور اگر وہ جھوٹی ہو تو ایک سال

بھی گزرنے نہ پائے گا کہ اس کا پستان سفید ہو جائے گا [۶۴] یعنی برص کی بیماری لاحق ہو جائے گی حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت بیان ہوئی ہے کہ آپ نے رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی کی بنیاد پر میاں بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی [۶۵] یہ روایت بکیر بن قائد نے کی ہے کہ کوئی عورت ایک شخص کے پاس آئی جس نے کسی عورت سے نکاح کر رکھا تھا اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ وہ شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے فرمایا: کہ یہ تمھاری بیوی ہے اور کسی کو تم پر اسے حرام کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ اگر تم پاک بازی اختیار کرو یعنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ تو افضل ہو گا۔ اس نے حضرت ابن عباسؓ سے یہی مسئلہ پوچھا آپ نے بھی اسے اسی طرح کا جواب دیا [۶۶] اس روایت میں یہ احتمال ہے کہ مذکورہ عورت نے گواہی دینے کے ساتھ حلف اٹھانے سے انکار کر دیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوری طرح پسندیدہ نہ ہو۔ اس لئے کہ عورتوں کے درمیان فریب کاری کا جو تانا بانا ہوتا ہے وہ بہت پوشیدہ اور کثیر ہوتا ہے۔ بنابریں آپ نے اس کے قول کا کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے یقین کے ساتھ درست ہونا تسلیم نہیں کیا لیکن اس کے ساتھ آپ یقینی طور پر اس کے دعوے کو جھٹلا بھی نہیں سکتے تھے۔ واللہ اعلم

رضخ (تھوڑا بہت مال دے دینا)

۱۔ تعریف: کسی حاکم مجاز کا مسلمانوں کے اس مال میں سے جو اس کے زیر تصرف ہو کسی ایسے شخص کو کچھ دے دینا جسے کچھ دینے میں اس بنا پر مصلحت نظر آ رہی ہو کہ اس نے اس مال کے حصول میں حصہ لیا تھا جب کہ وہ اس مال کے مستحقین میں شامل نہ ہو رضخ کہلاتا ہے۔

۲۔ اگر غلام اور عورت جنگ میں شریک ہوں تو انہیں مال غنیمت سے رضخ کے طور پر کچھ دے دینا، مقررہ حصے کے طور پر نہیں (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۷) نیز (مادہ غنیمۃ نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۲)

رق (غلامی)

۱۔ تعریف: رق اس حکمی عجز کو کہتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے کفر کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی سزا کے طور پر شروع ہوا ہے۔ بنابریں مسلمان باغیوں میں سے گرفتار شدہ لوگوں پر رق کا حکم عائد نہیں ہو گا (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۴)

۲۔ رق کی قسمیں غلامی بعض دفعہ کامل ہوتی ہے اور ایسے غلام کو قن کہا جاتا ہے، اور بعض دفعہ ناقص ہوتی ہے۔ اس کے تحت مدبر، مکاتب اور ام ولد آتے ہیں۔ ہم ہر ایک پر ذیل میں بحث کریں گے۔

الف۔ عبد قن، مملوک شخص کو عبد یعنی خالص غلام کہا جاتا ہے غلامی کے اثرات کے عنوان کے تحت ہم اس کے احکام پر گفتگو کریں گے۔

ب۔ مکاتب:

(۱) تعریف: مکاتب وہ غلام ہے جس نے اپنے آقا کے ساتھ یہ طے کیا ہو کہ وہ اسے ایک متعین معاوضہ کے بدلے آزاد کردے گا

(۲) اگر غلام کے اندر دو شرطیں پائی جائیں تو اس کے آقا سے اسے مکاتب بنا لینے کا مطالبہ کیا جائے گا اول یہ کہ وہ بدل کتابت کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو اور ادائیگی کے وعدے میں سچا ہو خواہ وہ یہ ادائیگی اپنے پاس موجود مال سے کرے یا کسی ہنر کے ذریعے کمائی کر کے کرے۔ سورۂ نور آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے (فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا انہیں مکاتب بنا دو اگر تمھیں ان کے اندر خیر نظر آئے) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: اگر تمھیں ان کے اندر دیانت داری اور ادائیگی کی قدرت نظر آئے (۶۷) نیز فرمایا: اگر تمھیں ان کی کسی ہنر مندی یا مال کا علم ہو (۶۸)

دوم یہ کہ وہ اپنا خرچ خود برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو نیز یہ کہ وہ مسلمانوں پر تکیہ نہ کرنے والا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے درج بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا: اگر تمھیں ان کے اندر کوئی تدبیر نظر آئے تم ان کے اخراجات کا بوجھ مسلمانوں پر مت ڈالو (۶۹)

(۳) بدل کتابت کا قلیل یا کثیر ہونا جائز ہے۔ ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو اس شرط پر مکاتب بنایا تھا کہ وہ اپنے آقا کو خدمت کرنے والے تین لڑکے مہیا کردے، حضرت ابن عباسؓ نے اس کے متعلق فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں (۷۰)

(۴) اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مکاتب بنا دے تو بدل کتابت کے سلسلے میں اس کی مدد کرنا اس پر لازم ہوگا کیونکہ درج بالا آیت میں ارشاد باری ہے (وآتوھم من مال اللہ الذی آتاکم اور تم

انہیں اللہ کے اس مال سے جو اس نے تمھیں عطا کیا ہے کچھ نہ کچھ دو) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ان کے بدل کتابت کا کچھ حصہ ان سے اتار دو(۷۱) تنویر المقیاس میں مرقوم ہے کہ آپ نے آقا کو بدل کتابت کا تہائی حصہ چھوڑ دینے پر ابھارا ہے(۷۲) لیکن مجھے مذکورہ کتاب کے سوا کسی اور جگہ یہ وضاحت نہیں ملی۔

(۵) اگر کوئی شخص اپنے غلام کو کسی مال پر مکاتب بنا دے تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ مذکورہ مال کی بجائے اس سے عروض یعنی چیزیں وغیرہ وصول کر لے(۷۳) بشرطیکہ ایسا کرنے میں مکاتب کے لیے آسانی پیدا کرنے کا پہلو مدنظر ہو۔

(۶) اگر ایک شخص اپنے غلام کو ایک متعین رقم پر مکاتب بنا دے جسے وہ قسطوں میں ادائیگی کرنے والا ہو اور پھر آقا یہ چاہے کہ مکاتب یہ اقساط تیزی سے ادا کر دے اور اس کے جواب میں وہ بدل کتابت میں کچھ کمی کر دے تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ مکاتب کے بدل کتابت میں کچھ کمی کر دی جائے اور وہ اس کی ادائیگی میں تعجیل کر دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں(۷۴)

(۷) مکاتب کب آزاد ہوگا؟ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے منقول ہے کہ جس وقت عقد کتابت پر مہر لگ جائے مکاتب اسی وقت آزاد ہو جائے گا اور بدل کتابت اس پر دین بن جائے گا لیکن ابن حزم اور جصاص رازی نے اس قول کے بارے میں کہا ہے کہ ہمیں اس کی کوئی سند نہیں ملی اور ہمارے علم میں اس قول کا کوئی قائل نہیں ہے(۷۵) آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب مکاتب کے ذمہ بدل کتابت کے پانچ اوقیہ چاندی یا پانچ اونٹ یا پانچ وسق (ایک پیمانے کا نام) باقی رہ جائیں تو وہ مدیون بن جائے گا(۷۶) یعنی آزاد ہو جائے گا اور اس پر مذکردہ چیزیں دین بن جائیں گی

(۸) اگر مکاتب حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے تو اسے غلاموں والی سزا دی جائے گی(۷۷)

ج۔ مدبر: مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کی آزادی کو اس کے آقا نے اپنی موت پر معلق کر دیا ہو مدبر اپنے آقا کا غلام ہی رہتا ہے اور اس پر آقا کے وہی حقوق مترتب ہوتے ہیں جو خالص غلام پر عائد ہوتے ہیں نیز آقا مدبر کے سلسلے میں اپنے دیگر غلاموں کی طرح تصرف کر سکتا ہے۔ اگر لونڈی

مدبرہ ہو تو آقا اس کے ساتھ ہمبستری کرسکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: آقا اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ اگر چاہے تو ہمبستری کرسکتا ہے (۷۸) معروف بات تو یہی ہے کہ اولاد غلامی اور آزادی کے اعتبار سے اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے۔ اگر مدبرہ کا آقا وفات پاجائے تو وہ آزاد ہو جائے گی اور اس کے ساتھ اس کی اولاد بھی آزاد ہوجائے گی (۷۹)

د۔ ام ولد: ام ولد وہ لونڈی ہے جس کے ساتھ اس کے آقا نے ہمبستری کی ہو اور اس کے نطفے سے لونڈی نے بچے کو جنم دیا ہو۔ ام ولد اپنے آقا کی لونڈی ہی رہتی ہے اور آقا کو اپنی زندگی بھر اس کے سلسلے میں دیگر لونڈیوں کی طرح تصرفات کرنے کا اختیار رہوتا ہے یعنی وہ اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے اور اسے فروخت کرسکتا ہے۔ آقا اپنی زندگی میں یہ تصرفات اس وقت تک کرسکتا ہے جب تک وہ اسے آزاد نہ کردے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ام ولد لونڈیوں کی بیع کا جواز ثابت ہے (۸۰) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ ام ولد اس وقت تک آزاد نہیں ہوگی جب تک آقا اس کی آزادی کی بات اپنی زبان سے نہ کہہ دے (۸۱) آپ نے فرمایا: اپنی ام ولد کو اسی طرح فروخت کرو جس طرح اپنی بکری یا اونٹ کو فروخت کرتے ہو (۸۲)

جب ام ولد کا آقا وفات پاجائے تو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ایک روایت کے مطابق وہ آزاد ہو جائے گی کیونکہ اس کا بچہ آزاد ہوگا۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا: ام ولد کا بچہ ماں کے بمنزلہ ہے (۸۳) دوسری روایت کے مطابق ام ولد اپنے بچے کے حصے سے آزاد ہوگی۔ یعنی میراث کے اندر بچے کا جتنا حصہ ہو گا اس کے حساب سے ماں کی ملکیت بچے کی طرف منتقل ہو جائے گی اور پھر اسی حساب سے وہ اپنے بچے پر آزاد ہو جائے گی ایسی صورت میں اس کی ولاء بچے کو حاصل ہو جائے گی (۸۴) تاہم پہلی روایت حضرت ابن عباسؓ سے منقول درست ترین روایت ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ غلامی کے اثرات

الف۔ غلام کا حج: اگر غلام اپنی غلامی کے دوران حج کرلے تو آزاد ہونے کے بعد حج کرنا اس پر لازم ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶ کا جزج)

ب۔ لونڈیوں کے ساتھ تسری (دیکھئے مادہ تسری)

ج۔ اگر لونڈیوں کے ساتھ تسری ہو تو کسی اور کی طرف اس کے ساتھ ہمبستری کا حق منتقل ہونے کی صورت میں اس پر استبراء رحم لازم ہوگا (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲) نیز (مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ھ)

د۔ آقا اپنی لونڈی کی شرمگاہ کسی اور کے لیے حلال کرسکتا ہے (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۲)

ھ۔ مملوک کا نکاح

(۱) ایک شخص کے لیے لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا درج ذیل شرائط کے تحت جائز ہوگا اول اسے کسی آزاد مسلمان خاتون کے ساتھ نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ فقیر ہو اور مہر کی ادائیگی اس کے اندر طاقت نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے زمانے میں مہر کا اندازہ تین سو درہم تھا چنانچہ آپ کا قول ہے کہ جب ایک شخص تین سو درہم کا مالک ہو جائے تو اس پر حج واجب ہو جائے گا اور لونڈیاں حرام ہو جائیں گی (۸۵) یعنی ایسی صورت میں لونڈی کے ساتھ اس کا نکاح جائز نہیں ہوگا

دوم: شادی نہ کرنے سے بند تقویٰ کے ٹوٹ جانے اور حرام کاری میں مبتلا ہو جانے کا اسے خطرہ درپیش ہو (۸۶)

سوم: وہ ایک سے زائد لونڈی کے ساتھ نکاح نہ کرے کیونکہ ایک کے ہی ذریعہ درج بالا خطرہ اس سے دور ہو جائے گا (۸۷) چہارم: لونڈی مسلمان ہو اہل کتاب نہ ہو (۸۸) یہ تمام شرائط سورۂ نساء آیت نمبر ۲۵ کے اندر یکجا ہیں۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے

(اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمھاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے جو تمھارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ اللہ تمھارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو۔ لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرلو اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کرو تا کہ وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔ پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی

عورتوں کے لیے مقرر ہے۔ یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بز تقوی کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)۔

پنجم: عقد زوجیت میں آزاد عورت کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح نہ کرے حضرت ابن عباسؓ نے اس امر کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ زوجیت میں آزاد عورت کے ہوتے ہوئے لونڈی کے ساتھ نکاح کر کے دونوں کو یکجا کر دیا جائے[89]

(۲) اگر ایک شخص کی زوجیت میں لونڈی ہو اور پھر وہ آزاد عورت سے نکاح کر لے تو اس کا یہ نکاح لونڈی کے لیے طلاق بن جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: لونڈی پر آزاد عورت سے نکاح کرنا لونڈی کی طلاق ہے[90] (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ٦ کا جز واؤ)

(۳) صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہے کہ غلام اپنے عقد میں بیک وقت دو سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا یعنی آزاد مرد کا نصف[91]

(۴) اگر ایک شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ کرا دے تو مہر مقرر کرنے یا اس کی ادائیگی کی ضرورت نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ بات ایسی ہوگی کہ ایک شخص اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو کچھ دیدے[92]

و۔ مملوک کی طلاق

(۱) طلاق کا اعتبار مردوں کی نسبت سے ہوتا ہے اور غلام کو آزاد کی بہ نسبت طلاق کی آدھی تعداد کا اختیار ہوتا ہے بنا بریں غلام زیادہ سے زیادہ دو طلاق دے سکتا ہے[93] (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز واؤ) اگر غلام اپنی بیوی کو دو طلاق دے دے اور بیوی کی عدت کے دوران وہ آزاد ہو جائے تو اسے بیوی سے رجعت کا حق مل جائے گا اور اس کے بعد اس کی بیوی اس کی زوجیت میں باقیماندہ ایک طلاق پر رہے گی یعنی وہ اسے مزید ایک طلاق دے سکے گا۔ اگر اس کی بیوی دوسری طلاق کی بنا پر بائن ہو گئی ہو تو آزاد ہونے کے بعد وہ اسے پیغام نکاح دے سکتا ہے اور نکاح ہو جانے پر اس کے پاس باقیماندہ ایک طلاق کا اختیار رہے گا۔ بنی نوفل کے ایک غلام نے حضرت ابن

عباسؓ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر ایک غلام کی زوجیت میں لونڈی ہو اور وہ اسے دو طلاق دیدے اور اس کے بعد دونوں آزاد ہو جائیں تو اس صورت میں کیا وہ اسے پیغام نکاح دے سکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا (۹۴)

(۲) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ غلام کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس کی طلاق کا اختیار اس کے آقا کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر آقا اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو طلاق دے سکتا ہے اور اگر باقی رکھنا چاہیے تو باقی رکھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: غلام کی طلاق کا معاملہ اس کے آقا کے اختیار میں ہوتا ہے خواہ وہ اس کی اجازت دے یا اجازت نہ دے۔ آپ اس موقع پر سورۂ نحل کی آیت ۷۵ تلاوت فرماتے جس میں ارشاد باری ہے (ضرب الله مثلاً عبداً مملو کالا يقدر على شيئ الله نے ایک مملوک غلام کی مثال بیان کی جو کسی بات کی قدرت نہیں رکھتا) (۹۵) اور کہتے مرد اپنی لونڈی یعنی اپنے غلام کی بیوی کو چھین لیتا ہے (۹۶) آپ کے ایک غلام کی زوجیت میں آپ کی ایک لونڈی تھی۔ غلام نے اسے بائن طلاق دیدی۔ آپ نے اس سے فرمایا: کہ تمھاری کوئی طلاق نہیں، تم اس سے رجعت کرلو غلام نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا: کہ تم اس سے رجعت نہ کرو خواہ تمھارا سر کیوں نہ اڑا دیا جائے، غلام نے اپنی بیوی سے رجعت کرنے سے انکار کر دیا، حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا: یہ تمھاری ہے اسے ملک یمین کی بنا پر اپنے لیے حلال کرلو (۹۷) آپ نے اپنی یہ لونڈی اس غلام کو ہبہ کے طور پر دے دی تھی۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ شادی شدہ لونڈی کی فروخت اسے گویا طلاق دینا ہے۔ آپ فرماتے شادی شدہ لونڈی کی فروخت اس کی طلاق ہے (۹۸) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جزب)

(۴) اگر شادی شدہ لونڈی آزاد ہو جائے تو اس صورت میں اگر اس کا خاوند غلام ہو تو اسے خیار عتق حاصل ہو جائے گا یعنی اگر وہ چاہے گی تو اس کے نکاح میں رہے گی اور اگر چاہے گی تو اس سے علیحدگی اختیار کرلے گی، اگر اس کا شوہر آزاد شخص ہو تو اسے خیار عتق حاصل نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۵)

ز۔ لونڈی سے ظہار کرنا

لونڈی کے ساتھ ہمبستری ملک یمین کی بنا پر حلال ہوتی ہے اس لیے جب تک یہ ملکیت باقی ہے اس وقت تک کوئی بات آقا پر اس کی لونڈی کو حرام نہیں کر سکتی۔ بنا بریں اگر کوئی شخص اپنی لونڈی سے ظہار کر لے تو یہ ظہار واقع نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص چاہے میں اس کے ساتھ اس مسئلے پر مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ لونڈی سے ظہار نہیں ہوتا[99]

ح۔ مملوک کی ملکیت اور اس کی عطا:

(۱) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ غلام اور اس کی مملوکہ تمام چیزیں اس کے آقا کی ہوتی ہیں، آپ فرماتے: مملوک اپنی جان اور اپنے مال میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا[100] بنا بریں اگر غلام کو زخمی کر دیا جائے تو اس زخموں پر عائد شدہ جرمانہ اس کے آقا کو مل جائے گا۔ اس اصول پر بہت سے امور مترتب ہوتے ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ

(۲) آقا کی اجازت کے بغیر تبرع کے طور پر وہ کسی کو کوئی چیز دے نہیں سکتا خواہ یہ تبرع وصیت کی صورت میں کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آیا غلام کوئی وصیت کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا نہیں البتہ اپنے آقاؤں کی اجازت سے وہ ایسا کر سکتا ہے[101] (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۴ کا جزب) یا یہ تبرع صدقہ کی شکل میں کیوں نہ ہو آپ سے پوچھا گیا کہ آیا غلام کوئی چیز صدقہ کے طور پر دے سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں سورۂ نحل کی آیت نمبر ۷۵ تلاوت فرمائی (ضرب اللہ مثلاً عبدا مملوکا لا یقدر علی شیء اللہ نے ایک مملوک غلام کی مثال بیان کی ہے جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا) اور فرمایا: وہ کوئی چیز صدقہ نہیں کر سکتا[102] اس اصول سے صرف وہ صورت مستثنیٰ ہے جس کی ضرورت پیش آ جائے۔ ضرورت کی حالت میں غلام کے لئے کوئی چیز صدقہ کر دینا جائز ہوگا۔ ضرورت کی ایک صورت کی روایت عبداللہ بن ابی ہذیل نے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک مملوک ہوں، کوئی گزرنے والا میرے پاس سے گزرتا ہے اور مجھ سے پینے کے لیے دودھ طلب کرتا ہے کیا میں اسے دودھ پلا دوں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اس نے کہا کہ اگر مجھے پیاس سے اس کے مر جانے کا اندیشہ ہو آپ نے جواب دیا پھر اسے اتنا دودھ پلا دو جو

اسے تمہارے سوا کسی اور کے پاس پہنچا دے اور پھر پلائے ہوئے دودھ کی اجازت اپنے مالکوں سے حاصل کر لو[۱۰۳] (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴ کا جز الف)

(۳) آقا اور غلام کے درمیان سود نہیں ہوتا کیونکہ آقا اپنا ہی مال حاصل کرنے والا ہوتا ہے (دیکھئے مادہ ربا نمبر۵)

(۴) غلام نہ تو کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا وارث (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴ کے جز د کا جز۱)

ط۔ مملوک کو حد کی سزا (دیکھئے مادہ حد نمبر۴ کا جز ج) نیز (مادہ سرقۃ نمبر۳ کا جز ب) نیز (مادہ قذف نمبر۴ کا جز الف اور نمبر۲ کے جز ب کا جز۴) نیز (مادہ زنا نمبر۵ کے جز ھ کا جز۴)

ی۔ آقا کے پاس اندر آنے کے لیے مملوک اس سے اجازت حاصل کرے (دیکھئے مادہ استیذان نمبر۲)

ک۔ غلام کا اپنی مالکن کے بالوں پر نظر ڈالنا: حضرت ابن عباسؓ نے غلام کے لیے اپنی مالکن کے بالوں پر نظر ڈالنا جائز قرار دیا ہے اور آیت ہے (او ما ملکت ایمانھن یا اپنے مملوک کے سامنے اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کریں)[۱۰۴] دیکھئے مادہ حجاب نمبر۴

ل۔ مملوک کی گواہی (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۴ کا جز د) اگر مملوک جنگ میں شریک ہو تو ایسے مال غنیمت سے مقررہ حصہ نہیں ملے گا اور مقررہ حصے پر اس کا استحقاق نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر۳ کے جز الف کا جز۲)

مملوک کی جنایت یعنی فوجداری جرم (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کے جز الف کا جز۱) نیز اس کے خلاف جنایت کا ارتکاب (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کے جز د کا جز ھ)

اولاد غلامی کے اندر اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے (دیکھئے مادہ ولاء نمبر۳ کا جز ج) غلام پر حجر یعنی اس کے تصرفات پر پابندی (دیکھئے مادہ حجر نمبر۲ کا جز ب)

لونڈی کا پردہ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۲ کا جز ج)

لونڈی سے اجازت حاصل کئے بغیر اس سے عزل کرنا (دیکھئے مادہ عزل نمبر۳ کا جز ب) مملوک کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر۴)

اگر لونڈی کو اس کا شوہر طلاق مغلظہ دیدے تو اس کے ساتھ آقا کی ہمبستری اسے طلاق دینے والے شوہر کے لیے حلال کردے گی (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۳)

ا۔ مملوک کے ساتھ سلوک:

الف۔ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے سلوک ہونا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کھانے پینے اور لباس نیز ہر چیز میں مملوک کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتے تھے، آپ فرماتے جو کچھ تم کھاتے ہو وہی انہیں کھلاؤ اور جو کچھ تم پہنتے ہو وہی انہیں پہناؤ (۱۰۵) یہ ایسی مساوات ہے جو ہمیں اسلام کے سوا نہ کسی اور شریعت میں اور نہ ہی کسی اور ملت میں نظر آتی ہے

ب۔ مملوک کو اپنے آقا کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کھا پی لینے کا حق حاصل ہے یہ بات سورۂ نور آیت نمبر ۶۱ سے ماخوذ ہے۔ ارشاد باری ہے (او ما ملکتم مفاتحه یا اس گھر سے تم کھا پی سکتے ہو جس کی کنجیاں تمھاری ملکیت میں ہوں) (۱۰۶)

ج۔ آقا کو اپنے مملوک کی ایسی پٹائی کا حق حاصل نہیں جس کے نشانات جسم پر پڑ جائیں۔ اگر آقا یہ حرکت کرے تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے اس مملوک کو راضی کرے خواہ اس کے لیے اسے اپنا یہ مملوک آزاد کر دینا کیوں نہ پڑے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ حیان العبدی نے عطاء بن ابی رباح سے دریافت کیا کہ اگر آقا اپنے غلام کی پٹائی کر کے اسے زخمی کر دے یا اس کی کوئی ہڈی توڑ دے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ عطاء نے جواب میں کہا کہ وہ اسے کپڑا پہنائے یا کوئی چیز دے۔ حیان کہتے ہیں کہ مجھے ابوالشعثاء جابر بن زید نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح کی بات سنائی ہے کہ اگر آقا اپنے غلام کی آنکھ پھوڑ دے تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کردے (۱۰۷)

د۔ اگر کسی کے پاس کوئی غلام ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے پاک باز رکھنے کا انتظام کرے یعنی نکاح کرا کے یا تسری (دیکھئے مادہ تسری) کے ذریعے اس کی جنسی ضرورت پوری کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو غلام کے کسی اقدام اور بدچلنی کا گناہ [illegible] بھی لازم آئے گا۔ عکرمہ نے حضرت

ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کی کوئی لونڈی ہو اور وہ نہ تو اس کا نکاح کسی سے کرائے اور نہ ہی خود اس کے ساتھ ہمبستری کرے یا کوئی غلام ہو اور وہ اس کا نکاح نہ کرائے تو ان دونوں کی بدچلنی کا گناہ ان کے آقا کو ہوگا (۱۰۸) بنا بریں حضرت ابن عباسؓ اپنے غلاموں کو نکاح کی پیشکش کرتے ہوئے فرماتے تم میں سے جس کسی کو نکاح کی خواہش ہو ہم اس کا نکاح کرا دیں گے، اگر تم میں سے کوئی فرد زنا کاری کرے گا تو اللہ اس سے نور ایمان چھین لے گا، پھر اگر وہ چاہے گا تو یہ نور ایمان اسے واپس کر دے گا اور اگر چاہے گا تو روک لے گا (۱۰۹) آپ اکثر اپنے غلاموں کا نکاح اپنی لونڈیوں کے ساتھ کرا دیتے، ہم گزشتہ سطور میں پڑھ آئے ہیں کہ آپ نے اپنے ایک غلام کے ساتھ اپنی ایک لونڈی کا نکاح کر دیا۔ غلام نے اسے طلاق دے دی آپ نے اسے رجعت کر لینے کے لیے کہا لیکن غلام نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اس پر آپ نے یہ لونڈی اسے ہبہ کے طور پر دے دی اور فرمایا: کہ اب ملک یمین کی بنا پر تم اس کے ساتھ ہمبستری کرو (دیکھئے مادہ رق نمبر۳ کے جز واؤ کا جز ۲) تاکہ یہ غلام شیطان کے ہاتھ کا کھلونا نہ بن جائے۔ اگر آقا کے لئے اپنی لونڈی کسی اور کے نکاح میں دینے کی گنجائش نہ ہو تو پھر وہ خود اس کے ساتھ ہمبستری کر کے اسے بدکاری سے محفوظ کرے۔ یہ بات (مادہ تسری نمبر۲ کے جز الف کے جز ۶) میں گزر چکی ہے

۲۔ مملوک کو آزاد کر دینا:

الف۔ ملکیت حاصل ہونے سے پہلے آزادی نہیں دی جا سکتی جس طرح نکاح کے بعد ہی طلاق دی جا سکتی ہے۔ یعنی جس طرح طلاق کا ورود نکاح پر ہوتا ہے اسی طرح عتق کا ورود بھی ملکیت پر ہوتا ہے۔ ملکیت سے پہلے کوئی عتق نہیں۔ بنا بریں اگر کوئی شخص کسی غیر کے غلام کو یا ایسے غلام کو جس کا وہ ابھی مالک نہیں بنا ہے آزاد کر دے تو اس کی یہ بات درست نہیں ہوگی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ملکیت کے بعد ہی آزادی دی جا سکتی ہے (۱۱۰)

ب۔ مملوک کے ایک حصے کو آزاد کر دینا: اگر کوئی شخص اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کر دے تو یہ آزادی اس کے پورے جسم میں سرایت کر جائے گی۔ کیونکہ شارع کی طرف سے عتق کو دیگر امور پر ترجیح دی

گئی ہے۔ ایک شخص نے اپنی لونڈی سے کہا: تمھاری شرمگاہ آزاد ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ لونڈی آزاد ہوگئی۔ آقا نے خواہ اس کے جسم کا قلیل حصہ آزاد کیا ہے یا کثیر حصہ یہ بہرحال آزاد ہو گئی ہے (۱۱۱)

ج۔ آزاد کر دینا قربت یعنی نیکی اور عبادت ہے: عتق قربت ہے۔ کیونکہ خوراک ولباس کی طرح انسان کی یہ بھی ایک ضرورت ہے اور انسان کی ضرورت پوری کرنا قربت اور نیکی ہے۔ بنا بریں آزادی کے اندر زکوٰۃ کا مال صرف کرنا درست ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اپنی زکوٰۃ کے مال سے آزاد کرو (۱۱۲) (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبرے کا جزج) والدین کی طرف سے غلام آزاد کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح ان کی طرف سے صدقہ کرنا۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص اپنے والدین کی طرف سے کوئی غلام آزاد کر دے تو کیا اسے اجر ملے گا آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا (۱۱۳)

د۔ اگر آقا اپنے غلام کے ساتھ کوئی سخت قسم کا برا سلوک کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر ہوا ہے کہ حیان العبدی نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ اگر آقا اپنے غلام کو زخمی کر دے یا اس کی کوئی ہڈی توڑ ڈالے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ عطاء نے کہا کہ وہ اسے کپڑا پہنائے یا کوئی چیز دے، حیان نے کہا کہ مجھے جابر بن زید نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح کی بات بتائی ہے کہ اگر آقا اپنے غلام کی آنکھ پھوڑ دے تو اس کے متعلق آپ نے فرمایا: میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے (۱۱۴)

ھ۔ ولد زنا کو آزاد کرنا: ولد زنا کو آزاد کرنے کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عباسؓ نے اپنی بیماری کے دوران اپنے کچھ مملوک آزاد کر دیئے، حضرت ابن عباسؓ نے ان میں سے دو کو واپس کر دیا کیونکہ لوگوں کی رائے تھی کہ یہ دونوں ولد زنا ہیں (۱۱۵) (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کے جزد کا جز ۲) دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر دو غلام ہوں ان میں ایک تو ولد حرام ہو اور دوسرا ولد حلال تو کونسا غلام آزاد کیا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: ان میں سے جس کا ثمن زیادہ ہوگا اسے آزاد کیا جائے گا (۱۱۶)

مال زکوٰۃ سے عتق (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کا جز ج)

کفارات کے اندر مملوک آزاد کرنا (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۳ کا جز الف)

عتق کی بنا پر حاصل ہونے والی ولاء کی ترتیب (دیکھئے مادہ ولاء نمبر ۳)

رقبیٰ (ہبہ کی ایک قسم)

۱۔ تعریف: رقبیٰ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تم یہ چیز لے لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ پھر ہم میں سے جس کی وفات بعد میں ہوگی یہ چیز اس کی ہو جائے گی یعنی اگر میں تم سے پہلے مر جاؤں تو یہ چیز تمھاری ہو اور اگر تم مجھ سے پہلے چل بسو تو یہ چیز میری ہوگی۔

۲۔ رقبیٰ کا حکم: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ عمریٰ (ہبہ کی ایک اور قسم) کی طرح رقبیٰ کے اندر بھی ملکیت واہب سے موہوب لہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا: نہ تو عمریٰ درست ہے اور نہ ہی رقبیٰ (یعنی اس مفہوم میں درست نہیں کہ ہبہ شدہ چیز موہوب لہ کے پاس اس کی زندگی بھر رہے اور پھر اس کی وفات کے بعد واپس لے لی جائے) جس شخص کو کوئی چیز عمریٰ کے طور پر ہبہ کی گئی ہو یا رقبیٰ کے طور پر وہ اس کی زندگی اور موت دونوں کے اندر اسی کی رہے گی (۱۱۷)

رکاز (زمین کے اندر اللہ کی پیدا کی ہوئی دھاتیں)

زمین سے نکالے جانے والے مال کو رکاز کہتے ہیں۔ اس میں زکوٰۃ ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جز ھ)

رکن (رکن)

رکن کے دو معنی ہیں:

۱۔ رکن بمعنی زاویہ یعنی گوشہ، کعبے کا طواف کرنے والا اسی معنی کے تحت رکن یمانی اور رکن اسود (یعنی کعبے کا وہ گوشہ جس میں حجر اسود ہے) کا استلام کرتا ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ج کا جز ۴)

۲۔ رکن بمعنی وہ چیز جس سے استغنا ممکن نہ ہو مثلاً نماز کے اندر رکوع اور سجود، نماز کے اندر سب سے

چھوٹے رکن کی مقدار تین تسبیحات ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزد)

رکوع (رکوع کرنا)

نماز کے اندر رکوع کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزح)

صلوٰۃ کسوف میں رکوع کی تعداد (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۹ کا جزب)

رمضان (ماہ رمضان)

۱۔ قمری سال کے نویں مہینے کا نام رمضان ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے کے مطابق اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس ماہ کے دوران گناہ جل جاتے ہیں (۱۱۸)

(عربی میں رمض کا لفظ جل جانے کے معنوں میں آتا ہے۔ مترجم)

رمضان کے احکام

رمضان کے روزوں کی فرضیت (دیکھئے مادہ صیام)

شب قدر رمضان میں آتی ہے (دیکھئے مادہ لیلۃ القدر)

رمی الجمار (جمرات کو کنکریاں مارنا) دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۴ اور نمبر ۲۹

رمل (کندھے اچکاتے ہوئے چلنا)

طواف قدوم کے اندر رمل (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جزھ)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر رمل (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کا جزھ)

رھان (بازی لگانا) دیکھئے مادہ مراھنۃ

رھن (رہن رکھنا) نیز دیکھئے مادہ مخاطرۃ

عین کے ذریعے دین کی توثیق کو رہن کہتے ہیں یا کسی حق کے بالمقابل کوئی ایسی چیز روک رکھنا رہن

کہلاتا ہے جس میں سے اس حق کی وصولی ممکن ہو

بیع سلم کے اندر رہن رکھنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کا جزز)

حرف الراء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ السنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۰

۲۔ اعلام الموقعین ج ۳ ص ص ۲۸۱

۳۔ المحلی ج ۹ ص ۱۰۶

۴۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۸۷، کنز العمال ج ۴ ص ۱۹۳

۵۔ المغنی ج ۴ ص ۱۷۴

۶۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۳۶

۷۔ کنز العمال ج ۴ ص ۲۰۱

۸۔ حوالہ درج بالا

۹۔ مسلم فی المساقاۃ، نیل الاوطار، ج ۵ ص ۲۹۸، سبل السلام ج ۴، ص ۳۷، المغنی ج ۴ ص ۱، احکام، القرآن ج ۱ ص ۴۶۶، المحلی ج ۸ ص ۴۸۳، ۴۸۷، ۴۹۲، ۴۹۳، المجموع ج ۹ ص ۲۲

۱۰۔ المغنی ج ۴ ص ۱

۱۱۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۱۸

۱۲۔ البخاری فی البیوع باب، بیع الفضۃ بالفضۃ، مسلم فی المساقاۃ باب بیع، الطعام مثلاً بمثل، عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۱۷، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوسعیدؓ سے یہ بات اس لیے کہی کہ حضرت ابوسعید کبار صحابہ میں سے تھے اور حضرت ابن عباسؓ صغار صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔

۱۳۔ عبدالرازق ج ۸ ص ۱۱۸

۱۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۶۶

۱۵۔ اخبار القضاۃ لوکیع ج ۳ ص ۴۸

۱۶۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۶۷

۱۷۔ مسلم فی المساقاۃ باب بیع الطعام مثلاً بمثل المجموع ج ۱۰ ص ۲۸

۱۸۔ کنز العمال ج ۴ ص ۱۹۳

۱۹۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۷۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۲، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۲، کنز العمال ج ۴ ص ۲۰۱، المحلی ج ۸ ص ۵۱۴

۲۰۔ المغنی ج ۳ ص ۱۶۷

۲۱۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۷

۲۲۔ المغنی ج ۷ ص ۲۷۵

۲۳۔ المحلی ج ۱ ص ۲۵۹

۲۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۶۷

۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰، سنن بیہقی، ج ۷ ص ۳۴۴، کنز العمال ج ۹ ص ۶۸۷

۲۶۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۰۶، تفسیر طبری، ج ۱ ص ۱۵۲

۲۷۔ تنویر المقیاس ص ۲۴، ۱۲۱، المغنی، ج ۲ ص ۲۶۳

۲۸۔ حوالہ درج بالا

۲۹۔ تنویر المقیاس ص ۲۴، ۱۲۱، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۵

۳۰۔ تنویر المقیاس ص ۱۱۸

۳۱۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۹

۳۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۹

۳۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷، خراج ابی یوسف ص ۲۱۵، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی یعلیٰ ص ۱۹۹

۳۴۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۶۲

۳۵۔ حوالہ درج بالا

۳۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب، المغنی ج ۸ ص ۱۲۳

۳۷۔ البخاری فی استتابۃ المرتد باب حکم المرتد الترمذی فی الحدود باب ماجاء فی المرتد ابوداؤد فی الحدود باب الحکم فیمن ارتد النسائی فی تحریم الدم باب الحکم فی المرتد مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۲، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب المحلی ج ۱۱ ص ۱۹۰ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۸

۳۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۷ ب عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۶۷، خراج ابی یوسف ص ۲۱۵، اختلاف ابی حنیفۃ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۹۹

۳۹۔ کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۷

۴۰۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۰۰

۴۱۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۴۲۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۰۹

۴۳۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۳، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۰

۴۴۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۰

۴۵۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۶۵، احکام القرآن ج ۱ ص ۱۱۰، تنویر المقیاس ص ۶۷، الاعتبار ص ۱۸۷، المغنی ج ۷ ص ۵۴۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۳، کنز العمال، ج ۶ ص ۲۷۹، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۸۳۱۱

۴۶۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۶۵

۴۷۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۸

۴۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۲ ب

۴۹۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۱/۲۳۵۱، المحلی ج ۱۰ ص ۱۱

۵۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۹

۵۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۲

۵۲۔ مسلم، الترمذی، مالک فی الرضاع ابوداؤد، النسائی فی النکاح

۵۳۔ الموطا ج ۲ ص ۶۰۳

۵۴۔ الموطا ج ۲ ص ۶۰۴

۵۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۸، المحلی ج ۱ ص ۱۲، المغنی ج ۷ ص ۵۳۶

۵۶۔ الموطا ج ۲ ص ۶۰۲، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۱۰، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۱/۲۳۶۱

۵۷۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۵

۵۸۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۴، سنن بیہقی، ج ۷ ص ۴۵۳، الموطا ج ۲ ص ۶۰۲، المحلی، ج ۱۰ ص ۴، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۶، کنز العمال ج ۶ ص ۲۷۹، المغنی ج ۶ ص ۵۷۲، ج ۷ ص ۵۴۲، کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۱

۵۹۔ سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۱/۲۳۴۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷

۶۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۲، عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۶

۶۱۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۲

۶۲۔ تنویر المقیاس ص ۳۲

۶۳۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۳۶ ج ۷ ص ۴۸۲، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷۷، کنز العمال ج ۶ ص ۲۷۹، المحلی ج ۹ ص ۴۰۳، ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۲۱۴

۶۴۔ المغنی ج ۷ ص ۵۵۸

۶۵۔ المحلی ج ۹ ص ۴۰۰

۶۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴

۶۷۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۷، ۳۱۸، عبدالرزاق، ج ۸ ص ۳۷۰، المحلی ج ۹ ص ۲۲۲، تنویر المقیاس ص ۲۹۵، المغنی ج ۹ ص ۴۱۲

۶۸۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۸

۶۹۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۱۷

۷۰۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۲۳

۷۱۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۰ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۸، المغنی ج ۹ ص ۴۲۴

۷۲۔ تنویر المقیاس ص ۲۹۵

۷۳۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۵

۷۴۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۲۹، کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۵۶

۷۵۔ المحلی ج ۹ ص ۳۳، ۲۲۹، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۵، المغنی، ج ۶ ص ۲۶۸

۷۶۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۰۵، المحلی، ج ۹ ص ۳۳

۷۷۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۵، المحلی، ج ۹ ص ۲۲۸

۷۸۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۴۷، کنز العمال، ج ۱۰ ص ۳۵۰، المغنی ج ۹ ص ۴۰۱، المحلی ج ۹ ص ۲۲۸

۷۹۔ المحلی ج ۹ ص ۳۹

۸۰۔ المحلی ج ۹ ص ۱۸، ۲۱۹، المغنی ج ۶ ص ۳۵۷، ۵۳۱

۸۱۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۹۰

۸۲۔ سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۶۶، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۹۰، المغنی ج ۹ ص ۵۳۱

۸۳۔ المغنی ج ۹ ص ۵۳۱

۸۴۔ المغنی ج ۶ ص ۳۵۷

۸۵۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۶۴، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۸

۸۶۔ المغنی ج ۶ ص ۵۹۷

۸۷۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۸ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۳۹، المغنی ج ۶ ص ۶۰۰ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۳

۸۸۔ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۵

۸۹۔ المحلی ج ۹ ص ۴۴۱، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۳

۹۰۔ سعید بن منصور ج ۱ ص ۱۸۷، احکام القرآن، ج ۲ ص ۱۵۸، المحلی ج ۹ ص ۴۴۲، المغنی، ج ۶ ص ۵۹۹ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۶۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹ ب

۹۱۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۵۵

۹۲۔ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۷۱

۹۳۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۶، المحلی ج ۱۰، ص ۲۳۳، المغنی ج ۷ ص ۲۶۲، ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۲۴۱، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۵، کنز العمال ج ۹ ص ۶۷۲

۹۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۶، کنز العمال، ج ۱۶ ص ۵۴۶ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۹۹

۹۵۔ سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/ ۱۹۹، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۸ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۵

۹۶۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۱

۹۷۔ سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/ ۱۹۹، ۱۳۴۷ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۵، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۱۴، ۲۴۷، المحلی ج ۱۰ ص ۲۳۳

۹۸۔ سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۹۱۲، المحلی ج ۷ ص ۳۲۲، ج ۱۰ ص ۱۳۱

۹۹۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۱ آثار ابی یوسف نمبر ۶۹۷ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۳

۱۰۰۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۲۷

۱۰۱۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸۲، عبدالرزاق ج ۹ ص ۹۰ کنز العمال ج ۱۶ ص ۶۲۵

۱۰۲۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۴

۱۰۳۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷، ۴۵۹ سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۴، ۱۹۴ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۶۲

۱۰۴۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۱۸ المغنی ج ۶ ص ۵۵

۱۰۵۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۸

۱۰۶۔ تنویر المقباس ص ۲۹۹

۱۰۷۔ المحلی ج ۹ ص ۲۱۰

۱۰۸۔ المغنی ج ۷ ص ۲۳۲

۱۰۹۔ ابی ابن شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲، ج ۲ ص ۱۲۶ کنز العمال ج ۹ ص ۲۰۲ المحلی ج ۱۱ ص ۱۲۰

۱۱۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵

۱۱۱۔ المحلی ج ۹ ص ۱۹۰

۱۱۲۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۲۴ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۶، الاموال ص ۶۰۷، المغنی ج ۶ ص ۱۳۳۰ المجموع ج ۶ ص ۲۱۱

۱۱۳۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۹

۱۱۴۔ المحلی ج ۹ ص ۲۱۰

۱۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۰ ب

۱۱۶۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۷۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵۹

۱۱۷۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۹۵، النسائی فی الرقبیٰ

۱۱۸۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۹۷

حرف الزاء

زرع (فصل)

فصل کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۴ کا جزء د)

زکاۃ (زکوٰۃ)

۱۔ تشریع زکوٰۃ کے مراحل: مالدار اور فقیر کے درمیان مالی کفالت کا رشتہ اسلام کے اساسی قوانین میں شامل ہے مسلمانوں پر زکوٰۃ کی فرضیت میں تاخیر اس بنا پر ہوئی تھی کہ بعض پہلوؤں سے زکوٰۃ کی مشابہت جزیہ کے ساتھ ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے اندر ایک مقررہ رقم ہوتی ہے جس کی ادائیگی جبری طور پر اور شریعت کے دباؤ کے تحت کی جاتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کی ادائیگی سے باز رہے تو حکومت زبردستی اس کی وصولی کر لیتی ہے۔ دوسری طرف عرب کے لوگ جزیہ کی ادائیگی کے اندر ایک عار اور ذلت محسوس کرتے تھے اس لیے تمہیدات کے بغیر زکوٰۃ کی تشریع کو قبول کر لینا ان کے لیے آسان نہیں تھا اللہ کی حکمت نے یہ چاہا کہ زکوٰۃ کی ابتداء ان عطیات کی فرضیت کے ذریعے کی جائے جن کی کوئی تحدید نہ ہو اور جنہیں ایک مسلمان اس وقت ادا کرے جب اس کے ہاتھ میں کوئی مال آ جائے مثلاً وراثت میں ملنے والا مال اور زرعی پیداوار چنانچہ سورۃ نساء آیت نمبر ۸ میں ارشاد ہوا (**واذا حضر القسمة اولوا القربی والیتامیٰ و المساکین فارزقوهم منه** اور جب ترکہ کی تقسیم کے موقعہ پر رشتہ دار، یتیم اور مساکین بھی آ جائیں تو انہیں اس میں سے کچھ نہ کچھ دے دو) نیز سورۃ انعام آیت نمبر ۱۴۱ میں ارشاد ہوا (**کلوا من ثمره اذا اثمر و آتوا حقه یوم حصاده** اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب یہ پھل دے اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو) یہ فرضیت ایک دینی فرضیت تھی اور اس وقت حکومت کو اس فرضیت کی ادائیگی نہ کرنے والے سے تعرض کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

مسلمانوں نے جب مذکور بالا مالی کفالت کی خوبیوں کا احساس کیا اور اسے مزید منظم کرنے کی

چاہت ان کے دلوں میں پیدا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی آیات نازل فرمائیں۔ یہ زکوٰۃ مذکورہ بالا عطیات کو منظم کرتی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے سورۂ انعام کی درج بالا آیت نمبر ۱۴۱ کی تلاوت کی اور فرمایا:: اس آیت کو عشر اور نصف عشر نے منسوخ کر دیا(۱) یعنی فصلوں کے اندر واجب ہونے والی زکوٰۃ نے

۲۔ مالی حق: زکوٰۃ مال کے اندر واجب شدہ حق ہے جب ایک مسلمان زکوٰۃ ادا کرے تو اس کا مال پاک وصاف ہو کر اسکے لیے حلال ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز شمار نہیں ہوتا(۲) نیز فرمایا: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے تو صدقہ نہ کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا(۳)

۳۔ مال کے اندر زکوٰۃ کے وجوب کی شرطیں: یہ شرطیں درج ذیل ہیں

مال کے اندر نمو یعنی افزائش مقصود ہو اللہ تعالیٰ نے نقود یعنی درہم و دنیار کو لین دین کے ذریعے کے طور پر پیدا کیا ہے یعنی ان کے اندر پیدائشی طور پر نمو ہوتا ہے اس لیے یہ بالقوہ یعنی صلاحیت کے اعتبار سے مال نامی (بڑھنے والے مال) ہیں۔ بنابریں ان کے اندر ہر حالت میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تجارتی مال کے اندر بھی نمو مقصود ہوتا ہے اس لیے ان کے اندر بھی زکوٰۃ واجب ہے جہاں تک فصلوں کا تعلق ہے تو وہ بیج اور زمین کے نمو کی صورتیں ہیں اس لیے ان کے اندر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ پالتو مویشیوں کے اندر افزائش مقصود و مطلوب ہوتی ہے اس لیے ان کے اندر بھی زکوٰۃ کا وجوب ہے اسی طرح دیگر تمام اموال ہیں جن کے اندر زکوٰۃ واجب ہے۔

اگر مال کے اندر افزائش مقصود نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی مثلاً غازی اور مجاہد کا گھوڑا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے گھوڑے کی کوئی زکوٰۃ نہیں (۴) اسی طرح استعمال میں آنے والے زیورات آپ سے مروی ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں (۵) اسی طرح وقف کا مال ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے دس اونٹ اللہ کی راہ میں دے دیے ہیں کیا مجھ پر ان کی زکوٰۃ ہوگی؟ اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ بھی وہاں موجود تھے حضرت ابن عباسؓ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ابو ہریرہ یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے یہ بیت عائشہؓ میں پیش ہونے والے مسئلوں سے کم پیچیدہ نہیں ہے، آپ اس کا جواب دیں یہ سنکر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اللہ سے مدد کا خواستگار ہوں تم پر کوئی زکوٰۃ نہیں اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: آپ نے ٹھیک کہا ہر ایسا جانور جس پر بوجھ نہیں لادا جاتا، جس

کے تھنوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا اور جس کے ذریعے افزائش نسل نہیں کی جاتی اس میں زکوٰۃ نہیں ہوتی اس موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بھی موجود تھے، انھوں نے فرمایا: آپ دونوں نے درست بات کہی (۶)

الف۔ مال نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور دین سے خالی ہو۔ اس سے مراد ایسے اموال ہیں جن کے اندر زکوٰۃ کے وجوب کے لیے نصاب شرط ہے۔ وہ اموال یہ ہیں سونا، چاندی، چرنے والے مویشی اور تجارتی سامان، اس پر سب کا اجماع ہے اور کوئی اختلاف نہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حاصل شدہ مال اگر دوسو درہم کو پہنچ جائے تو اس میں پانچ درہم ہوں گے (۷)

(۱) اگر دین مال کو نصاب سے گھٹا دے تو اس میں زکوٰۃ کے وجوب کی سرے سے ممانعت ہو جائے گی۔ اگر مال نصاب سے کم نہ ہو تو بقدر دین زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو دین مال سے زکوٰۃ ساقط کر دیتا ہے یا جس کے بقدر زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے اس سے مراد وہ مال ہے جو اس مال کی جنس سے ہو جس میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہو مثلاً ایک شخص کے پاس چاندی ہو اور اس پر چاندی یا سونے کا واجب الاداء دین ہو (سونا اور چاندی ایک ہی جنس ہیں اور وہ ہے ثمنیت، دونوں کے اندر ثمن بننے کی صلاحیت ہوتی ہے) یا کسی کے پاس اناج ہو اور اس پر اناج کا واجب الاداء دین ہو، اسی طرح دیگر مثالیں۔ یا دین اس مال کی جنس میں سے نہ ہو جس کے اندر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے لیکن مدیون نے یہ دین اس مال کی خاطر حاصل کیا ہو جو اس کے پاس ہے اور زکوٰۃ کے ذیل میں آتا ہے مثلاً کوئی شخص اپنی زمین کاشت کرنے کے لیے نقود کی شکل میں قرض حاصل کرے یعنی درہم و دینار یا کوئی اور سکہ قرض لے۔ ایسا شخص فصل کا موسم گزر جانے کے بعد اپنا دین ادا کرے گا اور باقیماندہ پیداوار کی زکوٰۃ نکالے گا۔

اگر اس نے کسی اور مقصد کے لیے دین حاصل کیا ہو تو زکوٰۃ کے وجوب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ مثلاً زمیندار اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے کوئی رقم قرض کے طور پر حاصل کر لے۔ ایسا شخص فصل کا موسم گزر جانے کے بعد اپنی پوری پیداوار کی زکوٰۃ نکالے گا اور اس سے اپنے قرض کی رقم منہا نہیں کرے گا۔ جابر بن زید نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جو رقم قرض لے کر اپنی فصل اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: پہلے وہ اپنا قرض ادا

کرے گا اور پھر بقیہ مال کی زکوٰۃ نکالے گا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس نے اپنی فصل پر قرض کی جو رقم صرف کی ہے پہلے اس رقم کی ادائیگی کرے گا اور پھر بقیہ مال کی زکوٰۃ دے گا(۸) یہاں مذکورہ دونوں حضرات ایک مسئلے پر متفق تھے کہ فصل پر خرچ ہونے والی رقم کی ادائیگی کی جائے گی اور پھر بقیہ مال کی زکوٰۃ نکالی جائے گی اور ایک مسئلے میں دونوں کا اختلاف ہو گیا یعنی اپنے اہل وعیال پر خرچ شدہ رقم کی ادائیگی کے بعد پھر بقیہ مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اہل وعیال پر خرچ شدہ رقم کی ادائیگی کی جائے گی اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اہل وعیال پر خرچ شدہ رقم کی ادائیگی نہیں کی جائے گی۔

(۲) نصاب کے اندر غیر پر واجب الاداء دین کی رقم بھی شامل کی جائے گی۔ اگر یہ دین کسی ثقہ اور اعتماد والے شخص کے ذمہ واجب الادا ہو تو دائن ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے غائب مال کی زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: غائب مال کی زکوٰۃ اسی طرح ادا کرو جس طرح موجود مال کی ادا کرتے ہو۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا: پھر تو مال ختم ہو جائے گا۔ آپ نے جواب دیا دین وایمان ختم ہونے سے مال ختم ہو جانا بہتر ہے(۹) اگر دین کسی تنگدست یا ٹال مٹول کرنے والے یا دین سے انکاری کے ذمہ واجب الادا ہو تو اس صورت میں جب دین دائن کے قبضے میں آجائے گا تو وہ اس کی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا(۱۰)

ب۔ حولان حول یعنی پورا سال گزر جانا: حولان حول کا جو مفہوم جمہور صحابہ لیتے ہیں حضرت ابن عباسؓ نے اس سے مختلف مفہوم لیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ اگر ایک شخص کوئی ایسا مال حاصل کرے جس کا نصاب اس کے پاس پہلے سے موجود ہو تو وہ اس مال کو نصاب پر پہنچے ہوئے مال کے ساتھ شامل کر دے گا اور سال کے اختتام پر اس کی زکوٰۃ نکال دے گا۔ اس بات کے اندر آپ کی رائے جمہور صحابہ کی رائے سے متفق ہے لیکن اگر کوئی شخص ایسا مال حاصل کرے جو اس کے پاس موجود مال کی جنس میں سے نہ ہو تو جس دن مذکورہ مال نصاب کو پہنچ جائے گا اسی دن اس پر اس کی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور پھر اس مال پر سال گزر جانے کے بعد دوسری زکوٰۃ واجب ہو جائے گی(۱۱) اس بات کے اندر حضرت ابن عباسؓ نے جمہور صحابہؓ سے اختلاف کیا ہے۔ عکرمہ نے آپ سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جسے مال حاصل ہو جائے۔ اس روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: جس وقت اسے یہ مال حاصل ہو گا اسی وقت وہ اس کی زکوٰۃ نکال دے گا(۱۲)

ج۔ مویشیوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے لیے چرنے والے مویشی ہونے کی شرط کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی نص دستیاب نہیں ہوا

۴۔ مختلف اموال اوران کے اندر واجب ہونے والی زکوٰۃ کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ سونا اور چاندی

(۱) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم اور سونے کا نصاب بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ) ہے نیز یہ کہ سونے اور چاندی میں اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حاصل شدہ مال اگر دوسو درہم تک پہنچ جائے تو اس میں پانچ درہم ہوں گے (۱۳)

(۲) اگر سونا اور چاندی زیورات کی شکل میں ہوں اور انہیں مشروع بناؤ سنگھار کے لیے استعمال کیا جاتا ہو تو ان پر زکوٰۃ کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے نووی نے المجموع کے اندر آپ سے نقل کیا ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہوتی (۱۴) جبکہ ابن قدامہ نے المغنی کے اندر آپ سے روایت کی ہے کہ عورت کے زیورات میں زکوٰۃ ہے (۱۵) ابوعبید نے الاموال کے اندر جو بات نقل کی ہے اس سے زیورات کے اندر زکوٰۃ نہ ہونے کے مسلک کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، ابوعبید نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے سوا زیورات کی زکوٰۃ کی بات کسی بھی صحابی سے ہمارے نزدیک درست نہیں (۱۶) میری رائے میں ان نقول یعنی روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے ان کے مابین درج ذیل طریقے سے تطبیق ممکن ہے زیورات اگر عورت پہنتی ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہوگی کیونکہ یہ زیورات اس کے لباس کی طرح ہوں گے اگر عورت یہ زیورات پہنتی نہ ہو بلکہ ان کا ذخیرہ کر رکھا ہو یا یہ ان زیورات سے زائد ہوں جو عام طور پر عورتیں پہنتی ہیں تو ایسے زیورات میں زکوٰۃ ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول دونوں اقوال کو ان ہی دو حالتوں میں سے کسی نہ کسی حالت پر محمول کیا جائے گا۔

(۳) دیون کے بارے میں گفتگو پہلے گزر چکی ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا ب)

ب۔ تجارتی سامان:

ایسا سامان جو بغرض تجارت ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جس طرح نقود کے اندر واجب ہوتی ہے تاہم تاجر کے لیے اس سامان کی فروخت تک زکوٰۃ کو موخر رکھنا جائز ہوتا ہے [۱۷] اگرچہ زکوٰۃ نکالنے میں تعجیل افضل ہے۔ اموال تجارت کی زکوٰۃ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر ان اموال کی فروخت تک انتظار کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں زکوٰۃ بہر حال واجب ہو جاتی ہے [۱۸] آپ سے روایت ضعیف اور شاذ ہے کہ سامانِ تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام بیہقی وغیرھما نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [۱۹]

ج۔ مویشی:

مویشیوں کی زکوٰۃ کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ البتہ ہم نے گزشتہ سطور (مادہ رکاۃ نمبر ۳ کے جز الف) میں آپ کا یہ قول نقل کر دیا ہے کہ جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں نیز کار خیر کے لیے وقف شدہ اموال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

د۔ فصل:

(۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ زمین کی ہر اس پیداوار میں زکوٰۃ کے وجوب کے قائل تھے جسے انسان کھاتا ہے مثلاً اسے اس کی اصل حالت میں ذخیرہ کر لیا جاتا ہو مثلاً گندم، جو اور بغیر چھلکے کا جو یا خشک کر کے ذخیرہ کیا جاتا ہو مثلاً خشک کھجور اور کشمش یا نچوڑ کر ذخیرہ کیا جاتا ہو مثلاً زیتون یا سرے سے ذخیرہ نہ کیا جاتا ہو مثلاً گندنا وغیرہ (یہ ایک بدبودار سبزی ہے جس کی بعض قسمیں پیاز کی طرح اور بعض لہسن کی طرح ہوتی ہیں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: گندم، جو، خشک کھجور، کشمش، زیتون، اور بغیر چھلکے کے جو میں زکوٰۃ ہے [۲۰] آپ گندنا کی زکوٰۃ بھی لیتے تھے [۲۱]

(۲) فصلوں کے لیے کوئی متعین نصاب نہیں ہے جس کا وجود زکوٰۃ کے وجوب کے لیے ضروری ہو بلکہ زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں میں خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے [۲۲]

(۳) اگر فصلوں کی آبیاری مشقت اٹھا کر کی جاتی ہو تو پیداوار کا بیسواں حصہ اور اگر مشقت کے بغیر کی

جاتی ہوتو پیداوار کا دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر وصول کیا جائے گا حضرت ابن عباسؓ بصرہ کے اندر گندنا کے مٹھوں کا دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر لیتے تھے (۲۳) آپ نے فرمایا: ''زیتون میں دسواں حصہ ہے'' (۲۴)

(۴) فصل کی کٹائی کے ساتھ ہی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ یہ بات اس قاعدے کے مطابق ہے جسے حضرت ابن عباسؓ نے اختیار کیا تھا کہ حاصل شدہ مال کی زکوٰۃ اسی دن نکالی جائے گی جس دن یہ مالک کے ہاتھ میں آیا ہو (۲۵) نیز اس طریقے کے ذریعے سورۂ انعام آیت نمبر ۱۴۱ میں مذکورہ ارشاد باری (۲۶) (و آتوا حقه یوم حصاده اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کر دو) (۲۶) پر بھی عمل ہو جائیگا۔ یہ آیت اگرچہ منسوخ ہے تاہم مقدار کا عدم تعین منسوخ ہوا ہے جب آیت زکوٰۃ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے واجب مقدار کی وضاحت فرما دی اور حق کی فوری ادائیگی کا حکم علیٰ حالہ باقی رہا۔

(۵) ایک شخص اپنی فصل کی زکوٰۃ اس وقت تک نہیں نکالے گا جب تک وہ قرض کی اس رقم کی ادائیگی نہ کرے جو اس نے اس فصل کی خاطر لی تھی۔ اس پر گفتگو (مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جزا) میں گزر چکی ہے۔

ھ۔ رکاز:

وہ مال جسے زمین کے اندر سے نکالا جائے اسے رکاز کہتے ہیں اس میں پانچواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر نکالا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کو پہلے اس بارے میں تردد لاحق تھا کہ سمندر سے برآمد شدہ اشیاء مثلاً موتی اور عنبر زمین سے برآمد شدہ اشیاء کی طرح ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے اگر عنبر میں کوئی زکوٰۃ ہے تو پھر وہ اس کا پانچواں حصہ ہے (۲۷) لیکن جلد ہی اس بات پر آپ کی رائے آکر ٹھہر گئی کہ رکاز زمین سے برآمد شدہ اشیاء کو کہتے ہیں سمندر سے برآمد شدہ اشیاء کو نہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: عنبر رکاز نہیں ہے۔ یہ تو ایک چیز ہے جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے'' (۲۸) بنابریں نہ تو عنبر کے اندر زکوٰۃ ہے اور نہ ہی سمندر سے برآمد شدہ اشیاء میں سے کسی چیز کے اندر۔ آپ نے فرمایا: عنبر میں زکوٰۃ نہیں'' ایک روایت میں ہے کہ عنبر میں پانچواں حصہ نہیں (۲۹)

۵۔ زکوٰۃ کی علی الاعلان ادائیگی:

عام قاعدہ تو یہی ہے کہ فرائض کی علی الاعلان ادائیگی میں ریا کاری نہیں ہوتی۔ یہ بات بعض دفعہ نوافل کی علانیہ ادائیگی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ فرائض ہر مسلمان کے ذمہ عائد ہوتے ہیں اور انہیں ادا کرنا اس کے لیے ضروری ہوتا ہے اس لیے علی الاعلان ادائیگی کی صورت میں کوئی ریا کاری نہیں ہوتی کیونکہ فرض ادا کرنے والا شخص اپنے ذمہ عائد شدہ حکم بجالاتا ہے اس لیے اس میں اس کا کوئی کمال نہیں ہوتا۔ لیکن نوافل کی ادائیگی کرنے والے کو کچھ فضیلت حاصل ہوتی اسی لیے بعض دفعہ اس میں ریا کاری شامل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس نے نفل کی ادائیگی اپنے فضل وشرف کے اظہار کے لیے کیا ہے۔

زکوٰۃ چونکہ فرض ہے اس لیے علی الاعلان اس کی ادائیگی جائز ہے بلکہ علانیہ ادائیگی حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک افضل ہے کیونکہ اس میں ایک طرف تو ریا کاری کا شبہ منتفی ہوتا ہے اور دوسری طرف زکوٰۃ ادا کرنے پر لوگوں کی حوصلہ افزائی کا پہلو ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: نفلی صدقہ میں پوشیدگی افضل ہے اور زکوٰۃ میں جہر (علانیہ ادائیگی) افضل ہے (۳۰)

۶۔ متوسط مال سے زکوٰۃ کی ادائیگی:

انصاف کی بات یہی ہے کہ متوسط مال کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے، گھٹیا یا عمدہ مال کے ذریعے اس کی ادائیگی نہ کی جائے تاکہ ایک طرف فقراء کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور دوسری طرف مال والا دل تنگ ہونے سے بچ جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ بھی اسی طرز عمل کے قائل ہیں کیونکہ آپ نے خود حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آنحضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو جب یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا: تم ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو کتاب والے ہیں اس لیے انہیں سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی دعوت دو جب وہ اللہ کو پہچان لیں یعنی ایمان لے آئیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر دن رات کے اندر پانچ نمازیں فرض کر دی ہیں۔ اگر وہ اس پر عمل کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کر دی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو اور ان کا عمدہ مال لینے سے پرہیز کرو (۳۱)

۷۔ زکوٰۃ کے مصارف:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں، ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا دبینا ہے)

الف۔ زکوٰۃ کو اس کے آٹھوں مصارف میں صرف کرنا: حضرت ابن عباسؓ نے زکوٰۃ کو اللہ کے بیان کردہ اس کے اٹھوں مصارف میں صرف کرنا ضروری قرار نہیں دیا لیکن یہ ضروری قرار دیا ہے کہ زکوٰۃ ان آٹھ مصارف سے باہر خرچ نہ کی جائے اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ صرف ایک صنف میں صرف کر دے تو اس کی یہ بات اس کے لیے کافی ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم زکوٰۃ ان اصناف ہی سے کسی صنف کے اندر خرچ کر دو تو تمھارے لیے یہ بات کافی ہوگی (۳۲) نیز فرمایا: زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں لگاؤ (۳۳) یعنی اللہ کے ذکر کردہ آٹھ مصارف سے تجاوز نہ کرو۔

ب۔ فقراء اور مساکین پر زکوٰۃ صرف کرنا: حضرت ابن عباسؓ نے ایک دفعہ فقراء کی تفسیر فقرائے مہاجرین سے کی اور مساکین کی تفسیر ان لوگوں سے کی جو ہجرت نہیں کر پائے تھے (۳۴) اور دوسری مرتبہ فقراء کی تفسیر ان لوگوں سے کی جو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے اپنے آپ کو بچا کے رکھتے ہیں اور مساکین کی تفسیر ان لوگوں کی جو گھوم پھر کر دوسروں سے مانگتے رہتے ہیں (۳۵)

ج۔ غلام آزاد کرنے میں زکوٰۃ صرف کرنا: حضرت ابن عباسؓ نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ ایک شخص اپنے مال زکوٰۃ سے غلام اور لونڈیاں خرید کر انہیں آزاد کر دے (۳۶) آپ فرماتے: اپنی زکوٰۃ میں سے گردنیں چھڑاؤ (۳۷) نیز فرمایا: ایک شخص اپنے مال زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج میں لگائے (۳۸)

د۔ اللہ کی راہ میں اسے صرف کرنا: اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد

ہے لیکن حضرت عباسؓ نے اس کے اندر حج کو داخل کیا ہے کیونکہ یہ روایت موجود ہے کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی فی سبیل اللہ کر دی، اس کی بیوی نے حج کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: تم اس اونٹنی پر سواری کرو کیونکہ حج بھی فی سبیل اللہ ہے'' چونکہ حج فی سبیل اللہ ہے اس لیے حضرت ابن عباسؓ حج کے اندر مال زکوٰۃ صرف کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں (۳۹) یعنی آپ اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ زکوٰۃ نکالنے والا زکوٰۃ کی رقم کسی مسلمان کو دیدے تا کہ وہ اس کے ذریعے حج ادا کرے۔ آپ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ ''وہ اپنے مال زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور اسے حج میں دے''

ھ۔ مسافر پر اسے صرف کرنا: اس سے مراد وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے پاس آ کر قیام کرتا ہے (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کا جزب)

۸۔ ایک انسان پر مال زکوٰۃ صرف کرنے کی شرائط:

جس شخص کو زکوٰۃ کا مال حوالہ کیا جائے اس کے اندر درج ذیل شرائط ہونی چاہیں

الف۔ وہ اللہ کے ذکر کردہ آٹھ اصناف میں سے کوئی صنف ہو

ب۔ وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جو زکوٰۃ نکالنے والے کے عیال میں داخل ہوں اگر وہ اس کے عیال میں داخل ہو مثلاً اس کی بیوی اس کا بیٹا یا اس کا باپ تو ایسی صورت میں اسے زکوٰۃ کا مال حوالہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر درج بالا دونوں شرطیں کسی انسان کے اندر موجود ہوں تو اسے زکوٰۃ حوالے کرنا جائز ہوگا خواہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم اپنی زکوٰۃ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیدو تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ رشتہ دار تمھارے عیال میں داخل نہ ہوں (۴۰)

ج۔ زکوٰۃ لینے والے کے مسلمان ہونے اور کمانے سے عاجز ہو جانے کی شرطیں سنت سے ثابت ہیں۔ ان شرطوں کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ سنت سے ان دونوں کے ثابت شدہ ہونے کی بنا پر شاید آپ نے ان پر اظہار رائے نہیں کیا۔

۹۔ زکوٰۃ ظالم اور جابر حکمرانوں کے حوالے کرنا:

اصل بات تو یہ ہے کہ زکوٰۃ حکومت کے حوالے کی جائے [۴۱] کیونکہ حکومت ہی محتاجوں میں زکوٰۃ تقسیم کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ لیکن اگر حکومت ظلم اور جبر پر اتر آئے اور زکوٰۃ کو اس کے مستحقین تک نہ پہنچائے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ حکومت کے حوالے کر دینا جائز نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ان لوگوں کو زکوٰۃ حوالے نہ کرو جو اس کے اندر ظلم و جور سے کام لیں [۴۱ب] کیونکہ ایسی صورت میں محتاجوں کا حق مارا جائے گا۔ جب صورت حال اس طرح ہو تو پھر زکوٰۃ نکالنے والا خود اسے اس کے مستحقین پر بلا واسطہ صرف کرے گا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے اس بات کی رخصت دیتے ہیں کہ میں اپنی زکوٰۃ خود اس کے مصارف میں صرف کر دوں یا اسے حکمرانوں کے حوالے کر دوں؟ عطاء نے جواب میں کہا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر تم خود اپنی زکوٰۃ اس کے مصارف میں صرف کر دو بشرطیکہ اسے تمھارے عیال میں داخل کسی شخص کے حوالے نہ کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے عطاء نے مزید کہا کہ میں نے آپ کی زبان سے یہ بات بار بار سنی ہے [۴۲] آپ نے فرمایا: زکوٰۃ اس کے مصارف میں صرف کرو [۴۳]

۱۰۔ زکوٰۃ کا اس کے نکالنے والے کی ملکیت میں کسی سبب کی بنا پر واپس آ جانا:

اگر ایک مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کر اسے مستحق کے حوالے کر دے تو اس کے لیے اس مستحق سے زکوٰۃ خرید لینا جائز ہوگا اسی طرح یہ بھی جائز ہوگا کہ وہ اپنی ادا شدہ زکوٰۃ ہبہ کے طور پر اس سے قبول کر لے یا وراثت کے تحت اس کا مالک بن جائے یا کوئی اور صورت ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم اپنا دیا ہوا صدقہ خرید لو، یا یہ صدقہ تمھیں لوٹا دیا جائے یا تم اس کے وارث بن جاؤ تو یہ تمھارے لیے حلال ہو جائے گا [۴۴]

زکاۃ الفطر (صدقۂ فطر)

۱۔ تعریف: صدقۂ فطر یہ ہے کہ مال دار آدمی نیت کے ساتھ اپنے عیال کے ہر فرد کی طرف سے اپنے مال کا ایک متعین حصہ زکوٰۃ کے مصارف میں صرف ہونے کے لیے ادا کر دے۔

۲۔ اس کا حکم: صدقہ فطر واجب ہے۔ حسن بصری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بصرہ کے منبر پر رمضان کے آخر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو' لوگوں کو شاید اس مسئلے کا علم نہیں تھا، چنانچہ آپ نے فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے جو افراد موجود ہیں وہ اٹھیں اور اپنے بھائیوں کو اس کے متعلق بتائیں کیونکہ یہ لوگ یہ مسئلہ نہیں جانتے'' آپ نے مزید فرمایا: حضور ﷺ نے یہ صدقہ تم پر فرض کیا ہے یعنی خرما یا جو میں سے ایک صاع (پیمانے کا نام جس کی مقدار تقریباً ساڑھے تین سیر ہے) یا گندم میں سے نصف صاع، یہ صدقہ ہر ایک پر فرض ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، نابالغ ہو یا بالغ (۴۵)

۳۔ اس کی مقدار: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کا اس امر میں اتفاق ہے کہ ہر فرد کی طرف سے صدقہ فطر جو یا خرما یا کشمش یا بغیر چھلکے والے جو کا ایک ایک صاع ہے لیکن گندم کی مقدار کے بارے میں منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس کی مقدار بھی ایک صاع ہے (۴۶) دوسری روایت کے مطابق نصف صاع یعنی دو مد (تقریباً پونے دو سیر) ہے آپ نے فرمایا: ایک صاع خرما: نصف صاع طعام (یعنی گندم) صدقہ فطر ہے (۴۷) بصرہ میں آپ نے جو خطبہ دیا تھا اس میں یہ نص ہے کہ گندم کی واجب مقدار نصف صاع ہے

۴۔ صدقہ فطر کن افراد کی طرف سے نکالنا واجب ہے؟

صدقہ فطر ان افراد کی طرف سے نکالنا واجب ہے جن کی کفالت صدقہ فطر نکالنے والا کرتا ہو مثلاً اولاد، اور غلام ولونڈیاں نیز ان افراد کی طرف سے بھی جو اس کے عیال میں شامل ہوں خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، نابالغ ہوں یا بالغ حضرت ابن عباس نے فرمایا'' صدقہ فطر ہر فرد پر واجب ہے خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا نابالغ، جو شخص کشمش دے گا قبول کر لیا جائے گا، جو شخص خرما (خشک کھجوریں) دے گا قبول کر لیا جائے گا جو شخص جو دے گا قبول کر لیا جائے گا جو شخص بغیر چھلکے والا جو دے گا قبول کر لیا جائے گا، ہر ایک کا ایک ایک صاع (۴۸) نیز فرمایا: ایک شخص اپنے مکاتب غلام اور اپنے مملوک کی طرف سے صدقہ فطر نکالے گا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی (۴۸ ب)

۵۔ صدقہ فطر نکالنے کا وقت: صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے نکالا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر نکالنے سے قبل کچھ کھا پی لیا جائے اور کھائے

پہنے بغیر عید گاہ کی طرف نہ نکلا جائے [۴۹]

زلزلۃ (زلزلہ)

۱۔ ارضی جھٹکوں کو زلزلہ کہتے ہیں

۲۔ صلوۃ زلزلہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۹)

زمزم (چاہِ زمزم)

۱۔ زمزم ایک مشہور کنویں کا نام ہے جس کا پانی کعبہ شریف کے اردگرد زمین سے پھوٹ کر اس کنویں میں آتا ہے۔

۲۔ زمزم کا پانی پینے کے آداب: حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں زمزم کا پانی پینے کے چھ آداب ہیں، قبلہ رخ ہونا، بسم اللہ پڑھنا، تین گھونٹ کر کے پینا، پیٹ بھر کر پینا، پینے کے بعد حمد باری کرنا اور اس کے بعد دعا مانگنا، آپ نے آنے والے ایک شخص سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو، اس کے جواب دیا کہ زمزم کا پانی پی کر آرہا ہوں، آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے پانی مناسب طریقے سے پیا ہے اس نے پوچھا کہ مناسب طریقہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ زمزم پینے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ تمھارا رخ قبلے کی طرف ہو، تم بسم اللہ پڑھو، پھر تین سانسوں میں پیو اور جب فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی حمد وثنا کرو۔ اور پیٹ بھر کر پیو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ”ہمارے اور منافقین کے درمیان امتیازی نشان یہ ہے کہ وہ زمزم کا پانی پیٹ بھر کر نہیں پیتے“ [۵۰] زمزم پینے کے بعد دعا کا جہاں تک تعلق ہے تو حضرت ابن عباسؓ یہ دعا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے مفید علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں [۵۱]

۳۔ ظاہری اور معنوی نجاستوں کے ازالہ کے لیے زمزم کا پانی استعمال نہ کیا جائے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲)

زنا (زناکاری)

۱۔ تعریف: کسی مکلف شخص کا حرام فرج میں جو ملکیت اور ملکیت کے شبہ سے خالی ہو جنسی عمل کرنا زنا

کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ زنا کاری سے بچاؤ کا ذریعہ: عورتوں کے ساتھ اختلاط زنا کاری کا قوی ترین سبب ہے۔ بنا بریں ان کے ساتھ اختلاط کے اندر نیست و نابود کر دینے والا خطرہ موجود ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کا کفر صرف عورتوں کی وجہ سے تھا اور اب باقی رہ جانے والوں کا کفر بھی عورتوں ہی کی وجہ سے ہے (۵۲) نکاح ہی وہ مضبوط حصار ہے جو انسان کو زنا کاری سے بچا لیتا ہے اس لیے کہ ازدواجی زندگی کی صورت میں انسان کو اپنی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لیے مشروع اور جائز طریقہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ اگر وہ اس کے باوجود زنا کاری کی طرف بڑھے گا تو اس کی یہ بات شیطان کی انگیخت اور نفسانی خواہشات کی پیروی کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی اس لیے کہ اس کی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی بیوی موجود ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ اپنے غلاموں کو نکاح کی پیشکش کرتے ہوئے فرماتے تم میں سے جو شخص جنسی میلان رکھتا ہو ہم اس کا نکاح کیے دیتے ہیں۔ تم میں سے جو شخص بھی زنا کرے گا اللہ اس کا نور ایمان چھین لے گا، پھر اگر چاہے گا تو یہ نور ایمان اسے واپس کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے روک رکھے گا: (۵۳)

۳۔ زنا کا عورت اور زنا کار مرد

الف۔ زنا کے لفظ کا اطلاق صرف اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب ایک مرد کسی عورت کے ساتھ اپنا منہ کالا کرے اور بدکاری کا مرتکب بن جائے۔ لیکن اگر یہ فعل بد ہم جنسیت کی شکل میں ہو تو اس پر لفظ زنا کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اسے لواطت کہیں گے (دیکھئے مادہ دبر نمبر ۳ کا جزب) اگر کوئی شخص کسی جانور کے ساتھ یہ فعل بد کرے تو اسے بھی زنا کاری نہیں کہیں گے بلکہ اسے جانور کے ساتھ جنسی عمل کا نام دیں گے (دیکھئے مادہ حیوان نمبر ۱)

ب۔ مملوک کی زنا کاری: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ غلام اگر شادی شدہ نہ ہو اور وہ زنا کا مرتکب ہو جائے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس صورت میں اسے صرف پچاس کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: لونڈی پر اس وقت تک حد زنا جاری نہیں ہوگی

جب تک وہ قید نکاح میں آ کر محفوظ نہ ہوگئی ہو۔ ایسی صورت میں اسے نصف حد لگے گی کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے(فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنات من العذاب اگر وہ قید نکاح میں آ کر محفوظ ہو جائیں اور پھر کسی بدچلنی کا ارتکاب کریں تو انہیں خاندانی عورتوں کو دی جانے والی سزا کی آدھی سزا دی جائے گی)(۵۴)

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ لونڈی کا آقا جس کے لیے چاہے اس کے فرج کی اباحت کر سکتا ہے، اس اباحت کی بنا پر لونڈی کو زانیہ شمار نہیں کیا جائے گا، اس رائے کے اندر عطاء ابن ابی رباح کے سوا کسی نے بھی حضرت ابن عباسؓ کا ساتھ نہیں دیا۔ اس پر (مادہ تسری نمبر ۲ کے جز الف کے جز ۲ کے تحت) گفتگو ہو چکی ہے۔

ج۔ ذمی کی زنا کاری: ہم نے (مادہ حد نمبر ۴ کے جز ب) میں کہا تھا کہ حضرت ابن عباسؓ حدود کو اللہ کا حق قرار دیتے تھے جب کہ حقوق اللہ صرف اہل ایمان پر عائد ہوتے ہیں۔ کافروں کو حقوق العباد کا پابند بنا دیا جاتا ہے بنا بریں آپ کی رائے تھی کہ کافر پر کوئی بھی حد جاری نہیں ہوگی اس میں حد زنا بھی شامل ہے۔ البتہ اسے عبرت ناک سزا دی جائے گی۔

د۔ محرم خواتین کے ساتھ زنا کاری: اگرچہ زنا کاری کا فعل بدفی نفسہ ایک بڑا جرم ہے لیکن جب محرم خواتین کے ساتھ اس فعل بد کا ارتکاب کیا جائے تو جرم کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی اس کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہے خواہ زانی غیر محصن ہو یا محصن آپ نے فرمایا: جو شخص محرم خاتون کے ساتھ فعل بد کرے اسے قتل کر دو(۵۵)

۴۔ زنا کاری کا اثبات:

درج ذیل تین باتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ زنا کا اثبات ہو جاتا ہے

الف۔ اقرار: اس کے بارے میں اگرچہ ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا تاہم اس مسئلے پر سب کا اجماع ہے۔ حضور ﷺ نے ماعز نیز غامدیہ (قبیلہ غامد سے تعلق رکھنے والی ایک عورت) کے اقرار کی بنا پر انہیں سنگسار کرا دیا تھا۔

ب۔ گواہی: زنا کے اثبات کے لیے گواہی کا نصاف چار مرد ہیں کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد

باری ہے(واللاتی یاتین الفاحشة من نساء کم فاستشھدو اعلیھن اربعة منکم اور تمھاری جو عورتیں بدچلنی کا ارتکاب کریں ان پر اپنوں میں سے چار افراد کو گواہ بنالو) بشرطیکہ مدعی یعنی شوہران میں سے ایک نہ ہو۔ اگر شوہر بھی ایک گواہ ہو اور اس کے علاوہ چار گواہوں کی تعداد پوری نہ ہو تو اس صورت میں مذکورہ عورت پر حد زنا جاری نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس عورت کے بارے میں جس کی بدکاری کا چوتھا گواہ اس کا شوہر تھا فرمایا: اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کا شوہر اس کے ساتھ لعان کرے گا[۵۶] (دیکھئے مادہ شھادہ نمبر ۵ کا جزب)

ج۔ پیٹ ہو جانا: اگر غیر شادی شدہ عورت کا یا ایسی لونڈی کا پیٹ ہو جائے جس کے ساتھ اس کے آقا نے ہمبستری نہ کی ہو تو یہ بات زنا کاری کی دلیل سمجھی جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت اپنی شادی کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں ایک مکمل اور زندہ بچے کو جنم دیدے تو یہ بات بھی زنا کاری کی دلیل قرار پائے گی (دیکھئے مادہ حمل نمبر ۲ کا جز الف)

۵۔ زنا کاری کے اثرات:

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک زنا کاری پر اثرات کا ایک مجموعہ مترتب ہوتا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے

الف۔ زانی کے دل سے نور ایمان کا چھن جانا: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص زنا کرے گا اللہ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال دے گا پھر اگر وہ اسے واپس کرنا چاہے گا کر دے گا اور اگر روک لینا چاہے گا روک لے گا[۵۷] حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ بندہ جب زنا کاری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا جب شراب پیتا ہے تو مومن نہیں ہوتا اور جب چوری کرتا ہے تو مومن نہیں ہوتا عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے استفسار کیا کہ اس سے ایمان کس طرح نکال لیا جاتا ہے آپ نے جواب کے طور پر اپنی انگلیاں آپس میں پیوست کرلیں اور پھر انہیں نکال لیں اور فرمایا: اس طرح، پھر جب وہ توبہ کر لیتا ہے تو ایمان اس طرح واپس آجاتا ہے'' یہ کہہ آپ نے انگلیاں دوبارہ پیوست کرلیں[۵۸]

ب۔ نکاح کی ابتدا کی ممانعت نہ کہ نکاح کے استمرار کی:

(۱) زنا کاری نکاح کی ابتداء کے لیے مانع ہو جاتی ہے اس پر گفتگو کرنے کے لیے دو حالتوں کے درمیان فرق واضح کر دینا ضروری ہے

پہلی حالت یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے ناجائز تعلقات قائم کر کے اسے اپنے لیے مخصوص کرے، اور عورت صرف اس کے ساتھ بدکاری کرتی رہے اور کسی دوسرے کے ساتھ منہ کالا نہ کرے، پھر مرد اس کے ساتھ نکاح کر لینا چاہیے تاکہ اپنے ناجائز تعلقات کو جائز شکل دیدے، حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایسا کر لینا جائز ہے اور اس میں کوئی آلودگی نہیں ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا: اس کا ابتدائی معاملہ بدکاری پر مبنی ہوگا اور اس کا آخر نکاح قرار پائے گا''(۵۹)، ایک مرتبہ فرمایا ''اگر دونوں توبہ کر لیں تو مرد اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے (۶۰) ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا آپس میں نکاح ہی ان کی توبہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ بدکاری کرتا رہے اور پھر اس کے ساتھ نکاح کر لے تو کیا ہوگا؟ آپ نے جواب میں سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۵ تلاوت فرمائی (وهو الذى يقبل التوبة عن عباده ويعفوا عن السيئات اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور ان کے گناہ معاف کرتا ہے) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں ایک عورت کے پاس آتا جاتا اور اس کے ساتھ حرام کاری کرتا تھا پھر اللہ نے مجھے توبہ کرنے کی توفیق بخشی اب میں اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا کہ زانی صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس مسئلے میں یہ بات درست نہیں ہے، تم اس عورت کے ساتھ نکاح کر لو، اگر اس میں کوئی گناہ ہے تو اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں (۶۱)

حضرت ابن عباسؓ اس شخص کو جو ایک عورت کے ساتھ بدکاری کرتا رہے اور پھر اس سے نکاح کر لے ایسے شخص کے مشابہ قرار دیتے تھے جو باغ سے انگور چرالے اور پھر وہی انگور خرید لے المغنی کے اندر ذکر ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ جس عورت کے ساتھ کوئی شخص زنا کرتا رہے اور پھر وہی اس سے نکاح کر لے تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: جائز ہوگا، اگر ایک شخص باغ سے انگور چرالے اور پھر اسے خرید لے تو تمہارے خیال میں کیا یہ جائز نہ ہوگا: (۶۲)

دوسری حالت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کاری کرتا رہے اور کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح کر لینا چاہیے یا ایک عورت کے ساتھ کئی مرد بدکاری کرتے ہوں اور ان میں سے ایک زانی اس کے

ساتھ نکاح کرنا چاہے۔ ان صورتوں کے اندر دو شرطوں کے بغیر اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوگا پہلی شرط یہ ہے کہ عورت زنا کاری ترک کر کے اس سے تائب ہو جائے دوسری شرط یہ ہے کہ عورت ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کر لے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے [۶۳] یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے سورۂ نور آیت نمبر ۳ (**الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحها الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المومنین** زانی صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے اور زانیہ کے ساتھ صرف زانی یا مشرک نکاح کرتا ہے، یہ بات اہل ایمان پر حرام کر دی گئی ہے) کی تفسیر میں فرماتے یہ نکاح نہیں ہے بلکہ یہ جماع یعنی ہمبستری ہے۔ زانیہ کے ساتھ صرف زانی یا مشرک بدکاری کرتا ہے اور اللہ نے مومنوں پر زنا کاری حرام کر دی ہے [۶۴] نیز فرمایا: یہ ان دونوں کے درمیان عائد ہونے والا حکم ہے (۶۵)

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ زانیہ کے ساتھ صرف زنا کار مرد نکاح کرے گا۔ عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ زمزم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی بڑی نادم ہے اس کے خیال میں اس سے بدکاری کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس نے بہت برا کیا اگر تم بھی وہی کام کرتے رہے جس کا اس نے اپنے بارے میں اقرار کیا ہے یعنی زنا کاری کا تو اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھو اور اگر تم یہ کام نہیں کرتے رہے تو اس کا راستہ چھوڑ دو [۶۶] یعنی اسے اپنی زوجیت سے خارج کر دو

(۲) بدکاری نکاح کے استمرار کے لیے مانع نہیں ہے، اگر زوجین میں سے کوئی زنا کا ارتکاب کر لے تو اس سے بالاتفاق نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ اور یہ بات شوہر کے لیے اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے میں مانع نہیں بنتی شوہر یا کسی اور کے نطفے سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب شوہر کے ساتھ ملحق ہو جائے گا کیونکہ اس بچے کی پیدائش شوہر کے فراش پر یعنی اس کی اپنی بیوی کے بطن سے ہوئی ہے الا یہ کہ شوہر مذکورہ بچے کی نسب کی نفی کر دے اور بیوی کی زنا کاری پر گواہی پیش کر دے یا اس کے ساتھ لعان کرے۔ ان صورتوں میں بچے کا نسب شوہر کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا اسی طرح اگر لونڈی بدکاری کی مرتکب ہو جائے تو یہ بات اس کے ساتھ اس کے آقا کی ہمبستری کے لیے مانع نہیں بنے گی۔ اس کا ذکر (مادہ تسری نمبر ۲ کے جز الف کے جز ۶ میں) گزر چکا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن

عباسؓ نے اپنی اس لونڈی سے ہمبستری کر لی تھی جس سے زنا کا ارتکاب ہو گیا تھا اور فرمایا تھا کہ ''یہ لونڈی شہوت رانی پر اتر آئی تھی میں نے اسے محفوظ کر دیا ہے'' جب آپ سے کہا گیا کہ لونڈی نے بدکاری کی اور اس کے باوجود آپ نے اس سے ہمبستری کر لی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: تمھاری ماں مرے! یہ لونڈی میری ملکیت اور زرخرید ہے (۶۷)

زوجین میں سے کوئی ایک خواہ دوسرے کے کسی محرم کے ساتھ کیوں نہ منھ کالا کرے اس سے نکاح کے استمرار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا مثلاً اگر داماد اپنی ساس کے ساتھ بدکاری کر لے تو اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی۔ اگلے پیرے میں اس کا ذکر آئے گا

ج۔ زنا کاری کی بنا پر حرمت مصاہرت کا ثبوت: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کاری کر لے تو دونوں کے درمیان حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ یعنی زانی پر زانیہ کی اصل اور اس کی فرع حرام ہو جائے گی سوائے ان عورتوں کے جن کے ساتھ اس کا ازدواجی تعلق قائم ہو یعنی دخول ہو چکا ہو۔ زانیہ کی اصل اور فرع میں سے جن عورتوں کے ساتھ اس کا مذکورہ تعلق قائم نہ ہو وہ اس پر حرام ہو جائیں گی۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی ساس کے ساتھ بدکاری کی تھی یعنی اس کی بیٹی سے میری شادی ہونے سے پہلے آپ نے جواب دیا کہ تمھاری بیوی تم پر حرام ہو گئی۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس نے اس وقت پوچھا تھا جب اس کی بیوی اس کے نطفے سے سات بچوں کو جنم دے چکی تھی اور ہر بچہ جوان ہو کر اسلحہ استعمال کرنے کے قابل ہو گیا تھا (۶۸) غرض حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک درج بالا شرائط کے تحت حرام ہمبستری حلال کو حرام کر دیتی ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی کی محارم میں سے کسی کے ساتھ بدکاری کرے مثلاً ساس یا سالی کے ساتھ جب کہ بیوی کے ساتھ اس کا دخول (تعلق زن وشو قائم) ہو چکا ہو تو یہ زنا کاری اس پر اس کی بیوی کو حرام نہیں کرے گی اور ان کا نکاح بحالہ باقی رہے گا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ دخول کے بعد اپنی ساس کے ساتھ منہ کالا کر لیا آپ نے فرمایا: اس نے دو حرمتوں کو روند ڈالا ہے تاہم اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی حرام فعل حلال فعل کو حرام نہیں کرتا (۶۹) ایک شخص نے اپنی سالی کے ساتھ منہ کالا کر لیا آپ نے فرمایا: اس نے ایک حرمت کو پامال کرتے ہوئے دوسری حرمت کی طرف قدم بڑھایا، اس پر اس کی بیوی حرام نہیں

ہوئی [۷۰]

د۔ ولد زنا:

(۱) حضرت ابن عباسؓ معاشرتی پہلو سے یہ رائے رکھتے تھے کہ زنا کاری کے جرم کا نتیجہ دنیا کے اندر ولد زنا کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ زانی اور زانیہ تو توبہ کر لیتے ہیں اور اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے لیکن ولد زنا کی گردن پر ایک ایسے جرم کے عار کا بوجھ لدا رہتا ہے جس کے اندر اس کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہ بن باپ دنیا میں زندگی گزارتا ہے اور لوگوں کے ساتھ لین دین کے دوران اس کے نام کا ذکر ہوتا ہے لیکن اس کے نسب کا ذکر نہیں ہوتا۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: تینوں افراد (زانی، زانیہ اور ولد زنا) میں ولد زنا بدترین ہوتا ہے کیونکہ اس کے ماں باپ توبہ کر کے اپنی گردن چھڑا لیتے ہیں [۷۱]

(۲) مذہبی پہلو سے ولد زنا باقیماندہ دیگر انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ وہ دیگر لوگوں کی طرح دنیاوی امور سرانجام دے سکتا اور حکومت کے عہدوں میں ترقی کر سکتا ہے۔ وہ قاضی بن سکتا ہے اور شہروں کا حاکم اور لشکروں کا سالار ہو سکتا ہے۔ قاضی کی عدالت میں ہر معاملے کے اندر اس کی گواہی قابل قبول ہوتی ہے حتیٰ کہ زنا کے معاملہ میں بھی جس کا وہ خود ثمرہ ہے [۷۲] اگر وہ مملوک ہو تو دیگر غلاموں کی طرح اسے تقرب الٰہی کی خاطر اور کفارات میں آزاد کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک غلام ولد حرام ہے اور دوسرا ولد حلال ہے ان میں سے کسے آزاد کیا جائے؟ آپ نے جواب دیا کہ جا کر دیکھو ان میں سے ثمن کے اعتبار سے کون بڑھ کر ہے، لوگوں نے جب پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ ولد زنا غلام ثمن کے اعتبار سے ایک دینار زیادہ ہے آپ نے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا [۷۳] ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عباسؓ نے اپنی بیماری کے دوران اپنے کچھ غلام آزاد کر دئے حضرت ابن عباسؓ نے ان میں سے دو غلاموں کو غلامی میں واپس کر دیا، ان کے متعلق لوگوں کی رائے تھی کہ ولد زنا ہیں [۷۴] اس روایت کے اندر یہ احتمال ہے کہ آپ کی پہلے یہی رائے تھی کہ ولد زنا غلام آزاد نہیں کیا جا سکتا پھر آپ نے اس رائے سے رجوع کر لیا

(۳) ولدزنا کا نسب اس کی ماں کے ساتھ ملحق ہوگا باپ کے ساتھ نہیں اس پر سب کا اجماع ہے۔ اگر وہ مرجائے تو اس کی ماں اور ماں کے عصبات اس کے وارث ہوں گے باپ اور باپ کے عصبات اس کے وارث نہیں ہوں گے۔

زنا کاری کی سزا:

(۱) اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ اگر زانی آزاد اور محصن ہو (دیکھئے مادہ احصان) تو اسے سنگسار کر دیا جائے گا اور اگر محصن نہ ہو تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو اور اگر چار آدمی گواہی دیدیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے) یہ آیت منسوخ ہوچکی ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: عورت اگر زنا کی مرتکب ہوجاتی تو اسے گھر میں بند کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ مرجاتی پھر اللہ نے سورۂ نور کی آیت نمبر ۲ نازل فرمائی (**الزانیۃ والزانی فاجلد وا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ** زنا کار عورت اور زنا کار مرد ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ) اگر دونوں محصن ہوں تو انہیں سنگسار کر دیا جائے گا یہی وہ راستہ ہے جو اللہ نے ان دونوں کے لیے نکالا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: قول باری (**واللذ ان یاتیانھا منکم فاذوھما** تم میں سے جو دو افراد یہ جرم کریں انہیں تکلیفیں دو) پر اس طرح عمل ہوتا کہ اگر کوئی مرد زنا کاری کا مرتکب ہوتا تو اسے عار دلا دلا کر ذہنی اذیت پہنچائی جاتی اور جوتے لگائے جاتے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (**الزانیۃ والزانی فاجلد و اکل واحد منھما مائۃ جلدۃ**) اگر یہ دونوں محصن ہوں تو حضور ﷺ کی سنت کے تحت انہیں رجم کر دیا جائے گا (۷۵)

(۲) کوڑے لگانے کے بعد جلا وطن کر دینے کے بارے میں صحابہ کرام کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے جو شخص زنا کرے اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور چھوڑ دیا جائے گا (۷۶) ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اسے جلا وطن نہیں کیا جائے گا یا یہ مراد ہے کہ کوڑے لگانے کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے گا اور قید نہیں کیا جائے گا

(۳) محصن زانی پر رجم اور کوڑوں کو یکجا کر دینے کا معاملہ بھی مختلف فیہ ہے شوکانی نے کہا ہے کہ آل رسول ﷺ کا مسلک یہ ہے کہ محصن زانی کو دونوں سزائیں دی جائیں گی (۷۷) ابن قدامہ اور دیگر حضرات نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ محصن زانی کو پہلے کوڑے لگائے جائیں گے اور پھر رجم کر دیا جائے گا (۷۸)

(۴) حضرت ابن عباسؓ اس مسئلے میں تنہا ہیں کہ مملوک اگر شادی شدہ نہ ہو تو اس پر بھی حد زنا قائم نہیں کی جائے گی اور اگر شادی شدہ ہو اور پھر بدکاری کر لے تو اسے آزاد شخص کو لگنے والے کوڑوں کا نصف لگایا جائے گا یعنی پچاس کوڑے یہ بات (مادہ حد نمبر۴ کے جزج) اور (مادہ زنا نمبر۳ کے جزب میں) گزر چکی ہے اس بارے میں مکاتب کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو مملوک کے ساتھ کیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ حد نمبر۴ کا جزد) نیز (مادہ رق نمبر۲ کے جزب کا جز ۸)

(۵) زنا کی سزا علی الاعلان دی جائے کیونکہ سورۂ نور آیت نمبر۲ میں ارشاد باری ہے (ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین اور ان کی سزا کا اہل ایمان کا ایک گروہ مشاہدہ کرے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایک مرد یا اس سے زائد ایک گروہ ہے (۷۹) (دیکھئے مادہ حد)

و۔ زانیہ کی اجرت حرام ہے (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جزج)

زندقۃ (زندیق یعنی لادین ہونا)

۱۔ تعریف: تمام ادیان سے برات کا اظہار زندقہ کہلاتا ہے

۲۔ اس کی سزا: اگر کوئی مسلمان زندیق بن جائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ کو اطلاع ملی کہ حضرت علیؓ نے کچھ زندیقوں کو پکڑ کر آگ میں جلا دیا ہے آپ نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو میں اللہ کی سزا (آگ کی سزا) انہیں نہ دیتا، اگر میں ہوتا تو انہیں قتل کر دیتا کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو (۸۰) (دیکھئے مادہ احراق)

زوج (شوہر)

نکاح کے اندر شوہر کے لیے شرطیں اور شوہر کے احکام (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴) طلاق شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۳ کا جز الف) بیوی کی میراث میں شوہر کا حق (دیکھئے مادہ ارث نمبر۵ کا جز ج) بیوی کا جنازہ پڑھانے کا شوہر بیوی کے ولی سے بڑھ کر حق دار ہوتا ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۱۸ کا جز ج) بیوی کے لیے شوہر کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر۵ کا جز ب) بیوی کے مال سے شوہر تبرع کے طور کچھ نہیں دے سکتا (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴ کا جز الف) اپنی بیویوں کے درمیان عدل قائم کرنا واجب ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۱۰ کا جز الف)

زوجۃ (بیوی)

شوہر کے مال سے بیوی کا تبرع (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴ کا جز الف)
میراث کے اندر بیوی کا حق (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کا جز د)
بیوی کو طلاق دینا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۵)
بیوی پر زنا کی تہمت لگانا (دیکھئے مادہ قذف نمبر۲ کا جز الف) نیز (مادہ لعان)
شوہر کا مال چرا لینا (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر۳ کا جز ھ)
شادی شدہ لونڈی سے تسری کرنا (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲)
شادی شدہ عورت سے نکاح (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کے جز ب کے جز۲ کا جز الف)
شوہر پر اس کی بیوی کو حرام کر دینے والے امور (دیکھئے مادہ زنا نمبر۵ کا جز ج) نیز (مادہ طلاق نمبر۶ کا جز ھ)

زینۃ (بناؤ سنگھار)

۱۔ تعریف: زینت بناؤ سنگھار کے سامان کو کہتے ہیں لیکن فقہاء اس لفظ سے تزین و تجمل یعنی بناؤ سنگھار مراد لیتے ہیں۔

۲۔ زینت کا حکم

الف۔ مشروع طریقے سے اور مشروع مقصد کی خاطر تزین سنت ہے یہ مردوں کی نسبت عورتوں کے لیے زیادہ ضروری ہے حضرت ابن عباسؓ تزین کے بڑے دلدادہ تھے آپ فرماتے میں اپنی بیوی کی خاطر تزین پسند کرتا ہوں جس طرح مجھے یہ پسند ہے کہ بیوی میری خاطر بناؤ سنگھار کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸ میں فرماتا ہے (ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف عورتوں کے لیے معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں) اور میں پسند نہیں کرتا کہ بیوی پر میرا جو حق ہے اسے پورا پورا وصول نہ کرلوں کیونکہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (وللرجال علیهن درجة البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے)[(۸۱)]

ب۔ عدت وفات گزارنے والی عورت پر تزین حرام ہے (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۵ کے جزد کا جز ۴) نیز اس وقت بھی حرام ہے جب اس کا مقصد مردوں کے سامنے بن ٹھن کر آنا ہو کیونکہ ارشاد باری ہے (غیر متبرجات بزینة اور اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش کرنے والی نہ ہوں)

۳۔ عورت کے لیے اپنا کون سا تزین ظاہر کرنا جائز ہے؟

تزین کی دو قسمیں ہیں

الف۔ ظاہری تزین: یہ تزین ان اعضاء پر ہوتا ہے جنہیں گھر میں آنے والے غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا عورت کے لیے جائز ہے۔ یہ اعضاء چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔ سورۂ نور آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد باری ہے (ولا یبدین زینتهن الا ماظهر منها اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو زینت از خود ظاہر ہو جائے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ظاہر ہو جانے والی زینت وہ ہے جو چہرے اور ہتھیلیوں پر ہو[(۸۲)] اس تزین کی یہ صورتیں ہیں مثلاً آنکھوں میں سرمہ ہتھیلیوں میں مہندی اور انگوٹھی اور اسی طرح کی دیگر اشیاء بیہقی نے درج بالا آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ظاہر ہو جانے والی زنیت چہرہ آنکھوں میں سرمہ ہتھیلی کی مہندی اور انگوٹھی اس طرح کی زینت کا اظہار عورت اپنے گھر آنے والے غیر مردوں کے سامنے کر سکتی ہے[(۸۳)] تنویر المقیاس کے اندر حضرت ابن عباسؓ کی تفسیریں جمع کرنے والے صاحب فیروز آبادی نے یہ کہہ کر بڑی دور کی کوڑی لائی ہے کہ قول باری (الا ما ظهر منها) سے مراد یہ عورت کے وہ کپڑے

جو دوسروں کے سامنے ظاہر ہو جائیں (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کا جز د)

ب۔ باطنی تزین یہ تزین ان اعضاء پر ہوتا ہے جنہیں گھر میں آنے والے غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا عورت کے لیے جائز نہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایسا تزین جو ان اعضاء پر ہو جنہیں عورت اپنے محارم مثلاً باپ، بھائی، بیٹے وغیرہ کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔ یہ اعضاء کان، گردن اور کلائیاں ہیں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مذکورہ اعضاء ان اعضاء کے متصل واقع ہیں جنہیں گھر میں آنے والے غیر مردوں کے سامنے کھلا رکھنا عورت کے لیے جائز ہے۔ سورۂ نور آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے (وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے! شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: عورت مذکورہ بالا لوگوں کے سامنے اپنی جس زینت کو ظاہر کرے گی وہ یہ ہے اپنی دونوں بالیاں، گلے کا ہار اور اپنے کنگن (۸۴)

(۲) مذکورہ بالا اعضاء کے سوا دیگر اعضاء پر موجود تزین۔ یہ وہ اعضاء ہیں جنہیں صرف شوہر کے سامنے ظاہر کیا جا سکتا ہے، مثلاً پنڈلی، سینے کا بالائی حصہ، بازو، بال وغیرہ، حضرت ابن عباس نے فرمایا ''وہ اپنے پازیب اپنے بازو بند اپنے سینے کا بالائی حصہ اور اپنے بال صرف اپنے شوہر کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے (۸۵)

(۴) سر کے بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ دینا: حضرت ابن عباسؓ عورت کے لیے اس بات کی اباحت کرتے تھے کہ وہ تزین کی خاطر اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ کر انہیں طویل کر لے بشرطیکہ یہ انسانی بال نہ ہوں۔ آثار ابی یوسف میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول مذکور ہے کہ اگر اون کے بال ہوں تو انہیں جوڑ لینے میں کوئی حرج نہیں انسانی بال مکروہ یعنی ناجائز ہیں (۸۶)

(۵) زیب و زینت کے لیے رنگوں کا استعمال: عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مختلف رنگوں کے ذریعے تزین کرے مثلاً رخساروں کو سرخ کر لینا گوٹے والے کپڑے پہننا وغیرہ۔ اس لئے کہ یہ بات اس کے اندر اور جمال پیدا کر دیتی ہے اور اس کی نسوانیت کے رنگ کو اور گہرا کر دیتی ہے جب کہ عورت کی ذات میں نسوانیت ہی مطلوب ہوتی ہے مردوں کے لیے تزین کی خاطر رنگوں کا استعمال

جائز نہیں ہے کیونکہ مردی کی مردمی اس سے گریزاں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ملائکہ اس شخص کے قریب بھی نہیں جاتے جس نے اپنے سر کے بالوں کو خلوق کے ذریعے جمایا ہو (۸۷)

خلوق زرد رنگ کا ایک مرکب ہے۔

عورت کے لیے ہتھیلیوں اور قدموں میں مہندی لگا کر تزین کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ خضاب)

(۶) جمعہ کی نماز کے لیے مردوں کا آراستہ ہو کر جانا (دیکھئے مادہ جمعۃ نمبر ۴ کا جزد)

(۷) مساجد کو آراستہ کرنا (دیکھئے مادہ مسجد نمبر ۲)

حرف الزاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۷ب، احکام القرآن ج ۳ص ۹،خراج یحییٰ بن آدم ص ۱۲۵، سنن بیہقی ج ۴ص ۱۳۲

۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۸

۳۔ حوالہ درج بالا سنن بیہقی ج ۴ص ۱۳۳، المحلی ج ۶ص ۱۵۹

۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۴

۵۔ المجموع ج ۶ص ۴۳،۳۱

۶۔ الاموال ص ۴۹۵

۷۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۷۸

۸۔ المحلی ج ۵ص ۲۵۸، المغنی ج ۳ص ۴۲، ۶۸۷، ۲۷سنن بیہقی ج ۴ص ۱۴۸، خراج یحیی بن آدم ص ۶۲ الاموال ص ۵۰۹

۹۔ سنن بیہقی ج ۴ص ۱۴۹

۱۰۔ المغنی ج ۱ص ۴۷

۱۱۔ المحلی ج ۵ص ۸۳، المغنی ج ۲ص ۶۲۶، المجموع ج ۵ص ۳۲۴ نیل الاوطار ج ۴ص ۲۰۰

۱۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۱۳۵ب

۱۳۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۷۸

۱۴۔ المجموع ج ۶ص ۴۳،۳۱

۱۵۔ المغنی ج ۳ص ۱۱

۱۶۔ الاموال ص ۴۴۶

۱۷۔ المغنی ج ۳ص ۲۱، المجموع ج ۶ص ۴۴

۱۸۔ الاموال ص ۴۲۶ المحلی ج ۵ص ۲۳۴

۱۹۔ المجموع ج ۶ص ۴۴

۲۰۔ الاموال ص ۴۷۰، ۵۰۰ المغنی ج ۲ص ۶۹۱

۲۱۔ المحلی ج ۵ص ۱۱۱۲ احکام القرآن ج ۳ص ۱۰

۲۲۔ نیل الاوطار ج ۴ص ۲۰۳

۲۳۔ احکام القرآن ج ۳ص ۱۰

۲۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۳ب

۲۵۔ الاموال ص ۴۱۲

۲۶۔ المغنی ج ۲ص ۶۹۵،۶۹۰

۲۷۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۶۵ ،ابن ابی شیبہ، ج ۱ص ۱۳۳ سنن بیہقی ج ۴ص ۱۴۶ ،المحلی ج ۶ص ۱۱۷ الزرقانی علی الموطا ج ۲ص ۱۰۳

۲۸۔ البخاری فی الزکوۃ باب مایستخرج من البحر سنن بیہقی ج ۴ص ۱۴۶

۲۹۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۶۵ ،ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۳ ب ،الاموال ص ۳۴۶ ،الزرقانی علی الموطا ج ۲ص ۱۰۳ ،المحلی ج ۶ص ۱۱۷ المغنی ج ۳ص ۲۷ کشف الغمہ ج ۱ص ۱۸۳

۳۰۔ احکام القرآن ج ۱ص ۴۶۰

۳۱۔ البخاری فی الزکوۃ باب لاتوخذ کرائم اموال الناس، مسلم فی الایمان باب الدعاء الی الشھادتین

۳۲۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۰۵ سنن بیہقی، ج ۷ص ۷، خراج ابی یوسف ص ۹۶ ،الاموال ص ۵۷۷ ،احکام القرآن ج ۳ص ۱۳۹ تفسیر ،ابن کثیر ج ۲ص ۳۶۴ المغنی ج ۲ص ۱۲۶۸ المجموع ج ۶ص ۱۹۲

۳۳۔ المحلی ج ۶ص ۱۴۵

۳۴۔ الاموال ص ۶۰۳

۳۵۔ الاموال ص ۱۶۰۳ احکام القرآن ج ۳ص ۱۲۲

۳۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۳۶۵ المغنی ج ۶ص ۴۳۰،۲۱۱

۳۷۔ الاموال ص ۶۰۷،۵۶۶ المحلی ج ۶ص ۱۱۵۰ احکام القرآن ج ۳ص ۱۲۴

۳۸۔ البخاری فی الزکوۃ باب قولہ تعالیٰ (وفی الرقاب) ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۷ ،الاموال ص ۶۰۷،۵۶۶ المحلی ج ۶ ص ۱۵۱

۳۹۔ المغنی ج ۶ص ۴۳۷

۴۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۸ عبدالرزاق ج ۴ص ۴۴، ۱۱۲ الاموال ص ۵۸۲،۵۸۱،۵۷۱ کشف الغمہ ج ۱ص ۱۸۸

۴۱۔ المجموع ج ۶ص ۱۶۳

۴۱ب۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۴۸

۴۲۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۱۲،۴۴ ،الاموال ص ۵۷۱

۴۳۔ المحلی ج ۶ص ۱۴۵

۴۴۔ المحلی ج ۶ص ۱۸

۴۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۴۱ ابوداؤد، فی الزکوۃ باب من روی نصف صاع من قمح ،النسائی فی الزکوۃ باب مکیلۃ زکوۃ الفطر

۴۶۔ المحلی ج ۶ص ۱۲۴ ج ۷ص ۶، سنن بیہقی ج ۴ص ۱۶۷ المغنی ج ۳ص ۵۷ ،المجموع ج ۶ص ۱۳۸

۴۷۔ ابی ابن شیبہ ج ۱ص ۱۳۶ ب ،۱۴۱ ،عبدالرزاق ج ۳ص ۳۱۳ ،المحلی ج ۶ص ۱۲۹

۴۸۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۱۳، ۳۱۴، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی (درج بالا مقامات ملاحظہ کیجئے)
۴۸ ب۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۲۴، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۸۳
۴۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۴ ب
۵۰۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۱۲، ۱۱۳
۵۱۔ حوالہ درج بالا، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۲۹
۵۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲
۵۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۲ ج ۲ ص ۱۶۶، المحلی ج ۱۱ ص ۱۲۰، کنز العمال ج ۹ ص ۲۰۲
۵۴۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۹۷، سنن بیہقی، ج ۸ ص ۲۴۳، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۶، ج ۲ ص ۱۶۸، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۷، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۲۹
۵۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۵ ا کنز العمال، ج ۵ ص ۴۷۰
۵۶۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۱، ابن ابی شیبہ، ج ۲ ص ۱۳۲، المحلی ج ۱۱ ص ۲۶۱، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۹۵
۵۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۱
۵۸۔ المحلی ج ۱۱ ص ۱۲۰، البخاری فی الاشربۃ مسلم فی الایمان
۵۹۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ص ۱۵۵، ۱۵۷ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۱۶۹۱، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۱۹ احکام القرآن ج ۳، ص ۲۶۵ المحلی ج ۹ ص ۴۷۶
۶۰۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۲
۶۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۴
۶۲۔ المغنی ج ۶ ص ۶۰۳
۶۳۔ المغنی ج ۶ ص ۶۰۳ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۶۵
۶۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۴ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۲
۶۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۴ المحلی ج ۹ ص ۴۷۶
۶۶۔ ابی ابن شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳
۶۷۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۸
۶۸۔ المحلی ج ۹ ص ۵۳۲ ج ۱۰ ص ۱۱۶
۶۹۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۹۹ سنن سعید بن، منصور ج ۳ ص ۱۹۸۱ ۳ المحلی ج ۹ ص ۵۳۳، ج ۱۰ ص ۱۱۶ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۳
۷۰۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۰۱ کنز العمال ج ۵، ص ۴۵۹ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۵
۷۱۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵۹

۷۲۔ المحلی ج۹ص۴۳۰

۷۳۔ سنن بیہقی ج۱۰ص۵۹عبدالرزاق ج۹ص۱۷۷

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۶۰ب

۷۵۔ المحلی ج۱۱ص۲۲۹تفسیر طبری، تفسیر، ابن کثیر (اسی آیت کی تفسیر کے تحت) سنن بیقہی، ج۸ص۱۲۱۰حکام القرآن ج۲ص۱۰۵، ۱۰۷، کشف الغمۃ ج۲ص۱۲۸

۷۶۔ المحلی ج۱۱ص۲۳۲

۷۷۔ نیل الاوطار ج۷ص۲۵۵

۷۸۔ المغنی ج۸ص۱۶۰

۷۹۔ تفسیر ابن کیثر ج۳ص۲۶۲المحلی ج۱۱ص۲۶۴

۸۰۔ ابن ابی شیبہ ج۲ص۱۳۷، کشف الغمۃ ج۲ص۱۴۶

۸۱۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۵۸، کشف، الغمۃ ج۲ص۷۶سنن بیہقی ج۷ص۲۶۵المغنی ج۷ص۱۸

۸۲۔ ابن ابی شیبہ ج۲ص۲۲۲تفسیر ابن کیثر ج۳ص۲۸۳

۸۳۔ سنن بیہقی ج۷ص۹۴تفسیر ابن کیثر ج۳ص۲۸۳

۸۴۔ سنن بیہقی ج۷ص۹۴

۸۵۔ سنن بیہقی ج۷ص۹۴، تنویر المقیاس ص۲۹۵

۸۶۔ آثار ابی یوسف نمبر۹۴۹ا۱۰سنن بیہقی ج۲ص۴۲۷

۸۷۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۳۲ب

حرف السین

سائبۃ (وہ غلام جسے آقا آزاد کردے اور ولاء اپنے لیے نہ رکھے)

سائبہ کے طور پر آزاد کرنے کی صورت میں ولاء کا مسئلہ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جزی کا جز ۲)

سور (جوٹھا پانی)

۱۔ تعریف: انسان یا حیوان یا پرندے کے جوٹھے پانی کو سور کہتے ہیں

۲۔ اس کی نجاست یا طہارت

جوٹھا یا تو کسی انسان کا ہوگا یا جانور کا یا پرندے کا۔ ذیل میں ہم ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کریں گے اور حضرت ابن عباسؓ کی آراء پیش کریں گے

الف۔ انسان کا جوٹھا بالا جماع پاک ہے۔ تاہم اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی نص ہاتھ نہیں لگا۔

ب۔ جانور کا جوٹھا: جانور یا تو حلال ہوگا یا حرام

(۱) اگر جانور کا گوشت حلال ہے تو اس کا جوٹھا بھی بالا جماع پاک ہوگا۔ کیونکہ اس کے گوشت سے اس کا جوٹھا پیدا ہوتا ہے اس لیے گوشت پاک ہونے کی وجہ سے جوٹھا بھی پاک ہوگا۔

(۲) اگر جانور کا گوشت حرام ہو تو اس صورت میں وہ جانور یا تو گھروں کے اندر عام طور پر پایا جاتا ہوگا مثلاً بلی وغیرہ یا عام طور پر نہیں پایا جاتا ہوگا اگر گھروں کے اندر عام طور پر پائے جانے کی بنا پر اس سے چیزوں کو بچا کر رکھنا ممکن نہ ہو مثلاً بلیاں اور پرندے وغیرہ تو لوگوں کی دقت اور حرج دور کرنے کی خاطر اس کا جوٹھا بالا جماع پاک ہوگا۔ اور اس کے جوٹھے پانی سے وضو کر لینے اور اسے پی لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے[1] حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر بلی برتن میں منہ ڈال دے تو کیا اسے دھویا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا کہ بلی بھی گھر کے ساز و سامان میں شامل

ہے(۲)

اگر حرام گوشت والا جانور عام طور پر گھروں میں نہ پایا جاتا ہو تو اس کا جوٹھا پاک ہو گا یا ناپاک؟
اس بارے میں بھی ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔ جمہور صحابہؓ کی رائے ہے کہ ایسے جانور کا جوٹھا پاک ہے۔ تاہم اگر یہ بات پیش نظر رہے کہ جوٹھے کی پیدائش گوشت سے ہوتی ہے تو زیر بحث جانور کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس بارے میں کسی روایت کی عدم موجودگی کا سبب شاید یہ ہو کہ حضور ﷺ سے اس بارے میں کوئی صحیح روایت منقول نہیں ہے اور جو روایت منقول ہے وہ صرف کتے کے جوٹھے تک محدود ہے۔ حضرت ابن عباس سے منقول روایت کتے کے جوٹھے کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے نیز یہ کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ سات دفعہ دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتا اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ایک مرتبہ مٹی کے ساتھ رگڑ کر دھونا بھی واجب ہے(۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ سے اس سلسلے میں منقولہ روایات میں سے ایک روایت کے اندر مٹی کا ذکر نہیں آیا، اسی روایت کی پیروی میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول درج بالا روایت کے اندر بھی مٹی کے ساتھ رگڑ کر دھونے کے وجوب کا ذکر نہیں آیا۔ ابن حزم اور نووی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا مسلک تھا کہ مذکورہ برتن سات مرتبہ دھویا جائے اور ان میں سے ایک مرتبہ اسے مٹی کے ساتھ رگڑ کر دھونا واجب ہے(۴)

سبی (جنگی قیدی)

۱۔ تعریف: برسرپیکار کافروں کے ملک پر بزور شمشیر فتح حاصل کر لینے کے بعد ان کی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لینا سبی کہلاتا ہے

۲۔ کن لوگوں کی عورتوں اور بچوں کو جنگی قیدی بنایا جا سکتا ہے؟

درج بالا تعریف سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صرف برسرپیکار کافروں کی عورتوں اور بچوں کو جنگی قیدی بنایا جا سکتا ہے۔ مسلمان باغیوں کی عورتوں اور بچوں کو جنگی قیدی نہیں بنایا جا سکتا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: جن باتوں کی بنا پر خوارج حضرت علیؓ سے ناراض ہو گئے تھے ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے اندر فتح حاصل کر لینے کے بعد نہ مال غنیمت جمع کیا اور نہ ہی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا۔ اس جنگ میں مخالف فوج بھی مسلمانوں پر مشتمل تھی اور اس کی قیادت حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کر رہے تھے

اورام المومنین حضرت عائشہؓ اپنے ہودج میں فوج کے درمیان موجود تھیں۔خوارج کا کہنا یہ تھا کہ اگر اہل جمل کا خون ہمارے لیے حلال ہو گیا تو ان کے اموال بھی ہمارے لیے حلال ہو گئے اس لیے ہمیں مال غنیمت سمیٹنا چاہیے تھا اور اگر ان کا مال ہمارے لیے حرام تھا تو پھر ان کا خون بھی ہم پر حرام ہونا چاہیے تھا۔حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو خوارج کے ساتھ مذاکرات کے لیے بھیجا آپ نے ان سے فرمایا: اگر تمھارا استدلال یہی ہے تو پھر کیا تم اپنی ماں (ام المومنین حضرت عائشہؓ) کو گرفتار کرتے اور پھر ان کے ساتھ اس سلوک کو حلال قرار دیتے جسے دیگر گرفتار شدہ عورتوں کے ساتھ روا رکھتے ہو؟ اگر تم کہتے ہو، کہ حضرت عائشہ تمھاری ماں نہیں ہیں تو پھر تم کافر ہو گئے اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ تماری ماں ہیں اور اس کے باوجود تم ان کے ساتھ مذکور بالا سلوک حلال قرار دو تو اس صورت کے تحت بھی تم کافر ہو گئے (۵) (دیکھئے مادہ بغی نمبر ۴)

۳۔جنگی قیدیوں کا انجام

الف۔ مسلمان باغیوں کی جو عورتیں اور بچے جنگ میں گرفتار ہوں گے بغاوت کی شورش دب جانے کے بعد انہیں ان کے متعلقین کے حوالے کر دیا جائے گا

ب۔ برسر پیکار کافروں کی جو عورتیں اور بچے جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں گے ان کے متعلق امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو دشمنوں پر احسان کرتے ہوئے انھیں چھوڑ دے یا فدیہ وصول کر کے انہیں جانے دے یا انہیں غلام اور لونڈیاں بنا لے۔اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔اگر جنگ میں قید ہو کر آنے والی عورتوں اور بچوں پر غلامی کا حکم عائد کر دیا جائے تو اس صورت میں جو قیدی عورت جس مسلمان کے حصے میں آئے گی ایک حیض کے ذریعے اس کے استبراء رحم کے بعد اس کے ساتھ مذکورہ مسلمان کی ہمبستری جائز ہو گی خواہ مذکورہ عورت کا شوہر دارالحرب میں زندہ کیوں نہ ہو کیونکہ جنگ میں اس کی گرفتاری اس کے حق میں طلاق شمار ہو گی۔سورۂ نساء آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد باری ہے **والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم** اور شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جن کے تم مالک بن جاؤ) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جنگ میں قید ہو کر آنے والی ایسی عورتیں جن کے شوہر دارالحرب میں موجود ہوں استبراء رحم کے بعد ان کے ساتھ ہمبستری کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۶) نیز فرمایا: شوہر رکھنے والی کسی بھی

عورت کے ساتھ ہمبستری زنا ہے سوائے ان عورتوں کے جنہیں جنگ میں گرفتار کیا گیا ہو (۷۰)

سبیل اللہ (راہ خدا)

سبیل اللہ کا اطلاق جہاد پر ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جہاد) اور حج پر (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ کا جزد)

سجود (سجدہ)

۱۔ تعریف: سات اعضاء (پیشانی، دونوں ہتھیلی، دونوں گھٹنے اور پیروں کی انگلیاں) زمین پر رکھنا سجود کہلاتا ہے

۲۔ سجدے کی کیفیت:

الف۔ تندرست آدمی کے سجدے کی کیفیت: تندرست آدمی ان سات اعضاء کے بل پر سجدہ کرے گا جن کا ذکر تعریف کے اندر گزر چکا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ہمیں حضور ﷺ نے سات اعضاء کے بل سجدے کرنے کا حکم دیا تھا، نیز فرمایا: تاکہ تم اپنے بالوں اور کپڑوں کو روک کر نہ رکھو وہ سات اعضاء یہ ہیں پیشانی، دونوں ہتھیلی، دونوں گھٹنے اور دونوں ٹانگیں ایک روایت میں ہے اور قدموں کے کنارے یعنی انگلیاں (۷ب) سجدے کے اندر ناک کو پیشانی کے ساتھ ملا کر ان کے بل سجدہ کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص سجدہ کرے تو اپنی ناک زمین کے ساتھ ملا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے اس طرح کا عمل چاہتا ہے (۸) نیز فرمایا: ایسی نماز قبول نہیں کی جائے گی جس میں ناک کو وہ خاک نہ لگے جو پیشانی کو لگتی ہے (۹) سجدہ کرنے والا اپنے پیٹ کو زمین سے دور رکھے گا اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: : میں حضور ﷺ کے عقب سے آیا آپؐ اس وقت سجدے میں تھے، میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی کیونکہ آپؐ نے اپنے دونوں بازو پھیلا کر انہیں پیٹ سے دور رکھا تھا، آپ نے دونوں ہاتھوں کے درمیان کا حصہ کشادہ رکھا تھا (۱۰) سجدہ کرتے وقت نمازی اپنے بالوں اور کپڑوں کو نہیں سمیٹے گا بلکہ انہیں ڈھیلا چھوڑ دے گا اور اسی کیفیت کے تحت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں حضرت عباسؓ نے حضور

ﷺ سے جو روایت کی ہے اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ تم اپنے بالوں اور اپنے کپڑوں کو روک کر نہ رکھو۔حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا: مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات ہڈیوں (اعضاء) کے بل سجدہ کروں اور بالوں اور کپڑوں کو روک کر نہ رکھوں (۱۱)

ب۔ مریض کا سجدہ: جو مریض زمین پر سجدہ کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کے لیے سجدہ کرنے کی خاطر کوئی چیز اس کے سامنے بلند کر دینا جائز ہے جس پر وہ سجدہ کر لے،حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آیا مریض پاک تکیے پر سجدہ کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ایسا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں (۱۲) نیز فرمایا:: اس میں کوئی حرج نہیں کہ مریض کوئی کپڑا لپیٹ کر اس کا گدا بنا لے اور اس پر سجدہ کرے (۱۳)

ج۔ عورت کا سجدہ: عورت اپنے تمام احوال کے اندر وہی طریقہ اختیار کرے جس میں اس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہو،سجدہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: عورت سجدے کے اندر اپنے آپ کو سمیٹ کر سرینوں کے بل سجدہ کرے گی (۱۴)۔

۳۔سجدے کی اہمیت:

نماز کا ایک فرض ہونے کے علاوہ سجدہ اللہ کی تعظیم کا وہ عظیم پہلو اپنے اندر رکھتا ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں حتی کہ حضرت ابن عباسؓ کی بصارت جب جاتی رہی تو آپ نے نابینا رہنا پسند کیا لیکن اس عظیم پہلو کو ترک کرنا پسند نہیں کیا۔اس کی تفصیل ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت کے ذریعے بیان کی ہے کہ آپ کی بصارت جب جاتی رہی تو ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ اگر سات دن چت لیٹ کر نمازیں پڑھ لیں تو میں اس دوران آپ کا علاج کر دوں گا اور مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ آپ کی بینائی درست ہو جائے گی، یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کو پیغام بھیج کر اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا، سب نے یہی کہا کہ اگر آپ ان سات دنوں کے دوران وفات پا جائیں تو پھر آپ کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ یہ سن کر آپ نے آنکھوں کے علاج کا ارادہ ترک کر دیا (۱۵)

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ اگر یہ واقعہ درست ہے (اور میرے خیال میں یہ واقعہ اس طرح نہیں ہے) تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ شفاء کی امید کم تھی ورنہ فضلاء صحابہؓ کا ذہن اس اصول سے ہر

گز غافل نہیں تھا کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں نیز اگر آپ علاج کراتے تو اس کے نتیجے میں نماز بالکلیہ ترک نہ کرتے بلکہ بینائی حاصل کرنے کی ضرورت کے تحت آپ کو صرف زمین پر سجدہ کرنا ترک کر دینا پڑتا۔

۴۔ سجدے کی قسمیں:

اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں سجدۂ صلوٰۃ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزی) سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت، ان پر ہم ذیل میں گفتگو کریں گے۔

۵۔ سجدۂ سہو:

الف۔ سجدۂ سہو تین احوال کے اندر واجب ہوتا ہے۔

(۱) اگر نمازی نماز کا کوئی فرض بھول جائے اور اس کے بعد اسے ادا کرے، حضرت ابن الزبیرؓ نے چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا اور پھر حجر اسود کی طرف گئے اور اس کا استلام کیا، مقتدیوں نے تسبیحات کے ذریعے انہیں اس سہو سے آگاہ کیا، وہ واپس آئے اور نماز پوری کر کے سہو کے دو سجدے کر لیے، جب حضرت ابن عباسؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے اس کی توثیق کر دی (۱۶)

(۲) نماز کے اندر فرض سے کم تر کسی فعل کا رہ جانا: حضرت ابن عباسؓ سے اگر وتر میں قنوت پڑھنا رہ جاتا تو سجدہ سہو کر لیتے (۱۷)

(۳) اگر نمازی کو نماز کے کسی فرض کے ادا ہو جانے یا ادا نہ ہونے کے بارے میں شک پڑ جائے تو وہ یقینی امر پر بناء کر کے سجدۂ سہو کرے مثلاً اگر اسے شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھ لی ہیں یا چار رکعتیں تو ایسی صورت میں وہ ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرے گا (۱۸) نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایسی صورت میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی (۱۹) میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ بات علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ نماز اس صورت میں باطل ہوگی جب نمازی کو پہلی دفعہ مذکورہ بالا سہو لاحق ہوا ہو، اگر اسے بار بار سہو

لاحق ہوتا رہے تو ایسی صوت میں وہ اپنی نماز کے بارے میں یقینی امر پر بناء کر کے نماز پوری کر لے اور پھر سہو کے دو سجدے کر لے، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے سنا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے: اگر تم فرض نماز میں بھول جاؤ تو نماز دہرا لو عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اس کے سوا آپ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں سنی لیکن مجھے آپ سے اور حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ دونوں حضرات نے فرمایا: کہ اگر تم دوبارہ بھول جاؤ تو نماز نہ لوٹاؤ بلکہ اپنے ذہن کے مطابق جو صورت تمھارے نزدیک یقینی ہو اس کے مطابق اپنی نماز پوری کر لو اور سلام پھیرنے کے بعد جلسہ کی حالت میں سجدۂ سہو کر لو (۲۰)

ب۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ہر نماز کے بعد سجدۂ سہو کر لینا مستحب ہے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں: اگر تم ہر نماز کے بعد سجدۂ سہو کر سکو تو کر لیا کرو (۲۱) آپ خود وتر کے بعد سجدۂ سہو کر لیتے (۲۲) کیونکہ یہ سجدہ شیطان کو ذلیل اور مغلوب کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضور ﷺ نے سہو کے دو سجدوں کا نام مرغمتین (شیطان کو ذلیل کر دینے والے) رکھا ہے (۲۳)

ج۔ سجدۂ سہو کس طرح ادا کیا جائے؟ اگر نمازی سجدۂ سہو کرنا چاہئے تو وہ دائیں طرف سلام پھیر کر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کر لے۔ اس کے بعد اسے تشہد پڑھنا چاہیے یا پڑھنا نہیں چاہیے اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ سجدۂ سہو کرنے کے بعد نمازی اپنی نماز ختم کرنے کی غرض سے سلام پھیر لے گا (۲۴)

۶۔ سجدۂ تلاوت:

الف۔ اس کا حکم: نووی نے المجموع کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ سجدۂ تلاوت سنت ہے واجب نہیں ہے (۲۵) ہم نہیں جانتے کہ امام نووی کو یہ روایت کہاں سے ملی حالانکہ صحابۂ کرام کے عہد میں احکام اور مصطلحات کے اندر باریک بینی کا رواج نہیں تھا، یہ کام تو بعد میں آنے والے ائمہ مجتہدین نے سرانجام دیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے! امام ابوحنیفہ کے سوا جمہور علماء کا قول ہے کہ سجدۂ تلاوت سنت ہے

ب۔ سجدۂ تلاوت کن لوگوں کے لیے مسنون ہے؟ جو شخص سجدے کی آیت تلاوت کرے یا قصداً اسے سنے اس پر سجدۂ تلاوت مسنون ہو گا لیکن اگر کوئی شخص قصد اور ارادے کے بغیر یونہی اتفاقاً سجدے کی آیت سن لے اس پر سجدۂ تلاوت عائد نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: سجدۂ تلاوت اس شخص پر ہے جو اس کی خاطر بیٹھا ہو یعنی قصداً آیت سجدہ سن لے، اگر تم گزر رہے ہو اور اسی دوران آیت سجدہ سن لو اور لوگوں کو سجدہ کرتے ہوئے پاؤ تو تم پر کوئی سجدہ عائد نہیں ہو گا (۲۶) آپ کا گزر ایک واعظ کے پاس سے ہوا اس نے ایک آیت سجدہ پڑھی تا کہ آپ بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں لیکن آپ نے سجدہ نہیں کیا اور فرمایا: ہم اس کے لیے نہیں بیٹھے تھے (۲۷)

ج۔ اوقات مکروہہ میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ سجدۂ تلاوت نماز نہیں ہے اس لیے آپ نے اس سجدے کے سلسلے میں بعض باتیں نظر انداز کر دیں جو نماز کے اندر لازم ہوتی ہیں۔ آپ نے ان اوقات کے اندر اس سجدے کی ادائیگی کو جائز قرار دیا جو نماز کی ادائیگی کے لیے مکروہ اوقات شمار ہوتے ہیں یعنی نماز فجر اور نماز عصر کے بعد کے اوقات۔ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص فجر یا عصر کے بعد سجدہ کی آیت تلاوت کرے تو سجدہ کر لے (۲۸)

د۔ سجدۂ تلاوت کے لیے نماز کی شرائط کا وجود: چونکہ حضرت ابن عباسؓ نے سجدۂ تلاوت کو نماز قرار نہیں دیا اس لیے آپ نے اس کے لیے قبلہ رخ ہونے کو ضروری نہیں سمجھا بلکہ کسی اور رخ پر بھی اس کی ادائیگی کو جائز قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اگر ایک شخص قبلہ رخ ہوئے بغیر سجدۂ تلاوت کرے تو کیا ایسا کرنا جائز ہو گا؟ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں وہ ایسا کر لے (۲۹) تاہم آپ نے سجدۂ تلاوت کے لیے طہارت کو ضروری سمجھا ہے۔ یہ بات اس امر سے واضح ہوتی ہے کہ آپ نے حائضہ کے لیے سجدۂ تلاوت کی اباحت نہیں کی (دیکھیے مادہ حیض نمبر ۵ کے جز الف کا جز ۲)

ھ۔ سجدۂ تلاوت کا طریقہ بالاجماع وہی ہے جو سجدۂ صلوٰۃ کا ہے

و۔ قرآن میں آیات سجدہ۔ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے قرآن میں آیات سجدۂ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا:: یہ آیات اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، حج، فرقان، نمل، آلم تنزیل السجدہ، حم

آلسجدہ اورصٓ، کی سورتوں میں ہیں (۳۰) یہ قرآن کی گیارہ سورتیں ہوئیں، سورۂ حجرات کے بعد قرآن میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: مفصل (سورۂ حجرات سے لیکر آخر قرآن تک کی سورتوں) میں کوئی سجدہ نہیں ہے (۳۱) اس بارے میں آپ سے دو روایتیں ہیں۔ درج بالا قول ان میں سے ایک روایت ہے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ ھل اتی کی قرت کی اور اس میں سجدہ کیا

☆ سورۂ اعراف میں آپ سجدہ یہ ہے (ان الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادته و یسبحونه وله یسجدون) آیت نمبر ۲۰۶

☆ سورۂ رعد میں (ولله یسجد ما فی السماوات و الارض طو عاو کرها) آیت نمبر ۱۵

☆ سورۂ نحل میں (ولله یسجد ما فی السماوات وما فی الارض) آیت نمبر ۴۹

☆ سورۂ بنی اسرائیل میں (یخرون للا ذقان سجدا ویقولون سبحان ربنا) آیت نمبر ۱۰۷

☆ سورۂ مریم میں (اذا تتلی علیهم ایات الرحمن خرو اسجدا و بکیا) آیت نمبر ۵۸

☆ سورۂ حج میں دو مقامات پر سجدے کی آیتیں ہیں۔ اول (الم تران الله یسجد له من فی السماوات و من فی الارض) آیت نمبر ۱۸

دوم (یایها الذین امنوا ارکعو واسجدوا و اعبدو ا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون) آیت نمبر ۷۷ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

سورۂ حج کو دو سجدوں کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے (۳۲)

☆ سورۂ فرقان میں (واذ قیل لهم اسجدوا للرحمن قالوا و ما الرحمن انسجد لما تا مرنا وزادهم نفورا) یت نمبر ۶۰

☆ سورۂ نمل میں (الا یسجدوالله الذی یخرج الخب ء فی السما وات والارض) آیت نمبر ۲۵

☆ سورۂ آلمٓ تنزیل السجدہ میں (انما یومن بآیاتنا الذین اذا ذکروا بها خرو اسجدًا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا یستکبرون) آیت نمبر ۱۵

☆ سورۂ حمٓ السجدہ فصلت میں (فان استکبروا فالذین عند ربک یسبجون له باللیل

والنهار وهم لا يسأمون) آیت نمبر ۳۸۔
یہ مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس سورت حم کے اندر (لا یسأمون) پر سجدہ کرتے تھے(۳۳)

☆ سورۂ ص میں (فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب) آیت نمبر ۲۴
سورۂ ص کے اندر یہ سجدہ عزائم سجود (لازمی سجدوں) میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک نبی کی توبہ ہے یہ بات آیات کے سیاق وسباق سے واضح ہے بنا بریں حضرت ابن عباسؓ یہ سجدہ کر کے فرماتے یہ سجدہ عزائم سجود میں سے نہیں ہے(۳۴)

ز۔ جمعہ کے دن صبح کی فرض نماز میں سجدہ والی سورت کی قرت کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جزواؤ کا جز ۳) نیز (مادہ جمعۃ نمبر ۳)

ح۔ خطبے کے دوران سجدے والی آیت کی تلاوت (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۲ کا جز ب)

سحر (جادوگری)

۱۔ تعریف: میرے نزدیک سحر کی تعریف یہ ہے کہ کسی مخلوق کو نقصان پہنچانے کے لیے جنات کو اپنے زیر تصرف کر لینا

۲۔ سحر کا حکم: ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جادوگری کو کفر سمجھتے تھے۔ تنویر المقیاس کے اندر مرقوم ہے کہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۰۲ کے اندر ارشاد باری (**وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر** ہاروت اور ماروت کسی کو اس وقت تک جادوگری نہ سکھاتے جب تک اس سے یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو) کی تفسیر یہ ہے کہ تم جادوگری نہ سیکھو اور اس پر عمل نہ کرو[۳۵] تفسیر ابن کثیر میں بھی حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی جو تفسیر منقول ہے وہ بھی اسی مفہوم کا فائدہ دیتی ہے[۳۶]

۳۔ جادوگر کی کمائی: چونکہ جادوگری حرام ہے اس لیے اس سے حاصل ہونے والی ہر کمائی خبیث یعنی حرام کمائی ہوگی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سحت یعنی حرام یہ چیزیں ہیں فیصلہ کرنے میں رشوت......، اور جادوگر کی اجرت اور......"[۳۷] (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲) نیز

(مادہ احتراف نمبر۲ کا جزج)

سحور (سحری کھانا)

۱۔ تعریف: رات کے آخری حصے میں فجر سے کچھ پہلے کھانے پینے کو سحور کہتے ہیں۔

۲۔ سحری کھانے کے احکام: سحری کھانا سنت ہے اور فجر سے کچھ قبل تک اسے موخر رکھنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اسے فجر سے کچھ قبل تک موخر رکھتے تھے (۳۸)

اگر کسی شخص کو طلوع فجر کے بارے میں شک ہو تو وہ طلوع فجر کا تیقن حاصل ہونے تک کھا پی سکتا ہے۔ اس لیے کہ ایک چیز کی اس کی پہلی حالت پر بقاء اصل ہے یہاں تک کہ تغیر کا ثبوت ہو جائے۔ اور جو چیز متیقن ہو اسے ایک مظنون چیز کی بنا پر ترک نہیں کیا جا سکتا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں سحری کھاتا رہتا ہوں جب مجھے طلوع فجر کے بارے میں شک ہو جاتا ہے تو کھانے سے ہاتھ روک لیتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا جب تک تمہیں شک ہو کھاتے رہو یہاں تک کہ شک باقی نہ رہے (۳۹)

سرایۃ (سرایت کر جانا)

فوجداری جرم کی سزا کا مجرم کے جسم کے باقیماندہ حصوں میں سرایت کر جانا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جزم)

سرقۃ (چوری)

۱۔ تعریف: مکلّف شخص کا کسی محفوظ مقام سے کوئی ایسا مال خفیہ طور پر لے لینا جس پر اس کا کوئی حق نہ ہو سرقہ کہلاتا ہے۔

۲۔ چور کو معاف کر دینا: حضرت ابن عباسؓ اس بات کو افضل قرار دیتے تھے کہ اگر مال کا مالک چور کو پکڑ لے تو اسے معاف کر کے چھوڑ دے خاص طور پر جب کہ چور ضرورت مند ہو، حضرت ابن عباسؓ کی رائے کے مطابق انسانی منطق کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ اس کی ضرورت پوری کر دی جائے اور اسے جانے دیا جائے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک چور کو پکڑ لیا اور پھر اسے سامان وغیرہ دے کر جانے دیا (۴۰) ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے حضرت ابن

عباسؓ حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ نے ایک چور پکڑ لیا اور پھر اسے چھوڑ دیا، حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ آپ لوگوں نے چور کو چھوڑ کر بہت برا کیا آپ نے اس شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: تمھاری ماں مرے، اگر تم اس کی جگہ ہوتے تو چھوڑ دیئے جانے پر ضرور خوش ہوتے (۴۱)

۳۔ چور

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ چوری کا فعل فی نفسہ گناہ کا فعل ہے خواہ کسی سبب کی بنا پر چور سے حد سرقہ ساقط کیوں نہ ہو جائے۔

الف۔ نابالغ اور دیوانے کی چوری: اس امر پر اجماع ہے کہ اگر نابالغ اور پاگل شخص چوری کریں تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ نابالغ ابھی مکلّف نہیں بنا ہے اور پاگل شخص مرفوع القلم ہوتا ہے تاہم ہمیں اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول کوئی نص ہاتھ نہیں آیا

ب۔ غلام کی چوری: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر غلام چوری کا ارتکاب کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اسے کوئی اور سزا دی جائے گی اس لیے کہ غلام کے حق پر واجب حد آزاد شخص کے حق میں واجب شدہ حد کا نصف ہے چوری کے اندر آزاد شخص کے حق میں واجب حد قطع ید ہے، اس حد کی تنصیف چونکہ ممکن نہیں اس لیے غلام کے حق میں یہ حد ساقط ہو جائے گی (۴۲) اور اسے کوئی اور سزا دی جائے گی جسے قاضی اس اعتبار سے مناسب سمجھے کہ یہ سزا چوری سے باز رکھے گی۔ اس حکم میں بھاگا ہوا غلام اور دیگر غلام دونوں یکساں ہیں بھاگے ہوئے غلام کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا (۴۳)

ج۔ ذمیوں کی چوری: ہم نے (مادہ حد نمبر ۴ کے جزب) میں کہا تھا کہ حدود خالص اللہ کا حق ہیں۔ جب یہ خالص اللہ کا حق ہیں تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک انہیں مسلمانوں کے سوا کسی اور پر لازم نہیں کیا جائے گا۔ کافروں پر صرف حقوق العباد لازم کیا جائے گا۔ بنا بریں اگر کوئی ذمی چوری کا ارتکاب کرے گا تو اس پر حد سرقہ جاری نہیں ہوگی (۴۴) بلکہ چوری سے باز رکھنے والی کوئی اور سزا اسے دی جائے گی۔

د۔ مجبور انسان کی چوری: اگر کوئی مجبور شخص چوری کرے تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ عبداللہ بن ابی

ملیکہ کہتے ہیں کہ میں طائف کا حاکم تھا دو غلاموں نے ایک عورت کا دوپٹہ چرا لیا اور پکڑے گئے میں نے ان سے چوری کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو بھوک نے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا میں نے ان کے متعلق حضرت ابن عباسؓ عبید بن عمیر اور عباد بن عبداللہ بن الزبیر کو مراسلہ لکھا، عباد نے جواب میں لکھا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں، عبید بن عمیر نے جواب دیا کہ مجبور انسان کے لیے مردار، خون اور سور کا گوشت حلال کر دیا گیا ہے، حضرت ابن عباسؓ کو میں نے بتایا کہ انھوں نے چوری کی وجہ بھوک بیان کی ہے آپ نے جواب میں لکھا کہ تم نے ٹھیک کیا ان کے ہاتھ نہ کاٹو اور دوپٹے کی قیمت ان کے آقاؤں سے بھروا لو اگر انہیں کوڑے لگانے کی گنجائش ہے تو کوڑے لگاؤ تاکہ آئندہ کوئی غلام چوری کرنے کے لیے بھوک کو بہانہ نہ بنائے (۴۵)

ھ۔ بیوی کا اپنے شوہر کے مال سے چوری کر لینا: زوجین میں سے کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ اجازت کے بغیر دوسرے کا مال لے لے۔ ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ اگر میں اپنے شوہر کے دراہم میں سے کچھ لے لوں تو یہ بات میرے لیے حلال ہوگی؟ آپ نے عورت سے سوال کیا کہ اگر وہ تمھارے زیورات میں سے کچھ لے لے تو کیا یہ بات اس کے لیے حلال ہوگی؟ عورت نے اس کا جواب نفی میں دیا آپ نے فرمایا: تم پر حق کے اعتبار سے تمھارے شوہر کا درجہ اس پر تمھارے حق کے درجے سے بڑھ کر ہے (۴۶)

۴۔ مال مسروقہ:

جس مال مسروقہ میں قطع ید واجب ہوتا ہے اس کی چند شرطیں ہیں

الف۔ وہ مال ہو، اگر وہ مال نہیں ہوگا تو قطع ید نہیں ہوگا۔ بنا بریں ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ آزاد شخص کو چرا لینے پر قطع ید کا حکم نہیں دیتے تھے اس لیے کہ آزاد شخص مال نہیں ہوتا۔ تاہم جو شخص ایسا کرے گا اس کی تعزیر واجب ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص کسی آزاد آدمی کو فروخت کر دے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ قطع ید کے مشابہ سزا اسے دی جائے گی یعنی قید کر دیا جائے گا (۴۷) (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۴ کا جز ب)

ب۔ مذکورہ مال محفوظ مقام میں رکھا گیا ہو، اگر محفوظ مقام میں نہ ہو تو اسے لے لینے پر قطع ید نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم کھجوروں کے باغ کی طرف جاؤ اور اس باغ کی کوئی چار دیواری ہو تو مالک کی اجازت کے بغیر اس میں داخل مت ہو اور اگر باغ کھلا ہو یعنی چار دیواری کے بغیر ہو تو اس کے کھجور کھا سکتے ہو لیکن اپنے ساتھ لا نہیں سکتے [۴۸]

ج۔ مال مسروقہ کے اندر چور کا کوئی حق نہ ہو۔ اگر اس کے اندر چور کا بھی حق ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مثلاً شریکین میں سے کوئی شریک شراکت کا مال چرالے یا کوئی فوجی مال غنیمت ہی سے چوری کر لے وغیرہ ذلک اگر لشکر چلا جائے اور کوئی شخص مال غنیمت میں سے کچھ چرالے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ مسروقہ مال غنیمت کے مال میں لوٹا دیا جائے گا [۴۹] آپ نے ایسے چور کے قطع ید کا ذکر نہیں کیا

د۔ مال مسروقہ نصاب سرقہ کو پہنچ جائے: اس نصاب سے کم مالیت والا مال چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ڈھال کے ثمن سے کم مالیت والے مال کے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ڈھال کا ثمن دس درہم ہے [۵۰] طبری نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور اسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ نجدہ بن عامر حروری نے حضرت ابن عباسؓ سے سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۸ میں ارشاد باری (والسارق والسارقۃ چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت) کے متعلق پوچھا کہ آیا یہ خاص ہے یا عام آپ نے جواب دیا کہ یہ عام ہے [۵۱] اس جواب سے طبری نے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قطع ید کے لیے نصاب کی شرط کے قائل نہیں تھے نیز یہ کہ خواہ تھوڑی سی چیز چرائی جائے یا زیادہ ہر صورت میں قطع ید ہوگا۔ طبری کا یہ فہم درست نہیں ہے، حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کہ مذکورہ بالا آیت عام ہے اس سے آپ کی مراد یہ نہیں ہے کہ عام کی تخصیص نہیں ہوتی۔ یہ ایسا عام ہے جس کی سنت نے تخصیص کر دی ہے۔ ہم نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ان نصوص کا تذکرہ کر دیا ہے جن کے اندر یہ تصریح ہے کہ نصاب سے کم مالیت والے مال کے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ھ۔ اگر پھل دار درخت محفوظ نہ کئے گئے ہوں تو وہاں سے گزرنے والے کے لیے ان میں سے پھل کھا لینا مباح ہوگا لیکن ساتھ لیجانے کی اجازت نہیں ہوگی، اس طرح پھل کھا لینا سرقہ نہیں کہلائے گا اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول درج بالا سطور میں گزر چکا ہے (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا

جزب)

۵۔سرقہ کی سزا:

الف۔ اگر کوئی شخص چوری کرے اور اس پر حد جاری کرنے کی تمام شرائط موجود ہوں تو اس کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا جائے گا[۵۲] اگر وہ دوبارہ چوری کرے گا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا لیکن تیسری مرتبہ چوری کرنے پر قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اسے عمر قید کی سزا ملے گی [۵۲ب] اگر طویل سزا کاٹنے کے بعد حاکم علاقہ کو اس بات کا غلبہ ظن ہو جائے کہ وہ قید سے نکلنے کے بعد پھر ایسی حرکت نہیں کرے گا تو اس صورت میں اسے رہا کر دیا جائے گا۔نجدہ بن عامر حروری نے حضرت ابن عباسؓ سے ارشاد باری(**والسارق والسارقه فا قطعو ا ايديهما**) پر عمل پیرا ہونے کی صورت کے متعلق استفسار کرتے ہوئے اپنی رائے پیش کی تھی کہ پہلی دفعہ چوری پر دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے اور دوسری دفعہ اس حرکت پر بایاں ہاتھ قطع کر دیا جائے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے اس رائے کے اندر نجدہ کی موافقت نہیں کی کیونکہ صحابہؓ کا اس پر اجماع تھا کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد پاؤں کاٹا جائے گا اگر چور دوبارہ چوری کرے عبدالرزاق وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نجدہ بن عامر نے حضرت ابن عباسؓ کو لکھا کہ مرد یا عورت اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور دوبارہ چوری کرنے پر اس کا بایاں ہاتھ قطع کیا جائے گا کیونکہ ارشاد باری ہے(**فاقطعو اايديهما**)حضرت ابن عباسؓ نے جواب لکھا کہ آیت اسی طرح ہے لیکن اس کا ہاتھ اور اس کا پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں گے[۵۳]

ب۔ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا اور پاؤں قدم کے نصف سے قطع کیا جائے گا اور اس کی ایڑی رہنے دی جائے گی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:: کیا ہمارے حکام چور کا پاؤں اس طرح کاٹنے سے عاجز ہیں جس طرح اس بدوی کا پاؤں کاٹا کیا گیا اس کا پاؤں کاٹنے میں کوئی غلطی نہیں کی گئی ہے، پاؤں کا پنجہ کاٹ دیا گیا ہے اور اس کے ماقبل یعنی ایڑی کو چھوڑ دیا گیا ہے''[۵۴]

السعي بين الصفا و المروة (صفا اور مروہ کے درمیان سعی)

اس کے لیے دیکھئے (مادہ حج نمبر ۱۹)

حج قرآن کے اندر ایک ہی سعی پر اکتفا کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جز ب)

سفتجہ (ہنڈی)

۱۔ تعریف: سفتجہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو ایک شہر میں کوئی مال قرض دے اور یہ شرط لگائے کہ وہ اس مال کو فلاں دوسرے شہر میں اس سے واپس لے لے گا۔

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عباسؓ سفتجہ کو جائز قرار دیتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے حضرت زبیر بن العوامؓ اپنے لوگوں سے مکہ میں دراہم وصول کر لیتے اور عراق میں اپنے بیٹے مصعبؓ کو ہنڈی لکھ دیتے اور یہ لوگ عراق میں انہیں ہنڈی دکھا کر اپنی رقم ان سے وصول کر لیتے، حضرت ابن عباسؓ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔ آپ سے کہا گیا کہ اگر وہ لوگ اپنے دراہم سے بہتر دراہم وصول کر لیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا اگر وہ اپنے دراہم کے ہم وزن دراہم لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (۵۵)

سفر (سفر)

۱۔ وہ سفر جس کے ساتھ احکام متعلق ہیں

الف۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جس سفر کے ساتھ احکام متعلق ہیں اور جس کے اندر شریعت کی طرف سے رخصتیں ملی ہیں وہ سفر ہے جس میں اونٹ کی رفتار کے حساب سے ایک دن اور ایک رات لگ جائے۔ آپ نے فرمایا: مسافر اس سفر میں قصر کرے گا جس میں ایک دن اور ایک رات لگ جائے (۵۶) ایک شخص نے پوچھا کہ میں ابلہ (ایک مقام کا نام) سے آنے میں قصر کر لوں؟ آپ نے پوچھا کہ تم ایک دن میں آ جاتے ہو اس نے کہا کہ ہاں اسی دن آ جاتا ہوں آپ نے فرمایا: کہ پھر قصر نہ کرو (۵۷)

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایک دن اور ایک رات لگ جانے کا مفہوم یہ ہے کہ دن بھر اور پھر رات کے وقت عشاء کے بعد تک سفر کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم ایک دن عشاء تک سفر کرو تو پوری نماز پڑھو اگر اس سے زائد سفر کرو تو قصر کرو (۵۸) اس زمانے میں لوگ اتنے وقت میں اتنی مسافت طے کر لیتے

تھے جتنی مکہ اور جدہ کے درمیان ہے یا مکہ اور عسفان یا مکہ اور طائف کے درمیان ہے عطاء بن ابی رباح نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا مکہ سے عرفات تک کے سفر میں میں قصر کروں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا، انہوں نے پھر پوچھا کہ منیٰ تک کے سفر میں آپ نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا، اور فرمایا: مکہ سے جدہ تک کے سفر اور مکہ سے عسفان اور طائف تک کے سفر میں قصر کرو[۵۹]۔ آپ مکہ سے طائف کے لیے نکلے اور قصر نماز پڑھی[۶۰] یہ مسافت چار برید (تقریباً اڑتالیس میل) کے برابر ہے[۶۱] اسی بنا پر آپ نے ایک دفعہ فرمایا: مکہ والو چار برید سے کم کی مسافت میں قصر نہ کرو' عسفان سے مکہ تک چار برید ہے[۶۲] یہ دو مرحلوں کی مسافت ہے[۶۳] یہ اڑتالیس ہاشمی میل ہے[۶۴] اگر اس مسافت میں نماز قصر پڑھی جائے گی تو اس سے زائد مسافت میں بطریق اولیٰ پڑھی جائے گی۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک سفر کیا آپ فرض نمازیں دو رکعت پڑھتے رہے[۶۵]

ب۔ سفر کے اندر مشروع رخصتوں پر عمل کا حق دار بننے کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں ہوگی کہ ایک مسلمان صرف وہ مسافت طے کرے جس کا ذکر پیرا نمبر الف میں ہوا ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سفر معصیت کا سفر نہ ہو اگر سفر معصیت کا سفر ہو تو مسافر کے لیے سفر کی رخصتوں پر عمل کرنا حلال نہیں ہوگا[۶۶]

۲۔ سفر سے اقامت اختیار کرنا:

الف۔ سفر خواہ کئی مہینے جاری رہے مسافر اس وقت تک سفر کی رخصتوں سے فائدہ اٹھاتا رہے گا جب تک وہ اس جگہ جہاں وہ ہوا اقامت کی نیت نہ کرلے زائدہ بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ دشمن کی سرزمین میں دیر تک ٹھہرے رہتے ہیں ہم نماز کیسی پڑھیں؟ آپ نے جواب دیا جب تک اپنے گھر واپس نہ آ جاؤ اس وقت تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہو[۶۷] ابوالمنہال العنزی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میں مدینہ میں ایک سال مقیم رہتا ہوں اور سفر کی تیاری میں لگا رہتا ہوں، آپ نے فرمایا: قصر نماز پڑھتے رہو[۶۸]

حضرت ابن عباسؓ سے اقامت کی اس مدت کے بارے میں منقول روایات کے اندر اختلاف ہے جس کی نیت کرنا مسافر پر واجب ہے اور جس کے نتیجے میں اسے مقیم شمار کیا جائے اور سفر کی رخصتوں سے

فائدہ اٹھانے سے اسے روک دیا جائے۔

☆ ایک روایت کے مطابق یہ مدت پندرہ دن ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم سفر کے دوران کسی شہر میں پہنچ جاؤ اور یہاں پندرہ دن قیام کرنے کی تمھاری نیت ہو تو پھر پوری نماز پڑھو لیکن اگر تمھیں معلوم نہ ہو کہ کب کوچ کرنا ہوگا تو قصر پڑھو (۶۹)

☆ دوسری روایت کے مطابق یہ مدت اٹھارہ دن ہے۔ آپ نے فرمایا: جو مسافر کسی جگہ سترہ دن قیام کرے وہ قصر پڑھے گا اور جو اس سے زائد قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے گا (۷۰)

☆ تیسری روایت کے مطابق یہ مدت بیس دن ہے امام بخاری اور دیگر حضرات نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بعض سفروں میں انیس دن اقامت کی اور قصر پڑھتے رہے، آپ نے فرمایا: اگر ہم انیس دن اقامت کریں تو قصر پڑھیں گے اور اگر اس سے زائد اقامت کریں تو پوری نماز پڑھیں گے (۷۱)

ب۔ گزشتہ پیرے میں ہم نے جس مدت کا ذکر کیا ہے اگر مسافر اس شہر میں جہاں وہ ہو اتنی مدت کے لیے اقامت کی نیت کرے تو اس کا سفر ختم ہو جائے گا اسی طرح وطن واپس پہنچنے پر بھی اس کے سفر کا اختتام ہو جائے گا وطن کی دو قسمیں ہیں۔ وطن اصلی اور وطن اقامت وطن اصلی وہ ہے جہاں اس کے اہل وعیال ہوں اور وطن اقامت وہ ہے جہاں وہ کام کرتا ہو، اس کے مویشی وغیرہ ہوں یا جہاں اس کی تجارت وغیرہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب تم اپنے اہل وعیال اور مویشیوں میں پہنچ جاؤ تو پوری نماز پڑھو (۷۲)

۳۔ سفر میں حاصل ہونے والی رخصتیں:

سفر کے اندر چونکہ عام طور پر مشقتوں کا سامنا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے چند ایسے خاص احکام دیئے ہیں جن کے نتیجے میں سفر کی مشقتوں کے اندر کچھ نہ کچھ تخفیف ہو جاتی ہے۔ ان احکام کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ چار رکعتوں والی نمازوں میں قصر کرنے کا حکم: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعت

ہے (۷۳)

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے قصر کے حکم کی حکایت کے اندر علماء کا اختلاف ہے۔ ابن المنذر نے آپ سے حکایت کی ہے کہ سفر کے اندر قصر کرنا واجب ہے۔ یہ بات حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کے اندر صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ اللہ نے تمام نمازیں نازل کیں اس نے مسافر کے لیے الگ نماز فرض کی اور مقیم کے لیے الگ نماز اس لیے مقیم کو مسافر والی نماز اور مسافر کو مقیم والی نماز نہیں پڑھنی چاہئے (۷۴) نیز اس قول میں بھی کہ جس شخص نے سفر کے اندر چار رکعتیں پڑھیں وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے حضر کے اندر دو رکعتیں پڑھیں (۷۵) نووی نے آپ سے نقل کیا ہے کہ مسافر کے لیے قصر اور اتمام دونوں جائز ہیں لیکن قصر افضل ہے یہ بات نووی نے شاید اس واقعہ سے اخذ کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اور میرا ایک دوست ہم دونوں سفر پر نکلے میں تو پوری نماز پڑھتا اور میرا دوست قصر کرتا، یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ تم قصر (کوتاہی) کرتے رہے اور تمہارا دوست اتمام (حکم خداوندی کے مطابق نماز کی ادائیگی) کرتا رہا (۷۶) آپ نے سائل کو نمازیں لوٹانے کا حکم نہیں دیا

میری رائے یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول: ''جس نے سفر کے اندر چار رکعتیں پڑھیں وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے حضر کے اندر دو رکعتیں پڑھی ہوں'' قصر کے وجوب میں صریح ہے نیز ہم نے اوپر جس واقعہ کا ان لوگوں کے حق میں دلیل کے طور پر تذکرہ کیا ہے جو سفر میں قصر کے جواز کے قائل ہیں وجوب کے قائل نہیں وہ واقعہ اگر قصر کے وجوب پر دلالت نہیں کرتا تو اس کے جواز پر بھی دلالت نہیں کرتا۔ مذکورہ سائل کو حضرت ابن عباسؓ کا جواب اس عموم پر دلالت کرتا ہے کہ سفر کے اندر دو رکعتیں ہوتی ہیں، اگر آپ سے سائل کو نماز کے اعادے کا حکم منقول نہیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ نے اسے اعادے کا حکم دیا بھی نہیں تھا یا یہ احتمال ہے کہ آپ نے اسے یہ حکم دیا تھا لیکن یہ ہم تک منقول نہیں ہوسکا، یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے اسے اعادے کا حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ آپ کو وہ ایک سمجھ دار آدمی نظر آیا تھا جس نے آپ کے جواب سے یہ بات سمجھ لی تھی کہ اس کی نماز درست نہیں ہوئی خاص طور پر جب کہ آپ نے اس سے فرمایا: تم قصر کرتے رہے انسان جب نماز میں قصر کرے یعنی تین رکعتوں کی بجائے دو رکعتیں پڑھ لے تو ظاہر ہے کہ اس

کی نماز نہیں ہوگی یا یہ احتمال ہے کہ آپ نے اسے اعادے کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے کہ آپ نے اس کی چار رکعتوں والی نماز کے بارے میں یہ تصور کر لیا تھا کہ دو رکعتیں تو فرض کی تھیں اور دو رکعتیں بطور نفل تھیں۔ واللہ اعلم خلاصہ بحث یہ ہے کہ میری رائے میں حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سفر کے اندر قصر واجب ہے واللہ اعلم

(۲) اگر مسافر کسی مقیم کی اقتدار میں نماز ادا کرے تو اس پر نماز کا اتمام واجب ہوگا۔ خواہ اسے اس نماز کی جماعت کے ساتھ ایک رکعت ملی ہو یا ایک رکعت سے کم یا اس سے زیادہ نماز ملی ہو (۷۷) حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ مسافر جب تنہا نماز پڑھتا ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہے اور جب امام کے پیچھے پڑھتا ہے تو چار رکعتیں پڑھتا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: سنت یہی ہے (۷۸) نیز فرمایا: اگر مسافر مقیم لوگوں کی نماز میں شامل ہو جائے تو وہ ان کی نماز پڑھے گا (۷۹) یعنی چار رکعتیں

ب۔ دو نمازوں کو یکجا ادا کرنا: یعنی ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ۔ پہلی صورت جمع تقدیم کی ہے اور دوسری صورت جمع تاخیر کی ہے اس لیے کہ نمازوں کے مذکورہ بالا دونوں جوڑوں کے اوقات قریب قریب ہیں۔ نمازوں کو اس طرح یکجا کر دینا سفر میں نیز عذر والے احوال میں مثلاً تیز بارش، گھپ اندھیرا اور عشاء کے وقت راستے پر خطر ہونے کی صورت میں جائز ہے۔ عذر کے بغیر جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس شخص نے عذر کے بغیر دو نمازیں یکجا کر لیں اس نے بہت بڑا گناہ کیا (۸۰) آپ سفر کے اندر دو نمازیں ایک ساتھ پڑھ لیتے اور فرماتے کہ یہ سنت ہے (۸۱) ایک دفعہ آپ طائف سے مکہ آ رہے تھے آپ نے مغرب کی نماز میں تاخیر کر دی پھر راستے میں اترے اور مغرب و عشا اکٹھی ادا کر لی (۸۲) عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں ایک دن عصر کے بعد خطبہ دیا۔ خطبہ اتنا طویل ہو گیا کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے لوگوں نے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے لیکن آپ نے کوئی توجہ نہیں دی اور خطبہ جاری رکھا یہ دیکھ کر بنوتمیم کا ایک شخص اٹھا اور تسلسل کے ساتھ کہتا رہا کہ نماز نماز نماز حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا: تمھاری ماں مرے، تم مجھے سنت کی تعلیم دینے چلے ہو؟ میں نے حضور ﷺ کو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء یکجا ادا کرتے دیکھا ہے (۸۳) آپ فرماتے: ہم ظہر اور عصر یکجا ادا کر لیتے تھے (۸۴) نیز فرماتے اگر تم لوگ سفر کر رہے ہو اور منزل تم

سے دور ہو تو چلتے رہو حتی کہ منزل پر پہنچ جاؤ اور پھر دونوں نمازوں کو یکجا ادا کر لو۔ اگر تم نے کہیں پڑاؤ کیا ہو اور کسی وجہ سے تمہیں کوچ کرنے کی جلدی ہو تو دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کر لو اور پھر روانہ ہو جاؤ (۸۵)

ج۔ نوافل ترک کر دینا: سفر کے اندر ایک رخصت یہ بھی ہے کہ فرض کے سوا باقی نمازیں چھوڑ دی جائیں۔ وتر کی نماز چونکہ سنت ہے (۸۶) اس لیے حضرت ابن عباسؓ سفر کے اندر وتر کی ادائیگی اکثر اوقات ترک کر دیتے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے واسطے سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جس نے حضرت ابن عباسؓ کی معیت میں سفر کیا تھا اس کا کہنا ہے کہ میں نے آپ کو وتر پڑھتے نہیں دیکھا (۸۷)

د۔ سواری پر نوافل کی ادائیگی: سفر کی ایک رخصت یہ بھی ہے کہ سواری کے اوپر جب کہ سواری رواں دواں ہو، نفل پڑھی جا سکتی ہے اور جس طرف نمازی کا رخ ہو وہی اس کا قبلہ ہو گا نیز وہ اشارے سے رکوع و سجود کرے گا۔ عمدۃ القاری کے اندر منقول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے سفر کے اندر سواری پر وتر کی نماز ادا کی (۸۸)

ھ۔ جنبی مسافر جسے غسل کرنے کے لیے پانی نہ ملے اس کے لیے آپ نے فرمایا جس شخص کو جنابت لاحق ہو جائے وہ نماز کے قریب نہ جائے الا یہ کہ وہ مسافر ہو اور اسے پانی نہ ملے تو وہ پانی ملنے تک جنابت کی حالت میں نماز پڑھتا رہے گا آپ اپنے اس قول کے حق میں سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۳ سے استدلال کرتے ہیں (ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا اور تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم جنبی ہو یہاں تک کہ غسل کر لو الا یہ کہ تم راستے سے گزرنے والے ہو) (۸۹)

و۔ موزوں پر مسح کی اباحت اور تین دنوں اور تین راتوں کے ساتھ سفر میں اس مسح کی مدت کی تحدید (دیکھئے مادہ خف نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۴)

ز۔ رمضان کے روزے نہ رکھنا: سفر کے اندر روزہ رکھنے کے جواز کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے ایک روایت کے مطابق مسافر کے لیے سفر میں رکھا ہوا روزہ کافی نہیں ہو گا ایک شخص نے آپ سے سفر کے اندر روزہ رکھنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا یہ روزہ اس کے لیے کافی نہیں ہو گا (۹۰) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ: رمضان میں سفر

کے اندر روزہ نہ رکھنا عزیمت ہے(۹۱) اگر روزہ نہ رکھنا عزیمت ہے تو پھر روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا دوسری روایت کے مطابق سفر میں روزہ جائز ہے مسافر اگر چاہے روزہ رکھ لے اور اگر چاہے نہ رکھے۔ آپ نے فرمایا: جو شخص رمضان کے اندر سفر پر ہو وہ اگر چاہے تو روزہ رکھ لے اور اگر چاہے تو روزہ چھوڑ دے (۹۲) نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سفر کے اندر روزہ چھوڑنے کا حکم دے کر تمھارے لیے آسانی پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس لیے سفر کے اندر جس شخص کے لیے روزہ رکھنا آسان ہو وہ روزہ رکھ لے اور جس شخص کے لیے روزہ چھوڑنے میں سہولت ہو وہ روزہ چھوڑ دے (۹۳) المحلیٰ میں ابن حزم نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مسافر کے لیے روزہ افضل ہے (۹۴) آپ سے سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: سختی اور آسانی ہے تم اللہ کی دی ہوئی آسانی پر عمل پیرا ہو جاؤ اور پھر آپ نے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ کی تلاوت فرمائی (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر اللہ تمھارے لیے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے سختی پیدا کرنا نہیں چاہتا) (۹۵) حضرت ابن عباسؓ کا صحیح ترین مسلک یہی ہے۔ اگر مسافر چند دن روزے نہ رکھے اور اس کے بعد وفات پا جائے تو انشاء اللہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ ایسے شخص کے بارے میں جب حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا (۹۶)

۴۔ سفر سے آمد کی نماز:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جو شخص سفر سے واپس آئے وہ صحیح سلامت وطن واپسی کا شکر ادا کرنے کے لیے شکرانے کی دو رکعتیں پڑھے، آپ ایک سفر سے گھر لوٹ کر آئے تو گھر میں موجود۔ چٹائی بچھائی اور اس پر کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا کیں (۹۷)

۵۔ محرم کے بغیر عورت کا سفر:

حضرت ابن عباسؓ محرم کے بغیر عورت کے لیے سفر کی اباحت نہیں کرتے تھے خواہ یہ حج کا سفر کیوں نہ ہوتا۔ آپ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے ایک شخص نے عرض کیا اللہ کے رسول، میری بیوی حج پر جاری ہے اور میں نے فلاں فلاں جنگ میں کمائی کی ہے آپؐ نے فرمایا: تم بھی جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو (۹۸)

۶۔عدت گزارنے والی عورت کا سفر:

حضرت ابن عباسؓ ایسی عورت کے لیے سفر کی اباحت کرتے تھے خواہ وہ عدت طلاق گزار رہی ہو یا عدت وفات (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کے جز د کا جز ۲ اور نمبر۳ کے جز د کا جز ۲)

سکر (نشہ)

۱۔ تعریف: کسی معین مشروب کی تاثیر سے ذہن میں امور کا گڈمڈ ہو جانا اور ان کے ادراک سے عقل کا عاجز ہونا سکر کہلاتا ہے

۲۔ سکر پر مترتب ہونے والے اثرات: انسان اگر نشہ کی زد میں آجائے تو اس کے اس نشہ پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں

الف۔ سزا: جو شخص کوئی حرام مشروب پی کر نشہ کی زد میں آجائے تو اس پر سزا لازم ہو جاتی ہے۔(مادہ اشربۃ نمبر۳)؛ کے اندر اس سزا کے بارے میں گفتگو ہوگئی ہے

ب۔ نشہ میں مبتلا شخص (سکران) کے تصرفات: اس کے تصرفات یا تو فعلی ہوں گے یا قولی

(۱) فعلی تصرفات: سکران کے تمام فعلی تصرفات پر اسی طرح مواخذہ ہوگا جس طرح ہوشمند کے فعلی تصرفات پر مواخذہ ہوتا ہے۔ اگر وہ نشہ کی حالت میں کسی کا مال تلف کر دے تو اس کا تاوان بھر دے گا۔ اگر زنا یا چوری کرے تو اس پر حد جاری کی جائے گی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سکران اپنے نشہ کی حالت میں جو جرم کرے گا اس کی حد اس پر جاری کی جائے گی (۹۹) (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر۲ کا جز ب)

(۲) قولی تصرفات: اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ابن قدامہ نے المغنی کے اندر نقل کیا ہے کہ سکران کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی (۱۰۰) جمہور علماء نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ سکران کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس

نے فرمایا: سکران اور مجبور شخص کی دی ہوئی طلاق جائز نہیں ہوتی (۱۰۱) آپ سے یہی روایت درست ہے۔

سلام (السلام علیکم کہنا)

۱۔ تعریف: السلام علیکم کے ساتھ تحیت کو سلام کہتے ہیں

۲۔ سلام کہنا:

الف۔ حضرت ابن عباسؓ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے: **السلام علینا و علیٰ عباد الله الصالحین** (ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو) (۱۰۲)

ب۔ خطیب جب منبر پر آئے تو لوگوں کو السلام علیکم کہے (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۲ کا جز الف)

ج۔ نماز کے اختتام پر تسلیم کہنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹)

۳۔ سلام کا جواب دینا

الف۔ جب مسلمان کو سلام کہا جائے تو اس پر اس کا جواب دینا واجب ہوگا خواہ سلام کہنے والا مسلمان ہو یا کافر اس لیے کہ سلام کا جواب دینا صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لیے عام ہے البتہ کافر کے سلام کا جواب اس کے سلام کی طرح دیا جائے گا اور مسلمان کے سلام کا جواب اس کے سلام سے بہتر اور احسن طریقے سے دیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے (**واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها** اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقے کے ساتھ جواب دو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اپنے اہل دین کے سلام کا جواب'' آگے ارشاد باری ہے (**اور دوھا** یا کم از کم اسی طرح) اس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: جو شخص تمہارے دین کا پیروکار نہ ہو اس کے سلام کا جواب اسی طرح دو جس طرح اس نے سلام کیا ہے (۱۰۴)

ب۔ اگر نماز میں مصروف شخص کو سلام کہا جائے تو وہ الفاظ میں سلام کا جواب نہیں دے گا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے کے مطابق وہ اشارے یا

مصافحہ کے ذریعے سلام کا جواب دے گا۔ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے موسیٰ بن جمیل کو دیکھا کہ نماز پڑھ کر چلے گئے پھر واپس آئے اور پھر مڑ گئے پھر وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس سے گزرے آپ اس وقت کعبہ کی رخ میں نماز پڑھ رہے تھے اور رات کا وقت تھا موسیٰ نے آپ کو سلام کہا آپ نے موسیٰ کا ہاتھ اس طرح پکڑ لیا یعنی مصافحہ کیا، اس طرح آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا (۱۰۵)

سلب (مقتول دشمن سے چھینا ہوا مال)

۱۔ تعریف: برسر پیکار دشمن جو قتل ہو چکا ہو اس کی سواری کا جانور اس کے جسم کے کپڑے، سواری کی زین اور لگام ہتھیار اور سامان جنگ سلب کہلاتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ انفال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا گھوڑا، زرہ اور نیزہ (۱۰۶)

۲۔ سلب کی ملکیت:

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سلب کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ مال غنیمت کا جز ہوتا ہے۔ اگر سالار لشکر نے مجاہدین کے لیے سلب کا اعلان کر دیا ہو تو اسے نفل سے شمار کیا جائے گا۔ نفل (زائد عطیہ) مال غنیمت کے مجموعے سے نہیں نکالا جائے گا بلکہ اس پانچویں حصے سے نکالا جائے گا جو مال غنیمت کے اندر حکومت کا حصہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سلب نفل سے دیا جائے گا اور نفل پانچویں حصے (خمس) سے (۱۰۷) جب مجاہد غنیمت کے خمس سے سلب حاصل کرے گا تو اس کا پانچواں حصہ حکومت کے حوالے کر دے گا اور باقیماندہ چار حصے خود رکھ لے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سلب نفل سے دیا جائے گا اور نفل کے اندر پانچواں حصہ یعنی خمس ہے (۱۰۸)

سلم (بیع سلم)

سلم اس بیع کو کہتے ہیں جس کے تحت ایک موجل مال کو جس کا وصف بیان کر دیا گیا ہو اور جو بائع کے ذمہ لگ جائے، معجل ثمن کے بدلے فروخت کر دیا جائے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶)

سمر (باتیں کرنا)

۱۔ تعریف: نمازِ عشاء کے بعد جاگنا اور بیٹھ کر باتیں کرنا سمر کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم:

حضرت ابن عباسؓ عشاء کے بعد سمر کو مکروہ تصور کرتے تھے تاکہ اس سے پرہیز کر کے رات کے آخری پہر اٹھ کر تہجد پڑھنے کی قوت اور اس کا موقعہ حاصل ہو جائے۔ آپ فرماتے: میں عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور عشاء کی نماز کے بیٹھ کر باتیں کرنا پسند نہیں کرتا (۱۰۹) اس حکم سے صرف وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں جب عشاء کے بعد کوئی علمی گفتگو کی جائے یا مسلمانوں کی فلاح و بہود سے متعلقہ امور پر سوچ بچار کیا جائے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ عشاء کے بعد بیٹھ کر باتیں کرتے تھے (۱۱۰) اس روایت کو درج بالا صورت پر محمول کیا جائے گا

سمسرۃ (دلالی)

۱۔ تعریف: اجرت لے کر سودے کے اندر سہولت پیدا کرنے کی خاطر بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ بننے کو سمسرہ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عباسؓ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص دلالی کا کام کرے آپ فرماتے: کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے یعنی اس کا دلال نہ بنے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دلالی کی بنا پر بھاؤ چڑھ جاتا ہے کیونکہ دلال کی اجرت بھی مال کے بھاؤ میں ضم کر دی جائے گی اور آخر کار گاہک کو اس کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دلالی بیع کے ارادے کو مخدوش کر دیتی ہے اور اس کے ذریعے بہت دفعہ بائع اور مشتری دونوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ اگر دلال بائع کے تابع ہو تو وہ کم سے کم وقت اور کم سے کم محنت صرف کر کے مال کو فروخت کر دینے کی کوشش کرے گا تاکہ اسے اس کی دلالی مل جائے یہی وجہ ہے کہ دلال اکثر یہ کرتا ہے کہ مالک کو آ کر کہتا ہے کہ تمھارے مال کی اتنی رقم سے زیادہ قیمت نہیں لگ رہی ہے، مالک اس کی بات پر یقین کر کے اپنا مال فروخت کر دیتا ہے۔ حالانکہ دلال اگر کچھ اور محنت کرتا یا کچھ وقت اور انتظار کر لیتا تو

مذکورہ مال کی زیادہ قیمت وصول ہونے کا امکان ہوتا۔ اگر دلال مشتری کے تابع ہو تو وہ اس سے آ کر کہتا ہے کہ تمھارا مطلوبہ مال مجھے اس رقم سے کم پر دستیاب نہیں ہے۔ مشتری اس کی بات پر یقین کر کے اسے مذکورہ مال کی خریداری کی اجازت دے دیتا ہے حالانکہ اگر دلال کچھ اور دوڑ دھوپ کرتا یا کچھ وقت اور انتظار کر لیتا تو اس کے لیے مطلوبہ مال مذکورہ قیمت سے کم پر حاصل کرنا ممکن ہو جاتا۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز الف)

سن (دانت)

دانت کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ک)

سھر (رات کو بیدار رہنا) دیکھئے مادہ سمر

سھو (بھول)

سجدہ سہو (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۵)

حرف السین میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ الاستذکار ج۱ ص۲۰۸

۲۔ کنز العمال ج۹ ص۵۸۳، ابن ابی شیبہ، ج۱ ص۶ ب عبدالرزاق ج۱ ص۱۰۲، ۱۰۳، المحلی ج۱ ص۱۱۸

۳۔ المحلی ج۱ ص۱۱۲، طرح التثریب ج۲ ص۱۲۴، الاستذکار ج۱ ص۲۵۸ نیل الاوطار ج۱ ص۴۲

۴۔ المحلی ج۱ ص۱۱۲، المجموع ج۲ ص۵۸۶

۵۔ المغنی ج۸ ص۱۱۱۶ احکام القرآن ج۳ ص۴۰۲

۶۔ سنن بیہقی ج۷ ص۱۶۷ تفسیر طبری ج۵ ص۱۲ المغنی ج۸ ص۴۲۷

۷۔ سنن بیہقی ج۷ ص۱۱۶۷ احکام القرآن ج۲ ص۱۳۵ ج۳ ص۴۳۹

۷ب البخاری فی صفۃ الصلوٰۃ مسلم فی الصلوٰۃ باب اعضاء السجود ابن ابی شیبہ ج۱ ص۴۰ ب

۸۔ عبدالرزاق ج۲ ص۱۸۱ کنز العمال ج۸ ص۱۳۰، ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۴۱ المحلی ج۳ ص۲۶۷

۹۔ سنن بیہقی ج۲ ص۱۰۴

۱۰۔ ابوداؤد فی الصلوٰۃ باب صفۃ السجود، مسند احمد نمبر ۲۴۰۵

۱۱۔ احکام القرآن ج۳ ص۲۰۹

۱۲۔ عبدالرزاق ج۲ ص۴۷۸ المحلی، ج۳ ص۲۶۸ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۴۲، المغنی ج۳ ص۱۴۸

۱۳۔ عبدالرزاق ج۲ ص۴۷۸

۱۴۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۴۲

۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۹۲ ب

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۶۸، المغنی، ج۲ ص۴۷

۱۷۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۷۰

۱۸۔ المغنی ج۲ ص۵

۱۹۔ المجموع ج۴ ص۴۳

۲۰۔ عبدالرزاق ج۳ ص۳۰۸

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۹۷

۲۲۔ حوالہ درج بالا

۲۳۔ ابوداؤد فی الصلوٰۃ باب اذا صلی خمساً

۲۴۔ الاعتبار ص۱۱۵ نیل الاوطار، ج۳ ص۱۳۵ المغنی ج۲ ص۲۲

۲۵۔ المجموع ج۳ ص۵۵۵

۲۶۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۴۵ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۴ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۳ ب المجموع ج ۳ ص ۵۵۱ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۲۳ المغنی ج ۱ ص ۶۲۴

۲۷۔ المغنی ج ۱ ص ۶۲۴ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۵۶

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۵

۲۹۔ حوالہ درج بالا

۳۰۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۳۵ ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۶۵ ب المغنی ج ۱ ص ۶۱۷

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۴، ۶۵ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۴

۳۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۴ ب سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۸، المحلی ج ۵ ص ۱۰۷ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۲۵، المغنی ج ۱ ص ۶۱۹ المجموع ج ۳ ص ۵۵۷

۳۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۴ ب عبدالرزاق ج ۳، ص ۳۳۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۶، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۲۵

۳۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۴ سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۱۸، ۶۱۹، المحلی ج ۵ ص ۱۰۷ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۲۳ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۸۰ المغنی ج ۱ ص ۵۱۸

۳۵۔ تنویر المقیاس ص ۱۵

۳۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۴۳

۳۷۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲

۳۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۲

۳۹۔ المغنی ج ۳ ص ۱۲۹، ۱۷۰ تنویر المقیاس ص ۲۶، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۲۱ المجموع ج ۶ ص ۳۴۳، ۳۴۴

۴۰۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۲۶

۴۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۳ ب

۴۲۔ المغنی ج ۸ ص ۲۶۷

۴۳۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۴۲

۴۴۔ المحلی ج ۱۱ ص ۱۵۸

۴۵۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۷

۴۶۔ عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۲۷

۴۷۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۹۵ المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۷

۴۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۶

۴۹۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۹۲/۲

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۴ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۴ خراج ابی یوسف ص ۲۱۰ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۱۵، ۴۱۶

۵۱۔ تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۲۹۶ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵
۵۲۔ تنویر المقیاس ص ۹۳
۵۲ ب۔ خراج ابی یوسف ص ۲۰۸ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۲۲ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۶
۵۳۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۸۶، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۶، المحلی ج ۱۱ ص ۳۵۵
۵۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۰ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۲۱
۵۵۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۲ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۰
۵۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۲ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۴ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۵۶
۵۷۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷
۵۸۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۵ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۲ المحلی ج ۵ ص ۱۱ ج ۶ ص ۲۴۴ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷
۵۹۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۴ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۲ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷، ۱۵۵، ۱۵۶ المحلی ج ۵ ص ۱۱ ج ۶ ص ۲۴۴، الموطا ج ۱ ص ۱۴۸، المغنی ج ۲ ص ۲۵۵ المجموع، ج ۴ ص ۲۱۷
۶۰۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۳ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۵۵
۶۱۔ الموطا ج ۱ ص ۱۴۸ المحلی ج ۶ ص ۲۴۴، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۳۸
۶۲۔ المغنی ج ۲ ص ۲۵۷، المحلی ج ۶ ص ۲۴۴، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷
۶۳۔ المغنی ج ۲ ص ۲۵۵ المجموع ج ۴ ص ۲۱۷
۶۴۔ المحلی ج ۵ ص ۱۱ المجموع ج ۴ ص ۲۱۷
۶۵۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۴
۶۶۔ المغنی ج ۲ ص ۲۶۱
۶۷۔ شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۲۴۶ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۳۷ المغنی ج ۲ ص ۲۸۸ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۳
۶۸۔ المحلی ج ۵ ص ۲۲
۶۹۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۵۶ المغنی ج ۲ ص ۲۸۸
۷۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۳ المحلی ج ۵ ص ۲۲
۷۱۔ البخاری فی التقصیر، ابوداؤد فی الصلوۃ باب متی یتم الصلوۃ، الترمذی فی الصلوۃ باب کم تقصر الصلوۃ، النسائی فی تقصیر الصلوۃ المجموع ج ۴ ص ۲۴۸ المغنی ج ۲ ص ۲۸۸
۷۲۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۶ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۴ المحلی ج ۵ ص ۱۱، ۲۵ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۳ المغنی ج ۲ ص ۲۹۰
۷۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۲ تنویر المقیاس ص ۱۳۴ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۵۴، الاستذکار ج ۱ ص ۳۰
۷۴۔ کنز العمال ج ۸ ص ۲۴۹
۷۵۔ المحلی ج ۴ ص ۱۷۰ المغنی ج ۲ ص ۲۶۷ المجموع ج ۴ ص ۳۲۳

۷۶۔ المغنی ج ۲ص ۲۶۹ احکام القرآن ج ۲ص ۲۵۲ المجموع ج ۴ص ۲۲۳
۷۷۔ المغنی ج ۲ص ۲۸۴ المجموع ج ۴ص ۲۳۹
۷۸۔ المغنی ج ۲ص ۲۸۴
۷۹۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵۸ الاستذکار ج اص ۸۱
۸۰۔ الترمذی فی الصلوۃ باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر، کشف الغمۃ ج اص ۱۳۹
۸۱۔ سنن بیہقی ج ۳ص ۱۶۵ کنز العمال ج ۸ص ۲۴۹
۸۲۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۳ ب
۸۳۔ المحلی ج ۳ص ۱۸۶
۸۴۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۵۴۹
۸۵۔ سنن بیہقی ج ۳ص ۱۶۴ عبدالرزاق ج ۲ص ۵۵۰
۸۶۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۹۹
۸۷۔ حوالہ درج بالا
۸۸۔ عمدۃ القاری ج ۷ص ۱۱۴ المجموع ج ۳ص ۵۱۷
۸۹۔ سنن دارمی ج اص ۲۶۵ تفسیر ابن کثیر ج اص ۵۰۱
۹۰۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۲ ب المحلی ج ۶ص ۲۵۷
۹۱۔ المحلی ج ۶ص ۲۵۷
۹۲۔ سنن بیہقی ج ۴ص ۲۴۶ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۲ ب المحلی ج ۶ص ۲۴۷ الاعتبار ص ۱۴۴ المجموع ج ۶ص ۲۹۰
۹۳۔ شرح معانی آلاثار ج اص ۳۳۲
۹۴۔ المحلی ج ۶ص ۲۴۷
۹۵۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۲ المحلی ج ۶ص ۲۵۶ عبدالرزاق ج ۲ص ۵۷۰ احکام القرآن ج اص ۲۱۳، المغنی ج ۳ص ۱۵۰ المجموع ج ۶ص ۲۹۲
۹۶۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۴۱
۹۷۔ عبدالرزاق ج ۵ص ۱۶۶
۹۸۔ احکام القرآن ج ۲ص ۲۴ البخاری فی الحج باب حج النساء مسلم فی الحج باب سفر المراۃ مع محرم الی الحج وغیرہ
۹۹۔ کنز العمال ج اص ۹۰ کشف الغمۃ ج ۲ص ۱۴۰
۱۰۰۔ المغنی ج ۷ص ص ۱۱۵
۱۰۱۔ البخاری فی الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق، فتح الباری ج ۹ص ۳۴۳ عمدۃ القاری ج ۲۰ص ۲۵۱ نیل الاوطار ج ۷ص ۲۱ کشف الغمۃ ج ۲ص ۹۹

۱۰۲۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۴۷ کنز العمال ج ۸ ص ۱۳۲۱ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳۶

۱۰۳۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۸

۱۰۴۔ تنویر المقیاس ص ۷۶

۱۰۵۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۳۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷ ب المغنی ج ۲ ص ۱۶۰ المجموع ج ۴ ص ۳۸

۱۰۶۔ الاموال ص ۳۰۴

۱۰۷۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۱۲

۱۰۸۔ الاموال ص ۳۰۴، الموطا ج ۲ ص ۴۵۵ المحلی ج ۷ ص ۲۲۷ شرح السیر الکبیر ج ۲ ص ۶۰۲، ۶۰۳ المغنی ج ۸ ص ۳۹۱

۱۰۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۳

۱۱۰۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۵

حرف الشین

شارب (مونچھیں)

مونچھیں کترنا سنت ہے (دیکھئے مادہ ابط)

شبہ العمد (شبہ عمد)

شبہ عمد اسے کہتے ہیں کوئی شخص کسی کو ایسی چیز سے جان بوجھ کر ضرب لگائے جس کے ذریعے عام طور پر قتل کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو اور پھر مضروب مرجائے

(دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۲ کا جزب)

شبھۃ (شبہ)

شبہ یہ ہے کہ ایک چیز کسی ثابت چیز کے مشابہ ہو لیکن ثابت نہ ہو

شبہ کی بناپر حدود کا اسقاط (دیکھئے مادہ حد نمبر ۷)

شرب (پینا)

زمزم پینے کے آداب (دیکھئے مادہ زمزم نمبر۲)

شرط (شرط)

۱۔ تعریف: شرط یہ ہے کہ ایک چیز کے وجود کو ایک اور چیز کے وجود پر معلق کردیا جائے

۲۔ شرط کی قسمیں: شرائط کی دو قسمیں ہیں

الف۔ ایسی شرطیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں۔ ان کے اندر کسی کو کوئی کوتاہی کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ان کا تحقق ضروری ہے مثلاً وراثت کے استحقاق کے لیے وارث کی ذات میں چند صفات کے وجود کی شرط (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴) اضحیہ درست ہونے کے لیے

قربانی کے جانور کے اندر چند معین صفات کی شرط (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۳) وہ شرطیں جن کا تحقق ایلاء کی صحت کے لیے واجب ہے (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲) وہ شرطیں جن کا تحقق بیع سلم کی صحت کے لیے ضروری ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کا جزج) وہ شرطیں جن کا وجود ایک مجرم پر حد جاری کرنے کے لیے واجب ہے (دیکھئے مادہ حد نمبر ۴) اسی طرح کی دیگر شرائط جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

ب۔ ایسی شرطیں جنہیں بندے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے لگاتے ہیں ان شرطوں کی پھر دو قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم وہ ہے جو عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو مثلاً ثمن کی تعجیل یا تاجیل کی شرط، دین کے کفیل یا رہن کی شرط، اور اسی طرح کی دیگر شرطیں عقد سلم کے اندر مسلم فیہ (مبیع) کے سلسلے میں کفیل حاصل کرنے یا رہن رکھوانے کی شرط کی عقد سلم کے ساتھ مناسبت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا نقطہ نظر مختلف ہے کیونکہ متعاقدین میں سے ہر ایک کو دوسرے متعاقد سے اس چیز کے بارے میں ضمانت حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے جو اس کے ذمہ باقی رہ گئی ہے۔ بنا بریں بیع سلم کے اندر بائع پر کفیل دینے یا رہن رکھنے کی شرط عائد کر دینا حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن اصل کے اعتبار سے عقد سلم کی مشروعیت بائع کی مالی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہوئی ہے۔ ایسی صورت کے اندر اگر اس کے ذمہ عائد مسلم فیہ (مبیع) کے سلسلے میں اس پر کفیل دینے یا رہن رکھنے کی شرط لگا دی جائے تو اس کے نتیجے میں اس کی مالی ضرورت پوری کرنے کا عمل متاثر ہوگا اور اس میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ بنا بریں بائع پر کفیل دینے یا رہن رکھنے کی شرط غیر مشروع ہوگی (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کا جز ز)

(۲) دوسری قسم وہ ہے جو عقد کے ساتھ مناسبت نہ رکھتی ہو مثلاً یہ شرط عائد کر دینا کہ مبیع کی ملکیت مشتری کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد بھی بائع کو مبیع سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہوگا۔ ایک شخص نے بکری کا ایک عضو بکری کے بچے کی ایک ٹانگ کے بدلے خرید لیا اور بکری کے مالک پر یہ شرط عائد کر دی کہ وہ بکری کے بچے کو اس کی ماں کا دودھ اس وقت تک پلاتا رہے گا جب تک وہ دودھ نہ چھوڑ دے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ بیع درست نہیں ہے[1] (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۵

کا جز ب) اسی طرح دین کے اندر ربو یعنی سود کی شرط (دیکھئے مادہ ربا) اسی طرح یہ شرط کہ عقد نکاح میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں ہوگا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز الف) اسی طرح بائع کی طرف سے مشتری سے بیعانہ لینے کی شرط کی یہ صورت کہ اگر مشتری نے بیع چھوڑ دی تو اس کا بیعانہ ضائع ہو جائے گا (۲)

(۳) کچھ ایسے عقود بھی ہیں جن کی کیفیت یہ ہے کہ ابتداء میں تو شرائط کے بارے میں سختی برتی جاتی ہے لیکن جب یہ عقود تکمیل کے مراحل طے کر لیتے ہیں تو اس بات کے پیش نظر ان شرائط کے بارے میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے کہ ان عقود کے نتیجے میں وہ معاشرتی رابطہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی بنیاد باہمی محبت اور یگانگت پر ہوتی ہے مثلاً عقد نکاح۔ ان عقود پر فاسد شرائط کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی فاسد شرط عائد کر بھی دی جائے تو حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں عقد درست ہو جاتا ہے اور شرط لغو قرار پاتی ہے (۳) (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۹) اور (مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز الف)

شرکۃ (شراکت)

۱۔ تعریف: مختلف اشخاص کی املاک کو باہم مخلوط کر دینا شراکت کے نام سے موسوم ہے

۲۔ اس کا حکم:

شراکت جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ مسلمان کے شریک کے لیے یہ شرط عائد کرتے تھے کہ وہ شراکت کے مال کے لین دین میں احکام اسلام کا التزام کرتا ہو، وہ سودی کاروبار نہ کرتا ہو اور شراب وغیرہ فروخت نہ کرتا ہو۔ اسی بنا پر آپ اس بات سے روکتے تھے کہ یہودی اور نصرانی وغیرہ مسلمان کے شریک بنیں کیونکہ یہ لوگ احکام اسلام کا التزام نہیں کرتے تھے۔ ابو حمزہ کہتے ہیں، ایک روایت میں ہے عمران بن ابی عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ میرا باپ دودھ دوہنے کا کام کرتا ہے اور بھیڑ بکریوں کا دودھ دوہتا ہے اور وہ اس کام میں یہودی اور نصرانی کے ساتھ شراکت کرتا ہے، آپ نے فرمایا: وہ کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی کے ساتھ شراکت نہ کرے میں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا اس لیے کہ یہ لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں اور سود حلال نہیں ہے (۴) حرم کا شکار پکڑنے میں مشارکت (دیکھئے مادہ احرام

نمبر۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب)

شطرنج (شطرنج)

شطرنج ایک کھیل ہے جو چونسٹھ مربع خانوں والی بساط پر کھیلا جاتا ہے اس کھیل میں دو متحارب حکومتیں بتیس بتیس خانوں کے ساتھ برسر پیکار ہوتی ہیں۔ دونوں جانب ایک ایک بادشاہ اور ایک ایک وزیر نیز گھوڑے ہاتھی، جنگی قلعے اور لشکر ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ شطرنج کے کھیل کو مکروہ قرار دیتے تھے اور یہ تصور کرتے تھے کہ اس کھیل میں شرکت کی وجہ سے ایک شخص صفت عدالت سے محروم ہو جاتا اور اس کی گواہی ناقابل قبول ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۴ کا جز ج)

شعر (اشعار)

۱۔ تعریف: مقفی اور موزون کلام کو شعر کہتے ہیں

۲۔ شعر کہنے اور شعر پڑھنے کا حکم: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ابتداء میں شعر گوئی عموماً حرام سمجھی جاتی تھی اللہ تعالیٰ نے شعراء کی مذمت میں سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۲۲۴ نازل فرمائی تھی (**والشعرآء یتبعھم الغاوون** بہکے ہوئے لوگ ہی شاعروں کی پیروی کرتے ہیں) لیکن یہ عموم منسوخ ہو گیا۔ اور تحریم نیز مذمت ان شعراء کے لیے خاص ہو گئی جو اسلامی آداب کا التزام نہیں کرتے تھے اور شاعری کو بداخلاقی نیز گمراہی پھیلانے کا ذریعہ بناتے تھے حضرت ابن عباسؓ درج بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان سے مراد وہ کافر شعراء ہیں جن کی پیروی جن وانس کے گمراہ لوگ کرتے ہیں آگے ارشاد باری ہے (**الم ترانھم فی کل واد یھیمون** کیا تم نے نہیں دیکھتے کہ یہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: یعنی یہ لوگ ہر لغو اور بری بات میں سوچ کے گھوڑے دوڑاتے ہیں (۵) پھر ایسے نیکوکاروں کے لیے شاعری حلال کر دی گئی جو اسے اصلاح کا ذریعہ بناتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ کا ارشاد ہوا (**والشعراء یتبعھم الغاوون**) پھر اس سے ایک صورت منسوخ اور مستثنیٰ کر دی گئی چنانچہ

اسی سورت کی آیت نمبر ۲۲۷ میں ارشاد ہوا (الا الذین امنوا و عملوا الصالحات)(۶)

شعر (بال)

ا۔ بال مونڈنا

الف۔ حضرت ابن عباسؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص شہر میں رہتا ہوا اور وہ بلا عذر اپنا سر مونڈ لے۔ آپ فرماتے: جو شخص شہر میں رہتے ہوئے اپنا سر مونڈے وہ شیطان ہے۔(۷)

ب۔ محرم کا اپنا سر مونڈنے سے باز رہنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۹ کا جزد) اور اپنے پلکوں کے بال اکھیڑنے کا جواز (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جزد کا جزھ) نیز کسی تسمے وغیرہ کے ذریعے اپنے سر کے بال باندھ لینے کا جواز (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز الف کا جز ۴)

ج۔ سر کے بال کا حلق کر کے احرام سے آزاد ہو جانا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۶)

د۔ سر مونڈنے کے ذریعے تعزیز کرنا (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۳)

ھ۔ موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھیں کترنا اور بغل کے بال اکھیڑنا سنت ہے (دیکھئے مادہ ابط) نیز (مادہ استحداد)

و۔ عورت غسل جنابت کے دوران اپنی مینڈھیاں نہ کھولے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴ کا جزھ)

۲۔ بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑنا:

حضرت ابن عباسؓ بالوں کے ساتھ اون وغیرہ کے بال جوڑنے کی اباحت کرتے تھے اور انسانی بال جوڑنے کی ممانعت فرماتے تھے۔ آپ کا قول تھا: اگر اونی بال ہوں تو انہیں جوڑنے میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ انسانی بال جوڑنا مکروہ ہے(۸) دونوں صورتوں کے درمیان فرق کرنے کی وجہ شاید یہ تھی کہ اونی بال جوڑنے میں کوئی تغریر یعنی فریب کاری نہیں تھی کیونکہ اونی بال واضح طور پر نمایاں ہوتے ہیں لیکن انسانی بال میں تغریر کا پہلو ہوتا ہے کیونکہ نکاح کے خواہش منداس بال کو عورت کے اپنے بال سمجھ کر دھوکہ کھا سکتے ہیں (دیکھئے مادہ زینۃ نمبر ۴)

۳۔ بالوں کی چوٹی بنانا یا گوندھنا:

حضرت ابن عباسؓ نماز کے علاوہ بالوں کو گوندھنے کی اباحت کرتے تھے لیکن نماز کے لیے اسے مکروہ تصور کرتے تھے اس لیے کہ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ نماز کے دوران بال کھلے چھوڑ دیے جائیں تا کہ یہ بھی بال والے کے ساتھ سجدہ ریز ہو جائیں۔ آپ نے عبداللہ بن الحارث کو نماز پڑھتے دیکھا ان کے بال پیچھے سے گوندھے ہوئے تھے۔ آپ اٹھے اور ان کے بال کھول دیے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی طرف آئے۔ آپ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ ایسے شخص کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں (۹) (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز داؤ کا جز الف) نیز (مادہ سجود نمبر ۲ کا جز الف)

شغار (نکاح شغار یعنی ادلے بدلے کی شادی)

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح کسی کے ساتھ اس شرط پر کر دے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دے اور دونوں نکاحوں میں کوئی مہر نہ ہو (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۳ کا جز الف)

شفاعۃ (سفارش)

۱۔ تعریف: شفاعت یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے یہ التماس کرے کہ وہ اپنے اس حق سے دست بردار ہو جائے جو مشفوع لہ (وہ شخص جس کی سفارش کی جا رہی ہو) کے ذمہ واجب ہے۔

۲۔ شفاعت کا حکم:

درج ذیل شرطوں کے ساتھ شفاعت جائز ہوتی ہے

الف۔ شفاعت کسی ایسے انسان کے لیے نہ ہو جس کے ظلم و ستم کی شہرت ہو۔ البتہ سفارش اس شخص کے حق میں کی جا سکتی ہے جس سے ضعف کی گھڑی میں کوئی لغزش سرزد ہو گئی ہو یا جس نے بلا ارادہ کوئی غلطی کر لی ہو۔ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس حضرت ابن الزبیرؓ سے سفارش کروانے

آیا۔ یہ حضرت ابن الزبیرؓ کا مقررہ کردہ عامل یعنی حاکم تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا: تم ایک ظالم شخص ہو، تمھارے لیے سفارش کرنا کسی کو بھی جائز نہیں ہے اور نہ ہی تمھارا دفاع کرنا کسی کے لیے حلال ہے۔ (۱۰)

ب۔ سفارش ایسی حد یعنی سزا کے بارے میں نہ ہو جو خالص اللہ کا حق ہو مثلاً ارتداد اور زناکاری وغیرہ

ج۔ سفارش کسی ایسی حد یعنی سزا کے بارے میں نہ ہو جس کے اندر اللہ کا حق ہو اور بندے کا بھی اور معاملہ عدالت میں پہنچ گیا ہو مثلاً چوری اور قذف۔ البتہ عدالت میں پہنچنے سے پہلے اس کے بارے میں سفارش جائز ہوگی۔ ایسی صورت میں سفارش کنندہ مسروقہ مال کے مالک کے پاس یا قذف کی زد میں آنے والے شخص کے پاس جائے گا اور اس سے معافی کی درخواست کرتے ہوئے التماس کرے گا کہ وہ یہ معاملہ عدالت میں نہ لے جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حد کے بارے میں سفارش کے متعلق فرمایا: امام المسلمین تک معاملہ پہنچنے سے پہلے پہلے سفارش کی جاسکتی ہے۔ جب معاملہ امام تک پہنچ جائے تو پھر اگر وہ سفارش کی بنا پر معاف کردے تو اللہ اسے معاف نہ کرے! (۱۱)

۳۔ سفارش پر معاوضہ وصول کرنا:

سفارش کرنے والے کے لیے سفارش پر معاوضہ لینا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سفارش کے بدلے ہدیہ سحت یعنی حرام ہے (۱۲) اس لیے کہ اگر مشفوع لہ (وہ شخص جس کے حق میں سفارش کی گئی ہو) مظلوم ہو تو ایسی صورت میں سفارش کرنے والے پر حتی المقدور اس ظلم کو دور کرنا واجب ہوگا اور قاعدہ ہے کہ واجب کام اگر سرانجام دیا جائے تو اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہوتا۔ اگر مشفوع حق پر نہ ہو تو اس کے لیے سفارش جائز نہیں ہوگی اس لیے کہ اس کے حق میں سفارش کرنا ظلم ہوگا اور ظلم کا کوئی معاوضہ نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جزج) نیز (مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جزب کا جز۳)

شک (شک)

ا۔ تعریف: دو باتوں کے درمیان اس طرح تردد ہونا شک کہلاتا ہے کہ کسی ایک بات کو دوسری بات

پر ترجیح نہ دی جا سکتی ہو

۲۔ شک کے اثرات:

شک پیدا ہونے کی صورت میں عمل کے لیے حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ اصول ہے کہ شک میں مبتلا شخص یقینی امر پر اس وقت تک کاربند رہے جب تک اس کا خلاف واضح نہ ہو جائے۔ بنا بریں

☆ اگر کسی کو نماز کے اندر شک ہو جائے کہ آیا اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو ایسی صورت میں وہ کم سے کم پر بناء کرے گا اور یہ تصور کرلے گا کہ اس نے صرف تین ہی رکعتیں پڑھی ہیں کیونکہ تین رکعتیں یقینی امر ہوں گی (۱۳)

☆ اگر کوئی شخص وضو کرے اور پھر اسے وضو ٹوٹ جانے کا شک ہو جائے تو وہ باوضو سمجھا جائے گا کیونکہ یہی بات یقینی ہو گی، اس پر نیا وضو لازم نہیں ہو گا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میں جب نماز میں ہوتا ہوں تو شیطان آکر میرے دل میں وسوسہ ڈالتا اور کہتا ہے کہ تمھارا وضو ٹوٹ چکا ہے آپ نے جواب میں اس سے فرمایا کہ: تم اس وقت تک نماز نہ چھوڑو جب تک خارج ہونے والی ہوا کی بدبو محسوس نہ کرلو یا اس کی آواز نہ سن لو (۱۴)

☆ اگر سحری کھانے والے کو طلوع فجر کے بارے میں شک ہو جائے تو وہ اپنا کام اس بنیاد پر جاری رکھے گا کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوا ہے کیونکہ یہی بات یقینی ہو گی اور کھاتا پیتا رہے گا یہاں تک کہ اسے فجر طلوع ہونے کا یقین ہو جائے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب تک تمہیں شک ہو کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ طلوع فجر تمہارے سامنے واضح ہو جائے (۱۵) (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۳) نیز (مادہ سجود نمبر ۲)

شک کی ایک صورت یہ ہے کہ خبر دینے والے دو اشخاص کا آپس میں تناقض ہو جائے اور کسی ایک کی دی ہوئی خبر کو دوسری خبر پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو حضرت ابن عباسؓ نے سحری کھانے کے سلسلے میں دو افراد کو یہ دیکھنے کے لیے بھیجا کہ آیا فجر طلوع ہو گیا ہے یا نہیں؟ ایک نے آکر اطلاع دی کہ فجر طلوع ہو گیا ہے اور دوسرے نے خبر دی کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوا ہے، آپ نے فرمایا: تم دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے اس لیے میں تو سحری کھاؤں گا (۱۶) اس لیے کہ اصل کے اعتبار سے رات متیقن تھی اس لیے جب تک فجر کا

تیقن نہ ہو جائے اس وقت تک رات کا حکم باقی رہے گا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۳)

☆ شک کے دن یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کو رمضان کا روزہ رکھنا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک رمضان شروع ہو جانے کا یقین نہ ہو جائے (۱۷) (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۶ کا جز ۱)

شھادۃ (گواہی)

۱۔ تعریف: قاضی کی عدالت میں کسی پر کسی کے حق کی لفظ شہادت کے ذریعے چشم دید خبر دینے کو گواہی کہتے ہیں

۲۔ تحمل شہادت یعنی گواہ بننا،

الف۔ انسان کے لیے یہ بات مستحب ہے کہ اگر اسے گواہ بننے کی دعوت دی جائے تو وہ یہ دعوت قبول کر لے بشرطیکہ گواہ بننے کی وجہ سے اسے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایک شخص کسی کو گواہ بننے کے لیے بلائے اور وہ کہے کہ مجھے ایک ضرورت لاحق ہے اور بلانے والا کہے کہ تمہیں اس بلاوے پر لبیک کہنے کا حکم ہے تو بلانے والے کو اسے نقصان پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہوگا (۱۸)

ب۔ گواہ بنتے وقت اگر گواہی کی بات کوئی کلام ہو تو اس صورت میں گواہ بننے والے کے لئے کلام کرنے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کی شرط نہیں ہوگی اگر گواہ کو اس بات کا یقین ہو کہ جو کلام وہ سن رہا ہے اسی متکلم سے صادر ہو رہا ہے (۱۹)

۳۔ گواہی پیش کرنا

الف۔ طلب پر گواہی پیش کرنا: اگر کوئی شخص کسی معاملے میں گواہ بن جائے اور معاملہ والے کی طرف سے گواہی پیش کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو اس پر گواہی پیش کر دینا لازم ہوگا خواہ اسے کسی بھی جگہ جا کر گواہی پیش کرنے کے لیے کہا جائے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۳ میں ارشاد باری ہے (ولا تکتموا الشھادۃ و من یکتمھا فانہ آثم قلبہ اور گواہی نہ چھپاؤ، جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا) گواہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی گواہی صرف قاضی کے سامنے پیش کروں گا

کیونکہ عدالت میں پہنچنے سے پہلے گواہی کا اعلان بعض دفعہ ظالم کو اس کے ظلم سے روک دیتا ہے اس لیے کہ ایسی صورت میں ظالم کو پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اس گواہی کی وجہ سے اپنے دعوے میں ناکام ہو جائے گا اور مقدمہ ہار جائے گا، اس کے نتیجے میں وہ حق لوٹانے یا اس پر صلح کر لینے میں جلدی کرے گا اور یہ بات واضح ہے کہ صلح کے اندر بہر حال خیر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی گواہی ہو اور اس سے گواہی کے اعلان کا مطالبہ کیا جائے تو وہ یہ نہ کہے کہ میں یہ گواہی صرف قاضی کے سامنے جا کر دوں گا بلکہ وہ اس گواہی کا اعلان کرے ہو سکتا ہے کہ ظالم اپنے ظلم سے باز آجائے اور اپنا ہاتھ روک لے (۲۰)

ب۔ ٹھیک طریقے سے گواہی دینا: گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی گواہی اسی طرح پیش کرے جس طرح وہ گواہ بنا ہو۔ یعنی واضح اور صاف طریقے سے کوئی کمی بیشی کیے بغیر۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے گواہی کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا: تم سورج کو دیکھتے ہو؟ اسی طریقے سے گواہی دو ورنہ چھوڑ دو (۲۱) کسی رشتہ دار کی رشتہ داری یا کسی فقیر کی فقیری اسے مذکورہ طریقے سے ادھر ادھر نہ کرے۔ بلکہ کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف گواہی دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم اپنے آباء اور اپنی اولاد کی بنا پر جانب داری نہ برتو، کسی دولت مند کی دولت کی بنا پر اس کی جانب داری نہ کرو اور کسی مسکین پر اس کی مسکینی کی وجہ سے ترس نہ کھاؤ، اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء (آیت نمبر ۱۳۵) میں فرمایا ہے (اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے)

(اے ایمان لانے والو، انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگر چہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے کہ تم اس کا لحاظ کرو، لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے) (۲۲)

۴۔ گواہ کی گواہی قابل قبول ہونے کی درج ذیل شرائط ہیں

الف۔ کمال عقل: انسان بالغ ہونے پر کامل العقل تصور ہوتا ہے۔ بنا بریں نابالغ کی کوئی گواہی قابل

قبول نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کسی بھی معاملہ کے بارے میں بچوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ (۲۳) عبداللہ بن ابی ملیکہ حضرت ابن الزبیرؓ کے مقرر کردہ قاضی تھے۔ انہوں نے بچوں کی گواہی کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کو پیغام بھیج کر مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا میں نہیں سمجھتا کہ ان کی گواہی جائز ہے کیونکہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو گواہ بنائیں جن کی گواہی ہمارے درمیان مقبول ہو۔ یعنی ہمیں ان کے بارے میں اطمینان ہو، اور بچے پر ہمیں اطمینان نہیں ہوتا (۲۴)

ب۔ اسلام: غیر مسلم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کہ کفر فسق سے بڑھ کر ہے اگر فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں تو غیر مسلم کی گواہی بطریق اولیٰ قابل قبول نہیں ہوگی۔ بیہقی نے السنن الکبریٰ میں کتاب الشھادات کے اندر کافر کی گواہی زیر بحث لاتے ہوئے درج ذیل اثر یعنی روایت حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے، آپ نے فرمایا مسلمانو تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو حالانکہ تمھارے پاس ایک کتاب جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے موجود ہے اس میں اللہ کی بتائی ہوئی تمام باتیں درج ہیں اور یہ باتیں اس کتاب میں اپنی اصل صورت میں تلاوت کی جاتی ہیں۔ ان کے اندر کسی اور بات کی ملاوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اسی کتاب میں اللہ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے مقرر کردہ احکام کو بدل ڈالا ہے اور ان کا کچھ سے کچھ بنا دیا ہے نیز انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتابیں لکھ لکھ کر دعویٰ کیا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اس سے انکا مقصد یہ تھا کہ تھوڑی بہت قیمت وصول کر لیں مسلمانو تمھارے پاس اللہ کا دیا ہوا جو علم ہے کیا وہ تمہیں ان لوگوں سے مسائل پوچھنے سے نہیں روکتا؟ خدا کی قسم ہم نے ان میں سے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ تم سے ان احکام کے بارے میں پوچھتا ہو جو تم پر نازل کیے گئے ہیں (۲۵) بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ اثر کتاب الشھادت کے اندر درج کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے کلام کو بدل ڈالنے کی جرات کر سکتا ہے جب کہ اسے اس کا امین بنایا گیا ہو وہ لوگوں کے اس کلام کو بدل ڈالنے میں زیادہ جری ہوگا جس کا اسے امین بنایا گیا ہو۔ بنا بریں ان لوگوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی۔

اس حکم سے حضرت ابن عباسؓ صرف سفر کے اندر وصیت پر گواہی کو مستثنیٰ کرتے ہیں جب مسافر پر

سکرات الموت طاری ہو اور اسے اپنی وصیت پر گواہ بنانے کے لیے اہل کتاب کے سوا کوئی اور شخص نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گواہی کی تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۶ میں بیان فرمائی ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(اے ایمان لانے والو، جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمھاری جماعت میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنائے جائیں یا اگر تم حالت سفر میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لیے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں اور خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں، اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گاروں میں شمار ہوں گے)۔ یہاں قول باری (او آخران من غیر کم) غیر مسلموں میں سے دو گواہ سے مراد اہل کتاب میں سے دو گواہ ہیں[۲۶] العوفی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ سفر کے اندر وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے جواز کا حکم جب کہ ان کے سوا کوئی اور گواہ نہ ملیں جن کا ذکر اللہ نے اس آیت میں کیا ہے منسوخ ہو چکا ہے[۲۷] تاہم مفسر طبری کو اس حکم کے منسوخ نہ ہونے کا جزم ہے۔ وہ نسخ کا دعویٰ کرنے والے سے اس پر دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ج۔ فسق سے سلامتی: انسان کو اس وقت فاسق شمار کیا جاتا ہے جب وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے یا کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرے۔

(۱) حضرت ابن عباسؓ نے شطرنج کھیلنے نیز گانے بجانے کو قبول شہادت کے لیے مانع شمار کیا ہے[۲۸] سورۂ لقمان آیت نمبر ۶ میں ارشاد باری ہے (ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو لہو ولعب کی بات خریدتا ہے تاکہ وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے گمراہ کردے) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد گانا بجانا ہے[۲۹]

(۲) حد والے کسی جرم کا ارتکاب بھی قبول شہادت کے لیے مانع بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قذف کرنے والے کی گواہی قبول نہ کرنے کی بات نصاً بیان فرما دی ہے۔ سورۂ نور آیت نمبر ۴ میں

ارشاد باری ہے۔اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں) اگر فاسق اپنے فسق سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔
اگر قاذف (تہمت لگانے والا) اپنے فسق سے توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول ہونے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے

ایک روایت کے مطابق قاذف خواہ توبہ بھی کرے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ درج بالا آیت میں ارشاد باری ہے (ولا تقبلو الهم شهادة ابدا اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو)[۳۰] اس کے بعد جو ارشاد باری ہے یعنی (الاالذین تابوا مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں) تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرلے گا لیکن ان کی گواہی بحالہ قابل رد رہے گی اس لیے کہ گواہی کا رد ہو جانا اس پر جاری ہونے والی حد کا ایک جز ہے یہ رد فسق کی بنا پر نہیں ہے

دوسری روایت کے مطابق قذف کا سزا یافتہ شخص اگر توبہ کرے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی اس لیے کہ سورۂ نور کی اسی آیت نمبر ۵ میں ارشاد باری ہے (الا الذين تابو ا من بعد ذلک و اصلحوا فان الله غفور رحيم مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) اس لیے کہ فسق کی بنا پر گواہی رد ہوئی تھی۔اس بارے میں قذف کی بھی وہی حیثیت ہے جو دیگر حدود کی ہے۔اس لیے جب فسق کی بنا پر سزا یافتہ شخص کی توبہ اللہ قبول کر لے گا تو اس کی گواہی کا اعتبار واپس لوٹ آئے گا۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص توبہ کر کے اپنی اصلاح کرے اللہ کی کتاب میں اس کی گواہی مقبول قرار دی گئی ہے[۳۱] حضرت ابن عباسؓ نے یہ روایت صحیح ترین روایت ہے

(۴) اقلف (غیر مختون شخص) کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کہ اس نے ترک سنت پر اصرار کر کے فسق کا ارتکاب کیا ہے، نیز یہ کہ اس کی طہارت درست نہیں ہوتی۔اس لئے کہ غیر مختون مقام طہارت کے بغیر رہ جاتا ہے، جب اس کی طہارت درست نہیں ہوگی تو اس کی نماز بھی درست نہیں ہوگی۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اقلف کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور اس کی گواہی جائز نہیں ہوگی (۳۲) (دیکھئے مادہ اقلف نمبر۲) نیز (مادہ ختان نمبر۳ کا جز ب)

د۔ آزادی: غلام کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: غلام کی گواہی جائز نہیں (۳۳)

ھ۔ گواہ ایسے کام نہ کرتا ہو جو مروت و شرافت کے اندر خلل پیدا کرنے والا ہو مثلاً کسی گھٹیا کام کو پیشے کے طور پر اپنا لینا۔ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں جھاڑو دیتا ہوں آپ نے پوچھا کہ کیا چیز جھاڑتے ہو کوڑا کرکٹ یا کوئی اور چیز اس نے کہا کہ گندگی جھاڑتا ہوں آپ نے پوچھا کیا تم نے اسی کے ذریعے مال کمایا اور نکاح اور حج کیا اس نے اثبات میں جواب دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا: جب تک تم اس پیشے سے اسی طرح نکل نہیں آؤ گے جس طرح اس میں داخل ہو گئے تھے اس وقت تک تمھاری یہ کمائی خبیث رہے گی اور جو نکاح تم نے کیا ہے وہ بھی خبیث ہوگا (۳۴) (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲ کا جز د)

و۔ گواہ بننے کے ضروری ذرائع کا گواہ بنتے وقت اس طرح صحیح سالم ہونا کہ التباس پیدا نہ ہو۔ مثلاً کلام یعنی عقود اور اقرارات پر گواہ بننے کے لیے قوت سماعت کے درست ہونے کی ضرورت ہے زنا کاری پر گواہ بننے کے لیے بینائی کا درست ہونا ضروری ہے اسی طرح دیگر صورتیں بنا بریں حضرت ابن عباسؓ سے مسموعات (قابل سماعت امور) کے اندر نابینا کی گواہی قبول کر لینا مروی ہے بشرطیکہ اسے آواز کا تیقن ہو (۳۵)

ز۔ اگر مذکورہ بالا شرائط ولد زنا کے اندر موجود ہوں تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور ولد زنا ہونے کی وجہ سے اس پر کوئی حرف نہیں آئے گا کیونکہ سورۂ فاطر آیت نمبر ۱۸ میں قول باری ہے، (ولا تزر وازرة وزر اخرىٰ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) (۳۶)

ح۔ اعرابی یعنی بدوی کی گواہی بھی قبول کر لی جائے گی اگر اس کے اندر مذکورہ بالا شرائط موجود ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کے پاس آ کر رویت ہلال کی گواہی دی، آنحضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ لوگ کل روزہ رکھیں، اس طرح آپؐ نے اس کی گواہی قبول کر لی (۳۷)

ط۔ شوہر کا اپنی بیوی پر زنا کاری کی گواہی دینا (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۳ کا جز ۵)
اس کا ذکر اگلے پیرے (نمبر ۵ جز ب) میں آ رہا ہے۔

۵۔ مشہود بہ (وہ معاملہ جس کی گواہی دی جائے)

الف۔ گواہی کے اندر اصل یہ ہے کہ وہ دو گواہوں کے ذریعے ہو، جس طرح عقود کی گواہی ہے، نکاح بھی ان عقود میں داخل ہے (۳۸) نیز جنایات اور حدود کی گواہی لیکن بعض تصرفات کے اندر تسامح اور نرمی سے کام لیا جاتا ہے اور بعض کے اندر سختی کی جاتی ہے۔ یہ طریق کار اس حکمت پر مبنی ہے جو شارع کے پیش نظر ہوتی ہے اگلے دو پیروں میں ہم اسکی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔

ب۔ زنا کاری کی گواہی: زنا کاری کا جرم صرف چار مرد گواہوں کی گواہی کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جن کے اندر گواہی کی وہ شرائط موجود ہوں جن کا ہم نے گزشتہ سطور میں ذکر کیا ہے کیونکہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد باری ہے (فاستشهدو ا عليهن اربعة منكم ان پر اپنوں میں سے چار گواہ بنالو) (۳۹) اگر عورت زنا کاری کی مرتکب ہو تو یہ شرط ہوگی کہ ان چاروں گواہوں کے اندر اس کا شوہر شامل نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں شوہر کو مدعی تصور کیا جائے گا اور اس کی بیوی پر حد جاری کرنے کی شرائط کی عدم موجودگی میں اسے لعان کرنے کا حق ہوگا۔ اس لیے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی شخص آن واحد میں مدعی بھی ہو اور گواہ بھی۔ اگر ایک عورت پر تین افراد زنا کاری کی گواہی دیں اور اس کا شوہر چوتھا گواہ ہو تو اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عورت کو سنگسار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا شوہر اس کے ساتھ لعاون کرے گا (۴۰) (دیکھئے مادہ زنا نمبر۴ کا جزب) اور (مادہ لعان نمبر۳ کا جزد)

ج۔ ایسے امور کی گواہی جن کی اطلاع صرف عورتوں کو ہوسکتی ہو: اگر مشہود بہ ایسا معاملہ ہو جس کی اطلاع صرف عورتوں کو ہوسکتی ہو مثلاً بکارت کا زائل ہونا اور رضاعت وغیرہ تو اس کے متعلق صرف ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جائے گی اگر اس کے سوا کوئی اور گواہ نہ ہو عورت کی اس گواہی کے ساتھ اس سے حلف بھی لیا جائے گا (۴۱) (دیکھئے مادہ رضاع نمبر۳)

د۔ عقد نکاح کی صحت کے لیے گواہی کی شرط (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۷)

۶۔ گواہی کے ساتھ قسم کا یکجا ہونا:

اگر حدود کے سوا کسی اور جھگڑے میں گواہی کا نصاب مکمل نہ ہو تو اس صورت کے اندر گواہی اور

صاحب حق کی قسم کو یکجا کر دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک گواہ اور قسم کی بنا پر جھگڑے کا فیصلہ فرما دیا تھا (۴۲)

شیخ (بوڑھا)

جنگ کے اندر شیخ فانی (انتہائی بوڑھے شخص) کو قتل نہ کیا جائے (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۸) شیخ فانی کے لیے رمضان کے روزے نہ رکھنے اور ان کی بجائے فدیہ نکالنے کی رخصت (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جزج)

حرف الشین میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۷، کنز العمال ج ۴ ص ۱۷۱
۲۔ المغنی ج ۴ ص ۲۳۳
۳۔ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۴
۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۲ ب سنن بیہقی، ج ۵ ص ۳۳۵ المغنی ج ۵ ص ۲۰۱
۵۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۳
۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۴ الدر المنثور ج ۵ ص ۹۹
۷۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۹
۸۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۷ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۴۹
۹۔ مسلم فی الصلوۃ باب اعضاء السجود، ابوداؤد فی الصلوۃ باب الرجل یصلی عاقصا شعرہ النسائی فی [illegible] الذی یصلی وراسہ معقوص، المغنی ج ۲ ص ۸، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۹۲
۱۰۔ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۴۲۶
۱۱۔ المغنی ج ۸ ص ۱۸۱
۱۲۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲
۱۳۔ المغنی ج ۲ ص ۱۵
۱۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۱
۱۵۔ المجموع ج ۶ ص ۳۴۳، ۳۴۴ المغنی ج ۳ ص ۱۳۶
۱۶۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۳۰ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۲۱، عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۷۱ المحلی ج ۶ ص ۳۳۳
۱۷۔ المجموع ج ۶ ص ۳۶۲
۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۷ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۰
۱۹۔ المغنی ج ۹ ص ۱۵۹
۲۰۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۹ کنز العمال ج ۷ ص ۲۳
۲۱۔ کنز العمال ج ۷ ص ۲۳
۲۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۸
۲۳۔ المحلی ج ۹ ص ۴۲۱ المغنی ج ۹ ص ۱۶۴ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۹۶، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۲
۲۴۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۴۸، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۱
۲۵۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۶۳

۲۶۔ المحلی ج۹ص۴۰۷

۲۷۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۱۱۱

۲۸۔ المغنی ج۹ص۱۷۱

۲۹۔ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۲۱، المغنی ، ج ۹ص ۱۷۵المحلی ج۹ص ۵۹

۳۰۔ المحلی ج۹ص۴۳۱، احکام القرآن ج ۳ص ۲۷۳

۳۱۔ احکام القرآن ج ۳ص ۲۷۳، المحلی ج۹ص۴۳۱المغنی ج۹ص ۱۹۷

۳۲۔ عبدالرزاق ج۱۱ص۱۷۵ ج ۴ص ۴۸۴، احکام القرآن ج ۱ص ۵۰۵، المحلی ج ۷ص ۴۵۴

۳۳۔ واحکام القرآن ج۱ص ۴۹۵

۳۴۔ المغنی ج۱ص ۱۶۹ ج۵ص ۵۰۳ المحلی ج۸ص ۱۹۸

۳۵۔ المحلی ج۹ص ۴۳۳، المغنی ج۹ص ۱۸۹

۳۶۔ المحلی ج۹ص ۴۳۰

۳۷۔ احکام القرآن ج۱ص ۵۰۰

۳۸۔ المغنی ج۶ص ۴۵۰

۳۹۔ تنویر المقیاس ص ۶۶

۴۰۔ عبدالرزاق ج ۷ص ۱۳۳۱ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۲المحلی ج۱۱ص ۲۶۱، احکام القرآن ج ۳ص ۲۹۵

۴۱۔ المحلی ج۹ص ۳۹۹

۴۲۔ احکام القرآن ج۱ص ۵۱۶

حرف الصاد

صبح (صبح) دیکھئے مادہ فجر

صبی (بچہ) دیکھئے مادہ صغیر

صداق (مہر) دیکھئے مادہ مہر

صدقۃ (صدقہ)

۱۔ تعریف:

تقرب الٰہی کی خاطر زندگی کے اندر کسی محتاج کو فرض شدہ مال کے سوا کوئی اور مال بلا معاوضہ تملیک کر دینا صدقہ کہلاتا ہے

۲۔ صدقہ کا حکم:

زکوٰۃ فرض ہے اور صدقہ نفل ہے۔ جو شخص چاہے صدقہ کرے اسے اس صدقہ کا اجر مل جائے گا اور جو چاہے صدقہ نہ کرے اس کا اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: زکوٰۃ نے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا نیز فرمایا: جو شخص اپنی زکوٰۃ ادا کر دے تو اس کے بعد اگر وہ صدقہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا (۱)

۳۔ صدقہ زائد مال سے نکالا جائے:

انسان کے اہل وعیال دوسروں کی بہ نسبت اس کے مال کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں اس لیے اگر وہ صدقہ کرنا پسند کرے تو اہل وعیال کی ضروریات سے بچے ہوئے مال سے صدقہ کرے (۲) سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹ میں ارشاد باری ہے (ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم ذریة ضعافا خافوا علیهم

لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے تو مرتے وقت انہیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے کچھ اندیشے لاحق ہوتے) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب ہو اور اس سے کہا جائے کہ اپنے مال میں سے صدقہ کرو، غلام آزاد کرو اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں کچھ نکالو، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس شخص سے ایسی باتیں کہنے سے منع فرما دیا، یعنی تم میں سے جو شخص کسی مریض کے پاس اس کی موت کے وقت موجود ہو وہ اسے اپنا مال غلام آزاد کرنے میں، صدقہ کے اندر اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم نہ دے بلکہ وہ اسے اپنے ذمہ دوسروں کے دین اور دوسروں کے ذمہ اپنے دین بیان کرنے کا حکم دے نیز اس سے کہے کہ وہ ان رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے جو اس کے وارث نہیں بن رہے ہیں وہ ان کے حق میں اپنے مال کا پانچواں اور چوتھا حصہ وصیت کر دے، اللہ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ آیا تم میں سے کسی کو یہ بات اچھی لگے گی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے بے بس بچے ہوں اور جب وہ مرنے لگے تو انہیں مال کے بغیر چھوڑ جائے اور وہ لوگوں کے لیے بوجھ بن جائیں؟ اس لیے تمہیں نہیں چاہیے کہ تم اسے ایسی بات کا حکم دو جسے تم خود اپنی ذات کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے پسند نہ کرتے ہو، البتہ اس بارے میں تم اس سے حق بات کہو (۳)

۴۔ افضل ترین صدقہ :

الف۔ افضل ترین صدقہ وہ ہے جسے انسان خوشدلی کے ساتھ اللہ سے اجر حاصل کرنے کی غرض سے نکالے اور جو مال وہ صدقہ کرے وہ اس کے پسندیدہ اموال میں سے ہو نیز وہ یہ صدقہ اپنے محرم رشتہ داروں اور قرابتداروں کو، پھر یتیموں کو، پھر بے سہارا مسلمان مسکینوں کو، پھر مسافر کو، پھر سائلوں کو، پھر مکاتب غلاموں کو اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدوں کو دے نیز خیر اور نیکی کے دیگر شعبوں میں صرف کرے۔ تنویر المقیاس میں مذکور ہے کہ ایمان کے بعد نیکی یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں ایک شخص اپنا مال (باوجودیکہ مال کم ہو اور اس سے دل کو لگاؤ ہو) اپنے قریبی رشتہ داروں کو، مسلمانوں کے یتیموں کو، بے بس مسکینوں کو، مسافر کو جو مہمان بن کر ٹھہرا ہو، سائلوں کو، مکاتب غلاموں کو اور غازیوں کو دے نیز خیر کے دیگر شعبوں میں صرف کرے (۴)

ب۔ افضل ترین صدقہ وہ ہے جسے انسان دوسروں کی نظروں سے چھپا کر نکالے اس لیے کہ نفلی صدقہ

میں اخفاء (دوسروں سے چھپانا) افضل ہے اور زکوٰۃ میں جہر (علانیہ دنیا) افضل ہے (۵)

۵۔ صدقہ کی شرائط:

صدقہ تبرع کے عقود میں سے ایک عقد ہے اس لیے اس کے اندر وہی شرطیں ہیں جو تبرع (تقرب الٰہی کی خاطر کیے جانے والے کار خیر) کے اندر ہیں (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴) غلام اور نابالغ کا صدقہ جائز نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ حجر نمبر۳ کے جز الف کا جز۳)

۶۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا:

حضرت ابن عباسؓ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے جواز کے قائل تھے اور سمجھتے تھے کہ اس صدقہ کا ثواب میت کو پہنچ جائے گا اور صدقہ دینے والا بھی ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اگر اپنے والدین کی طرف سے غلام آزاد کرے تو کیا اس میں ثواب ملے گا؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا (۶)

۷۔ صدقات کی بعض صورتیں:

ورثاء کی طرف سے انہیں میت کے ترکہ سے ملنے والے مال میں سے تقسیم ترکہ کے وقت موجود فقراء اور مساکین کو کچھ دیا جانا صدقہ میں شامل ہے زکوٰۃ کی مشروعیت سے پہلے اس طرح مال دینا فرض تھا۔ جب زکوٰۃ کی مشرعیت ہوگئی تو اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور یہ بطور نفل باقی رہ گیا۔ سورۂ نساء آیت نمبر ۸ میں ارشاد باری ہے (**واذا حضر القسمة اولو ا القربى و اليتامى و المساكين فار زقوهم منه و قولو ا لهم قولا معروفا** جب تقسیم ترکہ کے موقعہ پر رشتہ دار، یتامیٰ اور مساکین آجائیں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دو اور ان سے بھلی بات کہو) حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: خدا کی قسم، یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن لوگوں نے اس کے بارے میں سستی دکھائی ہے، رشتہ دار دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو وارث بن رہے ہوں انہیں ترکہ میں سے دیا جائے گا اور دوسرے وہ جو وارث نہ بن رہے ہوں ان سے بھلے انداز میں کہا جائے گا کہ یہ یتیموں کا مال ہے اور اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے (۷) لقطہ کو صدقہ کر دینا (دیکھئے مادہ لقطہ نمبر۲ کا جز ب)

صدقۃ الفطر (صدقہ فطر) دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر

صرف (سونے چاندی کی بیع)

اثمان (سونے چاندی، درہم و دینار) کی ایک دوسرے کے بدلے بیع کو صرف کہتے ہیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کا جز واؤ)

صرورۃ (حج صرورہ)

حج صرورہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے جب کہ خود ابھی اس نے اپنا حج نہ کیا ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر۸ کا جز ب)

صغیر (نابالغ)

۱۔ تعریف: انسان میں صغیر وہ کہلاتا ہے جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو اور مویشیوں میں صغیر اس مویشی کو کہتے ہیں جسے زکوۃ میں قبول نہ کیا جائے

۲۔ نابالغ کا دین:

نابالغ دین کے اندر اپنے والدین میں سے اس فرد کی پیروی کرے گا جو دین کے اعتبار سے اشرف ہوگا۔ بنا بریں اگر والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو وہ بھی مسلمان قرار پائے گا جس طرح اس صورت میں اسے مسلمان شمار کیا جائے گا جب دارالاسلام میں وہ کسی کو کہیں پڑا ہوا مل جائے اور وہ اسے لقطہ کے طور پر اٹھا لائے (دیکھئے مادہ اسلام نمبر۳)

۳۔ نابالغ کی غلامی اور آزادی:

نابالغ اپنی غلامی اور آزادی کے اعتبار سے اپنی ماں کے تابع ہوگا (دیکھئے مادہ ولاء نمبر۳ کا جز ج)

۴۔ نابالغ کو اعمال خیر کی مشق کرانا:

نابالغ کے اندر جب اعمال خیر کی سمجھ پیدا ہو جائے تو اسے ان کی مشق کرائی جائے گی مثلاً نماز کی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۴) مساجد میں جانے کی (دیکھئے مادہ مسجد نمبر۴) اندر آنے کے لیے اجازت لینے کی (دیکھئے مادہ استیذان نمبر۲ کا جز الف) اور اسی طرح کے دیگر اعمال کی

۵۔ حقوق اللہ نیز ان حقوق کے لوازم کا نابالغ کو مکلّف بنانا:

نابالغ کو حقوق اللہ کی کسی بات کا مکلف نہیں بنایا جائے گا۔ اگر وہ اسے ادا کرے گا تو اس کے حق میں یہ نفل ہوگا۔ بنابریں نماز کے اندر نابالغ کی امامت درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۱۴ کے جز ب کا جز۲) اگرچہ نابالغ کے حق میں حقوق اللہ نفل کی حیثیت رکھتے ہیں تاہم اس پر ان حقوق میں سے جو حق فرض کر دیا جائے گا وہ اس سے صرف اسی وقت ساقط ہوگا جب بالغ ہونے کے بعد وہ اسے ادا کرے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر۶ کے جز ب کا جز ج) حقوق اللہ کے بارے میں اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اگر وہ حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس پر یہ حد جاری نہیں کی جائے گی (دیکھئے مادہ حد نمبر۴ کا جز الف)

۶۔ نابالغ کے فعلی تصرفات:

نابالغ کے تمام فعلی تصرفات کے سلسلے میں اس سے مواخذہ ہوگا۔ اگر وہ کسی کا مال یا جان یا حرم کا شکار تلف کر دے تو اسے اس کا تاوان بھرنا پڑے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کے جز ط کے جز۲ کے جز ب کا پانچواں نقطہ)

۷۔ نابالغ کے قولی تصرفات:

☆ نابالغ کے ایسے قولی تصرفات درست نہیں ہوں گے جو ضرر محض ہوں مثلاً وصیت (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر۴ کا جز الف) تبرعات (دیکھئے مادہ حجر) اور طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۴ کا جز ب)

☆ ایسے قولی تصرفات بھی درست نہیں ہوں گے جو نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہوں مثلاً معاوضہ کے عقود (دیکھئے مادہ بیع نمبر۴ کا جز ب)

☆ اور ایسے قولی تصرفات بھی جن کے اندر اپنی ذات پر یا کسی اور کی ذات پر کسی حق کا اثبات ہو مثلاً اقرار اور گواہی (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۴ کا جز الف)

۸۔ جنگ کے اندر نابالغ کو قتل نہیں کیا جائے گا (دیکھیے مادہ جہاد نمبر ۸)

مال غنیمت سے نابالغ کو مقررہ حصہ نہیں دیا جائے گا (دیکھیے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کے جز الف کا جز د)

نابالغ پر کیا ہوا فوجداری جرم بالغ پر کئے ہوئے فوجداری جرم (جنایت) کی طرح ہے (دیکھیے مادہ استحلال نمبر ۲)

نابالغ اگر فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۱۸ کا جز د) نابالغ لڑکی کی عدت (دیکھیے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ج کا ذ جز ۴)

نابالغ کی میراث (دیکھیے مادہ ارث نمبر ۵)

صفا (کوہ صفا)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۹)

صلاۃ (نماز)

حضرت ابن عباسؓ سے نماز کے مسائل کے متعلق مروی روایات کی روشنی میں ہم نماز پر اپنی بحث کو درج ذیل نقاط میں سمیٹیں گے:

۱۔ تعریف

۲۔ نماز کی حقیقت

۳۔ مرتد کی قضا نماز

۴۔ بچوں کو نماز کی تربیت اور اس کی مشق

۵۔ افضل نماز

۶۔ نمازوں کے درمیان فصل

۷۔ نماز کی شرائط

۸۔ نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات

۹۔ نماز کے افعال

۱۰۔ وتر کی نماز

۱۱۔ نماز میں قنوت

۱۲۔ سفر میں قصر نماز

۱۳۔ سہو اور سجدۂ سہو کے ذریعہ اس کی تلافی

۱۴۔ نماز باجماعت

۱۵۔ صلوٰۃ الخوف

۱۶۔ نماز جمعہ

۱۷۔ نماز عید

۱۸۔ نماز جنازہ

۱۹۔ کسوف اور کسی غیر معمولی کائناتی حادثے کی نماز

۲۰۔ نماز استسقاء

۲۱۔ تحیۃ المسجد کی نماز

۲۲۔ چاشت کی نماز

۲۳۔ فجر کی سنت

۲۴۔ طواف کی سنت نماز

۲۵۔ قیام اللیل

۲۶۔ اوابین کی نماز

۲۷۔ مساجد کا احیاء

۲۸۔ سجدۂ تلاوت

۲۹۔ مساجد میں یوم عرفہ منانا

۳۰۔ نماز کے اندر عمل

۳۱۔ نماز سے فراغت کے بعد مڑنا

۱۔تعریف:

نماز ان اقوال و افعال کا مجموعہ ہے جن کی ابتدا تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہوتی ہے اور اختتام سلام پھیرنے کے ساتھ۔

۲۔نماز کی حقیقت:

نماز درحقیقت اللہ کے ساتھ رابطے کو وجود میں لانے کا ایک ذریعہ ہے جو سازگار اقوال و افعال کے درمیان سے ابھرتا ہے۔ اگر ان افعال واقوال کے ساتھ مذکورہ رابطہ بھی یکجا ہو جائے تو اسی کا نام کامل نماز ہے (۱۸) اگر ان افعال واقوال کے ساتھ مذکورہ رابطے کا وجود نہ ہو تو پھر یہ بے جان اور مردہ ہوں گے اور ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور رابطے کے وجود کی صورت میں ان افعال واقوال کی عظمت کا تصور نہیں کیا جا سکتا خواہ یہ افعال واقوال کمیت میں قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ درحقیقت اللہ کے ساتھ رابطہ ہی مقصود اصلی ہوتا ہے اور افعال واقوال اس رابطے کو وجود میں لانے کے ذرائع اور وسائل ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کو نماز کی اس حقیقت کا ادراک تھا چنانچہ آپ فرماتے: دو متوسط رکعتیں پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہوتی ہیں اور دل تو بھول ہی جاتا ہے (۹) یہی وجہ ہے کہ آپ نماز پڑھنے کے لیے ایسے پر سکون مقام کو پسند کرتے جو مذکورہ بالا رابطے کو اعلیٰ سطح پر وجود میں لانے میں مساعد ہوتا۔ جب آپ کو محسوس ہوتا کہ یہ مقام اس رابطے کو وجود میں لانے میں مساعدت نہیں کر رہا تو آپ کسی اور مقام کی طرف منتقل ہو جاتے۔ ابن جویریہ الجرمی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ مقام ابراہیم کے پیچھے چادر اوڑھے ہوئے نماز میں مصروف تھے اور ہم آپ کے پیچھے آکر بیٹھ گئے اور باتیں شروع کر دیں۔ جب آپ نے ہماری آوازیں سنیں تو وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ چلے گئے (۱۰)

۳۔مرتد کی قضا نمازیں:

چونکہ نماز اللہ کے ساتھ رابطے کا کام دیتی ہے اس لیے گنہگار شخص کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے

تاکہ اس کے ذریعے اس کا ایمان اور مضبوط ہو جائے اور نفسانی خواہشات نیز شیطانی وساوس کے خلاف اسے ایک مضبوط پناہ گاہ ہاتھ آجائے۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مرتد جب دوبارہ اسلام میں داخل ہو جائے تو ارتداد کے دوران اس کی فوت شدہ نمازوں کی قضا اس پر واجب ہوگی (۱۱) (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جزج)

۴۔ بچوں کو نماز کی تربیت اور مشق:

نماز چونکہ اللہ کے ساتھ اس رابطے کا نام ہے جس کے ذریعے مومن کو ہوا و ہوس اور شیطانی وساوس کے خلاف قوت بہم پہنچتی ہے اس لیے بچوں کو اس کی تربیت دینا اور اس کی مشق کرانا از حد ضروری ہے تاکہ وہ با کردار نوجوان بن کر ابھریں اور ان کی سیرت ہر شائبہ سے پاک ہو۔ حضرت ابن عباسؓ بچوں کو نماز کی تربیت دینے کا حکم کرتے اور فرماتے: بچے کو نماز کے لیے جگایا کرو خواہ وہ صرف ایک سجدہ کیوں نہ کرے۔ (۱۲)

۵۔ افضل نماز:

مسلمان پر پانچ نماز فرض ہیں اور ان میں افضل نماز صلوٰۃ الوسطیٰ ہے اس نماز کی محافظت سب سے بڑھ کر ہونی چاہیے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۸ میں ارشاد باری ہے (حافظو اعلی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ نمازوں کی محافظت کرو اور درمیانی نماز کی) صلوۃ وسطیٰ کی تعیین کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایت کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ عصر کی نماز ہے (۱۳) دوسری روایت کے مطابق یہ صبح کی نماز ہے۔ یہی روایت صحیح ترین روایت ہے آپ نے فرمایا: صبح کی نماز صلوۃ وسطی ہے (۱۴)

۶۔ نمازوں کے درمیان فصل:

نمازوں کے درمیان گفتگو کے ذریعے یا چل پھر کر یا اسی طرح کے کسی اور طریقے سے فصل کرنا مستحب ہے تاکہ ایک نماز دوسری نماز سے متمیز ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایک نماز دوسری نماز کے ساتھ ملائی نہ جائے۔ ایک نماز پڑھنے کے بعد نمازی یا تو اپنی جگہ سے آگے ہو جائے یا پیچھے آجائے یا کسی کے ساتھ ہمکلام ہو جائے (۱۵) نیز فرمایا: جو شخص فرض نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے اور پھر نفل پڑھنی چاہے تو

کسی کے ساتھ ہم کلام ہو کر یا آگے پیچھے ہٹ کر نفل پڑھے (۱۶) نیز فرماتے میں اپنی لونڈی سے پوچھتا کہ رات کا کتنا حصہ گزر گیا ہے اس کے ذریعے (عشاء اور تہجد کی) دونوں نمازوں کے درمیان فصل کرنے کے سوا میرا اور کوئی مقصد نہ ہوتا (۱۷)

۷۔ نماز کی شرائط:

درج ذیل شرائط کے تحقق کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی:

الف۔ حدث سے طہارت: یہ متفق علیہ شرط ہے اور اس کے متعلق صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز الف) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: طہارت نماز کی کنجی ہے (۱۸) یہ طہارت جنبی کو غسل کے ذریعے اور غیر جنبی کو وضوء کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اگر پانی کا استعمال متعذر ہو تو وہ تیمّم کرے گا (دیکھئے مادہ تیمّم) اس شرط کے تحقق کی خاطر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ اقلف (غیر مختون شخص) کی نماز کو جائز قرار نہیں دیتے اس لیے کہ ختنے کے اندر جو چمڑی کاٹ دی جاتی ہے ختنہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی موجودگی میں پانی اس کے نیچے تک نہیں پہنچتا اس لیے اقلف کا غسل درست نہیں ہوتا اور چونکہ اس کا غسل درست نہیں ہوتا اس لیے اس کی نماز بھی درست نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ اقلف نمبر ۲) نیز (مادہ ختان نمبر ۳ کا جز ب) البتہ استحاضہ کے ساتھ نماز درست ہوتی ہے (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر ۲ کا جز ب)

ب۔ نجاست سے طہارت: نجاست مثلاً بول و براز اور خون وغیرہ سے پاک ہونا واجب ہے البتہ معمولی نجاست قابل معافی ہے (۱۹) حضرت ابن عباسؓ نے معمولی اور زیادہ نجاستوں کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں کھینچی ہے جس طرح کہ بعد میں آنے والے فقہاء نے کیا ہے بلکہ اسے شخصی اندازے کے حوالے کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا فاحش یعنی زیادہ نجاست وہ ہے جس کا زیادہ ہونا تمہارا دل محسوس کرے (۲۰)

نجاست سے طہارت کو ایسی شرط قرار دینے کے بارے میں کہ جس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی، حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ابن قدامہ نے المغنی کے اندر آپ سے نقل کیا ہے کہ نجاست سے طہارت نماز کی صحت کے لیے شرط ہے (۲۱) اور جمہور نے آپ سے نقل کیا ہے کہ یہ

طہارت نماز کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے(۲۲) آپ فرمایا کرتے: کپڑے پر جنابت نہیں ہوتی (۲۳) نیز فرماتے: جو شخص نماز پڑھ لے اور اسے اپنے کپڑوں میں خون لگ جانے کا علم ہو جائے تو وہ نماز نہیں لوٹائے گا (۲۴) نیز فرماتے تم سے جہاں تک ہو سکے اپنی نمازوں کو ناپاک مقامات سے دور رکھو جہاں کتے بیٹھتے ہوں وہاں سے نماز کو دور رکھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے (۲۵) شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ یہ بات اگرچہ طہارت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے لیکن نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ جو لوگ طہارت کے عدم اشتراط کے قائل ہیں، حضرت ابن عباسؓ بھی ان میں شامل ہیں ان کا کہنا ہے کہ نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے (۲۶)

ج۔ ستر عورت: اگر نمازی کو ستر عورت کے لیے کپڑا میسر نہ ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا کیونکہ یہ صورت اس کے لیے زیادہ ستر کی باعث ہوگی وہ اپنے قعدہ کی ایسی ہیئت بنائے گا جس سے ممکن حد تک اس کی شرمگاہ کا زیادہ سے زیادہ حصہ چھپ جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص کشتی کے اندر یا برہنہ جسم نماز پڑھے وہ بیٹھ کر پڑھے (۲۷) نمازی صرف ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھ سکتا ہے مثلاً ازار کے اندر چادر کے بغیر بشرطیکہ مذکورہ کپڑا ستر عورت کرتا ہو۔ جسم کے ساتھ کپڑا چپک جانے کے نتیجے میں شرمگاہ کا نظر آنے والا ابھار وغیرہ قابل معافی ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنے کا مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا: پڑھ سکتا ہے وہ کپڑے کے دونوں سروں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لے (۲۸) سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں ایک کپڑے میں نماز پڑھائی آپ نے کپڑے کے دونوں سروں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ رکھا تھا (۲۹) عورت دو کپڑوں قمیص اور دوپٹہ سے کم میں نماز ادا نہیں کرے گی۔ یا ایسے دو کپڑوں میں نماز ادا کرے گی جو قمیص اور دوپٹے کے قائم مقام ہوں۔ قمیص اس کے جسم کے لیے اور دوپٹہ اس کے سر کے لیے ہوگا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ''عورت قمیص اور دوپٹے میں نماز ادا کرے گی'' (۳۰) (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۸)

د۔ قبلہ رخ ہونا: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز ادا کرنے والوں کا قبلہ بیت اللہ اور اہل حرم کا قبلہ مسجد حرام اور اہل زمین کا قبلہ حرم ہے (۳۱) آپ سے ایک اور روایت ہے کہ مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے (۳۲) یعنی حرم سے دور رہنے والوں پر قبلہ کی جہت میں رخ کرنا

فرض ہے اگر نمازی قبلے کی جہت میں رخ کر لے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ اگر نمازی پر جہت قبلہ مخفی ہو تو وہ تحری کرے گا اور پھر اپنی نماز ادا کرے گا کیونکہ ارشاد باری ہے (وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے لیے ہے تم جس طرف رخ کرو گے اللہ وہاں موجود ہوگا) (۴۳) حضرت ابن عباسؓ یہ بات پسند کرتے تھے کہ نمازی پورے کعبے کو اپنے سامنے رکھے اسی بنا پر آپ نے کعبہ کے اندر جا کر نماز ادا کرنے کو نا پسند کیا ہے۔ ایک سائل کے جواب میں آپ نے فرمایا: پورے بیت اللہ کو اپنے سامنے رکھو اور اس کے کسی حصے کو اپنے پیچھے مت رکھو (۴۴)

۵۔ وقت:

(۱) حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریلؑ حضور ﷺ کے پاس آئے اس وقت سورج ڈھل چکا تھا، آپ نے آنحضور ﷺ سے کہا کہ اٹھ کر نماز ادا کیجئے آپؐ نے اٹھ کر ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر حضرت جبریلؑ آپؐ کے پاس اس وقت آئے جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا تھا اور کہا کہ اٹھ کر نماز پڑھئے؟ آپؐ نے اٹھ کر عصر پڑھی پھر اس وقت آئے جب سورج غروب ہو گیا تھا اور رات آ گئی تھی، انہوں نے آپؐ سے نماز پڑھنے کے لیے کہا آپؐ نے اٹھ کر مغرب کی نماز ادا کی پھر اس وقت آئے جب شفق (شام کی سرخی) غائب ہو چکا تھا۔ اور آپؐ سے نماز پڑھنے کے لیے کہا آپؐ نے اٹھ کر عشاء کی نماز ادا کی پھر اس وقت آئے جب فجر کا اجالا ہو گیا تھا اور آپؐ سے نماز پڑھنے کے لیے کہا آپؐ نے صبح کی نماز ادا کی۔ اگلے دن حضرت جبریلؑ آپؐ کے پاس اس وقت آئے جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا تھا اور کہا کہ اٹھ کر نماز ادا کیجئے، آپؐ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر اس وقت آئے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا اور نماز پڑھنے کے لیے کہا آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی پھر سورج غروب ہو جانے پر جب کہ رات داخل ہو چکی تھی آپؐ کے پاس آئے اور نماز پڑھنے کے لیے کہا آپؐ نے مغرب کی نماز ادا کی پھر رات کا تہائی حصہ گزر جانے پر آپؐ کے پاس آئے اور نماز کے لیے کہا آپؐ نے عشاء کی نماز ادا کی پھر اس وقت آئے جب صبح کا اجالا پھیل چکا تھا اور نماز پڑھنے کے لیے کہا آپؐ نے فجر کی نماز ادا کی پھر حضرت

جبریل نے آپؐ سے کہا: یہ آپ سے پہلے نبیوں کی نماز ہے، اسے لازم کر لیجئے (۳۵)
حضرت ابن عباسؓ سے یہ ماثور ہے کہ دو نمازوں کے درمیان پہلی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے پر شروع ہوتا ہے اور عشاء کے وقت کی ابتدا یعنی سرخ شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔ صبح کی نماز اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ طلوع شمس کے ساتھ اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے: دو نمازوں کے مابین وقت ہوتا ہے (۳۶) نیز فرماتے اس وقت تک نماز فوت نہیں ہوتی جب تک اگلی نماز کی اذان نہ ہو جائے (۳۷) بنا بریں حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق ظہر کا وقت عصر تک، عصر کا مغرب تک، مغرب کا عشاء تک اور عشاء کا وقت صبح تک رہتا ہے (۳۸)

(۲) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر نماز کی ایک رکعت خواہ پہلی رکعت ہو یا آخری رکعت، وقت کے اندر پڑھ لی جائے تو نماز درست ہو جائے گی۔ نماز کی پہلی رکعت وقت کے اندر واقع ہونے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ جس شخص کو طلوع شمس سے پہلے فجر کی ایک رکعت پڑھنے کا موقعہ مل جائے اسے نماز مل جائے گی (۳۹) حضرت مسور بن مخرمہؓ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور باتیں کرتے رہے اسی دوران حضرت ابن عباسؓ کو نیند آ گئی اور حضرت مسورؓ واپس چلے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ صبح تک سوتے رہے، پھر بیدار ہو کر اپنے غلام سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے میں چار رکعتیں (عشاء کی فرض رکعتیں) تین رکعتیں (وتر کی رکعتیں) دو رکعتیں (فجر کی سنت) اور ایک رکعت یعنی صبح کے فرض کی ایک رکعت پڑھ سکتا ہوں؟ غلام نے جواب دیا کہ ہاں پڑھ سکتے ہیں چنانچہ آپ نے مذکورہ رکعتیں پڑھ لیں (۴۰) وقت کے اندر نماز کی آخری رکعت کے واقع ہونے کے بارے میں حسن نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے عہد میں ایک دفعہ لوگوں کو طلوع فجر کے بارے میں شک پڑ گیا۔ آپ نے موذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور امامت کے لیے خود آگے بڑھ گئے اور سورۂ بقرہ کی قرآت شروع کر دی اور اسے ختم کر کے رکوع میں گئے اور سجدہ کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے اور آل عمران کی پوری سورت کی قرآت کر لی پھر رکوع اور سجدہ کیا، حسن کہتے ہیں کہ اس وقت تک صبح پوری طرح روشن ہو چکی تھی (۴۱)

(۳) وقت سے پہلے نماز کی ادائیگی: حضرت ابن عباسؓ نے نماز کے وقت سے پہلے ضرورت کی بنا پر

اس کی ادائیگی کو جائز قرار دیا ہے، جمع بین الصلوٰتین کے تحت نہیں بلکہ نماز فوت ہو جانے کے خوف سے تعجیل کے تحت (۴۲) ابن قدامہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے جو مسافر تھا زوال سے پہلے ظہر کی نماز ادا کر لی، آپ نے فرمایا اس کی نماز ہو گئی (۴۳) نووی نے آپ سے نقل کیا ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ کی نماز جائز ہے (۴۴)

(۴) صبح کا وقت: صبح صادق (وہ صبح جس کے بعد روشنی پھیلتی ہے) طلوع ہونے اور دن ظاہر ہونے (روزہ دار کے لیے روزہ توڑنے والی باتوں سے رک جانے کے وقت) کے ساتھ صبح کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت کی آمد ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: فجر دو طرح کی ہے ایک فجر رات کے وقت ہوتی ہے اس میں سحری کھانا حلال ہوتا ہے اور نماز حلال نہیں ہوتی دوسری فجر میں نماز حلال ہوتی ہے اور سحری کھانا حرام ہو جاتا ہے۔ یہ وہ فجر ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے (۴۵) (اس روایت میں صبح کاذب اور صبح صادق کا ذکر ہے۔ مترجم) اگر کسی کو طلوع فجر میں شک ہو یا ان دو شخصوں کے درمیان اختلاف ہو جو اس کے متعلق خبر دے رہے ہوں تو ان صورتوں میں اس کے لیے سحری کھانا جائز ہوگا۔ لیکن اس کے لیے نماز کی ادائیگی جائز نہیں ہوگی جب تک وہ طلوع فجر کے بارے میں تیقن حاصل نہ کر لے (دیکھئے مادہ شک نمبر ۲)

(۵) ظہر کا وقت: زوال شمس سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت داخل ہونے تک باقی رہتا ہے۔ سورۂ اسراء آیت نمبر ۷۸ میں ارشاد باری ہے

(اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس سورج ڈھلنے پر نماز قائم کرو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب سورج آسمان کے وسط سے ڈھل جائے (۴۶)

(۶) جمعہ کا وقت: اصل تو یہ ہے کہ ظہر کا وقت جمعہ کا وقت ہے تاہم حضرت ابن عباسؓ نے زوال سے پہلے جمعہ کی نماز کے جواز کا قول کیا ہے (۴۷)

(۷) عصر کا وقت: حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ اس حدیث کے اندر جس میں حضرت جبریلؑ سے نمازوں کے اوقات کی تحدید بیان ہوئی ہے ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے

(۸) مغرب کا وقت: غروب شمس کے ساتھ مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت داخل

ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ سورۂ اسراء آیت نمبر ۷۸ میں ارشاد باری ہے (اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لیکر رات کے اندھیرے تک) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مغرب کی نماز کے لیے رات کا ظہور (۴۸)

(۹) عشاء کا وقت: سرخ شفق غائب ہو جانے پر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور اذان فجر پر اختتام پذیر ہوتا ہے (۵۰) حضرت ابن عباسؓ عشاء کی تاخیر کو مستحب قرار دیتے اور سورۂ ہود کی آیت نمبر ۱۱۴ سے استدلال کرتے جس میں ارشاد ہے (واقم الصلوۃ طر فی النھار وزلفا من اللیل اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر (۵۱)

(۱۰) وتر کا وقت: وقت عشاء کے دخول کے ساتھ وتر کا وقت داخل ہو جاتا ہے (۵۲) حضرت ابن عباسؓ رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لیا کرتے تھے (۵۳) صبح کی نماز کے ساتھ وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے بنا بریں طلوع فجر کے بعد وتر پڑھ لینا درست ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سو گئے اور پھر بیدار ہوئے اور خادم سے کہا کہ ذرا جا کر دیکھو لوگوں نے کیا کیا ہے (اس زمانے میں آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی (۵۳ ب) خادم چلا گیا اور واپس آ کر بتایا کہ لوگ صبح کی نماز پڑھ کر چلے گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ اٹھے اور وتر پڑھنے کے بعد فجر کی نماز پڑھ لی (۵۴) آپ نے فرمایا "جب تک سورج نہ نکلے وتر پڑھ سکتے ہو" (۵۵) آپ خود بعض دفعہ فجر کی نماز کھڑی ہونے کے وقت وتر پڑھتے (۵۶)

(۱۱) بھولی ہوئی نماز کا وقت: اگر ایک شخص کوئی نماز بھول جائے اور نماز کا وقت نکل جانے کے بعد اسے یاد آئے تو جس وقت بھی یہ نماز یاد آئے اسے پڑھ لے کیونکہ یاد آنے کا وقت ہی اس نماز کا وقت ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر کوئی شخص ایک نماز بھول جائے تو یاد آنے پر وہ اسے پڑھ لے (۵۷)

(۱۲) دو نمازوں کو یکجا کرنا: (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ب)

(۱۳) ان اوقات کا ذکر جن کے اندر نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے: حضرت ابن عباسؓ نماز کی ادائیگی کے اعتبار سے اوقات کو تین انواع میں تقسیم کرتے تھے

(i) پہلی نوع ان اوقات کی ہے جن کے اندر بلا کراہت نماز درست ہوتی ہے۔ ان اوقات کا ذکر ہم نے

گزشتہ سطور میں کر دیا ہے۔

(ii) دوسری نوع ان اوقات کی ہے جن کے اندر نماز درست نہیں ہوتی۔ یہ سورج طلوع اور غروب ہونے کے اوقات ہیں۔ آپ نے فرمایا: *سورج طلوع ہونے کے وقت نیز جب یہ غروب ہو تم نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہے البتہ جب سورج بلند ہو کر صاف ہو جائے تو نماز پڑھو* (۵۸)

حضرت مسور بن مخرمہؓ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور باتیں کرتے رہے اس دوران حضرت ابن عباسؓ کو نیند آ گئی اور حضرت مسورؓ چپ چاپ واپس چلے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ صبح ہونے تک بیدار نہیں ہوئے پھر بیدار ہو کر اپنے غلام سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں سورج نکلنے سے پہلے چار رکعتیں (عشاء کی فرض رکعتیں) تین رکعتیں (وتر) دو رکعتیں (فجر کی سنت) اور ایک رکعت (صبح کے فرض کی ایک رکعت) پڑھ سکتا ہوں؟ غلام نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ آپ نے یہ تمام رکعتیں پڑھ لیں (۵۹) سورج جب آسمان کے وسط میں ہو اس وقت نماز پڑھنے کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کی کوئی روایت ہاتھ نہیں آئی۔

(iii) تیسری نوع ان اوقات کی ہے جن کے اندر نماز مکروہ ہوتی ہے سوائے ان نمازوں کے جن کا سبب یہ اوقات ہوں۔ مکروہ اوقات یہ ہیں:

☆ صبح صادق کے طلوع ہو جانے کے بعد فجر کی دو سنت اور دو فرض کے علاوہ دیگر نمازیں مکروہ ہوتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: فجر کے بعد دو رکعت کے سوا کوئی نماز نہیں ہے (۶۰) یعنی فجر کی دو سنتیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی بینائی جاتی رہی تھی آپ کو اوقات بتائے جاتے۔ جب فجر طلوع ہو جاتی تو آپ دو رکعتیں پڑھتے اور پھر بیٹھ جاتے (۶۱)

☆ عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک: عصر کی نماز کے بعد ایسی نماز کی کراہت کے بارے میں جس کا کوئی سبب نہ ہو حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق عصر کی نماز کے بعد نماز مکروہ نہیں ہے۔ ابو جمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رات تک جو نماز چاہو پڑھ لو (۶۲) میں نے کہا کہ حضرت عمرؓ عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے پر

لوگوں کی پٹائی کرتے تھے، اس پر آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو عصر کے بعد اور غروب شمس کے درمیان نماز پڑھ لو (۶۳)

دوسری روایت کے مطابق عصر کی نماز کے بعد ایسی نماز مکروہ ہوتی ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو۔ طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا مسئلہ پوچھا آپ نے انہیں اس سے منع کیا طاؤس نے کہا کہ میں تو یہ دو رکعتیں نہیں چھوڑوں گا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۶ تلاوت فرمائی۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(کسی مومن یا مومنہ کے لیے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دیدیں تو پھر ان کو اپنے اس امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے) (۶۴) حضرت ابن عباسؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے اس وقت کے اندر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میرے پاس پسندیدہ حضرات کی گواہی موجود ہے اور میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمرؓ ہیں کہ حضور ﷺ نے صبح کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے'' (۶۵) حضور ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھی تھیں ان کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں اس لیے پڑھی تھیں کہ آپؐ کے پاس کچھ مال آیا اور اسے تقسیم کرنے میں مصروف رہے اور اس طرح آپؐ سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں رہ گئیں آپؐ نے انہیں عصر کے بعد پڑھ لیا اور پھر عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں پڑھیں (۶۶)

☆ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عبدالرزاق وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں روایت کی ہے کہ آپ نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے (۶۷)

☆ اگر نماز کا کوئی سبب ہو تو اس کی ادائیگی مکروہ نہیں ہوگی مثلاً فوت شدہ نماز یاد آجانا اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ سے ظہر کے بعد کی دو سنتیں رہ گئی تھیں آپ نے عصر کے بعد انہیں پڑھ لیا، یا مثلاً سنت طواف وغیرہ، حضرت ابن عباسؓ نے عصر اور فجر کی نمازوں کے بعد طواف کیا اور دو رکعتیں پڑھ لیں (۶۸) اس بات کی روایت آپ صحابہ کرام سے کرتے تھے، آپ فرماتے: صحابہ کرامؓ عصر کے بعد نیز فجر کے بعد طواف کرتے اور طواف سے فارغ ہونے کے فوراً بعد دو رکعتیں

پڑھ لیتے (۶۹)

۸۔ نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات

الف۔ نمازیوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی بجائے ان سے الگ کھڑے رہنا: ایک شخص کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کی حالت میں دیکھے اور وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ سکتا ہو لیکن ان کے ساتھ نماز پڑھنے کی بجائے وہ الگ کھڑا رہے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ تین آدمیوں نے عصر کی نماز پڑھی اور پھر ان کا گزر ایک مسجد کے پاس سے ہوا۔ وہاں نماز ہو رہی تھی۔ ایک آدمی تو اندر چلا گیا اور نماز میں شامل ہو گیا دوسرا آدمی اپنے کام پر چلا گیا اور تیسرا آدمی مسجد کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ آپ نے جواب دیا: جو آدمی نماز میں شریک ہو گیا اس نے ایک خیر کے ساتھ دوسرے خیر کا اضافہ کر لیا، جو آدمی چلا گیا وہ اپنے کام پر گیا اور جو آدمی مسجد کے دروازے پر بیٹھا رہا وہ ان میں سب سے زیادہ کمینہ شخص ہے (۷۰)

ب۔ کعبہ کے اندر نماز کی ادائیگی: حضرت ابن عباسؓ نے کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ ایسی صورت میں کعبے کا ایک حصہ اس کی پشت کی طرف ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: بیت اللہ کا کوئی حصہ اپنے پیچھے نہ کرو بلکہ پورے بیت اللہ کو سامنے رکھ کر نماز پڑھو (۷۱) نووی وغیرہ نے اس کا یہ مفہوم لیا کہ کعبہ کے جوف میں نماز درست نہیں ہوتی (۷۲) میرے خیال میں بات اس طرح نہیں ہے بلکہ مذکورہ قول کراہت پر مبنی ہے

ج۔ کافروں کے ساتھ مشابہت: ہر ایسی صورت کے ساتھ نماز مکروہ ہے جس کے اندر کافروں کے ساتھ مشابہت کا کوئی پہلو ہو مثلاً:

(۱) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں مجسمے رکھے ہوئے ہوں اس لیے کہ کافروں کا ایک گروہ ان کی پرستش کرتا ہے۔ بنا بریں مشابہت سے بچنے کے لیے ایسے مقام پر نماز مکروہ ہے حضرت ابن عباسؓ سے گرجے کے اندر نماز کی ادائیگی کی کراہت منقول ہے اگر وہاں مجسمے رکھے ہوں۔ (۷۲ب) یہ کراہت ان مجسموں کی وجہ سے ہوگی۔ آپ فرماتے: ایسے گھر میں نماز نہ پڑھو جہاں مجسمے رکھے ہوں (۷۳) اگر گرجے کے اندر مجسمے نہ ہوں تو حضرت ابن عباسؓ وہاں نماز پڑھنے سے پرہیز نہیں

کرتے تھے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یہودی عبادت گاہ (بیعہ) کے اندر نماز پڑھ لیتے تھے، البتہ جس بیعہ کے اندر مجسمے ہوتے وہاں نماز نہ پڑھتے (۷۴)

(۲) مقبرہ کے اندر یا قبر کے رخ نماز پڑھنا: حضرت ابن عباسؓ نے قبرستان کے اندر یا قبر کے رخ نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کسی قبر کے رخ نماز نہ پڑھو (۷۵)

(۳) امام ہاتھ میں قرآن مجید کھول کر اس سے قرات کرے جس طرح نصاریٰ کرتے ہیں۔ ایک شخص قرآن سے دیکھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فرمایا تمہاری یہ حرکت مکروہ ہے۔ یہ حرکت تو اہل کتاب کرتے ہیں (۷۶) البتہ اگر امام قرآن مجید سے مسلسل دیکھ کر قرات نہ کرے بلکہ اپنے حفظ سے قرات کرے اور جب اٹک جائے تو قرآن مجید دیکھ لے ایسی صورت میں کراہت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ خود اس طرح کرتے تھے۔ عبدالرزاق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ آپ نماز پڑھتے اور قرآن مجید آپ کے پہلو میں ہوتا جب قرات میں اٹک جاتے تو قرآن سے دیکھ لیتے (۷۷)

د۔ ہر ایسی چیز کے ہمراہ نماز پڑھنا جس کا مفسد صلوٰۃ بننا ممکن ہو اس لیے کہ عبادات کے اندر احتیاط واجب ہے، تفصیل درج ذیل ہے

(۱) ایسے مقامات میں نماز ادا کرنا جو نجاستوں سے پاک نہیں ہوتے مثلاً بیت الخلا، حمام، قبرستان اور کتوں کے رہنے کے مقامات وغیرہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کسی بیت الخلاء یا حمام یا قبرستان میں ہرگز نماز نہ پڑھو (۷۸) نیز فرمایا جہاں تک تم سے ہو سکے اپنی نمازوں کو نجاست والے مقامات سے دور رکھو، سب سے زیادہ پرہیز کتوں کے بیٹھنے کے مقامات سے کرو (۷۹) حتیٰ کہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا بھی مکروہ ہے (۸۰)

(۲) نماز کے اندر پھونک مارنا: نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے نماز کے اندر منہ سے پھونک مارنے کو مکروہ قرار دیا ہے تاہم اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ واجب قرار نہیں دیا (۸۱) اس کراہت کی وجہ بیہقی کی روایت میں بیان ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کو خدشہ رہتا کہ پھونک کہیں کلام نہ بن جائے (۸۲) اور ظاہر ہے نماز کے اندر کلام اسے فاسد کر دیتا ہے۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق پھونک مارنا کلام ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی

ہے۔آپ نے فرمایا: نماز کے اندر پھونک مارنا کلام ہے (۸۳) ایک اور روایت میں ہے کہ نماز کے اندر پھونک مارنا کلام کے مترادف ہے (۸۴) آپ نے فرمایا: نماز کے اندر پھونک مارنا نماز کو قطع کر دیتا ہے (۸۵) معاملہ جو بھی ہو، نماز میں پھونک مارنا نماز کو قطع کر دیتا ہے یا اس میں نماز قطع کر دینے کا شبہ ہوتا ہے۔اس لیے نمازی کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔بنا بریں حضرت ابن عباسؓ اس سے روکتے اور فرماتے: اگر تم نماز کے اندر ہو تو پھونک نہ مارو (۸۶)

ھ۔ نماز کی ہیئت مسنونہ کی مخالفت: نمازی کے لیے نماز کی ہیئت مسنونہ کی خلاف ورزی مکروہ ہے۔ اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) قیام کے اندر ہاتھ کمر پر رکھنا: حضرت ابن عباسؓ نے نماز کے اندر قیام کے دوران ہاتھ کمر پر باندھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ آپ نماز کے اندر ہاتھ کمر پر رکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے: شیطان اس صورت حال کا مشاہدہ کرتا ہے (۸۷)

(۲) بلا عذر چوکڑی مار کر بیٹھنا: حضرت ابن عباسؓ نماز کے اندر چوکڑی مار کر بیٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے (۸۸) ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کو نماز کے اندر چوکڑی مار کر بیٹھے دیکھا گیا تھا (۸۹) اس روایت کو حالت عذر پر محمول کیا جائے گا۔

(۳) کھڑے ہونے کے وقت ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں سے آگے لینا: حضرت ابن عباسؓ نے اسے مکروہ قرار دے کر فرمایا: یہ ملعون قدم ہے (۹۰)

و۔ ایسی حالتیں جو اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کے اظہار سے مانع ہوں الا یہ کہ کوئی عذر در پیش ہو۔حضرت ابن عباسؓ ہر اس حالت کو مکروہ قرار دیتے تھے جو اللہ کے ساتھ انکساری اور عجز و نیازمندی کے اظہار سے مانع ہو۔اس کی چند صورتیں یہ ہیں۔

(۱) بالوں کو گوندھنا: آپ نماز کے اندر گوندھے ہوئے بالوں کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ یہ بات بال والے کے ساتھ بالوں کے سجدہ ریز ہونے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۳)

(۲) ناک ڈھانپے رکھنا: آپ نماز کے اندر ناک ڈھانپ کر رکھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے (۹۱) اس لیے کہ ناک کا زمین پر لگنا اور خاک آلود ہونا ضروری ہے تاکہ اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کا اظہار ہو جائے۔

(۳) پیشانی سے مٹی صاف کرنا اور کنکریاں برابر کرنا: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب تم نماز کے اندر ہو تو اپنی پیشانی سے مٹی صاف نہ کرو، پھونک نہ مارو اور کنکریاں نہ ہلاؤ (۹۲) اس لیے کہ پیشانی پر مٹی لگی رہے تو اس سے اللہ کے سامنے عاجزی اور نیازمندی کا اظہار ہوتا ہے اور کنکریاں برابر کیے بغیر ان پر سجدہ کرنے اور تکلیف برداشت کرنے کے اندر اللہ کی فرمانبرداری میں اور گہرائی پیدا ہو جاتی ہے

ز۔ خشوع وخضوع میں خلل انداز ہونے والی باتیں: نمازی کے لیے خشوع وخضوع کے اندر خلل پیدا کرنے والی بات کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں

(۱) پیشاب پاخانے کی شدید حاجت کے ساتھ نماز پڑھنا: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص پیشاب پاخانے کی شدید حاجت کو روک کر نماز نہ پڑھے (۹۳) نیز فرمایا: پیشاب پاخانہ روکنے کی بجائے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہوگی کہ اپنی چادر کے ایک گوشے پر قضائے حاجت کر کے اسے اٹھا لوں (۹۴)

(۲) مرغوب کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا: عثمان الثقفی نے ایک شخص سے جس کا نام زیاد تھا، روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تنور کے اندر گوشت بھونا جا رہا تھا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا ہم نے آپ کو نماز کے لیے کہا آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا جب تک گوشت کھا نہیں لیں گے نماز نہیں پڑھیں گے تاکہ نماز کے اندر بھی اس کا خیال نہ آتا رہے (۹۵) نیز فرمایا: ہم اپنے دلوں میں ایک چیز کا خیال لیے ہوئے نماز کے لیے نہیں کھڑے ہوں گے (۹۶)

ح۔ اسلامی تعلیمات کے مقررہ طریقے سے ہٹ کر نماز ادا کرنا: اگر نماز ایسی صورت کے تحت ادا کی جائے جو اسلامی تعلیمات کے مقررہ راستے کے خلاف ورزی کا وہم پیدا کرتی ہو تو یہ نماز مکروہ ہوگی مثلاً مسجد میں داخل ہو کر اس کے ہر ستون کے سامنے دو دو رکعتیں پڑھنا مروہ الھمدانی کہتے ہیں کہ میں مسجد کے ہر ستون کے سامنے دو دو رکعتیں پڑھا کرتا تھا۔ میں ایک دن حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ اس مسجد کے ہر ستون کے سامنے دو دو رکعتیں پڑھنے والے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا: اگر اسے معلوم

ہوتا کہ اللہ پہلے ستون کے پاس موجود ہے تو اپنی تمام رکعتیں ادا کیئے بغیر وہاں سے نہ ہٹتا (۹۷)

ط۔ کسی واجب کو فوت کر دینا: نفل نماز اس صورت میں مکروہ ہوتی ہے جب اس کی ادائیگی کے نتیجے میں اس سے بڑھ کر موکد اور ضروری امر فوت ہو جائے مثلاً خطبہ جمعہ سننا، کوئی شخص یہ خطبہ سننے کے بجائے نفل نیت لے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ منبر کی طرف امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ سمجھتے تھے (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر ۳)

ی۔ ایسا عمل جو نماز کی منزلت اور جلالت شان کے مناسب نہ ہو: نمازی کے لیے نماز کے اندر کوئی ایسا عمل کرنا مکروہ ہے جو دیگر لوگوں کے کاموں جیسا ہو خاص طور پر جب کہ یہ عمل نماز کی جلالت شان اور باری تعالیٰ کے سامنے حضوری کے وقار کے مناسب نہ ہو مثلاً انگلیاں چٹخانا وغیرہ حضرت ابن عباسؓ کے غلام شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے پہلو میں نماز پڑھی اور اپنی انگلیاں چٹخائیں۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا: تمھاری ماں مرے نماز کے اندر انگلیاں چٹخاتے ہو (۹۸)

ک۔ ترفع کا احساس دلانے والی بات: ہر ایسی بات کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے جو ترفع کا احساس دلاتی ہو مثلاً ازار کو ٹخنوں سے نیچے تک لٹکا لینا ایسا کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے یا بلا ضرورت مقصورہ (محراب کے ساتھ بنے ہوئے مختصر سے کمرے) کے اندر نماز پڑھنا۔ البتہ ضرورت کے تحت مقصورہ میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب نے بتایا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقصورہ میں نماز پڑھتے دیکھا تھا (۹۹) آپ سے کہا گیا کہ مقصورہ کے اندر ان لوگوں کے پیچھے آپ نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا: ان لوگوں کو اس بات کا خوف ہے کہ کہیں کوئی شخص ان کے پیٹ میں نیزہ نہ آر پار کر دے (۱۰۰)

ل۔ ذیل میں دو مسئلے درج کیئے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ نماز کو باطل کر دیتے ہیں یا نماز کے اندر یہ مکروہ ہیں؟

(۱) نمازی کے آگے سے گدھے یا کتے یا عورت کا گزر جانا: ایک روایت کے مطابق ان میں سے کوئی بھی اگر نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو اس کی نماز باطل کر دے گا آپ نے فرمایا: کتا، سور،

یہودی، نصرانی، مجوسی، اور حائضہ عورت نماز کو قطع کر دیتے ہیں۔ایک روایت میں گدھے کا بھی اضافہ ہے[۱۰۱] دوسری روایت کے مطابق ان میں سے کسی کا گزر جانا نماز کو مکروہ کر دیتا ہے نماز کو باطل نہیں کرتا۔عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے نماز کو قطع کر دینے والے امور کا تذکرہ ہوا۔آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کتا اور عورت بھی نماز کو قطع کر دیتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلمہ چڑھ کر جاتا ہے اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے۔نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی البتہ مکروہ تصور ہوتی ہے[۱۰۲]

(۲) نماز کے اندر پھونک مارنا اس پر بحث (مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ھ کے جز ۲ میں) گزر چکی ہے۔

م۔ درج ذیل حوال کے اندر نماز مکروہ نہیں ہوتی:

(۱) طنافس (چٹائیوں) وغیرہ پر نماز پڑھنا: سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن عباسؓ نے چٹائی پر مغرب کی نماز پڑھائی جو پورے گھر میں بچھی ہوئی تھی[۱۰۳]

(۲) جوتے پہن کر نماز پڑھنا: عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جوتے پہن کر نماز ادا کی تھی[۱۰۴]

۹۔نماز کے افعال:

یہاں افعال جس ترتیب سے بیان ہوں گے نماز کے اندر اسی ترتیب سے یہ افعال کیے جائیں گے ہر فعل کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول یا فعل ہم پیش کریں گے

الف۔ تکبیر تحریمہ: اللہ اکبر کے لفظ کے ساتھ تکبیر تحریمہ کے ذریعے نمازی اپنی نماز شروع کرے گا۔اسی تکبیر کے ذریعے نماز کے اندر دخول مکمل ہوتا ہے اور اس کے لیے بعض ایسی باتیں جو نماز سے باہر حلال اور جائز تھیں حرام ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس تکبیر کا نام تکبیر تحریم (حرام کر دینے والی تکبیر) رکھا گیا ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نماز کی کنجی طہارت ہے، اس کی تحریم تکبیر تحریمہ ہے اور اس کی تحریر تسلیم ہے[۱۰۵] (یعنی سلام پھیرنے کے ذریعے وہ نماز کی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے)

نمازی اس تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر بلند کرے گا حضرت ابن عباسؓ

جب نماز شروع کرتے (۱۰۶) تو اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر تک بلند کرتے (۱۰۷) اور فرماتے سات مقامات پر ہاتھ بلند کئے جائیں گے جب نماز کے لیے کھڑے ہوں، جب بیت اللہ نظر آئے، صفا اور مروہ پر، مزدلفہ پر اور رمی جمار کے موقعہ پر (۱۰۸)

ب۔ قیام: نمازی قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے گا۔ اور کھڑے ہو کر نماز کے اندر واجب شدہ قرات قرآن کرے گا۔ قیام نماز کے اندر فرض ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضرت جعفر بنؓ ابی طالب اور ان کے رفقاء جب حبشہ کی طرف گئے تو کشتی میں کھڑے ہو کر نمازیں ادا کرتے رہے (۱۰۹) اگر کسی بیماری یا کشتی کی حرکت کی وجہ سے یا اس بنا پر کہ اس کے پاس ستر عورت کے لیے بھی کپڑا نہیں، وہ قیام کرنے سے عاجز رہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے گا آپ نے فرمایا: جو شخص کشتی میں یا برہنہ حالت میں نماز پڑھے وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا (۱۱۰) جس مریض کو قیام کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا۔ اگر اسے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو وہ لیٹ کر نماز ادا کرے گا اور رکوع و سجود اشارے سے ادا کرے گا۔ (۱۱۱) نمازی قیام کے دوران سینے کے بالائی حصے پر اپنے ہاتھ باندھے گا۔ سورۂ کوثر میں ارشاد باری ہے (**فصل لربک وانحر** اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نماز کے اندر سینے کے بالائی حصے پر بائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو (۱۱۲)

ج۔ استفتاح: پھر نمازی دعاء کے ساتھ نماز شروع کرے گا۔ طاؤس بن کیسان نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جب تہجد کے لیے قیام کرتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تیرے ہی لیے ہے، حمد تیرے ہی لیے ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین نیز ان کے اندر موجود تمام چیزوں کو تھامے ہوئے ہے۔ حمد تیرے ہی لیے ہے اور آسمانوں اور زمین نیز ان کے اندر موجود تمام مخلوقات کی بادشاہت تیرے ہی لیے ہے۔ تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے، تیرے حضور میں حاضری حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، انبیاء برحق ہیں، محمد ﷺ برحق ہیں، قیامت برحق ہے اے اللہ مجھے تیرا ہی فرماں بردار بنا، میں تجھ پر ہی ایمان لایا، تجھ پر ہی توکل کیا اور تیری ہی طرف جھکا، تیرے ہی سہارے لڑا اور اپنا فیصلہ تیرے ہی پاس لایا، تو میرے اگلے پچھلے نیز میرے علانیہ اور مخفی گناہ معاف کر دے، تو ہی مقدم اور تو ہی موخر ہے، تیرے

سوا کوئی معبود نہیں (۱۱۳)

د۔ بسم اللہ پڑھنا: پھر نمازی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا، جہری نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے گا اور سری نماز میں پست آواز سے (دیکھئے مادہ بسملۃ نمبر۲)

ھ۔ قرات فاتحہ: پھر سورۂ فاتحہ کی قرات کرے گا۔ اس سورت کی قرات کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ جمہور نے آپ سے وجوب کی روایت کی ہے۔ یہ وجوب تنہا نماز پڑھنے والے اور مقتدی دونوں پر ہے آپ نے فرمایا: ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی قرات کیے بغیر کوئی نماز ہرگز نہ پڑھو (۱۱۴) نیز فرمایا: امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا نہ چھوڑ و خواہ امام جہری قرات کرے یا جہری قرات نہ کرے (۱۱۵) ایک روایت میں ہے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے خواہ امام جہر کرے یا جہر نہ کرے (۱۱۶) احناف نے ابوحمزہ کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا میں قرات کروں جب کہ امام میرے سامنے ہو؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا (۱۱۷)

و۔ ایک سورت یا سورت کے برابر آیات کی قرات:

(۱) سورۂ فاتحہ کی قرات سے فارغ ہو کر نمازی قرآن کی جو آیات میسر ہوں ان کی قرات کرے گا خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ظہر اور عصر کے اندر قرات کروں؟ آپ نے جواب دیا قرآن تمہارا امام ہے، اس کی قرآت کرو خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر، اور قرآن میں تو قلیل کوئی چیز نہیں (۱۱۸) حضرت ابن عباسؓ نے نماز پڑھی اور سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مختصر سی آیت کی قرات کی، قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے پہلی رکعت میں (الحمدالله رب العالمين) اور سورۂ بقرہ کی پہلی آیت کی قرات کی اور پھر رکوع میں چلے گئے، پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر الحمد اللہ اور سورۂ بقرہ کی دوسری آیت کی قرات کی اور پھر رکوع میں چلے گئے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ سورۂ مزمل (آیت نمبر ۲۰) میں فرماتا ہے (فاقرأ وا ماتيسر منه قرآن میں سے جو میسر ہو اس کی قرات کرو) (۱۱۹) آپ نے فجر کی سنت پڑھی۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد (قل یا ایھاالکافرون) کی قرات

کی (۱۲۰) اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد (قل ھو اللہ احد) کی قرات کی آپ نے مغرب کی نماز میں سورۂ دخان کی اور ایک دفعہ (اذا جاء نصر اللہ) کی قرات کی (۱۲۱)

(۲) اگر نمازی نماز کے اندر کسی ایسی سورت کی قرات کرے جس میں تسبیح کرنے کا حکم ہو تو وہ تسبیح کرے گا۔ یہ تسبیح اس کی نماز کو فاسد نہیں کرے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے نماز میں (سبح اسم ربک الاعلیٰ) کی قرات کی اور کہا سبحان ربی الا علی (۱۲۲) اگر نمازی کسی ایسی آیت کی قرات کرے جس میں اللہ یا اس کی قدرت یا اس کی عظمت کا اقرار ہو تو وہ باآواز بلند اقرار کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے نماز کے اندر سورۂ قیامہ کی آیت نمبر ۴۰ کی قرات کی (الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی) اور کہا: اللھم بلیٰ (اے اللہ، کیوں نہیں) (۱۲۳) اگر نمازی سجدے کی مقتضی آیت کی قرات کرے تو سجدہ کرے گا (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۶)

(۳) حضرت ابن عباسؓ جمعہ کے دن صبح کی نماز کے اندر ایسی سورت پڑھنے کی بڑی رغبت رکھتے تھے جس کے اندر آیت سجدہ ہوتی (۱۲۴) شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو جمعہ کے دن سورۂ تنزیل یعنی فصلت اور سورہ ھل اتی ہی قرات کرتے دیکھا، سورۂ تنزیل میں آیت سجدہ ہے اس کا ذکر (مادہ سجود نمبر ۶ کے جز واؤ) اور (مادہ جمعۃ نمبر ۳) کے اندر گزر چکا ہے

ز۔ تکبیرات انتقال کے اندر رفع یدین کرنا: پھر نمازی رکوع کے لیے تکبیر کہے گا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھائے گا، رکوع سے اٹھتے وقت بھی وہ اسی طرح رفع یدین کرے گا لیکن سجدے سے اٹھتے وقت وہ رفع یدین نہیں کرے گا۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے او جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین کرتے۔ آپ دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرتے (۱۲۵) عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت یعلیؓ کو مقام ابراہیم میں نماز پڑھتے دیکھا وہ ہر رفع اور وضع کے موقعہ پر تکبیر کہتے میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور آپ کو یہ بات بتائی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: عکرمہ کی ماں مرے، کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز نہیں ہے؟ (۱۲۶) ایک روایت کے مطابق عکرمہ نے آپ سے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے کے پیچھے نماز ادا کی، انہوں نے نماز میں بائیس تکبیریں کہیں، وہ تو احمق ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں روئے یہ تو

ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے(۱۲۷)

ح۔ رکوع۔ پھر نمازی رکوع کرے گا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے گا اور تین تسبیحات پڑھے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: رکوع میں جاؤ اور اپنی ہتھیلیوں کو تین تسبیحات کی مقدار اپنے گھٹنوں پر جمائے رکھو(۱۲۸) رکوع یا سجدے میں قرآن کی کسی آیت کی قرات مکروہ ہے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ رکوع یا سجدے کی حالت میں قرات کو مکروہ قرار دیتے تھے(۱۲۹)

ط۔ رکوع سے اٹھنا: پھر نمازی رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا یہاں تک اس کا پورا جسم سیدھا ہو جائے اور اس کے مفاصل یعنی جوڑ ٹھہراؤ کی حالت میں آ جائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: پھر اپنی پشت اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ تمہارے جسم کا ہر عضو اپنی جگہ پر آ جائے(۱۳۰) رکوع سے اٹھتے ہوئے نمازی (سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد) کہے گا۔(۱۳۱) اس کے لیے ایسے الفاظ کا اضافہ بھی جائز ہے جو درج بالا فقروں کے معنی کو اور موکد بنا دیں۔ حضرت ابن عباسؓ اس موقعہ پر اکثر دفعہ یہ کہتے اللهم ربنالك الحمد ملء السماوات وملء الارض وملء ما شیئت من شی بعد(۱۳۲)

ی۔ پھر نمازی سجدے میں چلا جائے گا۔ سجدے کی کیفیت اور احکام کے لیے دیکھیے (مادہ سجود نمبر۲)

ک۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا: سجدے سے اٹھنے کے بعد نمازی بیٹھے گا تاکہ دوسرا سجدہ ادا کرے، اس موقعہ پر بیٹھنے کی کیفیت یہ ہے کہ وہ دونوں قدموں کو بچھا دے گا اور اپنی سرینوں کو ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ تم نماز کے اندر اپنی سرینوں کو اپنی ایڑیوں پر رکھو(۱۳۳) اسے اقعاء کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نماز کے اندر اقعاء سنت ہے(۱۳۴) طاؤس کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عباسؓ سے قدموں پر اقعاء کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنت ہے ہم نے عرض کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ بات نمازی پر گراں ہوتی ہے آپ نے جواب دیا بلکہ یہ محمد ﷺ کی سنت ہے(۱۳۵) حضرت ابن عباسؓ اسی طرح کرتے تھے طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن الزبیرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کو دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کی حالت میں بیٹھتے دیکھا ہے(۱۳۶) عطیہ کہتے ہیں کہ میں

نے حضرات عبادلہ (حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن الزبیرؓ اور حضرت ابن عباسؓ) کو نماز کے اندر دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کی حالت میں بیٹھتے دیکھا ہے (۱۳۷)

ل۔ دوسری رکعت کے لیے اٹھنا: پھر نمازی دوسری رکعت کے لیے اپنے قدموں کے اگلے حصوں کے سہارے سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ وہ ہاتھوں کا سہارا نہیں لے گا اور نہ ہی جلسہ استراحت کرے گا (۱۳۸)

م۔ تشہد:

(۱) دو رکعتوں کے بعد نمازی تشہد کے لیے اسی طرح بیٹھ جائے گا جس طرح وہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا۔ اور تشہد پڑھنا شروع کر دے گا۔ وہ تشہد پڑھنے سے پہلے کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کو تشہد سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے سنا تو آپ نے اسے ٹوکا اور فرمایا تشہد سے ابتداء کرو (۱۳۹) آپ نے ایک شخص کو تشہد کے لیے بیٹھتے وقت الحمد للہ پڑھتے سنا تو ڈانٹ دیا اور فرمایا ''تشہد سے ابتدا کرو'' (۱۴۰) قعدہ اخیرہ میں سلام پھیرنے سے پہلے دعا کرنا مستحب ہے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ دعا کرتے اے اللہ محمد ﷺ کی شفاعت کبریٰ قبول فرما، آپؐ کے اونچے درجے کو اور بلند کر اور آپؐ کی درخواستیں دنیا اور آخرت میں قبول فرما جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی درخواستیں قبول فرمائی تھیں (۱۴۱)

(۲) حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے تشہد کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں (التحیات المبارکات، الصلوات الطیبات لله، السلام علیک ایها النبی ورحمة الله و برکاتهٔ السلام علینا وعلیٰ عبادالله الصالحین اشهدان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله) (۱۴۲)

(۳) نمازی تشہد کے اندر اشهد ان لا اله الا لله کہتے ہوئے اپنی انگلی سے اشارہ بھی کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے نماز کے اندر انگلی ہلانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہی اخلاص (توحید) ہے (۱۴۳) انگلی ہلانے سے مراد یہ ہے کہ انگلی اٹھا کر اشارہ کیا جائے۔ اس کی دلیل ایک اور روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی

انگلی سے اشارہ کرکے دعا مانگتا ہے، آپ نے جواب دیا: یہی اخلاص ہے (۱۴۴) نیز آپ کا یہ قول بھی مذکورہ بات کی دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا: ابتہال (گڑگڑانا) اس طرح ہے یہ کہہ کر آپ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر ان کی پشت اپنے چہرے تک بلند کردی، پھر فرمایا: دعا کرنا اس طرح ہے یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھ داڑھی تک بلند کرلیے، پھر فرمایا: اخلاص اس طرح ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا (۱۴۵)

ن۔ سلام پھیرنا: نمازی کی نماز کا آخر سلام پھیرنا ہے، وہ دائیں طرف سلام پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے گا اور پھر بائیں طرف سلام پھیر کر یہی الفاظ کہے گا اور یہ کہنے کے بعد وہ نماز سے نکل آئے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نماز کی کنجی طہارت ہے اس کی تحریم تکبیر تحریمہ ہے اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے (۱۴۶)

۱۰۔ وتر کی نماز

الف۔ وتر کی نماز کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزھ کا جز ۱۰)

ب۔ وتر کی نماز کا حکم: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک وتر سنت ہے (۱۴۷) اگر یہ سنت ہے تو سفر کے اندر دیگر نوافل کی طرح اسے سواری پر بیٹھ کر ادا کرلینا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے سفر کے اندر سواری پر وتر کی نماز ادا کی تھی (۱۴۸)

ج۔ وتر کی رکعتیں: وتر کی نماز میں ایک رکعت پر اقتصار کرلینا جائز ہے یہ کم سے کم وتر ہے۔ ایک شخص نے وتر ایک رکعت پڑھی آپ نے فرمایا: اس نے سنت کو پالیا (۱۴۹) حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب نے حضرت معاویہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا کریب نے یہ بات حضرت ابن عباسؓ سے بیان کی آپ نے فرمایا: بیٹے، انہوں نے ٹھیک کیا (۱۵۰) خود آپ بعض دفعہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے، عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پہلو میں عشاء کی نماز پڑھی پھر آپ نے فرمایا تمہیں وتر پڑھنا سکھا نہ دوں؟ میں نے عرض کیا ضرور سکھایئے یہ سن کر آپ کھڑے ہوئے اور ایک رکعت پڑھ لی (۱۵۱) یہ بھی جائز ہے کہ وتر کی تین رکعتیں پڑھی جائیں جس طرح مغرب کی نماز ہوتی ہے، تاہم اس وتر کے

اندر صرف ایک دفعہ بیٹھنا ہوگا یعنی تین رکعتیں پڑھ کر قعدہ کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے تاہم تیسری رکعت کے بعد قعدہ کیا جائے گا (۱۵۲) یہ بھی جائز ہے کہ وتر کی پانچ یا سات یا اس سے زائد رکعتیں پڑھی جائیں۔ آپ نے فرمایا: وتر ایک یا پانچ یا سات یا اس سے زائد رکعتیں ہے۔ وتر جتنی رکعتیں چاہے پڑھ لے (۱۵۳) سعید بن جبیر نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ وتر بس تین رکعتیں ہو بلکہ پانچ یا سات رکعتیں ہو (۱۵۴)

د۔ وتر کے اندر قرات: حضرت ابن عباسؓ وتر تین رکعتیں پڑھتے پہلی رکعت میں (**سبح اسم ربک الاعلی**) دوسری رکعت میں (**قل یا ایھا الکافرون**) اور تیسری رکعت میں (**قل ھو اللہ احد**) کی قرات کرتے (۱۵۵)

ھ۔ وتر کے اندر قنوت پڑھنا: (ہم نمبر ۱۱ میں اس پر گفتگو کریں گے)

و۔ وتر کی تعجیل: حضرت ابن عباسؓ وتر کے سلسلے میں تعجیل کو پسند کرتے نیز یہ کہ ایک شخص وتر پڑھنے کے بعد ہی سوئے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اسی نیند کے اندر دنیا سے کوچ کر جائے۔ بنابریں آپ کہا کرتے: وتر پڑھ کر سونا بہتر ہے (۱۵۶)

ز۔ وتر کے بعد تہجد: حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت کے مطابق آپ کی رائے تھی کہ وتر کے بعد نماز وتر کا نقض نہیں کرتی۔ اس لیے اگر مثلاً کوئی شخص وتر کی نماز پڑھ لینے کے بعد رات کو اٹھ کر تہجد پڑھے تو تہجد پڑھنے کے بعد وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی اس لیے کہ پہلے سے ادا شدہ وتر کی نماز باطل نہیں ہوئی (۱۵۷) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر تم رات کے اول حصے میں وتر پڑھو تو پھر رات کے آخری حصے میں وتر نہ پڑھو اور اگر رات کے آخری حصے میں وتر پڑھو تو اول حصے میں نہ پڑھو (۱۵۸) حضرت ابن عمرؓ اگر وتر پڑھ کر سو جاتے اور پھر تہجد کے لیے اٹھتے تو ایک رکعت وتر کے ساتھ ملا کر اسے جوڑا بنا دیتے اور پھر تہجد سے فارغ ہو کر وتر پڑھتے زہری کہتے ہیں کہ اس بات کی اطلاع حضرت ابن عباسؓ کو ہوئی اور آپ کو یہ بات پسند نہیں آئی، اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ابن عمرؓ ایک رات میں تین دفعہ وتر پڑھتے ہیں (۱۵۹)

آپ سے منقول دوسری روایت کے مطابق وتر کے بعد پڑھی جانے والی نماز وتر کے لیے ناقض

ہوتی ہے۔اور پھر ایسے شخص کے لیے اس نماز کے بعد وتر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر ایک شخص رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لے اور پھر آخر حصے میں تہجد کے لیے اٹھے تو وتر کو ایک رکعت پڑھ کر جوڑا بنا لے پھر تہجد پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر آخر پر وتر پڑھ لے (۱۶۰)

۱۱۔نماز کے اندر قنوت پڑھنا:

الف۔ وتر کے اندر قنوت: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ وتر کے اندر قنوت پڑھتے تھے (۱۶۱)

ب۔ صبح کی نماز میں قنوت: فجر کی نماز کے اندر قنوت پڑھنے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ایک روایت کے مطابق آپ صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے (۱۶۲) بلکہ بیہقی نے آپ سے روایت کی ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت بدعت ہے (۱۶۳) دوسری روایت کے مطابق آپ نے بصرہ میں صبح کی نماز کے اندر دعائے قنوت پڑھی تھی (۱۶۴) یہ قنوت اس امر پر محمول ہے کہ آپ نے لوگوں پر ایک مصیبت آ پڑنے کی وجہ سے دعائے قنوت پڑھی تھی۔

ج۔ نماز کے اندر قنوت پڑھنے کا موقعہ: اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر بھی اختلاف ہے۔ایک روایت کے مطابق رکوع سے پہلے قنوت کی دعا پڑھی جائے گی۔ابو رجاء العطاردی نے کہا ہے کہ ہمیں حضرت ابن عباسؓ نے بصرہ میں فجر کی نماز پڑھائی اور رکوع میں جانے سے پہلے ہمارے ساتھ دعائے قنوت پڑھی (۱۶۵) دوسری روایت کے مطابق قنوت رکوع کے بعد ہے (۱۶۶)

د۔ قنوت میں ہاتھ اٹھانا: قنوت کے اندر سینے تک ہاتھ اٹھانا مسنون ہے ابو رجاء العطاردی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر اپنے بازو پھیلا دیے (۱۶۷)

ھ۔ دعائے قنوت: وتر کے اندر حضرت ابن عباسؓ یہ دعائے قنوت پڑھتے (لک الحمدملء السماوات وملء الارضین السبع وملء ما بینھما من شی بعد اھل الثناء والمجد

احق ما قال العبد، کلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد(۱۶۸)

۱۲۔ سفر میں نماز قصر پڑھنا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز الف)

۱۳۔ نماز کے اندر سہو اور سجدۂ سہو کے ذریعے اس کی تلافی (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۵)

۱۴۔ نماز باجماعت:

الف۔ نماز باجماعت کا حکم: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ باجماعت نماز پڑھنا فرض ہے اور یہ فرضیت صرف کسی بیماری یا عذر کی بنا پر ساقط ہوسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: جو شخص اذان کی آواز سن لے اور پھر بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کرے ماسوا اس کے کہ اسے کوئی بیماری یا عذر لاحق ہو، تو اس کی کوئی نماز نہیں (۱۶۹) مجاہد بن جبر نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک ماہ تک آتا جاتا رہا اور آپ سے مسئلہ پوچھتا رہا کہ اگر کوئی شخص دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے لیکن جماعت سے نماز نہ پڑھے اور نہ ہی جمعہ پڑھنے کے لیے جائے تو اس کا کیا حکم ہے آپ اسے یہی جواب دیتے رہے کہ وہ جہنم میں جائے گا (۱۷۰) جو شخص بلا عذر جماعت ترک کردے اس پر اپنے گناہ کے کفارہ کے طور پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہوگا (۱۷۱)

جن اعذار کی بنا پر جماعت سے نماز ادا کرنے کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے ان میں بارش، کیچڑ، سخت سردی وغیرہ شامل ہیں۔ عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ زبردست کیچڑ والے ایک دن حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں خطبہ دیا جب موذن نے حی علی الفلاح کہا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ الصلوۃ فی الرحال (گھروں میں نماز پڑھ لو) بھی کہو، یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کو اس طرح دیکھنے لگے کہ گویا انہیں آپ کا یہ حکم اوپرا لگا ہو۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: میری بات تم لوگوں کو اوپری لگی ہے۔ یہ بات مجھ سے بہتر افراد نے کہی ہے جماعت عزیمت یعنی فرض ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم لوگوں کو پریشانی میں مبتلا کردوں (۱۷۲)

ب۔ نماز باجماعت کا امام: امام کے اندر درج ذیل شرطیں ہونی چاہیں

(۱) بالغ ہو، نابالغ اگر بالغوں کی امامت کرائے تو یہ امامت درست نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے

فرمایا: لڑکا جب تک بالغ نہ ہو جائے امامت نہیں کرا سکتا(۱۷۳) البتہ اپنے جیسے لڑکوں کے لیے اس کی امامت جائز ہوگی

(۲) مذکر ہونا: عورت اگر مردوں کی امامت کرائے تو درست نہیں ہوگی، اگر عورتوں کی امامت کرائے تو درست ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں وہ دیگر عورتوں سے آگے نہیں کھڑی ہوگی بلکہ ان کے درمیان کھڑی ہوگی کیونکہ اس صورت کے اندر اس کی زیادہ پردہ پوشی ہوگی اس لیے کہ عورت کے معاملات ستر اور پردہ پوشی پر مبنی ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: عورت عورتوں کی امامت کرائے گی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوگی (۱۷۴)

(۳) بینائی: امام کے لیے بینا ہونا شرط نہیں ہے۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ وہ بینا ہو۔ اگر امامت کے قابل بینا شخص کے ہوتے ہوئے نابینا کو آگے کر دیں تو یہ بات خلاف اولیٰ ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے نابینا کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے(۱۷۵) آپ فرماتے: میں کس طرح ان کی امامت کر سکتا ہوں جب کہ یہ لوگ مجھے پکڑ کر قبلہ رخ کرتے ہیں(۱۷۶) (یہ بات آپ نے اس وقت کہی تھی جب آپ کی بینائی زائل ہو چکی تھی) حضرت ابن عباسؓ سے منقول یہ کراہت مکروہ تنزیہی ہے یا یہ خلاف اولیٰ ہے یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں نے آپ کو امامت کرانے پر مجبور کیا تو آپ نے (نابینا ہونے کے باوجود) اس میں کوئی بڑا حرج محسوس نہیں کیا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ہماری امامت کی تھی اس وقت آپ نابینا تھے(۱۷۷)

(۴) وضوء: امام کے لیے یہ شرط بھی نہیں ہے کہ اس نے پانی کے ساتھ وضو کیا ہو بلکہ اگر تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت کرا دے تو یہ جائز ہوگی حضرت ابن عباسؓ نے تیمّم کیا تھا آپ نے جماعت کرائی اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں میں حضرت عمار بن یاسرؓ اور صحابہ کرامؓ تھے ان حضرات نے اس امر پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی (۱۷۸) (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر۴)

ج۔ مقتدی:

با جماعت نماز پڑھنے والے مقتدی کے لیے بھی چند احکام ہیں

(۱) اقتداء درست ہونے کے لیے امام اور مقتدی کے درمیان مقام کی وحدت کا وجود ضروری ہے یہ

بات دوصورتوں میں سے ایک کے ذریعے حاصل ہوتی ہے

(i) نمازیوں کے صفوف ایک دوسرے سے متصل چلے آ رہے ہوں پھر خواہ یہ صفوف کئی مقامات تک کیوں نہ پھیل جائیں۔

(ii) امام اور مقتدی ایک ہی مقام پر ہوں اس کے بعد خواہ چند صفیں دیگر صفوں سے بہت دور کیوں نہ ہو گئی ہوں مثلاً امام اور بعض مقتدی مسجد کے اگلے حصے میں ہوں اور نمازیوں کی ایک صف مسجد کے صحن میں ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جو امام مسجد کے اندر ہو اس کے پیچھے مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں (۱۷۹)

(۲) اگر صف کھڑی ہو اور اس دوران کوئی نمازی آئے تو اسے چاہئے کہ صف کے اس کنارے پر کھڑا ہو جائے جہاں کھڑے ہونے سے صف کے دونوں کناروں کے درمیان توازن برقرار رہے، اگر توازن موجود ہو تو اسے صف کی دائیں جانب کھڑا ہو جانا چاہئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: صفوں کی دائیں جانب کھڑے ہوا کرو (۱۸۰)

(۳) مقتدیوں کو مسجد کے ستون اپنی صفوں کے درمیان لانے سے بچنا چاہئے اس لیے کہ ایسی صورت میں صفوں کا اتصال برقرار نہیں رہے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ستونوں کے درمیانی جگہوں سے بچتے رہو (۱۸۱)

(۴) پہلی صف سب سے بہتر صف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ لوگوں کو پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے: پہلی صف میں جگہ حاصل کرو (۱۸۲)

(۵) امام کے پیچھے مقتدی کی قرات (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزد)

(٦) اگر مسافر کسی مقیم کی اقتدار میں نماز ادا کرے تو وہ پوری نماز پڑھے گا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز الف کا جز۲)

۱۵۔ صلوٰۃ الخوف:

الف۔ صلوٰۃ الخوف سے ہماری مراد وہ نماز ہے جسے میدان جنگ میں جنگ کے دوران مجاہدین ادا

کرتے ہیں۔

ب۔ اگر میدان جنگ میں باجماعت نماز اور رکوع وسجود کا امکان ہو تو یہ نماز باجماعت اور رکوع وسجود کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ اگر مذکورہ امکان نہ ہو تو یہ نماز مجاہدین انفرادی طور پر الگ الگ پڑھیں گے یا ایسی صورت کے تحت ادا کریں گے جو مجاہدین کے بس میں ہو خواہ رکوع وسجود کے بغیر ہی کیوں نہ ہو جب کہ اس کے سوا اور کسی بات کا امکان نہ ہو (۱۸۳)

ج۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک صلوۃ الخوف ایک رکعت ہے (۱۸۴) آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کردی ہے (۱۸۵) اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی سند حضور ﷺ کا مبارک فعل ہے آپ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ذی قرد میں صلوٰۃ الخوف پڑھی تھی۔ مسلمانوں نے آپؐ کے پیچھے دو صفیں بنائیں۔ ایک صف آپؐ کے پیچھے اور ایک صف دشمن کی سمت میں اس کے بالمقابل۔ حضور ﷺ نے اپنے پیچھے صف بنانے والوں کو ایک رکعت پڑھائی پھر یہ لوگ دوسرے لوگوں کی جگہ چلے گئے اور یہ دوسرے لوگ پہلے لوگوں کی جگہ آ گئے آپ نے انہیں ایک رکعت نماز پڑھائی اور لوگوں نے باقی نماز نہیں پڑھی (۱۸۶)

بعض علماء نے یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے یہ جو روایت کی ہے کہ صلوٰۃ الخوف ایک رکعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مقتدی ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھیں گے اور دوسری رکعت تنہا پڑھیں گے (۱۸۷) لیکن اس توجیہ کی تردید خود حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کر رہا ہے کہ لوگوں نے باقی نماز نہیں پڑھی اس فقرے کا ذکر مذکورہ بالا روایت میں ہوا ہے۔

۱۶ جمعہ کی نماز:

الف۔ جمعہ کی نماز کا حکم: جمعہ کی نماز شعائر کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے جس کا بلا عذر ترک جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جس شخص نے بلا عذر چار جمعہ تسلسل کے ساتھ ترک کردیا اس نے گویا اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیا (۱۸۸)

ب۔ جمعہ ترک کرنے کا کفارہ: حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں جس شخص نے جمعہ کی اذان سن کر بلا

عذر جمعہ ترک کر دیا ہو اس پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہو جائے گا (۱۸۹)

ج۔ جمعہ ترک کرنا کب جائز ہوگا؟ اگر بیماری کی وجہ سے یا دشمن کی رکاوٹ کی بنا پر یا راستہ کٹھن ہونے یا تیز بارش کے سبب جب کہ بارش سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو یا سخت سردی یا راستہ کیچڑ سے پر ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز کے لیے جانا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں جمعہ چھوڑ کر اس کے بدلے ظہر پڑھ لینا جائز ہو جائے گا۔ ایک دن بارش ہو رہی تھی، یہ جمعہ کا دن تھا حضرت ابن عباسؓ نے اپنے موذن کو حکم دیا کہ اذان کے دوران جب تم حی علی الصلوٰۃ کہو تو اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی کہو اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو آپ کی یہ بات لوگوں کو کچھ اوپری لگی۔ آپ نے فرمایا: یہ بات مجھ سے بہتر لوگوں نے کہی ہے جمعہ فرض ہے اور میں نے تمہیں مشقت میں ڈالنا پسند نہیں کیا کہ تم لوگ گارے، مٹی اور کیچڑ نیز پھسلن میں چل کر آؤ (۱۹۰)

د۔ جمعہ کے لیے سویرے جانا: جمعہ کے لیے سویرے نکل پڑنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس کے بڑے دلدادہ تھے علقمہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ جمعہ کے لیے نکلا مسجد میں جا کر دیکھا تو تین آدمی پہلے آ چکے تھے یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: چوتھا آدمی! اور چوتھا آدمی بھی خدا سے دور نہیں ہوتا۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگ اسی حساب سے اللہ کے قریب بیٹھیں گے جس حساب سے وہ جمعہ کے لیے نکلے ہوں گے (۱۹۱)

ھ۔ نمازیوں کی وہ کم سے کم تعداد جس کی بنا پر جمعہ درست ہوتا ہے: نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نمازیوں کی جس کم سے کم تعداد کی بنا پر جمعہ درست قرار پاتا ہے اور اس تعداد کا جمع ہونا لازم ہوتا ہے وہ ایسے چالیس افراد ہیں جن کا جمعہ پڑھنا درست ہو (۱۹۲) شعرانی نے کشف الغمۃ میں آپ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی کی بنا پر بھی جمعہ درست ہو جاتا ہے (۱۹۳) یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا جس نے اپنے باغ میں تنہا جمعہ ادا کر لیا تھا، آپ نے جواب دیا: اگر اس کے سوا دیگر افراد کے ذریعے جمعہ کا شعار قائم ہو جائے تو اس کے تنہا جمعہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں (۱۹۴)

و۔ عورتوں کا جمعہ پڑھنے کے لیے جانا: جمعہ کی نماز مردوں کے لیے مشروع ہوئی ہے عورتوں کے لیے نہیں لیکن اگر عورت جمعہ پڑھ لے تو اس کا جمعہ درست ہوگا البتہ جمعہ کے لیے جانے کی بجائے

اپنے گھر میں ظہر پڑھ لینا اس کے لیے بہتر ہے ایک عورت نے مسجد میں جا کر جمعہ پڑھنے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: اپنی کوٹھری میں تمھاری نماز گھر کے اندر تمھاری نماز سے افضل ہے۔ گھر کے اندر تمھاری نماز حجرے کے اندر تمھاری نماز سے افضل ہے اور اپنے حجرے کے اندر تمھاری نماز اپنی قوم کی مسجد میں تمہاری نماز سے افضل ہے۔[(١٩٥)]

ز۔ جمعہ اور عید کا یکجا ہو جانا: اگر جمعہ اور عید ایک ہی دن آ جائیں یعنی جمعہ کے دن عید ہو جائے تو امام المسلمین کے لیے جائز ہوگا کہ دونوں نمازیں ایک نماز اور ایک خطبے کے اندر جمع کر دے۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے عہد میں ایک دفعہ ایسا ہی ہوا انہوں نے عید کے لیے نکلنے میں دیر کر دی پھر نکلے اور لوگوں کو خطبہ دیا اور خطبہ طویل کر دیا پھر عید کی نماز پڑھا کر گھر چلے گئے اور جمعہ کی نماز کے لیے نہیں نکلے۔ لوگوں نے اس طریق کار پر نکتہ چینی کی۔ یہ خبر حضرت ابن الزبیرؓ کو بھی مل گئی انہوں نے فرمایا: میں نے عمرؓ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی تھی، انہوں نے بھی وہی کچھ کیا تھا جو میں نے کیا ہے[(١٩٦)]

ح۔ خطبہ خاموشی سے سننا: ہر ایسا مشروع خطبہ جو امام دے اسے خاموشی سے سننا واجب ہے۔ خطبہ جمعہ بھی اسی میں شامل ہے (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ٣)

١٧۔ عید کی نماز:

الف۔ عید اور جمعہ کا یکجا ہو جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ٦ کا جزز)

ب۔ عید کی نماز کے لے اذان اور اقامت مشروع نہیں ہے (دیکھئے مادہ اذان نمبر ٣) نیز (مادہ اقامۃ نمبر ١ کا جزب)

ج۔ عید کی نماز کا طریقہ: حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ عید کی نماز کے اندر عام نمازوں میں مشروع تکبیرات سے زائد تکبیریں ہوتی ہیں۔ یہ زائد تکبیریں کتنی ہیں اس بارے میں آپ سے مختلف روایتیں منقول ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس بارے میں کسی متعین تعداد کا التزام نہیں کرتے تھے۔

☆ ایک روایت کے مطابق قرات سے پہلے قیام کی حالت میں آپ پہلی رکعت کے اندر سات تکبیریں اور دوسری رکعت کے اندر پانچ تکبریں کہتے تھے، یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک عید

میں بارہ تکبیریں کہیں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور پھر قرات کی اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں (۱۹۷)

دوسری روایت کے مطابق آپ ہر رکعت میں سات سات تکبیریں کہتے (۱۹۸)

☆ تیسری روایت کے مطابق آپ عید کی نماز میں تیرہ تکبیریں کہتے تھے پہلی رکعت میں چھ اور دوسری رکعت میں سات (۱۹۹)

☆ چوتھی روایت میں ہے کہ آپ پہلی رکعت میں بمعہ تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع پانچ تکبیریں اور دوسری رکعت میں بمعہ تکبیر رکوع چار تکبیریں کہتے تھے۔ (۲۰۰)

☆ پانچویں روایت کے مطابق آپ نے پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہیں پھر قرات کی اور رکوع میں چلے گئے پھر کھڑے ہوئے، قرات کی اور پھر تین تکبیریں کہیں، یہ نماز کی تکبیر کے علاوہ تھیں (۲۰۱)

د۔ عید کا خطبہ: عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابن الزبیرؓ کے استفسار پر فرمایا تھا کہ خطبے سے پہلے نماز پڑھو (۲۰۲) خاموشی کے ساتھ خطبہ سننا واجب ہے (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر۳)

۱۸۔ نماز جنازہ:

الف۔ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا حضرت ابن عباسؓ نے مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں قبروں کی پرستش کی مشابہت کا پہلو ہے نیز حضور ﷺ نے قبروں کو مساجد بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے (۲۰۳)

ب۔ اگر وضو کرنے کا موقعہ نہ ملے تو نماز جنازہ کے لیے تیمّم کر لینے کا حکم (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر۲ کا جزد)

ج۔ نماز جنازہ پڑھانے کا حق سب سے بڑھ کر کسے حاصل ہے؟ شاید حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ میت کے اولیاء (قریبی رشتہ دار) سلطان وقت سے بڑھ کر جنازہ پڑھانے کے حق دار ہوتے ہیں نیز شوہر اپنی بیوی کے اولیاء سے بڑھ کر بیوی کا جنازہ پڑھانے کا حق دار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''عورت کا جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار اس کا شوہر ہوتا ہے (۲۰۴)

د۔ نابالغ کے جنازے کی نماز:

(۱) اگر نابالغ یعنی نوزائیدہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہو خواہ پیدائش کے چند لمحات بعد ہی کیوں نہ فوت ہو گیا ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب پیدا ہونے والا بچہ آواز نکالے تو وہ خود وارث ہوگا اور دوسرے لوگ اس کے وارث ہوں گے اور اس کا جنازہ پڑھا جائے گا (۲۰۵)

(۲) اگر مردوں اور عورتوں کے جنازے یک جا ہو جائیں خواہ نابالغ ہوں یا بالغ تو مردوں کے جنازے امام کے سامنے اور عورتوں کے جنازے ان کے پیچھے رکھے جائیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ کے غلام نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت ام کلثومؓ اور ان کے ایک بیٹے زید کے جنازے ایک ہی صف میں رکھ دیے گئے۔ جنازہ پڑھنے کے لیے آنے والوں میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوقتادہؓ بھی تھے۔ ان حضرات کے کہنے پر لڑکے کا جنازہ امام کے متصل رکھا گیا نافع کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات اوپری لگی میں نے حضرت ابن عباسؓ نیز دیگر حضرات کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ کیا ہے؟ سب نے جواب دیا کہ یہ سنت ہے (۲۰۶)

ھ۔ نماز جنازہ کی کیفیت:

(۱) نماز جنازہ اذان واقامت کے بغیر ادا کی جائے گی (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۳) نیز (مادہ اقامۃ نمبر ۱ کا جز ب) نماز جنازہ کی تکبیرات کی تعداد کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مختلف روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق تین تکبیریں کہی جائیں گی (۲۰۷) دوسری روایت کے مطابق چار تکبیریں کہی جائیں گی۔ زید بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پیچھے جنازے کی نماز پڑھی تھی آپ نے چار تکبیریں کہی تھیں (۲۰۸)

(۲) پہلی تکبیر کے ساتھ کندھوں کے برابر ہاتھ بلند کئے جائیں گے اور پھر باقی تکبیرات کے اندر ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ عبدالرزاق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے (۲۰۹)

(۳) پہلی تکبیر کے بعد سری طور پر سورۂ فاتحہ کی قرات کی جائے گی حضرت ابن عباسؓ نے مکہ میں ایک جنازہ پڑھایا اور سورۂ فاتحہ کی جہری قرات کی اور پھر فرمایا کہ میں نے سورۂ فاتحہ کی اس لیے جہری قرات کی کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جنازے کی نماز میں قرات ہے (۲۱۰) طلحہ بن عبداللہ بن عوف کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک جنازہ پڑھایا اور سورۂ فاتحہ کی جہری قرات کی میں نے

آپ سے پوچھا تو جواب میں فرمایا کہ یہ سنت ہے (۲۱۱) دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھے گا اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا مانگے گا اور چوتھی تکبیر کے بعد صرف دائیں طرف سلام پھیرے گا (۲۱۲) حضرت ابن عباسؓ نے مکہ میں ایک جنازہ پڑھایا۔ تکبیر کہنے کے بعد جہری قرات کی پھر درود پڑھا پھر میت کے لیے دعا کی اور پھر فارغ ہو گئے اور فرمایا: نماز جنازہ اسی طرح ہونی چاہئے (۲۱۳)

۱۹۔ کسوف نیز غیر معمولی طبعی حوادث کی نماز

الف۔ اس نماز کی مشروعیت: سورج یا چاند گرہن کی صورت میں کسوف کی نماز مشروع ہے حضرت ابن عباسؓ نے اہل بصرہ کے ساتھ چاند گرہن کے موقعہ پر یہ نماز پڑھی تھی اور فرمایا تھا کہ میں نے یہ نماز اس لیے پڑھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے میں نے دیکھا تھا (۲۱۴)

ب۔ اس نماز کی کیفیت: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ کسوف کی دو رکعتیں ہیں جو باجماعت پڑھی جائیں گی لیکن اس نماز کے رکوع اور سجود کی تعداد کے بارے میں آپ سے مختلف روایتیں منقول ہیں۔ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے عہد میں مکہ میں سورج گرہن ہوا تھا آپ نے چاہ زمزم کے کنارے دو رکعتیں پڑھی تھیں اور ہر رکعت میں چار سجدے کئے تھے (۲۱۵) کنز العمال کے اندر بھی اسی واقعہ کا ذکر ہے لیکن ان الفاظ کے ساتھ کہ ہر رکعت میں چار رکعتیں تھیں یعنی چار رکوع تھے (۲۱۶) ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ راوی نے رکوع پر سجدوں کا اطلاق کیا ہے۔ ایسا اطلاق بہت دفعہ ہوتا ہے ۔حضرت ابن عباسؓ کے فعل کے بارے میں درست بات یہ ہے کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں اور ہر رکعت میں چار رکوع تھے۔ یہ بات اس روایت کے موافق ہے جسے خود حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ کے فعل کے سلسلے میں بیان کیا ہے۔ امام مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھی آپؐ نے قرات کی پھر رکوع میں گئے پھر قرات کی پھر رکوع میں گئے، پھر قرات کی اور رکوع میں گئے اور دوسری رکعت بھی اسی طرح تھی، ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے چار سجدوں کے ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی قرات کی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ آل عمران کی قرات کی (۲۱۷) نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ کسوف کی نماز دو رکعتیں ہیں ہر رکعت میں دو قیام، دو رکوع اور دو سجدے ہیں (۲۱۸)

امام شافعی نے مسند الشافعی کے اندر کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ امیر بصرہ تھے کہ چاند گرہن ہوا، آپ نکلے اور لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں ہر رکعت میں دو رکعتیں تھیں، پھر سواری پر سوار ہوئے اور فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو جس طرح پڑھتے دیکھا تھا اسی طرح پڑھادی (۲۱۹)

ج۔ زلزلہ کی نماز: میرا پختہ خیال ہے کہ کوئی غیر معمولی طبعی حادثہ پیش آنے کی صورت میں بھی کسوف کی یہی نماز پڑھی جائے گی مثلاً زلزلہ آجائے یا آندھی چلے یا جوالامکھی پہاڑ پھٹ پڑے یا سیلاب وغیرہ آجائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بصرہ میں زلزلہ آنے پر آپ نے یہ نماز پڑھی تھی (۲۲۰) زلزلہ کی نماز کے تین طریقے آپ سے منقول ہیں۔

پہلا طریقہ: آپ نے دو رکعتیں پڑھیں ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے کئے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے زلزلہ آنے کے موقعہ پر لوگوں کو نماز پڑھائی اس نماز میں چار سجدے اور چھ رکوع تھے (۲۲۱)

دوسرا طریقہ: آپ نے دو رکعتیں پڑھیں ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کئے ابن حزم نے المحلی کے اندر ذکر کیا ہے کہ آپ نے بصرہ میں زلزلہ آنے کے موقعہ پر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر قرات کی پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں گئے پھر اپنا سر اٹھایا اور چار تکبیریں کہیں پھر اللہ نے جس قدر چاہا آپ نے قرات کی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا (۲۲۲) اس طریقے کے اندر ہمیں زائد تکبیرات کا وجود نظر آتا ہے۔

تیسرا طریقہ: آپ نے بصرہ کے اندر زلزلہ آنے کے موقعہ پر نماز پڑھی اور دیر تک قنوت پڑھتے رہے پھر رکوع کیا پھر اپنا سر اٹھایا اور دیر تک قنوت پڑھتے رہے پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور دیر تک قنوت کرتے رہے پھر رکوع میں گئے پھر دوسری رکعت پڑھی اس طرح تین رکعتیں ہوگئیں آپ نے فرمایا: اللہ کی نشانیوں کی نماز اسی طرح ہے (۲۲۳)

۲۰۔ استسقاء کی نماز:

الف۔ جو شخص اللہ سے بارش طلب کرنے کی خاطر نماز پڑھنے کے لیے نکلے اسے چاہیے کہ معمولی لباس پہنے ہوئے عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے گھر سے نکلے اور اسی حالت میں نماز کے مقام پر پہنچ جائے۔ وہاں امام خطبہ دے جس میں دعا اور عاجزی و انکساری بہت زیادہ ہو لوگ خاموشی سے اس کا خطبہ سنیں (دیکھیے مادہ خطبۃ نمبر ۳) پھر عید کی نماز کی طرح لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے اور دونوں رکعتوں میں جہری قرات کرے نیز پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہے۔ ہشام بن اسحٰق بن عبداللہ بن کنانہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے انہوں نے کہا امیر مدینہ ولید بن عقبہ نے مجھے حضرت ابن عباسؓ کے پاس حضور ﷺ کی نماز استسقاء کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا آپ نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ معمولی لباس میں عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے گھر سے نکلے اور اسی حالت میں نماز کے مقام پر پہنچے پھر منبر پر آئے لیکن تمھارے خطبوں کی طرح خطبہ نہیں دیا بلکہ دعا کرنے، گڑ گڑانے اور اللہ اکبر کہنے میں مصروف رہے پھر عید کی نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھیں (۲۲۴)

ب۔ بارش کے پانی سے برکت حاصل کرنا: استسقاء کی نماز کے بعد بارش ہونے کی صورت میں حضرت ابن عباسؓ یہ پسند کرتے کہ اس پانی میں کھڑے ہو کر اپنے کپڑے تر کر لیتے۔ استسقاء کے بعد جب آسمان سے بارش برسی تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: میرا بستر اور میرا کجاوہ باہر لے جاؤ تاکہ بارش کا پانی ان پر پڑے آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا: تم کتاب اللہ نہیں پڑھتے اس میں ارشاد ہے (ونزلنا من السماء ماء مبارکا اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا) اس لیے میں نے چاہا کہ برکت والا یہ پانی میرے بستر اور میرے کجاوے کو بھی لگ جائے (۲۲۵)

۲۱۔ تحیۃ المسجد کی نماز: (دیکھیے مادہ تحیۃ المسجد)

۲۲۔ چاشت کی نماز:

الف۔ اس نماز کا وقت: اس کا وقت وہی ہے جو عید کی نماز کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: چاشت کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب سائے منقطع ہو جائیں [۲۲۶]

ب۔ اس کی مشروعیت: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: چاشت کی نماز کے بارے میں میرے دل میں ہمیشہ ایک کھٹک سی رہی حتی کہ میں نے یہ آیت پڑھی (انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشی والاشراق ہم نے اس کے (سلیمان علیہ السلام کے) لیے پہاڑوں کو مسخر کر دیا یہ پہاڑ شام وصبح تسبیح کرتے تھے) [۲۲۷] آپ سے چاشت کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا: اس کا ذکر کتاب اللہ کے اندر رہے اور صرف غواص (غوطہ لگانے والا) ہی اس میں غوطہ لگا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے (فی بیوت اذن الله ان ترفع ویذ کر فیهااسمه يسبح له فيها با لغدو والا صال رجال (اس کے نور کی طرف ہدایت پانے والے) ان گھروں میں پائے جاتے ہیں جنہیں بلند کرنے کا اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے ان میں ایسے لوگ صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں (جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے اور اقامت نماز و ادائے زکوۃ سے غافل نہیں کر دیتی) [۲۲۸] تاہم حضرت ابن عباسؓ بہت سے دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے، عطاء خراسانی نے طاؤس بن کیسان سے اس نماز کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا موقف دریافت کیا اور کہا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ نماز قرآن میں ہے لیکن غواص ہی اس میں غوطہ لگا سکتا ہے اور پھر آپ نے سورۂ ص کی درج بالا آیت نمبر ۱۸ تلاوت کی تھی (يسبحن بالعشی و الاشراق) طاؤس نے جواب میں کہا کہ بخدا حضرت ابن عباسؓ نے اپنی وفات تک یہ نماز کبھی انہیں پڑھی الا یہ کہ آپ چاشت کے وقت طواف کرتے تو دو رکعتیں پڑھ لیتے [۲۲۹]

حضرت ابن عباسؓ نے چاشت کی نماز شاید اس لیے ترک کر دی تھی کہ آپ اسے حضور ﷺ کے ساتھ خاص سمجھتے تھے یہ نماز امت کے لیے نہیں تھی۔ آپ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مجھ پر قربانی فرض ہے تم پر فرض نہیں مجھے چاشت کی نماز پڑھنے کا حکم ملا ہے اور تمہیں یہ حکم نہیں ملا ہے [۲۳۰] اس لیے اگر آپ یہ نماز پڑھتے تو حضور ﷺ کے ساتھ اس کی خصوصیت کا علم نہ رکھنے والا اگر دیکھ لیتا تو یہ تصور کرتا کہ یہ نماز پوری امت کے لیے سنت عامہ ہے

۲۳۔ سفر کی سنت:

حضرت ابن عباسؓ سفر سے واپس آئے تو اپنے گھر میں بچھی ہوئی چٹائی پر دو رکعتیں پڑھیں (۲۳۱)

۲۴۔ سنت طواف:

جو شخص طواف کعبہ کرے تو طواف ختم کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھنا اس کے لیے مسنون ہوگا خواہ وقت جو بھی ہو۔ یہ نماز اوقات کراہت میں بھی اگر پڑھی جائے تو مکروہ نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۸) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کے جز ۱۳ کا جز ج)

۲۵۔ قیام اللیل (تہجد کی نماز)

الف۔ ابتدائے اسلام میں قیام اللیل مسلمانوں پر فرض تھا کیونکہ سورۂ مزمل میں ارشاد باری ہے (یا ایها المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه ورتل القران ترتیلا اے کپڑوں میں لپٹنے والے، رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کیجئے مگر ہاں تھوڑی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم رکھئے یا اس سے کچھ بڑھا دیجئے اور قرآن خوب صاف صاف پڑھیے) اس حکم پر مسلمان ایک سال تک اس قدر قیام اللیل کرتے رہے جس قدر رمضان میں قیام کرتے ہیں حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی (علم ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقرء و اماتیسر من القرآن اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اسے پورے احاطہ میں نہیں لاسکتے، سو اس نے تمھارے حال پر توجہ کی سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو) پھر فرضیت منسوخ ہوگئی اور حکم سنت کے طور پر باقی رہا (۲۳۲)

ب۔ عید کی رات قیام کرنا: یہ قیام سنت ہے۔ اگر ایک شخص اس رات عشاء کی نماز باجماعت پڑھے اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا عزم کرے اور پھر قیام اللیل کرے تو اسے اس کا ثواب ملے گا (۲۳۳)

۲۶۔ اوابین کی نماز:

یہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مغرب اور عشاء کے درمیان اوابین کی نماز ہے (۲۳۴) آپ نے اس نماز کی فضیلت کے بارے میں فرمایا: جو لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں فرشتے ان کے گرد گھیرا ڈالے رکھتے ہیں (۲۳۵)

۲۷۔ احیاء مساجد:

حضرت ابن عباسؓ کو یہ بات پسند تھی کہ مساجد نمازیوں سے خالی ہونے نہ پائیں۔ یہی بات احیاء مساجد کہلاتی ہے آپ نے احیاء مساجد پر لوگوں کو ابھارتے ہوئے فرمایا: مسجد میں فرض نماز ہو جانے کے بعد جو شخص وہاں آ کر نوافل پڑھے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو حج کرنے سے پہلے عمرہ کرتا رہے (۲۳۶)۔

۲۸۔ سجدہ تلاوت (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۶)

۲۹۔ یوم عرفہ کو مساجد میں یوم عرفہ منانا: (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۱ کا جز واؤ)

۳۰۔ نماز کے اندر بعض اعمال کا وقوع پذیر ہونا

الف۔ نمازی سلام کا جواب اشارے یا مصافحہ کے ذریعے دے کلام کے ذریعے نہیں (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز ب)

ب۔ حدث لاحق ہونا: اگر نماز کے اندر نکسیر پھوٹ جائے یا قے آ جائے تو نمازی باہر نکل کر خون یا قے دھولے اور وضو کرے اور واپس آ کر باقیماندہ نماز پوری کرے کلام نہ کرے مذکورہ کاموں کی وجہ سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی (۲۳۷) حضرت ابن عباسؓ کی نماز کے دوران اگر نکسیر پھوٹ جاتی تو باہر آ کر خون دھو لیتے اور وضو کر کے واپس جاتے اور باقیماندہ نماز پوری کر لیتے (۲۳۸)

ج۔ سبیلین سے خارج ہونے والی چیز مثلاً گوز وغیرہ نماز کو فاسد کر دیتی ہے تاہم اگر نمازی کو اس کا صرف احساس ہو تو وہ اس وقت تک نماز سے نہ مڑے جب تک اسے اس کا یقین نہ ہو جائے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی قسم کا مسئلہ پوچھا، اور کہا کہ شیطان نماز کے اندر میرے پاس آ کر میرے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ تمہیں حدث لاحق ہو چکا ہے۔ آپ نے

اس سے فرمایا: تم نماز سے اس وقت تک نہ مڑو جب تک تمہیں گوز کی بو محسوس نہ ہو جائے یا اس کی آواز نہ سن لو (۲۳۹)

د۔ جماہی لینا: نماز کے اندر جماہی لینے کے وقت منہ پر ہاتھ رکھا جائے گا (دیکھئے مادہ تثاوب)

۳۱۔ نماز سے فارغ ہو کر مڑنا:

الف۔ جب نمازی اپنی نماز پڑھ لے اور مڑنا چاہے تو اس کے لیے دائیں یا بائیں جانب سے مڑنا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص شیطان کی گرفت کی اپنے اوپر کوئی سبیل پیدا نہ کرے یعنی وہ یہ تصور کر بیٹھے کہ نماز سے فراغت کے بعد دائیں جانب سے مڑنا ہی اس کے لیے ضروری ہے کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو اکثر بائیں جانب سے مڑتے دیکھا ہے (۲۴۰)

ب۔ مڑتے وقت ذکر الٰہی: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضور ﷺ کے عہد میں فرض نماز سے فراغت کے بعد جب لوگ مڑتے تو بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے ہوئے مڑتے (۲۴۱)

حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا:

معروف بات یہی ہے کہ صلوٰۃ حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے چنانچہ کہا جاتا ہے محمد ﷺ اور سلام انبیاء کے ساتھ خاص ہے چنانچہ کہا جاتا ہے نوح علیہ السلام، اور رضی اللہ عنہ صحابہ کرامؓ کے مخصوص ہے چنانچہ کہا جاتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مذکورہ فقرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صالحین کے لیے بھی بولا جا سکتا ہے چنانچہ کہا جا سکتا ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ باقی مسلمانوں کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کا فقرہ استعمال ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے میرے والد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ حضور ﷺ کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مناسب ہے (۲۴۲) عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ "انبیاء کے سوا" (۲۴۳)

صلح (صلح)

۱۔ تعریف:

صلح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعے فریقین کے درمیان جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ صلح کی شرائط:

صلح کرنے والے فریقین کے لیے جائز ہے کہ وہ جس قسم کی شرطیں چاہیں لگائیں بشرطیکہ یہ شرائط شریعت کی حرام کردہ باتیں نہ ہوں مثلاً شریکین شراکت ختم کرنے پر صلح کر لیں اور ہر فریق دوسرے فریق کو اس کے ذمہ باقیماندہ رقم کی ادائیگی کی مہلت دے دے لیکن یہ مہلت کسی مالی فائدے یعنی سود کے بالمقابل نہ دی جائے جس کی شرح فیصد کا تعین کر دیا گیا ہو۔ بنا بریں اگر دائن اور مدیون موجل دین کے سلسلے میں اس کے بعض حصے کی معجّل ادائیگی پر مصالحت کر لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کیونکہ اس کا تعلق ربوٰا یعنی سود سے نہیں ہے (۴۴۴)

مسلمانوں کے لیے کافروں کے ساتھ اس شرط پر صلح جائز ہے کہ یہ کافران مسلمانوں کے ملک میں نئے گرجے تعمیر کریں گے یا تعمیر نہیں کریں گے، نیز اس پر بھی کہ یہ کافران مسلمانوں کی مہمانی کریں گے یا نہیں کریں گے جوان کے علاقے سے گزریں نیز اس پر بھی کہ وہ مسلمانوں کو اتنی رقم یا اس سے کم یا زیادہ جزیہ کے طور پر ادا کریں گے۔ نیز اسی طرح کی دیگر شرائط پر جن کے اندر مسلمانوں کے ضرر کا کوئی پہلو موجود نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے اہل نجران کے ساتھ کپڑوں کے دو سو جوڑوں پر جن کا نصف وہ مسلمانوں کو ماہ صفر میں ادا کرتے اور باقی آدھا ماہ رجب میں نیز عاریت کے طور پر تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ، اور اسلحہ کی ہر صنف میں سے تیس تیس ہتھیار دینے پر صلح کی تھی۔ عاریت کے طور پر دی ہوئی مذکورہ چیزوں کو واپس کرنے کے مسلمان ضامن بنے تھے خواہ یمن کے علاقے میں مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش یا شورش کیوں نہ برپا ہو جاتی۔ اور صلح کی شرط یہ تھی کہ اہل نجران کی کوئی عبادت گاہ گرائی نہیں جائے گی، ان کے کسی پادری کو نکالا نہیں جائے گا اور نہ ہی انہیں اپنے دین سے ہٹایا جائے گا جب تک اہل نجران کوئی شرارت یا سود خوری نہ کریں (۴۴۵)

۳۔ صلح کی شرائط پوری کرنا:

صلح کے بارے میں قرآن کے اندر مذکورہ بیان پر نظر ڈالتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ

ہوگئی تھی کہ صلح کی شرائط پوری کرنا واجب ہے۔ جزیرہ عرب کو شرک سے پاک کردینے کا جب وقت آن پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ براۃ میں مشرکین کی چار قسمیں بنادیں۔

☆ ایک قسم وہ تھی جس کے ساتھ اسلامی حکومت کا ایک مقررہ مدت تک معاہدہ تھا یعنی صلح تھی اور معاہدہ کرنے والے مشرکین اس کا احترام کرتے اور اس پر قائم رہے تھے ان کے بارے میں سورۂ توبہ آیت نمبر ۴ میں اللہ نے فرمایا (فاتمو ا الیهم عهد هم الی مدتهم ان کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کی مقررہ مدت تک پابندی کرو)

☆ ایک قسم وہ تھی جس کے ساتھ اسلامی حکومت کا معاہدہ تھا لیکن معاہدہ کرنے والے مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کو اطمینان نہیں تھا، یہ مشرکین معاہدہ توڑنے کے لیے موقعہ کی تاک میں تھے۔ ان کے متعلق سورۂ انفال آیت نمبر ۵۸ میں اللہ نے فرمایا (و اما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علی سواء ان الله لا یحب الخائنین اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا)

☆ ایک قسم وہ تھی جس کے ساتھ اسلامی حکومت کا کھلا معاہدہ تھا ان کے لیے اللہ نے غور و فکر کی ایک مدت مقرر کردی تھی یعنی چار ماہ اس مدت کے بعد مذکورہ معاہدہ کالعدم ہو جاتا۔ ان کے بارے میں اللہ سبحانہ نے سورۂ توبہ آیت نمبر ا میں ارشاد فرمایا (براء ة من الله ورسوله الی الذین عاهدتم من المشرکین فسیحو ا فی الارض اربعة اشهر و اعلمو ا انکم غیر معجزی الله و ان الله مخزی الکافر ین اعلان برات ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کئے تھے پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ کہ اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے)

☆ اور ایک قسم وہ تھی جس کے ساتھ اسلامی حکومت کا کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ انہیں اللہ نے اشہر حرم کے اختتام تک کی یعنی پچاس دنوں کی مہلت عطا کردی۔ اگر وہ اس مہلت کے دوران اسلام میں داخل ہو جاتے تو فبہا، چشم ما روشن دل ما شاد اور اگر اسلام لانے سے گریز کرتے تو ان کا خون اور ان کا مال حلال ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ آیت نمبر ۵ میں ارشاد فرمایا: (فاذا انسلخ الا شهر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم وخذ و هم واحصرو هم

واقعدوا لهم کل مرصد پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو)

درج بالا تفصیل سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں صلح کی شرطوں کو پورا کرنا اصل ہے نیز یہ کہ اس اصول سے ہٹنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ عہد شکنی متوقع ہو حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا مشرکین مسلمانوں یعنی عربوں کی سرزمین میں گرجے بنا سکتے ہیں آپ نے جواب دیا جس شہر کو مسلمانوں نے آباد کیا ہو اس میں نہ تو کوئی گرجا بنایا جا سکتا ہے نہ ہی کوئی یہودی عبادت گاہ نہ ہی کوئی آتشکدہ اور نہ ہی کوئی صلیب بلند کیا جا سکتا ہے، نہ کوئی سنکھ بجایا جا سکتا ہے اور نہ کوئی ناقوس اس میں نہ شراب داخل ہو سکتی ہے اور نہ کوئی سور۔ جس سر زمین کے سلسلے میں مسلمانوں کے ساتھ صلح ہوئی ہو،، مسلمانوں پر اس صلح کو پورا کرنا لازم ہوگا[۲۴۶] کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اہل ذمہ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ کرے جس کی مسلمانوں نے عقد صلح کے اندر شرط نہ لگائی ہو۔ اگر مسلمانوں نے ضیافت کی شرط نہ لگائی ہو تو اس صورت میں اہل ذمہ سے ضیافت کا مطالبہ درست نہیں ہوگا۔ زید بن صعصعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ ہم اہل ذمہ کے دیہات میں جاتے ہیں اور کسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ اگر دروازہ نہیں کھولا جاتا تو ہم اسے توڑ ڈالتے ہیں۔ اور بکری وغیرہ لے کر ذبح کر لیتے ہیں آپ نے پوچھا کہ اس طرح کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم اسے حلال سمجھتے ہیں یہ سن کر آپ نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۷۵ تلاوت کی (**ذلک بانھم قالو الیس علینا فی الا میین سبیل ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون** ان کی اس اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امیوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور وہ یہ بات محض جھوٹ گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی[۲۴۷]

صلیب (صلیب کا نشان)

جن شہروں کو مسلمان نے آباد کیا ہو وہاں کوئی صلیب بلند نہیں کیا جائے گا نیز ان شہروں میں بھی جن کے متعلق صلح کے معاہدہ میں یہ طے کیا گیا ہو کہ یہاں کوئی صلیب نہیں اٹھایا جائے گا (دیکھئے مادہ بلد)

صنم (بت) دیکھئے مادہ تمثال

صورۃ (تصویر)

۱۔ جو چیز تصویر کو اس کی ہیئت مہیا کرتی اور اسے مقدس ماننے والوں کی نظروں میں اس کا تقدس پیدا کرتی ہے وہ تصویر کا سر ہے۔ اگر تصویر سے سر اڑا دیا جائے تو اس کی ہیئت ختم ہو جائے گی اور وہ معنویت بھی جس کی وہ حامل ہوتی ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ درخت کے تنے کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے تصویر دراصل سر ہے، اگر سر اڑا دیا جائے تو یہ تصویر نہیں رہتی (۲۴۸)

۲۔ تصویریں بنانے کی تحریم اور اس پر اجرت لینے کی تحریم (دیکھئے مادہ تصویر)

۳۔ تصویریں لٹکانا اور انہیں گھروں میں رکھنا: اگر تصویر کو تعظیمی مقام نہ دیا جائے تو اسے گھر میں رکھنا جائز ہوگا البتہ اگر ایک شخص پیشوا اور مقتدیٰ ہو جس طرح حضرت ابن عباسؓ تھے تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس بات کا امکان ہوگا کہ احکام شرعیہ سے ناواقف انسان اگر یہ تصویر اس مقتدیٰ کے گھر میں دیکھ لے تو وہ یہ گمان کر بیٹھے گا کہ گھر میں تصویر رکھنا بلا شرط حلال ہے۔ اس امکان کی بنا پر ایسے شخص کے لیے اپنے گھر میں تصویر رکھنا جائز نہیں۔ حضرت مسورؓ بن مخرمہؓ حضرت ابن عباسؓ کی عیادت کے لیے آپ کے گھر آئے، انہوں نے آپ کے سامنے رکھی ہوئی انگیٹھی پر کچھ تصویریں پڑی دیکھ لیں، انہیں بڑا تعجب ہوا اور آپ سے پوچھا کہ انگیٹھی پر یہ تصویریں کیسی؟ آپ نے جواب دیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ میں انہیں کس طرح آگ میں جلا رہا ہوں جب وہ چلے گئے تو آپ نے حکم دیا کہ ان تصویروں کے سر اڑا دیے جائیں چنانچہ ان کے سر اڑا دیے گئے (۲۴۹) آپ نے یہ تصویریں رکھنا اس لیے جائز سمجھا تھا کہ انہیں تعظیمی مقام نہیں دیا گیا تھا پھر ان کے سر اس لیے جدا کر دیے گئے تھے تاکہ دیکھنے والا یہ نہ سمجھے کہ انہیں بلا شرط رکھنا جائز اور مباح ہے

صیام (روزہ)

۱۔ تعریف: فجر سے لے کر مغرب تک کھانے پینے اور ہمبستری کرنے سے رکے رہنے کو صیام کہا جاتا ہے۔

۲۔ روزے کی غرض وغایت: بھوکا رکھنا روزے کی غرض وغایت نہیں ہے۔ بلکہ اس کی غایت یہ ہے کہ دل کے اندر ایمان کی نشو ونما ہو، تہذیب نفس عمل میں آئے اور تصرفات کے اندر استقامت پیدا ہو جائے یعنی ناہمواری دور ہو جائے۔ روزہ اگر اس غرض وغایت تک روزہ دار کو نہ پہنچا سکے تو یہ بات شارع کے مقصد کو حقیقت کا جامہ پہنچانے میں ناکامی کے مترادف ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ اس بات کا پورا ادراک رکھتے تھے آپ نے فرمایا: اللہ کی خاطر دشمنی رکھو، اللہ کی خاطر دوستی کرو، اللہ کی دوستی صرف اسی طریقے سے حاصل ہوسکتی ہے اور ایک انسان جب تک اس طرح نہ ہو جائے وہ ایمان کا مزہ نہیں چکھ سکتا خواہ وہ کثرت سے نمازیں کیوں نہ پڑھتا ہو اور کثرت سے روزے کیوں نہ رکھتا ہو (۲۵۰)

۳۔ روزے کے اندر نیابت کا حکم: حضرت ابن عباسؓ اللہ کے واجب کردہ روزے مثلاً رمضان کے روزے کے اندر کسی کی طرف سے کسی کی نیابت کو جائز قرار نہیں دیتے تھے البتہ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ اگر انسان اپنی ذات پر کوئی روزہ واجب کرے مثلاً نذر کا روزہ تو ایسی صورت میں زندہ شخص مردے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے۔ ایک شخص کی وفات ہوگئی تھی اس پر رمضان کا روزہ نیز ایک ماہ نذر کا روزہ تھا آپ نے اس کے متعلق فرمایا: رمضان کے ہر روزے کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا اور میت کا کوئی ولی اس کی طرف سے اس کی نذر کے روزے رکھے گا (۲۵۱) رمضان اور نذر کے روزوں میں فرق کرنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر رمضان کا روزہ واجب کیا ہے جو رمضان کا مہینہ پائے کسی اور پر نہیں۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۳ میں ارشاد باری ہے (کتب علیکم الصیام تم پر روزہ فرض کر دیا گیا) اور آیت نمبر ۱۸۵ میں ارشاد ہے (فمن شهد منكم الشهر فليصمه پس تم میں سے جو شخص یہ مہینہ پائے وہ پورے مہینے کا روزہ رکھے) اس بنا پر کوئی شخص کسی کی طرف سے رمضان کے روزے نہیں رکھے گا اسی مفہوم پر حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول محمول ہوگا کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے ہرگز روزہ نہ رکھے بلکہ اس کی طرف سے مسکینوں کو کھانا کھلا دے (۲۵۲) رہ گئی نذر کی بات تو اسے انسان اپنی ذات

پر خود واجب کرتا ہے۔ اس لیے اگر نذر کا روزہ رکھے بغیر وہ وفات پا جائے تو یہ روزہ اس کے اولیاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اولیاء اس کی طرف سے روزہ رکھیں گے جس طرح میت کا دین اس کے ترکہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو اس کی موت کی وجہ سے اس کے ورثاء کا حق بن گیا ہے۔ اس لیے اس کے ترکہ سے اس کا دین ادا کیا جائے گا۔

۴۔ کن ایام کا روزہ واجب ہے؟

الف۔ رمضان کا مہینہ: رمضان کے مہینے کا روزہ واجب یعنی فرض ہے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے)

رمضان کے مہینے کی ابتدا کی تحدید، اس کی انتہا: ہر روز روزے کی ابتداء اور اس کی انتہاء کا وقت، ان موضوعات پر ہم ذیل میں بحث کریں گے۔

ا۔ ماہ رمضان کی ابتداء کی تحدید:

یہاں دو نقطے ہیں جن کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی رائے بیان کرنا ضروری ہے۔

الف۔ علاقوں کے اختلاف کی وجہ سے رمضان کی ابتداء اور انتہاء کا مختلف ہو جانا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مہینے کی ابتداء مختلف علاقوں میں مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً اہل شام ایک معین دن میں چاند نظر آ جانے کی بنا پر روزہ رکھ لیتے ہیں لیکن اہل حجاز چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے مذکورہ دن کا روزہ نہیں رکھتے۔ حضرت ابن عباسؓ ایک علاقے مثلاً حجاز کے لوگوں کے روزے کو اگر دوسرے علاقے میں چاند نظر آنے کی بنا پر یہ روزہ رکھا گیا ہو، جائز قرار نہیں دیتے تھے، آپ کے غلام کریب کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ام الفضلؓ نے حضرت معاویہؓ کے پاس شام بھیجا، میں وہاں تھا کہ رمضان کا چاند ہو گیا میں نے شب جمعہ یہ چاند دیکھا۔ پھر رمضان کے آخر میں میں واپس

مدینے پہنچ گیا مجھ سے حضرت ابن عباسؓ نے شام کے حالات دریافت کئے پھر چاند کی بات چل پڑی آپ نے پوچھا کہ شام کے لوگوں نے کس روز چاند دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ شب جمعہ کو۔ آپ نے پھر پوچھا کہ کیا تم نے یہ چاند دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اور دوسرے لوگوں نے دیکھا تھا اور سب نے روزہ رکھا تھا اور حضرت معاویہؓ نے بھی، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو رمضان کا چاند ہفتے کی شب دیکھا تھا۔ ابھی ہم روزے رکھ رہے ہیں، ہم تیس روزے پورے کریں گے یا عید کا چاند دیکھ لیں گے، میں نے عرض کیا کیا حضرت معاویہؓ کی رویت ہلال اور ان کا روزہ رکھنا آپ کے لیے کافی نہیں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں حضور ﷺ نے اسی طرح حکم دیا ہے۔ (۲۵۳)

ب۔ مہینے کی ابتدا چاند دیکھنے کے دن سے ہو جاتی ہے اور چاند کے پتلے یا موٹے ہونے کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اگر چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے تیس دن پورے کرنا ضروری ہوگا تاکہ اس کے بعد نیا مہینہ شروع ہو جائے۔ ابوالبختری سعید بن فیروز کہتے ہیں کہ ہم لوگ عمرہ کرنے گئے جب ہم نے بطن نخلہ میں پڑاؤ کیا تو ہمیں چاند نظر آ گیا۔ ہم میں سے بعض نے کہا کہ یہ تین دن کا چاند ہے اور بعض نے کہا کہ دو دن کا۔ ہماری ملاقات حضرت ابن عباسؓ سے ہوئی میں نے آپ کو چاند کے بارے میں لوگوں کے خیال سے آگاہ کیا آپ نے پوچھا کہ تم نے کونسی رات چاند دیکھا تھا ہم نے کہا کہ فلاں رات دیکھا تھا یہ سن کر آپ نے فرمایا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کو رویت کے لیے پھیلا دیا ہے۔ اس لیے جس رات تمہیں وہ نظر آ جائے وہ اسی رات کا چاند ہوگا (۲۵۴)

۲۔ ماہِ رمضان کے آخر کی تحدید:

شام کے وقت عید کا چاند دیکھنے پر رمضان کے آخر کی تحدید ہوگی۔ دن کے وقت چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر دن کے وقت چاند نظر آئے تو اس دن روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں ہوگا الا یہ کہ دو آدمی گواہی دیں کہ انہوں نے گزشتہ شام یہ چاند دیکھا تھا (۲۵۵)

اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس دنوں کی تعداد پوری کرنے پر مہینے کا اتمام ہوگا۔

ہم آگے چل کر اس دن کے یعنی یوم الشک کے روزے کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

۳۔ دن کی ابتداء کی تحدید:

یقینی طور پر صبح صادق کے طلوع کے ساتھ روزہ شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: فجر دو طرح ہے ایک فجر رات کے وقت ہے اس میں کھانا پینا حلال اور نماز حرام ہوتی ہے دوسری فجر وہ ہے جس میں نماز حلال ہو جاتی ہے لیکن کھانا پینا حلال نہیں ہوتا، یہ وہ فجر ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے (۲۵۶) اگر ایک شخص کی طلوع فجر میں شک ہو تو جب تک اس کا تیقن نہ ہو جائے اس وقت تک کھاتے پیتے رہنا اس کے لیے جائز ہوگا اس لیے کہ شک کی بنا پر یقین زائل نہیں ہو سکتا۔ زیر بحث صورت میں رات کا یقین ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب تک تمہیں شک ہو کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ شک باقی نہ رہے (۲۵۷) اگر اسے دو آدمی طلوع فجر کے بارے میں خبر دیں ایک کہے کہ فجر طلوع ہوگئی ہے اور دوسرا کہے کہ ابھی طلوع نہیں ہوئی ہے جب کہ مستفسر خود بینائی سے محروم ہو تو اسے کھانے پینے کی اجازت ہوگی یہاں تک کہ مذکورہ دونوں افراد طلوع فجر کے بارے میں متفق الرائے ہو جائیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مجھے پانی پلاؤ، غلام نے عرض کیا کہ صبح ہوگئی ہے میں نے کہا کہ نہیں صبح نہیں ہوئی ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا اللہ کی قسم صبح ہونے کے بارے میں شک ہے تم مجھے پانی پلاؤ پھر آپ نے پانی پی لیا (۲۵۸) بخلاف اس صورت کے جب فجر طلوع ہونے بارے میں ایک شخص دوسرے شخص کی تصدیق کر دے۔ ایسی صورت میں روزہ رکھنے والے پر کھانے پینے سے رک جانا لازم ہو جائے گا اور اس کا روزہ شروع ہو جائے گا خواہ وہ خود بینا کیوں نہ ہو حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص فجر کی اذان سن لے جب کہ اس پر ابھی رات کا اندھیرا ہو آپ نے جواب دیا کہ اسے کھا پی لینا چاہئے پھر پوچھا گیا کہ اگر وہ دوسرے موذن کی اذان سن لے آپ نے جواب دیا ایسی صورت میں دوسرے موذن کی اذان پہلے موذن کے حق میں گواہی ہوگی (۲۵۹) یعنی دوسرا موذن اپنی اذان کے ذریعے فجر طلوع ہونے کے بارے میں پہلے موذن کی تصدیق کر دے گا۔

غروب شمس پر روزہ کھولنے کے ساتھ روزہ دار کے روزے کا اختتام ہو جائے گا ابو رجاء کہتے ہیں کہ میں رمضان میں روزہ کھولنے کے وقت حضرت ابن عباسؓ کے پاس موجود ہوتا تھا، کھانا آپ کے سامنے

رکھا ہوتا پھر آپ کسی کو حکم دیتے کہ وہ غروب شمس کا مشاہدہ کرے جب وہ کہتا کہ سورج غروب ہو گیا تو آپ فرماتے کہ اب کھاؤ پھر ہم مغرب کی نماز سے پہلے روزہ افطار کر لیتے (۲۶۰)

۴۔روزہ افطار کرنے میں تعجیل مستحب ہے:

ہم نے گزشتہ روایت میں دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نماز پر طعام کو مقدم رکھتے تھے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ روزہ افطار کرنے میں تعجیل کو مستحب سمجھتے تھے

الف۔ نذر: نذر کا روزہ واجب ہوتا ہے۔ یہ وہ روزہ ہے جو ایک انسان اپنی ذات پر واجب کر دیتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے مریض کو شفا دے تو مجھ پر اللہ کے لیے دو دن مسلسل روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ ہم نے (مادہ صیام نمبر۳) میں بیان کر دیا ہے کہ نذر کا روزہ نذر ماننے والے کی موت کی وجہ سے اس سے ساقط نہیں ہوتا، اس کے اولیاء اس کے بعد اس روزے کے مکلّف ہوں گے۔ اس روزے میں فدیہ قبول نہیں ہوگا۔

ب۔ کفارات کے روزے: (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر۳ کا جز د) نیز (مادہ احرام نمبر۹ کے جز ط کے جز ۲ کے جز ب کا ساتواں اور نواں نقطہ)

ج۔ متمتع اور قارن کا روزہ جب کہ وہ دم دینے سے عاجز ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۲ کے جز ج کے جز ۵ کا جز ب)

۵۔جن دنوں کا روزہ درست نہیں:

عید کے دن روزہ رکھنا درست نہیں خواہ یہ روزہ واجب ہو یا نفلی۔ حتیٰ کہ اگر ایک شخص فلاں کی آمد کے دن روزہ رکھنے کی نذر مان لے اور مذکورہ فلاں عید کے دن آئے تو نذر ماننے والے کے لیے اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنے کی تحریم پر اجماع منعقد ہو چکا ہے (۲۶۱) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: عید الفطر کا دن انعامات ربانی کا دن ہے (۲۶۲)

۶۔جن دنوں کا روزہ مکروہ ہے:

الف۔ یوم الشک کا روزہ مکروہ ہے۔ یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کا روزہ جس کے بارے میں چاند نظر نہ

آنے کی وجہ سے یہ خیال ہو کہ شاید یہ رمضان کی پہلی تاریخ ہے (۲۶۳) حضرت ابن عباسؓ اس دن روزہ رکھنے پر تنقید کرتے تھے اگر اس دن رمضان کا چاند نظر نہ آتا، آپ فرماتے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو (۲۶۴) حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کو یوم الشک کا روزہ رکھے دیکھا تو فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اگر آج کا دن شعبان کا دن ہے تو میرا یہ نفلی روزہ ہوگا اور اگر رمضان کا دن ہے تو پھر رمضان میرے ہاتھ سے نہیں نکلے گا، آپ نے فرمایا روزہ توڑ دو کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہینے کا استقبال نہ کرو اور شعبان کے دن کے ذریعے رمضان کا استقبال نہ کرو (۲۶۵) عطاء کہتے ہیں کہ میں رمضان سے ایک یا دو دن قبل حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھا، آپ کے سامنے صبح کا کھانا رکھا گیا آپ نے فرمایا: روزہ دار روزہ توڑ دو رمضان کے ساتھ کسی روزے کو متصل نہ کرو بلکہ رمضان کو الگ رکھو (۲۶۶)

ب۔ جمعہ کے دن کا روزہ: حضرت ابن عباسؓ جمعہ کے دن کے تنہا روزے کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ یوم الجمعہ مسلمانوں کے لیے ایک عید ہے آپ فرماتے: حضور ﷺ نے فرمایا تنہا جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو نووی نے مسلم شریف کی شرح میں تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے (۲۶۷) (دیکھئے مادہ جمعۃ نمبر۲)

ج۔ عرفہ کے دن کا روزہ: حضرت ابن عباسؓ عرفہ کے دن روزہ رکھنے کو مکروہ تصور کرتے تھے، مقصد یہ تھا کہ روزہ نہ رکھ کر مسلمان کو عرفہ میں قیام اور دعا کی پوری توانائی حاصل رہے۔ آپ اس دن روزہ نہ رکھتے اور فرماتے: جو شخص اس دن روزہ رکھنا چاہتا ہو وہ ہمارے ساتھ نہ رہے کیونکہ یہ دن تکبیر کہنے اور کھانے پینے کا دن ہے (۲۶۸) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۱ کا جزھ)

د۔ کسی معین دن یا دنوں کے روزے کا ایسا التزام کہ جب بھی وہ دن آئے متعلقہ شخص روزہ رکھ لے، اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے لیے خود ایک شریعت نہ گھڑ لے نیز اسے دیکھنے والا یہ سمجھ نہ بیٹھے کہ یہ روزہ واجب روزہ ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ تنہا ایک دن کے روزے سے روکتے تھے کہ جب یہ دن آئے متعلقہ شخص روزہ رکھ لے، نیز آپ معلوم و متعین دنوں کے روزے سے بھی منع کرتے تھے (۲۶۹)

ھ۔ پورے مہینے کا روزہ رکھنا یعنی رمضان کے سوا کسی اور مہینے کا۔ تا کہ یہ رمضان کے مشابہ نہ ہو جائے۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ پورے مہینے کے روزے سے روکتے تھے اور فرماتے تھے اگر روزہ رکھنا ہی ہے تو مہینے کے چند دن چھوڑ دے (۲۷۰) آپ نے جب لوگوں کو رجب کے مہینے کے اندر روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے دیکھا تو اسے سخت ناپسند کیا اور فرمایا: اس ماہ کے کچھ روزے رکھ لو اور کچھ چھوڑ دو (۲۷۱) عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ رجب کا پورا مہینہ روزہ رکھنے سے روکتے تھے تا کہ کہیں اسے عادت نہ بنالی جائے (۲۷۲) (دیکھئے مادہ رجب)

و۔ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا روزہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کسی عورت کے لیے جب کہ اس کا شوہر اس کے پاس ہو، اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حلال نہیں (۲۷۳) (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۹ کا جزج)

۷۔ مسنون روزے:

الف۔ عاشوراء کا روزہ رمسنون ہے، اس کے مسنون ہونے کی اصلیت حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں آپؐ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ ایک مبارک دن ہے اللہ نے اس دن کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا یہ سن کر آنحضور ﷺ نے فرمایا: میں موسیٰ کا تم سے بڑھ کر حق دار ہوں پھر آپؐ نے یہ روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا (۲۷۴) عاشوراء کا روزہ محرم کی نویں اور دسویں تاریخ کو رکھا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہودیوں کی مخالفت کرو اور محرم کے نویں اور دسویں دن روزہ رکھو (۲۷۵) آپ سے یہ ایک روایت ہے۔ دوسری روایت کے مطابق صرف محرم کے نویں دن کا روزہ رکھا جائے گا دسویں دن کا نہیں الحکم بن الاعرج کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا آپ اس وقت زمزم کے پاس اپنی چادر کا تکیہ بنا کر لیٹے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا کہ مجھے عاشوراء کے روزے کے بارے میں بتائیے آپ نے جواب دیا کہ

جب تم محرم کا چاند دیکھ لو تو دن شمار کرتے رہو اور نویں تاریخ کو روزہ رکھ لو میں نے عرض کیا کہ کیا حضور ﷺ بھی اسی طرح یہ روزہ رکھتے تھے آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا (۲۷۶)
اس روایت کی سند وہ روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں کہ حضور ﷺ نے جب عاشوراء کا روزہ خود رکھا اور اسے رکھنے کا حکم دیا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ سن کر آنحضور ﷺ نے فرمایا: اگلے سال میں محرم کی نویں تاریخ کو یہ روزہ رکھوں گا، لیکن اگلا سال آنے سے پہلے آپ کی وفات ہو گئی (۲۷۷) حضور ﷺ کی اس حدیث اور حضرت ابن عباسؓ کے مذکورہ قول سے اگرچہ علماء نے یہ سمجھا ہے کہ محرم کی نویں تاریخ یوم عاشوراء ہے لیکن میں اسے ضروری نہیں سمجھتا حضور ﷺ نے تو فرمایا ہے: کہ اگلے سال میں نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا؟ یہ نہیں فرمایا کہ نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا اور دسویں تاریخ کو روزہ نہیں رکھوں گا اسی طرح حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نویں تاریخ کا روزہ رکھ لو یہ نہیں فرمایا کہ دسویں تاریخ کا روزہ نہ رکھو اصول کے اندر یہ معروف قاعدہ ہے کہ ایک چیز کا تخصیص کے ساتھ ذکر اس کے ماسوا چیزوں کی نفی نہیں کرتا اس لیے نویں دن کے روزے کا نص دسویں دن کے روزے کی نفی نہیں کرے گا۔ بنابریں میری رائے ہے کہ دونوں روایتوں میں جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں، کوئی اختلاف نہیں ہے، نیز یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ عاشوراء کا روزہ نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ ہے۔

- ایام بیض کا روزہ: مسنون ہے: ہر عربی مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ ایام بیض کہلاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے کے مطابق رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے ایام بیض کے روزے فرض تھے پھر یہ فرضیت منسوخ ہو گئی اور معاملہ استحباب کی صورت میں باقی رہا۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۳ میں ارشاد باری ہے، جس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(اے ایمان لانے والو، تم پر روزہ فرض کر دیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کر دیا گیا تھا، تم پرہیزگار بن جاؤ، گنتی کے چند دن ہیں)

اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ گنتی کے چند دن سے مراد ہر ماہ کے تین دنوں روزے ہیں۔ یہ فرضیت رمضان کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھی پھر رمضان کی وجہ سے منسوخ ہو

گئی (۲۷۸) حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ کے متعلق روایت کی ہے کہ آنحضور ایام بیض کے روزے نہ تو حضر میں ترک کرتے اور نہ ہی سفر میں (۲۷۹)

ج۔ اعتکاف کا روزہ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۲)

۸۔ ان دنوں کا ذکر جن کے اندر روزہ رکھنا مباح ہے:

مذکورہ بالا ایام کے سوا بقیہ ایام بشمول ایام تشریق کا روزہ مباح ہے۔ ابومجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو روزے کی حالت میں رمی جمار کرتے دیکھا تھا (۲۸۰)

۹۔ نفلی روزہ شروع کرنے پر اس کا اتمام:

فرض روزہ شروع کرنے پر اس کا اتمام لازم ہوتا ہے لیکن نفلی روزہ شروع کرنے پر اس کا اتمام واجب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نفلی روزہ نفلی طواف اور نفلی نماز اور صدقہ شروع کرنے والا اگر چاہے تو اسے مکمل کرلے اور اگر چاہے تو اسے قطع کردے (۲۸۱) اگر قطع کردے تو کیا اس پر اس کی قضاء ہوگی؟ اس کے لیے دیکھیے (مادہ تطوع نمبر ۲)

۱۰۔ روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟

اس امر پر اجماع ہے کہ روزہ عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے جو روزہ نہ رکھنے کی اباحت کرنے والے اعذار سے آزاد ہو۔ یہ اعذار درج ذیل ہیں:

الف۔ سفر: مسافر کو سفر کے اندر روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو (مادہ سفر نمبر ۳ کے جزز) میں گزر چکی ہے۔ مسافر جب مقیم ہو جائے تو رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرے۔

ب۔ روزہ رکھنے سے وقتی عجز مثلاً ایسی بیماری جس سے شفایاب ہونے کی امید ہو خواہ وہ بیماری ایسی ہو کہ روزہ رکھنے سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو یا مریض اس بیماری کے ہوتے ہوئے روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔ جب مریض شفایاب ہو جائے تو رمضان کے ان روزوں کی قضا کرے، اگر تندرست نہ ہو سکے اور وفات پا جائے تو اس پر کوئی قضا لازم نہیں ہوگی۔ اگر تندرست ہو جانے کے بعد رمضان

کے ان روزوں کی قضا رکھے بغیر وفات پا جائے تو اس کا ولی اس کے ترکے سے ان روزوں کا فدیہ ادا کرے گا۔ یعنی ہر روزے کے بدلے گندم کا نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر مریض رمضان کے روزے نہ رکھے اور اسی بیماری میں وفات پا جائے تو اس پر کوئی قضا عائد نہیں ہوگی۔ اگر وہ تندرست ہو جائے اور قضا رکھے بغیر وفات پا جائے تو اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے نصف صاع گندم) کھلائی جائے گی (۲۸۲)

ج۔ روزہ رکھنے سے دائمی عجز مثلاً بڑھاپا جس کی وجہ سے انسان روزہ رکھنے سے عاجز ہو جائے تو ایسے عاجز شخص کے لیے رمضان کا روزہ چھوڑ دینے کی اباحت ہوگی اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع گندم کا فدیہ اس پر واجب ہوگا (۲۸۳) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایسا بوڑھا جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزہ چھوڑ دے گا اور ہر روزے کی جگہ نصف صاع گندم کھلائے گا (۲۸۴) سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۴ میں ارشاد باری ہے (وعلی الذین یطیقونہ فدیة طعام مسکین اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ روزہ رکھنے کی کلفت برداشت کرنا چاہیں لیکن اس کی قدرت نہ رکھیں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ یعنی ہر روزے کے بدلے۔ جو شخص رضا کارانہ طور پر نیکی کرتے ہوئے ایک اور مسکین کو کھانا کھلا دے تو یہ بات اس کے لیے بہتر ہوگی اس بارے میں رخصت صرف اس بوڑھے کو حاصل ہے جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور اس مریض کو جس کے متعلق علم ہو کہ وہ شفایاب نہیں ہوگا (۲۸۵) عبدالرزاق وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: بہت بوڑھا شخص روزہ نہیں رکھے گا اور کھانا کھلائے گا آپ مذکورہ بالا آیت کی تلاوت اس طرح کرتے (وعلی الذین یطوقونہ) (۲۸۶) یعنی روزہ رکھنے کی کلفت اٹھانا چاہیں لیکن اس کی قدرت نہ رکھیں

د۔ حاملہ نیز دودھ پلانے والی خواتین کو اگر اپنی جان یا اپنے بچوں کی جان کا خطرہ ہو تو وہ رمضان کا روزہ نہیں رکھیں گی لیکن اگر روزہ نہ رکھیں تو کیا ان پر قضا یا فدیہ لازم ہوگا؟

☆ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حاملہ اور مرضعہ رمضان کا روزہ

نہیں رکھیں گی وہ ان روزوں کی قضا کریں گی فدیہ نہیں دیں گی (۲۸۷)

☆ دار قطنی وغیرہ نے صحیح اسناد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اپنی ایک حاملہ ام ولد لونڈی سے فرماتے کہ تم اس شخص کے بمنزلہ ہو جسے روزہ رکھنے کی قدرت نہیں ہوتی تم پر فدیہ لازم ہے قضا لازم نہیں ہے (۲۸۸) عبدالرزاق کی روایت کے الفاظ یہ ہیں روزہ نہ رکھو اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع گندم کھلا دو (۲۸۹) ابن حزم نے المحلی کے اندر روایت کی ہے کہ آپ نے اپنی ایک مرضعہ لونڈی سے فرمایا تم ان لوگوں کے بمنزلہ ہو جو روزہ رکھنے کی قدرت نہیں رکھتے (یعنی وہ لوگ جن کا ذکر درج بالا آیت میں ہوا ہے) اس لیے روزہ نہ رکھو اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دو اور قضا نہ رکھو (۲۹۰) علماء نے حضرت ابن عباسؓ کا یہی مسلک نقل کیا ہے (۲۹۱)

۱۱۔ روزے کی نیت:

فرض روزے کی صحت کے لیے رات سے نیت کرنا شرط ہے تا کہ روزے کا کوئی جز نیت کے بغیر گزرنے نہ پائے۔ نفلی روزوں کے اندر رات سے نیت کئے بغیر روزہ درست ہو جاتا ہے۔ اگر روزہ دار آدھا دن گزرنے سے پہلے اس دن کے روزے کی نیت کر لے تو یہ روزہ درست ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا روزہ دار کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک صبح کا کھانا نہ آ جائے (۲۹۲) عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ صبح کرتے حتی کہ ظہر کا وقت ہو جاتا پھر فرماتے میں نے جب صبح کی تو روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی۔ میں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے میں آج روزہ رکھوں گا (۲۹۳)

۱۲۔ روزے کو باطل کرنے والے اور باطل نہ کرنے والے امور:

الف۔ پیٹ میں داخل ہونے والا ہر کھانا اور ہر مشروب روزے کو باطل کر دیتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: داخل ہونے والی چیز سے روزہ ٹوٹتا ہے خارج ہونے والی چیز سے نہیں (۲۹۴)

اگر روزہ دار کوئی چیز اپنے منہ میں داخل کر دے اور وہ چیز اس کے حلق سے آگے نہ جائے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا مثلاً مسواک وغیرہ (دیکھئے مادہ استیاک نمبر ۲) اگر اسے زبان کے کنارے کے ساتھ کسی چیز کے چکھنے کی ضرورت پیش آ جائے اور وہ اسے نہ نگلے تو ایسا کر لینا اس کے لیے جائز ہوگا۔ اور اس

کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر روزہ دار سرکہ یا کوئی اور چیز چکھ لے اور یہ چیز اس کے حلق میں داخل نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں (۲۹۵) نیز فرمایا: اگر روزہ دار کوئی چیز چکھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (۲۹۶) اگر کوئی ایسی چیز اس کے حلق میں داخل ہو جائے جس سے پرہیز ممکن نہ ہو تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ آپ نے فرمایا: اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی داخل ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲۹۷) اگر غلطی سے اس کے حلق میں کوئی چیز چلی جائے تو اس صورت میں اگر روزہ دار کا فعل کسی واجب امر کے سلسلے میں ہوا ہو تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ اگر یہ فعل غیر واجب امر کے سلسلے میں ہوا ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر روزہ دار فرض نماز کے لیے وضو کرے اور پانی اس کے حلق میں اتر جائے تو اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی اور اگر یہ وضو نفلی نماز کے لیے ہو تو اس پر قضا لازم ہو جائے گی (۲۹۸)

ب۔ قے بنا بریں اس کے منہ یا جسم سے نکلنے والی کسی بھی چیز سے اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے فقہاء نے نقل کیا ہے کہ قے روزے کو باطل نہیں کرتی (۲۹۹) ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے آپ سے نقل کیا ہے کہ روزہ دار اگر زبردستی قے کرے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا (۳۰۰) اور روزہ درست نہیں ہوگا۔

ج۔ غسل کرنا: روزہ دار غسل کر سکتا ہے اور اس کے غسل کا روزے پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ رمضان کا روزہ رکھ کر اپنے رفقاء کے ساتھ حمام میں داخل ہوئے تھے (۳۰۱) المنذر بن ابی المنذر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا تھا کہ حضرت ابن عباسؓ روزے کی حالت میں زمزم کے کنویں سے چلو بھر بھر کر اپنے جسم پر ڈال رہے تھے (۳۰۲)

د۔ جنبی کا روزہ جائز ہے۔ اگر ایک شخص رات کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرے اور صبح جنابت کی حالت میں اٹھے تو اس کا روزہ درست ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر حائضہ یا نفاس والی عورت کا خون آنا رات کے وقت بند ہو جائے اور وہ غسل کئے بغیر اگلی صبح روزہ رکھنے کی نیت کر لیں تو ان کا روزہ درست ہو جائے گا (۳۰۳) جنابت کی حالت میں صبح اٹھنے والے شخص کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: وہ اپنا روزہ جاری رکھے گا (۳۰۴) (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳ جز الف)

ھ۔ سینگی لگوانا روزہ نہیں توڑتا لیکن چونکہ کمزوری پیدا کر دیتا ہے اس لیے مکروہ ہے (دیکھئے مادہ حجامۃ

نمبر۳ کا جزج)

و۔ ہم آغوشی اور بوس و کنار: عورت کے ساتھ مباشرت مثلاً اس کی ران یا پیٹ وغیرہ پر ہاتھ رکھ دینا یا اس کے رخسار یا منہ چوم لینا روزے کو فاسد نہیں کرتا اس بارے میں اصل بات تو یہی ہے لیکن یہ عمل بعض دفعہ ہمبستری پر منتج ہوتا ہے جب کہ ہمبستری بالا جماع روزے کو فاسد کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اس شخص کو روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت اور بوس و کنار کی اجازت دیدیتے جس کے متعلق آپ کا گمان ہوتا کہ یہ مذکورہ عمل کے دوران اپنے جذبات پر قابو رکھے گا اور بات کو ہمبستری تک نہیں پہنچائے گا۔ آپ سے ایک دفعہ روزہ دار کے بوسہ لینے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ فعل اگلے فعل (ہمبستری) کی راہ ہموار کر دے گا اس لیے الگ رہنے میں دانش مندی ہے[(۳۰۵)] جب کہ یہی سوال ایک اور شخص نے کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے[(۳۰۶)] ایک شخص آپ کے پاس آیا اور یہی سوال پوچھا آپ نے فرمایا: اگر بات اسی پر بس ہو جائے تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں آپ سے پوچھا گیا کہ وہ بیوی کی پنڈلی پر ہاتھ رکھ سکتا ہے آپ نے جواب دیا روزہ دار کو اپنی بیوی کی پنڈلی پر ہاتھ رکھنے سے دور رکھو[(۳۰۷)] ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرا نکاح میرے چچا کی خوب صورت بیٹی سے ہوا تھا اور رخصتی ماہ رمضان میں ہوئی ہے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ذرا بتایئے کہ اس کا بوسہ لینے کی کوئی گنجائش ہے آپ نے اس سے پوچھا کیا تم اپنے جذبات پر قابو رکھ سکو گے اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا آپ نے فرمایا پھر بوسہ لے لو اس نے مزید کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا میں اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہوں؟ آپ نے اس سے وہی پہلی بات پوچھی کہ ایسا کر کے کیا تم اپنے جذبات پر قابو رکھ سکو گے جب اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا تو آپ نے فرمایا ایسا کر سکتے ہو پھر اس نے پوچھا کہ آیا میں اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کر کے تم اپنے جذبات پر قابو رکھ سکو تو ہاتھ رکھ لو[(۳۰۸)]

عام طور پر بہت بوڑھا شخص اپنے جنسی جذبات پر غالباً قابو رکھ سکتا ہے جب کہ جوان آدمی غالباً قابو نہیں رکھ سکتا۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ بوڑھے روزہ دار کو بوس و کنار کی رخصت دے دیتے تھے اور نوجوان روزہ دار کے لیے اسے مکروہ سمجھتے تھے[(۳۰۹)] ایک بوڑھے روزہ دار نے آپ سے بوس و کنار کی

رخصت چاہی آپ نے اسے اس کی اجازت دیدی لیکن جب ایک نوجوان روزہ دار نے اس کی اجازت چاہی تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا (۳۱۰)

۱۳۔روزے کی قضا:

الف۔ جو شخص فرض روزہ فاسد کردے مثلاً رمضان یا نذر کا روزہ تو اس پر اس کی قضا واجب ہو جائے گی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ اور نمبر ۱۱) یا نفلی روزہ جسے شروع کرنے کے بعد فاسد کردے اس کی قضا بھی واجب ہوگی۔ یہ حکم حضرت ابن عباسؓ سے مروی دو روایتوں میں سے اصح روایت پر مبنی ہے۔اس کا ذکر ہم نے (مادہ تطوع نمبر ۱) میں کر دیا ہے، اگر مریض یا مسافر رمضان کا روزہ نہ رکھے تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہوگی۔ حاملہ اور مرضعہ پر بھی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا واجب ہوگی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹)

ب۔ رمضان کی قضاء

(۱) اگر کوئی شخص کسی عذر کی بنا پر رمضان کے روزے نہ رکھ سکے اور پھر وہ عذر دور ہو جائے مثلاً مسافر مقیم بن جائے یا مریض تندرست ہو جائے تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہوگی (۳۱۱) لیکن اگر قضا رکھنے سے پہلے وفات پا جائے تو اس کے اولیاء پر اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ نکالنا واجب ہوگا (۳۱۲) اگر وہ حالت عذر میں مر جائے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مریض اگر رمضان کے روزے نہ رکھے اور اسی مرض میں وفات پا جائے تو اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی اگر وہ تندرست ہو جائے لیکن قضاء روزے رکھنے سے پہلے وفات پا جائے تو ہر روزے کے بدلے نصف صاع گندم اس کی طرف سے مسکین کو کھلائی جائے گی (۳۱۳) آپ نے اس مسافر کے بارے میں جس نے رمضان کے چند روزے چھوڑے ہوں اور پھر اسی سفر کے اندر اس کی وفات ہوگئی ہو، فرمایا کہ اس پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی (۳۱۴)

(۲) اگر کسی نے عذر کی بنا پر رمضان کے کچھ روزے نہ رکھے اور پھر وہ عذر دور ہو گیا لیکن اس نے مذکورہ قضا نہیں رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ پہنچا تو ایسی صورت میں اس سے قضا ساقط نہیں

ہوگی بلکہ قضا اس پر واجب ہوگی اور اس کے ساتھ فدیہ بھی کیونکہ اس نے قضا رکھنے میں تاخیر کر دی تھی۔ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں دو رمضان بیمار رہا۔ آپ نے پوچھا کہ آیا تمہاری بیماری مسلسل چلتی رہی یا بیچ میں تم صحت یاب ہو گئے تھے اس نے کہا کہ بیچ بھی صحت یاب ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: دو رمضان کے روزے رکھو اور تیس مسکین کھلاؤ (۳۱۵)

(۳) اگر وہ رمضان کی قضا رکھنے میں اتنی تاخیر کر دے کہ اس پر بڑھاپا آ جائے اور وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو جائے تو اس پر ہر روزے کے بدلے ایک مد (دو رطل کا ایک پیمانہ) گندم کا فدیہ لازم ہو جائے گا (۳۱۶)

(۴) درج بالا بیانات سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ رمضان کی قضا کے سلسلے میں کوئی شخص کسی کا قائم مقام نہیں بن سکتا کسی کے اولیاء اس کی طرف سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ رمضان کے قضا روزے نہیں رکھ سکتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کوئی شخص کسی کی طرف سے ہرگز روزہ نہ رکھے (۳۱۷)

(۵) اگر ایک شخص نے رمضان کے روزے چھوڑے ہوں اور ان کی قضا کرنا چاہے تو اس کے لیے یہ روزے مسلسل یا متفرق رکھنا جائز ہوگا تاہم مسلسل رکھنا افضل ہے (۳۱۸) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: رمضان کے قضا روزے اگر متفرق رکھے جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (۳۱۹) نیز فرمایا جب تم رمضان کے قضا روزوں کی گنتی کر لو تو انہیں متفرق طور پر رکھ لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ (آیت نمبر ۱۸۴) میں فرما دیا ہے کہ (فعدۃ من ایام اخر دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرے) (۳۲۰)

ج۔ نذر کے روزوں کی قضا: نذر کے معاملہ مختلف ہے، جو شخص کوئی نذر مانے اس پر اسے پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے اگر وہ اس سے پہلے وفات پا جائے تو اس کے ولی پر اسے پورا کرنا لازم ہوگا۔ اگر روزے کی نذر ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے یہ روزہ رکھے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس کی طرف سے اس کے اولیاء اس کی نذر کے روزے رکھیں گے (۳۲۱)

د۔ نفل کی قضا (دیکھئے مادہ تطوع نمبر ۲)

۱۴۔ طعام کا فدیہ:

الف۔ گزشتہ بیانات کے استقراء سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ درج ذیل احوال کے اندر فدیہ واجب ہوتا ہے

(۱) جو شخص کسی عذر کی بنا پر رمضان کے روزے نہ رکھے اور پھر عذر دور ہونے کے بعد یہ روزے قضا نہ کرے اور اس کی وفات ہو جائے تو اس کے اولیاء ان روزوں کا فدیہ نکالیں گے۔(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز ب نیز نمبر ۱۲ کے جز ب کا جز ۱)

(۲) روزہ رکھنے سے دائمی عجز جس کے زائل ہونے کی کوئی امید نہ ہو مثلاً شیخ فانی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز ج)

(۳) حاملہ اور مرضعہ اگر رمضان کے روزے نہ رکھیں۔ یہ بات حضرت ابن عباسؓ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز د)

(۴) جو شخص رمضان کے کچھ روزے چھوڑ دے اور عذر نہ ہونے کے باوجود ان کی قضا نہ کرے اور دوسرا رمضان آ جائے تو اس پر فدیہ اور قضا دونوں باتیں لازم ہوں گی اس صورت میں فدیہ تاخیر کے جرمانے کے طور پر نکالا جائے گا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کے جز ب کا جز ۳)

ب۔ فدیہ کی مقدار: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک فدیہ درج ذیل تین امور میں کسی ایک امر کے تحت متعین ہوگا:

(۱) مسکین کو کھانا کھلانا: یہی بات اصل ہے کیونکہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۸۴ میں ارشاد باری ہے (وعلی الذین یطیقو نه فدیة طعام مسکین اور جو لوگ روزے کی قدرت رکھتے ہوں اور پھر روزہ نہ رکھیں ان پر فدیہ لازم ہوگا ایک مسکین کو کھانا کھلانا)[۳۲۲]

(۲) اگر وہ فدیہ گندم کی شکل میں نکالنا چاہے تو ہر دن کے بدلے ایک مد (دو رطل کے ایک پیمانے کا نام) گندم نکالے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر بہت بوڑھا شخص روزہ رکھنے سے عاجز رہے تو وہ ہر دن کے بدلے ایک ایک مد کھلائے گا[۳۲۳]

یا نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) گندم دے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بوڑھا آدمی جسے روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ چھوڑ دے گا اور ہر دن کے بدلے نصف صاع گندم کھلائے گا[۳۲۴]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت یہ بھی ہے کہ ہر دن کے بدلے دو فدیہ نکالے گا ایک مد مسکین کے طعام کے

لیےاور ایک مد اس کے سالن کے لیے (۳۲۵) تاہم پہلی روایت ہی حضرت ابن عباسؓ سے صحیح ترین روایت ہے

۱۵۔ رمضان کا روزہ چھوڑنے کا کفارہ:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جو شخص بلا عذر جان بوجھ کر رمضان کا کوئی روزہ چھوڑ دے اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا ایک ماہ روزے رکھنا یا تیں مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: جو شخص رمضان کا روزہ چھوڑے اس پر ایک غلام آزاد کرنا یا ایک ماہ روزہ رکھنا یا تیں مسکین کھلانا لازم ہوگا (۳۲۶)

صید (شکار)

ا۔ وحشی جانور کو کسی ذریعے سے پکڑنا صید کہلاتا ہے۔

۲۔ سمندر کا شکار:

الف۔ شکار کرنے والا: سمندر کا شکار اس تفصیل کے مطابق کھایا جائے گا جس کا ذکر اگلے پیرے میں آرہا ہے، قطع نظر اس سے کہ شکار کرنے والا کون ہے یعنی یہودی نصرانی، مجوسی اور دیگر افراد کا کیا ہوا سمندری شکار کھالیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مچھلی کھالو اسے پکڑنے والا جو بھی ہو تمہیں اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا (۳۲۷) نیز فرمایا: سمندر جو جانور باہر پھینک دے یا جانور سمندر سے پکڑا جائے اسے کھالو خواہ اسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی نے کیوں نہ پکڑا ہو (۳۲۸)

ب۔ شکار کیا ہوا جانور: جو جانور سمندر سے پکڑا جائے وہ درج ذیل تین حالتوں سے باہر نہیں ہوگا

(۱) اسے سمندر سے زندہ پکڑ کر ذبح کر لیا گیا ہو یا پڑا رہنے دیا گیا ہو اور اس طرح پڑے پڑے وہ مر گیا ہو یہ سمندر کا وہ شکار ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۶ میں کیا ہے (**احل لکم صید البحر** تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا ہے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جس سمندری جانور کا تازہ شکار کیا گیا ہو اسے کھالینا حلال ہے (۳۲۹)

(۲) سمندر نے اسے کنارے پر پھینک دیا ہو اور وہ وہاں مردہ ملا ہو، یہ سمندر کا وہ طعام ہے جس کا ذکر

درج بالا آیت میں کیا گیا ہے (احل لکم صید البحر و طعامه متاعا لکم وللسیارة تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے جہاں تم ٹھہرو وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لیے زاد راہ بھی بنا سکتے ہو) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سمندر کا طعام وہ جانور ہے جسے سمندر باہر اچھال دے (۳۳۰) نیز فرمایا ہر وہ جانور جسے سمندر باہر پھینک دے (۳۳۱) حضرت ابن عباسؓ سے سمندر کے مردار کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے جواب دیا کہ اس کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے (۳۳۲) یہاں مردار سے درج بالا سمندری طعام مراد ہے

(۳) وہ جانور جو سمندر کے اندر مر کر سطح آب پر آ جائے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اسے کھانا جائز نہیں کیونکہ اکثر احوال میں ایسا جانور کسی بیماری کی وجہ سے مر جاتا ہے۔ یہ مردار ہے شکار نہیں ہے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں سمندر پر جاتا ہوں اور وہاں بہت سی مچھلیوں کو ایک جگہ جمع دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا تم یہ مچھلیاں کھا سکتے ہو بشرطیکہ ان میں کوئی مچھلی ایسی نہ ہو جو سمندر میں مر کر سطح آب پر آ گئی ہو (۳۳۳) نیز فرمایا: مر کر سطح آب پر آ جانے والی مچھلی نہ کھاؤ (۳۳۴) بیہقی نے آپ سے روایت کی ہے کہ مر کر سطح آب پر آ جانے والی مچھلی کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے (۳۳۵) لیکن آپ سے یہ روایت درست نہیں ہے۔ علماء نے اسے حضرت ابن عباسؓ کے قول کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

۳۔ خشکی کا شکار:

الف۔ شکاری: خشکی کے شکار کے اندر شکاری کا مسلمان یا کتابی (یہودی یا نصرانی) ہونا شرط ہے۔ اگر شکاری ان کے سوا کوئی اور ہو تو اس کا کیا ہوا شکار کھایا نہیں جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اہل کتاب کا کیا ہوا شکار کھا لو اور مجوس کا شکار مت کھاؤ (۳۳۶)

ب۔ شکار کے آلات: ان آلات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ہتھیار کے ذریعے شکار مثلاً نیزہ، تیر وغیرہ۔ تاہم ہتھیار کے ذریعے شکار شدہ جانور کھانے کے لیے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں۔

(i) جانور کو اس ہتھیار کی دھار لگی ہو، ہتھیار اسے عرضاً نہ لگا ہو۔ یعنی جانور اس ہتھیار سے لگنے والے

زخم کی بنا پر ہلاک ہوا ہو نہ کہ ہتھیار کے بوجھ اور اس کے ٹکرانے کی شدت کی وجہ سے ہلاک ہوا ہو اس لیے کہ زخم کی بنا پر خون کا بہہ نکلنا متحقق ہو جائے گا جو کہ ذبیحہ کی حلت کی شرط ہے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۴) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس شکار کو نہ کھاؤ جسے معراض (بغیر پر کا تیر جس کا درمیانی حصہ موٹا ہو) لگا ہوا الا یہ کہ وہ شکار ہونے والے جانور کا جسم پھاڑ دے (۳۴۷)

(ii) فوری طور پر ہلاک کر دیئے یا یہ کہ زد میں آنے والا جانور اپنے آپ کو سنبھال لے اور زخمی ہونے کے باوجود بھاگ کھڑا ہوا اور شکاری کی نظروں سے غائب ہو جائے اور پھر شکاری اسے اسی دن کی مدت کے اندر مردہ حالت میں پالے لیکن اگر رات گزر جائے اور اس کے بعد وہ اسے مردہ حالت میں ملے تو اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہوگا کیونکہ یہ احتمال ہوگا کہ کسی اور جانور نے اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا ہو یا کسی انسان نے اسے ہلاک کر دیا ہو یا یہ خود کسی اونچی جگہ سے لڑھک کر ہلاک ہو گیا ہو اور شکاری کی ضرب سے ہلاک نہ ہوا ہو۔ عبداللہ بن ابی الھذیل کہتے ہیں کہ اہل کوفہ نے مجھے حضرت ابن عباسؓ کے نام ایک خط دیا جب میں آپ کے پاس پہنچا تو مسائل پوچھنے والوں کی کثرت کی وجہ سے میں آپ سے ہمکلام نہ ہو سکا۔ اور بیٹھ رہا۔ اسی دوران ایک غلام آپ کے پاس آیا اور کہا حضرت میں شکار پر تیر چلاتا ہوں پھر بعض دفعہ اس کی زد میں آنے والا جانور وہیں ہلاک ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ بھاگ کر میری نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس شکار کو تم فوری طور پر ہلاک کر دو اس کا گوشت کھالو اور جو شکار بھاگ کر رات پھر تمہاری نظروں سے غائب رہے اور پھر تم اسے مردہ حالت میں پالو تو اس کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ نہیں معلوم کہ یہ تمھارے ہاتھوں ہلاک ہوا ہے یا کسی اور کے ہاتھ (۳۴۸)

(iii) اگر شکاری شکار کو کسی ہتھیار سے ضرب لگا کر اس کا کوئی ایک عضو الگ کر دے اور باقیماندہ جانور زندہ رہے تو اس عضو کو کھالینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ مردار کے بمنزلہ ہوگا لیکن اگر عضو قطع کرتے ہی مذکور جانور بھی مر جائے تو پھر بشمول اس عضو کے سارا جانور کھالینا جائز ہو جائے گا (۳۴۹)

۲۔ جانور کے ذریعے شکار کرنا:

الف۔ گزشتہ سطور میں ہم کہہ آئے ہیں کہ خشکی کے شکار کی صورت میں شکاری کا مسلمان یا یہودی یا

نصرانی ہونا شرط ہے۔ اگر شکاری ان کے علاوہ کسی اور دین سے تعلق رکھنے والا ہو تو اس کا کیا ہوا شکار نہیں کھایا جائے گا۔ جانور کے ذریعہ شکار کے اندر یہاں ہم ایک اور شرط کا اضافہ کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ شکاری جانور جو کہ آلہ شکار کا کام دیتا ہے مثلاً باز اور کتا وغیرہ کسی مسلمان یا یہودی یا نصرانی کا کتا ہو۔ اگر وہ کسی مجوسی یا بودھ مت والے یا بہائی مذہب سے تعلق رکھنے والے یا دیگر ادیان کو ماننے والوں میں سے کسی کا کتا ہوگا تو اس کا پکڑا ہوا شکار کھانا حلال نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مجوسی کے کتے کے ذریعے پکڑے ہوئے شکار کو مت کھاؤ خواہ اسے شکار پر چھوڑتے وقت تم نے بسم اللہ کیوں نہ پڑھا ہو کیونکہ اس کتے کو مجوسی نے شکار کرنے کی تعلیم دی ہوگی جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (تعلمو نهن مما علمكم الله تم انہیں ان باتوں کی تعلیم دو جن کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۴) (۳۴۰)

ب۔ جس شکاری جانور کے ذریعے شکار پکڑا جائے اس کا سدھایا ہوا ہونا یعنی شکار پکڑنے کے بارے میں تعلیمافتہ ہونا شرط ہے۔ اس لئے کہ درج بالا آیت کے اندر ارشاد باری ہے (وما علمتم من الجوارح مكلبين اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو۔ سورۂ مائدہ آیت نمبر ۴)

مختلف شکاری جانوروں کی تعلیم مختلف ہوتی ہے

اگر یہ شکاری جانور درندہ ہو تو اس کے تعلیمافتہ ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ شکار کو پکڑ کر شکاری کے پاس لے آئے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھائے اگر کچھ کھا لے تو وہ تعلیمافتہ شمار نہیں ہوگا۔ اور اس کا پکڑا ہوا شکار کھانا جائز نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب تم اپنا کتا شکار پر چھوڑ و اور وہ شکار پکڑ کر خود اس میں سے کچھ کھا لے تو یہ شکار تم نہ کھاؤ کیونکہ ایسی صورت میں گویا اس نے اپنے لیے شکار پکڑا تھا۔ اگر وہ شکار کا کوئی حصہ نہ کھائے تو پھر تم یہ شکار کھالو کیونکہ ایسی صورت میں یہ تصور ہوگا کہ اس نے تمھارے لیے یہ شکار پکڑا ہے خواہ وہ شکار کو ہلاک کیوں نہ کر دے (۳۴۱) علماء نے زیر بحث مسئلے کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کا یہی مسلک نقل کیا ہے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور ابن حزم نے المحلی میں ذکر کیا ہے کہ شکاری کتا خواہ شکار کا کوئی حصہ کھا بھی لے اس کا گوشت کھایا جائے گا (۳۴۲)

اگر یہ شکاری جانور پرندہ ہو تو اس کے تعلیمافتہ ہونے کا معیار یہ ہے کہ جب اس کا مالک اسے چھوڑ دے تو وہ لوٹ کر اپنے مالک کے پاس آجائے۔ بنا بریں اگر وہ کوئی شکار پکڑے تو یہ شکار کھا لیا جائے

گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر سدھایا ہوا کتا شکار میں سے کچھ کھالے تو تم یہ شکار نہ کھاؤ۔ لیکن اگر باز اور شکرا شکار میں سے کھالے تو یہ شکار کھالو (۳۴۳)

ج۔ اگر شکار شکاری جانور کے منہ میں مر جائے تو اسے کھایا جائے گا اور اس کے بعد اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لیکن اگر شکار زندہ ہو تو اسے شرعی طریقے کے مطابق ذبح کرنا ضروری ہو گا۔ اگر ذبح نہ کیا جائے تو اسے کھایا نہیں جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ اگر تم اپنا کتا شکار پر چھوڑ دو اور کتا شکار پکڑ کر اس میں سے کچھ کھالے تو تم یہ شکار نہ کھاؤ کیونکہ کتے نے یہ شکار اپنے لیے پکڑا تھا اور اگر کچھ نہ کھائے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے یہ شکار تمھارے لیے پکڑا تھا خواہ وہ اسے ہلاک کیوں نہ کر دے نافع بن الازرق نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تھا کہ اگر میں اپنا کتا شکار پر چھوڑوں اور بسم اللہ بھی پڑھ لوں اور پھر کتا شکار کو ہلاک کر دے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ میں یہ شکار کھالوں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ نافع نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ (آیت نمبر ۳) میں فرماتا ہے (الا ما ذکیتم مگر وہ شکار جسے تم ذبح کرلو) لیکن آپ کہتے ہیں کہ خواہ وہ شکار کو ہلاک کر دے پھر بھی میں اسے کھالوں! آپ نے جواب دیا: ابن الازرق، تمہارا برا ہو! اگر ایک بلا کوئی حلال جانور پکڑ لے اور میں اس جانور کو اس کے منہ سے چھڑا کر ذبح کرلوں اور پھر اسے کھالوں تو تمہارے خیال میں کیا اس میں میرے لیے کوئی حرج ہو گا؟ خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کن کتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ یہ آیت قبیلہ طی کی ایک شاخ بنی نبہان کے کتے کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ابن الازرق تمہارا برا ہو، تم آگے چل کر کوئی نہ کوئی بڑا فتنہ برپا کرو گے (۳۴۴)

۴۔ شکار پر بسم اللہ پڑھنا۔ (دیکھئے مادہ بسملۃ نمبر ۵)

۵۔ شکار کی جگہ:

مکہ مکرمہ کے حرم کے سوا دنیا کے کسی بھی حصے میں شکار پکڑنا مباح ہے۔

اگر کسی نے حرم مکہ کے اندر کوئی شکار مار لیا ہو تو اس پر اس کا جرمانہ عائد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب) نیز (مادہ حرم نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)

حرف الصاد میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۱۱
۲۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۰
۳۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۰
۴۔ تنویر المقیاس ص ۴۴
۵۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۶۰
۶۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۹
۷۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۶، المحلی ج ۸ ص ۱۲۹، ج ۹ ص ۳۱۱، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۴
۸۔ تنویر المقیاس ص ۱۲
۹۔ کنز العمال ج ۸ ص ۱۹۵
۱۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۰
۱۱۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۷
۱۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۳ عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۵۴
۱۳۔ المحلی ج ۴ ص ۲۵۴، طرح التثریب ج ۳ ص ۱۷ تنویر المقیاس ص ۳۲
۱۴۔ الموطا ج ۱ ص ۱۳۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۶۱، عبد الرزاق ج ۱ ص ۵۷۹، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۱، طرح التثریب ج ۲ ص ۱۷۳ حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۲۲، المجموع ج ۳ ص ۶۳
۱۵۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹۱
۱۶۔ عبد الرزاق ج ۲ ص ۴۱۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۹ کنز العمال ج ۸ ص ۳۸۵
۱۷۔ کنز العمال ج ۸ ص ۳۸۵
۱۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶
۱۹۔ المغنی ج ۲ ص ۸۷
۲۰۔ المغنی ج ۲ ص ۷۹
۲۱۔ المغنی ج ۲ ص ۶۳
۲۲۔ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۹
۲۳۔ حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۴۱، المغنی ج ۲ ص ۶۳، سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۶۷
۲۴۔ عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۵۹ کنز العمال ج ۸ ص ۱۷۲
۲۵۔ عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۱۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۳

۲۶۔ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۹ و مابعد

۲۷۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۸۴

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸، ج ۱ ص ۳۹ ب

۲۹۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۵۵

۳۰۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۲۸، المحلی ج ۳ ص ۲۲۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۱

۳۱۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۸۸، المجموع ج ۳ ص ۲۰۵

۳۲۔ اخبار القضاۃ ج ۳ ص ۵۴

۳۳۔ تنویر المقیاس ص ۱۷

۳۴۔ عبدالرزاق ج ۵ ص ۷۹

۳۵۔ کنز العمال ج ۸ ص ۳۴

۳۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵ ب کنز العمال ج ۸ ص ۳۶

۳۷۔ حوالہ درج بالا

۳۸۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۸۴ کنز العمال ج ۸ ص ۲۵

۳۹۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۸۵

۴۰۔ المحلی ج ۳ ص ۱۳

۴۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۳ ب

۴۲۔ المحلی ج ۲ ص ۲۳۶ ج ۶ ص ۹۸

۴۳۔ المغنی ج ۱ ص ۳۹۶

۴۴۔ المجموع ج ۴ ص ۳۸۲

۴۵۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۷، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۸

۴۶۔ الموطا ج ۱ ص ۲۰، احکام القران ج ۲ ص ۲۶۶ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۳

۴۷۔ المجموع ج ۴ ص ۳۸۲

۴۸۔ الموطا ج ۱ ص ۱۲۰ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۶، ۲۷۴

۴۹۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۳، المغنی ج ۱ ص ۳۸۲، المجموع ج ۳ ص ۴۴

۵۰۔ المحلی ج ۳ ص ۱۹۰

۵۱۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۱ عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۵۹، المجموع ج ۳ ص ۵۸

۵۲۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۵

۵۳۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۰

۵۳ب۔ طرح التثریب ج ۲ص ۱۹۴المغنی ج ۲ص ۱۱۹

۵۴۔ الموطا ج اص ۱۲۶سنن بیہقی ج ۲ص ۴۸۰ ،نیل الاوطار ج ۳ص ۵۲

۵۵۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۱۰کنزالعمال ج ۸ص ۶۷

۵۶۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۹۷ب

۵۷۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۷۱ب

۵۸۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰۴

۵۹۔ المحلی ج ۳ص ۱۳

۶۰۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰۴طرح التثریب ج ۲ص ۱۸۶

۶۱۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۵۳

۶۲۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۴۲۲

۶۳۔ المحلی ج ۲ص ۲۷۵

۶۴۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۴۳۳الاستذکار ج اص ۱۴۸،طرح التثریب ج ۲ص ۱۸۶

۶۵۔ البخاری فی مواقیت الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر مسلم فی صلوٰۃ المسافرین باب الاوقات المنھی عنھا

۶۶۔ سنن ترمذی فی الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر

۶۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۳ص ۱۲۷المغنی ج ۲ص ۲۸۷،المجموع ج ۵ص ۱۶

۶۸۔ طرح التثریب ج ۲ص ۹۴،سنن بیہقی ج ۲ص ۴۶۳ ج ۵ص ۹۲

۶۹۔ الاستذکار ج اص ۱۵۰

۷۰۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۹۶ب

۷۱۔ عبدالرزاق ج ۵ص ۱۷۹ابن ابی شیبہ ج اص ۵۱

۷۲۔ المجموع ج ۳ص ۱۹۷

۷۲ب۔ عبدالرزاق ج اص ۴۱۱ابن ابی شیبہ ج اص ۷۳المغنی ج ۲ص ۷۵کنزالعمال ج ۸ص ۱۹۵

۷۳۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۶۹

۷۴۔ البخاری فی الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ

۷۵۔ المحلی ج ۴ص ۳۰،۳۱،المغنی ج ۲ص ۴۹۴المجموع ج ۵ص ۲۲۹

۷۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۷۱

۷۷۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۴۲۰

۷۸۔ عبدالرزاق ج اص ۴۰۵کنزالعمال ج ۸ص ۱۹۴،المغنی ج ۲ص ۶۷

۷۹۔ عبدالرزاق ج اص ۴۱۰ابن ابی شیبہ ج اص ۴۳

۸۰۔ المجموع ج ۵ ص ۲۲۹،المغنی ج ۲ ص ۴۹۴

۸۱۔ المجموع ج ۴ ص ۲۲

۸۲۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲

۸۳۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۵،عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۸۹، کشف الغمۃ ج ا ص ۹۰

۸۴۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۸۹ کنز العمال ج ۸ ص ۱۷۰

۸۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۹۵ المغنی ج ا ص ۵۲

۸۶۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷ المغنی ج ۲ ص ۱۰

۸۷۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۶۹ المحلی ج ۴ ص ۱۹

۸۸۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۶۸ کنز العمال نمبر ۱۴۹

۸۹۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹۰ ب

۹۰۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۳ المغنی ج ا ص ۵۳۸

۹۱۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۲ ب

۹۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۷ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۶، المغنی ج ۲ ص ۱۰

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۰ کنز العمال ج ۸ ص ۱۷۹

۹۴۔ عبدالرزاق ج ا ص ۴۵۰ المحلی ج ۴ ص ۴۷

۹۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۱۰

۹۶۔ المغنی ج ا ص ۶۲۵

۹۷۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۵۷

۹۸۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰۳ عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۶۳

۹۹۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۱۴

۱۰۰۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۰

۱۰۱۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۲۷ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۴ ب المحلی ج ۴ ص ۱۰، ۱۳ کنز العمال ج ۸ ص ۲۱۱ المحلی ج ۲ ص ۲۵۰

۱۰۲۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۲۹ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۰ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۹ شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۶۶ المحلی ج ۴ ص ۱۱۳ الاعتبار ص ۷۸

۱۰۳۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۱ عبدالرزاق ج ا ص ۳۹۵ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۶ آثار ابی یوسف نمبر ۱۱۱ المحلی ج ۴ ص ۸۳، المغنی ج ۲ ص ۷۷

۱۰۴۔ عبدالرزاق ج ا ص ۳۸۷

۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۶

۱۰۶۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۶۹، ابن ابی شیبہ ج اص ۳۷، کنزالعمال ج ۸ص ۹۶

۱۰۷۔ المحلی ج ۴ص ۸۹، المغنی ج اص ۴۹۷

۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۷

۱۰۹۔ سنن بیہقی ج ۳ص ۱۵۵

۱۱۰۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۵۸۴

۱۱۱۔ المحلی ج ۴ص ص ۷۷

۱۱۲۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۱۳۱ المحلی ج ۷ص ۳۵۷

۱۱۳۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۹۷

۱۱۴۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۹۴ تفسیر قرطبی ج اص ۱۲۵، المجموع ج ۳ص ۲۸۵ کنزالعمال ج ۸ص ۱۱۴

۱۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۵۷ سنن بیہقی ج ۲ص ۱۶۹، احکام القرآن ج ۳ص ۴۲

۱۱۶۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۱۳۰ المحلی ج ۳ص ۲۳۷ کنزالعمال ج ۸ص ۱۲۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۵۷ ب، المجموع ج ۳ص ۳۲۴ الاعتبار ص ۱۰۰

۱۱۷۔ شرح معانی الآثار ج اص ۱۲۹ احکام القرآن ج ۳ص ۴۲

۱۱۸۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۱۹۴ ابن ابی شیبہ ج اص ۵۵ ب، المحلی ج ۴ص ۱۰۴ کنزالعمال ج ۸ص ۲۹۱، احکام القرآن ج اص ۱۸

۱۱۹۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۴۰

۱۲۰۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۶۰

۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۵۵

۱۲۲۔ المحلی ج ۴ص ۱۱۸

۱۲۳۔ المحلی ج ۴ص ۱۱۸ المغنی ج ۲ص ۵۸

۱۲۴۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۸۱ ب

۱۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۷ عبدالرزاق، ج ۲ص ۶۹ المحلی ج ۴ص ۸۹، ۹۴، کنزالعمال ج ۸ص ۹۶، المغنی ج اص ۴۹۷، المجموع ج ۳ص ۳۶۷

۱۲۶۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۸

۱۲۷۔ المجموع ج ۳ص ۳۶۵ کنزالعمال ج ۸ص ۲۲۲

۱۲۸۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۱۵۸

۱۲۹۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۱۴۵

۱۳۰۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۱۵۷

١٣١۔ المحلی ج ٣ ص ٢٦٣

١٣٢۔ المحلی ج ۴ ص ١٢٠

١٣٣۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ١٩١ المغنی ج ١ ص ۵٢۴ المجموع ج ٣ ص ۴١٣ سنن بیہقی ج ٢ ص ١١٩ کنز العمال ج ٨ ص ١٣٠ کشف الغمۃ ج ١ ص ١٠٦

١٣۴۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ١٩١ کنز العمال ج ٨ ص ١٢٩

١٣۵۔ مسلم فی المساجد باب جواز الاقعاء علی العقبین، ابوداؤد فی الصلوٰۃ باب الاقعاء بین السجدتین، الترمذی فی الصلوٰۃ باب الرخصۃ فی الاقعاء، سنن بیہقی ج ٢ ص ١١٩ المغنی ج ١ ص ۵٢۴

١٣٦۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ١٩١

١٣٧۔ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ۴۴

١٣٨۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ١٧٩، المغنی، ج ١ ص ۵٢٩ المجموع ج ٣ ص ۴٢٢،۴٢٠

١٣٩۔ سنن بیہقی ج ٢ ص ١۴٣ المغنی ج ١ ص ۵٣٧

١۴٠۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ١٩٨

١۴١۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ٢١١

١۴٢۔ شرح معانی الآثار ج ١ ص ١۵۵، عبدالرزاق ج ٢ ص ٢٠٣ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ۴۵ ب المغنی ج ١ ص ۵٣۵

١۴٣۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ٢٢٩

١۴۴۔ سنن بیہقی ج ٢ ص ١٣٣، ابن ابی شیبہ ج ١ ص ١١٦

١۴۵۔ عبدالرزاق ج ٢ ص ٢۵٠

١۴٦۔ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٣٦

١۴٧۔ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٩٩

١۴٨۔ عمدۃ القاری ج ٧ ص ١۴ المجموع ج ٣ ص ۵١٧

١۴٩۔ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٩٨ المحلی ج ٢ ص ٩٨، ج ٣ ص ۴٨

١۵٠۔ سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٦، ٢٧ البخاری فی الفضائل باب ذکر معاویۃ

١۵١۔ سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٦، کنز العمال ج ٨ ص ٧٨ کشف الغمۃ ج ١ ص ١١۴ المجموع ج ٣ ص ۵١٩

١۵٢۔ عبدالرزاق ج ٣ ص ٢٧، عمدۃ القاری، ج ٣ ص ۴٨، المحلی ج ٣ ص ۴٦، المغنی ج ٢ ص ١۵

١۵٣۔ سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٦، ٢٧، عبدالرزاق ج ٣ ص ٢١ المغنی ج ٢ ص ١۵١

١۵۴۔ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٩٨ عبدالرزاق ج ٣ ص ٢٣

١۵۵۔ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٩٨

١۵٦۔ ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٩٧

۱۵۷۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۳ المجموع ج ۳ ص ۵۲۱ المغنی ج ۲ ص ۱۶۳
۱۵۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۷ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶ عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۰
۱۵۹۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹
۱۶۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۷ المغنی ج ۲ ص ۱۶۳، المجموع ج ۳ ص ۵۲۱
۱۶۱۔ المجموع ج ۳ ص ۵۲۰ المغنی ج ۲ ص ۱۵۴
۱۶۲۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۰۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۹، اختلاف ابی حنیفۃ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۱۳ المحلی ج ۴ ص ۱۴۲
۱۶۳۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۴ المغنی ج ۲ ص ۱۵۴
۱۶۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۰ المجموع ج ۳ ص ۴۸۴ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰۵
۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۰، عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۱۳، المغنی ج ۲ ص ۱۵۲، المجموع ج ۳ ص ۴۸۶
۱۶۶۔ المحلی ج ۴ ص ۱۴۲ المجموع ج ۳ ص ۵۲۰، الاعتبار ص ۹۲
۱۶۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۰ ب، المغنی ج ۲ ص ۱۵۴، المجموع ج ۳ ص ۴۸۷
۱۶۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۹
۱۶۹۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۹۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۳ سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۷ کنز العمال ج ۸ ص ۲۵۲ المحلی ج ۴ ص ۱۹۶
۱۷۰۔ سنن ترمذی فی الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۳
۱۷۱۔ المحلی ج ۶ ص ۱۸۹
۱۷۲۔ البخاری فی الجمعۃ باب الرخصۃ ان لم تحضر الجمعۃ فی المطر، مسلم فی الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الرحال، ابوداؤد فی الجمعۃ باب التخلف عن الجماعۃ، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۸۳ عبدالرزاق، ج ۱ ص ۵۰۰، المحلی ج ۳ ص ۱۶۳، ج ۴ ص ۲۰۵ المغنی ج ۱ ص ۱۶۳، المجموع ج ۴ ص ۳۸۵، کشف الغمۃ، ج ۱ ص ۹۷، ۱۳۱
۱۷۳۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸ ج ۱ ص ۴۸۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲۵ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۳۳، کنزل العمال، ج ۸ ص ۲۶۷ المغنی ج ۲ ص ۲۲۸، المجموع ج ۴ ص ۱۴۹
۱۷۴۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۴۰ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱ المحلی ج ۳ ص ۱۲۸، ج ۴ ص ۲۱۹
۱۷۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴
۱۷۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۰، عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۹۶ المغنی ج ۲ ص ۱۹۴
۱۷۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۰ المغنی ج ۲ ص ۱۹۴
۱۷۸۔ المغنی ج ۲ ص ۲۲۵ المجموع ج ۴ ص ۱۶۳
۱۷۹۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۰ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۳۶
۱۸۰۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۸، کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۷

۱۸۱۔ عبدالرزاق ج ۲ص ۵۸ کنز العمال ج ۸ص ۲۷۷، المحلی ج ۴ص ۵۹، المغنی ج ۲ص ۲۲۰

۱۸۲۔ حوالہ جات درج بالا

۱۸۳۔ احکام القرآن ج ۲ص ۲۵۲

۱۸۴۔ المحلی ج ۵ص ۱۳۵ احکام القرآن، ج ۲ص ۲۵۲، المجموع ج ۴ص ۲۱۲، ۲۹۲

۱۸۵۔ مسلم فی صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ المسافرین، ابوداؤد فی الصلوٰۃ باب من قال یصلی بکل طائفۃ رکعۃ، النسائی باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر، المحلی ج ۴ص ۲۷۱، ج ۵ص ۳۴

۱۸۶۔ النسائی باب التقصیر فی السفر

۱۸۷۔ احکام القرآن ج ۲ص ۲۵۲

۱۸۸۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۱۶۶

۱۸۹۔ المحلی ج ۶ص ۱۸۹

۱۹۰ ابوداؤد فی الجمعۃ باب التخلف عن الجماعۃ فی اللیلۃ الباردۃ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۳ عبدالرزاق ج ۱ص ۵۰۰ المحلی ج ۳ص ۱۶۲، ج ۴ص ۲۰۵، المغنی ج ۱ص ۶۳۱، المجموع ج ۴ص ۳۵۸ کشف الغمۃ ج ۱ص ۷۹، ۱۳۱

۱۹۱۔ ابن ماجۃ، المغنی ج ۲ص ۲۹۹

۱۹۲۔ المجموع ج ۴ص ۳۷۴

۱۹۳۔ کشف الغمۃ ج ۱ص ۱۴۱

۱۹۴۔ کشف الغمۃ ج ۱ص ۱۴۲

۱۹۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۰۶ ب

۱۹۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۷، عبدالرزاق، ج ۳ص ۳۰۵، المحلی ج ۵ص ۸۹، المغنی ج ۲ص ۳۵۸

۱۹۷۔ بن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۵ ب، المغنی ج ۲ص ۳۸۰، المجموع ج ۵ص ۲۳

۱۹۸۔ المغنی ج ۲ص ۳۸۱

۱۹۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۸۵ ب

۲۰۰۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۲۹۵

۲۰۱۔ المحلی ج ۵ص ۸۳

۲۰۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۵۸ سنن بیہقی ج ۳ص ۲۸۴

۲۰۳۔ المغنی ج ۲ص ۴۹۴، المجموع ج ۵ص ۲۲۹، المحلی ج ۴ص ۳۰، ۳۱

۲۰۴۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۴۷۳، ۴۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۳ ب، المغنی ج ۲ص ۴۸۳

۲۰۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۸۸ سنن دارمی ج ۲ص ۳۹۲

۲۰۶۔ کنز العمال ج ۱۵ص ۲۱۶

۲۰۷۔ المغنی ج ۲ص ۵۱۶،الاعتبار ص ۱۲۴،ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۷ب

۲۰۸۔ شرح معانی الآثار ج اص ۲۸۸،ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۷،عبدالرزاق ج ۳ص ۴۷۰،الاعتبار ص ۱۲۴

۲۰۹۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۴۷۰

۲۱۰۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۷ب

۲۱۱۔ البخاری فی الجنائز باب قراءۃ الفاتحۃ،ابوداؤد باب مایقرا علی الجنازہ الترمذی باب القراءۃ علی الجنازۃ،النسائی فی الجنائز

باب الدعا،عبدالرزاق ج ۳ص ۴۸۹ المحلی ج ۴ص ۱۱۰ ج ۱۰ص ۲۹۸ المغنی ص ۲۸۶

۲۱۲۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۸ سنن بیہقی ج ۴ص ۴۳

۲۱۳۔ المغنی ج ۲ص ۴۸۶ عبدالرزاق ج ۳ص ۴۹۲

۲۱۴۔ المغنی ج ۲ص ۴۲۰

۲۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱۴ب

۲۱۶۔ کنزالعمال ج ۸ص ۴۲۶

۲۱۷۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۱۰۱

۲۱۸۔ المجموع ج ۵ص ۶۴ المغنی ج ۲ص ۴۲۶

۲۱۹۔ نیل الاوطار ج ۴ص ۲۳

۲۲۰۔ المغنی ج ۲ص ۴۲۹

۲۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۱۵

۲۲۲۔ المحلی ج ۵ص ۹۹ کشف الغمۃ ج اص ۱۵۹

۲۲۳۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۱۰۱ المحلی ج ۵ص ۹۹

۲۲۴۔ ابوداؤد،الترمذی،النسائی فی الاستقاء

۲۲۵۔ المجموع ج ۵ص ۸۵

۲۲۶۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۸۰

۲۲۷۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۹۷،احکام القرآن ج ۳ص ۳۷۸

۲۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰۹ احکام القرآن ج ۳ص ۳۲۸،۳۷۸،عمدۃ القاری ج اص ۱۱۹

۲۲۹۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۹۷

۲۳۰۔ سنن بیہقی (جزاور صفحہ مذکور نہیں)

۲۳۱۔ عبدالرزاق ج ۵ص ۱۲۶ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۷ب

۲۳۲۔ سنن بیہقی ج ۲ص ۵۰۰

۲۳۳۔ المجموع ج۵ ص۴۸

۲۳۴۔ سنن بیہقی ج۳ ص۱۹

۲۳۵۔ کنز العمال ج۸ ص۵۴

۲۳۶ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۰۱ کنز العمال ج۸ ص۳۲۰

۲۳۷ کشف الغمۃ ص۱ ج۱۸۶، المجموع ج۴ ص۶، المغنی ج۲ ص۱۰۳

۲۳۸ الموطا ج۱ ص۴۷

۲۳۹ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۱۱

۲۴۰ کشف الغمۃ ج۱ ص۱۱۰

۲۴۱ کنز العمال ج۸ ص۲۲۸

۲۴۲ سنن بیہقی ج۲ ص۱۵۳، ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۱۹

۲۴۳ عبدالرزاق ج۲ ص۲۱۶

۲۴۴ المغنی ج۴ ص۴۹۰

۲۴۵ ابوداؤد فی الخراج باب اخذ الجزیۃ

۲۴۶ عبدالرزاق ج۶ ص۶۰، ج۱۰ ص۳۲۰، المغنی ج۸ ص۵۲۷

۲۴۷ سنن بیہقی ج۹ ص۱۹۸ عبدالرزاق ج۶ ص۹۱ الاموال ص۱۴۹

۲۴۸ سنن بیہقی ج۷ ص۱۲۷ المغنی ج۷ ص۷

۲۴۹ سنن بیہقی ج۷ ص۱۲۷ کشف الغمۃ ج۱ ص۱۵۴

۲۵۰ کنز العمال ج۶ ص۲۸۸

۲۵۱ عبدالرزاق ج۴ ص۲۳۰، المحلی ج۷ ص۶، ۷، سنن بیہقی ج۴ ص۲۵۷، المغنی ج۳ ص۱۴۳، المجموع ج۶ ص۴۳۱ کشف الغمۃ ج۱ ص۲۰۶

۲۵۲ شرح الزرقانی علی الموطا ج۲ ص۱۸۶ سنن بیہقی ج۴ ص۲۵۷

۲۵۳ مسلم فی الصیام باب لکل بلد رؤیتھم، ابوداؤد فی الصیام باب اذا رؤی الھلال، فی بلد الترمذی فی الصوم باب لکل اہل، بلد رؤیتھم النسائی باب اختلاف، اہل الآفاق فی الرؤیۃ

۲۵۴ مسلم فی الصوم باب لا اعتبار بکبر الھلال وصغرہ

۲۵۵ المغنی ج۳ ص۱۶۸

۲۵۶ عبدالرزاق ج۳ ص۵۴ سنن بیہقی ج۱ ص۳۷۷، احکام القرآن ج۲ ص۲۶۸، الاعتبار ص۱۴۶، المغنی ج۳ ص۸۵، المجموع ج۶ ص۳۴۳

۲۵۷ سنن بیہقی ج۴ ص۲۲۱، المجموع ص۶ ص۳۴۳، ۳۴۴، المغنی ج۳ ص۱۳۶، ۱۶۹، ۱۷۰، تنویر المقباس ص۲۶،

عبدالرزاق ج ۴ص ۱۷۲

۲۵۸ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۷۲المحلی ج ٦ص ۲۳۳، سنن بیہقی ج ص ۱۲۲۱حکام القرآن ج اص ۱۳۰

۲۵۹۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۷۳

۲٦۰۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۲۷

۲٦۱۔ نیل الاوطار ج ۴ص ۳۳۷

۲٦۲ کنز العمال ج ۸ص ٦۴۴

۲٦۳ المحلی ج ۷ص ۲۳، المجموع ج ٦ص ۴٦۲، کشف الغمۃ ج اص ۱۹۸

۲٦۴ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۵۵

۲٦۵ کشف الغمۃ ج اص ۱۹۸

۲٦٦ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۵۸

۲٦۷ نیل الاوطار ج ۴ص ۳۳٦

۲٦۸ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۸۳، ۲۸۴، المحلی ج ۷ص ۱۸

۲٦۹ ابن ابی شیبہ ج ۴ص ۲۵، عبدالرزاق ج ۴ص ۲۹۲، المحلی ج ۷ص ۲۱

۲۷۰ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۹۲

۲۷۱ المغنی ج ۳ص ۱٦۷

۲۷۲ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۹۲

۲۷۳ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۰٦، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۹ب

۲۷۴ البخاری، مسلم فی الصیام، باب عاشوراء

۲۷۵ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۸۷، المحلی ج ۷ص ۱۷شرح معانی الآ ثار، ج اص ۳۳۸

۲۷٦ مسلم فی الصیام باب ای یوم یصام فی عاشوراء الزرقانی علی الموطا، ج ۲ص ۱۷۷ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲٦، المحلی ج ۷ص ۱۷، آ ثار ابی یوسف نمبر ۸۰۱

۲۷۷ مسلم فی الصیام باب ای یوم یصام فی عاشوراء ابوداؤد فی الصیام باب ماروی ان عاشوراء یوم التاسع

۲۷۸ احکام القرآن ج اص ۱۷۴

۲۷۹ النسائی فی الصوم باب صوم النبیؐ

۲۸۰ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۴ب، المحلی ج ۷ص ۲۹

۲۸۱ المحلی ج ٦ص ۲۷۰المغنی، ج ۳ص ۱۵۱المجموع ج ٦ص ۴۵۵

۲۸۲ عبدالرزاق ج ۴ص ۲۳۷المحلی ج ۷ص ۳، کشف الغمۃ ج اص ۲۰٦، تنویر المقیاس ص ۲۵

۲۸۳۔ احکام القرآن ج اص ۱۷٦، ۱۷۸، تنویر المقیاس ص ۱۲۵المغنی ج ۳ص ۱۴۱

۲۸۴ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷۱ نیل الاوطار، ج ۴ ص ۳۱۵

۲۸۵ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷۱، المحلی ج ۶ ص ۲۶۵، المغنی ج ۳ ص ۱۴۰، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۴

۲۸۶ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۲۱ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷۱

۲۸۷ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۸ المحلی ج ۶ ص ۲۶۳ حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۱۴۷

۲۸۸ نیل الاوطار ج ۴ ص ۳۱۵

۲۸۹ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۹

۲۹۰ المحلی ج ۶ ص ۲۶۳، ۲۶۴

۲۹۱ احکام القرآن ج ۱ ص ۱۸۰، المجموع، ج ۶ ص ۲۹۵ المغنی ج ۳ ص ۱۴۰

۲۹۲ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۷۳، المحلی، ج ۶ ص ۱۷۱ المجموع ج ۶ ص ۳۳۹

۲۹۳ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۶

۲۹۴ الزرقانی علی الموطا ج ۲ ص ۱۷۶، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۱۶، احکام القرآن، ج ۱ ص ۱۹۰ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۰۰

۲۹۵ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۵ ب، المغنی ج ۳ ص ۱۱۰ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۰۰

۲۹۶ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۶۱، المجموع ج ۶ ص ۴۰۷

۲۹۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۰ ب، المحلی ج ۶ ص ۲۱۶

۲۹۸ اختلاف ابی حنیفۃ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۳۵

۲۹۹ حلیۃ العلماء ج ۳ ص ۱۶۳ احکام القرآن ج ۱ ص ۱۹۲ المجموع ج ۶ ص ۳۶۱، المغنی ج ۳ ص ۱۱۷

۳۰۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۴ ب المجموع ج ۶ ص ۳۶۱

۳۰۱ المغنی ج ۳ ص ۱۰۹

۳۰۲ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۶۳

۳۰۳ المجموع ج ۶ ص ۳۴۵، ج ۳ ص ۱۳۷، الاعتبار ص ۱۳۷

۳۰۴ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۸ ب

۳۰۵ المحلی ج ۶ ص ۲۱۰ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۸۵

۳۰۶ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۶ ب

۳۰۷ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۸۴، المحلی ج ۶ ص ۲۱۰

۳۰۸ المحلی ج ۶ ص ۲۱۱ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۶

۳۰۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۶ ب، الموطا ج ۱ ص ۲۹۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۲، المحلی ص ۶ ص ۲۱۱، المجموع ج ۶ ص ۴۰۹

۳۱۰ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۸۵

۳۱۱ تنویر المقیاس ص ۲۵

۳۱۲ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۴۰ المحلی ج ۷ ص ۷، المغنی ج ۳ ص ۱۴۳، المجموع، ج ۱ ص ۲۱۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۴

۳۱۳ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۲۷، ۲۴۰ المحلی ج ۷ ص ۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۴، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۰۶، المغنی ج ۳ ص ۱۴۳، المجموع ج ۶ ص ۴۳۱

۳۱۴ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۴۱

۳۱۵ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۱۱، المغنی ج ۳ ص ۱۴۵، عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۳۶ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۳ المحلی ج ۶ ص ۲۶۱ ج ۷، ص ۶، المجموع ج ۶ ص ۴۲۳

۳۱۶ المجموع ج ۶ ص ۲۸۲

۳۱۷ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۷، شرح الزرقانی علی الموطا ج ۲ ص ۱۸۶

۳۱۸ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۴، المغنی ج ۳ ص ۱۵۰ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۸، المجموع ج ۶ ص ۴۲۴

۳۱۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۳

۳۲۰ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۴۳، الزرقانی علی الموطا ج ۲ ص ۱۸۷

۳۲۱ عبدالزاق ج ۴ ص ۲۴۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶، سنن بیہقی، ج ۴ ص ۲۵۴، ۲۵۷، المحلی ج ۷ ص ۷ المجموع ج ۶ ص ۴۳۱ کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۰۶، المغنی ج ۳ ص ۱۴۳

۳۲۲ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۳۶، ۲۴۰ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۷۱، المحلی ج ۶ ص ۲۶۳، ۲۶۴ ج ۷ ص ۱۶ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۱۱، المغنی ج ۳ ص ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۵ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۰۶

۳۲۳ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷۱، المحلی ج ۶ ص ۲۶۱، المجموع ج ۲۸۲، ۴۲۳

۳۲۴ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۸، ۲۲۷ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷۱، المحلی ج ۷ ص ۷، ۱۲ احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۶، ۱۷۸، تنویر المقیاس ص ۲۵، ۲۷

۳۲۵ سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷۱

۳۲۶ المحلی ج ۶ ص ۱۸۹

۳۲۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵۳

۳۲۸ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵۳

۳۲۹ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۱، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۷۸، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۴۰

۳۳۰ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۱، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۷۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۰۸ المجموع ج ۷ ص ۳۴۰، المحلی ج ۳ ص ۳۴۴، ۵۰۸

۳۳۱ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵۳

۳۳۲ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴

۳۳۳ ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۸

۳۳۴ عبدالرزاق ج۴ص ۴۶۰، ۱۵۰۵۰ احکام القرآن ج۱ص ۱۰۸، المجموع ج۹ص ۳۱

۳۳۵ سنن بیہقی ج۹ص ۲۵۴

۳۳۶ سنن بیہقی ج۹ص ۲۴۵

۳۳۷ ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۷ ب، المغنی ج۸ص ۵۵۹

۳۳۸ عبدالرزاق ج۴ص ۱۴۵۹ احکام القرآن ج۲ص ۳۲۰ المحلی، ج۷ص ۴۶۴، المغنی ج۸ص ۵۵۳

۳۳۹ المحلی ج۷ص ۴۶۵

۳۴۰ المحلی ج۷ص ۴۷۶

۲۴۱ ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۶۵ عبدالرزاق ج۴ص ۴۷۴ احکام القرآن ج۲ص ۳۱۴، ۳۱۵ سنن بیہقی ج۹ص ۲۲۷ المحلی ج۷ص ۴۷۰، ۴۷۳، ۴۷۴، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۶۵، المغنی ج۸ص ۵۴۳، ۵۴۶ المجموع ج۹ص ۱۱۰

۳۴۲ تفسیر ابن کثیر ج۲ص ۱۷ المحلی ج۷ص ۴۷۳

۳۴۳ عبدالرزاق ج۴ص ۳۷۳، سنن بیہقی ج۹ص ۲۳۸، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۶۵ احکام القرآن ج۲ص ۳۱۴، تفسیر ابن کثیر ج۲ص ۱۸، المغنی ج۸ص ۵۴۶، المجموع ج۹ص ۱۱۰

۳۴۴ سنن بیہقی ج۹ص ۲۳۶

حرف الضاد

ضحیٰ (چاشت کا وقت)

۱۔ تعریف: سورج ایک نیزہ بلند ہو جانے پر چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آدھے دن تک باقی رہتا ہے۔ دن سے مراد فجر سے لیکر غروب تک کا وقت ہے اسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں۔

۲۔ چاشت کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲)

چاشت کا وقت بالا جماع وہی ہے جو عید کی نماز کا وقت ہے

ضرب (پٹائی)

تادیبی پٹائی (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳)

تعزیری پٹائی (دیکھئے مادہ تعزیز نمبر ۳)

حد کی سزا کے طور پر پٹائی (دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۳ کا جز الف) نیز (مادہ زنا نمبر ۵ کا جز ھ) نیز (مادہ قذف نمبر ۴ کا جز الف)

ضرر (نقصان پہنچانا)

ضرر کبیرہ گناہ ہے (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۳)

نقصان دہ تصرفات کے سلسلے میں کسی پر پابندی عائد ہونا (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۳ کا جز الف)

ولی یعنی کسی کے سرپرست کے وہ تصرفات جو اس کے لیے نقصان دہ ہوں (دیکھئے مادہ ولایۃ نمبر ۱۲)

ضرر کا تاوان (دیکھئے مادہ ضمان)

ضرورۃ (ضرورت)

۱۔ تعریف: ضرورت اس نازل ہونے والے ضرر کو کہتے ہیں جو نا قابل برداشت ہو اور جس کا دفعیہ

ممکن نہ ہو۔

۲۔ ضرورت ممنوع امر کی اباحت کر دیتی ہے: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ضرورت ممنوع امور کی اباحت کر دیتی ہے جب کہ ایک متعین ممنوع کے ذریعے ضرورت رفع ہو رہی ہو (دیکھئے مادہ رخصۃ نمبر۲ کا جز الف) دو بھوکے غلاموں نے جب ایک عورت کا دوپٹہ چرا لیا تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کے قطع ید کا فتویٰ نہیں دیا(۱) (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر۳ کا جز د) البتہ ضرورت کے تحت ممنوعات کی اباحت کے لیے چند شرطیں ہیں

الف۔ ایک ممنوع چیز کو استعمال میں لانے والا مسلمان اللہ کی نافرمانی کا ارادہ اپنے دل میں نہ رکھتا ہو بلکہ اس کی نیت ناقابل برداشت ضرر کو اپنی ذات سے دور کرنے کی ہو۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ جس ممنوع چیز کے استعمال کو اس نے ضرورت کے تحت مباح کر لیا ہے اگر اس کی قضا ممکن ہو تو قضا کرے۔ بنا بریں جو شخص ضرورت کی بنا پر رمضان کے روزے نہ رکھے۔ وہ ان کی قضا کرے اسی طرح جو شخص حج کے لیے احرام باندھ کر پھر یہ احرام فسخ کر کے اپنے شہر واپس آ جائے وہ اگلے سال اپنا حج قضا کرے، اسی طرح دیگر مثالیں (دیکھئے مادہ احصار نمبر۳ کا جز ج)

ب۔ اگر مجبور شخص مسافر وغیرہ ہو تو شرط یہ ہوگی کہ اس کا یہ سفر اللہ کی معصیت میں نہ کیا جا رہا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سورۂ بقرہ آیت نمبر۱۷۳ (فمن اضطر غیر باغ ولا عاد ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھا لے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھا ہو۔ یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے) کی یہی صحیح تفسیر ہے(۲)

ج۔ ضرورت کے تحت ممنوع چیز استعمال کرنے والا شخص مذکورہ چیز ضرورت سے زائد استعمال نہ کرے۔ اگر ایک مجبور شخص کو اپنی بھوک کی مصیبت دور کرنے کے لیے مردار کھانے کی ضرورت لاحق ہو جائے تو وہ پیٹ بھر کر نہ کھائے بلکہ صرف اتنا کھائے جس کے ذریعے اسے اپنے جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنے کی توانائی حاصل ہو جائے اور بھوک کا دباؤ کم ہو جائے (۳)

۳۔ ضرورت کے تحت ریشم پہننے کی اباحت (دیکھئے مادہ حریر نمبر۲)

ضرورت کے تحت نکاح متعہ کی اباحت (دیکھئے مادہ متعۃ نمبر۲ کے جز ب کا جز ا)

حاجت مندی کی بنا پر بعض گھٹیا پیشے اختیار کر لینے کی اباحت (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ب)

ضرورت کے تحت دوسرے کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے لینے کی اباحت (دیکھئے مادہ تبرع نمبر۴ کا جز الف)

ضمان (تاوان)

۱۔ تعریف: ضائع شادہ مال کی مثل واپس کرنا تاوان کہلاتا ہے اگر مذکورہ مال مثلیات سے تعلق رکھتا ہوتو اس کی مثل واپس کی جائے اور اگر قیمیات سے متعلق ہوتو اس کی قیمت لوٹائی جائے۔

۲۔ تاوان بھرنے کے اسباب درج ذیل ہیں:

الف۔ تغریر (دھوکے میں رکھنے) کا تاوان: ایک شخص نے ایک لڑکی کے باپ کو لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام دیا اور نکاح ہوگیا، اس لڑکی کی ماں عرب خاتون تھی، جبکہ اس کی بہن کی ماں عجمی عورت تھی۔ دونوں کا باپ ایک تھا، جب رخصتی کا وقت آیا تو عجمی بیوی کی بیٹی اس کے پاس بھیج دی گئی، اس نے اسکے ساتھ ہمبستری کر لی لیکن جب صبح ہوئی تو دولہا کو اصل حقیقت کا پتہ چل گیا کہ یہ لڑکی وہ نہیں ہے جس کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا گیا تھا۔ یہ جھگڑا حضرت ابن عباسؓ کے سامنے پیش ہوا، آپ نے فیصلہ دیا کہ مہر کی رقم اس لڑکی کو ملے گی جس کے ساتھ ہمبستری ہوئی ہے اور عربی ماں کی بیٹی اس کی بیوی ہوگی، آپ نے اس کا مہر اس کے باپ کے ذمہ عائد کر دیا اور فرمایا: ''اس کے ساتھ اس وقت تک ہمبستری نہ کرنا جب تک اس کی بہن کی عدت گزر نہ جائے۔'' (۴) آپ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص بچوں والی کسی عورت کے ساتھ اسے حرہ سمجھتے ہوئے نکاح کر لے اور وہ لونڈی نکلے تو اس پر ان بچوں کا فدیہ کی ادائیگی لازم ہوگی۔ یعنی وہ لونڈی کے آقا کو یہ رقم ادا کرے گا اور پھر ادا شدہ اس رقم کا تاوان اس شخص سے وصول کرے گا جس نے اسے دھوکا دیا تھا۔ (۵)

ب۔ اتلاف کا تاوان: اتلاف یا تو اشیاء یا جانور کا ہوگا یا انسان یا اس کے کسی عضو کا ہوگا۔

(۱) اشیاء کا اتلاف: اشیاء اور جانور کا اتلاف تاوان کا موجب ہوتا ہے۔ اگر تلف شدہ چیز مثلی ہوتو اس کی مثل کا تاوان واجب ہوگا اور اگر نہ ہوتو اس کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا خواہ یہ اتلاف عمداً ہوا ہو یا خطأً اور خواہ اتلاف کرنے والا اس اتلاف پر مجبور ہو گیا ہو یا مجبور نہ ہوا ہو۔ عبداللہ بن ابی

ملیکہ جب طائف کے حاکم تھے تو دو غلاموں نے ایک عورت کا دوپٹہ چھین لیا، انہوں نے ان سے اس زیادتی کی وجہ پوچھی تو غلاموں نے جواب دیا کہ ہمیں بھوک نے مجبور کر دیا تھا انہوں نے یہ معاملہ حضرت ابن عباسؓ کو لکھ بھیجا۔ نیز عبید بن عمیر اور عباد بن عبداللہ بن الزبیر کو بھی۔ عباد نے جواب میں لکھا کہ ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں، عبید بن عمیر نے جواب لکھا کہ مجبور انسان کے لئے تو مردار، خون اور سور کا گوشت بھی حلال ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا (آپ کو غلاموں کی بھوک کی بات بھی بتادی گئی تھی) کہ ''تم نے ٹھیک کیا، ان کے ہاتھ مت کاٹو اور ان کے آقاؤں سے دوپٹے کی قیمت بھروالو اور اگر ان غلاموں کو کوڑے کھانے کی سکت ہو تو انہیں کوڑے لگاؤ تاکہ کوئی اور غلام بھوک کا بہانہ بنا کر ایسی حرکت نہ کرے۔''(۶) (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۳ کا جز د)

اگر مشتری کو مبیع کی حوالگی سے پہلے ہی مبیع بائع کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو بائع پر ثمن کی واپسی کا تاوان عائد ہوگا۔(۷) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز ح) یعنی بیع فسخ ہو جائے گی۔

اگر عاریت مستعیر کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو اس کے مالک کو اس کا تاوان بھر دے گا۔ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ آیا عاریت کا بھی تاوان بھروایا جائے گا؟ آپ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''اگر اس کا مالک تاوان بھروانا چاہے۔''(۸)

اگر کوئی شخص حرام کا کوئی شکار تلف کر دے تو وہ اس کا تاوان بھر دے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز ط کے جز ۲ کا جز ب)

(۲) انسان یا اس کے کسی عضو کا اتلاف: اگر کوئی شخص کسی کو شبہ عمد یا غلطی سے قتل کر دے یا اس کا کوئی عضو تلف کر دے تو اس پر اس کا تاوان لازم ہو جائے گا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ب کا جز ا۔ پہلی حالت) یا اس نے یہ جرم عمداً کیا ہو اور شبہ یا معافی یا مماثلت کے عدم امکان کی بنا پر قصاص ساقط ہو گیا ہو (دیکھیے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز کا جز ا دوسری اور تیسری حالت)

حرف الضاد میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ج۱۰ص ۲۳۷

۲۔ تنویر المقیاس ص۲۴، ۱۲۱، المغنی ج۲ص ۲۶۳

۳۔ تفسیر ابن کثیر ج۱ص ۲۰۵، تنویر المقیاس ص۱۲۱

۴۔ عبدالرزاق ج۶ص ۲۵۲

۵۔ المغنی ج۶ص ۵۱۸

۶۔ عبدالرزاق ج۱۰ص ۲۲۷

۷۔ المغنی ج۴ص ۱۱

۸۔ عبدالرزاق ج۸ص ۱۸۰

حرف الطاء

طحال (تلی)

تلی کھانے کا جواز (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲۳ کے جز ب کا جز ۳)

طعام (خوردنی چیز)

ا۔ طعام یا تو گوشت اور اس سے پیدا ہونے والی اشیاء مثلاً دودھ وغیرہ ہوگا یا ان کے سوا ہوگا۔ مثلاً سبزیات اور مختلف پھل، انہیں کھالینا جائز ہوگا قطع نظر اس سے کہ ان کی کاشت کرنے والا یا ان کی کٹائی کرنے والا یا انہیں تیار کرنے والا کون ہے، اگر طعام گوشت اور اس سے پیدا ہونے والی اشیاء ہو مثلاً دودھ تو اس میں تفصیل ہوگی اس لیے کہ گوشت کی بعض قسمیں حرام ہیں بعض کا کھانا بغیر کراہت کے حلال ہے اور بعض کا کراہت کے ساتھ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تفصیل میں جانے سے پہلے ہمارے لیے یہ بتانا ضروری ہے کہ دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے اس لیے جو حکم گوشت کا ہوگا وہی حکم اس سے پیدا ہونے والے دودھ کا ہوگا۔ یعنی اگر کسی جانور کا گوشت حرام ہو تو اس کا دودھ بھی حرام ہوگا۔ اور اگر ایک جانور کا گوشت حلال ہو تو اس کا دودھ بھی حلال ہوگا۔ اس بارے میں صحابہ کرام کے درمیان کسی اختلاف کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔

۲۔ حرام طعام:

الف۔ تمام نجاسات حرام ہیں: نجس اشیاء کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح وہ اشیاء جو ناپاک ہوگئی ہوں ان کا کھانا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک انہیں پاک نہ کرلیا جائے۔ نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی ہانڈی چولہے پر چڑھی ہو اور اس میں گوشت پک رہا ہو اور پھر اس میں کوئی زندہ پرندہ گر کر مرجائے اور اسے ہانڈی سے نکال لیا جائے تو اس کے باوجود ہانڈی کا گوشت اور شوربہ سارے کا سارا ناپاک ہوجائے گا ایسی صورت میں شوربہ بہا دیا جائے گا اور گوشت دھو کر پاک کرلیا جائے گا اور پھر اسے کھانا جائز ہوگا (۱) اس لیے کہ مردار ناپاک ہوتا ہے

بنا بریں مردہ پرندہ گوشت اور شوربے کو ناپاک کر دے گا۔

ب۔ ایسا گوشت جسے کھانا حرام ہے: گوشت کی چند قسمیں ایسی ہیں جنہیں کھانا حرام ہے

(۱) ایک قسم وہ ہے جس کی تحریم پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام آیت نمبر ۱۴۵ میں اور سورۂ مائدۂ آیت نمبر ۳ میں نص کر دیا ہے (دونوں آیتوں کا ترجمہ درج ذیل ہے)

(اے محمدؐ ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھالے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے تو یقیناً تمہارا رب در گزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے) سورۂ مائدہ میں ذرا تفصیل ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے (تم پر حرام کیا گیا مردار خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مراد ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو) ان سب کا مرجع تین چیزیں ہیں، مردار، خون، اور سور کا گوشت بنا بریں سورۂ مائدہ آیت نمبر ۱ (**احلت لکم بهیمة الا نعام الا ما یتلیٰ علیکم** تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کئے گئے سوائے ان کے جو آگے چل کر تمہیں بتائے جائیں گے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ (**الا ما تیلی علیکم**) سے مراد مردار خون اور سور کا گوشت ہے[۲] یہاں آپ نے اس جانور کا ذکر نہیں کیا جسے اللہ کے سوا کسی دور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو حالانکہ اس کا گوشت بھی حرام ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا جانور اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہیں ہوتا بلکہ اس کی تحریم اسے اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کرنے کی بنا پر ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ صرف اسی قسم کے گوشت کو حرام قرار دیتے تھے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے آپ نے سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ تلاوت فرمائی (اس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) اور فرمایا اس کے سوا جو ہے وہ حلال ہے[۳] ابوالشعثاء نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اہل جاہلیت بہت سی اشیاء کھا لیتے تھے اور بہت سی اشیاء گندی قرار دے کر نہیں کھاتے تھے اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب نازل کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا جو چیزیں اللہ نے حلال قرار دی وہ حلال ہیں اور جو اشیاء حرام قرار دی وہ حرام ہیں۔ اور

جن اشیاء کے بارے میں سکوت اختیار کیا وہ معاف ہیں (۴)

(۲) دوسری قسم: یعنی مردار، اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جو شرعی طریقے سے ذبح ہوئے بغیر اس شخص کے ہاتھ میں مر جائے جس کی ذبح حلال ہوتی ہے (دیکھئے مادہ ذبح) نیز (مادہ صید) مردار کے اندر درج ذیل جانور بھی داخل ہیں:

(i) گلا گھٹ کر مر جانے والا جانور

(ii) لاٹھی وغیرہ سے چوٹ کھا کر مر جانے والا جانور

(iii) بلندی مثلاً پہاڑ وغیرہ سے گر کر مر جانے والا جانور

(iv) کسی اور جانور کی ٹکر کھا کر ہلاک ہونے والا جانور

(v) وہ جانور جسے درندے نے پھاڑ ڈالا ہو یا اس کا کوئی حصہ کھا گیا ہو اور اس طرح اس کی موت واقع ہوگئی ہو۔ مذکورہ بالا جانوروں میں سے اگر کوئی جانور ایسی حالت میں مل جائے کہ اس کے اندر زندگی کی رمق باقی ہو یعنی اس کی آنکھوں میں یا اس کے اندر کوئی حرکت ہو اور پھر اسے ذبح کر لیا جائے تو اسے کھا لینا حلال ہوگا (۵) مردار کے اندر وہ آبی جانور بھی داخل ہے جو کسی بیماری کی وجہ سے طبعی موت مرا ہو اور پھر سطح آب پر آ گیا ہو (دیکھیے مادہ صید نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)

مردار کی تحریم کے حکم سے درج ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں:

ایسا آبی جانور جسے زندہ پکڑ لیا جائے اور اس کے بعد وہ مر جائے یا جسے سمندر نے کنارے پر زندہ پھینک دیا ہو اور اس کے بعد وہ مر گیا ہو (دیکھئے مادہ صید نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۱ اور جز ۲)

ٹڈی، خواہ مردہ ہو اسے کھا لینا حلال ہے (۵ ب)

ایسا جنین جسے شرعی طور پر ذبح نہ کیا گیا ہو خواہ وہ ماں کے پیٹ سے مردہ کیوں نہ نکلا ہو اور خواہ اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا اگے نہ ہوں، حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ماں کی ذبح جنین کی بھی ذبح ہوتی ہے۔ (۶)

حلال جانور کے پیٹ سے برآمد شدہ انفحہ (بکری کا بچہ جو ابھی صرف دودھ پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک چیز نکالتے ہیں اور کپڑے میں لت کر لیتے ہیں پھر وہ پنیر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے) سے بنا ہوا پنیر کھا لینا حلال ہے (دیکھئے مادہ جبن)

(۳) دم مسفوح یعنی رگوں سے بہہ کر باہر نکلنے والا خون حرام ہے[۶ ب] جانوروں کے اندر موجود خون نیز گوشت کے ساتھ لگا ہوا خون کھا لینا حلال ہے کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے (دیکھئے مادہ دم نمبر۲ کا جزب)

خون کی تحریم کے حکم سے تلی مستثنیٰ ہے، اسے کھا لینا حلال ہے ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں تلی کھا سکتا ہوں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا سائل نے کہا یہ تو خون ہوتا ہے آپ نے فرمایا صرف دم مسفوح حرام ہے[۷]

(۴) سور کا گوشت: سور کی نجاست اور اس کے گوشت کی تحریم پر اجماع ہے

(۵) نذر ماننے والے کے لیے اپنی نذر کے گوشت میں سے کچھ کھانا حلال نہیں ہے، اسی طرح جس شخص پر حرم کے شکار کا جرمانہ جانور ذبح کرنے کی صورت میں عائد ہوا ہو اس کے لیے اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح جس پر کفارہ عائد ہوا ہو وہ بھی کفارہ کے جانور کا گوشت نہیں کھائے گا[۸] بلکہ اس کا گوشت بانٹ دینا لازم ہوگا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کے جز ط کے جز۲ کے جز ب کا نقطہ نمبر۱۰ اور نمبر۱۱) نیز (مادہ نذر نمبر۶)

ج۔ کسی کا طعام اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے کھانا حلال نہیں ہے الا یہ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے حق میں ایسا کرنا حلال کر دیا گیا ہے (دیکھیے مادۂ استیذان نمبر۳ کا جز ب)

۳۔ حلال طعام:

الف۔ سابقہ پیروں میں ہم نے جن اشیاء کی تحریم کا ذکر کیا ہے ان کے سوا دیگر اشیاء کھا لینا حلال ہے۔ چنانچہ جریت (ایک قسم کی مچھلی) حلال ہے باوجودیکہ یہودیوں کے نزدیک اسے کھانا مکروہ یعنی ناجائز ہے[۹] اس لیے کہ ہمارے لیے اس کی تحریم وارد نہیں ہوئی ہے گوہ کھا لینا مباح ہے[۱۰] یربوع (چوہے کی مانند ایک جانور جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی اور دم لمبی ہوتی ہے) کھانا مباح ہے[۱۱] بجو کھا لینا بھی مباح ہے اس کے متعلق جب عکرمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے دسترخوان پر بجو کا گوشت دیکھا ہے[۱۲]

ب۔ سابقہ پیرے میں تحریم کے حکم سے جن اشیاء کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے انہیں کھانا حلال ہے

ج۔ اسی طرح سابقہ پیرے میں جن اشیاء کو کھالینا حرام قرار دیا گیا ہے، اضطرار اور مجبوری کی حالت میں انہیں کھالینا حلال ہے (دیکھئے مادہ ضرورۃ نمبر ۲ کا جزج)

د۔ چیل اور کوا کھالینا حلال ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے کوے کے گوشت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: اللہ نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا ہے اور بہت سی اشیاء کے بارے میں سکوت فرمایا ہے جن اشیاء کے بارے میں سکوت فرمایا وہ معاف ہیں (۱۳)

ھ۔ انسان کے لیے اپنی قربانی کا گوشت کھانا حلال ہے (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۷ کا جز الف)

و۔ ولی کے لیے چند شرائط کے ساتھ یتیم کے مال میں سے کچھ کھالینا حلال ہے (دیکھئے مادہ ولایۃ نمبر ۲ کا جزب)

ز۔ کھلی جگہ میں موجود درخت کا پھل کھالینا حلال ہے (دیکھیے مائدہ سرقۃ نمبر ۴ کا جزب)

۴۔ مکروہ طعام:

بہت سی اشیاء ایسی ہیں جنہیں کھالینا اصل کے اعتبار سے حلال ہوتا ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے چند اعتبارات کی بنا پر انہیں کھانا مکروہ قرار دیا ہے ان میں سے کچھ کا ذکر درج ذیل ہے۔

الف۔ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ گھوڑا جہاد کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی جائے تو اس سے جہاد کا یہ ذریعہ متاثر ہوگا اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کو مجموعی طور پر نقصان پہنچے گا (۱۴)

ب۔ پالتو گدھوں کا گوشت کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ حمل ونقل کا ذریعہ ہے اور اسے کھانے کی عام اجازت سے لوگوں کو حمل ونقل کے ذرائع کی قلت کا سامنا کرنا پڑ جائے گا (۱۵)

ج۔ ایسے چوپائے کا گوشت مکروہ ہے جس کے ساتھ کسی شخص نے بدکاری کی ہو۔ حضرت ابن عباسؓ ایسے جانور کا گوشت مکروہ قرار دیتے تھے تا کہ اس فحش کاری سے ترتیب پانے والے قصے کی جڑ کٹ جائے۔ (دیکھیے مادہ حیوان نمبر ۱ کا جزب)

۵۔ کھانے کے آداب:

الف۔ ٹیک لگا کر کھانا: حضرت ابن عباسؓ ٹیک لگا کر کھانے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔ یزید بن ابی زیاد نے

بیان کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت ابن عباسؓ کو ٹیک لگا کر کھاتے دیکھا تھا اس نے مجھے یہ بات بتائی ہے (۱۶)

ب۔ کھانے کے بعد منہ صاف کرنا: کھانے کے بعد اپنے دانت صاف کر لینا مستحب ہے۔ کوئی مشروب پی لینے کے بعد کلی نہ کرنے کی اباحت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ دودھ پی لینے کے بعد کلی نہیں کرتے تھے (۱۷) آپ نے دودھ پیا اور پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے مطرف بن عبداللہ نے آپ سے کہا کہ کیا آپ کلی نہیں کریں گے؟ آپ نے جواب دیا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے، منہ پونچھ لو اللہ تمہارے گناہ پونچھ دے گا (۱۸)

ج۔ کھانے میں اسراف کی کراہت (دیکھیے مادہ اسراف نمبر ۲)

۶۔ ایسے طعام کی موجودگی میں نماز پڑھنے کی کراہت جو اس کے دل کو نماز کے اندر خشوع سے باز رکھے (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز واؤ کا جز ۲)

آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے کی بنا پر وضو نہ کرنا (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز واؤ)

طلاق (طلاق)

ہم اس موضوع پر حضرت ابن عباسؓ کے اقوال کی روشنی میں درج ذیل نقاط کے تحت بحث کریں گے۔

۱۔ تعریف

۲۔ والدین کا اپنے بیٹے سے بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ

۳۔ طلاق کا اختیار کسے ہے؟

۴۔ طلاق دینے والا

۵۔ طلاق یافتہ عورت

۶۔ طلاق دینے کا ذریعہ

۷۔ دوسری شادی کی وجہ سے طلاق کا انہدام

۸۔ طلاق کی انواع

۹۔ طلاق سے مکر جانا

۱۰۔ طلاق پر مرتب ہونے والے اثرات

۱۔تعریف:

ملک نکاح کے ازالہ کو طلاق کہتے ہیں۔

۲۔ والدین کا اپنے بیٹے سے یہ مطالبہ کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے:

حضرت ابن عباسؓ اس مسئلے کے اندر توقف کرتے تھے کیونکہ اس مطالبے کے پس منظر میں بہت سی ایسی راز کی باتیں ہوتی ہیں جن کی خبر مفتی کو نہیں ہوتی۔ والدین بعض دفعہ اپنے اس مطالبہ میں حق بجانب ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی بہو کی برائیوں کا علم ہوتا ہے اور وہ بھی جانتے ہیں کہ بہو کے ساتھ بیٹے کی وارفتگی اور الفت کی شدت نے اسے مذکورہ برائیاں دیکھنے سے عاجز کر دیا ہے۔ بعض دفعہ نندوں کا رشک وحسد والدین کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ بیٹے سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ شروع کر دیں۔ یہ ایسے مخفی امور ہیں جو آسانی سے مفتی کے سامنے نہیں آتے کیونکہ لوگ ان کی پردہ پوشی کی پوری کوشش کرتے ہیں اور انہیں اپنے گھریلو راز قرار دیتے ہیں جن کا افشاء وہ کسی صورت میں بھی درست نہیں سمجھتے ابوطلحہ اسدی نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں دو بدو آئے اور آپ کے ساتھ بغل گیر ہو گئے۔ ایک نے کہنا شروع کیا کہ میں اپنے اونٹوں کی تلاش میں تھا کہ ایک گروہ کے ڈیرے پر جا اترا، مجھے ان کی ایک لڑکی بڑی اچھی لگی میں نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا، میرے والدین نے قسم کھالی کہ وہ میری بیوی کو کبھی بھی اپنے ساتھ نہیں ملائیں گے اور میں نے قسم کھالی کہ اگر میں اسے طلاق دوں تو مجھ پر ایک ہزار غلام آزاد کرنا اور ایک ہزار بدنہ (حرم میں قربان کیا جانے والا اونٹ یا گائے) قربان کرنا لازم ہو گا۔ یہ روئداد سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں تمہیں اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم نہیں دوں گا اور نہ ہی اپنے والدین سے قطع تعلقی کا سائل نے پوچھا کہ پھر میں اس عورت کا کیا کروں؟ آپ نے جواب دیا: اپنے والدین کی قسم پوری کرو (۱۹)

۳۔ طلاق کا اختیار کسے ہے؟

الف۔ اصل کے اعتبار سے طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں ہوتا ہے، بیوی یا اس کے ولی کو اختیار نہیں ہوتا کہ عقد نکاح کے اندر یہ شرط عائد کر دیں کہ طلاق کا اختیار بیوی کو حاصل ہوگا۔ اگر وہ یہ شرط عائد کر دیں تو عقد نکاح درست ہو جائے گا اور شرط لغو قرار پائے گی ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور ہمبستری نیز طلاق کا اختیار اسے دینے کی شرط کی ہے، آپ نے جواب دیا کہ تم نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے اور طلاق اس کے غیر اہل کے سپرد کر دی ہے۔ مہر اور طلاق کا اختیار تمہیں حاصل ہے۔ (۲۰)

ب۔ عقد نکاح کی بنا پر طلاق دینے کا حق حاصل ہو جانے کے بعد شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اور شخص کو اپنا یہ حق دیدے خواہ یہ غیر اس کی بیوی ہو یا کوئی اور ہو۔ اور خواہ اپنے اس حق کی سپردگی تملیک کی صورت میں ہو یا تخییر کی شکل میں، اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کر دے (۲۱) اور بیوی اپنے آپ کو تین طلاق دیدے جبکہ شوہر کہے کہ میں نے اسے صرف ایک طلاق کی تملیک کی تھی تو اس کے قول کو قابل التفات نہیں سمجھا جائے گا اور فیصلہ وہی ہوگا جو بیوی کرے گی (۲۲) اگر بیوی کو اختیار دیا جائے اور وہ اس خیال کو مسترد کر دے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر بیوی کہے کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کر لیا ہے یا میں نے طلاق اختیار کر لی ہے تو اس سے صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوگی (۲۳)

۴۔ طلاق دینے والا یعنی مطلق:

طلاق واقع ہونے کے لیے مطلق کے اندر درج شرائط کا وجود ضروری ہے۔

الف۔ عقل: جس شخص کی عقل زائل ہو چکی ہو اس کی دی ہوئی طلاق درست نہیں ہوتی خواہ زوال عقل دیوانگی کی وجہ سے ہوا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: دیوانے کی کوئی طلاق نہیں (۲۴) یا حرام مشروب پی کر نشہ کی وجہ سے عقل زائل ہو گئی ہو (دیکھئے مادہ سکر نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

ب۔ بلوغ: نابالغ کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: بچے کی دی ہوئی آزادی جائز نہیں ہوتی۔ نہ ہی اس کی وصیت جائز ہوتی ہے نہ اس کی خریداری نہ ہی فروخت اور

نہ ہی اس کی طلاق [۲۵] اگر اس کا ولی اس کی طرف سے طلاق دیدے تو یہ طلاق بھی واقع نہیں ہو گی [۲۶]

ج۔ آزادی: غلام کی طلاق اس کے آقا کی اجازت کے بغیر واقع نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۳ کے جز الف کا جز ا) نیز (مادہ رق نمبر ۳ کا جز واؤ)

د۔ اختیار: جس شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۳ کا جز الف)

ھ۔ حضرت ابن عباسؓ تندرستی کی شرط عائد نہیں کرتے تھے، آپ نے مرض الموت میں گرفتار مریض کی دی ہوئی طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے سے قبل اپنی بیماری کے اندر بیوی کو تین طلاق دیدے فرمایا: بیوی کے لیے میراث میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور اسے نصف مہر مل جائے گا [۲۷]

و۔ شوہر اگر آزاد ہو تو اسے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کا اختیار ہوگا اور اگر غلام ہو تو صرف دو طلاق دینے کا مالک ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: طلاق مردوں کے لحاظ سے اور عدت عورتوں کے اعتبار سے ہوگی [۲۸] اگر غلام اپنی بیوی کو دو طلاق دیدے اور پھر اسے آزاد کر دیا جائے تو اسے مطلقہ بیوی کو اپنی زوجیت میں واپس لے آنے کا اختیار ہوگا۔ اور اس کے بعد اسے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دینے کا اختیار باقی رہے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کے جز واؤ کا جز ا)

۵۔ طلاق یافتہ عورت:

الف۔ عورت پر طلاق واقع ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ طلاق دینے والے کی بیوی ہو۔ اگر عقد نکاح سے پہلے وہ اسے طلاق دیدے اور پھر نکاح کر لے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی [۲۹] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: طلاق صرف نکاح کے بعد ہوتی ہے اور عتاق صرف ملکیت کے بعد ہوتا ہے۔ [۳۰] اگر ایک شخص کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کرلوں تو اسے نکاح کے دن ہی طلاق ہے حضرت ابن عباسؓ نے اس کے متعلق فرمایا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ خواہ میں اس کے ساتھ نکاح کرلوں یا اپنا ہاتھ اس ستون پر رکھ دوں [۳۱] آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت ابن مسعودؓ کہتے

ہیں کہ اگر عورت سے نکاح کیے بغیر اسے طلاق دے دی جائے تو یہ طلاق جائز ہے، آپ نے یہ سن کر فرمایا: اس معاملہ میں ابن مسعود کو غلطی لگ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب (آیت نمبر ۴۹) میں فرماتا ہے (اذا نکحتم المومنات ثم طلقتمو ھن من قبل ان تمسوھن اگر تم مومنات سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو) اللہ نے یہ نہیں فرمایا: اگر تم مومنات کو طلاق دے دو اور پھر ان سے نکاح کر لو [۳۲]

ب۔ غیر مدخول بہا کو دی جانے والی طلاق: غیر مدخول بہا (ایسی بیوی جس کے ساتھ ابھی تعلق زن وشو قائم نہ ہوا ہو) بیوی کو یا تو ایک طلاق دی گئی ہوگی یا متعدد الفاظ کے ذریعے ایک سے زائد طلاق دی گئی ہوگی مثلاً شوہر نے کہا ہوگا: تمہیں طلاق ہے تمہیں طلاق ہے تمہیں طلاق ہے یا ایک ہی لفظ کے ذریعے ایک سے زائد طلاق دی گئی ہوگی مثلاً شوہر نے کہا ہوگا: تمہیں تین طلاق ہے۔

(۱) اگر شوہر نے ایک طلاق دی ہوگی تو بالاتفاق ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی اس لیے کہ غیر مدخول بہا کو دی جانے والی ہر طلاق بائن ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر شوہر اپنی بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک طلاق دیدے تو عورت بائن ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی [۳۳]

(۲) اگر وہ متعدد الفاظ کے ذریعے مذکورہ بیوی کو طلاق دے تو اس پر صرف پہلی طلاق واقع ہوگی اور وہ اپنے شوہر سے بائن ہو جائے گی۔ اس لیے بعد کی طلاقیں اس پر واقع نہیں ہوں گی کیونکہ ان طلاقوں کا ورود اس پر اس وقت ہوگا جب وہ اس کی بیوی نہیں رہی ہوگی۔ اس صورت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایسی بیوی پر ایک بائن طلاق ہوگی [۳۴]

(۳) اگر شوہر مذکورہ بیوی کو ایک ہی لفظ کے ذریعے ایک سے زائد طلاق دیدے مثلاً کہے کہ تمہیں تین طلاق تو اس صورت میں وہ جتنی طلاقیں دے گا بیوی پر یہ طلاقیں واقع ہو جائیں گی بشرطیکہ یہ تین سے متجاوز نہ ہوں غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاق دینے کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اگر وہ ایک ساتھ تین طلاق دیدے تو جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے اس کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اگر وہ الگ الگ تین طلاقیں دے مثلاً کہے تمہیں طلاق تمہیں طلاق تمہیں طلاق تو وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائن ہو جائے گی اور باقیماندہ دو طلاقیں بے کار جائیں گی [۳۵] ایک شخص

نے اپنی بیوی کے ساتھ تعلق زن وشو قائم کرنے سے پہلے اسے تین طلاق دیدی اور پھر حضرت ابن عباسؓ نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے مسئلہ پوچھا، دونوں حضرات نے فرمایا: ہماری رائے یہی ہے کہ جب تک وہ تمہارے سوا کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے تم اس وقت تک اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے سائل نے عرض کیا کہ میں نے اسے تو صرف ایک طلاق دی تھی۔ یعنی ایک لفظ کے ذریعے تین طلاق دی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا: تمھارے ہاتھ میں جو فضیلت تھی اسے تم نے خود کھو دیا ہے۔ (۳۶)

ج۔ حائضہ کی طلاق: حائضہ کو طلاق دینا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ حیض کا وقت عورت کی طرف سے بے رغبتی کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: طلاق کی چار صورتیں ہیں، دو صورتیں حلال اور دو صورتیں حرام ہیں، حلال صورتیں یہ ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر کے اندر طلاق دے جس میں اس نے اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو یا اس وقت طلاق دے جب وہ حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو۔ حرام صورتیں یہ ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض کے اندر طلاق دے یا اس وقت طلاق دے جب اس کے ساتھ ہمبستری کر چکا ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ اس ہمبستری کے نتیجے میں حمل ٹھہر گیا ہے یا نہیں۔ (۳۷) سورۂ طلاق آیت نمبر ۱ میں ارشاد باری ہے (**یاایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن** اے نبی لوگوں سے کہدو کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: شوہر اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق نہ دے (۳۸) (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز ز)

د۔ بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دینا جس کے اندر اس کے ساتھ ہمبستری کی گئی ہو: بیوی کو ہمبستری والے طہر میں طلاق دینا مکروہ ہے کیونکہ ایسی صورت کے اندر شوہر کو معلوم نہیں ہوتا کہ بیوی حاملہ ہے یا نہیں، بلکہ اگر اسے حمل کا علم ہوتا تو شاید بچے کی خاطر وہ طلاق دینے سے باز رہتا۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول سابقہ پیرے میں گزر چکا ہے۔

ھ۔ حاملہ کی طلاق: حاملہ کو طلاق دینا مکروہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ شوہر کو اپنی بیوی کے حاملہ ہونے کا علم ہوتا ہے اور اس کے باوجود اس کی طرف سے طلاق کا اقدام اسے مجبور کر دینے والے اسباب کی بنا پر ہوگا، گزشتہ سے پیوستہ پیرے میں اس صورت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول گزر چکا ہے

و۔ عدت گزارنے والی عورت کی طلاق: طلاق بائن کی عدت گزارنے والی مطلقہ پر حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی اس بارے میں آپ کا یہی ایک قول ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھالی اور پھر عدت کے اندر اسے طلاق دے دی آپ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی (۳۹) زیر بحث مادے کے (نمبر ۵ کے جزب کے جز ۲) میں گزر چکا ہے کہ جو شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو پے در پے تین الفاظ میں تین طلاق دیدے تو اس پر صرف ایک بائن طلاق واقع ہوگی اور باقیماندہ دو طلاقیں واقع نہیں ہوں گی اس لیے کہ عورت پر ان طلاقوں کا ورود اس وقت ہوگا جب وہ اپنے شوہر سے بائن ہو چکی ہوگی (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز د کا جز ۵)

ز۔ مطلقہ کے بارے میں عدم علم: بعض دفعہ ایک شخص کی کئی بیویاں ہوتی ہیں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دے بیٹھتا ہے۔ ایسی صورت میں معاملہ تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت کا حامل ہو گا۔

(۱) پہلی حالت یہ ہے۔ کہ شوہر طلاق یافتہ بیوی کی تعیین کر دے مثلاً کہے کہ میری فلاں بیوی کو طلاق ہے۔ ایسی صورت میں مذکورہ بیوی پر بلا اختلاف طلاق واقع ہو جائے گی

(۲) دوسری حالت میں یہ ہے کہ وہ بلا تعیین ایک بیوی کو طلاق دیدے مثلاً کہے کہ میری بیویوں میں سے ایک کو طلاق ہے اور پھر اس کی تعیین نہ کرے۔ ایسی صورت میں اس سے تعیین کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور وہ جس بیوی کی تعیین کر دے گا اسے طلاق ہو جائے گی۔ اگلے پیرے میں اس کے متعلق حضرت ابن عباس کا نص ذکر ہوگا۔

(۳) تیسری حالت یہ ہے کہ وہ اپنی ایک معین بیوی کو طلاق دے لیکن بھول جائے کہ کسے طلاق دی تھی، اور یہ بات معلوم کرنے کا کوئی وسیلہ بھی نہ ہو۔ ایسی صورت میں بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔ اور قرعہ کے ذریعے طلاق یافتہ بیوی کا پتہ چلایا جائے گا (۴۰) ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میری تین بیویاں ہیں، میں نے ان میں سے ایک کو بائن طلاق دے دی، آپ نے جواب میں فرمایا: ''اگر تم نے ان میں کسی متعین بیوی کی نیت کی تھی اور پھر تم اسے بھول گئے تو ایسی صورت میں تمام بیویاں طلاق میں شریک ہوں گی۔ اور اگر تم نے کسی متعین بیوی کی

نیت کی ہو تو پھر ان میں سے جسے چاہو طلاق دے دو۔"[۴۱] اگر زیر بحث صورت کے اندر قرعہ اندازی سے پہلے شوہر وفات پا جائے اور مطلقہ بیوی کا پتہ نہ چل سکے تو اس صورت میں میراث تمام بیویوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گی۔[۴۲] یعنی کل ترکہ کا آٹھواں حصہ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جزب کے جز ۲ کا جز ب)

ح۔ خلع لینے والی عورت کی طلاق (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۳ کا جز ج)

۶۔ طلاق دینے کے ذرائع:

درج ذیل تعبیری ذرائع کے تحت طلاق واقع ہوتی ہے

الف۔ طلاق کا لفظ:

(۱) طلاق کے اندر یہ شرط ہے کہ طلاق کا رخ بیوی کی طرف ہو۔ اگر طلاق دینے والا غلطی سے یا جان بوجھ کر طلاق کا رخ شوہر کی طرف کر دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے جب اپنی بیوی کو طلاق کی تملیک کر دی تو اس نے مجھے تین طلاق دے دی، ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا "تمہیں طلاق، تمہیں طلاق" حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: "اللہ نے اس کے ستارے کو غلط کر دیا، تمہیں تمہاری بیوی پر طلاق کا حق ہوتا ہے اسے تم پر طلاق کا حق نہیں ہے"[۴۳] طلاق کا لفظ طلاق کے بارے میں یا تو صریح ہوگا یا طلاق کے کنایہ پر مشتمل ہوگا۔

(۲) اگر طلاق کا لفظ طلاق کے بارے میں صریح ہو تو شوہر یا تو ایک طلاق دے گا۔ یا ایک سے زائد۔ اگر ایک دے تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر ایک سے زائد ہو تو پھر ایک ہی لفظ کے تحت اسے واقع کیا جائے گا یا متفرق الفاظ کے تحت اگر شوہر ایک ہی لفظ کے ذریعے تین طلاق واقع کر دے مثلاً یہ کہے کہ تمہیں تین طلاق تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک تین طلاق واقع ہو جائے گی خواہ بیوی مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا۔ یعنی اسکے ساتھ تعلق زن وشو قائم ہو چکا ہو یا ابھی قائم ہوا نہ ہو، تاہم طلاق دینے والا یہ حرکت کر کے گنہگار قرار پائے گا۔ مدخول بہا بیوی کو ایک لفظ میں تین طلاق دینے کے سلسلے میں ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین

طلاق دے دی ہے۔آپ نے فرمایا: ''تمہارے چچا نے یہ حرکت کر کے خدا کی نافرمانی کی ہے، اس سے کہو کہ اپنے اس فعل پر اللہ کے سامنے پشیمانی کا اظہار کرے، اس نے شیطان کی تابعداری کی، اور شیطان نے اسکے نکلنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی'' ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک لفظ میں سو طلاق دے دی ہے۔آپ نے اس سے فرمایا: ''وہ تین طلاق کے ذریعے تم سے بائن ہوگئی اور ستانوے طلاقوں کا بوجھ (گناہ کا بوجھ) تمہیں اٹھانا پڑ گیا'' (۴۴) ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیدی، آپ نے فرمایا: ''تین طلاق تم پر اسے حرام کر دے گی اور باقی طلاقیں تم پر بوجھ رہیں گی، تم نے تو اللہ کی آیات کو مذاق بنالیا ہے۔'' (۴۵) ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو آسمان کے ستاروں جتنی طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا: ''تمہارے لئے تو ان ستاروں میں صرف راس الجوزاء کافی تھا'' (۴۶) (جوزاء آسمان کے ایک برج کا نام ہے)

غیر مدخول بہا بیوی کو ایک ہی لفظ میں تین طلاق دینے کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کے استفسار پر فرمایا: ''وہ عورت اسکے شوہر کیلئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے'' (۴۷) قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاق دے دی، پھر وہ حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھنے آیا، اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ بھی آپ کے پاس موجود تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ایک طلاق عورت کو بائن کر دے گی اور تین طلاقیں اسے اس پر حرام کر دیں گی، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''ابو ہریرہؓ آپ نے خوب جواب دیا'' یا یہ فرمایا: ''آپ نے اس پر خوب روشنی ڈالی'' یا اسی قسم کے الفاظ کہے'' (۴۸) یعنی حضرت ابو ہریرہؓ نے درست جواب دیا ''الموطا'' کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاق دے دی اور پھر حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مسئلہ پوچھا، دونوں نے فرمایا کہ ہماری رائے میں اب تم اس کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتے جب تک وہ تمہارے سوا کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔سائل نے کہا کہ میں نے اسے ایک طلاق دی ہے یعنی ایک لفظ کے ذریعے تین طلاق دی ہے، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو فضیلت تمہیں حاصل تھی وہ تم نے خود گنوادی ہے'' (۴۹)

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ طاؤس بن کیسان اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ حضرت ابن

عباسؓ ایک لفظ کے ذریعے دی گئی تین طلاقوں کو تین طلاق شمار کرنے کے قائل تھے، طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ اس طرح کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے تھے (۵۰) طاؤس کو حضرت ابن عباسؓ سے یہ بات نقل کرنے میں غلطی لگی ہے۔اور انکی اس نقل میں تناقض ہے کیونکہ امام مسلم وغیرہ نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ "آپ اپنی لغزشوں پر غور فرمائیں کیا حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں ایک لفظ کے ذریعے دی گئی تین طلاقیں ایک طلاق نہیں تھی؟ یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "بات اسی طرح تھی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب لوگوں نے (ایک لفظ کے ذریعے تین) طلاق دینے کا سلسلہ شرع کر دیا تو امیر المومنین نے ان پر اس طرح کی طلاق کا اجراء کر دیا" (۵۱) (یعنی ایک لفظ کے ذریعے دی جانے والی تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دے دیں)

اگر کوئی شخص ایک مجلس یا متفرق مجالس کے اندر متفرق الفاظ کے ذریعے ایک طہر میں تین طلاق دیدے تو وہ گنہگار قرار پائے گا۔ پھر بیوی اگر مدخول بہا ہو تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ (۵۲) اور اگر بیوی غیر مدخول بہا ہو تو اس پر صرف ایک بائن طلاق واقع ہوگی اور باقیماندہ دو طلاقیں بائنہ عورت پر وارد ہونے کی وجہ سے واقع نہیں ہوں گی۔ غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اگر شوہر یہ طلاقیں ایک ساتھ دیدے تو پھر بیوی اسکے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے اور اگر وہ یہ طلاقیں متفرق صورت میں دے مثلا یہ کہے: "تمہیں طلاق، تمہیں طلاق، تمہیں طلاق" تو پہلی طلاق کے ساتھ بیوی بائن ہو جائے گی اور باقی دو طلاقیں بے کار جائیں گی" (۵۳)

کنایہ کے ذریعے طلاق:

الف۔ "کشاف القناع" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ طلاق کے ظاہر کنایات کے ذریعے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں خواہ طلاق دینے والے نے ایک طلاق کی کیوں نہ نیت کی ہو۔ طلاق کے کنایات ظاہرہ درج ذیل ہیں (۱) خلیۃ (تم تنہا ہو گئی ہو) (۲) بریۃ (تم بری ہو) (۳) بائن (تم علیحدہ ہو) (۴) بتلۃ (تم سے قطع تعلق ہے) (۵) حرۃ (تم آزاد ہو) (۶) انت الحرج (تم گناہ ہو) (۷) حبلک علی غاربک (تمہاری رسی تمہارے کندھے پر

ہے)(۸) تزوجی من شئت (جس کے ساتھ چاہو شادی کرلو)(۹) لاسلطان لی علیک (تم پر میرا کوئی اختیار نہیں)(۵۴)

میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ یہ بات علی العموم درست نہیں ہے۔

ب۔ ہاں، حضرت ابن عباسؓ نے لفظ ''البتۃ'' کے ذریعے دی گئی طلاق کو تین طلاق قرار دیا ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے کہ: ''انت طالق البتۃ'' (تمہیں قطعی طور پر طلاق ہے) یا کہے: ''انت مبتوتۃ'' (تم قطعی طور پر مطلقہ ہو) تو ان صورتوں میں اگر شوہر کی نیت طلاق کی ہو تو بیوی کو تین طلاق ہو جائے گی۔ نافع نے روایت کی ہے کہ ایک شخص اپنے رشتہ دار کو لے کر عاصم اور ابن الزبیرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے اس رشتہ دار نے اپنی بیوی کو طلاق ''البتۃ'' دی ہے جبکہ ابھی اس کے ساتھ اس کی ہمبستری بھی نہیں ہوئی ہے، کیا آپ دونوں حضرات کی نظروں میں اس کے لئے کوئی گنجائش ہے دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا اور ساتھ ہی کہا کہ ''ہم حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں تم ان کے پاس جاؤ، ان سے مسئلہ پوچھو اور ہمیں بھی انکے جواب سے آگاہ کرو''

چنانچہ سائل ان کے پاس چلا گیا، حضرت ابو ہریرۃؓ نے جواب دیا کہ مذکورہ بیوی اپنے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرلے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مذکورہ بیوی قطعی طور پر اپنے شوہر سے کٹ گئی۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ متابعت منقول ہے۔ (۵۵)

ج۔ اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے: ''انت منی بریۃ (تم مجھ سے بری ہو) تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی۔ آپ فرمایا کرتے کہ: ''انت منی بریۃ'' ایک طلاق ہے۔''(۵۶)

د۔ آپ فدیہ کو طلاق نہیں سمجھتے تھے، طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فدیہ کو طلاق قرار نہیں دیتے تھے۔ جب تک شوہر طلاق نہ دیدے (فدیہ سے مراد یہ ہے کہ بیوی کچھ دے دلا کر شوہر سے اپنی جان چھڑا لے جس طرح خلع کے اندر ہوتا ہے۔ مترجم) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ سے پہلے طلاق کا ذکر فرمایا پھر فدیہ کا، اور تیسری طلاق پر

فدیہ کو طلاق قرار نہیں دیا۔ چنانچہ سورۃ بقرہ (آیت نمبر ۲۳) میں فرمایا (فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ) اگر شوہر اسے پھر طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوگی)''(۵۷)

ھ۔ آپ تحریم کو طلاق نہیں سمجھتے تھے اگر تحریم کے ذریعے طلاق کی نیت نہ ہو۔ آپ فرماتے: ''جس شخص نے اپنی بیوی کو حرام کر دیا تو اس کی یہ تحریم کوئی چیز نہیں ہے'' پھر آپ اس موقعہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۲۱ کی تلاوت کرتے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم جھوٹ کہتے ہو، وہ تم پر حرام نہیں ہوئی'' پھر آپ نے سورۃ تحریم کی پہلی آیت تلاوت فرمائی (يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللهُ لَكَ اے نبی، تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے)(۵۹) اگر تحریم طلاق نہیں ہے تو کیا یہ قسم ہے اور قسم توڑنے کی صورت میں کیا قسم کا کفارہ واجب ہوگا یا یہ ظہار ہے اور اس میں ظہار کا کفارہ واجب ہوگا؟ اس کے لئے دیکھئے (مادہ تحریم نمبر ۱)

(۴) تخییر کی صورت میں ایک بات اختیار کرلینا:

الف۔ تخییر کی چند صورتیں ہیں اللہ کی طرف سے دی ہوئی تخییر کی بنا پر اختیار مثلاً زوجین میں سے کسی ایک کے اندر موجود بیماریوں یعنی جنون، جذام، برص، اندام نہانی کی بیماری کی بنا پر دوسرے فریق کو ہمبستری سے قبل فسخ نکاح کی دی گئی تخییر (۶۰) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''چار عورتیں ایسی ہیں جو نہ تو بیع کے لئے درست ہوتی ہیں اور نہ نکاح کیلئے، دیوانی، کوڑھ کی مریضہ، برص کی مریضہ اور ایسی عورت جس کا اندام نہانی بیماری کی وجہ سے بند ہو''(۶۱)

شادی شدہ لونڈی کی تخییر اگر وہ آزاد ہو جائے اور اس کا غلام شوہر آزاد نہ ہو تو اسے اختیار مل جاتا ہے کہ اگر چاہے تو نکاح فسخ کرلے اور اگر چاہے تو غلام شوہر کی زوجیت میں باقی رہے (دیکھئے مادہ اختیار نمبر ۵) نیز (مادہ رقیق نمبر ۳ کے جز واؤ کا جز ۴)

ب۔ جس کے ہاتھ میں طلاق کا اختیار ہو اس کی طرف سے دی گئی تخییر مثلاً بیوی کو طلاق کی تملیک یا طلاق لینے اور نکاح پر باقی رہنے میں سے کسی ایک بات کو اختیار کر لینے کے سلسلے میں اسے دی گئی تخییر (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز ب)

(۵) طلاق کی تعلیق:

الف۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جس شخص کے ہاتھ میں طلاق کا اختیار رہوا گروہ ایک معین وقت یا کسی خاص صفت کے ساتھ طلاق کو معلق کردے تو طلاق اس کیساتھ معلق ہو جائے گی اور جب تک مذکورہ وقت نہ آجائے یا مذکورہ صفت متحقق نہ ہو جائے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی"(۶۲) آپ فرماتے: "جو شخص طلاق کو کسی وقت کے ساتھ موقت کر دے تو جب تک وہ وقت نہ آجائے طلاق واقع نہیں ہوگی"(۶۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہہ دیتا: "تمہیں سال کی ابتداء تک طلاق ہے" تو آپ فرماتے کہ وہ شخص اپنے اس قول کے وقت سے لے کر سال کی ابتدا تک اس کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے(۶۴) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: "جب رمضان آجائے تو تمہیں تین طلاق" جبکہ رمضان آنے میں ابھی چھ ماہ باقی ہوں اور وہ اپنے قول پر نادم ہو جائے تو ایسی صورت میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: "وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دے، اور اس طرح رمضان کی آمد سے پہلے اس کی عدت گذر جائے گی، جب رمضان گذر جائے تو اسے پیغام نکاح بھیجدے"(۶۵)

اللہ کی مشیت پر تعلیق اس حکم سے مستثنی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اسے تعلیق قرار نہیں دیتے تھے بلکہ برکت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے، بنا بریں اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے "اللہ چاہے تو تمہیں طلاق ہے" تو اسے طلاق ہو جائے گی(۶۶)

ب۔ لونڈی کی فروخت: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ شادی شدہ لونڈی کی فروخت اس کے شوہر سے اس کی طلاق ہے۔ آپ فرماتے: "لونڈی کی فروخت اس کی طلاق ہے"(۶۷) بیع کی طرح ہبہ نیز نقل ملکیت کی ہر صورت ہے۔ آپ نے فرمایا: "لونڈی کی طلاق کی پانچ صورتیں ہیں، اس کی بیع اس کی طلاق ہے، اس کا عتق اس کی طلاق ہے، اس کا ہبہ اس کی طلاق ہے، اس کی برأت اس کی طلاق ہے اور اس کے شوہر کی طلاق اس کی طلاق ہے"(۶۸)

ج۔ جنگ میں گرفتار شدہ عورتیں: اگر برسر پیکار دشمن کی کوئی شادی شدہ عورت گرفتار ہو جائے اور شوہر گرفتار نہ ہو تو اس کی گرفتاری اس کی طلاق ہوگی (دیکھئے مادہ سبی نمبر ۳ کا جز ب)

د۔ دارالاسلام کی طرف ہجرت: دارالکفر میں مقیم مسلمان عورت اگر اپنے شوہر کے بغیر ہماری طرف

ہجرت کر کے آ جائے، جبکہ ہجرت فرض ہو، تو اس کی یہ ہجرت اس کے لئے طلاق ہوگی، اگر کوئی عورت دارالحرب سے ہجرت کر کے آ جائے تو جب تک حیض کے بعد پاک نہ ہو جائے اس وقت تک اسے پیغام نکاح دیا نہیں جائے گا، جب پاک ہو جائے گی تو اس کے ساتھ نکاح حلال ہو جائے گا۔ لیکن اگر نکاح سے پہلے اس کا شوہر بھی ہجرت کر کے آ جائے تو اسے اس کے شوہر کے حوالے کر دیا جائے گا۔ (۶۹)

ھ۔ بیوی کا مسلمان ہو جانا اور شوہر کا کافر رہنا: اگر بیوی مسلمان ہو جائے۔ اور شوہر مسلمان نہ ہو تو دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی۔ اگر کسی اور کے ساتھ مذکورہ عورت کے نکاح سے پہلے شوہر مسلمان ہو جائے تو اسے اس کے شوہر کے حوالے کر دیا جائے گا لیکن اگر مذکروہ عورت نکاح کر لے تو اس کے شوہر کیلئے اس کی ذات تک رسائی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی اِلّا یہ کہ اس کا نیا شوہر اسے طلاق دیدے، ایک نصرانی کی زوجیت میں نصرانیہ ہو اور یہ نصرانیہ مسلمان ہو جائے تو انکے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا'' دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی، ہمارے غیر ہماری خواتین کے مالک نہیں بن سکتے، ہم غیروں پر غالب ہیں، غیر ہم پر غالب نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ سورۃ فتح (آیت نمبر ۲۸) میں فرماتا ہے (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ تاکہ وہ اسلام کو تمام دوسرے ادیان پر غالب کر دے)''(۷۰) (دیکھئے مادہ اسلام نمبر ۴)۔

اگر زیر بحث عورت دخول سے قبل مسلمان ہوگئی ہو تو اسے کوئی مہر نہیں ملے گا اس لئے کہ علیحدگی کا سبب اس کی جانب سے وجود میں آیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس نصرانیہ کے بارے میں جو کسی نصرانی کے عقد میں ہو اور دخول سے پہلے مسلمان ہوگئی ہو، فرمایا: ''دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی اور عورت کو کوئی مہر نہیں ملے گا''(۷۱)

و۔ لونڈی زوجیت میں ہوتے ہوئے حرہ سے نکاح کرنا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ لونڈی بیوی کی موجودگی میں حرہ سے نکاح کرنا لونڈی کی طلاق ہے آپ فرماتے: ''لونڈی پر حرہ سے نکاح کرنا لونڈی کی طلاق ہے''(۷۲) (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کے جزھ کا جزا)

ز۔ قاضی کی طرف سے تفریق: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ قاضی کو کسی مشروع سبب مثلاً شوہر کے مفقود الخبر ہو جانے کی بنا پر زوجین کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینے کا اختیار حاصل ہے۔

مفقود کی بیوی چار سال تک انتظار کرے گی پھر قاضی میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دے گا اور اس کے بعد بیوی چار ماہ دس دنوں کی عدت گذارے گی (دیکھئے مادہ مفقود)

ح۔ ثالثوں کی تفریق: اگر زوجین دو ثالث مقرر کرلیں اور یہ ثالث دونوں کے درمیان علیحدگی کی رائے پر اتفاق کرلیں تو دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کردیا جائے گا (دیکھئے مادہ تحکیم)

ط۔ لعان کے اندر شوہر کا لعان سے فارغ ہونا: (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۴ کا جز ج)

ی۔ ایلاء کے اندر مدت کا گذر جانا (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۴)

ک۔ خلع طلاق نہیں ہے اگر شوہر طلاق نہ دے (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۳ کا جز ج)

۷۔ دوسری شادی کی بنا پر طلاق کا انہدام:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور بیوی اس سے بائن ہو جائے اور پھر کوئی دوسرا شخص اس کیساتھ نکاح کر کے ہمبستری کرلے اور اس کے بعد یہ شوہر وفات پا جائے یا اسے طلاق دیدے اور پہلا شوہر اسے اپنی زوجیت میں لے لے تو یہ عورت تین طلاقوں کے ساتھ اس کی زوجیت میں آئے گی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر عورت کو ایک یا دو طلاق ہو جائے اور اس کی عدت گذر جائے اور پھر وہ کسی اور مرد سے نکاح کرلے پھر یہ شوہر وفات پا جائے یا اسے طلاق دیدے اور یہ اپنے پہلی شوہر کی زوجیت میں واپس آجائے تو نکاح بھی نیا ہوگا اور طلاق بھی نئی ہوگی'' (۷۴)

۸۔ طلاق کی قسمیں:

طلاق کی تین قسمیں ہیں

۹۔ رجعی طلاق:

الف۔ رجعی طلاق وہ یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے، ایسی صورت میں عورت جب تک عدت کے اندر ہوگی یہ طلاق رجعی رہے گی اور شوہر کو اسے دوبارہ زوجیت میں لے آنے کا حق ہوگا خواہ عورت اس بات کی طرف راغب ہو یا راغب نہ ہو (دیکھئے مادہ رجعۃ)

ب۔ طلاق بائن (بینونت صغریٰ) رجعی طلاق یافتہ عورت کی عدت اگر گزر جائے اور اس دوران شوہر

اس سے رجعت نہ کرے تو عورت اس سے بائن ہو جائے گی یعنی اس کی گرفت سے دور چلی جائے گی۔ اس بینونت کو بینونت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اگر عدت گزر جانے کے بعد شوہر اسے اپنی زوجیت میں واپس لانے کا ارادہ کرے تو اسے عقد کی تمام شرائط کے ساتھ نئے عقد کی ضرورت ہوگی۔ یعنی ولی کی رضامندی بیوی کی رضامندی، گواہوں کا وجود اور مہر وغیرہ مقرر کرنا ضروری ہوگا۔

ج۔ طلاق بائن (بینونت کبریٰ) یعنی ایسی طلاق جو تین کی گنتی پوری کردے خواہ ایک لفظ کے تحت یا متفرق الفاظ کے تحت ایک ہی مجلس میں یا متفرق اوقات میں۔ اسے بینونت کبریٰ کا اس لئے نام دیا گیا ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی زوجیت میں واپس لانے کا اس وقت تک اختیار نہیں ہوگا جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح کر کے شوہر کی وفات یا طلاق کی بنا پر اس سے علیحدگی اختیار نہ کرلے۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں ارشاد باری ہے (فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ اگر شوہر پھر اس طلاق دیدے تو اس کے بعد وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر شوہر اسے تین طلاق دیدے'' اسی آیت میں آگے ارشاد ہے (فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا اگر وہ اسے طلاق دیدے تو ایک دوسرے سے رجعت کر لینے میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا) اس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: ''اگر عورت پہلے شوہر کے بعد نکاح کرلے اور دوسرا شوہر اس سے ہمبستر ہو جائے اور پھر اس کی وفات ہو جائے یا وہ اسے طلاق دے دے تو اس کیساتھ پہلے شوہر کا نکاح کوئی گناہ نہیں ہے'' (۴۷) (دیکھئے مادہ تحلیل)

بینونت کبریٰ والی طلاق بائن کا اس حالت کے اندر بینونت صغریٰ میں بدل جانا ممکن ہے جب کوئی غلام شادی شادہ ہوا اور اپنی بیوی کو دو طلاق دیدے، اس کے نتیجے میں اس کی بیوی اس سے بینونت کبریٰ کے تحت علیحدہ ہو جائے گی اس لئے کہ غلام اپنی بیوی کو زیادہ سے زیادہ دو طلاق دے سکتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ آزاد ہو جائے جبکہ ابھی اس کی مطلقہ بیوی نے کہیں نکاح نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں اس نو آزاد شخص کو حق ہو گا کہ مذکورہ عورت کے ساتھ منگنی کر کے نکاح کرلے، نکاح ہو جانے پر اسے صرف ایک طلاق یعنی تیسری طلاق دینے کا اختیار ہوگا، کیونکہ اس کا شوہر آزاد شخص بن چکا ہوگا اور آزاد شوہر اپنی بیوی کو تین تک طلاق دے

سکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا گیا کہ اگر ایک غلام اپنی بیوی کو دو طلاق دیدے اور پھر اس کا آقا اسے آزاد کردے تو کیا وہ اپنی مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح کر سکے گا؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا، سائل نے پوچھا کہ آپ یہ بات کس سے نقل کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہی فتویٰ دیا تھا۔ (۷۵)

۹۔ طلاق سے مکر جانا:

اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور پھر اس سے مکر جائے جبکہ طلاق کا کوئی گواہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے اللہ کے نام کی چار قسمیں دی جائیں گی کہ اس نے طلاق نہیں دی ہے اور پانچویں قسم یہ ہوگی کہ اگر اس نے طلاق دی ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، جس طرح لعان کا طریقہ ہے۔ اگر شوہر یہ قسمیں اٹھالے تو مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی اور اگر قسمیں اٹھانے سے گریز کرے تو اس کے خلاف طلاق کا فیصلہ کردیا جائے گا۔ ابن ابی شیبہ نے ایک شیخ سے روایت کی ہے جس کی کنیت ابوعمرو تھی، وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر خفیہ طور پر مجھے طلاق دیتا ہے اور علانیہ طور پر اس سے مکر جاتا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''تمہارے شوہر پر اللہ کے نام کی چار دفعہ یہ قسم اٹھانا ضروری ہے کہ اس نے تمہیں طلاق نہیں دی ہے اور پانچویں قسم یہ ہوگی کہ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو:''(۷۶)

۱۰۔ طلاق مرتب ہونے والے اثرات درج ذیل ہیں:

الف۔ زوجین کے درمیان علیحدگی: یہ علیحدگی یا تو عقد کے بغیر قابل ازالہ ہوگی یا عقد کے ذریعے قابل ازالہ ہوگی یا کسی اور شخص کے ساتھ عقد کے بعد اس سے علیحدگی پر عقد کے ذریعے قابل ازالہ ہوگی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸)

ب۔ دخول یعنی ہمبستری کے بعد دی جانے والی طلاق کے اندر بیوی پر عدت کا لزوم: اگر دخول سے پہلے طلاق مل گئی ہو تو پھر مطلقہ پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک طلاق دیدے تو وہ اس سے بائن ہو جائے گی اور اس پر

کوئی عدت لازم نہیں ہوگی‘‘ (۷۷) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کا جز الف)

ج۔ عدت کے دوران اور عدت کے بعد طلاق دینے والے شوہر سے پردہ کرنا: طلاق خواہ رجعی ہو یا بائن اس پر پردہ کرنے کا وجوب مترتب ہو جاتا ہے یعنی مطلقہ طلاق دینے والے شوہر سے پردہ کرے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ’’رجعی طلاق یافتہ عورت کے بال طلاق دینے والے کو نظر آنا درست نہیں ہے‘‘ (۷۸)

د۔ نفقہ: عدت طلاق گذارنے والی عورت کیلئے طلاق کی بنا پر نفقہ کا وجوب مترتب ہوتا ہے (دیکھئے مادہ نفقۃ نمبر ۲ کا جز الف)

ھ۔ متعہ دینا:

(۱) متعہ اس عورت کو دینا واجب ہوتا ہے جسے دخول سے پہلے طلاق مل گئی ہو اور اس کے لئے کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ’’جو شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دیدے جبکہ اس کے لئے مہر بھی مقرر نہ کیا ہو اس پر متعہ واجب ہو جائے گا‘‘ (۷۹) کیونکہ سورۃ بقرہ آیت ۲۳۶ میں ارشاد باری ہے (وَ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُه‘ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُه‘ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیئے خوش حال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے)

ہر طلاق یافتہ عورت کو متعہ دینا مستحب ہے کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۴۱ میں ارشاد باری ہے (وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ اس طرح جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے۔ یہ حق ہے متقی لوگوں پر) (۸۰)

(۲) اس متعہ کی مقدار شوہر کی مالداری اور غربت کی حالتوں کے تابع ہوگی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ’’شوہر اپنی فراخی اور تنگدستی کے مطابق اسے متعہ دے گا اگر وہ مالدار ہو تو ایک خادم یا اسی طرح کی کوئی اور چیز متعہ کے طور پر دے گا۔ اور اگر غریب ہو تو تین کپڑے متعہ میں دے گا‘‘ (۸۱) متعہ کی سب سے اعلیٰ صورت خادم ہے اس سے کم تر نفقہ یعنی نقدی ہے اور اس کم تر لباس ہے (۸۲) ’’مصنف ابن ابی شیبہ‘‘ میں مذکور ہے کہ سب سے ارفع متعہ خادم ہے اس سے کم تر لباس ہے اور اس سے کم تر نفقہ یعنی نقدی ہے۔ (۸۳)

کسوہ یعنی لباس تین کپڑوں پر مشتمل ہوگا یعنی قمیض، دوپٹہ اور لمبی چادر پر (۸۴)

و۔ طلاق یافتہ بیوی اور طلاق دینے والے شوہر کے درمیان توارث کی ممانعت: اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے (مادہ ارث نمبر۳ جزب کے جز۲ کا جزب)

ز۔ طلاق مطلقہ کے ساتھ تسری سے مانع نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ تسری نمبر۲ کا جزب)

ح۔ مطلقہ بیوی پر شوہر کی طرف سے تہمت لگنا (دیکھئے مادہ قذف نمبر۲ کے جزب کا جز۲)

طھارۃ (طہارت)

نجاست یا حدث کے ازالے کا نام طہارت ہے

نجاست کا ازالہ (دیکھئے مادہ نجاست نمبر۲ کا جز واؤ)

حدث کا ازالہ غسل (دیکھئے مادہ غسل) یا وضوء کے ذریعے ہوتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء) جبکہ پانی موجود ہو اور اس کے استعمال میں کوئی بات مانع نہ ہو، یا تیمّم کے ذریعے ہوتا ہے (دیکھئے مادہ تیمّم) جبکہ پانی نہ ملے یا پانی موجود ہو لیکن اس کے استعمال میں کوئی بات مانع ہو۔

نماز کے لئے طہارت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۷ کے جز الف کا جزب) طواف کیلئے طہارت (دیکھئے مادہ حج نمبر۱۷ کے جزب کا جز۱) قرآن کو ہاتھ لگانے اور اس کی تلاوت کے لئے طہارت (دیکھئے مادہ قرآن نمبر۱۰)

طہر (پاکی)

۱۔ تعریف: طہر اس حالت کو کہتے ہیں جب عورت نہ حائضہ ہو اور نہ ہی نفاس والی

۲۔ طہر کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مدت (دیکھئے مادہ حیض نمبر۳)

طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اس طہر کے اندر طلاق دے جس میں اس نے اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۴ جز د)

طواف (طواف)

۱۔ تعریف: نیت کے ساتھ کعبہ شریف کے گرد چکر لگانا طواف کہلاتا ہے

۲۔ مقام طواف:

طواف حطیم کے پیچھے سے کعبہ کے گرد کیا جاتا ہے کیونکہ حطیم کعبہ کا حصہ ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر مجھے بیت اللہ کا معاملہ سپرد کر دیا جائے تو میں پورے حطیم کو بیت اللہ میں داخل کر دوں اور پھر حطیم کے پیچھے سے طواف کرنے کا سوال باقی نہ رہے'' (۸۵)

۳۔ طواف کا وقت:

مسلمان جس وقت بھی چاہے طواف کر سکتا ہے۔ جن اوقات میں نماز مکروہ ہے ان کے اندر طواف مکروہ نہیں ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ز)

۴۔ طواف کرنے کا طریقہ:

حجر اسود کے استلام کے ساتھ طواف کی ابتدا ہوگی اور پھر ہر چکر میں حجر اسود کا استلام ہوگا یعنی اسے چوما یا ہاتھ لگایا جائے گا اسی طرح سات چکر پورے کئے جائیں گے۔ ہر چکر میں رکن یمانی کا بھی استلام ہوگا ۔طواف کرنے والا ہر ایسے طواف کے پہلے تین چکروں میں اضطباع (داہنی بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کا عمل) کرے گا اور رمل بھی جس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی ہو۔ اس کی تفصیل (مادہ حج نمبر ۱۷ کے جز ج کے جز د کے جز ھ) میں دیکھئے

۵۔ طواف کے اندر جن باتوں سے گریز کیا جائے اس کی تفصیل (مادہ حج نمبر ۱۷ جز واؤ) میں دیکھئے

۶۔ طواف کرنے والے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ باوضو ہو نیز ستر چھپائے ہوئے ہو۔ اس کی تفصیل (مادہ حج نمبر ۱۷ کے جز ب) نیز (مادہ حیض نمبر ۵ کے جز ب) میں دیکھئے

۷۔ طواف کی قسمیں: طواف کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک طواف فرض ہے یعنی حج کے اندر طواف افاضہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۷) بعض طواف سنت ہیں مثلاً حج کے اند طواف قدوم اور طواف وداع (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز الف) نیز (مادہ طواف نمبر ۳)، اور بعض طواف نفلی ہیں۔ اگر ایک شخص نفلی طواف شروع کر دے تو اس کے بعد اگر مرضی ہو تو سات چکر پورے کرے اور اگر چاہے تو درمیان میں چھوڑ دے اگر درمیان میں چھوڑ دے تو کیا اس پر اس کی قضا لازم ہوگی اس بارے

میں حضرت ابن عباسؓ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ زیادہ ظاہر بات یہی ہے کہ اس پر قضا لازم ہے۔ واللہ اعلم (دیکھئے مادہ تطوع نمبر ۲)

اہل آفاق کے لئے نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے لیکن اہل مکہ کے لئے نفلی نماز نفلی طواف سے افضل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اہل مکہ کے لئے نماز طواف سے افضل ہے'' اور اہل امصار کے لیے طواف افضل ہے''(۸۶)

۸۔ قارن کا ایک طواف پر اکتفا کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جزب)

۹۔ طواف کے بعد ملتزم سے چمٹنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جزج) نیز (مادہ ملتزم)

۱۰۔ طواف کے بعد سنت طواف کی نماز (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۸)

طیب (خوشبو) دیکھئے مادہ تطیب

حرف الطاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ المجموع ۹۲۰ص ۳۶

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۴

۳۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۱۵۲۱ المغنی ج ۸ص ۵۸۶

۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۰۷ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۱۸۴

۵۔ سنن بیہقی ج ۹ص ۱۲۵۹ احکام قرآن ج ۲ص ۳۰۴، ۱۳۰۵ المجموع ج ۹ص ۳۶ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۸

۵ب۔ المحلی ج ۷ص ۴۳۷

۶۔ سنن بیہقی ج ۹ص ۳۳۶، المحلی ج ۷ص ۴۱۹ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۳ کشف الغمۃ ج ۱ص ۲۴۰

۶ب۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۷ تنویر المقیاس ص ۲۳

۷۔ المجموع ج ۹ص ۷۰

۸۔ احکام القرآن ج ۳ص ۲۲۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۶

۹۔ عبدالرزاق ج ۴ص ۵۳۸

۱۰۔ المغنی ج ۸ص ۶۰۳

۱۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۶۷۰

۱۲۔ المحلی ج ۷ص ۴۰۲ عبدالرزاق ج ۴ص ۵۱۳

۱۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۷۰

۱۴۔ المجموع ج ۹ص ۵

۱۵۔ المحلی ج ۷ص ۱۴۰۷ احکام القرآن ج ۳ص ۷ احلیۃ العلماء ج ۳ص ۱۳۵۲ المجموع ج ۹ص ۷

۱۶۔ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۴۱۷

۱۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۰ کنز العمال ج ۱۵ص ۴۲۵

۱۸۔ عبدالرزاق ج ۱ص ۱۷۷

۱۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۵۴ب

۲۰۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۲۵۰

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۹ عبدالرزاق ج ۶ص ۵۲۱ سنن سعید بن منصور ج ۳ص ۱۲۳۲۱ المحلی ج ۱۰ص ۱۲۰، ۱۲۱

۲۲۔ المغنی ج ۷ص ۱۴۴

۲۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۹ب سنن بیہقی ج ۷ص ۱۳۴۵ المغنی ج ۷ص ۱۴۲، ۱۵۰

۲۴۔ البخاری فی الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق فتح الباری ج ۹ص ۳۴۳

۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۷۷، ۲۲۷، سنن دارمی ج ۲ص ۴۲۶، سنن بیہقی ج ۶ص ۳۴۵ عبدالرزاق ج ۷ص ۱۱۷

۲۶۔ المغنی ج ۷ص ۴۹۱

۲۷۔ المحلی ج ۱۰ص ۲۲۳

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۴۱ب، احکام القرآن ج ۱ص ۳۸۵ کنز العمال ج ۹ص ۲۷۶۲ عبدالرزاق ج ۷ص ۲۳۶

۲۹۔ احکام القرآن ج ۳ص ۳۶۲ المغنی ج ۸ص ۷۱۹ کشف الغمۃ ج ۲ص ۱۰۰

۳۰۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۴۱۶، ۴۳۶ سنن سعید بن منصور ج ۳ص ۱۶۴۹۱ سنن بیہقی ج ۷ص ج ۳۲۰، المحلی ج ۷ ص ۵۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۵، البخاری فی الطلاق باب لاطلاق قبل النکاح

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۵

۳۲۔ عبدالرزاق ج ۶ص ج ۴۲۰ المحلی ج ۱۰ص ۲۰۵ تفسیر ابن کثیر ج ۳ص ۴۹۸ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۵

۳۳۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۵۵

۳۴۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۵۵

۳۵۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۳۳:۳۳۶ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۶ المحلی ج ۱۰ص ۱۷۵

۳۶۔ الموطا ج ۲ص ۵۷۰، عبدالرزاق ج ۶ص ۳۳۴ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۵

۳۷۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۰۳، ۳۰۷ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۲۵، المحلی ج ۱۰ص ۱۶۳ المغنی ج ۷ص ۹۸

۳۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ص ۳۷۸ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۰۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۳ب

۳۹۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۴۹۱

۴۰۔ المغنی ج ۷ص ۲۵۱

۴۱۔ المغنی ج ۶ص ۳۴۰

۴۲۔ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۶۴

۴۳۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۵۲۱ سنن سعید بن منصور ج ۳ص ۳۸۲۱ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۹ المحلی ج ۱۰ص ۱۲۰، ۱۲۱، المغنی ج ۷ص ۱۴۴، ۱۳۴

۴۴۔ الموطا ج ۳ص ۵۵۰ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۹۶ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۱

۴۵۔ المحلی ج ۱۰ص ۲۱۷ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۹۸ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۷

۴۶۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۹۶ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۷ کشف الغمۃ ج ۲ص ۹۸

۴۷۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ص ۱/ ۲۶۵ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۳۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۵ب، ۲۳۶ سنن بیہقی ج ۷ص ۳۳۰، ۳۳۵ الموطا ج ۲ص ۵۷۰، المحلی ج ۱۰ص ۲۲۳ کشف الغمۃ ج ۲ص ۹۷

۴۸۔ عبدالرزاق ج ۶ص ۳۳۴

۴۹۔ الموطا ج ۲ص ۵۷۰

۵۰۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۳۵ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۹۸ سنن ابی داؤد فی الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث

۵۱۔ مسلم فی الطلاق باب الطلاق لثلاث، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۶

۵۲۔ المغنی ج ۷ ص ۱۰۲، ۱۰۴

۵۳۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۳۶، ۳۳۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶

۵۴۔ کشاف القناع ج ۵ ص ۲۵۱

۵۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۰ المغنی ج ۷ ص ۱۲۹

۵۶۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۶۳ المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۴

۵۷۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۹۶

۵۸۔ البخاری فی الطلاق باب لم تحرم ما احل اللہ لک، مسلم فی الطلاق باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ، النسائی فی الطلاق باب تاویل قولہ تعالیٰ (یا ایھا النبی لم تحرم) سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۹۲۱، المحلی ج ۸ ص ۱۵، ج ۱۰ ص ۱۲۷ کشف الغمۃ ج ۳ ص ۹۷

۵۹۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۵۱

۶۰۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۱۱ المغنی ج ۶ ص ۶۵۰

۶۱۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۱۵

۶۲۔ المغنی ج ۷ ص ۱۶۵

۶۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶

۶۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۶ المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۴ المغنی ج ۷ ص ۱۶۶

۶۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۷ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۰

۶۶۔ المحلی ج ۱۰ ص ۲۱۷ المغنی ج ۷ ص ۲۱۶

۶۷۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/ ۳۹، المحلی ج ۷ ص ۳۲۲، ج ۱۰ ص ۱۳۱ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۶، ۱۳۷

۶۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۴

۶۹۔ البخاری فی الطلاق باب نکاح من اسلمت من المشرکات، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۸۷

۷۰۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۲۷۴ عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۳، ج ۷ ص ۱۷۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۲ ب کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۹ المحلی ج ۷ ص ۳۱۲

۷۱۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۱، ج ۷ ص ۱۸۳، کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۹، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۹

۷۲۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۶ سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۱۸۷، المحلی ج ۹ ص ۴۴۲ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۸ المغنی ج ۶ ص ۵۹۹ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۶۸ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۹، المحلی ج ۹ ص ۴۴۲

۷۳۔ عبدالرزاق ج۶ص۳۵۴، ۳۵۵سنن بیہقی ج۷ص۳۶۵سنن سعید بن منصور ج۳ص۱/ ۱۳۵۷ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۴۳ب المحلی ج۱۰ص۲۵۰

۷۴۔ سنن بیہقی ج۷ص۳۷۶

۷۵۔ عبدالرزاق ج۷ص۲۴۴

۷۶۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۴۱ب

۷۷۔ سنن بیہقی ج۷ص۲۵۵

۷۸۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۵۲ب

۷۹۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۴۸سنن سعید بن منصور ج۳ص۱۱۵تفسیر طبری ج۲ص۱۳۲۸احکام القرآن ج۱ص۴۲۸ المحلی ج۱۰ص۲۴۲المغنی ج۶ص۱۳۷

۸۰۔ تنویر المقیاس متعلقہ آیت کی تفسیر

۸۱۔ تفسیر طبری ج۲ص۳۲۸

۸۲۔ تفسیر طبری ج۲ص۳۲۸تفسیر ابن کثیر ج۱ص۲۸۷احکام القرآن ج۱ص۴۳۴المغنی ج۲ص۱۷

۸۳۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۴۸ب

۸۴۔ تفسیر ابن کثیر ج۱ص۲۸۷تنویر المقیاس ص۳۲، ۲۵۵

۸۵۔ عبدالرزاق ج۵ص۵۷

۸۶۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۹۴ب، احکام القرآن ج۱ص۱۷۶المجموع ج۸ص۶۴

حرف الظاء

ظفر (ناخن)

ناخن تراشنا سنت ہے (دیکھئے مادہ ابط)

ناخن کے ذریعے ذبح شدہ جانور کا گوشت کھانا حرام ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴) احرام کے دوران محرم کیلئے ناخن تراشنے کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جزد) اور ٹوٹا ہوا ناخن الگ کر دینے کا جواز (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جزھ) ناخن کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر ۴ کا جزی)

ظہار (ظہار)

۱۔ تعریف: ظہار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو یا بیوی کے اس عضو کو جس کے ذریعے اس کے سراپا کی تعبیر ہوتی ہو ایسی عورت یا اس کے سراپا کی تعبیر کرنے والے عضو کے ساتھ تشبیہ دے جس سے مذکورہ شخص کا نکاح حرام ہو۔

۲۔ ظہار کرنے والا:

جو شرائط طلاق دینے والے کیلئے ضروری ہیں وہی ظہار کرنے والے کیلئے بھی لازمی ہیں۔

۳۔ ظہار کی زد میں آنے والی عورت کے لئے شرط ہے کہ وہ ظہار کرنے والے کی بیوی ہو، بنا بریں:

اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ عقد نکاح سے پہلے ہی اس سے ظہار کر لے تو اس کے ظہار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ سورۂ مجادلہ آیت نمبر ۳ میں ارشاد باری ہے (وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاءِ هِمْ وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں) اور مذکورہ عورت اس کی بیوی نہیں (۱)

اگر آقا اپنی لونڈی سے ظہار کرے گا تو ایسے ظہار کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل مذکورہ بالا آیت ہے، نیز یہ کہ لونڈی زوجہ نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو شخص چاہے میں اس کے ساتھ

اس مسئلے پر مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہوں کہ لونڈی سے ظہار نہیں ہوتا"[۲] (دیکھئے مادہ رق نمبر۲ کا جز ز) نیز (مادہ تسری نمبر۲ کا جز ھ)

۴۔ظہار کے الفاظ:

لفظ "مظاہرہ" کے ذریعے ظہار کا وقوع ہو جاتا ہے مثلاً شوہر کہے: "انت علی کظھر امی" (تم میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو)۔اسی طرح ظہار ہر ایسے لفظ کے ذریعے ہو جاتا ہے جو تحریم کا احساس پیدا کرتا ہو بشرطیکہ کہنے والے کی نیت طلاق دینے کی نہ ہو۔مثلاً شوہر کہے: "تم مجھ پر حرام ہو" یا اسی طرح کی فقرات حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "حرام کا لفظ ظہار ہے"[۳] اور آپ سے منقول دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق اس لفظ کی بنا پر ظھار کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے[۴] (دیکھئے مادہ تحریم نمبر۱)

۵۔وقت کے ساتھ ظہار کی تعلیق:

اگر شوہر ظہار کو کسی وقت کے ساتھ معلق کر دے تو ایسا کرنا جائز ہوگا،اس کی یہ تعلیق درست ہوگی اور اس کے مطابق عمل ہوگا۔اگر ایک شخص اپنی بیوی سے کہے: "تم ایک ماہ تک میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو" تو اسی طرح ہوگا جس طرح اس نے کہا ہے[۵]

۶۔ظہار کے اثرات:

الف۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کر لے تو جب تک اس کا کفارہ ادا نہ کر دے اس وقت تک بیوی سے قربت حلال نہیں ہوگی[۶] ظہار کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔اگر غلام کافر یا نابالغ ہو تو بھی کام چل ہو جائے گا[۷] اگر مملوک میسر نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے گا،اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کھلائے گا۔کیونکہ سورۃ مجادلہ آیت نمبر۳ میں ارشاد باری ہے،اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی اس بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تھی تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور

جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے)

ب۔ ظہار کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ ظہار پر چار ماہ کی مدت کیوں نہ گذر جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ظہار کے ذریعے طلاق نہیں ہوتی''(۸) حضرت ابن عباسؓ نے ظہار کو ایلاء قرار نہیں دیا خواہ اس پر چار ماہ کا عرصہ کیوں نہ گذر جائے اس، کی وجہ یہ کہ ظہار میں قسم نہیں ہوتی جبکہ قسم کے بغیر ایلاء کا وجود نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ ایلاء)

ظہر (دوپہر کا وقت)

ظہر کی نماز کا وقت (دیکھئے مادۂ صلاۃ نمبر ۲ کے جز ھ کا جز ۵)

ایک ہی وقت میں ظہر اور عصر کی نمازوں کی ادائیگی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ب)

حرف الظاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۳ کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۲۹ المغنی ج ۷ ص ۳۵۴

۲۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۳، آثار ابی یوسف نمبر ۱۶۹۷ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۲۱

۳۔ المغنی ج ۷ ص ۳۴۳

۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۵۱، عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۰۴، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۵ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۵

۵۔ المغنی ج ۷ ص ۳۴۹

۶۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۱۸

۷۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۷

۸۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۳

حرف العین

عاریۃ (عاریت) دیکھئے مادہ اعارۃ

عاشوراء (یوم عاشور)

عاشوراء کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز الف)

عاقلۃ (باپ کی طرف سے مذکر رشتہ دار)

عاقلہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو مجرم پر عائد شدہ دیت (خونبہا) کی ادائیگی کا بوجھ مجرم کے ساتھ مل کر برداشت کرتے ہیں (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۵)

عتق (آزادی)

غلامی زائل ہو جانے کو عتق کہا جاتا ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵)

خیار عتق (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۵)

عتق کی بنا پر حاصل شدہ ولاء کی ترتیب (دیکھئے مادہ ولاء نمبر ۳)

عجز (عاجز آنا)

۱۔ تعریف: عدم قدرت کو عجز کہتے ہیں خواہ یہ عدم قدرت طالب کی کوتاہی کی بنا پر ہو یا مطلوب کے امتناع کی وجہ سے یا طالب اور مطلوب سے باہر کس سبب کے نتیجے میں۔

۲۔ عجز کے اثرات: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک چیز کے بارے میں عجز لاحق ہو تو عاجز کو اس چیز کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا۔ اگر مذکورہ چیز کا کوئی بدل ہو گا تو معاملہ کا رخ اس بدل کی طرف موڑ دیا جائے گا۔ مثلاً اگر ایک شخص وضو کرنے سے عاجز ہو تو وہ اس کا بدل یعنی تیمم کرے گا (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر ۲) جو شخص کفارۂ قتل یا کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنے سے عاجز ہو تو وہ

روزے رکھے گا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز ج) نیز (مادہ ظھار نمبر ۲ کا جز الف) اسی طرح جو شخص رمضان کے روزے رکھنے سے دائمی طور پر عاجز ہو وہ فدیہ ادا کرے گا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲)

اگر بدل موجود نہ ہو تو مکلّف ہونے کی بات ساقط ہو جائے گی مثلاً اگر ایک شخص اپنے اقارب کا خرچہ اٹھانے سے عاجز ہو تو وہ اس کا مکلّف نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ نفقۃ) اسی طرح اگر کوئی شخص حج کا خرچ برداشت کرنے سے عاجز ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶ کا جز د)

عدۃ (عدت)

۱۔ تعریف: شوہر کی موت یا اس کی دی ہوئی طلاق کے نتیجے میں عورت کا ایک معلوم مدت تک کے لئے اپنے آپ کو انتظار میں رکھنا عدت کا عمل کہلاتا ہے

۲۔ عورت کی حریت اور غلامی کی بنا پر عدت کا مختلف ہونا:

مرد کو اپنی بیوی کی طلاقوں کی تعداد کا اختیار مرد کی آزادی اور غلامی کے تابع ہوتا ہے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز واؤ) لیکن عدت کی مدت عورت کی حریت اور غلامی کے اعتبار سے عورت کی تابع ہوتی ہے۔ لونڈی کی عدت کی مدت آزاد عورت کی عدت کی مدت کا نصف ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''طلاق مردوں کے اعتبار سے ہوتی ہے اور عدت عورتوں کے اعتبار سے'' (۱)

۳۔ مطلقہ کی عدت:

الف۔ عدت کن عورتوں پر واجب ہوتی ہے؟ عدت مدخول بہا مطلقہ پر نیز لعان کرنے والی عورت پر واجب ہوتی ہے (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۲) نیز اس عورت پر جس سے ایلاء کیا گیا ہو (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۵) اگر شوہر اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دے دے تو اس پر عدت واجب نہیں ہوگی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے اسے ایک طلاق دیدے تو عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور اس عدت بھی واجب نہیں ہوگی'' (۲) کیونکہ سورۃ احزاب آیت نمبر ۴۹ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(اے ایمان لانے والو، اگر تم مومنات سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں ہوگی جسے تم شمار کرو)

ب۔ عدت کی ابتداء: شوہر جس دن اپنی بیوی کو طلاق دیدے اسی دن سے اس کی عدت شروع ہو جائے گی خواہ وہ طلاق کی بات بیوی تک اس دن پہنچا دے یا کچھ دنوں یا مہینوں کے بعد اسے یہ خبر پہنچائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے جبکہ بیوی کسی اور سرزمین میں ہوتی ہے، آپ نے جواب دیا: ''جس دن اس نے اسے طلاق دی ہے اس دن سے اس کی عدت شروع ہو جائے گی''(۳)

ج۔ عدت طلاق کی مدت:

(۱) عدت طلاق کی مدت تین حیض ہے کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸ میں ارشاد باری ہے (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک انتظار میں رکھیں گی) حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک قرء حیض کے معنوں میں ہے(۴) بنا بریں عورت کی عدت طلاق تیسرے حیض کی ابتداء ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر مطلقہ کو تیسری دفعہ حیض آجائے تو وہ اپنے شوہر سے بری یعنی آزاد ہو جائے گی البتہ جب تک وہ اس حیض سے پاک نہ ہو جائے وہ نکاح نہیں کر سکتی''(۵) ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بیوی تیسرے حیض کے اندر خون آنے کے عمل میں داخل ہو جائے تو وہ اپنے شوہر سے بری ہو جائے گی اور شوہر اس سے بری ہو جائے گا''(۶) اگر عدت گزارنے والی عورت کہے کہ مجھے تیسرا حیض آگیا ہے تو اس کی بات تسلیم کر لی جائے گی کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جسے صرف اس کے کہنے پر معلوم کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عورت کی شرمگاہ کے معاملہ میں اسے قابل اعتماد قرار دینا امانت میں داخل ہے''(۷)

(۲) اگر عدت گذارنے والی عورت کو حیض آجائے اور پھر مسلسل خون آتا رہے اور اس کے لئے حیض اور استحاضہ کے خون کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ تین ماہ کی عدت گذارے گی۔ عکرمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت کو حیض آجاتا ہے اور خون بکثرت خارج ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ حیض کا خون

کون سا ہے، آپ نے جواب دیا کہ وہ تین ماہ کی عدت گذارے گی۔ (۸) (دیکھئے مادہ استحاضۃ نمبر۲ کا جزج)

(۳) اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے جبکہ اسے حیض آتا ہو پھر اس کا حیض بند ہو جائے اور اسے اس بندش کی وجہ معلوم نہ ہو تو وہ ایک سال تک انتظار کرے گی اس سال کے پہلے نو مہینے حمل کی مدت شمار ہوں گے اور ان کے گذر جانے کے بعد حمل سے اس کا رحم خالی ہونے کا یقین ہو جائے گا اور پھر اگلے تین ماہ غیر حاملہ کی عدت کے مہینے ہوں گے (۹)

(۴) اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے جبکہ وہ ابھی بالغ نہ ہوئی ہو اور اسے حیض نہ آیا ہو یا بالغ ہو لیکن کسی سبب کی بنا پر اسے حیض آنا بند ہو گیا ہو اور وہ مہینوں کے حساب سے اپنی عدت شروع کر دے لیکن ان مہینوں کا کچھ حصہ گذر جانے کے بعد اسے حیض آجائے تو وہ نئے سرے سے اپنی عدت حیض کے حساب سے شروع کرے گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک لڑکی کو جسے ابھی حیض نہیں شروع ہوا تھا، شوہر کے ساتھ ہمبستری کے بعد طلاق مل گئی اس نے دو ماہ پچیس دن عدت کے گذارے تھے کہ اسے حیض آگیا، آپ نے جواب دیا کہ وہ تین حیض کی عدت گذارے گی (۱۰)

(۵) اگر شوہر اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

الف۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اسے طلاق دینے کے بعد شوہر وضع حمل سے پہلے وفات پا جائے ایسی صورت میں اگر وہ عدت وفات گذار لینے کے بعد بچے کو جنم دے تو اس کی عدت بچے کی پیدائش تک دراز ہو جائے گی اور اگر عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن گذار لینے سے پہلے وہ بچے کو جنم دیدے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن کی مدت گذر جانے تک دراز ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر حاملہ بیوی کا شوہر اسے طلاق دینے کے بعد وفات پا جائے تو حاملہ بیوہ کی عدت وہ مدت ہوگی جو ان دو مدتوں میں سے زیادہ موخر ہوگی،، (۱۱)

ب۔ اگر شوہر اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دینے کے بعد اس کی عدت کے اختتام تک زندہ رہے تو ایسی صورت میں اس کی عدت اس حمل کے آخری بچے کی پیدائش کے ساتھ اختتام پذیر ہوگی، بنابریں اگر شوہر نے اسے ایک یا دو رجعی طلاق دی ہو تو اسے اس وقت تک رجعت کا حق ہوگا جب تک

حاملہ اپنے اس حمل کے دوسرے بچے کو جنم نہیں دے دیتی حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور اس کے پیٹ میں دو بچے ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک بچے کو جنم دے دیتی ہے اور دوسرا بچہ ابھی پیٹ میں ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ جب تک وہ دوسرے بچے کو جنم نہ دیدے اس وقت تک شوہر کو اس سے رجعت کر لینے کا حق ہوتا ہے۔ (۱۲)

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ لعان کرنے والی عورت کی عدت نو ماہ ہے (۱۳) اس روایت کو لعان کرنے والی حاملہ عورت پر محمول کیا جائے گا کیونکہ وضع حمل اس کی عدت کی مدت ہوتی ہے اور حمل کی مدت عادۃً نو ماہ ہے۔ ابن قدامہ جو میدان فقہ کے شہسواروں میں شمار ہوتے ہیں اس نکتے سے غافل رہے اور انہوں نے اس مسئلے کے اندر اجماع سے مخالفت کی نسبت حضرت ابن عباسؓ کی طرف کر دی انہوں نے لکھا ہے ''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ملاعنہ کی عدت نو ماہ ہے جبکہ تمام اہل علم نے اس قول سے گریز کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملاعنہ کی مدت مطلقہ کی عدت کی طرح ہے'' (۱۴) ابن قدامہ نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ انہوں نے لعان کرنے والی حاملہ عورت کی عدت بھی نو ماہ ہی تصور کی ہے۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے۔

د۔ عدت طلاق کے اثرات: عدت طلاق پر مرتب ہونے والے اثرات درج ذیل ہیں:

(۱) سکونت کیلئے مکان: رجعی طلاق یافتہ عورت اپنے شوہر کے گھر میں عدت گذارے گی لیکن بائن طلاق یافتہ عورت جہاں چاہے عدت گذار سکے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مبتوتہ (بائن طلاق یافتہ) جہاں چاہے عدت گذارے'' (۱۵) ابن قدامہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس بارے میں تفصیل نقل کی ہے۔ وہ یہ کہ مبتوتہ اگر حاملہ ہو تو اسے رہائش کیلئے مکان دینا واجب ہوگا، اور اگر حاملہ نہ ہو تو اسے مسکن کی سہولت نہیں ملے گی (۱۶) یہ تفصیل بڑی معقول اور قیمتی ہے۔

(۲) سفر: اگر عدت گذارنے والی عورت پر شوہر کے مکان میں سکونت پذیر رہنا واجب نہ ہو تو ضرورت پڑنے پر وہ سفر کر سکے گی۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ نے طلاق بائن پانے والی عورتوں کو انکی عدت کے دوران حج کے سفر پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''طلاق مغلظہ پانے والی عورتیں اگر عدت کے دوران حج کر لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے'' (۱۷)

(دیکھئے مادہ حج نمبر ۶ کے جز د کا جز ۵)

(۳) نان ونفقہ : رجعی طلاق یافتہ عورت کو اسے طلاق دینے والا شوہر خرچہ دے گا کیونکہ عدت کے دوران وہ ہنوز اس کی بیوی ہوگی۔ البتہ طلاق مغلظہ پانے والی عورت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اسے نفقہ نہیں ملے گا آپ فرماتے: ''تین طلاقوں والی عدت کے لئے نفقہ نہیں ہے'' (۱۸) اس مسئلے میں آپ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا تھا (۱۹) اور جمہور صحابہؓ کی رائے سے بھی۔ اس بارے میں آپ کی دلیل فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث ہے۔ وہ یہ کہ ابو عمرو بن حفص نے انہیں تین طلاق دے دی تھی، اور خود موجود نہیں تھے، انکے کارندے نے فاطمہؓ کو جو بھیجدے، وہ ناراض ہوگئیں، وکیل نے کہا کہ ''بخدا ہم پر تمہارے لئے کوئی چیز لازم نہیں ہے'' یہ سن کر فاطمہؓ حضور ﷺ کے پاس گئیں اور سارا واقعہ بیان کیا، آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''اسکے ذمہ تمہارا کوئی نفقہ نہیں ہے'' اور پھر فاطمہؓ کو حکم دیا کہ وہ ام شریکؓ کے گھر میں عدت گذاریں لیکن پھر فرمایا ''اس گھر میں میرے صحابہ آتے جاتے رہتے ہیں، تم ابن ام کلثوم کے گھر میں عدت گزارو'' (۲۰)

۴۔ نکاح:

طلاق یافتہ عورت کے لئے جب تک عدت گذر نہ جائے نکاح کا عقد باندھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عدت طلاق گذارنے والی عورت جب تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو وہ اپنے شوہر سے بری ہو جائے گی البتہ جب تک حیض سے پاک نہ ہو جائے نکاح نہیں کرسکتی'' (۲۱) اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو جب تک اس کی عدت گذر نہ جائے وہ عورت کی محارم میں سے کسی خاتون کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عورت سے اس کی بہن کی عدت کے اندر نکاح نہیں ہوسکتا۔'' (۲۲)

اگر ایک شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دیدے تو جب تک اس کی عدت گذر نہ جائے وہ پانچویں عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر شوہر چوتھی بیوی کو طلاق دیدے تو اس مطلقہ بیوی کی جب تک عدت گذر نہ جائے وہ پانچویں عورت سے نکاح نہیں کرسکتا'' (۲۳) ولید بن عقبہ کی چار بیویاں تھیں انہوں نے ایک بیوی کو بائن طلاق دے دی اور اس کی عدت کے د

وران پانچویں عورت سے نکاح کرلیا۔ وہ اپنے مکان کے احاطے میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابن عباسؓ نے انہیں پکار کر کہا: ''یہاں تک کہ مطلقہ بیوی کی عدت گذر جائے''۔(۲۴)

۵۔ طلاق:

ظاہری طور پر یہ نظر آتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عورت کی عدت کے دوران اس پر طلاق واقع ہونے کے قائل نہیں تھے، آپ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھا رکھی تھی اور پھر اسے عدت کے اندر طلاق دیدی تھی، فرمایا: ''یہ طلاق اس پر واقع نہیں ہوگی''۔(۲۵) (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۵ کا جز واؤ)

۶۔ طلاق دینے والے شوہر سے پردہ کرنا:

طلاق رجعی اور طلاق بائن پانے والی عورت کے لئے اپنے جسم کا شرعی طور پر مستور کوئی حصہ مثلا بال، سینے کا بالائی حصہ اور اس طرح کے دیگر حصے طلاق دینے والے شوہر کے سامنے ظاہر کرنا حلال نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''رجعی طلاق یافتہ عورت کے بال نظر آنا درست نہیں ہے''۔(۲۶)

۴۔ خلع لینے والی عورت کی نیز تسری والی لونڈی کی عدت (دیکھئے مادہ خلع نمبر۳ کا جز د)

نیز (مادہ تسری نمبر۲ کا جز واؤ)

۵۔ بیوہ ہو جانے والی عورت کی عدت:

الف۔ کس بیوہ پر عدت واجب ہے: ہر اس بیوی پر عدت وفات واجب ہوتی ہے جس کا شوہر وفات پا جائے خواہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا یعنی خواہ مرحوم شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کر چکا ہو یا ہمبستری نہ کی ہو۔ ایک شخص نے نکاح کیا لیکن بیوی کے لئے کوئی مہر مقرر نہیں کیا اور اس کے ساتھ ہمبستر ہونے سے پہلے وفات پا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بیوہ کو میراث میں حصہ ملے گا اور اس پر عدت لازم ہوگی'' (۲۷) شوہر کی وفات کے وقت عورت خواہ اس کے فراش یعنی زوجیت میں ہو یا مطلقہ ہو کر عدت گذار رہی ہو دونوں صورتوں میں اسے عدت وفات گذارنی ہو

گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دینے کے بعد وفات پا جائے تو (عدت طلاق اور عدت وفات) دونوں میں سے جس کی مدت موخر ہوگی عورت اس مدت کی عدت گذارے گی''۔(۲۸)

ب۔ عدت کی مدت:

(۱) غیر حاملہ بیوہ کی عدت وفات اگر وہ آزاد ہو، چار مہینے دس دن ہے کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۴ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(تم میں سے جو لوگ بیویاں چھوڑ کر وفات پا جائیں یہ بیویاں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی) خواہ مذکورہ بیوی مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا۔

(۲) حاملہ عورت کا شوہر اگر وفات پا جائے تو وہ دو مدتوں (وضع حمل، اور چار ماہ دس دن) میں سے زیادہ طویل مدت کی عدت گذارے گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر وفات پا جائے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ دونوں مدتوں میں سے موخر مدت کی عدت گذارے گی (۲۹) لیکن جب آپ کو سبیعہ اسلمیہؓ کے واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے اپنے مذکورہ بالا قول سے رجوع کر کے یہ قول اختیار کر لیا کہ حاملہ کی عدت وضع حمل کے ساتھ ہی اختتام پذیر ہو جائے گی، عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ ایک عورت حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئی، اس وقت آپکے پاس ابو سلمہ بن عبدالرحمٰنؒ اور حضرت ابو ہریرہؓ بھی موجود تھے، عورت نے کہا کہ ''میرا شوہر اس وقت وفات پا گیا جب میں حاملہ تھی، اور پھر اس کی وفات سے چار ماہ کی مدت سے کم میں میرا بچہ پیدا گیا'' یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تمہیں دونوں مدتوں میں سے موخر مدت کی عدت گذارنی ہوگی'' یہ سن کر ابو سلمہ نے کہا کہ ''اس مسئلے کے بارے میں میرے پاس علم موجود ہے'' حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس عورت کو بلاؤ جب عورت واپس آئی تو ابو سلمہ نے کہا کہ مجھے حضور ﷺ کے ایک صحابی نے خبر دی ہے کہ سبیعہ اسلمیہؓ حضور ﷺ پاس آئیں اور عرض کیا کہ ''میرے شوہر کی وفات ہوگئی اور اس کی وفات سے چار ماہ دس دن سے کم مدت میں میرے ہاں بچے کی پیدائش ہوگئی'' یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ''سبیعہ، خوشی مناؤ'' حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ میں بھی اس واقعہ کی گواہی دیتا ہوں، حضرت ابن عباسؓ

نے عورت سے کہا کہ" جو کچھ تم سن رہی ہو اچھی طرح سن لو"۔(۳۰)

(۳) مفقود کی بیوی کا معاملہ بھی انتظار کی چار سالہ مدت گذر جانے کے بعد بیوہ کے معاملہ کی طرح ہو گا، وہ چار ماہ دس دن کی عدت گذارے گی (۳۱) (دیکھئے مادہ مفقود نمبر ۳ کا جز ج)

ج۔ عدت کب شروع ہو گی؟ شوہر کے یوم وفات سے بیوہ کی عدت شروع ہو جائے گی، خواہ بیوہ کو شوہر کی وفات کے وقت اس بات کا علم ہو یا چند دنوں اور چند مہینوں کے بعد یہ بات اس کے علم میں آئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ یوم وفات سے ہی عدت گذارے گی"۔(۳۲)

د۔عدت وفات کے اثرات

(۱) سکنٰی یعنی سکونت کیلئے مکان: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۴۰ پر عمل کرتے ہوئے بیوہ پر اپنے مرحوم شوہر کے مکان میں عدت کے دن گذارنا لازم تھا۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں ان کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نان ونفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں) لیکن یہ حکم اس ارشاد باری کی بنا پر منسوخ ہو گیا۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں، یہ بیویاں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں) یہ آیت مطلق ہے کیونکہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ" وہ اپنے شوہروں کے گھروں میں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں" اس مطلق آیت کی تقیید صرف کسی نص کے ذریعے ہو سکتی ہے، اس لئے بیوہ جہاں چاہے عدت گذارے (۳۳)

بعض راویوں نے اس روایت سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ بیوہ کیلئے سکنٰی نہیں ہے جیسا کہ سعید بن منصور نے "سنن سعید" میں روایت کی ہے (۳۴) حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کے لئے سکنٰی ہے جیسا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے کلام سے سمجھا ہے، البتہ اسے اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو عدت کے ایام اپنے مرحوم شوہر کے مکان میں گذار دے اور اگر چاہے تو کسی اور جگہ یہ مدت پوری کر لے۔ اگر وہ اپنے مرحوم شوہر کے گھر عدت کے ایام گذارنے کا فیصلہ کرے تو گھر والوں کو اسے وہاں سے نکال دینے کا اختیار نہیں ہو گا

الا یہ کہ وہ انکی ایذا رسانی کو اپنا وطیرہ بنا لے۔ ایسی صورت میں انکے لئے اسے وہاں سے نکال دینا حلال ہوگا ۔ یہ بات سورۃ طلاق کی پہلی آیت میں مذکورہ ارشاد باری پر عمل کے طور پر کی جائے گی۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اے نبیؐ، ان سے کہو کہ جب تم بیویوں کو طلاق دینے لگو تو انکی عدت پر انہیں طلاق دو، اور عدت کو خیال میں رکھو، اور اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتے رہو، انہیں ان کے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کے کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر عدت گذارنے والی بیوہ بدزبانی کرے تو یہ کھلی بے حیائی ہوگی اور گھر والوں کو اسے گھر سے نکال دینے کا اختیار ہوگا''۔(۳۵)

(۲) سفر: اگر بیوہ کو یہ اجازت ہے کہ وہ جہاں چاہے اپنی عدت کے دن گذارے تو پھر اسے حج وغیرہ کیلئے سفر کرنے کی رخصت بھی ہوگی۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا: ''جن عورتوں کے شوہر وفات پا چکے ہوں اگر وہ اپنی عدت کے دوران حج کرلیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں'' (۳۶) یہ بات (مادہ حج نمبر ۶ کے جز د کے جز ۵) میں گذر چکی ہے۔

(۳) نان ونفقہ: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ بیوہ اپنی عدت کے اندر نان ونفقہ حاصل کرنے کی مستحق نہیں ہوتی خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ آپ نے فرمایا: ''حاملہ بیوہ کے لئے عدت کے اندر کوئی نان ونفقہ نہیں بلکہ میراث کے اندر حصہ واجب ہوتا ہے''۔(۳۷)

(۴) سوگ کرنا یعنی احداد: بناؤ سنگھار ترک کر دینا احداد کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: 'بیوہ (اپنی عدت کے دوران) خوشبو نہیں لگائے گی اور رنگدار کپڑے نہیں پہنے گی، اپنی آنکھوں میں سرمہ نہیں ڈالے گی اور نہ ہی زیورات پہنے گی، مہندی نہیں لگائے گی اور نہ ہی گیروے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گی''۔(۳۸)

(۵) پیغام نکاح: عدت وفات گذارنے والی عورت کو صریح الفاظ میں پیغام نکاح نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ اشارے کنائے میں منگنی کا ذکر کیا جاسکتا ہے (دیکھئے مادہ تعریض نمبر ۲) نیز (مادہ خطبۃ نمبر ۲ کا ب) اگر اس کی عدت کے دوران منگنی ہو جائے اور اس کے بعد نکاح تو ایسی صورت میں نکاح فسخ کر دینا اور نئے سرے سے منگنی کرنا مستحب ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر بیوہ اپنی عدت کے دوران کسی مرد کے ساتھ پکا وعدہ کرے کہ وہ اس سے نکاح کرے گی اور پھر نکاح کا مرحلہ طے ہو

جائے تو دونوں کے درمیان علیحدگی مرد کے حق میں بہتر ہوگی"[۳۹]، (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر۲ کے جزب کا جز ۲)

(۶) عقد نکاح: اگر صریح الفاظ میں پیغام نکاح دینے کی ممانعت ہے تو عقد نکاح کرنا بطریق اولی ممنوع ہوگا۔ اس عقد کے فاسد ہونے پر سب کا اجماع ہے۔

عذر (عذر)

۱۔ تعریف: تخفیف کے سبب کو عذر کہتے ہیں

۲۔ کون سے امور عذر شمار ہوتے ہیں؟: حضرت ابن عباسؓ کے فقہ کے استقراء اور جائزے کے بعد ہمیں درج ذیل امور تخفیف کے شرعی اعذار کے طور پر ہاتھ لگے ہیں

☆ اکراہ: اس عذر کے بنا پر تمام سزائیں ساقط ہو جاتی ہیں اور تمام قولی تصرفات باطل قرار پاتے ہیں۔ بنا بریں اگر ایک شخص اکراہ کے تحت اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ اکراہ)

زیادہ اہم اور واجب امر کی ادائیگی میں شمولیت: جمعہ کے دن خطبہ سننے میں مشغول ہو جانا تحیۃ المسجد ترک کرنے کیلئے مشروع عذر ہے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے اور تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں سنت ہیں (دیکھئے مادہ تحیۃ المسجد نمبر۲ کا جز ب) اسی طرح حاجی کا میدان عرفات میں وقوف، دعا اور توجہ الی اللہ اس دن روزہ نہ رکھنے کیلئے مشروع عذر ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۶ کا جز ج)

☆ دیوانگی: دیوانے سے تمام شرعی تکالیف یعنی احکامات ساقط ہونے کے لئے دیوانگی اور جنون مشروع عذر ہے (دیکھئے مادہ جنون)

☆ جہل: قبلہ کی جہت سے لاعلمی تحری کی اباحت کیلئے مشروع عذر ہے اور تحری کے بعد نماز کی صحت کیلئے خواہ نماز قبلہ کے سوا کسی اور جہت میں کیوں نہ ادا کی گئی ہو (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز د)

☆ حیض اور نفاس: نماز اور روزہ ترک کرنے نیز شوہر کے ساتھ ہمبستری سے باز رہنے کیلئے حیض شرعی عذر ہے (دیکھئے مادہ حیض)

☆ خوف: اگر دشمن کے ساتھ قطعی طور پر صلح ہو چکی ہو لیکن خوف ہو کہ دشمن اس صلح کو ناکام بنانے کیلئے

کوئی نہ کوئی اقدام کر کے رہے گا تو یہ خوف مسلمانوں کیطرف سے صلح توڑ دینے کی ابتدا کرنے کیلئے شرعی عذر بن جائے گا (دیکھئے مادہ صلح نمبر۳) اسی طرح اگر مسلمانوں کو خوف ہو کہ دشمن ان پر نماز کے دوران حملہ کر دے گا تو یہ خوف صلوٰۃ الخوف کی اباحت کے لئے شرعی عذر بن جائے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۵ کا جزب) نیز نماز فوت ہو جانے کا خوف اس نماز کی قبل از وقت ادائیگی کی اباحت کیلئے عذر تصور ہو گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز۳) پانی کے استعمال سے جان کا خوف تیمّم کی اباحت کرنے والا عذر شرعی ہے (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر۲ کا جزج) اگر وضو میں مشغولیت کی وجہ سے ایسی فرض نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہو جسکی قضا نہیں تو یہ خوف تیمّم کی اباحت کیلئے عذر قرار پائے گا (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر۲ کا جزد) نیز (مادہ خوف)

☆ سفر دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کر لینے کی اباحت کیلئے عذر تصور ہوتا ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر۳ کا جزب) اسی طرح قصر کیلئے بھی (دیکھئے مادہ سفر نمبر۳ کا جز الف) نیز رمضان کے روزے نہ رکھنے کے لئے بھی (دیکھئے مادہ صیام نمبر۹ کا جز الف) وغیر ذلک

☆ نابالغی حدود کے اسقاط اور احکایات کے مرفوع ہونے کیلئے نیز اجازت لئے بغیر گھر کے اندر آجانے کے لئے عذر ہے (دیکھئے مادہ صغر)

☆ ضرر ترک وضو کی اباحت کے لئے نیز گواہ نہ بننے کی گنجائش کیلئے عذر تصور ہوتا ہے (دیکھئے مادہ تیمّم نمبر۲ کا جزج) نیز (مادہ شھادۃ نمبر۲ کا جز الف) نیز اسی طرح کی دیگر صورتوں کے لئے بھی۔

☆ عجز شرعی تکالیف یعنی احکامات کے اسقاط کیلئے مشروع عذر ہے بنا بریں جو شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہو وہ روزہ نہ رکھے (دیکھئے مادہ صیام نمبر۹ کے جزب کا جزج) جو شخص نماز کے اندر رکوع اور سجود سے عاجز ہو وہ انہیں ترک کر دے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزب اور نمبر۱۲ کا جزب) اگر قصاص کے اندر مماثلت سے عجز ہو یعنی مماثلت ممکن نہ ہو تو قصاص ساقط ہو کر مالی معاوضہ لازم ہو جائے گا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۴ کا جزل) اگر تاوان کے اندر مثل کی ادائیگی سے عجز ہو تو یہ بات مثل کی بجائے قیمت کی ادائیگی کی اباحت کر دے گی (دیکھئے مادہ ضمان) اگر حج یا عمرہ کے افعال کی ادائیگی میں مواصلت سے عجز پیدا ہو جائے تو یہ بات احرام کھولدینے کی اباحت کر دے گی (دیکھئے مادہ احصار) مشقت شرعی تکالیف و احکامات کو ساقط کر دینے کیلئے شرعی عذر ہے مثلاً اگر

بارش، کیچڑ اور سخت سردی وغیرہ کی بنا پر جامع مسجد یا عام مسجد تک پہنچنا مشکل ہو تو یہ بات جمعہ اور باجماعت نماز کو ساقط کردے گی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ١٦ کا جزب) اسی طرح اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن آجائیں تو یہ بات جمعہ کی نماز ترک کردینے کی اباحت کردے گی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ١٥ کا جز واؤ) عورت کیلئے دن میں پانچ مرتبہ اپنا گھر اور اپنے بچے کسی کی نگرانی میں دیئے بغیر تنہا چھوڑ کر مسجد جانے میں مشقت ہے اس لئے یہ بات عورت سے جمعہ اور جماعت کے وجوب کو ساقط کردینے کیلئے شرعی عذر تصور ہوگی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ١٥ کا جزھ) پانی دور ہونے کی وجہ سے اس کی حصول میں مشقت کا وجود تیمّم کی اباحت کردے گا (دیکھئے مادہ تیمّم) اس طرح جس چیز سے بچاؤ ممکن نہ ہو اس سے بچاؤ کی مشقت اس کے حکم کے اندر تخفیف کردیتی ہے مثلاً بلی کے جوٹھے کی اباحت (دیکھئے مادہ سور نمبر ٢ کے جزب کا جز ٢) نیز معمولی نجاست کی معافی (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ٢ کا جزد)

☆ نسیان گناہ کے اسقاط کیلئے مشروع عذر ہے۔ اگر ایک شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے پڑھ لے اسے اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ٧ کے جزھ کا جز ١١) اگر کوئی شخص نماز کے اندر بھول جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو کم سے کم رکعت کو بنیاد بنا کر باقی ماندہ نماز ادا کرلے اور پھر سجدہ سہو کرلے۔ اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور نہ ہی اس پر کوئی گناہ لازم ہوگا (دیکھئے مادہ سجود نمبر ٥)

☆ نیند گناہ کے اسقاط کیلئے مشروع عذر ہے۔ اگر کوئی شخص سوتا رہ جائے اور نماز ادا نہ کرے تو جس وقت جاگ پڑے نماز ادا کرلے۔

عرایا (عریہ کی جمع، ہبہ کی ایک قسم)

بیع عرایا کی رخصت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ٢ کا جزب)

عرب (اہل عرب)

عرب کے مشرکین سے اسلام کے سوا اور کوئی بات قبول نہیں کی جائے گی (دیکھئے مادہ اسر نمبر ٢ کا جز الف)

عربون (بیعانہ)

۱۔ تعریف: عربون کی صورت یہ ہے کہ مشتری بائع کو ایک رقم (بیعانہ) یہ کہہ کر دیدے کہ اگر وہ مال اٹھالے گا تو یہ رقم ثمن کے اندر شمار ہو جائے گی اور اگر وہ مال نہ اٹھائے یعنی خریداری نہ کرے تو یہ رقم بائع کی ہو جائے گی۔

۲۔ عربون کا حکم: حضرت ابن عباسؓ بیع عربون کو جائز قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۵ کا جزب)

عرفۃ (میدان عرفات)

حج کے اندر وقوف عرفہ فرض ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۱)

یوم عرفہ کو روزہ رکھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صیام نمبر ٦ کا جزج)

عرق (پسینہ)

حائضہ اور جنبی کا پسینہ پاک ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲) نیز (مادہ حیض نمبر ۴)

عزل (عزل کرنا)

۱۔ تعریف: ہمبستری کے دوران مادہ منویہ کو رحم تک پہنچنے سے روک لینا عزل کہلاتا ہے۔ اس کا مقصد حمل کو روکنا ہوتا ہے۔

۲۔ عزل کا حکم:

عزل یا تو حرہ سے کیا جائے گا یا لونڈی سے

الف۔ حرہ سے عزل اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ پیدا ہونے والے بچے کے اندر اس کا بھی حق ہوتا ہے اس لئے عزل کیلئے اس سے اجازت حاصل کرنا واجب ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا: ''عزل کے سلسلے میں حرہ سے مشورہ کیا جائے گا لونڈی سے مشورہ نہیں کیا جائے گا'' (۴۰)

ب۔ لونڈی سے اجازت لئے بغیر عزل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ بچے کے اندر اس کا کوئی حق نہیں ہوتا اس کا آقا اگر چاہے تو عزل کرے اور اگر چاہے تو عزل نہ کرے حضرت ابن عباسؓ سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۳ میں فرماتا ہے (نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ) جو شخص عزل کرنا چاہے عزل کر لے اور جو نہ چاہے نہ کرے'' نیز فرمایا: ''اگر تم چاہو اپنی کھیتی کو سیراب کر دو اور اگر چاہو تو اسے پیاسی رکھو''[۴۲] نیز فرمایا: ''مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ عزل کر لوں یا (مادہ منویہ رحم میں) ٹپکا دوں''[۴۳] آپ خود اپنی بعض لونڈیوں سے عزل کرتے تھے۔ آپ کی ایک سیاہ فام لونڈی تھی، آپ اس کے ساتھ ہمبستری کرتے اور عزل کا طریقہ اختیار کر کے مادہ منویہ کپڑے میں ٹپکا دیتے اور اسے دکھاتے[۴۴] اس خوف سے کہ کہیں اس کا حمل ٹھہر نہ جائے[۴۵] آپ کی ایک لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہوا آپ نے اس بچے کی نفی کر دی کیونکہ آپ اس لونڈی سے عزل کرتے تھے[۴۶] آپ سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے اپنی لونڈی کو طلب کر کے اس سے کہا کہ انہیں بتاؤ، لونڈی یہ بات بتانے سے شرمائی تو آپ نے فرمایا: ''میں عزل کا فعل کرتا ہوں یہ حقیقت ہے''[۴۷] ایک شخص نے کہا کہ ''عزل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ''موؤدۃ صغریٰ'' ہے یعنی بچی زندہ در گور کر دینے کی ایک کم تر صورت ہے، آپ نے اس کے اس بات کی تردید کرتے ہوئے درج بالا جواب دیا۔ اور اپنی ایک لونڈی کو طلب کر کے فرمایا کہ ''میں اس سے عزل کرتا ہوں''، ایک شخص نے یہ سن کر کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ''موءودۃ صغریٰ'' ہے، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ، مادۃ منویہ پہلے نطفے کی شکل میں ہوتا ہے، پھر جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جاتا ہے'' یہ کہہ کر آپ نے اپنی انگلیاں اکٹھی کر لیں اور انہیں آسمان کی طرف پھیلاتے ہوئے فرمایا: ''عزل ان تمام امور کے وقوع سے پہلے ہی واقع ہو جاتا ہے''[۴۸] یعنی ایسی صورت میں ''یہ موءودۃ صغریٰ'' کس طرح ہوا؟

عشاء (عشاء کا وقت)

عشاء کی نماز کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۹)

عشر (دسواں حصہ)

حربی لوگوں کے اموال سے عشر کی وصولی (دیکھئے مادہ حربی نمبر ۲ کا جز ب)

عصبۃ (عصبہ)

ایک شخص کے باپ کی قوم کو اس کا عصبہ کہتے ہیں۔ میراث کے اندر عصبہ وہ شخص ہے جو ذوی الفروض کے حصوں سے باقی رہ جانے والا ترکہ لے لیتا ہے

عصبات کی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کا جز ی)

عصر (عصر کا وقت)

عصر کی نماز کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۷)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات میں سے ایک روایت کے مطابق "صلوۃ وسطیٰ" عصر کی نماز ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵)

عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کے جز ۱۳ کا جز ج)

عصر کی نماز کے بعد طواف کی عدم کراہت (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ز)

عطاس (چھینک مارنا)

چھینک مارنے والے کا الحمد للہ کہنا (دیکھئے مادہ تحمید)

عظم (ہڈی)

ہڈیوں میں قصاص جاری نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ل)

عفو (معاف کر دینا)

۱۔ تعریف: ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ اپنا عائدہ شدہ حق ساقط کر دینا عفو کہلاتا ہے۔

۲۔ عفو کا اختیار کیسے حاصل ہوتا ہے؟: اگر غیر پر عائد شدہ حق ساقط کر دینا عفو ہے تو پھر یہ تبرع ہوگا اور تبرع خالص ضرر رساں تصرف ہے اس لئے خالص ضرر رساں تصرف سے عفو کا اختیار ایک شخص کو صرف اپنی ذات کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ بنا بریں نا بالغ اور دیوانے کے ولی کو اس کا اختیار نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴ کا جز الف) نکاح کے ولی کو منکوحہ کے مہر کا کوئی حصہ معاف کر دینے کا اختیار نہیں ہوتا (۴۹)

۳۔ ایسے حقوق جن کے اندر عفو درست ہوتا ہے: حقوق کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ ایک قسم ان حقوق کی ہے جن کے اندر عفو کا اختیار کسی انسان کو نہیں ہوتا، یہ حقوق اللہ ہے مثلاً نماز، زکوۃ اور حدود وغیرہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "جب امام المسلمین کے سامنے حد والا جرم پیش کر دیا جائے تو اس کے بعد اگر وہ اسے معاف کر دے تو اللہ اسے معاف نہ کرے: "(۵۰) (دیکھئے مادہ حد نمبر ۲)

ب۔ دوسری قسم ان حقوق کی ہے جن کے اندر عفو درست ہوتا ہے، یہ حقوق العباد ہیں مثلاً دیون (دیکھئے مادہ قرض نمبر ۸) نیز (مادہ ربا نمبر ۲ کا جز د) نیز نفقات اور قصاص وغیرہ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ا نیز نمبر ۴ کا جز ط)

نیز ایسے حقوق جن پر حقداروں کا حق ثابت ہو چکا ہو مثلاً بیوی یا اس کا ولی مہر کا کچھ حصہ معاف کر دے (دیکھئے مادہ مھر نمبر ۴ کے جز ب کا جز ج)

اس عفو کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ عفو کسی بدل کے بالمقابل ہو مثلاً قرض خواہ اپنے موجل دین کا کچھ حصہ اس شرط معاف پر کر دے کہ قرض دار باقیماندہ دین کی فوری ادائیگی کرے (دیکھئے مادہ قرض نمبر ۸) یا قصاص معاف کر کے دیت وصول کر لی جائے (دیکھئے مادہ قصاص نمبر ۵ کے جز ب کا جز ا)

دوسری صورت یہ ہے کہ عفو کسی بدل کے بالمقابل نہ ہو مثلاً پورا دین معاف کر دینا سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۸۰ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو اور جو صدقہ کر دو تو یہ تمہارے

لئے زیادہ بہتر ہے)

اسی طرح سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد باری ہے۔اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(اور اگر تم نے اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دی ہو لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ عورت نرمی برتے (اور مہر نہ لے) یا وہ مرد جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے، نرمی سے کام لے (اور پورا مہر دیدے) اور تم (یعنی مرد) نرمی سے کام لو تو یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے)

اسی طرح سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد باری ہے۔ترجمہ درج ذیل ہے

(اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے، لیکن جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگا)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جس باکرہ عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کا عفو جائز ہے''(۵۱)

عقوبۃ (سزا)

۱۔ تعریف: عقوبت ان دنیاوی زواجر (جرائم سے روک دینے والی سزاؤں) کو کہتے ہیں جو شریعت کی خلاف ورزی پر عائد کر دی جائے۔

۲۔ عقوبت کی انواع یہ ہیں: حدود (دیکھئے مادہ حد) قصاص (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز الف)، تعزیر (دیکھئے مادہ تعزیر)، کفارہ (دیکھئے مادہ کفارہ)

جہاں تک دیت کا تعلق ہے تو اسے ضرر کی تعویض یعنی معاوضہ شمار کرنا زیادہ صحیح ہے، یہ عقوبت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

عقیقۃ (عقیقہ)

۱۔ تعریف: نومولود کی آمد پر خوشی کے اظہار کے طور پر جو جانور ذبح کیا جائے اسے عقیقہ کہتے ہیں۔

۲۔ عقیقہ کی مقدار: لڑکے کی پیدائش کی خوشی میں دو بکریاں اور لڑکی کی پیدائش کی خوشی میں ایک بکری ذبح کی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی

طرف سے ایک بکری"(۵۲)

علم (علم)

۱۔ تعریف: ایک چیز کی حقیقت کے ادراک کو علم کہتے ہیں

۲۔ علم حاصل کرنا واجب ہے: حضرت ابن عباسؓ حصول علم کو واجب قرار دیتے تھے اس لئے آپ ان افراد کی تعلیم میں کوئی سستی نہ کرتے جو آپ کی سرپرستی میں ہوتے مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ اپنے غلام عکرمہ کو فرائض (علم میراث) اور علم دین سکھانے پر پورا زور لگاتے تھے (۵۳) (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۱)

۳۔ علم کی تدریس کی فضیلت:

حضرت ابن عباسؓ علم دین پڑھنے پڑھانے کو نفلی عبادات سے افضل قرار دیتے تھے، آپ فرماتے: "رات ایک گھڑی علم پڑھنا پڑھانا پوری رات کی عبادت سے بہتر ہے"(۵۴)

۴۔ علم کو اس کی قابل اعتماد مصادر سے حاصل کرنا:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں علم کو اس کے قابل اعتماد مراجع سے اخذ کرنا واجب ہے۔ آپ علم کو اس کے ناقابل اعتماد مراجع سے اخذ کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ جب کسی مسلمان کو کسی اہل کتاب سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھتے دیکھتے جو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ میں موجود ہوتا تو غضبناک ہو جاتے۔ آپ فرماتے تھے: "تم لوگ کس طرح اہل کتاب سے کوئی مسئلہ پوچھ سکتے ہو جبکہ تم پر اللہ کی نازل کردہ کتاب تمہارے پاس ہر شائبہ سے پاک موجود ہے حالانکہ اللہ نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اہل کتاب اپنے ہاتھوں سے کتابیں لکھ لیتے اور پھر کہتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تاکہ یہ کہہ کر انہیں تھوڑی سی قیمت وصول ہو جائے انہوں نے اپنی کتاب میں تغیر وتبدل کر کے احکام کو اپنے مواقع سے ہٹا دیا، تمہارے پاس اللہ کی طرف سے جو باتیں آئی ہیں کیا وہ تمہیں اہل کتاب سے مسائل پوچھنے سے نہیں روکتیں؟ خدا کی قسم، ہم نے تو ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ تم سے کوئی ایسی بات پوچھتا ہو جو تم پر نازل کی گئی"(۵۵)

۵۔حقائق علم کا حصول:

علمی حقیقت یعنی حکمت ہر مسلمان کا مطلوب و مقصود ہے خواہ اس کا اکتشاف کسی مسلمان نے کیا ہو یا کافر نے، مرد نے کیا ہو یا عورت نے، حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: ''تم جس سے بھی حکمت سنو اسے اخذ کرلو کیونکہ بعض دفعہ تیر اندازی کا غیر ماہر شخص بھی نشانے پر تیر مار دیتا ہے''۔(۵٦)

٦۔حقائق تک رسائی کیلئے علمی مسائل کی تمحیص و تحقیق:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جب علم کے مقولے عالم کے ہاتھ لگیں تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ انکی چھان پھٹک کرے تاکہ ان سے درست باتیں الگ کر سکے اور ان کے سوا دیگر مشکوک باتوں کو اٹھا کر پھینک دے،، آپ کا خود طرزِ عمل یہی تھا، عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا اور آپ سے درخواست کی مجھے ایسی کتاب لکھ دیں جس کا کوئی پہلو میرے لئے مخفی نہ ہو۔ اتنے میں آپ کے پاس ایک کتاب لائی گئی اور لانے والے کا خیال تھا کہ اس کتاب میں حضرت علیؓ کے فیصلے درج ہیں۔ آپ نے کتاب لانے والے کی تکذیب کرتے ہوئے اس کتاب کی اکثر باتیں مٹا دیں اور اس کا ایک قلیل حصہ رہنے دیا اور فرمایا: ''علیؓ بن ابی طالب نے کبھی اس قسم کے فیصلے نہیں سنائے''۔(۵۷)

۷۔علم کی نشر و اشاعت:

حضرت ابن عباسؓ ہمیشہ علم کی نشر و اشاعت پر ابھارتے تھے۔ آپ فرماتے: ''تم لوگ (ہم سے) سن رہے ہو، پھر دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر ان سے بعد میں آنے والے لوگ سنیں گے''۔(۵۸)

۸۔حضرت ابن عباسؓ کی رائے کی روشنی میں بعض تعلیمی قواعد کا ذکر:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں علم کی تعلیم کے مثالی اسالیب یہ تھے:

الف۔ مجالس علم کے اندر عدم اکثار اور عدم تطویل تاکہ طالب علم جو کچھ سنے اسے پوری طرح اپنی گرفت میں لے لے اور اس کے اندر اکتاہٹ پیدا نہ ہو۔ اگلے پیرے کے اندر اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول بیان ہوگا۔

ب۔ لوگوں کے سامنے علم اس وقت بیان نہ کیا جائے جب علم کی طرف انکی پوری توجہ نہ ہو، بلکہ پہلے ان کے دلوں میں علم کے ساتھ رغبت کی فضا پیدا کرنا ضروری ہے۔ جب یہ فضا پیدا ہو جائے تو پھر انہیں علم سے آشنا کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہ سے فرمایا: ''لوگوں سے ایک دفعہ جمعہ کے اندر علم بیان کرو، اگر نہیں تو دو مرتبہ بیان کرو اور اگر اس سے زیادہ چاہو تو بس صرف تین مرتبہ بیان کرو، لوگوں کو اس قرآن سے اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرو، میں تمہیں اس حالت میں ہرگز نہ دیکھوں کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ اپنی باتوں میں مصروف ہوں اور تم ان سے اپنی بات بیان کرنا شروع کر کے انکی گفتگو منقطع کر دو اور انہیں اکتاہٹ میں مبتلا کر دو، بلکہ تمہیں چاہئے کہ انکے پاس جا کر خاموش رہو، پھر اگر وہ تمہیں کچھ سنانے کیلئے کہیں تو انہیں سناؤ جبکہ انہیں تمہاری باتیں سننے کی خواہش بھی ہو''(۵۹)

ج۔ علم کو سہل عبارت میں، بغیر کسی تکلف کے بیان کرنا: حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہ سے فرمایا: ''سجع بندی سے پرہیز کرو، کیونکہ میں نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام کو سجع بندی کرتے نہیں دیکھا''(۶۰)

د۔ طالب علموں کی ذہنی سطح کی رعایت کرنا: طالب علموں کے سامنے وہ علمی دقائق بیان نہ کئے جائیں جنہیں سمجھنے کی انکے اندر صلاحیت نہ ہو۔ اس بارے حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول، ہم آپ سے جو کچھ سنتے ہیں وہ سارے کا سارا بیان بھی کر دیں؟'' آنحضور ﷺ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا: ''سوائے اس کے کہ تم کسی قوم کے سامنے کوئی ایسی حدیث بیان کرو جسے انکے عقول اپنی گرفت میں نہ لے سکیں اور پھر یہ حدیث ان میں سے بعض کے لئے فتنہ بن جائے'' بنا بریں حضرت ابن عباسؓ بعض باتیں کچھ لوگوں سے پوشیدہ رکھتے اور کچھ لوگوں کے سامنے ان کا اظہار کر دیتے''(۶۱)

ھ۔ طالب علم علم کا سماع خود کرے اور اسے ضبط تحریر میں خود لائے کیونکہ اس طریق کار سے علم اس کے پاس بہتر طور پر محفوظ ہو جائے گا۔ معلم کے لئے جائز نہیں کہ وہ طالب علم کی کاپی اور رجسٹر میں خود کچھ لکھے بلکہ لکھنے کا کام خود طالب علم کرے نجران کے ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے

مسائل پوچھے، آپ اس کے سوال کرنے کے انداز سے بہت خوش ہوئے، پھر اس نے کہا کہ آپ یہ باتیں مجھے لکھ دیجئے، آپ نے جواب دیا: ''ہم علم لکھا نہیں کرتے''(٦٢)

عمی (بینائی سے محرومی)

١۔ تعریف: بینائی سے محرومی کو عمی کہتے ہیں

٢۔ اس کے اثرات: قولی شہادت پر اس کا اثر (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ٤ کا جزواؤ)

نماز کی امامت پر اس کا اثر (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ١٤ کے جزب کا جز ٣)

عمد (جان بوجھ کر کچھ کہنا یا کرنا)

١۔ تعریف: عمد اس قومی یا فعلی تصرف کو کہتے ہیں جو کسی شخص سے اس کے ارادہ اور اختیار نیز اس کے نتائج کے حصول کے قصد کے تحت صادر ہو، عمد کے بالمقابل دو چیزیں ہیں،

(١) خطا: یہ وہ تصرف ہے جو ارادہ اور اختیار کے تحت صادر نہ ہو۔

(٢) ہزل: یہ وہ تصرف ہے جس کے نتائج مقصود نہ ہوں،

٢۔ عمد کے اثرات:

عمد والے تصرف پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

الف۔ اللہ کے ہاں گنہگار ہونا اگر یہ تصرف حرام ہو کیونکہ سورۃ احزاب میں ارشاد باری ہے (وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ تم پر ان باتوں کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں جو تم غلطی سے کر بیٹھو لیکن جو باتیں تمہارے دل جان بوجھ کر کریں گے)(ان پر تمہیں گناہ ہوگا) دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ٢ کا جز الف

اگر عمد والا تصرف مستحب ہوگا تو اس پر ثواب ملے گا

ب۔ اگر زیر بحث تصرف قابل عقوبت ہو تو پوری سزا ملے گی (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ٤ نمبر ٥ کا جز الف)

ج۔ اس تصرف سے پیدا ہونے والے دیگر تمام اثرات مثلاً عقد بیع کے اندر ملکیت کی منتقلی، عقد رہن کے اندر مرہون کی حوالگی اور اسی طرح کے دیگر اثرات

د۔ آیت سجدہ عمداً سننے پر سجدہ تلاوت کا وجوب (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۶ کا جزب)

عمریٰ (ہبہ کی ایک قسم)

۱۔ تعریف: زندگی بھر کے لئے ہبہ کو عمریٰ کہتے ہیں مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے: ''میرا مکان تمہارے لئے عمریٰ ہے'': یعنی زندگی بھر کے لئے

۲۔ عمریٰ کے اثرات:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ عمریٰ کی بنا پر ملکیت واہب سے موہوب لہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے: ''جس شخص کو عمریٰ کے طور پر کوئی چیز دے دی جائے وہ اس کی ہو جائے گی'' (۶۳) نیز فرمایا: ''نہ تو عمریٰ درست ہے اور نہ رقبیٰ (یعنی اس مفہوم میں درست نہیں کہ ہبہ شدہ چیز موہوب لہ کے پاس اس کی زندگی بھر رہے اور پھر اس کی وفات کے بعد واپس لے لی جائے دیکھئے مادہ رقبیٰ) جس شخص کو کوئی چیز عمریٰ کے طور پر ہبہ کی گئی ہو یا رقبیٰ کے طور پر وہ اس کی زندگی اور موت دونوں کے اندر اسی کی رہے گی'' (۶۴)

عمرة (عمرہ)

۱۔ تعریف: مخصوص افعال کے ساتھ بیت اللہ کے قصد کو عمرہ کہتے ہیں۔ وہ افعال یہ ہیں۔ احرام، طواف، سعی اور حلق وغیرہ کے ذریعہ احرام سے تحلل

۲۔ عمرے کا حکم

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حج کی طرح عمرہ کرنا بھی فرض ہے۔ (۶۵)

عمرے کی فرضیت پر آپ نے کتاب اللہ کے اندر حج کے ساتھ اس کے ذکر سے استدلال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''سورۃ بقرہ آیت ۱۹۶ میں عمرے کا ذکر حج کے ساتھ یکساں طور پر ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے (وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَ ةَ لِلّٰهِ اللہ کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو) (۶۶) نیز فرمایا: ''عمرہ حج اصغر ہے'' (۶۷) اس وجوب سے اہل مکہ اور مکہ میں رہائش پذیر لوگ مستثنیٰ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اے اہل مکہ، تم پر عمرہ نہیں ہے بیت اللہ کا طواف ہی تمہارا عمرہ ہے (۶۸) تم میں سے جو شخص عمرہ کرنا چاہے وہ

مکہ سے نکل کر وادی کے پیچھے چلا جائے اور پھر احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو جائے'' نیز فرمایا: ''اے اہل مکہ، اگر تم عمرہ نہ کرو تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، لیکن اگر تم عمرہ کرنے پر تل جاؤ تو اپنے اور حرم کے درمیان بطن وادی کو آڑ بنالو'' ایک روایت میں ہے کہ ''جو شخص اپنے اور حرم کے درمیان بطن وادی کو آڑ بنالے وہ احرام کے بغیر مکے میں داخل نہ ہو'' (٦٩)

جو شخص حالت احصار میں آ کر حج نہ کر سکے وہ اگر ممکن ہو تو عمرہ کر کے احرام کھولدے (دیکھئے مادہ احصار نمبر ٢)

٣۔ غیر کی طرف سے عمرہ کرنا:

اگر عمرہ کرنا فرض ہے اور ایک شخص اس سے عاجز رہے یا عمرہ کئے بغیر وفات پا جائے تو اس کی طرف سے کسی اور شخص کا عمرہ کرنا جائز ہوگا۔ مسلم القری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میری ماں نے حج تو کر لیا لیکن عمرہ نہیں کیا، میں اس کی طرف سے عمرہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا (٧٠)

٤۔ عمرہ کرنے کا وقت:

عمرہ کیلئے کوئی معین وقت نہیں ہے۔ ایک مسلمان جس وقت بھی چاہے عمرہ کر سکتا ہے بلکہ وہ سال کے اندر ایک سے زائد عمرہ بھی کر سکتا ہے (٧١) جبکہ حج کی ادائیگی صرف اس کے مقررہ وقت کے دوران ہی ہو سکتی ہے اور سال کے اندر ایک سے زائد مرتبہ ادا نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ سال کے اندر ایک سے زائد حج کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

٥۔ مکمل ترین عمرہ:

افضل اور اتم عمرہ وہ ہے جسکی ادائیگی کا قصد کر کے انسان گھر سے چلے، لیکن اگر وہ تجارت یا کسی اور کام کی غرض سے گھر سے نکلے اور جب مکہ کے قریب پہنچ جائے تو اسے عمرہ کرنے کا خیال آ جائے تو یہ عمرہ اگرچہ درست ہو جائے گا لیکن کامل ترین عمرہ بہر حال وہی ہے جس کے ارادے سے انسان گھر سے نکلے (٧٢) ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عمرے کے اتمام کی صورت یہ ہے کہ جہاں سے تم

عمرے کے لئے چلو وہیں سے اس کا احرام باندھ لو (۷۳)

۷۔تلبیہ :

احرام عمرے کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔احرم کے ساتھ ہی تلبیہ شروع ہوگا اور طواف کعبہ کی ابتداء کرتے ہوئے حجر اسود کے استلام تک یہ تلبیہ جاری رہے گا اور اس کے بعد عمرہ کرنے والا تلبیہ کہنا بند کر دے گا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عمرہ کرنے والا جب حجر اسود کا استلام کر لے تو تلبیہ کہنا بند کر دے'' (۷۴) (دیکھئے مادہ تلبیۃ نمبر ۵ کا جز ب)

۷۔احرام کے بعد عمرے کے واجب افعال :

جب عمرہ کرنے والا مکہ پہنچ جائے گا تو بیت اللہ کا طواف کرے گا یعنی سات چکر لگائے گا۔طواف کے بعد سنت طواف کی دو رکعتیں پڑھنا اس کے لئے مسنون ہوگا پھر وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ یعنی سات چکر پورے کرے گا اور پھر سر مونڈنے یا بال چھوٹے کرانے کے ذریعے اپنا احرام کھول دے گا۔اس طرح اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا اس سے پہلے وہ اپنے عمرے کا احرام نہیں کھول سکتا۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب عمرہ کرنے والا بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر لے تو وہ احرام سے آزاد ہو جائے گا'' (۷۵)

عور (یک چشم ہونا)

یک چشم کی آنکھ کے خلاف کیا گیا جرم (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز ج)

عورۃ (وہ اعضاء انسانی جنہیں حیا کی بنا پر چھپا کر رکھا جاتا ہے یعنی ستر)

۱۔ تعریف: انسانی جسم کے وہ حصے عورت یا ستر کہلاتے ہیں جنہیں چھپا کر رکھنے کو شارع نے واجب کر دیا ہے اور انہیں کھلا رکھنا حرام قرار دیا ہے۔

۲۔ستر کے احکام:

اجنبی مردوں اور محارم کے سامنے عورت کی ستر پوشی (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۴) نیز (مادہ زینۃ نمبر ۳)

نماز کے اندر ستر پوشی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ج)

طواف کے اندر ستر پوشی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ا کے جز ب کا جز ۴)

عول (عول کا عمل)

ا۔ تعریف: میراث کے اندر عول یہ ہے کہ وارثوں کے حصے اصل مسئلہ یعنی مخرج سے بڑھ جائیں اور حصے پورے کرنے کیلئے ان کی مقداروں میں کمی کر دی جائے

۲۔ عول کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا موقف: عول کے عمل کا ظہور سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام کے ایک طبقہ نے اس پر عمل کیا حضرت ابن عباسؓ نے اس مسئلے میں حضرت عمرؓ سے موافقت کی لیکن انکے انتقال کے بعد آپ نے عول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی تفصیل (مادہ ارث نمبر ۷) میں گذر چکی ہے

عیب (عیب)

ا۔ تعریف: عیب وہ بات ہے جس سے ایک چیز اپنے درست یا معروف وضع کے اعتبار سے خالی اور مبرّا ہوتی ہے

۲۔ عیب کے اثرات:

معقود علیہ مثلاً مبیع وغیرہ کے اندر عیب کا وجود نقصان اٹھانے والے فریق کے لئے خیار ثابت کر دیتا ہے اور اس میں خیار کی شرط کی ضرورت نہیں ہوتی خواہ یہ عیب مال کے اندر ہو یا بیوی کے اندر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۳) نیز (مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز الف کے جز ۴ کا جز الف)

قربانی کے جانور کا عیوب سے پاک ہونا (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ۳ کے جز ج کا جز ۱)

عید (عید کا دن)

ا۔ تعریف: عید اس دن کو کہتے ہیں جس کے اندر مسلمان اللہ کی مہربانی کی یاد میں جمع ہوتے ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کی عیدیں تین ہیں۔

الف۔ عیدالفطر: یہ شوال کی پہلی تاریخ ہے۔اس دن مسلمان رمضان کے اندر گناہوں کی بخشش پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

ب۔ عیدالاضحیٰ: یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے۔اس دن مسلمان دین کے اکمال پر نیز وقوف عرفہ کی بنا پر حاجیوں کے گناہوں کی بخشش پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

ج۔ جمعہ کا دن: اس دن اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تھی۔ یہ دن ان تمام دنوں میں جن کے اندر سورج طلوع ہوتا ہے بہترین دن ہے (۷۶)

۳۔عید کے احکام

الف۔ عیدالفطر کے دن مسلمان کیلئے مسنون ہے کہ وہ عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے کچھ کھا پی لے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر تم سے ہو سکے (ایک روایت میں ہے) یہ سنت ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب تک کچھ کھا پی نہ لے عیدالفطر کے دن عیدگاہ نہ جائے تو وہ ایسا کرلے''(۷۷)

ب۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۷)

ج۔ جمعہ اور عید کا یکجا ہو جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۶ کا جزز)

د۔ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو روزہ رکھنا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۵)

ھ۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۶ کا جزب)

و۔ حاجی عید کے دن کیا کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۴ تا نمبر ۲۷)،

ز۔ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کیلئے جانے سے پہلے غسل کرنا (دیکھئے مادہ جمعۃ نمبر ۴ کا جز الف) نیز عید کے دن کا غسل (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کے جز ج کا جز ۲)

ح۔ عید کی تکبیریں (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۲)

ط۔ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کے جز ۱۳ کا جز ج)

عین (آنکھ، نظر لگ جانا)

۱۔ تعریف: یہاں ہم عین سے دو باتیں مراد لیتے ہیں۔

اول: آنکھ جس کے ذریعے انسان دیکھتا ہے۔

دوم: نظر جس کے لگ جانے سے دوسرے کو تکلیف پہنچے

۲۔ دیکھنے والی آنکھ کے احکام

آنکھ کے خلاف کئے گئے جرم پر واجب ہونے والی سزا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کے جز ز کے جزح کا جز ط)

کسی کے پاس اندر جانے کیلئے اجازت حاصل کرنا نظر کی وجہ سے ہے (دیکھئے مادہ استیذان)

۳۔ اس نظر کے احکام جس کے لگ جانے سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے

حضرت ابن عباسؓ اعتقاد رکھتے تھے کہ نظر لگ جانا حقیقت ہے، کیونکہ بعض لوگ نظر لگانے کی خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ بعض مخصوص انفعالی احوال کے اندر نظر لگا دے، نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ بات اس طرح پیش آتی ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ سے خاص شعاعین خارج ہو کر اس شخص کے جسم میں داخل ہو جاتی ہیں جسکی طرف وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے قول کا ذکر سورۃ یوسف آیت نمبر ۶۷ میں کیا ہے، اس ترجمہ درج ذیل ہے

(میرے بچو، مصر کے دارالسلطنت میں ایک دروازے میں داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے جانا۔ مگر میں اللہ کی مشیت سے تم کو نہیں بچا سکتا۔ حکم اس کے سوا کسی کا نہیں چلتا، اس پر میں نے بھروسہ کیا، اور جس کو بھی بھروسہ کرنا ہو اسی پر کرے)

حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''حضرت یعقوب علیہ السلام کو جو کہ ایک نبی تھے، اپنے بیٹوں کو نظر لگ جانے کے بارے میں فکر مندی لاحق تھی۔ (یہ بیٹے بڑے حسین و جمیل تھے) اس لئے انہوں سے کہا کہ وہ شہر میں مختلف دروازوں سے داخل ہوں (۸۷) حضور ﷺ کا ارشاد بھی یہی ہے

۔حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''نظر برحق ہے، اگر کوئی چیز قضاوقدر سے سبقت کرسکتی تو نظر سبقت کر جاتی، اور جب تمہیں اپنے جسم کے حصے دھونے (اور دھلائی کا پانی حوالے کرنے) کیلئے کہا جائے تو تم دھولو''(۷۹) حدیث کے آخری فقرے سے مراد وہ صورت ہے جس کا اس زمانے میں رواج تھا، وہ یہ کہ اگر کسی کو کسی کی نظر لگ جاتی تو وہ اس کے پاس جاتا۔ پھر اس کے (نظر لگانے والے کے) کپڑے اتار دئے جاتے، اس کی جلد دھوئی جاتی اور چہرہ نیز ہاتھ پاؤں دھوئے جاتے اور زیر جامہ مقام بھی، اس کے بعد نظر زدہ شخص یہ پانی لے کر اپنے اوپر بہاتا اور اللہ کے حکم سے نظر کا اثر ختم ہو جاتا۔ یہ بات سنت میں بھی وارد ہوئی ہے چنانچہ امام مالک نے ''الموطا'' کے اندر اور امام احمد نے ''مسند احمد'' کے اندر نیز دیگر حضرات نے محمد بن ابی امامہ سہلؓ بن حنیف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ''میرے والد سہلؓ بن حنیف نے مقام خرار میں غسل کیا اور غسل کرنے کی خاطر اپنا جبہ اتار دیا انہیں عامرؓ بن ربیعہ دیکھ رہے تھے۔ میرے والد گورے چٹے اور حسین جلد کے مالک تھے، عامرؓ کہنے لگے کہ ''میں نے آج تک ایسا خوبصورت شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی آج تک چھپی ہوئی کوئی ایسی حسین اور اچھوتی جلد دیکھی'' بس یہ کہنا تھا کہ میرے والد کو وہیں بخار ہو گیا اور انہیں شدید سردی کے ساتھ تیز بخار چڑھ گیا حضور ﷺ کو اس کو اطلاع دی گئی اور عرض کیا گیا کہ سہل تو اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتے، یہ بھی اتفاق تھا کہ میرے والد کا نام غزوہ پر جانے والے لشکر کے مجاہدین میں لکھ لیا گیا تھا، لوگوں نے عرض کیا کہ: ''اللہ کے رسول سہل تو آپ کے ساتھ نہیں جاسکیں گے، بخدا وہ تو اپنا سر بھی اٹھا نہیں سکتے'' یہ سن کر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کو کسی پر شک ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ''ہاں، عامر بن ربیعہ پر'' آپ ﷺ نے عامر بن ربیعہ کو طلب کیا اور ان پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''تم اپنے بھائی کو کیوں قتل کرنے لگے ہو اس کا جسم دیکھ کر تم نے اس کے لئے برکت کی دعا کیوں نہیں کی، اب اپنا جسم دھو کر اسے پانی حوالے کرو'' چنانچہ عامر نے اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور کہنیاں، دونوں پاؤں اور زیر ازار مقام ایک بڑے برتن میں دھوئے اور پھر سہلؓ کی پشت کی طرف کھڑے ہو کر ان پر یہ پانی بہا دیا، اسی وقت سہلؓ ٹھیک ہو گئے۔

عینۃ (بیع کی ایک قسم)

بیع عینہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز ط) نیز (مادہ ربا نمبر ۲ کا جز ج)

حرف العین میں مذکورہ حوالہ جات

۱ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ ب عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۳۶، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۵، المغنی ج ۷ ص ۵۳۴
۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۴،۲۵۵
۳ عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۲۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۵، المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۱۱ المغنی ج ۷ ص ۵۳۴
۴ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۰ المغنی ج ۷ ص ۴۵۲
۵ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۹۱/۱ المحلی ج ۱۰ ص ۲۵۸
۶ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۰
۷ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۷
۸ المحلی ج ۱۰ ص ۲۷۱
۹ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۶ المغنی ج ۷ ص ۴۶۴
۱۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۸
۱۱ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۷۰
۱۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۶۷، ۴۳۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۰ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۷، ج ۶ ص ۳۰۴
۱۳ المغنی ج ۷ ص ۴۴۹
۱۴ حوالہ مذکورہ بالا
۱۵ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۴، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۲۳/۱، المحلی ج ۱۰ ص ۲۸۳، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۹، کنز العمال ج ۹ ص ۶۸۷
۱۶ المغنی ج ۷ ص ۵۲۸
۱۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۱، ۱۸۷ ب، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۱، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۲۳/۱
۱۸ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۷۵ المحلی ج ۱۰ ص ۳۰۰
۱۹ موسوعہ فقہ عمر، مادہ نفقۃ نمبر ۵ کا جز ب
۲۰ مسلم فی الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لھا، الموطا ج ۲ ص ۵۸۰، ابوداؤد فی الطلاق باب نفقۃ المبتوتۃ، الترمذی والنسائی فی النکاح، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۷ ب
۲۱ المحلی ج ۱۰ ص ۲۵۸، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۹۱/۱
۲۲ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۱، المحلی ج ۱۰ ص ۲۹، المغنی ج ۶ ص ۵۴۳
۲۳ حوالہ درج بالا، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۱۹
۲۴ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۱۸

۲۵ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۹۱

۲۶ ابن اب شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲ ب

۲۷ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۳

۲۸ عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۷۰

۲۹ الموطا ج ۲ ص ۵۸۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۳ عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۷۰ احکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۵، ۴۵۸ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۴ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۵۵\۱

۳۰ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۷۴ المغنی ج ۷ ص ۴۷۳

۳۱ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۸ ب، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۴۰۹\۱، المغنی ج ۷ ص ۴۸۹، ۴۹۵، المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۵

۳۲ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۲، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۸۶\۱ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۵، المحلی ج ۱۰ ص ۳۱۱، احکام لقرآن ج ۱ ص ۴۱۶ المغنی ج ۷ ص ۵۳۴، عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۲۷

۳۳ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۳۵، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۰۹ المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۸۴ المغنی ج ۷ ص ۵۲۱، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۹، احکام لقرآن ج ۱ ص ۴۱۸، ۴۱۹، ج ۳ ص ۴۶۱، الاعتبار ص ۱۸۴، کنز العمال ج ۹ ص ۶۸۷

۳۴ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۲۲۳\۱

۳۵ عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۲۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۳۲ تفسیر ابن کثیر، تفسیر طبری متعلقہ آیت کی تفسیر، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۴، المغنی ج ۷ ص ۵۲۳

۳۶ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۱، ۱۸۷ ب

۳۷ عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۷، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۲۵\۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۳، بسنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۳، آثار ابی یوسف نمبر ۵۹۲ کنز العمال ج ۹ ص ۶۸۷، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۲۱، ج ۳ ص ۴۶۲

۳۸ کنز العمال ج ۹ ص ۶۹۲، ۱۶۸۷ المحلی ج ۱۰ ص ۲۷۸

۳۹ عبدالرزاق ج ۷ ص ۵۵

۴۰ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۴۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۳۱، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۵۴، کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۶۹، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۷۸، المغز ج ۷ ص ۲۴

۴۱ شرح السیر الکبیر ج ۳ ص ۱۲۴۶ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۶

۴۲ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۰۵\۲، عبدلرزاق ج ۷ ص ۱۴۶

۴۳ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۳۱

۴۴ حوالہ درج بالا، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۰۷\۲، ۶۲

۴۵ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۴۲، المحلی ج ۱۰ ص ۷۱

۴۶ المحلی ج ۱۰ ص ۳۲۲

۴۷ الموطا ج ۲ ص ۵۹۶

۴۸ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۴۱

۴۹ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۰۶

۵۰ المغنی ج ۸ ص ۲۸۱

۵۱ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۰۷

۵۲ عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۲۹، المحلی ج ۷ ص ۵۲۵ المغنی ج ۸ ص ۶۲۴، المجموع ج ۸ ص ۳۶۳

۵۳ فتح الباری ج ۵ ص ۵۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۰۹

۵۴ سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۵۳

۵۵ عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۱۰، ج ۱۰ ص ۱۱۰ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۹، ج ۱۰ ص ۱۶۳

۵۶ کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۰۷

۵۷ جامع الاصول نمبر ۵۸۶۷

۵۸ ابوداؤد فی العلم باب فضل نشر العلم

۵۹ فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۱۷، البخاری فی الدعوات باب ما یکرہ من السجع فی الدعاء

۶۰ حوالہ درج بالا

۶۱ کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۰۷

۶۲ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۵۸

۶۳ عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۸۹، ۱۹۵ المحلی ج ۹ ص ۱۶۵ المغنی ج ۵ ص ۶۲۵

۶۴ النسائی فی الرقبیٰ

۶۵ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۶۴ المحلی ج ۷ ص ۳۶ المجموع ج ۷ ص ۸ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۱۴ الترمذی فی الحج باب العمرۃ واجبۃ

۶۶ البخاری تعلیقاً، فتح الباری ج ۳ ص ۶۰۷ المحلی ج ۷ ص ۳۸ المغنی ج ۳ ص ۲۲۳

۶۷ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۷ سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵۱

۶۸ المغنی ج ۳ ص ۲۲۴

۶۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۴، المغنی ج ۷ ص ۲۵۹

۷۰ المحلی ج ۷ ص ۶۰، ۶۳

۷۱ المجموع ج ۷ ص ۱۳۶ المغنی ج ۳ ص ۲۲۶

۷۲ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۲۱۸

۷۳ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۰

۷۴ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۸

۷۵ تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۲۰ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۰، المحلی ج ۷ ص ۹۷

۷۶ سنن ابی داؤد فی الصلاۃ باب فضل یوم الجمعۃ، النسائی فی الجمعۃ باب اکثار الصلاۃ علی النبی یوم الجمعۃ

۷۷ عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۰۶، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸۴ ب، المغنی ج ۲ ص ۳۷۱

۷۸ تفسیر قرطبی ج ۹ ص ۲۲۶، ابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۴، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۴

۷۹ مسلم فی السلام باب الطب، الترمذی فی الطب باب ما جاء ان العین حق

حرف الغین

غائب (غائب) دیکھئے مادہ غیاب

غرر (لاعلمی کی بنا پر دھوکہ ہو جانا)

غرر جہالت یعنی لاعلمی کو کہتے ہیں

بیع کے اندر غرر کا حکم (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جزد)

غرۃ (ایک غلام یا لونڈی)

غرہ اصل میں ایک غلام یا سفید فام لونڈی کو کو کہتے ہیں، اس کی قیمت اس کے قائم مقام ہوتی ہے اس کی مقدار کا اندازہ دیت کے بیسویں حصے کے ساتھ لگایا جاتا ہے

جنین کے خلاف کئے جانے والے جرم سے غرہ واجب ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر ۴ کا جز واؤ)

غسل (غسل)

۱۔ تعریف: پورے بدن پر پانی بہانے کو غسل کہتے ہیں

۲۔ کس قسم کے پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے؟ مطلق پانی کے ساتھ غسل ہوتا ہے۔ مسجد حرام میں زمزم کے پانی کے ساتھ غسل کرنا مکروہ ہے کیونکہ چاہ زمزم کے اندر جو معنویت ہے وہ اس کے پانی کو نجاست غلیظہ زائل کرنے کیلئے استعمال میں لانے سے منزہ رکھتی ہے خواہ یہ ظاہری نجاست ہو یا معنوی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مسجد حرام کے اندر غسل کرنے والے کے لئے میں زمزم کے پانی کے استعمال کو حلال قرار نہیں دیتا، البتہ اس کا پانی وضوء کرنے والے اور پینے والے کے لئے حلال ہے''[1] البتہ اگر زمزم کا پانی مسجد حرام سے باہر لے جایا جائے تو اس کے ساتھ غسل کرنا حلال ہو جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں اس کی معنویت باقی نہیں رہے گی

۳۔ غسل کا حکم: غسل کی چار قسمیں ہیں

الف۔ مکروہ تنزیہی: وہ ہے میت کو غسل دینے کے بعد کیا جانے والا غسل۔ کیونکہ یہ غسل میت کی تحقیر کا حامل ہوتا ہے اس لئے کہ یہ اس حکم کو متضمن ہے کہ میت نجس ہے حضرت ابن عباسؓ کی یہی رائے تھی، عطاء نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آیا میت کو غسل دینے والے پر غسل ضروری ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''کیا تم نے اپنے رفیق یعنی میت کو ناپاک سمجھا ہے؟ میت کو غسل دینے کے بعد وضو کر لینا ہی کافی ہے'' ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''میت جسے تم نے غسل دیا ہے وہ مومن اور پاک ہے، ناپاک نہیں ہے۔ اس لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھ دھولو''(۲) فقہاء نے حضرت ابن عباسؓ کا مسلک نقل کرنے میں اس بات پر اکتفا کر لیا ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد غسل واجب نہیں ہوتا(۳) لیکن آپ سے جس نص کا تذکرہ میں نے کیا ہے اس سے میں کراہت کا مفہوم اخذ کرتا ہوں (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کا جز ب)

ب۔ مستحب غسل: صفائی کی خاطر کیا جانے والا غسل نیز جسم کے اندر چستی پیدا کرنے کا خاطر غسل مستحب ہے۔ اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

۱۔ سینگی لگوانے کے بعد غسل (دیکھئے مادہ حجامۃ نمبر۳ کا جز الف)

۲۔ حمام کرنے کے بعد غسل۔ اس لئے کہ گرم حمام جسم کو ڈھیلا کر دیتا ہے، اس کے بعد اگر غسل کر لیا جائے تو اس سے جسم میں نشاط اور چستی عود کر آتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نیز یوم عرفہ اور یوم جمعہ کو نیز جنابت، احتلام کی بنا پر اور حمام کرنے نیز سینگی لگوانے کے بعد غسل کرتا ہوں''(۴)

ج۔ مسنون غسل: ہر اجتماع سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے، اس کی چند صورتیں یہ ہیں،

(۱) جمعہ کے دن غسل (دیکھئے مادہ جمعۃ نمبر۴ کا جز الف)

(۲) عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے غسل، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''میں عیدین میں غسل کرتا ہوں''(۵)

(۳) میدان عرفات کی طرف جانے سے پہلے حاجی کا غسل (دیکھئے مادہ حج نمبر۲۱ کا جز الف)

د۔ واجب یعنی فرض غسل: درج ذیل باتیں غسل کو واجب کر دیتی ہیں۔

۱۔ مادہ منویہ کا اپنے ٹھکانے سے شہوت کے ساتھ جدا ہو جانا:

خروج منی کی بنا پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ یہاں خروج سے مراد مادہ منویہ کا اپنے مقر یعنی ٹھکانے سے جدا ہو جانا ہے، قضیب یعنی عضو تناسل سے خروج مراد نہیں ہے۔

بنابریں اگر ایک شخص کو احتلام ہو جائے یا ہمبستری کی وجہ سے مادہ منویہ خارج ہو جائے اور پھر وہ غسل کر لے، اس کے بعد اس کے قضیب سے باقیماندہ مادہ خارج ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۶) مادۂ منویہ کا خروج بیداری کی حالت میں خواہ ہمبستری کی وجہ سے ہو یا عضو تناسل کو چھیڑنے کی وجہ سے یا عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑنے کی وجہ سے ہو یا نیند کی حالت میں اس کا خروج ہو جائے اس سے غسل کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بنابریں اگر ایک شخص نیند سے بیدار ہو کر اپنے کپڑوں پر مادہ منویہ کے نشانات دیکھے لیکن اسے احتلام یاد نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا لیکن اگر اسے احتلام یاد ہو اور کپڑوں وغیرہ پر اس کا کوئی نشان موجود نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ مادہ منویہ کے خروج کا اعتبار ہوتا ہے۔ احتلام کا اعتبار نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا: ''منی کی صورت میں غسل واجب ہوگا (۷)'' نیز فرمایا: ''احتلام کے اندر پانی (مادہ منویہ) کی بنا پر پانی (غسل) لازم ہوگا (۸)'' نیز فرمایا: ''اگر ایک شخص کو احتلام ہو جائے لیکن وہ کوئی تری نہ پائے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ تری پائے اور اسے خیال نہ آئے کہ احتلام ہوا ہے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا'' (۹)

۲۔ وطی یعنی ہمبستری:

ابن حزم وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایسی ہمبستری سے غسل واجب نہیں ہوگا جس میں انزال نہ ہوا ہو (۱۰) یہ روایت شاید اس حکم کے منسوخ ہونے سے پہلے کی ہے لیکن جب یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ ہمبستری کی بنا پر خواہ انزال ہو یا نہ ہو، غسل کے وجوب کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی حکم اختیار کر لیا کیونکہ آپ سے یہ منقول ہے کہ: ''جب ختان ختان کو مس کرلے یعنی نسوانی اور مردانہ شرمگاہیں ایک دوسری کو مس کر لیں تو غسل واجب ہو جائے گا'' (۱۱) نیز فرمایا: ''میں اگر اپنی بیوی کے ساتھ مخالطت کر لوں تو غسل کر لیتا ہوں'' (۱۲)

۳۔حیض اور نفاس:

جب حیض اور نفاس کا اختتام ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اس پر سب کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے

۴۔استحاضہ:

اس پر ہم نے تفصیلی گفتگو (مادہ استحاضہ نمبر۳) کے اندر کر لی ہے

۵۔موت:

اگر ایک شخص وفات پا جائے تو اس کی میت کو غسل دینا واجب ہے (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کا جزب)

۶۔غسل کی کیفیت

الف۔ غسل کے لئے کافی پانی کی مقدار: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ غسل کیلئے ایک صاع (پیمانے کا نام، تقریباً ساڑھے تین سیر) پانی کافی ہے۔ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ غسل جنابت کیلئے پانی کو کون سی مقدار کافی ہوتی ہے؟ آپ نے جواب دیا ''ایک صاع غسل کے لئے کے لئے اور ایک مد (پیمانے کا نام) وضوء کے لئے'' سائل نے کہا کہ پانی کی یہ مقدار میرے لئے کافی نہیں ہوتی، آپ نے جواب دیا ''تمہاری ماں مرے، یہ مقدار اس ذات کے لئے کافی ہو جاتی تھی جو تم سے بہتر ہے'' اس نے کہا ''وہ کون؟'' آپ نے جواب دیا ''رسول ﷺ'' (۱۳)

ب۔ ہاتھ پانی میں ڈالنے سے پہلے انہیں دھو لینا: حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ غسل کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھو لینا مستحب ہے تاکہ ہاتھوں میں موجود میل کچیل دور ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر جنبی اپنے ہاتھ دھونے سے پہلے انہیں پانی میں ڈال دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔(۱۴) آپ کے قول ''کوئی حرج نہیں ہے'' سے مراد یہ ہے کہ اس نے خلاف اولیٰ کام

کیا ہے۔

ج۔ کھڑے پانی میں غسل کرنا: حضرت ابن عباسؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ جنبی کھڑے پانی میں گھس کر غسل کرے بلکہ اسے چاہئے کہ چلو بھر بھر کر اپنے جسم پر ڈالتا جائے۔ جاری پانی کے اندر غسل نہ کرنا مستحب ہے بلکہ اسے چاہئے کہ چلو بھر بھر کر جسم پر ڈالے، آپ نے فرمایا: ''اگر تمہیں جنابت لاحق ہو اور تم کسی تالاب کے پاس سے گذرو تو اس سے چلو بھر بھر کر اپنے جسم پر ڈالو۔ اگر یہ پانی بہہ کر تالاب میں چلا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر ہو سکے تو تالاب میں داخل مت ہو''(۱۵)

د۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا: جنبی اگر غسل کرنا چاہے تو اپنے جسم پر تین مرتبہ پانی بہائے اور کلی کرنا نیز ناک میں پانی ڈالنا ترک نہ کرے کیونکہ یہ دونوں عمل غسل کے فرائض میں داخل ہیں۔ اگر وہ غسل کے دوران یہ دونوں عمل ترک کر دے تو بعد میں کر لے۔ اس لئے کہ منہ اور ناک بدن کے ظاہری حصے ہیں باطنی حصے نہیں ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو شخص غسل جنابت کے اندر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے تو ان کا اعادہ کر لے''(۱۶)

ھ۔ سر دھونا: سر میں پانی پہنچانا ضروری ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جنبی اپنے سر پر تین مرتبہ چلو بھر کر پانی ڈالے گا''(۱۷) عورت کے لئے اس بات کی رخصت ہے کہ وہ غسل جنابت کے اندر اپنی مینڈھیاں نہ کھولے بلکہ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈال لینا اس کیلئے کافی ہوگا، تاکہ اس کا حرج دور ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے بال گوندھ رکھے ہوں اس کے لئے سر پر تین مرتبہ پانی ڈال لینا درست ہوگا''(۱۸) اگر ایک شخص غسل کرنے سے پہلے اپنا سر صابون وغیرہ سے دھولے اور اس کے بعد غسل جنابت کرے تو اس کیلئے سر نہ دھونے کی رخصت ہوگی۔ اور اس کا پہلا غسل اس کے دوسرے غسل کی تکمیل کرنے والا شمار ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص اپنا سر خطمی (ایک قسم کی بناتات جو دواؤں وغیرہ میں کام آتی ہے) سے دھولے اور پھر غسل کرے تو اس کے لئے جائز ہوگا کہ اپنا سر دوبارہ نہ دھوئے''(۱۹)

و۔ غسل کر لینے کے بعد غسل کا پانی جسم سے خشک کر لینا مکروہ نہیں ہے(۲۰) کیونکہ کپڑے پہننے کیلئے اسے اپنا جسم تولئے وغیرہ سے خشک کر لینے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کہ اگر جسم پر تری موجود

ہو اور وہ اس پر اپنے کپڑے پہن لے تو اس سے اس کی صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے (دیکھئے مادہ تنشیف)

۵۔ غسل کا علی الفور وجوب:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جنبی پر فی الفور غسل کر لینا واجب قرار دیتے تھے۔ البتہ اگر وہ دوبارہ ہمبستری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور دوسری طرف نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں فی الفور غسل کے وجوب کا یہ حکم مرتفع ہو جائے گا۔ اور غسل کرنا اس کے لئے مستحب قرار پائے گا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص ہمبستری کرے اور پھر دوبارہ ہمبستری کا ارادہ رکھتا ہو تو غسل کو موخر کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا''(۲۱)

۶۔ روزہ دار کیلئے غسل کا جواز (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۱ کا جزج)

محرم کیلئے حالت احرام میں غسل کر لینے کی اباحت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جزج)

غش (ملاوٹ کرنا) دیکھئے مادہ تغریر

غضب (غصہ)

غضب کی دو قسمیں ہیں

ایسا غصہ جس کے نتیجے میں عقل کے اندر کوئی خلل پیدا نہ ہو اور طبیعت پر قابو باقی رہے یہ غصہ صرف اس انفعالی کیفیت کی بنا پر پیدا ہوا ہو جس کا طبیعت پر برا اثر پڑا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ اسی قسم کے غصے اور غضب کو ایلاء کے اندر شرط قرار دیتے ہیں (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲ کا جزد) اس غضب کی بنا پر متعلقہ شخص سے اس کے اقوال کی مسئولیت ختم نہیں ہوتی

دوسری قسم اس غصے کی ہے جس کی وجہ سے عقل کے اندر خلل پیدا ہو جائے اور طبیعت پر قابو باقی نہ رہے اور ہذیانی کیفیت غالب آ جائے۔ اس قسم کا غصہ اقوال کی مسئولیت کو ختم کر دیتا ہے، افعال کی ذمہ داری اور مسئولیت کو ختم نہیں کرتا۔

اگر ایک شخص اس کیفیت کے دوران کوئی قسم کھا بیٹھے تو اس کی یہ قسم لغو قرار پائے گی (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۳ جزب کا جز ۳)

غلول (مال غنیمت میں سے کچھ چرالینا)

مال غنیمت سے سرقہ کرنے کو غلول کہتے ہیں (دیکھئے مادہ سرقۃ نمبر ۴ کا جز ج)

غناء (گانا گانا)

۱۔ تعریف: کلام کی موزون سروں کی تحت ادائیگی کو غناء کہتے ہیں۔

۲۔ غناء کا حکم:

الف۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ غناء لہو ولعب کی ایک قسم ہے، اگر کوئی شخص گانے بجانے میں مشغول رہے تو اس کی مشغولیت کی مقدار اس کا ایمان کمزور ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غفلت اور شہوات کے اندر انہماک اس کے ہمراہ ہوتا ہے۔ بنابریں آپ فرمایا کرتے: ''غناء دل کے اندر نفاق پیدا کر دیتا ہے جس طرح پانی فصل پیدا کرتا ہے''[۲۲] سورۃ لقمان آیت نمبر ۶ میں ارشاد باری ہے (وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَالْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور کوئی انسان ایسا بھی ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی باتیں خرید کرتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو گمراہ کرے) حضرت ابن عباسؓ نے (لَهْوَ الْحَدِيْثِ) کی تفسیر غناء یعنی گانے بجانے سے کی ہے اسی طرح سورۃ نجم آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد باری ہے (اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَ تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ. سو کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو)

آپ نے (وَاَنْتُمْ ، سَامِدُوْنَ) کی تفسیر بھی غناء سے کی ہے اور فرمایا ہے۔ ''(سَامِدُوْنَ) حمیریہ گیت گانا ہے''[۲۴]

ب۔ اگر غناء کا یہ حکم ہے تو اس کیلئے کسی کو کرائے پر حاصل کرنا بھی حرام ہوگا اور مغنی یا مغنیہ کی اجرت بھی حرام ہوگی، حضرت ابن عباسؓ نے حرام کمائی کی صورتیں گنوائی تھیں اور انکے ضمن میں مغنیہ کی

اجرت کا بھی ذکر کیا تھا (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز ب کا جز۲) غناء انسان سے اس کی صفت عدالت کو ساقط کر دیتا ہے، گانے بجانے کا پیشہ اختیار کرنے والے کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ج) نیز (مادہ شھادۃ نمبر۴ کا جز ج)

ج۔ مغنیہ کی بیع فاسد ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کا جز ج کا جز۳)

غنم (بھیڑ بکریاں)

ا۔ قربانی کے لئے کس عمر کی بھیڑ یا بکری درست ہوتی ہے (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر۳)

جو شخص ہدی دینے کی نذر مانے ایک بکری اس کے لئے کافی ہوگی (دیکھئے مادہ نذر نمبر۳ کا جز و)

احرام کی خلاف ورزی کے جرمانے میں کم سے کم واجب ہونے والا دم (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹)

غنیمۃ (مال غنمیت)

ا۔ تعریف: جنگ کے دوران مسلمان مجاہدین برسر پیکار کافروں کے جو اموال غلبے کی بنا پر حاصل کر لیں انہیں مال غنیمت کہا جاتا ہے بنابریں باغی مسلمانوں کے جو اموال وفادار مسلمانوں کے ہاتھ آ جائیں وہ غنائم شمار نہیں ہوں گے بلکہ انہیں واپس کرنا واجب ہوگا (دیکھئے مادہ بغی نمبر۴)

۲۔ غنائم کے احکام: انفال کو بھی شامل ہیں: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ غنائم کے احکام انفال کو بھی شامل ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ سبحانہ نے سورۃ انفال آیت نمبر۱ میں سے ارشاد نازل فرمایا کہ (يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور رسول کے لئے ہے) تو گویا یہ بتا دیا گیا کہ انفال (جنگ میں حاصل شدہ اموال) کیلئے کوئی معین مصارف نہیں۔ بلکہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر یہ اموال صرف کریں گے لیکن یہ حکم ہمیشہ کے لئے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کی آیت نمبر۴۱ میں وہ مدات بیان کر دئے جن کے اندر کافروں سے حاصل شدہ اموال خرچ ہونے تھے۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے؟

(اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے)(۲۵)

۳۔ غنائم کی تقسیم:

(الف) غنائم کے پانچ حصے کئے جائیں گے:

(۱) جنگ میں حصہ لے کر یہ غنائم حاصل کرنے والے مجاہدین کو چار حصے دیئے جائیں گے اور تمام مجاہدین کی تعداد کے مطابق ان حصوں کی آگے تقسیم ہوگی۔ اس تقسیم میں پیادہ مجاہد کیلئے ایک حصہ اور سوار کے لئے دو یا تین حصے رکھے جائیں گے، اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا تاہم دار قطنی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ خیبر میں دو سو گھوڑوں کو فی گھوڑا دو حصے دئے، اگر ایک گھوڑے کے دو حصے ہوئے تو گھوڑسوار مجاہد کے تین حصے ہوں گے۔ یہ حکم سنت صحیحہ کے اندر وارد ہوا ہے، علماء نے حضرت ابن عباسؓ کا ذکر اس مختصر سے گروہ کے اندر نہیں کیا جس سے مروی ہے کہ سوار مجاہد کو دو حصے ملیں گے۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ کی رائے بھی یہی ہوگی کہ گھوڑسوار مجاہد کو تین حصے دیئے جائیں گے ایک حصہ اس کا ہوگا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے ہوں گے(۲۶)

(۲) عورت، غلام اور نابالغ کو مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا البتہ مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے ان کے لئے بھی تھوڑا بہت مال رکھ لیا جائے گا۔ اس کی مقدار کا تعین امام المسلمین اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے نجدہ بن عامر خارجی کو اس سلسلے میں جو خط لکھا تھا اس نے اس مسئلے کو پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ نجدہ نے پوچھا تھا کہ آیا عورتوں کے لئے بھی مال غنیمت کے اندر کوئی حصہ مقرر کیا جاتا تھا آپ نے جواب میں لکھا تھا کہ: ''انہیں مال غنیمت میں سے تھوڑا بہت دے دیا جاتا تھا لیکن انکے لئے حصہ مقرر نہیں کیا جاتا تھا''(۲۷) ایک روایت میں غلام کے لفظ کا بھی اضافہ ہے(۲۸) آپ نے فرمایا: ''غلام اور عورت جنگ میں شامل ہوں گے، ان کے لئے کوئی مقررہ حصہ نہیں ہوگا البتہ انہیں تھوڑا بہت دے دیا جائے گا''(۲۹) تیسری روایت میں صغیر (نابالغ) کے لفظ کا بھی اضافہ ہے۔ بیہقی

نے روایت کی ہے کہ نجدہ بن عامر نے آپ سے پوچھا تھا کہ بچہ یتیمی سے کب نکلتا ہے اور اس کے لئے کب حصہ مقرر کیا جاتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ: ''بچے کو جب احتلام ہو جائے تو وہ یتیمی سے نکل جاتا اور اس کے لئے حصہ مقرر کیا جاتا ہے''(۳۰)

ب۔ مال غنیمت کا باقیماندہ پانچواں حصہ امام المسلمین وصول کرے گا اور اسے چار حصوں میں تقسیم کر دے گا۔ پہلا حصہ اللہ، اس کے رسول اور رسول ﷺ کے رشتہ داروں کے لئے ہوگا۔ دوسرا حصہ یتیموں کے لئے تیسرا حصہ مساکین کے لئے اور چوتھا حصہ ان مسافروں کی میزبانی اور ضیافت کے لئے ہوگا جو مسلمانوں کے پاس آ کر قیام کرتے ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے قرابتداروں کی طرف منتقل ہو گیا تھا جنہیں مال زکوٰۃ لینے سے روک دیا گیا تھا۔ یہ قرابتدار بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب تھے۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اگر یہ حصہ آپ ﷺ کے مذکورہ قرابتداروں کو نہیں دیا گیا تو اس کی کوئی مبنی برحق وجہ نہیں تھی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جاتے تھے چار حصے تو جنگ میں شریک ہونے والے مجاہدین کو مل جاتے اور پانچویں حصے کے پھر چار حصے کئے جاتے، ایک حصہ اللہ، اللہ کے رسول ﷺ اور قرابتداروں کا ہوتا، اللہ اور رسول کا حصہ نبی ﷺ کے قرابتداروں کے لئے ہوتا اور حضور ﷺ خمس میں سے کچھ نہ لیتے، مذکورہ بالا چار حصوں کا دوسرا حصہ یتیموں کے لئے، تیسرا حصہ مساکین کے لئے اور چوتھا حصہ مسافروں کے لئے ہوتا، یعنی وہ فقیر مہمان جو مسلمانوں کے پاس آ کر قیام کرتے''(۳۱)

نجدہ بن عامر نے آپ کو خط لکھ کر ذوی القربیٰ کے حصے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اسے جواب لکھا کہ ''ذوی القربیٰ کا حصہ ہمارے لئے ہے لیکن ہمارے لوگوں نے انکار کر دیا، حضرت عمرؓ نے ہمیں بلا کر یہ پیشکش کی تھی کہ اس حصے سے وہ ہمارے کنواروں کی شادیاں کرا دیں گے، ہمارے ضرورت مندوں کیلئے روزگار مہیا کریں گے اور ہمارے قرضداروں کا قرض ادا کریں گے لیکن ہم اس بات پر اڑے رہے کہ یہ سارا حصہ ہمارے حوالے کیا جائے جبکہ حضرت عمرؓ حوالہ نہ کرنے پر اڑے رہے، چنانچہ ہم نے یہ حصہ چھوڑ دیا''(۳۲)

۴۔ اگر برسر پیکار کافر ذمیوں کے مال مویشی اور عورتیں بچے چھین کر لے جائیں اور پھر مسلمان انکے

قبضے سے یہ سب کچھ واپس لے لیں تو یہ سب کچھ ذمیوں کو واپس کر دیا جائے گا (دیکھئے مادہ ذمة نمبر۲ کا جزو)

غنائم سے تنفیل (سپہ سالار یا امام المسلمین کی طرف سے کسی کو اس کے حصے کے علاوہ کچھ دینا)۔ دیکھئے مادہ تنفیل

مال غنیمت میں سے سرقہ (دیکھئے مادہ سرقة نمبر۴ کا جزج)

حرف الغین میں مذکورہ حوالہ جات

۱ ابن ابی شیبہ ج اص ۷

۲ عبدالرزاق ج ۳ص ۴۰۶،سنن بیہقی ج اص ۳۰۵،نیل الاوطار ج اص ۲۹۹،کشف الغمۃ ج اص ۶۱،ابن ابی شیبہ ج اص ۱۴۴ب

۳ المغنی ج اص ۲۱۱،المجموع ج ۵ص ۱۴۲،المحلی ج ۲ص ۲۴

۴ عبدالرزاق ج ۳ص ۳۱۰،ابن ابی شیبہ ج اص ۸

۵ ابن ابی شیبہ ج اص ۸،ص ۸۶ب،عبدالرزاق ج ۳ص ۳۱۰

۶ المغنی ج اص ۲۰۱،المحلی ج ۲ص ۸،المجموع ج اص ۱۴۹

۷ سنن بیہقی ج اص ۱۱۵،۱۶۹،ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵ب،شرح معانی الآثار ج اص ۲۹

۸ سنن ترمذی فی الطھارۃ باب ماجاء ان الماء من الماء

۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۳،المغنی ج اص ۲۰۲

۱۰ المحلی ج ۲ص ۴،ج ۳ص ۱۹۸،عبدالرزاق ج اص ۲۵۳،الاعتبار ص ۳۱

۱۱ سنن بیہقی ج اص ۱۶۶،الاستذکار ج اص ۳۴۸

۱۲ عبدالرزاق ج اص ۲۴۹،ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵

۱۳ کنزالعمال ج ۹ص ۵۵۰،ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱ب

۱۴ عبدالرزاق ج اص ۹۱

۱۵ عبدالرزاق ج اص ۹۰

۱۶ ابن ابی شیبہ ج اص ۳۱،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج اص ۴۳۵،آثار ابی یوسف نمبر ۵۸،کنزالعمال ج ۹ص ۵۵۳

۱۷ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۱

۱۸ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲ب

۱۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲

۲۰ عبدالرزاق ج اص ۱۸۲،ابن ابی شیبہ ج اص ۲۵،المجموع ج اص ۹۸

۲۱ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۰

۲۲ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۲۳

۲۳ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۲۱،المحلی ج ۹ص ۵۷۱،تفسیر قرطبی ج ۱۴ص ۵۱

۲۴ تفسیر قرطبی ج ۱۴ص ۵۱

۲۵ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۴ تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲، احکام القرآن ج ۳ ص ۵۰

۲۶ نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۱۸

۲۷ صحیح مسلم فی الجھاد باب النساء الغازیات، الترمذی فی السیر باب من یعطی من الفئ، ابوداؤد فی الجھاد باب المرائۃ والعبد یحذ یان من الغنیمۃ، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۳۲

۲۸ عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۲۷، سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۲۲، ج ۹ ص ۳۰ المحلی ج ۷ ص ۳۳۲، المغنی ج ۸ ص ۴۱۱، خراج ابی یوسف نمبر ۲۳۶

۲۹ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲/۳۰۶

۳۰ سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰

۳۱ الاموال ص ۳۴۵، احکام القرآن ج ۳ ص ۶۰

۳۲ جامع الاصول ج ۲ ص ۶۱۱ تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۱۷، عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۳۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۴۵، الاموال ص ۳۳۵، المحلی ج ۷ ص ۳۲۹، المغنی ج ۶ ص ۴۰۷، ۴۱۰ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۶۸

حرف الفاء

فائتۃ (فوت شدہ نماز) دیکھئے مادہ فوات

فاتحہ (سورۃ فاتحہ)

نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرآت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزھ)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرآت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۸ کے جزھ کا جز ۳)

فجر (فجر کا وقت)

فجر کی نماز کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزھ کا جز ا اور جز ۴)

طلوع فجر کے بعد فجر کی سنت اور فرض کے سوا کسی اور نماز کی ادائیگی مکروہ ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزھ کے جز ۱۳ کا جز ج)

فجر کے ساتھ ہی روزہ دار کا کھانے پینے سے رک جانا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۳)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات میں سے ایک روایت کے مطابق فجر کی نماز ''صلوٰۃ وسطی'' ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵)

فدیۃ (فدیہ)

۱۔ تعریف: فدیہ اس بدل کو کہتے ہیں جو کسی واجب تصرف کو بروئے کار لانے میں تعذر کے وقت اس کا قائم مقام بن جاتا ہے

۲۔ روزہ رکھنے سے تعذر کی صورت میں فدیہ واجب ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲)

احرام جاری رکھنے میں تعذر کے وقت یا احرام کی ممنوعات میں سے کسی ممنوع امر کے عمل میں لے آنے کی صورت میں فدیہ واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جزھ) نیز (مادہ احصار نمبر ۳ کا جز الف)

اپنے آپ کو یا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر کا فدیہ (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۳ کا جز ب)

فرائض (علم میراث) دیکھئے مادہ ارث

فرج (فرج)

۱۔ تعریف: مرد یا عورت کی اگلی شرمگاہ کو فرج کہتے ہیں۔

۲۔ فرج کے احکام

فرج کے اندر حلال اور حرام وطی یعنی جنسی عمل (دیکھئے مادہ وطء)

فرج میں موجود بیماری کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز الف کے جز ۳ کا جز الف)

فرج کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ب)

فسق (فسق)

۱۔ تعریف: فسق اس حالت کو کہتے ہیں جو کبائر کے ارتکاب یا صغائر پر کسی تاویل کے بغیر اصرار کی وجہ سے مسلمان کو لاحق ہو جاتی ہے، بعض دفعہ فسق پر کفر کا اطلاق بھی ہوتا ہے (دیکھئے مادہ کفر)

۲۔ فسق کے اثرات:

فسق پر بہت سے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

گواہی قابل قبول نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۴ کا جز ج)

قضا کا عہدہ نہیں مل سکتا (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۲ کا جز ب)

فاسق کی اذان (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۴)

فطر (روزہ کھولنا، روزہ نہ رکھنا)

عید الفطر (دیکھئے مادہ عید نمبر ۲ نمبر ۳)

رمضان کے آخر پر چاند دیکھ کر روزہ ترک کرنا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲)

روزہ دار کو دن کے آخر میں کب روزہ کھولنا چاہئے (دیکھئے مادہ صیام نمبر۴ کے جزب کا جز۳)

کن دنوں کا روزہ نہ رکھنا واجب ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر۵)

کن دنوں کا روزہ نہ رکھنا مستحب ہے؟ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۶)

کن لوگوں کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۰)

روزہ کن باتوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور کن باتوں سے نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۲)

جو روزہ توڑ دیا جائے یا چھوڑ دیا جائے اس کی قضاء (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۳)

جو شخص عجز کی بنا پر روزہ نہ رکھے اس کا فدیہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۴)

رمضان کا روزہ نہ رکھنے کا کفارہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۵)

فقد (گم ہو جانا)

کسی شخص کا اس طرح گم ہو جانا کہ کچھ پتہ نہ چلے کہ آیا وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے (دیکھئے مادہ مفقود)

فقر (فقیر ہونا)

۱۔ تعریف: فقر یہ ہے کہ ایک شخص اس نصاب کا مالک نہ ہو جس کے اندر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فقیر کی یہ تعریف کی ہے کہ "جو شخص لوگوں کے سامنے اپنا دست سوال دراز کرنے سے اپنے آپ کو پاک رکھے وہ فقیر ہے" (۱)

۲۔ فقر پر مرتب ہونے والے اثرات

فقیر زکوٰۃ کا اور مال غنیمت کے خمس سے حصہ پانے کا مستحق ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۷ کا جزب)

نیز (مادہ غنیمۃ نمبر۳ کا جزب)۔

نفقہ کا استحقاق (دیکھئے مادہ نفقۃ)

فقیر پر وصیت واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر۲ کا جزب)

فقر کے سبب مالی کفارات سے عدول کر کے دیگر صورتیں اختیار کی جاتی ہیں (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر

۵ کا جزج) نیز (مادہ ظھار نمبر ۲ کا جز الف) نیز (مادہ یمین نمبر ۷ کا جز ب)

فقر کی بنا پر حج قرآن اور حج تمتع میں واجب ہونے والے دم سے عدول کر کے روزے وغیرہ کی صورت اختیار کی جائے گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲)

فقیر سے تمام مالی فرائض ساقط ہوتے ہیں مثلاً حج وغیرہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۱)

فئ (فئ کا مال)

۱۔ تعریف: برسر پیکار کافروں کے جو اموال لڑے بھڑے بغیر جائز طریقے سے مسلمانوں کے ہاتھ آ جائیں انہیں مال فئ کہا جاتا ہے

فئ کے مصارف:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ فئ کے مصارف وہی ہیں جو غنائم کے پانچویں حصے یعنی خمس کے مصارف ہیں۔ اس لئے کہ آپ کی رائے تھی کہ سورۃ انفال کی جس آیت میں غنائم کے خمس کے مستحقین کا ذکر ہے اس نے وہ آیت منسوخ کر دی ہے جس میں حضور ﷺ کو فئ تقسیم کرنے کا معاملہ تفویض کیا گیا تھا (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۲)

حرف الفاء میں مذکورہ حوالہ

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۲، ۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۲۲ الاموال ص ۶۰۳

حرف القاف

قاضی (عہدۂ قضا پر مامور شخص)

قاضی اس شخص کو کہتے ہیں جسے سلطان لوگوں کے جھگڑے اور مقدمات فیصلہ کرنے کیلئے مقرر کر دے (دیکھئے مادہ قضاء)

قبالۃ (کسی کام کو بروئے کار لانے کی ذمہ داری قبول کرنا یعنی ٹھیکہ لینا)

۱۔ تعریف: قبالہ یہ ہے کہ ایک معین رقم کے بالمقابل کوئی متعین کام اس کے تمام مقتضیات یعنی اخراجات، اجرتوں اور دوڑ دھوپ سمیت سرانجام دیا جائے مثلاً یہ طے کرلیا جائے کہ ہزار کی رقم کے بدلے یہ زمین آباد کی جائے اور آباد کرنے والا اس میں کام کرنے والے مزدوروں کی اجرتیں، اس میں لگائے جانے والے پودوں اور درختوں کی قیمتیں اور اس میں کھودے جانے والے کنوؤں کی مزدوری خود ادا کرے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول قبالہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص زمین میں موجود کھجور کے درختوں نیز دیگر درختوں اور اگی ہوئی فصل کا قبالہ فصل کی کٹائی سے قبل نیز درختوں میں پھل لگنے سے پہلے حاصل کرلے۔[1]

۲۔ ان قبالات میں غرر یعنی لاعلمی کی بنا پر دھوکہ کھا جانے کا وجود:

اس قسم کے قبالات غرر یعنی معقود علیہ کے بارے میں لاعلمی سے خالی نہیں ہوتے درج بالا پہلی صورت کے اندر مذکورہ زمین کی آبادکاری کے اخراجات دس ہزار بھی ہوسکتے ہیں اور اس سے کم یا زیادہ بھی۔ بعض دفعہ لگائے ہوئے پودے مر جاتے ہیں اور نئے سرے سے شجرکاری کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ کنویں کی کھدائی کرکے بیس میٹر گہرائی میں پانی مل جاتا ہے اور بعض دفعہ سو میٹر کی کھدائی پر جا کر پانی نکلتا ہے، ظاہر ہے ان صورتوں میں حد درجے کا غرر ہوتا ہے جس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی درج بالا دوسری صورت کے اندر بعض دفعہ درختوں پر پھل نہیں لگتے اور بعض دفعہ لگ جاتے ہیں بعض دفعہ بائع کو

مشتری کی دی ہوئی رقم سے زیادہ قیمت کے پھل لگ جاتے ہیں اور کبھی اس سے کم لگتے ہیں ان تمام صورتوں کے اندر غرر فاحش (حد درجے کا غرر) ہوتا ہے۔

۳۔ قبالہ کا حکم:

اس قسم کے قبالات کے اندر غرر کے پہلو کی موجودگی کی بنا پر حضرت ابن عباسؓ عقد قبالہ کو فاسد عقد شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قبالات حرام ہیں [۲] ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ سے ابلہ (حضرت ابن عباسؓ کے مملوکہ ایک گاؤں کا نام) کا قبالہ ایک لاکھ کی رقم کے بدلے لیتا ہوں، آپ نے اسے سو کوڑے لگائے اور ٹکٹکی کے ساتھ باندھ دیا [۳] آپ نے یہ قدم اس لئے اٹھایا تھا کہ مذکورہ مقام کے درختوں میں ابھی پھل نہیں لگے تھے اور اگی ہوئی فصل ابھی کاٹی نہیں گئی تھی

قبر (قبر)

۱۔ تعریف: قبر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں میت کو دفن کیا جائے

۲۔ قبرستان اور قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جزج کا جز ۲ نیز نمبر ۱۸ کا جز الف)

میت کو قبر میں اتارنے کا طریقہ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ز)

قبر کے اندر میت کے نیچے کپڑا بچھانے کی کراہت (دیکھئے مادہ حوالہ مذکورہ بالا)

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر تین مرتبہ ہاتھ سے مٹی ڈالنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ح)

قبر پر کھڑے ہونا اور میت کیلئے دعا کرنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ط)

میت کی قبر کے پاس خیمہ وغیرہ لگا کر تین دن ٹھہرنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ی)

قبلۃ (قبلہ)

۱۔ تعریف: کعبہ شریف کی جہت کو قبلہ کہتے ہیں

۲۔ قبلہ کے احکام:

نماز درست ہونے کیلئے قبلہ کی جہت رخ کرنے کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز د)

سجدۃ تلاوت کے اندر قبلہ رخ ہونا شرط نہیں (دیکھئے مادہ سجود نمبر ٦ کا جز د)

قضائے حاجت کیلئے قبلہ رخ بیٹھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ تخلی نمبر ۲ کا جز ب)

جانور ذبح کرتے وقت ذبح کرنے والے کا قبلہ رخ ہونا (دیکھئے مادہ اضحیۃ نمبر ٦ کا جز ب) نیز (مادہ ذبح نمبر ٦ کا جز الف)

میت کو قبلے کی جہت سے قبر میں اتارنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ز)

۳۔ تحویل قبلہ:

مسلمان پہلے بیت المقدس کیطرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر کعبہ شریف کیطرف رخ کرنے کا حکم تحویل قبلہ کی صورت میں نازل ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم مدینہ میں حضورﷺ کی تشریف آوری کے سترہ ماہ بعد نازل ہوا، قرآن میں یہ سب سے پہلا نسخ تھا۔ [۴]

قتل (قتل کرنا)

۱۔ تعریف: جان لے لینے کو قتل کہتے ہیں

۲۔ قتل کی اقسام اور انکے اثرات

الف۔ الف قتل ایک فوجداری جرم ہے اور اس پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ قتل عمد میں گناہ لازم آتا ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۲ کا جز الف) اور قصاص یا کفارہ کے ساتھ دیت لازم ہوتی ہے (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵)

ب۔ قصاص میں قتل ہونا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز الف)

ج۔ حد میں قتل ہونا (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز ب) نیز (دیکھئے زنا نمبر ۴ کا جز ھ) نیز (مادہ قطع الطریق نمبر ۲)

د۔ جنگ کے اندر کن لوگوں کو قتل کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ جھاد نمبر ۸)

مرد اسیران جنگ کو قتل کر دینے کا جواز (دیکھئے مادہ اسر نمبر ۲ کا جز الف)

مکہ میں قتل کی تحریم (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲ کا جز ب)

اپنے مورث کے قاتل کی میراث سے محرومی (دیکھئے مادہ ارث نمبر۴ کے جزد کا جز۲) جس چوپائے کے ساتھ کسی انسان نے بدکاری کی ہوا سے قتل کر دیا جائے (دیکھئے مادہ حیوان نمبر۱ کا جز ب)

تقدیر (تقدیر)

تقدیر کے بارے میں لب کشائی کرنے والے کی تعزیر (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر۴ کا جز ج)

قذف (تہمت لگانا)

۱۔ تعریف: صراحۃً یا ضمناً زنا کاری کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں

۲۔ قاذف اور مقذوف

الف۔ قاذف (تہمت لگانے والا): قاذف کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے پھر جا کر اس پر حد قذف جاری ہو گی۔ اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ اس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

بدکاری کے گواہ بھی قاذف شمار ہوں گے اور اگر حد زنا جاری ہونے کیلئے گواہی کی شرائط ان میں موجود نہیں ہوں گی تو انہیں بھی حد قذف لگے گی۔ شوہر کو اپنی بیوی پر زنا کاری کا گواہ شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے مدعی تصور کیا جائے گا بنا بریں شوہر کی گواہی کے ذریعے گواہی کی تکمیل نہیں ہوگی۔ یعنی اگر تین افراد ایک عورت کے خلاف بدکاری کی گواہی دیں اور عورت کا شوہر چوتھا گواہ ہو تو ملزمہ پر حد زنا جاری نہیں ہوگی بلکہ مذکورہ تینوں گواہوں کو قاذف قرار دے کر ان پر حد قذف جاری کی جائے گی اور شوہر پر لعان لازم کر دیا جائے گا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر چار افراد کسی عورت کے خلاف بدکاری کی گواہی دیں اور اس کا شوہر ان گواہوں میں شامل ہو تو شوہر بیوی کے ساتھ لعان کرے گا اور تینوں گواہوں کو حد قذف میں کوڑے لگائے جائیں گے''(۵)

ب۔ مقذوف (قذف کی زد میں آنے والا):

(۱) شوہر کا اپنی بیوی کو قذف کرنا: اگر شوہر اپنی بیوی کو قذف کرے تو اس پر لعان واجب ہو جائے گا۔ اگر وہ لعان کرنے سے گریز کرے تو اس پر حد قذف جاری کر دی جائے گی (دیکھئے مادہ لعان)

(۲) مطلقہ بیوی کو قذف کرنا: اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور عدت کے اندر اسے قذف بھی کر دے اس کا کیا حکم ہوگا؟ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر حد قذف جاری ہوگی اور لعان کرنا اس پر لازم نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے کر اسے قذف کرے تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور دونوں کے درمیان لعان نہیں ہوگا'' (۶) دوسری روایت کے مطابق اسے حد نہیں لگائی جائے گی بلکہ اس پر لعان لازم ہو جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے اندر اسے قذف کرتا ہے، آپ نے جواب دیا: ''اگر وہ اسے تین طلاق دیدے اور پھر عدت کے اندر قذف کرے تو اس کے ساتھ لعان کرے گا'' (۷)

(۳) لعان کرنے والی عورت کو قذف کرنا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ لعان کرنے والی عورت زنا کاری کی تہمت سے بری ہو جاتی ہے۔ اور اس کا بچہ ولد زنا نہیں ہوتا۔ بنا بریں اگر کوئی شخص اسے یا اس کے بچے کو قذف کرے تو اسے حد قذف لگے گی۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص ملاعنہ کے بیٹے یا اس کی ماں کو قذف کرے اسے کوڑے لگائے جائیں گے' (۸)

(۴) غلام کا قذف کرنا: اگر غلام کسی غلام کو قذف کرے تو اسے حد قذف نہیں لگے گی، ظاہریہ کے سوا دیگر تمام علماء کا اس پر اجماع ہے (۹)

۳۔ قذف کے الفاظ:

اس بات پر اجماع ہے کہ قاذف پر قذف جاری ہونے کی شرط ہے کہ قذف زنا کے لفظ کے ساتھ یا نسب کی نفی کے ساتھ ہوا ہو۔ اگر کوئی شخص کسی کو ''نبطی'' (اے نبطی، یہ ایک قوم کا نام ہے) کہہ کر پکارے یا کہے کہ ''تم بنی فلاں سے نہیں ہو'' اور اس کی مراد ہو کہ ''تم فلاں قبیلے سے نہیں ہو'' تو ان صورتوں کو نسب کی نفی تصور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسے فقرات عام طور پر زبان سے نکل جاتے ہیں اور نسب کی نفی مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ مفہوم مراد ہوتا ہے کہ ''تمہارے اندر بنی فلاں والے اخلاق وغیرہ نہیں ہیں' بنا بریں ایسے فقرے کہنے والے پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔

۴۔قذف کے اثرات:

قذف پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں

الف۔ حد کا اجراء: آزاد پر حد قذف اسی کوڑے ہیں کیونکہ سورۃ نور آیت نمبر۴ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کریں انہیں اسی کوڑے لگاؤ)

غلام پر حد قذف چالیس کوڑے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے غلام کو حد قذف میں چالیس کوڑے لگائے تھے اور فرمایا تھا: ''جو غلام کسی آزاد پر تہمت لگائے اس کی حد چالیس کوڑے ہیں'' (۱۱) (دیکھئے مادہ حد نمبر۴ کا جزج)

ب۔ گواہی کا ناقابل قبول ہونا: قذف کا سزا یافتہ شخص اگر اپنی اس غلطی کی اللہ سے توبہ نہ کرے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے یکساں روایتیں ہیں۔ لیکن اگر توبہ کرلے تو اس بارے میں آپ سے مروی روایتوں میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق قاذف اگر توبہ بھی کرلے تو بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ آپ سے ایک ضعیف روایت ہے (۱۲) دوسری روایت کے مطابق اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کرلی جائے گی (۱۳) (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر۴ کے جزج کا جز۲)

حد قذف کو دیگر حدود میں مدغم نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس میں بندے کے حق کا پہلو غالب ہوتا ہے (دیکھئے مادہ حد نمبر۸)

قرء (حیض)

۱۔ تعریف: حیض کو قرء کہتے ہیں

۲۔اس کے احکام

قرء کا حکم (دیکھئے مادہ حیض)

حیض والی مطلقہ کی عدت کا حساب قرء کے ذریعے ہوگا (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کا جزج)

قرآن (قرآن مجید)

۱۔ تعریف: قرآن اللہ کا وہ کلام معجز ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوا، جو مصاحف میں مکتوب اور سینوں میں محفوظ ہے اور جو ہم تک تواتر کے ساتھ منقول ہوا۔

۲۔قرآن کی تعلیم حاصل کرنا واجب ہے:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ تلاوت اور تفسیر دونوں اعتبار سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنا واجب ہے۔ بنا بریں جو افراد آپ کی سرپرستی میں ہوتے آپ انہیں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کرتے عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ میرے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مجھے قرآن اور فرائض یعنی علم میراث کی تعلیم دیتے تھے (۱۵)

۳۔قرآن کی تلاوت میں ترتیل:

حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم کی ترتیل کے ساتھ تلاوت کو پسند کرتے تھے، ترتیل سے آپ کی مراد یہ تھی کہ حروف کو انکے مخارج سے ادا کیا جائے اور کلمات کو واضح اور فصیح انداز میں پڑھا جائے۔ سورۃ مزمل آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو) آپ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''قرآن کے الفاظ واضح اور صاف صاف ادا کرو''(۱۶) ابو جمرہ الضبعی نے آپ سے کہا کہ'' میری گفتگو اور میری تلاوت میں عجلت اور جلد بازی ہوتی ہے، میں تین دنوں کے اندر ایک قرآن ختم کر لیتا ہوں'' آپ نے جواب دیا: ''میں اگر سورۃ بقرہ ترتیل کے ساتھ تلاوت کرلوں تو یہ بات پورا قرآن جلد جلد پڑھ لینے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہوگی''(۱۷) ایک اور روایت کے مطابق آپ نے ان سے فرمایا: ''اگر میں ایک سورت تلاوت کرلوں تو یہ بات تمہارا طریقہ اختیار کرنے بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہوگی، اگر تم ایسا کرنے سے باز نہ آسکو تو کم از کم ایسی قرآت کرو جسے تم اپنے کانوں کو سنا دو اور جسے تمہارا دل محفوظ کرلے''
(۱۸)

۴۔تلاوت کے دوران دعا:

قرآن کی تلاوت کے دوران آیات کے مقتضا کے مطابق تسبیح وذکر اور دعا مشروع ہے۔ یہ بات

تلاوت کو قطع نہیں کرے گی، حضرت ابن عباسؓ اسی طرح کرتے تھے، عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ جب سورۃ قیامہ کی آخری آیت (اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی) کی قرات کرے تو کہتے : ''سبحانک اللھم، بَلٰی (اے اللہ، کیوں نہیں، تیری ذات پاک ہے) اور جب (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی) تلاوت کرتے تو کہتے (''سبحان ربی الاعلیٰ'' پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند ہے)

۵۔ قرآن کی تفسیر:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ قرآن کے معانی کے عالم کے سوا کسی کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جو شخص علم کے بغیر قرآن میں لب کشائی کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے (۲۰)''

قرآن عربی زبان میں ہے۔ سورۃ یوسف آیت نمبر۲ کے اندر ارشاد باری ہے (اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں) بنا بریں اس زبان کے قواعد اور اس کے اندر تعبیر کے اسالیب کے مطابق اس کی تفسیر واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں عربوں کے اشعار سے بہت زیادہ مدد لیتے تھے ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ذریعے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اگر قرآن کی کوئی تفسیر پوچھی جاتی تو آپ عربی شاعری کے کئی اشعار پڑھ دیتے (۲۱) اس کی ایک مثال سورۃ قلم کی آیت نمبر۱۳ کی تفسیر ہے، ارشاد باری ہے (عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ سخت مزاج ہے، اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے) آپ نے فرمایا: ''زنیم وہ شخص ہے جو لے پالک یعنی بدنسب، بد زبان اور کمینہ ہو'' پھر آپ نے یہ شعر پڑھا

زنیم تداعاہ الرجال زیادۃً کما زید فی عرض الادیم الاکارع (۲۲)

یہ بدنسب ہے (یعنی ایک قوم میں سے نہ ہونے کے باوجود انکے ساتھ اپنا نسب جوڑتا ہے) لوگ اسے زائد فرد کے نام سے پکارتے ہیں جس طرح کھال کی چوڑائی میں ہاتھ پاؤں کے حصے زائد ہوتے ہیں۔

۶۔ قرآن کی زبان:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ قرآن فی الجملہ عربی زبان میں ہے لیکن یہ بات اس کے اندر

ایسے کلمات کی موجودگی کیلئے مانع نہیں جن کے مادے اور اصول غیر عربی ہیں اور جو نزول قرآن سے پہلے عربی زبان میں داخل ہو کر عربوں کے بول چال میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔ سورۃ مدثر کی آیت ۱۵ میں ارشاد باری ہے (فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ایسے گدھے جو کسی شیر کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوں) حضرت ابن عباسؓ سے اس لفظ کے معنی پوچھے گئے آپ نے جواب دیا: ''قسورۃ کو عربی میں اسد، فارسی میں شار، قبطی میں اریا اور حبشی زبان میں قسورہ کہتے ہیں'' (۲۳) سورہ نساء آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری ہے (اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا یہ بڑا گناہ ہے) آپ نے فرمایا: ''حبشی زبان میں اس کے معنی بڑے گناہ کے ہیں'' (۲۴)

۷۔ قرآن کی بعض آیات کو بعض کے ساتھ ملانا:

قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کی آیات محکم ہیں اور اس کے نظریات میں بڑی وسعت ہے۔ اس کے باوجود بعض کم علم اور کم فہم لوگ یہ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ قرآن کی آیات میں تناقض ہے اور دوسری طرف عدم تناقض ظاہر کرنے کے لئے بہت سے لوگ آیات میں تطابق پیدا کرنے کی خاطر اپنے آپ کو ہلکان کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ اس قسم کے علم کی اشاعت کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ کی رائے تھی کہ یہ علم شبہ میں مبتلا ہونے والے اور شبہ کا ازالہ کرنے والے تک ہی محدود رہے۔ آپ فرماتے: ''قرآن کی آیات کو ایک دوسری کے ساتھ نہ ملاؤ، کیونکہ یہ بات دلوں میں شبہ پیدا کر دیتی ہے'' (۲۵)

۸۔ سنت کے کے ذریعے قرآن کا نسخ:

حضرت ابن عباسؓ سنت کے ذریعے قرآن کے نسخ کے جواز کے قائل تھے۔ آپ کی رائے تھی کہ قول باری (وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ اور کٹائی کے دن اس کا حق دو) فصلوں کے سلسلے میں دسویں اور بیسویں حصے کے وجوب کی بنا پر منسوخ ہو گیا ہے، عشر اور نصف عشر سنت سے ثابت ہیں۔ (۲۶)

۹۔ نماز اور خطبے کے اندر قرآن کی قرات:

نماز کے اندر قرآن کی قرات نماز کے صحت کے لئے شرط ہے (دیکھیے، مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جزھ کا

جز و او نیز جز ۳)

رکوع اور سجود کے اندر قرآن کی تلاوت نہیں کی جائیگی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ز)
نماز کے اندر قرآن کھول کر اس سے قرآت کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ج کا جز ۳)
قرآن میں سجدے کے مقامات (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۶)
خطبے میں قرآن کی تھوڑی بہت قرات (دیکھئے مادہ خطبۃ نمبر ۲ کا جز ب)

۱۰۔ قرآن کو چھونے کیلئے پاک ہونا:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اسلوب و معانی کے اعتبار سے قرآن کی عظمت کا اعتراف نیز قرآن کی تعظیم کا اظہار اس پر عمل پیرا ہونے کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کو ہاتھ لگانے کیلئے کوئی بات طہارت کے التزام کی موجب نہیں ہے، نہ تو نجاست سے طہارت کی اور نہ حدث سے طہارت کی۔

الف۔ نجاست سے طہارت: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جس چیز پر قرآن رکھا جائے اس کا پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا میں ایسے بستر پر قرآن رکھ سکتا ہوں جس پر ہمبستری کرتا ہوں جس میں میرا پسینہ جذب ہوتا ہے اور جس پر مجھے احتلام بھی ہو جاتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ (۲۷)

ب۔ حدث سے طہارت: آپ کی رائے تھی کہ قرآن تلاوت کرنے اور ہاتھ لگانے کیلئے نہ تو حدث اصغر سے طہارت یعنی باوضو ہونے کی شرط ہے اور نہ ہی حدث اکبر (جنابت نیز حیض و نفاس) سے طہارت کی۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ بے وضو شخص کو ایک یا دو آیتوں سے زائد کی تلاوت کی رخصت دیتے تھے۔ آپ فرماتے: ''میں حدث کے بعد پانی کو ہاتھ لگائے بغیر قرآن کا ایک جز تلاوت کر لیتا ہوں'' (۲۸) ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ آپ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد اور وضو کرنے سے پہلے قرآن کا ایک جز تلاوت کر لیتے۔ (۲۹)

جس طرح بے وضو شخص کیلئے تلاوت جائز ہے اسی طرح جنبی اور حائضہ نیز نفاس والی عورت کے لئے بھی قرآن کی تلاوت جائز ہے (۳۰) آپ خود جنابت کی حالت میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کر لیتے تھے (۳۱) سورۃ واقعہ کی آیت نمبر ۷۹ میں ارشاد باری ہے (لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اسے ہاتھ نہیں لگاتے مگر

پاک لوگ) اس کی تفسیر میں آپ فرماتے: ''المطھرون فرشتے ہیں'' (۳۲) (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر۳ کا جز ھ) نیز (مادہ حیض نمبر۵ کا جز ج)

۱۱۔ کافر کی تلاوت قرآن:

قرطبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کسی یہودی اور نصرانی کو قرآنی کی تلاوت کا موقعہ دینے سے منع کرتے تھے (۳۳) اس بارے میں آپ کا نقطہ نظر شاید یہ تھا کہ قرآن کی حلاوت صرف ایک مسلمان ہی محسوس کرسکتا ہے، کافر کو اگر تلاوت کا موقعہ دیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ وہ کہیں قرآن یا اس کی بعض آیات کو مذاق نہ بنالے۔

۱۲۔ مصاحف کی تجارت:

حضرت ابن عباسؓ مصاحف کی تجارت کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ یہ بات احترام قرآن میں خلل پیدا کردیتی ہے۔ البتہ مصاحف کی خریداری جائز ہے کیونکہ خریدار قرآن کی خاطر اپنا مال خرچ کرتا ہے، تاہم اس کی فروخت جائز نہیں فروخت کنندہ مال کی خاطر قرآن فروخت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مصاحف خریدو لیکن فروخت نہ کرو'' (۳۴) (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کا جز ھ)

۱۳۔ مصحف کی کتابت پر اجرت لینا:

اگرچہ مصاحف کی تجارت جائز نہیں ہے لیکن مصاحف کی کتابت پر اجرت لینا جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''میری رائے نہیں کہ ایک شخص مصحف کو اپنی تجارت کا ذریعہ بنالے لیکن اگر وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرے (یعنی مصاحف کی کتابت کرے) تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے'' (۳۵) (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز ب کا جز۳) نیز (مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ب) نیز (مادہ بیع نمبر۲ کا جز ھ) تاہم افضل یہ ہے کہ ایک شخص مصحف کی کتابت کا کام فی سبیل اللہ کرے اور اس کی کوئی اجرت نہ لے۔ حضور ﷺ کے صحابہ کرام بھی اسی طرح کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مصاحف فروخت نہیں ہوتے تھے بلکہ کوئی شخص کاغذ لے کر حضور ﷺ کے پاس آجاتا، اور ایک شخص اٹھتا اور اس کاغذ پر فی سبیل اللہ یعنی ثواب کی خاطر قرآن کی کچھ کتابت کرتا پھر دوسرا شخص اٹھتا اور کچھ کتابت کردیتا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا حتی کہ

پورے قرآن کی کتابت ہو جاتی''۔(۳۶)

۱۴۔ مصحف کی تزیین :

حضرت ابن عباسؓ مصحف کو تزیین کے بغیر رہنے دینا مستحب سمجھتے تھے اس لئے کہ تزیین و آرائش خواہ کتنی اعلیٰ کیوں نہ ہو نور و ہدایت کی اس تزیین کے سامنے ہیچ ہے جس کے ذریعے اللہ نے قرآن کو زینت دی ہے بنابریں آپ سے مصحف کی تزیین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ''تم مصحف کی تزیین و آرائش کر کے صرف چوروں کو چوری پر اکساؤ گے، قرآن کی زیب و زینت تو اس کے اندر ہے'' (۳۷) آپ نے دیکھا کہ ایک مصحف کی تزیین و آرائش کی جارہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ''اس کے ذریعے تم چوروں کو اکساؤ گے، قرآن کی زینت تو اس کے اندر ہے''۔(۳۸)

قران (دو چیزں کو ملا نا دینا)

حج قرآن (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کا جزب)

قرابۃ (قرابتداری) دیکھئے مادہ رحم

قرد (بندر)

حضرت ابن عباسؓ بندروں کا گوشت جائز نہیں سمجھتے تھے نیز انکی فروخت کو بھی ناجائز قرار دیتے تھے اور فروخت سے حاصل شدہ ثمن کو سحت یعنی حرام تصور کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''سحت یعنی حرام یہ ہے: فیصلے کے اندر رشوت لینا، بدکار عورت کی کمائی، کتے کا ثمن، بندر کا ثمن، شراب کا ثمن، مردار کا ثمن، خون کا ثمن......''۔(۳۹) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جزج)

القرض والدین (قرض اور دین)

۱۔ قرض یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو کوئی مثلی چیز دے تاکہ آگے چل کر اس کی مثل وہ اسے واپس کر دے

دین وہ اموال ہیں جو کسی کے ذمہ ثابت ہوں

ذیل میں جو احکام ہم بیان کرنے والے ہیں وہ قرض اور دین دونوں کو شامل ہیں۔

۲۔ دین کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ جز ب)

۳۔ وصیت پر دین کا مقدم ہونا:

اگر ایک شخص وفات پا جائے اور اس کا ترکہ موجود ہو تو اس ترکے کے ساتھ سب سے پہلے جو حق متعلق ہوگا وہ اس کی تجہیز و تکفین ہے پھر اس کے دیون ادا کئے جائیں گے، پھر اس کی مشروع وصیتوں کی تنفیذ ہوگی اور پھر باقیماندہ ترکہ اس کے ورثاء پر تقسیم کر دیا جاءے گا۔ اس کے متعلق اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جن آیات کے اندر دین کے ساتھ وصیت کا ذکر ہوا ہے اگرچہ الفاظ کے اندر وصیت کو دین پر مقدم رکھا گیا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تنفیذ کے اندر بھی وصیت دین پر مقدم ہے۔ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ آپ حج سے پہلے عمرہ کرنے کا حکم کس طرح دیتے ہیں جبکہ اللہ سبحانہ نے سورۃ بقرہ (آیت نمبر ۱۹۶) میں ارشاد فرمایا ہے (وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ اور اللہ کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو)؟ آپ نے فرمایا: ''تم لوگ کس طرح قرآن کی قرآت کرتے ہو، وصیت سے پہلے دین ہے یا دین سے پہلے وصیت؟'' انہوں نے جواب دیا کہ دین سے پہلے وصیت ہے، آپ نے پوچھا: ''پھر تم کس چیز کے ساتھ ابتدا کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا کہ دین کے ساتھ۔ آپ نے فرمایا: ''حج اور عمرے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے''۔(۴۰) آپ نے درج بالا گفتگو کے ذریعے سورۃ نساء کی آیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد ہے (فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا اَوْ دَيْنٍ اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حقدار ہوگی۔ جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور جو قرض اس پر ہو ادا کر دیا جائے) آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (اولاد ہونے کی صورت میں تمہاری بیویوں کے ترکے کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہے پوری کر دی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہے ادا کر دیا جائے) اسی آیت میں ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (تمہارے صاحب اولاد ہونے کی صورت میں تمہارے ترکے میں سے تمہاری بیویوں کا حصہ آٹھواں ہوگا بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہے وہ ادا کر دیا جائے) اس آیت میں آگے ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (اگر کلالہ کے بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو) کل ترکے کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے جبکہ وصیت جو کی گئی ہو وہ پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے)

۴۔دین کی اس کی غیر جنس کے ذریعے ادائیگی:

اگر ایک شخص پر دراہم کی شکل میں دین واجب الادا ہو تو اس پر دراہم کے ذریعے دین کی ادائیگی لازم ہوگی۔اگر دین دیناروں کی شکل میں ہو تو دیناروں میں اس کی ادائیگی ہوگی۔عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چاندی کے دین میں سونے کے تقاضے کو اور سونے کے دین میں چاندی کے تقاضے کو مکروہ قرار دیا ہے۔[۴۱]

۵۔جس شہر میں قرض لیا گیا ہو کسی اور شہر میں اس کی ادائیگی کرنا:

اصول تو یہ ہے کہ اگر ایک شخص کسی سے کوئی مال ایک شہر میں قرض لے تو اس کی ادائیگی بھی اسی شہر میں کرے۔اگر طرفین کسی اور شہر میں قرض کی واپسی کی شرط عائد کر دیں اور قرض میں لی ہوئی چیز کو بار برداری اور نقل و حمل کی ضرورت نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔لیکن اگر نقل و حمل اور بار برداری کی ضرورت ہو تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔کیونکہ اس طرح قرض دینے والے کو فائدہ ہو جائے گا اور یہ بات جائز نہیں ہے[۴۲] اس کا ذکر آگے آئے گا۔حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ مکہ میں لوگوں سے دراہم وصول کر لیتے اور عراق میں موجود اپنے بھائی حضرت معصب بن الزبیرؓ کے نام ہنڈی لکھ دیتے اور لوگ وہاں پہنچ کر اپنی رقمیں ان سے وصول کر لیتے،اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا، آپ سے کہا گیا کہ اگر یہ لوگ اپنے اداشدہ دراہم سے بہتر دراہم وصول کریں تو کیا مسئلہ ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ''اگر یہ لوگ اپنے دراہم کے ہم وزن دراہم وصول کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا''[۴۳] (دیکھئے مادہ سفتجہ)

۶۔قرض سے پیدا ہونے والے منافع:

حضرت ابن عباسؓ ہر اس قرض سے روکتے تھے جو نفع کھینچ کر لے آئے[۴۴] کیونکہ یہ نفع بعینہ سود ہے۔آپ فرماتے:''جو شخص کسی کو قرض دے تو وہ اس سے کسی جانور کا گوشت یعنی دستی ہدیہ کے طور پر اور جانور کی سواری عاریت کے طور پر قبول نہ کرے''[۴۵] سالم بن ابی الجعد نے آپ سے فتوئی پوچھا کہ میرا ایک مچھیرا پڑوسی تھا اس پر ایک شخص کے پچاس درہم تھے وہ اسے مچھلیاں تحفے کے طور پر بھیجا کرتا تھا۔آپ

نے جواب دیا کہ "جتنی مچھلیاں اس نے اسے بھیجی ہیں ان کی قیمت لگا کر قرض کے اندر اس کا حساب کر لو۔ اگر قیمت کی رقم قرض سے زائد ہو تو وہ یہ زائد رقم اسے واپس کر دو اور اگر دونوں رقمیں برابر ہوں تو اسے قرض کی ادائیگی سمجھ لو"(۴۶)

۷۔ موجل دین کی معجّل ادائیگی کے بدلے دین کا کچھ حصہ چھوڑ دینا:

اگر کسی کا کسی پر دین ہو اور دین کی ادائیگی کی ایک مدت مقرر ہو اور پھر قرض خواہ قرض دار سے کہے کہ "تم مجھے میرے دین کی فوری ادائیگی کر دو میں دین میں سے اتنا حصہ چھوڑ دوں گا" تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ ایسی صورت میں قرض خواہ اپنے حق کا ایک حصہ چھوڑ دے گا۔ یہ صورت ربوٰا یعنی سود والی صورت سے مختلف ہے جس میں اپنے حق سے بڑھ کر وصولی ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص پر کسی کا موجل دین ہو اور قرض خواہ اس سے کہے کہ "تم مجھے دین فوری طور پر ادا کر دو میں اس کا کچھ حصہ چھوڑ دوں گا" تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ "ایسا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، ربوٰا یعنی سود تو یہ ہے کہ قرض دار کہے کہ "تم مجھے مہلت دے دو میں قرض کی رقم سے زائد تمہیں دوں گا" سود یہ نہیں ہے کہ قرض خواہ کہے کہ "تم مجھے دین کی فوری ادا کر دو اور میں اس میں سے کچھ رقم چھوڑ دوں گا"(۴۷)

۸۔ تنگدست کو دین کی ادائیگی کے لئے مہلت دینا:

اگر کوئی شخص اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کوئی مال قرض لے اور پھر اسے فراخی حاصل ہو جائے تو اس پر قرض کی ادائیگی لازم ہوگی بلکہ اسے اس پر مجبور کیا جائے گا لیکن اگر مدیون تنگدست ہو تو حضرت ابن عباسؓ اسے ادائیگی میں مہلت دینے کو واجب سمجھتے تھے، یہی بات آپ کے قول سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ اس بارے میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ سے استدلال کرتے تھے جس میں ارشاد ہے (وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ اگر قرض دار تنگدست ہو تو فراخی حاصل ہونے تک اسے مہلت دی جائے) اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت یہی منقول ہے(۴۸) آپ حضور ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص کسی تنگدست کو اس کی فراخی تک مہلت دے دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کے سلسلے میں اسے اس کی توبہ تک مہلت دے دے گا"(۴۹) آپ حضور

ﷺ کے اس ارشاد کی بھی روایت کرتے تھے کہ: ''جو شخص تنگدست کو مہلت دیدے یا اس کا قرضہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ کی تپش سے بچالے گا''۔(۵۰)

قرعۃ (قرعہ اندازی)

اگر ایک شخص اپنی بیویوں میں سے ایک بیوی کو طلاق دیدے اور پھر بھول جائے کہ کس بیوی کو طلاق دی ہے تو اس پر مذکورہ مطلقہ بیوی کے تعین کے لئے قرعہ اندازی سے کام لے گا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کے جز ز کا جز ۳)

قسامۃ (قسامہ) دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۹ کا جز ب

قصاص (قصاص)

قصاص یہ ہے کہ مجرم کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو اس نے جرم کی زد میں آنے والے شخص کے ساتھ کیا تھا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۵ کا جز الف)

قضاء (قضا کرنا)

۱۔ تعریف: قضاء کا لفظ دو معنوں کے لئے آتا ہے۔

اول: جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرنا

دوم: واجب کی مثل بروئے کار لانا

۲۔ قضا بمعنی جھگڑوں کے فیصلے

الف۔ قاضیوں کی قسمیں: قاضیوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حکومت کیطرف مقرر کردہ قاضی: ایسا قاضی اپنے اختیارات چونکہ حکومت سے حاصل کرتا ہے اس لئے اسے حدود جاری کرنے، سزائیں دینے اور جھگڑوں کے فریقوں پر اپنے صادر کردہ احکام لازم کرنے اور ان پر انہیں نافذ کرنے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں خواہ مقدمات کے فریقوں کو یہ بات ناپسند کیوں نہ ہو۔ ایسا قاضی ضرورت پڑنے پر کسی اور کو ایک جھگڑے میں

ثالث مقرر کر سکتا ہے۔ اس ثالث کا جاری کردہ فیصلہ قاضی کے جاری کردہ فیصلے کی قوت کا حامل ہوگا (دیکھئے مادہ تحکیم)

(۲) جھگڑے کے فریقین کیطرف سے باہمی رضامندی کے ذریعے مقرر کردہ قاضی یعنی ثالث: یہ قاضی اپنے اختیارات فریقین سے حاصل کرے گا، اس لئے ان پر اس کا کوئی دباؤ نہیں ہوگا، اس کے بس میں صرف اتنی بات ہوگی کہ وہ فریقین کو اپنا فیصلہ سنا دے وہ ان پر اس فیصلے کے عملدرآمد کو لازم نہیں کر سکے گا۔ اسے حدود جاری کرنے اور جسمانی سزاؤں کی تنفیذ کے اختیارات بھی حاصل نہیں ہوں گے۔

ب۔ قاضی کی صفات: قاضی کے اندر ان صفات کا پایا جانا ضروری ہے جو اسے گواہی دینے کا اہل بناتی ہوں یعنی عقل، بلوغت، اسلام، حریت، فسق سے سلامتی اور حق یعنی اصل بات کی تہہ تک پہنچنے میں مدد دینے والے حواس مثلاً سماعت اور بصارت کی سلامتی (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴) ان صفات کی موجودگی کے بعد اسے اس امر سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کہ وہ ولد الحلال ہے یا ولد الحرام کیونکہ سورۃ فاطر آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد باری ہے (ولا تزر وازرۃ وزر اخری کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

ج۔ قاضی کے لئے ضروری امور: لوگوں کے درمیان انصاف قائم کرنے کی خاطر قاضی پر بہت سے امور کی رعایت ضروری ہے۔ ان میں سے درج ذیل امور کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کے اقوال ہاتھ لگے ہیں۔

(۱) مقدمات کے فریقین سے مساویانہ سلوک: کیونکہ سورۃ نساء آیت نمبر ۱۳۵ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ آیت مقدمے کے فریقین کے بارے میں ہے جو قاضی کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں۔ رقاضی ایک فریق کے مقابلہ میں دوسرے فریق کے حق میں لگی لپٹی باتیں کرے یا سچائی سے پہلو بچائے''(۱۵)

(۲) دعوے کی سچائی پر بینہ طلب کرنا: ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے دو عورتوں کا مقدمہ پیش ہوا جسکی تفصیل یہ تھی کہ یہ دونوں عورتیں ایک مکان کے اندر رکھی ہوئی ایک چیز کی حفاظت پر مامور

تھیں، ایک عورت باہر نکلی تو اس کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا، اس نے کہا کہ "اس عورت نے مجھے زخمی کر دیا ہے" لیکن دوسری عورت نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، میں نے حضرت ابن عباسؓ کو سارا واقعہ لکھ بھیجا۔ آپ نے جواب دیا کہ: بینہ یعنی شہادت وغیرہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہ سناؤ، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اگر لوگوں کے دعووں کی بنا پر انکے حق میں فیصلہ سنا دیا جائے تو پھر بہت سے لوگ بہت سے لوگوں کے اموال پر دعویٰ کر دیں گے، لیکن مدعا علیہ پر قسم لازم ہے" اس لئے تم مدعا علیہا کو بلاؤ اور اسے سورۃ آل عمران کی یہ آیت (آیت نمبر ۷۷) پڑھ کر سناؤ۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے دن نہ ان سے بات کرے گا، نہ انکی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے تو سخت دردناک سزا ہے) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور مجرمہ نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ (۵۲)

(۳) اگر بینہ موجود نہ ہو تو فریقین کو وعظ و نصیحت کرنا اور عذاب خداوندی سے انہیں ڈرانا چاہئے تا کہ حق کا منکر اقرار کر لے جیسا کہ درج بالا واقعہ سے ظاہر ہے۔

د۔ قاضی جن بینات کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کرے گا وہ درج ذیل ہیں:

(۱) قاضی کا ذاتی علم: قاضی کے لئے اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی گواہی کسی اور مسلمان کی گواہی کی طرح ہے۔ (۵۳)

(۲) اقرار: اس پر اجماع ہے کہ اقرار کی بنا پر تمام کے تمام حقوق ثابت ہو جاتے ہیں اس لئے قاضی پر لازم ہے کہ وہ مقدمہ کے فریقین کو وعظ و نصیحت کرے تا کہ انکاری فریق اقرار کر جائے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۴ کا جز الف)

(۳) گواہی: گواہ کی شرطوں نیز نصاب شہادت وغیرہ کے لئے دیکھے (مادہ شھادۃ)

(۴) گواہی اور اس کیساتھ قسم: کبھی حق کے دعویدار کو قسم اٹھانے کا مکلف بنایا جاتا ہے۔ اگر حدود کے سوا کسی اور مقدمے میں گواہی کا نصاب پورا نہ ہو تو قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک گواہ کی گواہی اور اس کیساتھ حق کے دعویدار کی قسم کی بنا پر مقدمے کا فیصلہ سنا دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے

روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک گواہ اور قسم کی بنا پر جھگڑے کا فیصلہ کر دیا تھا[۵۴] (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۶)

بعض دفعہ گواہ کو قسم اٹھانے کا مکلّف بنایا جاتا ہے۔ جس طرح اگر ایک عورت رضاعت کی گواہی دے اور اس کے ساتھ قسم بھی اٹھائے تو اس کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے (دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۳)

(۵) قسم: قاضی پر لازم ہے کہ وہ مقدمے کے فریق سے قسم اٹھوانے سے پہلے اسے وعظ و نصیحت کرے تاکہ وہ جھوٹی قسم اٹھانے کا اقدام نہ کر بیٹھے۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ابن ابی ملیکہ سے کہا تھا کہ وہ مذکورہ عورت کو قسم دلانے سے پہلے اسے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۷۷ پڑھ کر سنائیں (اس آیت کا ترجمہ گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے مترجم)

عدت گذارنے والی عورت کا قول اس کی قسم کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ "مجھے تین حیض آ چکے ہیں" (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزج کا جزا) اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد پھر طلاق سے مکر جائے اور فریقین میں سے کسی کے پاس بینہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں قاضی لعان کرنے کا فیصلہ صادر کر دے گا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۹)

(۶) قسم اٹھانے سے گریز: اگر مقدمے کا ایک فریق قاضی کے مطالبۂ قسم پر قسم اٹھانے سے گریز کرے تو وہ اس کے گریز کی بنا پر وہ اس کیخلاف فیصلہ سنا دے گا اور دوسرے فریق پر قسم نہیں لوٹائے گا (۵۵)

(۷) قوی قرائن: قیافہ شناسی کی بنا پر والد کے اندر ولد کے نقش و نگار کی موجودگی قوی قرائن میں شمار ہوتی ہے (دیکھئے مادہ قیافۃ)

ھ۔ کافروں کے جھگڑوں کا فیصلہ:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ حضور ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ کو کافروں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں یہ تخییر تھی کہ اگر آپؐ فیصلہ کرنے میں مصلحت سمجھیں تو فیصلہ کر دیں اور اگر فیصلہ نہ کرنے کے میں مصلحت خیال کریں تو فیصلہ نہ کریں تاہم اگر آپؐ فیصلہ کرتے تو بہر حال شریعت اسلامیہ کے بمقتضا فیصلہ سناتے۔ اسی بارے میں ارشاد باری ہے (فَاِنْ جَاؤُوْکَ فَاحْکُمْ،

بَيْنَهُمْ اَوْاَعْرِضْ عَنْهُمْ اگر یہ لوگ آپ کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو آپ اس مقدمے کا فیصلہ کر دیجئے یا ان سے منہ پھیر لیجئے سورۃ مائدہ آیت نمبر۴۲) لیکن جب اسلام کے اندر قوت آگئی تو کافروں کی طرف سے پیش کردہ مقدمات کا احکام اسلام کے مطابق فیصلہ کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا چنانچہ سورۃ مائدہ آیت نمبر۱۴۹ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (اور یہ کہ آپ انکے درمیان اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے) یہ آیت درج بالا پہلی آیت کی ناسخ قرار پائی (۵۶)

۳۔ قضاء بمعنی واجب کی مثل بروئے کار لانا:

ارتداد کے دوران مرتد کی فوت شدہ نمازوں کی قضا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۳)

ان نفلی عبادتوں کی قضا جنہیں درمیان میں فاسد کر دیا گیا ہو (دیکھئے مادہ تطوع نمبر۲)

روزے کی قضا (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۲)

احصار کی زد میں آنے والے شخص کیطرف سے اپنے حج کی قضا (دیکھئے مادہ احصار نمبر۳ کا جز ج)

ضرورت کے تحت اگر کسی کے مال کو مباح کر لیا جائے تو اس کی قضا (دیکھئے مادہ ضرورۃ نمبر۲ کا جز الف)

میت کی طرف سے اس کے ولی کا حج اور نذر کی قضا (دیکھئے مادہ حج نمبر۹) نیز (مادہ نذر نمبر۵)

حیض کے دوران حائضہ کی فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر۵۔ کے جز الف کا جز۴)

قطع الطریق (رہزنی)

۱۔ تعریف: قطع الطریق یہ ہے کہ شہر کے اندر یا کسی اجاڑ اور جنگل میں لوگوں پر حملہ کر دیا جائے اور کسی دشمنی یا انتقام یا برانگیختگی کے بغیر ان کے مال وجان پر قبضہ جما لیا جائے (۵۷) بالفاظ دیگر حضرت ابن عباسؓ اجاڑ اور سنسان مقامات کی طرح شہروں کے اندر رہزنی اور ڈاکے کو بھی قطع الطریق شمار کرتے تھے، بنابریں آپ نے فرمایا تھا کہ: ''اگر کوئی شخص ہتھیار بند ہو کر لوگوں کی

دیواریں پھاند کر گھروں میں داخل ہو جائے تو سزا کے طور پر اس کا ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیا جائے گا،، (۵۸)

۲۔ رہزن کی سزا: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳۳ میں رہزان کی سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ کہ قتل کے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دئے جائیں)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ اگر ایک شخص جنگ کرے اور قتل بھی کرے اور مال بھی لوٹے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹنے کے بعد اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا اگر وہ صرف قتل کرے لیکن مال نہ لوٹے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر مال لوٹ لے لیکن جانی نقصان نہ پہنچائے تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دئے جائیں گے۔ اور اگر قتل کا ارتکاب نہ کرے نہ ہی مال لوٹے بلکہ صرف شاہراہوں پر خوف وہراس پیدا کر دے تو اسے جلاوطن کر دیا جائے گا (۵۹) اگر وہ بھاگ کھڑا ہو تو اسلامی حکومت اسے گرفتار کرنے تک اس کا تعاقب کرتی رہے اور پھر گرفتار کر کے اس پر حد جاری کر دے یا وہ بھاگ کر اسلامی حکومت کی سرحد سے باہر چلا جائے (۶۰) یہی وہ جلاوطنی ہے جس کی طرف درج بالا آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر وہ بھاگ کھڑا ہو اور حکومت کے دسترس سے باہر چلا جائے تو یہی اس کی جلاوطنی ہے'' (۶۱) دوسری روایت یہ ہے کہ امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اسے قتل کر دے اور چاہے تو پھانسی پر لٹکا دے اور اگر چاہے تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی سزا کا ذکر حرف او کے ذریعہ کیا ہے (دیکھئے مذکورہ بالا آیت نمبر ۳۳) اور حرف (او) تخییر کے معنی دیتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ: ''قرآن میں جہاں کہیں حرف (او) کا ذکر ہے وہاں متعلقہ شخص کو خیار حاصل ہوتا ہے'' (۶۲)

قفاز (دستانے)

احرام والی عورت کیلئے دستانے پہننے کا جواز (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز الف کا جز ۳)

قمار (جوا) دیکھئے مادہ مخاطرۃ

قنطار (ڈھیر)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بارہ ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قنطار ہے''
ایک روایت میں ہے کہ: ''قنطار بارہ سو دینار ہے، اور اگر چاندی ہو تو بارہ سو مثقال قنطار ہوگا''۔(۶۳)

قنوت (ایک دعا کا نام)

نماز کے اندر قیام کی حالت میں دعا مانگنے کو قنوت کہتے ہیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱)

قود (قصاص)

قصاص کو قود کہتے ہیں۔ اس کے احکام کی تفصیل ہم نے (مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جز الف) میں کر دی ہے۔

قیء (قے)

۱۔ تعریف: معدے کا سارا مواد منہ کے راستے خارج ہونے کو قے کرنا کہتے ہیں۔
۲۔ اس کے احکام: قے کرنے کی وجہ سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۱ کا جز ب)

قیافۃ (قیافہ شناسی)

۱۔ تعریف: قیافہ شناسی یہ ہے کہ بیٹے کے نقش ونگار کو باپ کے اندر تلاش کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ اس کا بیٹا یا بیٹی ہے یا نہیں
۲۔ قیافہ کے ذریعے نسب کا ثبوت: حضرت ابن عباسؓ قیافہ کی بنا پر نسب کا اثبات کر دیتے تھے (دیکھئے مادہ نسب نمبر ۴ کا جز ج)
قیافہ شناسی پر اجرت لینے کی تحریم (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)

قیام (قیام)

نماز میں قیام (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ب)

نماز کے اندر قیام کی حالت میں ہاتھوں کو کمر پر رکھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز د کا جز ا) جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا (دیکھئے مادہ جنازہ نمبر ۲ کا جز واؤ)

دعا کے لئے قیام کے التزام کی کراہت (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۳)

حرف القاف میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ الاموال ص ۷۰

۲۔ حوالہ درج بالا

۳۔ حوالہ درج بالا

۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۸۴

۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲، المحلی ج ۱۱ ص ۲۶۱، عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۳۱، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۹۵

۶۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۰۰، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۴ ب

۷۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۱ ۳۶۶

۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸ ب، سنن دارمی ج ۲ ص ۲۶۴ ۳، المغنی ج ۸ ص ۲۳۰

۹۔ تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۱۷۴

۱۰۔ المحلی ج ۱۱ ص ۲۶۷، اختلاف ابی حنیفۃ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۶۳

۱۱۔ المحلی ج ۵ ص ۱۵۸، عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۷، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۶۸

۱۲۔ المحلی ج ۹ ص ۴۳۱، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۷۳

۱۳۔ حوالہ جات درج بالا نیز المغنی ج ۹ ص ۱۹۷

۱۴۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۰، المغنی ج ۷ ص ۴۵۲

۱۵۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۰۹

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۲ ب، ص ۱۶۳ ب

۱۷۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۸۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۴، ۳۹۶، ج ۳ ص ۱۳

۱۸۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۶

۱۹۔ عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۵۲

۲۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۲، ۱۶۳

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۹ ب

۲۲۔ حوالہ درج بالا نیز تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۰۴

۲۳۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۶

۲۴۔ تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۲۰

۲۵۔ المتوکلی للسیوطی ص ۴، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۹ ب نیز مصنف کتاب کا مقالہ "لغۃ القرآن لغۃ العرب المختارۃ"

۲۶۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۹

۲۷۔ عبدالرزاق ج ا ص ۳۴۲
۲۸۔ عبدالرزاق ج ا ص ۳۳۸
۲۹۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۸ ب
۳۰۔ جامع الاصول نمبر ۵۳۴۲، نیل الاوطار ج ا ص ۲۸۴، المجموع ج ۲ ص ۱۷۲، المغنی ج ا ص ۱۴۴ تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۳۲۶
۳۱۔ المحلی ج ا ص ۷۹
۳۲۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۴۱۶
۳۳۔ تفسیر قرطبی ج ۱۷ ص ۳۲۶
۳۴۔ عبدالرزاق ج ۸، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۴ ب، المجموع ج ۹ ص ۲۷۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶، المحلی ج ۹ ص ۴۵، المغنی ج ۴ ص ۲۶۳
۳۵۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۷، ص ۱۲۷ المجموع ۹ ص ۲۷۴
۳۶۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶
۳۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴
۳۸۔ حوالہ درج بالا
۳۹۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۲
۴۰۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۶۸
۴۱۔ المحلی ج ۸ ص ۵۰۵، المجموع ج ۱۰ ص ۱۰۳، المغنی ج ۴ ص ۴۷
۴۲۔ المغنی ج ۴ ص ۳۲۰
۴۳۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۲، عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۰، المحلی ج ۸ ص ۷۸، المغنی ج ۴ ص ۳۲۰
۴۴۔ المغنی ج ۴ ص ۳۱۹
۴۵۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۰، عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۳، کنز العمال ج ۶ ص ۲۴۸، المحلی ج ۸ ص ۸۶، المغنی ج ۴ ص ۳۲۲
۴۶۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۴۳ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۰، المحلی ج ۸ ص ۸۶
۴۷۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۲۷۴ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۸، کنز العمال ج ۴ ص ۲۰۱، احکام القرآن ج ا ص ۴۶۸، المغنی ج ۴ ص ۴۸
۴۸۔ احکام القرآن ج ا ص ۴۷۳ (اس روایت کا ذکر نہ تو قرطبی نے کیا ہے، نہ طبری نے اور نہ ہی ابن کثیر نے)
۴۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۳۳، الطبرانی فی الصغیر نمبر ۲۱۰
۵۰۔ یہ روایت صرف امام احمد نے ''مسند احمد'' ج ا ص ۳۲۷ میں کی ہے

۵۱۔ المحلی ج۹ص۴۳۰

۵۲۔ تفسیر قرطبی ج۵ص۴۱۲، احکام القرآن ج۲ص۲۸۵

۵۳۔ عبدالرزاق ج۸ص۲۷۳، المحلی ج۹ص۳۸۱، سنن بیہقی ج۱۰ص۱۷۸

۵۴۔ احکام القرآن ج۱ص۵۱۶

۵۵۔ المحلی ج۹ص۳۷۳، ۳۸۳

۵۶۔ تفسیر قرطبی ج۶ص۱۸۶، احکام القرآن ج۲ص۴۳۳، المحلی ج۹ص۴۲۵

۵۷۔ تفسیر قرطبی ج۶ص۱۵۱

۵۸۔ المحلی ج۱۱ص۳۰۳

۵۹۔ ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۰۸، تفسیر قرطبی ج۶ص۱۵، المحلی ج۱۱ص۱۸۱، تفسیر ابن کثیر ج۲ص۵۱، احکام القرآن ج۲ص۴۰۸، سنن بیہقی ج۸ص۲۸۳، المغنی ج۸ص۲۸۸ کشف الغمۃ ج۲ص۱۴۲، عبدالرزاق ج۱۰ص۱۰۹

۶۰۔ تفسیر قرطبی ج۶ص۱۵۲، المحلی ج۱۱ص۱۸۱، تفسیر ابن کثیر ج۲ص۵۱، عبدالرزاق ج۱۰ص۱۰۹، المغنی ج۸ص۲۹۴

۶۱۔ عبدالرزاق ج۱۰ص۱۰۹

۶۲۔ تفسیر قرطبی ج۶ص۱۵۳، تفسیر ابن کثیر ج۲ص۵۰

۶۳۔ سنن بیہقی ج۷ص۲۳۳

حرف الکاف

کافر (کافر)

کافر وہ شخص ہے جو دین اسلام کو اپنا دین نہ بنائے (دیکھئے مادہ کفر اور مادہ کتابی)

کبیرۃ (گناہ کبیرہ)

۱۔ تعریف: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک کبیرہ ہر وہ گناہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آگ یا غصب یا لعنت یا عذاب کے الفاظ پر ختم کیا ہے

۲۔ کبائر کو مٹا دینے والے امور: گناہ کبیرہ کی درج بالا تعریف کی بنا پر حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک کبائر کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا ''کہ کیا کبائر کل سات ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: ''یہ ستر کے ہندسے سے زیادہ قریب ہیں[1] ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''یہ سات کی بہ نسبت سات سو کے ہندسے سے زیادہ قریب ہیں''(۲)

کبائر جیسے بھی ہوں وہ ریا کاری سے پاک استغفار کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے بلکہ محو ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''استغفار کے ہوتے ہوئے کوئی کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ہوتے ہوئے کوئی صغیرہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا''[3] (یعنی اگر کبیرہ کا مرتکب صدق دل سے اللہ سے معافی مانگے تو اس کا یہ گناہ دھل جاتا ہے اور اگر صغیرہ گناہ کا مرتکب اس پر اصرار کرے اور ڈٹا رہے تو یہی صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ مترجم)

۳۔ کبائر کے ارتکاب کے اثرات: جو شخص کبائر کا ارتکاب کرے اور پھر توبہ نہ کرے تو وہ فاسق قرار پاتا ہے۔ اور اس کے فسق پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند کا ذکر ہم نے (مادہ فسق نمبر۲) میں کر دیا ہے۔

۴۔ ایک گناہ جس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ یہ کبائر میں سے

ہے وہ تہائی ترکے سے زائد کی وصیت کرکے ورثاء کو نقصان پہنچانے کا اقدام ہے۔(دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر ۳)

کتابی (یہودی یا نصرانی)

۱۔ تعریف: کتابی اس شخص کو کہتے ہیں جو یہودیت یا نصرانیت کا دین اختیار کرلے۔

۲۔ کتابی کے احکام: کتابی کافر ہوتا ہے۔اس پر کافر کے احکام اپنی عام شکل میں جاری ہوں گے البتہ دیگر کافروں کے سوا درج ذیل احکام کتابی کے ساتھ مختص ہیں۔

اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا حلال ہے(دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ب)ان کا شکار بھی حلال ہے(دیکھئے مادہ صید نمبر ۳ کا جز الف) ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہے البتہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہوں تو پھر نکاح حلال نہیں ہوگا(دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۱)نیز (مادہ نکاح نمبر ۳ کا جز الف اور نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ج)

انکی گواہی قابل قبول نہیں البتہ اگر کوئی مسلمان سفر میں ہو اور اسے اپنی وصیت کا گواہ بنانے کیلئے کوئی مسلمان نہ ملے تو وہ اپنی وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنا سکتا ہے اور مذکورہ وصیت کے بارے میں انکی گواہی قبول کرلی جائے گی(دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جز ب)

کحل (سرمہ)

اگر محرم حالت احرام میں دوا کے طور پر ایسا سرمہ استعمال کرے جس میں کسی خوشبودار مادے کی ملاوٹ نہ ہو تو اس کے لئے مذکورہ سرمہ لگالینا مباح ہوگا(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ھ)

اگر عورت کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہو اور یہ سرمہ بناؤ سنگھار کی خاطر لگایا نہ گیا ہو تو غیر مردوں کے سامنے اس کے اظہار کی اباحت ہوگی(دیکھئے مادہ زینۃ نمبر ۳ کا جز الف)

کسب (کمائی)

۱۔ تعریف: کسی نہ کسی طریقے سے مال کے حصول کو کسب کہتے ہیں۔

۲۔ کسب کی قسمیں: کمائی کی تین قسمیں ہیں:

الف۔ کسب حلال مثلاً مزدور کی مزدوری اور تاجر کا منافع بشرطیکہ حرام سے خالی ہو اگر حج کرنے کے دوران کمائی کی جائے تو اس سے حج کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵)

ب۔ کسب حرام: حرام طریقے سے کمایا ہوا مال کسب حرام کہلاتا ہے مثلاً سود (دیکھئے مادہ ربا)، ملاوٹ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جزو)، چوری (دیکھئے مادہ سرقۃ) اور جادوگری (دیکھئے مادہ سحر نمبر ۳)

ج۔ مکروہ کسب: اس سے وہ کمائی مراد ہے جسے انسان کسی گھٹیا اور ذلیل پیشے مثلاً سینگی لگانے یا گندگی کی صفائی اور اسی طرح کے دیگر کاموں کے ذریعے حاصل کرے (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲ کا جز ب)

کسوف (سورج گرہن)

۱۔ تعریف: سورج اور زمین کے درمیان چاند کے آجانے کی وجہ سے سورج کی روشنی ماند پڑ جانے کو کسوف کہتے ہیں۔

۲۔ کسوف کے اثرات: جب سورج گرہن ہو جائے تو ایک خاص نماز یعنی صلوٰۃ الکسوف کی ادائیگی مسنون ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۹)

کسوۃ (لباس)

۱۔ تعریف: کسوہ اس لباس کو کہتے ہیں جو سردی گرمی سے انسان کو بچائے اور اس کیساتھ نماز درست ہو جاتی ہو۔

۲۔ کسوہ کے احکام

غلاف کعبہ سے انتفاع (دیکھئے مادہ کعبۃ نمبر ۲ کا جز ط)

کفارات کے اندر کسوہ (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۳ کا جز ب)

کعبۃ (کعبہ شریف)

۱۔ تعریف: کعبہ وہ خانہ خدا ہے جسے مکہ مکرمہ میں تعمیر کرنے کا حکم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دیا گیا تھا۔

۲۔ کعبہ کے احکام:

الف۔ حطیم کعبے کا جز ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز الف)

ب۔ نماز کی صحت کیلئے کعبہ کی طرف رخ کرنے کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز د)

ج۔ جوف کعبہ میں نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز د نیز نمبر ۸ کا جز ب)

د۔ طواف کعبہ (دیکھئے مادہ طواف)

ھ۔ تعظیم کعبہ: حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ''اگر ایک شخص کعبہ کے اندر ہو اور وہ تھوکنا چاہئے تو کیا طریقہ اختیار کرے؟ آپ نے جواب دیا: ''وہ اپنے کپڑے میں تھوکے'' (۴) یعنی کعبہ کے اندر تھوکنا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

و۔ کعبہ کے اندر داخل ہونا: حضرت ابن عباسؓ نے جب دیکھا کہ حج کے موسم میں لوگوں کو کعبہ کے اندر داخل ہونے کا بڑا اشتیاق ہوتا ہے تو آپ نے انہیں ایسا کرنے سے نہیں روکا لیکن انہیں یہ بتانے کیلئے کہ دخول کعبہ حج کے شعائر میں سے نہیں ہے آپ نے فرمایا: ''لوگو، بیت اللہ کے اندر تمہارا داخل ہونا تمہارے حج کا جز نہیں ہے''(۵) نیز فرمایا: ''تمہیں بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے۔ بیت اللہ میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا''(۶) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۴)،

ز۔ کعبہ پر نظر پڑتے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا: حضرت ابن عباسؓ صرف سات مواقع میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے قائل تھے، ان میں سے ایک موقعہ وہ ہے جب کعبہ شریف پر انسان کی نظر پڑے آپ نے فرمایا: ''سات مواقع پر ہاتھ اٹھائے جائیں، جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو، جب کعبہ پر اس کی نظر پڑے، صفا اور مروہ پر، عرفات کے اندر، مزدلفہ کے اندر اور رمی جمار کے وقت''(۷) ان مواقع میں آپ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو مستحب قرار دیتے تھے (۷ب) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۶)

ح۔ التزام کعبہ یعنی سینے سے لگانا۔ بیت اللہ کا طواف کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ جب وہ اپنا طواف ختم کرلے تو ملتزم پر آکر جو باب کعبہ اور رکن یعنی حجر اسود کے مابین ہے، کعبے کا التزام کرے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ ملتزم رکن اور باب کے درمیان ہے'' (۷ج) التزام کی صورت یہ ہے کہ اپنا سینہ اور اپنی ہتھیلیاں کعبے کے ساتھ چمٹا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگے۔

حضرت ابن عباسؓ اسی طرح کرتے تھے مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اس وقت آپ اپنے غلام عکرمہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے رکن اور باب کے درمیان توبہ واستغفار میں مصروف تھے، میں نے قرآن کے ایک فقرے کے الفاظ کے متعلق آپ سے پوچھا کہ آیا یہ (ساحران تظاہرا) ہے یا (سحران) ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، البتہ عکرمہ نے کہا کہ یہ (ساحران تظاھرا) ہے (۸)

ط۔ غلاف کعبہ سے انتفاع: یہ دستور چلا آرہا ہے کہ ہر سال غلاف کعبہ بدل دیا جاتا ہے اور پرانا غلاف اتار کر نیا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اتارے ہوئے پرانے غلاف کو فروخت کر کے اس کا ثمن فقراء ومساکین نیز مسافروں پر اور فی سبیل اللہ خرچ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے آپ کے خیال میں درج بالا صورت کے ذریعے غلاف کعبہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر غلاف کعبہ کسی انسان کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو اس کی حیثیت ایک کپڑے کی ہوگی جسے لباس کے طور پر پہن لینا جائز ہوگا خواہ پہننے والا جنبی ہو یا پہننے والی حائضہ یا نفاس والی عورت ہو (۹)

ی۔ کعبہ کی خوشبویات کو شفا حاصل کر لینے استعمال کرنا: اگر کوئی شخص کعبہ کی عطریات اور خوشبویات کو حصول شفاء کی خاطر استعمال میں لانا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے پاس سے خوشبو لیکر آئے اور اسے کعبہ کے ساتھ چمٹا دے تو پھر اسے لے لے، کعبہ کی خوشبویات میں سے کچھ نہ اٹھائے کیونکہ یہ مسلمانوں کی ملکیت عامہ ہیں۔ (۱۰)

کفاءۃ (ہم کفو ہونا)

۱۔ تعریف: کفاءۃ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے مساوی ہو اور اس کی حالت اس سے کمتر نہ ہو۔

۲۔ کفاءۃ کا حکم: نکاح کے اندر کفاءۃ کا اعتبار ہوتا ہے، (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴ کا جزب)

کفارۃ (کفارہ)

۱۔ تعریف: کفارہ اس مخصوص تصرف اور عمل کو کہتے ہیں جسے کسی مخصوص گناہ کو محو کرنے کیلئے اللہ نے بروئے کار لانے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ کن گناہوں پر کفارہ واجب ہوتا ہے؟ ذیل میں وہ تصرفات بیان ہوئے ہیں جن کے ارتکاب پر کفارہ لازم آتا ہے۔

قتل:

ہم نے (مادہ جنایۃ نمبر ۵ کے جزج کے تحت) کفارۂ قتل پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یہ کفارہ ایلاء اور اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کر لینے کے کفارہ کو بھی شامل ہے (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۳ کا جزب) نیز (مادہ تحریم)

حمل گرادینا:

اس کے کفارے کیلئے دیکھئے (مادہ اجھاض نمبر ۲)

نذر:

اس پر ہم نے (مادہ نمبر ۳ کے جز الف کے جز ھ کے تحت) گفتگو کی ہے

ظہار:

اس پر بحث (مادہ ظھار نمبر ۶ کے جز الف میں) دیکھئے

کسی عذر کے بغیر رمضان کا کوئی روزہ نہ رکھنا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۴)

حائضہ عورت کے ساتھ ہمبستری کرنا: (مادہ حیض نمبر ۵ کے جز واؤ کے جز ۴) میں اس پر بحث ملاحظہ کیجئے

جماعت کی نماز نیز جمعہ کی نماز سے بیٹھ رہنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ جز الف نیز نمبر ۱۶ کا جز ب)

احرام کی خلاف ورزی پر مبنی کوئی عمل کرنا (دیکھئے مادہ احرم نمبر ۹)

۳۔ کفارہ کے طور پر واجب ہونے والی اشیاء:

مختلف گناہوں کے مختلف کفارے ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر ہم نے اپنے اپنے مواقع پر کر دیا ہے، گذشتہ پیرے میں جن مقامات کے حوالے ذکر ہیں وہاں انکی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ تاہم درج ذیل امور

کے دائرے سے کفارہ باہر نہیں جاتا، وہ امور یہ ہیں، غلام آزاد کرنا یا کپڑے پہنانا، یا کھانا کھلانا یا روزے رکھنا یا جانور ذبح کرنا یا دیگر مناسب امور بروئے کار لانا

الف۔ غلام آزاد کرنا: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک درج ذیل خطاؤں کے اندر کفارہ کے طور پر غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے قتل کا مرتکب ہونا، ظہار کرنا قسم توڑ دینا، بلا عذر رمضان کا کوئی روزہ چھوڑ دینا، حائضہ عورت کے ساتھ ہمبستری کرنا (ایک روایت کے مطابق) اور جمعہ کی اذان سن کر گھر بیٹھ رہنا اور جمعہ پڑھنے کیلئے نہ جانا۔ اس تفصیل سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن گناہوں کے اندر کفارہ واجب ہوتا ہے حضرت ابن عباسؓ غلام آزاد کرنے کو ان کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔ البتہ کفارۂ قتل کے سلسلے میں آزاد ہونے والے غلام کیلئے دو شرطیں ہیں۔ یعنی ایمان اور بلوغت ایمان کی شرط سورۃ نساء آیت نمبر ۹۲ میں ارشاد باری کی بنا پر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے اسے ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا) بالغ ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ قتل کے اندر غلام آزاد کرنے کا کفارہ مقتول کے بدل کے مشابہ ہوتا ہے کیونکہ تمام جانیں اللہ کی ملکیت ہوتی ہیں جان لینے کا کفارہ یہ ہوگا کہ ایک جان (غلام) کو انسان کی ملکیت سے نکال کر اللہ کی ملکیت میں دے دیا جائے یعنی اسے آزاد کر دیا جائے۔ اس لئے کامل کفارہ واجب ہوگا۔ اور کمال کی صفت بلوغت کے بغیر پیدا نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ مقتول اکثر احوال میں بالغ شخص ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ؟''قتل کے اندر غلام آزاد کرنے میں صرف وہی غلام درست ہوگا جو نماز پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو'' (۱۰ب) یعنی بالغ مسلمان ہو۔ قتل کے سوا دیگر گناہوں کے کفارہ میں نابالغ اور کافر غلام آزاد کر دینا بھی درست ہوگا۔ (۱۱) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل کے کفارہ میں آزاد کئے جانے والے غلام کو مومن کی صفت کے ساتھ مقید کر دیا ہے جبکہ اس کے سوا کسی اور کفارہ میں یہ قید عائد نہیں کی گئی ہے۔

ب۔ کسوہ یعنی کپڑے دینا: یہ قسم توڑ دینے کے کفارہ میں واجب ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ لباس ہے جو سردی اور گرمی سے بچائے اور اسے پہن کر نماز پڑھنا درست ہو، اس کی کم سے کم مقدار ایک کپڑا ہے جو عرف عام کے مطابق ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''کسوہ ہر انسان کے لئے ایک ایک کپڑا ہے'' اس زمانے میں ایک لمبی چادر کسوہ کا کام دے جاتی تھی، ایک روایت کے

مطابق آپ نے فرمایا: ''ہرانسان کے لئے ایک لمبی چادر یا شملہ''[۱۲] شملہ اس اونی چادر کو کہتے ہیں جسے بدن پر لپیٹ لیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے جسم ڈھانپ لیا جاتا ہے حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کسوہ دینے کے بدلے اس کی قیمت دے دینا درست نہیں ہے۔[۱۳]

ج۔ کھانا کھلانا: یہ قسم توڑنے کے کفارہ نیز ظہار کے کفارہ میں واجب ہوتا ہے اگر متعلقہ شخص کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۶ کا جز الف) اسی طرح رمضان کا بلا عذر روزہ چھوڑ دینے کے کفارہ میں واجب ہوتا ہے۔ اس بات کی تفصیل ہم نے اس کے موقعہ پر بیان کر دی ہے۔ کھانا کھلانے کے اندر وہ طعام واجب ہے جو کفارہ دینے والا اکثر ایام میں اپنے اہل وعیال کے لئے مہیا کرتا ہے یا جسے اس کے اہل وعیال فی الجملہ کھاتے ہوں۔ یہ سالن کے ساتھ روٹی پر مشتمل ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ایک شخص اپنے اہل وعیال میں سے بعض کے لئے کم تر مقدار میں کھانا مہیا کرتا اور بعض کے لئے ایسا کھانا جس میں گنجائش ہوتی، اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ آیت نمبر ۸۹ میں فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے (وہ اوسط درجے کا کھانا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو) یعنی روٹی اور روغن زیتون''[۱۴] نیز فرمایا: ''تم ہر مسکین کو اتنا ہی پیٹ بھر کر کھلاؤ جتنا اپنے اہل وعیال کو پیٹ بھر کر کھلاتے ہو''[۱۵] کفارہ دینے والے کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ہر فقیر کو ایک مد (پیمانے کا نام) گندم دے دے[۱۶] اس کے ساتھ سالن دینے کی شرط نہیں ہوگی[۱۷] اگر سالن یعنی روغن زیتون وغیرہ بھی دے دے تو یہ اچھی بات ہوگی۔ تاہم فقیر کو طعام کی قیمت دے دینا کافی نہیں ہوگا۔[۱۸]

د۔ روزہ:

(۱) روزہ درج ذیل کفارات میں واجب ہوتا ہے یعنی قتل، ظہار، حنث (قسم توڑنے) اور بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑ دینے کے کفارات میں، ان سب کا ذکر ہم نے انکے مواقع پر کر دیا ہے۔

(۲) جن صورتوں کے اندر روزوں کی شکل میں کفارہ واجب ہو وہاں مسلسل روزے رکھنا واجب ہو گا، متفرق طریقے سے روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ قتل اور ظہار کے کفارات میں اللہ تعالیٰ نے تسلسل کے ساتھ روزہ رکھنے کا وجوب بطور نص بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ نساء آیت نمبر ۹۲

میں ارشاد ہے اس کا ترجمہ یہ ہے (جس شخص کو یہ میسر نہ ہو وہ دو ماہ پے در پے روزے رکھے) نیز سورۃ مجادلہ آیت نمبر ۴ کے اندر کفارہ ظہار کے سلسلے میں ارشاد ہے ترجمہ یہ ہے (جس شخص کو یہ میسر نہ ہو وہ دو ماہ پے در پے روزے رکھے پہلے اس سے کہ وہ (میاں بیوی) ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں) قسم توڑنے کے کفارہ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تینوں باتوں (غلام آزاد کرنے، کھلانا کھلانے اور کپڑے دینے) کے اندر اختیار ہے، پہلی بات پہلے اختیار کی جائے، اگر اسے یہ تینوں باتیں میسر نہ ہوں تو پھر تین دن لگاتار روزے رکھے''[19] بلا عذر رمضان کا روزہ نہ رکھنے کے کفارہ میں مسلسل روزہ رکھنے کا تقاضا قیاس کرتا ہے۔

(۳) کفارہ کے روزوں کے تسلسل میں اگر مجبوری کی بنا پر انقطاع آ جائے تو اس سے تسلسل ختم نہیں ہو گا مثلاً حیض کی وجہ سے انقطاع یا بیماری کی وجہ سے جبکہ مریض کو خطرہ لاحق ہو جائے کہ اگر وہ روزے جاری رکھے گا تو اس کے نتیجے میں اس کی جان پر آ بنے گی[20]

ھ۔ دم دینا: جو شخص احرام کی کوئی خلاف ورزی کرے تو اس پر جانور ذبح کرنا واجب ہو جائے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹)

و۔ دیگر مناسب امور: مثلاً حضرت ابن عباسؓ سے مروی دو روایتوں سے ایک کے مطابق اگر کوئی شخص حیض کی حالت میں ہمبستری کرے تو اس پر صدقہ نکالنا واجب ہو گا (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کے جز واؤ کا جز ۴) یا مثلاً ان گناہوں کے ارتکاب پر توبہ واستغفار جن کے متعلق کوئی متعین کفارہ منصوص نہیں ہے۔

کفالۃ (کفالہ)

۱۔ تعریف: ادائیگی کے مطالبہ کے سلسلے میں ایک ذمہ کے ساتھ دوسرے ذمہ کو ضم کرنے کا نام کفالہ ہے۔

۲۔ کفالہ کی مشروعیت: سورۃ یوسف آیت نمبر ۷۲ میں ارشاد باری کی بنا پر کفالہ مشروع ہے۔ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(انہوں نے پلٹ کر پوچھا ''تمہاری کیا چیز کھوئی گئی'' تو سرکاری ملازموں نے کہا ''بادشاہ کا پیمانہ ہم

کو نہیں ملتا'' (اوران کے جمعدار نے کہا) ''جو شخص لا کردے گا اس کے لئے ایک بار شتر انعام ہے، اس کا میں ذمہ لیتا ہوں'')

بیع سلم کے اندر کفالہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کا جز ز)

کفر (کفر)

ا۔ کفر کی قسمیں:

کفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کفر وہ ہے جس کی وجہ سے ایک مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا مثلاً رشوت ستانی اور قضا وقدر پر لب کشائی۔ (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۴ کا جز ج) نیز یہ صورت کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کا اگرچہ انکار نہ کرنا لیکن ان پر عمل پیرا بھی نہ ہونا (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۲ کا جز ب)

کفر کی اس قسم پر فقہاء فسق کے اسم کا اطلاق کر کے اس پر فسق کے اثرات مرتب کرتے ہیں (دیکھئے مادہ فسق)

ایک کفر وہ ہے جسکی بنا پر ایک مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ ردۃ) کفر کی اس قسم پر فقہاء کفر کے اسم کا اطلاق کر کے اس پر کفر کے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان ہی اثرات پر گفتگو کریں گے۔

۲۔ کفر کے اثرات:

الف۔ کافر کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ہمدرد ہرگز نہ بنائیں) اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کافروں کے ساتھ نرمی برتنے اور نرم رویہ اختیار کرنے سے منع فرما دیا ہے''[۲۱]

ب۔ مشرکین عرب سے اسلام لانے کے سوا اور کوئی بات قبول نہیں کی جائے گی (دیکھئے مادہ اسر نمبر ۲ کا جز الف)

کافر کو قرآن کی تلاوت کا موقعہ نہ دیا جائے (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۱۱)

حرم کے اندر کافروں کے داخلے کی ممانعت (دیکھئے مادہ حرم نمبر۲ کے جزب کا جز۶)

کافر مریض کی عیادت کیلئے مسلمان کا جانا (دیکھئے مادہ مرض نمبر۱)

مسلمان کا کافر میت کو غسل دینا اور اس کی تکفین وتدفین کرنا (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کے جزب کا جز۱)

کافر کے لئے دعا کرنا (دیکھئے مادہ دعاء نمبر۶) اور (مادہ موت نمبر۲ کے جزب کا جز۱)

کافروں کی مشابہت اختیار نہ کرنا (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کا جزک) نیز (مادہ صلاۃ نمبر۸ کا جزج)

کافروں کی عبادت گاہوں میں نماز ادا کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کے جزج کا جز۱)

نمازی کے سامنے سے کافر کا گذر جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ جزل کا جز۱)

مسلمان عورت کا کافر عورت سے پردہ کرنا (دیکھئے مادہ حجاب نمبر۳)

صرف اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کا پکڑا ہوا خشکی کا شکار کھانا حلال ہے۔ان کے سوا دیگر کافروں کا نہیں۔ جبکہ تمام کافروں کا پکڑا ہوا سمندری اور دریائی شکار کھانا مسلمانوں کے لئے حلال ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر۲ کا جزب) نیز (مادہ صید نمبر۲ کا جز الف اور نمبر۳ کا جز الف)

مسلمان کا اضحیہ (قربانی کا جانور) اور نسک (حج کے سلسے میں ذبح ہونے والا جانور) کوئی کافر ذبح نہ کرے (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر۶ کا جز الف) کافر کو زکوۃ کی کوئی رقم نہ دی جائے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۸ کا جزج) کافر محصن نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کا جزب)

کافروں پر حدود کا اجرا نہیں ہوتا (دیکھے مادہ حد نمبر۴ کا جزب)

ولایات عامہ اور ولایات خاصہ میں سے کوئی ولایت کافر کو حاصل نہیں ہوتی (دیکھے مادہ قضاء نمبر۲ کا جزب) نیز (مادہ نکاح نمبر۵ کا جزب)

کافروں کے مقدمات کا مسلمان کے ذریعہ فیصلہ (دیکھے مادہ قضاء نمبر۲ کا جزھ)

کافر کی گواہی (دیکھے مادہ شہادۃ نمبر۴ کا جزب)

مسلمان اور کافر کے درمیان عدم توارث (دیکھے مادہ ارث نمبر۵ کے جزد کا جز۳)

مسلمان عورت کے ساتھ کافر کے نکاح کی ممانعت (دیکھے مادہ نکاح نمبر۴ کا جز الف)

مسلمان مرد کا کافر عورت کے ساتھ نکاح (دیکھے مادہ نکاح نمبر۳ کے جزب کے جز۲ کے جزب کا

جز ج)

کافروں کے ساتھ عقد ذمہ اور اس پر مترتب ہونے والے حقوق و فرائض (دیکھیے مادہ ذمة)

ذمی کافروں کا جزیہ دینا (دیکھیے مادہ جزیة)

مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں کافروں کی اقامت کی ممانعت، نیز ان شہروں میں گرجے وغیرہ بنانے اور صلیب بلند کرنے کی ممانعت (دیکھیے مادہ بلد)

تجارت کے اندر کافروں کے ساتھ مسلمانوں کی عدم مشارکت (دیکھیے مادہ شرکة نمبر۲) کافر پر کیا گیا فوجداری جرم اور اس کی سزا میں واجب ہونے والا جرمانہ (دیکھیے مادہ جنایة نمبر۴ کا جز ب)

کفن (کفن)

کفن میت کے اس لباس کو کہتے ہیں جسے پہنا کر اسے قبر میں اتارا جاتا ہے (دیکھیے مادہ موت نمبر۲ کا جز ج)

احرام کے حالت میں فوت ہو جانے والے شخص کی تکفین (دیکھیے مادہ احرام نمبر۱۰)

کلام (کلام)

۱۔ تعریف: دو یا دو سے زائد حرفوں والا بامعنی کلمہ بولنا کلام کہلاتا ہے

۲۔ کلام کے احکام

فحش گوئی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھیے مادہ وضوء نمبر۸ کا جز ز)

کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے (دیکھیے مادہ صلاة نمبر ۸ کے جز د کا جز۲)

نمازوں کے درمیان فصل کیلئے کلام کرنا (دیکھیے مادہ صلاة نمبر۲)

مشروع خطبے کے دوران باتیں کرنے سے باز رہنا (دیکھیے مادہ خطبة نمبر۳ کا جز الف) نیز (مادہ صلاة نمبر۸ کا جز ج)

کیا پھونک مارنا کلام ہے؟ اور کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ (دیکھیے مادہ صلاة نمبر ۸ کے جز د کا جز ز۲)

احرام والا شخص کس قسم کے کلام سے باز رہے؟ (دیکھیے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ز)
حجر یعنی پابندی کلام قولی تصرفات پر لگتی ہے فعلی تصرفات پر نہیں (دیکھیے مادہ حجر نمبر ۳ کا جز الف)

کلب (کتا)

کتے کا ناپاک ہونا اور جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے پاک کرنے کا طریقہ (دیکھیے مادہ سور نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

کتے کی فروخت نہیں ہوسکتی، اگر فروخت ہو تو اس کا ثمن سحت یعنی حرام شمار ہوگا (دیکھیے مادہ بیع نمبر ۲ کے جز ج جز ۱)

نمازی کے سامنے سے کتا گذر جانے کی بنا پر اس کی نماز کا انقطاع (دیکھیے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ک کا جز ۱)

کنز (خزانہ)

کنز اس مال کو کہتے ہیں جسکی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو (دیکھیے مادہ زکاۃ نمبر ۲)

کنیسۃ (کنیسہ)

۱۔ تعریف یہود یا نصاریٰ یا اسلام کے سوا دیگر ادیان کے ماننے والوں کی عبادت گاہ کو کنیسہ کہتے ہیں

۲۔ کنیسہ کے احکام: جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہو اور جس سرزمین کے لوگوں نے اس پر رہتے ہوئے اسلام قبول کر لیا ہو وہاں کنیسے یعنی گرجے وغیرہ کی تعمیر کی ممانعت، پورے جزیرۃ العرب کا حکم بھی اسی طرح ہے (دیکھئے مادہ بلد) نیز (مادہ ارض نمبر ۳)
کنیسہ کے اندر نماز پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کے جز ج کا جز ۱)

کھانۃ (غیب کی باتیں بتانا)

۱۔ تعریف: کہانت یہ ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر ایک ایسے شخص کیطرف

سے دی جائے جو اس بات کا دعویدار ہو کہ اسے یہ خبریں اوپر سے ملتی ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتا۔

۲۔ کہانت کا حکم: کسی مسلمان کیلئے کہانت کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ کسی کاہن کے پاس جائے یا اس کی باتوں کو سچ سمجھے کاہن اپنی کہانت کی جو بھی اجرت حاصل کرے وہ حرام ہے (دیکھئے مادہ احتراف نمبر۲ کا جز ج) نیز (مادہ اجارۃ نمبر۲ کے جز ب کا جز ۲)

حرف الکاف میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ج ۱۰ص ۴۵۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۴۸۶
۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۴۸۶
۳۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۴۸۶، تفسیر قرطبی ج ۵ص ۱۵۹
۴۔ عبدالرزاق ج ۵ص ۲۴
۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۶۶
۶۔ عبدالرزاق ج ۵ص ۷۸
۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۷
۷۔ب المجموع ج ۹ص ۱۰، المغنی ج ۳ص ۳۶۹
۷۔ج عبدالرزاق ج ۵ص ۷۶
۸۔ عبدالرزاق ج ۵ص ۷۵
۹۔ المجموع ج ۷ص ۴۳۹
۱۰۔ المغنی ج ۳ص ۵۵۶
۱۰۔ب تفسیر طبری ج ۵ص ۱۲۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۴۳۴، ۱۲احکام القرآن ج ۲ص ۲۲۷
۱۱۔ احکام القرآن ج ۲ص ۲۲۷
۱۲۔ تفسیر طبری ج ۷ص ۱۶
۱۳۔ المغنی ج ۸ص ۳۸۷
۱۴۔ تفسیر طبری ج ۷ص ۱۵ تفسیر قرطبی ج ۶ص ۲۷۶ المحلی ج ۸ص ۴۷
۱۵۔ تفسیر طبری ج ۷ص ۱۵
۱۶۔ عبدالرازق ج ۸ص ۵۰۶، تفسیر طبری ج ۷ص ۱۴، سنن بیہقی ج ۱۰ص ۵۵، کنزالعمال ج ۱۶ص ۳۱۷، احکام القرآن ج ۲ص ۴۵۷، المحلی ج ۸ص ۴۳، المغنی ج ۳ص ۱۳۰، ج ۷ص ۳۶۹
۱۷۔ احکام القرآن ج ۲ص ۴۵۸، تفسیر طبری ج ۷ص ۱۴، سنن بیہقی ج ۱۰ص ۵۵۔
۱۸۔ المغنی ج ۸ص ۳۸۷
۱۹۔ تفسیر طبری ج ۷ص ۲۰، احکام القرآن ج ۲ص ۴۶۱
۲۰۔ المغنی ج ۷ص ۲۶۵
۲۱۔ تفسیر قرطبی ج ۴ص ۵۷، احکام القرآن ج ۲ص ۹

حرف اللام

لباس (لباس)

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سفید لباس کو مستحب قرار دیتے تھے اس لئے کہ ظاہر کی سفیدی باطن کی سفیدی کا انعکاس ہوتی ہے۔ آپ فرماتے: ''سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے''(۱)

۲۔ نماز کے اندر مرد اور عورت کا لباس (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جزج) نیز دونوں کا لباس احرام (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز الف)

۳۔ نماز کی صحت کیلئے کپڑا پاک ہونے کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ب)

۴۔ اسبال ازار: حضرت ابن عباسؓ نے ازار کو ٹخنوں سے نیچے تک پہنچانے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ متکبرین اور جابر قسم کے لوگوں کی عادت ہے۔ آپ فرماتے: ''ازار نیچے تک لٹکانے والے پر اللہ نظر نہیں ڈالتا''(۲)

۵۔ مردوں کے لئے ریشم پہننے کی تحریم اور عورتوں کیلئے اس کی حلت نیز زمین پر اسے بچھانے کی اجازت (دیکھئے مادہ حریر)

۶۔ انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تختم)

۷۔ لباس میں اسراف کی کراہت، نیز متکبرانہ لباس پہننے کی کراہت (دیکھئے مادہ اسراف نمبر ۲)

لحیۃ (داڑھی)

وضوء کے اندر داڑھی کا خلال (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۶ کے جز ب کے جز ا کا جز ب)

لعان (لعان)

۱۔ تعریف: لعان کی دو قسمیں ہیں۔ بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگانے کا لعان اور شوہر کا طلاق سے مکر جانے کا لعان۔

پہلا لعان یہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک قسموں کے ساتھ مؤکد گواہیاں دے، جو لفظ لعنت یا لفظ

غضب کے ساتھ مقرون ہوں، یہ گواہیاں شوہر کے حق میں حد قذف کی قائم مقام اور بیوی کے حق میں حد زنا کی قائم مقام ہوتی ہیں۔ یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگاتا ہے اور اس کی اپنی ذات کے سوا کوئی گواہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق ایسی صورت میں لعان ہوگا۔ لعان کی دوسری صورت کے متعلق آپ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے اور پھر عدت کے اندر اسے قذف کر دے تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا''(۵) اس قول کا مفہوم ابن قدامہ کے بیان کے مطابق جو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے، دیا ہے، یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے کر بائن کر دے اور پھر ایسی بدکاری کی تہمت لگائے جسکی اضافت زوجیت کے زمانے کیطرف ہو تو اس صورت میں وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا کیونکہ اس قذف کی اضافت زوجیت کے زمانے کی طرف ہو گی اس لئے یہ قذف زوجہ ہونے کے دوران کئے گئے قذف کے مشابہ ہوگا(۶) لیکن اگر زنا کی تہمت علیحدگی کے بعد کے زمانے کی طرف منسوب کر کے لگائی گئی ہو خواہ عورت ابھی عدت گذار رہی ہو تو اس صورت میں لعان نہیں ہوگا تاہم مرد پر حد قذف جاری ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور پھر اسے قذف کرے جبکہ وہ ابھی عدت میں ہو تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور دونوں کے درمیان لعان نہیں ہوگا''(۷) (دیکھئے مادہ قذف نمبر۲ کے جزب کا جز۲)

د۔ شوہر اپنی بیوی کی زنا کاری پر بینہ پیش کرنے سے عاجز ہو۔ اس شرط کا ذکر اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت کے اندر ان الفاظ میں فرمایا ہے (وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایسی صورت کے اندر شوہر کو مدعی تصور کیا جاتا ہے، گواہ تصور نہیں کیا جاتا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر بیوی کی بدکاری کی تین افراد گواہی دیں اور چوتھا شخص اس کا شوہر ہو تو بیوی پر حد زنا جاری نہیں ہوگی بلکہ تینوں گواہوں کو قذف کے مرتکب قرار دے کر حد قذف کے کوڑے لگائے جائیں گے اور شوہر لعان کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ بالا صورت کے بارے میں فرمایا: ''بیوی کو سنگسار نہیں کیا جائے گا اور اس کا شوہر اس کے ساتھ لعان کرے گا'' یہ بات (مادہ قذف نمبر۲ کے جز الف میں) نیز (مادہ زنا نمبر۴ کے جزب میں) گذر چکی ہے۔

۴۔ لعان پر مرتب ہونے والے اثرات:

الف۔ شوہر کی لگائی ہوئی تہمت سے بیوی کا بری ہو جانا۔ بنابریں اگر اسے کوئی قذف کرے گا تو اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو شخص ملاعنہ (وہ عورت جو اپنے شوہر کے ساتھ لعان کر چکی ہو) کے بیٹے یا اس کی ماں کو قذف کرے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے'' (۸)

ب۔ جس بچے کے سلسلے میں لعان ہوا ہو اس کے نسب کا لعان کرنے والے باپ سے انقطاع اور ماں کے ساتھ اس کا الحاق: (۸ب) اس انقطاع کے نتیجے میں مذکورہ باپ اور بچے کے درمیان توارث کا بھی انقطاع ہو جائے گا۔ اور بچے کی ماں کے عصبہ بچے کے عصبہ بن جائیں گے اور پھر بچے کی ماں اور اس کی اخیافی بھائی بہن نیز اس کے ماموں وراثت میں اپنی ترتیب کے حساب سے اس کے وارث ہوں گے (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جزی کا جز الف)

ج۔ لعان کرنے والے طرفین کے درمیان ہمیشہ کیلئے علیحدگی:

(۱) جب دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی تو توارث کا بھی انقطاع ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو قذف کرتا ہے تو پھر لعان کرنے سے پہلے ہی بیوی فوت ہو جاتی ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: ''حکم موقوف رکھا جائے گا۔ اگر شوہر اپنے آپ کو جھٹلا دے تو اسے حد قذف لگائی جائے گی اور وہ مرنے والی کا وارث قرار پائے گا (کیونکہ ایسی صورت میں وہ اس کا شوہر رہے گا) اسی طرح اگر وہ مرحومہ کی زنا کاری پر گواہ پیش کر دے تو بھی وہ اپنی بیوی کا وارث ہوگا۔ لیکن اگر وہ لعان کرے تو وارث نہیں ہوگا'' (۹)

(۲) جب علیحدگی ہو جائے گی تو عورت پر عدت بھی واجب ہو جائے گی۔ اس کی عدت مطلقہ کی عدت کی طرح ہوگی (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز د جز ۵ کا جز الف)

(۳) اس علیحدگی کی ابتدا لعان سے شوہر کی فراغت کے ساتھ ہی ہو جائے گی خواہ بیوی نے ابھی لعان نہ بھی کیا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب مرد پانچ گواہیاں دیدے تو زوجین میں سے ہر ایک دوسرے سے بری ہو جائے گا۔'' (۱۰) حتی کہ اگر بیوی کے لعان کرنے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو بھی دونوں کے درمیان توارث جاری نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ارث

نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

(۴) یہ علیحدگی ہمیشہ کے لئے ہوگی اور دونوں میں سے کسی کے لئے بھی آپس میں پھر سے رشتہ ازدواج قائم کرنے کا اقدام جائز نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور پھر یہ کبھی بھی یکجا نہیں ہو سکیں گے''(۱۱)

د۔ حد قذف سے شوہر کی برات: شوہر لعان کرنے کے ساتھ ہی حد قذف سے بری ہو جائے گا اور بیوی لعان کرنے کے ساتھ ہی حد زنا سے بری ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ان میں سے کسی کو بھی کوڑے نہیں لگیں گے''(۱۲)

لقطۃ (گری پڑی چیز جو کسی کو مل جائے)

ا۔ تعریف: لقطہ اس مال کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص سنبھال لے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو

۲۔ لقطہ کے احکام:

لقطہ اٹھالینا:

الف۔ اگر کسی شخص کو کوئی لقطہ مل جائے تو حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اسے وہیں پڑے رہنے دینا افضل ہے تاکہ جب اس کا مالک وہاں آئے تو اسے یہ مل جائے۔ آپ فرماتے: ''لقطہ مت اٹھاؤ، تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے'' نیز آپ نے فرمایا: ''اسے وہیں رہنے دینا اسے اٹھا لینے سے بہتر ہے''(۱۳) لیکن اگر وہ اسے اٹھا لے تو ایسا کرنا جائز ہوگا اس حکم میں حرم اور غیر حرم کا لقطہ یکساں ہے(۱۴)

ب۔ لقطہ کی تشہیر: اگر کوئی شخص لقطہ اٹھا لے اور وہ معمولی چیز مثلاً کوڑا وغیرہ ہو تو اس کی تشہیر سے قبل اسے استعمال میں لانا اس کے لئے جائز ہوگا(۱۵) اور اگر کوئی بڑی چیز ہو تو ایک سال تک اس کی تشہیر کئے بغیر اس کے لئے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت زید بن خالدؓ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ ایک سال تک اس لقطہ کی تشہیر کریں۔(۱۶)

ج۔ لقطہ کا انجام: اگر لقطہ اٹھانے والا ایک سال تک اس کی تشہیر کرے لیکن مالک کا پتہ نہ چلے تو وہ اس

کا مالک بن جائے گا اور وہ اس کی مملوکہ اشیاء کی طرح ہو جائے گا خواہ مذکورہ شخص غنی ہو یا فقیر [۱۷] پھر اگر وہ چاہے تو اس سے فائدہ اٹھائے اور اگر چاہے تو اس کا صدقہ کر دے اس کے بعد اگر اس کا مالک آ جائے جبکہ مذکورہ شخص نے اس سے فائدہ اٹھایا ہو تو وہ، اس کا جرمانہ بھر دے گا اور اگر اس نے صدقہ کر دیا ہو تو مالک کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس کی قیمت وصول کر لے اور اگر چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھتے ہوئے ثواب کما لے، وہ جو صورت بھی اختیار کرے اسے اس کا حق ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''لقطہ صدقہ کر دیا جائے، اس کے بعد اگر اس کا مالک آ جائے تو وہ اسے اختیار دے گا، اگر وہ اجر و ثواب کی بات اختیار کر لے تو اسے اجر مل جائے گا اور اگر وہ اپنا مال لینا پسند کرے تو اسے اس کا مال مل جائے گا'' [۱۸] یعنی وہ اس کی قیمت اس سے وصول کر لے گا۔

لمس (ہاتھ لگانا) دیکھئے مادہ مباشرۃ

لھو (لہو و لعب)

۱۔ تعریف: اپنا وقت بے فائدہ ضائع کرنا لہو کہلاتا ہے

۲۔ لہو کا حکم:

الف۔ لہو اپنی تمام اقسام کے ساتھ حرام ہے خواہ یہ از قسم لعب ہو مثلاً شطرنج کا کھیل [۱۹] یا از قسم صوت ہو مثلاً گانے بجانے کا شغل (دیکھئے مادہ غناء) یا از قسم آلات ہو مثلاً آلات موسیقی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''دف حرام ہے، ڈھول سارنگی حرام ہے، بربط حرام ہے اور بانسری حرام ہے'' [۲۰]

ب۔ لہو کی جن صورتوں کو مشروع منفعت میں استعمال کرنا ممکن ہو ان کا استعمال حلال ہو گا۔ مشروع منافع (جمع منفعت) کی ایک صورت یہ ہے کہ خوشی اور مسرت کے مواقع پر اظہار مسرت کیا جائے مثلاً تہواروں، ختنہ اور نکاح وغیرہ کے مواقع، ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جب اپنے بیٹوں کا ختنہ کراتے تو کھیل تماشہ دکھانے والوں کو بلاتے اور انہیں چار

درہم (یا کہا کہ) تین درہم دیتے[۲۱] (دیکھئے مادہ ختان نمبر ۳ کا جز الف) ابن ماجہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''حضرت عائشہ نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کا نکاح انصار کے گھرانے میں کرایا، حضور ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کہ تم لوگوں نے لڑکی بھیجدی ہے؟ جواب اثبات میں دیا گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے مزید پوچھا کہ: ''اس کیساتھ کوئی گانے والا بھی بھیجا ہے''؟ اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ''انصار کے اندر عشقیہ باتیں کرنے والے لوگ موجود ہیں، اگر دلہن کے ساتھ تم کسی گویے کو بھیج دیتے اور وہ جا کر وہاں سر کے ساتھ کہتا: ''ہم آ گئے، ہم آ گئے'' تو سننے والے جواب میں ہمیں بھی تحیت کہتے اور تمہیں بھی''، یعنی اللہ تمہیں زندہ رکھے'' کی دعا دیتے۔

مشروع منفعت کی صورت یہ بھی ہے کہ بچپنے کی ضروریات اور مطالبات پوری کی جائیں۔ اس لئے مورتیوں کی شکل کے چھوٹے چھوٹے کھلونے دیکر بچوں کو بہلانا جائز اور حلال ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ''ہم عاشوراء کا روزہ رکھتے اور ہمارے ساتھ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی یہ روزہ رکھ لیتے، ہم مسجد حرام میں جاتے اور انہیں رنگین اون کے بنے ہوئے کھلونے دیتے''[۲۲]

ج۔ حرام لہو انسان کی صفت عدالت میں خلل پیدا کرنے والا اور قبول شہادت سے مانع تصور ہوتا ہے (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۴ کا جز ج)

لواطۃ (عمل قوم لوط)

دبر کے اندر جنسی عمل کرنا لواطت کے نام سے موسوم ہے (دیکھئے مادہ دبر نمبر ۳ کا جز ب)

لیل (رات)

قیام اللیل (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۵ کا جز ب)

لیلۃ القدر (شب قدر)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ شب قدر کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ اس رات کے اندر جاری سال میں وقوع پذیر ہونے والے خیر وشر، رزق اور برکت کے تمام واقعات کا اندازہ مقرر کر دیا

جاتا ہے۔ (۲۳)

۲۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔ (۲۴) اس بارے میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان ہونے والی گفتگو کی روایت عبدالرزاق نے ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ان سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا، سب حضرات اس پر متفق تھے کہ قدر کی رات رمضان کے آخری عشرے میں آتی ہے، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ ''کہ مجھے علم ہے کہ یہ کونسی رات ہے؟'' حضرت عمرؓ نے پوچھا بتاؤ وہ کونسی رات ہے؟ آپ نے جواب دیا'' آخری عشرے کی گذرنے جانے والی ساتویں رات یا باقی رہ جانے والی ساتویں رات'' حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ بات تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی ؟'' آپ نے جواب دیا'' اللہ نے سات آسمان پیدا کئے، اور سات زمین، نیز سات دن، پورا زمانہ ان ہی سات دنوں کے اندر گھومتا ہے، پھر بیت اللہ کے طواف کے سات چکر ہوتے ہیں، رمی جمار میں سات کنکریاں ماری جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ'' (آپ نے کئی اور چیزوں کا ذکر کیا) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا'' جس بات کی طرف تمہارا ذہن گیا اس کی طرف ہمارا ذہن نہیں جاسکا'' (۲۵)

۳۔ اس گفتگو کا مقتضا یہ ہے کہ رمضان کی چوبیسویں رات کا شبقدر رہونا بھی محتمل ہے کیونکہ یہ رات رمضان کے آخری سات دنوں کی پہلی رات ہے۔ ابن کثیر نے شب قدر کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی رات کی روایت کی ہے۔ (۲۶)

حرف اللام میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۲۵
۲۔ المغنی ج ۷ ص ۴۰۶
۳۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۱ ۳۶۶
۴۔ المغنی ج ۷ ص ۴۰۱
۵۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۰۳، ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۴۳ ب، المغنی ج ۷ ص ۴۰۱
۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۸ ب، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۶۴، المغنی ج ۸ ص ۲۳۰
ب احکام القرآن ج ۳ ص ۳۰۴، تفسیر طبری ج ۸ ص ۶۷
۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۳۷۰۱ المغنی ج ۷ ص ۴۰۶، ۴۱۰
۹۔ تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۶۷
۱۰۔ حوالہ درج بالا
۱۱۔ حوالہ درج بالا
۱۲۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۳۸، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۹۲، المحلی ج ۸ ص ۲۶۱، المغنی ج ۵ ص ۶۳۱
۱۳۔ المغنی ج ۵ ص ۶۴۲
۱۴۔ المحلی ج ۸ ص ۲۶۶
۱۵۔ المغنی ج ۵ ص ۶۳۲، البخاری، مسلم، ابوداؤد فی اللقطۃ، الترمذی فی الاحکام، الموطا فی الاقضیۃ
۱۶۔ المغنی ج ۵ ص ۶۳۷
۱۷۔ عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۴۰، المحلی ج ۸ ص ۲۶۶
۱۸۔ المغنی ج ۹ ص ۱۷۱
۱۹۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۲، المحلی ج ۹ ص ۵۹
۲۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴
۲۱۔ کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۹۹
۲۲۔ المغنی ج ۳ ص ۱۷۹
۲۳۔ المغنی ج ۳ ص ۱۸۰، المجموع ج ۶ ص ۴۹۹
۲۴۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۴۶، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۳
۲۵۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۳

حرف المیم

ماء (پانی)

۱۔ مطلق پانی:

اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ زمین سے پھوٹنے والا نیز آسمان سے برسنے والا پانی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک اور دوسرے کو پاک کرنے والا ہوتا ہے خواہ اس کا رنگ یا مزہ یا بو جس طرح کی بھی ہو (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۳)

۲۔ سمندر کا پانی:

اس پانی کو بھی زمین سے پھوٹنے والا پانی تصور کیا جاتا ہے اس لئے یہ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ دونوں سمندر ہیں، ایک شیریں اور تسکین بخش ہے اور ایک کھارا اور گلے میں پھنسنے والا ہے، ان دونوں میں سے جس کے ساتھ بھی تم وضو کرلو، تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا''(۱)

۳۔ گرم کیا ہوا پانی:

پانی گرم کرنے سے نہ تو اس کے پاک ہونے کی صفت پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی اس کی تطہیر کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ گرم کئے ہوئے پانی سے بلا کراہت وضو اور غسل جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ جحفہ کے مقام پر ایک حمام میں داخل ہوئے اور وہاں موجود گرم پانی سے غسل کیا(۲) اور فرمایا: ''ہم اپنے جسم پر تیل لگاتے ہیں یہ تیل آگ میں پکا ہوتا ہے، ہم گرم پانی سے وضو کرتے ہیں اسے بھی آگ پر ابالا گیا ہوتا ہے''(۳)

۴۔ قلیل اور کثیر پانی کی حد:

حضرت ابن عباسؓ پانی کی قلت اور کثرت کا اعتبار کیل یعنی ماپ کے ذریعے کرتے تھے، آپ

سے ایک روایت کے مطابق کثیر پانی وہ ہے جو دو قلہ (قلہ مٹکے کو کہتے ہیں) ہو۔ آپ فرماتے: جب پانی کی مقدار دو یا اس سے زائد قلہ ہو تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی"[۴] ایک اور روایت کے مطابق کثیر پانی وہ ہے جو چالیس ڈول ہو[۵] حقیقت یہ ہے کہ چالیس ڈول دو قلہ کے مساوی ہوتے ہیں۔ جب پانی دو ذنوب ہو تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی[۶] ذنوبؔ بڑے ڈول کو کہتے ہیں یہ ایک قلہ کے قریب ہوتا ہے۔

۵۔ پانی میں پاک چیزوں کا مل جانا:

پانی کے ساتھ مل جانے والی چیزیں یا تو جامد ہونگی یا بہنے والی یعنی رقیق۔ بہنے والی چیزیں یا تو کچھ اوصاف کی حامل ہوں گی مثلاً سرکہ اور دودھ یا ان کا کوئی وصف نہیں ہوگا مثلاً استعمال شدہ پانی۔

الف۔ جامد اشیاء کی مخالطت: اگر پاک جامد اشیاء پانی میں مل جائیں تو وہ پانی کو اس کی طہوریت سے خارج نہیں کرتیں الا یہ کہ ان کے مل جانے سے پانی کی سیلان اور رقت والی صفت ختم ہو جائے اور اس کیساتھ مل جانے والی چیز کی صفت اس کے اندر پیدا ہو جائے۔ بنابریں حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جنبی شخص اگر ایسے پانی سے اپنا سر دھوئے جس میں خطمی (ایک قسم کی نباتات) کے پھول غالب ہوں تو غسل جنابت کے اندر اس کا اس طرح سر دھولینا کافی ہوگا[۷] اسی طرح اگر ایک شخص اس سے وضوء کر لے جس میں سکر یعنی نشہ پیدا کرنے والا وصف پیدا نہ ہوا ہو تو اس کا وضو درست ہو جائے گا۔[۸]

ب۔ اوصاف وخصوصیات رکھنے والی مائع اشیاء کا پانی میں مل جانا: اگر پانی کے ساتھ اوصاف وخصوصیات رکھنے والی مائعات میں سے کوئی چیز مخلوط ہو جائے، مثلاً سرکہ اور دودھ وغیرہ تو وہ پانی کو اس کی طہوریت کی صفت سے خارج نہیں کرے گی الا یہ کہ پانی کے اندر مذکورہ چیز کی صفت ظاہر ہو جائے

ج۔ بے اوصاف مائع اشیاء کا پانی کے ساتھ مل جانا: اگر اس قسم کی کوئی مائع حیز پانی کے ساتھ مل جائے مثلاً ایسا پانی جسے حدث دور کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہو تو اس صورت میں زیر بحث پانی یا تو کثیر ہوگا یا قلیل

(۱) اگر پانی کثیر ہو (یاد رہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک کثیر پانی وہ ہے جو دو قلہ یا دو ذنوب یا

چالیس ڈول ہو) یا یہ جاری پانی ہو تو مذکورہ چیز کی مخالطت اس پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب پانی دو یا اس سے زائد قلہ ہو تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرے گی''(۹) نیز فرمایا: ''حوض کے اندر جنبی غسل نہ کرے الا یہ کہ حوض میں چالیس ڈول پانی ہو''(۱۰) نیز فرمایا: ''اگر تم جنبی ہو جاؤ اور کسی تالاب کے پاس سے گذرو تو اس سے چلو بھر بھر کر اپنے اوپر ڈالو، اگر یہ پانی بہہ کر تالاب میں چلا جائے تو کوئی پرواہ نہ کرو، البتہ اگر تم سے ہو سکے تو تالاب کے اندر داخل نہ ہو''(۱۱)

(۲) اگر پانی قلیل ہو یعنی دو قلہ یا چالیس ڈول سے کم ہو تو بے اوصاف مائع چیز کی مخالطت اس پر اثر انداز نہیں ہوگی الا یہ کہ مخالطت بہت زیادہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول پہلے گذر چکا ہے کہ ''حوض کے اندر جنبی شخص غسل نہ کرے الا یہ کہ حوض کا پانی چالیس ڈول ہو''۔ قلیل پانی میں ڈبکیاں لینا بہت زیادہ مخالطت شمار ہوتی ہے۔ اگر مخالطت بہت زیادہ نہ ہو بلکہ چھینٹوں کی شکل میں ہو یا ہاتھ وغیرہ اس میں ڈبویا گیا ہو تو یہ مخالطت پانی پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص غسل جنابت کرتا ہے اور غسل والے پانی کے چھینٹے پانی والے برتن میں پڑ جاتے ہیں، آپ نے جواب میں فرمایا: ''اس میں کوئی مضائقہ نہیں''(۱۲) (دیکھئے مادہ حمام نمبر ۲ کا جزب)

(۳) کھڑے پانی میں غسل کرنا نیز جاری پانی میں (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴ کا جزج)

۶۔ پانی کے ساتھ نجاست کا مل جانا:

ایسی صورت میں پانی یا تو قلیل ہوگا یا کثیر

الف۔ اگر پانی قلیل ہو تو اس میں نجاست گرتے ہی وہ ناپاک ہو جائے گا خواہ نجاست کے اوصاف اس میں ظاہر ہو جائیں یا ظاہر نہ ہوں جصاص رازی نے یہی بات حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے جبکہ دیگر حضرات نے آپ سے یہ بات نقل کی ہے کہ درج بالا صورت کے اندر پانی صرف اس وقت ناپاک ہوگا جب اس میں نجاست کے اوصاف ظاہر ہو جائیں گے۔(۱۴)

ب۔ لیکن اگر پانی کثیر ہو تو وہ صرف اس وقت نجس ہوگا جب اس میں گرنے والی نجاست کے آثار ظاہر

ہو جائیں گے۔ اس مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ سے یہی ایک قول مروی ہے۔ ایک حبشی چاہ زمزم میں گر کر مر گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ کنویں کے سوتے پہلے بند کر دئے جائیں اور پھر پانی نکالا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا ایک سوتا ہم پر غالب آ گیا ہے، یعنی ہمارے لئے اسے بند کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ جنت سے آ رہا ہے'' پھر آپ نے انہیں ایک ریشمی چادر دی اور لوگوں نے اس کے ذریعے وہ سوتا بند کر دیا اور پھر کنویں سے اس وقت تک پانی نکالتے رہے جب تک بدبو ختم نہیں ہو گئی (۱۵) یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ کنویں سے پانی اس لئے نہیں نکالا گیا تھا کہ اس میں حبشی کی موت کی وجہ سے وہ ناپاک ہو گیا تھا بلکہ کنویں میں موجود بدبو ختم کرنے کی غرض سے پانی نکالا گیا تھا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز الف)

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ آپ کا گذر ایک تالاب سے ہوا جس میں مردار پڑا ہوا تھا۔ آپ نے اس مردار کو ایک طرف کر دینے کا حکم دیا اور پھر تالاب کے پانی سے وضو کر لیا (۱۶) اس روایت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ تالاب کا پانی مذکورہ مردار کی بدبو سے متاثر نہیں ہوا تھا آپ کا قول ہے کہ ''پانی جنبی نہیں بنتا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگر پانی کے ذریعے حدث دور کیا جائے تو یہ پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ پاک رہتا ہے۔ البتہ اس پانی کے اندر تطہیر یعنی پاک کرنے کی قدرت نہیں رہتی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر جنبی اپنے دونوں ہاتھ دھونے سے پہلے انہیں پانی میں میں ڈبو لے تو اس سے پانی کے اندر جنابت کی صفت پیدا نہیں ہوتی اور ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے'' (۱۷) آپ سے پوچھا گیا کہ حمام کے حوض میں جنبی اور غیر جنبی سب غسل کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا: ''پانی جنبی نہیں ہوتا'' (۱۸)

آپ کا قول ہے کہ: ''پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی'' (۱۹) تو اس سے مراد یہ کہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی الّا یہ کہ گرنے والی نجاست کے آثار اس میں ظاہر ہو جائیں۔ اس تاویل کے ذریعے آپ سے منقول تمام اقوال کے مابین تطبیق ہو جائے گی۔

۷۔ پانی کو پاک کرنا:

اگر قلیل پانی ناپاک ہو جائے تو اسے پاک کرنا ممکن نہیں رہتا ایسے پانی پر مستقل طور ناپاک ہونے کا حکم عائد ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تو پانی تطہیر کے لئے بنایا ہے، اسے

پاک نہیں کیا جا سکتا''۔[۲۰]

۸۔ حائضہ کا جوٹھا پانی:

انسان کا جوٹھا پانی طاہر بھی ہوتا ہے اور مطہر بھی خواہ مذکورہ انسان پاک ہو یا جنبی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عورت خواہ حائضہ ہو یا غیر حائضہ اس کے جوٹھے پانی میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ عورت لباس کے اعتبار سے زیادہ صاف ستھری اور بو کے اعتبار سے زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے''۔[۲۱]

۹۔ حائضہ عورت کے استعمال سے بچا ہوا پانی:

حیض ایک معنوی ناپاکی ہے جو صرف حائضہ کی ذات تک محدود ہوتی ہے اور کسی اور تک متعدی نہیں ہوتی، بنا بریں اگر حائضہ عورت کسی پانی کو ہاتھ لگا دے تو پانی پاک رہتا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عورت خواہ حائضہ ہو یا غیر حائضہ اگر اس کے ہاتھوں میں کوئی گندگی وغیرہ نہ لگی ہو تو اس کے استعمال سے بچے ہوئے پانی میں کوئی مضائقہ نہیں''۔[۲۲]

۱۰۔ مساجد کے دروازوں پر مطاہر بنانا:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مساجد کے دروازوں پر اس غرض سے مطاہر یعنی وضو خانے بنانے میں کوئی حرج نہیں کہ لوگ وہاں سے وضو کر سکیں، اس لئے کہ وضو کا پانی پاک ہوتا ہے بنا بریں اگر اس پانی کا کوئی جز مسجد میں چلا جائے تو اس سے مسجد کے تقدس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے مساجد کے دروازوں پر اس غرض سے مطاہر یعنی وضو خانے بنانے کی رخصت دے دی تھی کہ لوگ وہاں سے وضو کر سکیں۔ آپ نے خود بھی اس طرح کا وضو خانہ بنایا تھا۔[۲۳]

۱۱۔ چاہ زمزم کا پانی (دیکھئے مادہ زمزم)

۱۲۔ انسان یا جانور کا جوٹھا پانی (دیکھئے مادہ سور)

۱۳۔ پانی کا نہ ملنا یا اس کے استعمال سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تیمّم کی اباحت کر دیتا ہے (تیمّم نمبر ۲ کا جز الف)

مئوتم (مقتدی)

مئوتم اسے کہتے جو کسی کی اقتداء میں نماز ادا کرے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۴ کا جزج)

مباشرۃ (مباشرت)

۱۔ تعریف: مباشرت بمعنی افضاء (پہنچانا) ہے

عورت کے ساتھ مباشرت کے معنی ہیں اپنے آپ کو اس تک پہنچا دینا یا تو صرف ہاتھ لگانے اور چہرے کو چہرے پر رکھنے کے ذریعے یا اس سے زائد کے ذریعے مثلاً بوس و کنار، ہم آغوشی، چھیڑ چھاڑ وغیرہ کے ذریعے

مباشرت فعل کے معنی ہیں کوئی کام خود یعنی بلاواسطہ کرنا۔

۲۔ عورتوں کے ساتھ مباشرت عموماً ناقض وضو نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جزج)

اور نہ ہی اس سے روزہ ٹوٹتا ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۸ کا جز واؤ)

تاہم معتکف اور احرام والے کیلئے ہاتھ لگانے سے زائد مباشرت کی ممانعت ہے (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۴) نیز (مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ز)

جوان کیلئے عموماً حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی ممانعت ہے جبکہ بوڑھے شخص کیلئے اس کی رخصت ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۵ کا جز واؤ)

۳۔ تصرفات کے اندر مباشرت یعنی بلاواسطہ کوئی تصرف اور کام سرانجام دینا۔

وکالہ کے اندر تمام اثرات اصل یعنی موکل کیطرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ وکیل کی طرف جو کارندہ ہوتا ہے (دیکھئے مادہ وکالۃ)

کسی فعل کے اندر اگر سبب اور مباشرت دونوں کا اجتماع ہو جائے تو اثرات مباشرت پر مرتب ہوں گے مثلاً ایک شخص اگر راستے پر کوئی پتھر رکھ دے اور کوئی مباشر یعنی بلاواسطہ شخص کسی بچے کو گرا کر اس کا بازو توڑ ڈالے تو مسئولیت اس گرانے والے پر عائد ہو گی پتھر رکھنے والے پر نہیں اس لئے کہ گرانے والا مباشر یعنی بلاواسطہ فعل کرنے والا تھا اور پتھر رکھنے ولا سبب کا ذمہ دار تھا۔

اگر مباشرت معدم ہو تو اس صورت میں سبب اس کے قائم مقام بن جائے گا۔ مثلاً اگر ایک شخص

راستے پر کوئی گڑھا کھود دے اور اس میں گر کر کوئی شخص مر جائے تو اسے اس کی دیت بھرنا پڑے گی اس لئے کہ وہی سبب کا ذمہ دار تھا اور مباشر معدوم تھا۔

اگر مباشر اکراہ کے تحت کوئی کام سرانجام دے تو اس سے مسئولیت ساقط ہو جائے گی اور اس کام کے اثرات اکراہ کے مرتکب پر مرتب ہوں گے (دیکھئے مادہ اکراہ)

متعة (متعہ)

۱۔ متعہ طلاق، اس سے مراد وہ سامان اور رقم وغیرہ ہے جسے شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت اس کے حوالے کرتا ہے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱۰ کا جزء ھ)

۲۔ نکاح متعہ

الف۔ تعریف: تمتع (فائدہ اٹھانے اور لطف اندوز ہونے) کے لفظ کے ساتھ موقت (ایک معین مدت تک کے لئے) نکاح کو نکاح متعہ کہتے ہے۔

ب۔ نکاح متعہ کی مشروعیت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے

ایک روایت کے مطابق نکاح متعہ مشروع ہے اور منسوخ نہیں ہوا (۲۴)، حضرت ابن عباسؓ سے اس روایت کی صحت پر اس امر سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آپ سورۃ نساء آیت نمبر ۲۴ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ پھر جواز دواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر ادا کرو) کی قرات اس طرح کرتے تھے (فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ اِلٰی اَجَلٍ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ پھر جواز دواجی زندگی کا ایک مدت تک تم ان سے لطف اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر ادا کرو)(۲۵) پھر مشروعیت کے اس درجے کے بارے آپ سے بعض نے مطلق اباحت کی روایت نقل کی ہے۔(۲۶)

بعض دوسروں نے مجبور کے لئے نہ کہ کسی اور کے لئے، اس کی اباحت کی روایت آپ سے نقل کی ہے۔ امام بخاری نے ابوحمزہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کے متعلق پوچھا کہ اس سلسلے میں کیا بات فرض ہے؟ آپ کے ایک غلام نے میرا سوال سن کر کہا

: ''نکاح متعہ اس وقت ہوتا تھا جب حالات سخت تھے اور عورتوں کی قلت تھی'' یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''درست کہا''۔(۲۷)

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ'' آپ نے یہ کیسی بات کہدی ہے، آپ کا یہ فتویٰ آنے جانے والے قافلوں نے دور دور تک پہنچا دیا ہے اور اس کے متعلق شاعروں نے شعر تک کہدئے ہیں''۔ یہ سن کر آپ نے پوچھا کہ شاعروں نے کیا کہا ہے، میں نے یہ دو شعر سنائے۔

اقول للشیخ لماطال مجلسه ......یا صاح هل لک فی فتیا ابن عباس

جب شیخ یعنی بوڑھا آدمی میرے پاس دیر تک بیٹھا رہا تو میں نے اس سے کہا'' دوست، کیا تم ابن عباسؓ کے دئے ہوئے فتوے سے فائدہ اٹھانا چاہو گے''؟

یا صاح، هل لک فی بیضاء بهکنة تکون مثواک حتی مصدر الناس

''دوست، کیا تمہیں کسی سفید نازک اندام پر گوشت جوان عورت میں دلچسپی ہے جو صبح کے وقت گھروں سے لوگوں کے برآمد ہونے تک (رات بھر کے لئے) تمہارا پہلو گرم رکھے؟''

جب آپ نے یہ شعر سنے تو فرمایا کہ: ''میرا یہ مطلب تو نہیں تھا، اور نہ ہی میں نے یہ فتویٰ دیا تھا، متعہ تو صرف مجبور شخص کے لئے جائز ہوتا ہے، اس کی حیثیت تو وہی ہے جو مردار، سور کے گوشت اور خون کی ہے''(۲۸) یہی بات حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے بھی مفہوم ہوتی ہے کہ: ''اللہ عمرؓ پر رحم کرے، متعہ تو اللہ کی طرف سے رخصت کی ایک صورت تھی جس کے ذریعے اللہ نے امت محمدیہؐ پر رحم فرمایا تھا، اگر عمرؓ اسے ممنوع قرار نہ دیتے تو کوئی بد بخت ہی زنا کاری کا مرتکب ہوتا''(۲۹) اسی مفہوم پر آپ سے مروی اس قول کو بھی محمول کیا جائے گا کہ'' متعہ اسی طرح حرام ہے جس طرح مردار، خون، اور سور کا گوشت حرام ہے''(۳۰) ہمارے خیال میں حضرت ابن عباسؓ نے اس بات کو بیان کرنے کیلئے مذکورہ بالا فقرہ کہا ہے کہ متعہ صرف مجبور انسان کیلئے حلال ہے پھر اس فقرے کو بعض ان راویوں نے اس کے سیاق سے قطع کر دیا جنہوں نے آپ کو متعہ کے حق میں فتویٰ دینے کی بات سے منزہ رکھنا چاہا تا کہ وہ آپ سے متعہ کی تحریم ثابت کر سکیں ہماری رائے تو یہی ہے کہ متعہ کی اباحت میں حضرت ابن عباسؓ سے جتنی روایتیں مروی ہیں (۳۰ب) وہ سب کی سب مجبوری اور اضطرار کی حالت میں اس کی اباحت پر محمول ہیں۔ آپ سے مروی ایک اور روایت کے مطابق متعہ منسوخ ہو گیا ہے۔ امام ترمذی نے ''ترمذی'' میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ متعہ

ابتدائے اسلام میں تھا، کوئی شخص کسی شہر میں آتا جہاں اس کی جان پہچان والا کوئی شخص نہ ہوتا۔ پھر وہ وہاں اپنے قیام کی مدت کے حساب سے کسی عورت سے نکاح کر لیتا جو اس کے سامان وغیرہ کی حفاظت کرتی اور اس کے ساتھ مذکورہ شخص کی خدمت اور دیکھ بھال بھی کرتی، یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ سورۃ مومنون کی آیت نمبر ۶ نازل ہوئی (اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں) سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو انکی ملک یمین میں ہوں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ان دوقسموں کی شرمگاہوں کے سوا ہر شرمگاہ حرام ہے''۔(۳۱) ابن بطال نے کہا کہ ''اہل مکہ اور اہل یمن نے حضرت ابن عباسؓ سے متعہ کی اباحت روایت کی ہے، میں کہتا ہوں کہ اس سے اضطرار کی حالت میں اباحت مراد ہے، آپ سے ضعیف اسانید کے ذریعے رجوع بھی مروی ہے تاہم آپ سے متعہ کی اباحت کی روایتیں زیادہ صحیح ہیں''۔(۳۲) فتح الباری'' کے اندر حافظ ابن حجر نے جو رائے دی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح متعہ کی اباحت سے حضرت ابن عباسؓ کے رجوع کے سلسلے میں جو روایتیں منقول ہیں وہ ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔(۳۳)

ج۔ متعہ کے احکام: نکاح متعہ چونکہ ایک خاص کیفیت اور پس منظر کا حامل ہوتا ہے اس لئے حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس کے احکام بھی اسی کے ساتھ خاص ہیں۔ ان میں سے چند احکام کا ذکر درج ذیل ہے۔

(۱) نکاح متعہ کے عقد کیلئے نہ تو کسی ولی کی ضرورت ہے اور نہ ہی گواہوں کی المھدوی نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی روایت کی ہے۔(۳۴)

(۲) مقررہ مدت ختم ہو جانے کے بعد طلاق کے بغیر ہی زوجین کے درمیان علیحدگی عمل میں آجائے گی اور پھر عدت کیلئے یہی بات کافی ہوگی کہ عورت ایک حیض کے ذریعے اپنا استبراء رحم کر لے

(۳) اگر زوجیت کے قیام کے دوران زوجین میں سے کوئی ایک مر جائے تو دوسرا فریق اس کا وارث نہیں ہوگا۔

(۴) اگر اس نکاح کے نتیجے میں کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو اس کا نسب باپ کے ساتھ ملحق ہوگا۔ الشرید کے غلام عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا کہ آیا یہ نکاح ہے یا سفاح یعنی حرامکاری؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ تو نہ نکاح ہے اور نہ ہی سفاح، میں

نے عرض کیا کہ پھر یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ متعہ ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے'' میں نے پھر سوال کیا کہ ایسی عورت پر عدت لازم ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، ایک حیض کی عدت'' میں نے پھر پوچھا کہ آیا یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ (۳۵)

۳۔ حج کا متعہ یہ ہے کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کر کے احرام کھول لے اور پھر ایام حج آجانے تک احرام کے بغیر مقیم رہے پھر مکہ سے احرام باندھ کر لوگوں کے ساتھ حج کر لے ہم نے (مادہ حج نمبر ۱۲ کے جزج) کے اندر اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول تمام اقوال درج کر دیے ہیں۔

مخارجۃ (ورثاء میں سے بعض کو کچھ دے دلا کر درمیان سے خارج کر دینا) دیکھئے مادہ ارث نمبر ۸۔

مخاطرۃ (بازی لگانا) دیکھئے مادہ مراھنۃ

مخرج (نکلنے کی راہ)

لوگوں کو حرج اور تنگی سے نکالنے کیلئے سبیل پیدا کرنا حلال ہے (دیکھئے مادہ یمین نمبر ۵)

مدبر (غلام کی ایک قسم)

مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جسکی آزادی کو اس کے مالک کی موت پر معلق کر دیا گیا ہو (دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کا جزج)

مذی (مذی)

۱۔ تعریف: مذی اس لیسدار رقیق مادے کو کہتے ہیں جو جنسی جوش پیدا ہونے پر عضو تناسل سے خارج ہوتا ہے۔

۲۔ مذی کا ناپاک ہونا اور اس کے خارج ہونے سے وضو واجب ہونا:

مذی کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایت کے اندر اختلاف ہے ابن قدامہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ مذی نجس نہیں ہے اور اس کی وجہ سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''میرے نزدیک مذی تھوک اور بلغم کی طرح ہے''[۳۶] یعنی یہ اگرچہ گندی چیز ہے لیکن ناپاک نہیں ہے عبدالرزاق نے آپ سے روایت کی ہے کہ مذی ناپاک ہے اور اس کی وجہ سے وضو واجب ہو جاتا ہے، آپ نے اس شخص سے جس کے عضو تناسل سے مذی کا خروج ہوا تھا فرمایا: ''اپنا عضو تناسل دھولو نیز مذی لگنے والے مقامات کو بھی دھولو اور پھر نماز والا وضو کرلو''[۳۷] نیز فرمایا: ''مذی اور ودی کے خروج سے وضو لازم ہو جاتا ہے''[۳۸] (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۷ کا جز الف)

مراھنۃ (بازی لگانا)

۱۔ تعریف: مراہنہ یہ کہ ایک چیز کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دو شخصوں کے درمیان مقابلہ ہو جائے اور جس کی بات سچی نکلے وہ دوسرے سے فلاں رقم یا فلاں چیز وصول کر لے۔ اسے مخاطرہ بھی کہتے ہیں۔

۲۔ مراہنہ کا حکم: حضرت ابن عباسؓ مراہنہ کی حرمت کے قائل تھے اور اسے جوے کی ایک صورت تصور کرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''مخاطرہ یعنی مراہنہ جوا ہے، اہل جاہلیت مال اور بیوی کی بازی لگاتے تھے'' یہ بات پہلے مباح تھی یہاں تک کہ اس کی تحریم وارد ہوگئی۔ جب سورۃ روم کی پہلی آیت جس کا ترجمہ ہے (الف لام میم، اہل روم ایک قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنی اس مغلوبیت کے بعد عنقریب چند سالوں میں غالب آجائیں گے) نازل ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ نے مشرکین کے ساتھ بازی لگائی تھی۔ پھر مراہنہ کی ممانعت ہوگئی اور اس کی اباحت منسوخ کر دی گئی۔[۳۹]

مراۃ (عورت)

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ شوہر پر عورت کا اتنا ہی حق ہے اور وہ شوہر سے اتنے ہی احترام

کی حقدار ہے جتنا حسن سلوک اور حسن معاشرت کے اعتبار سے شوہر کا اس پر حق ہے۔[۴۰]

عورت کا پردہ (دیکھئے مادہ حجاب) نیز (مادہ زینۃ نمبر ۳)

عورت کا حیض (دیکھئے مادہ حیض) اور نفاس (دیکھئے مادہ نفاس) اور استحاضہ (دیکھئے مادہ استحاضہ)

عورت کی اذان (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۴)

نماز کیلئے عورت کی اقامت (دیکھئے مادہ اقامۃ نمبر ا کا جز الف)

نماز کیلئے عورت کا لباس (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ج)

نمازی کے سامنے سے عورت کا گذر جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ جز ک کا جز ا)

جمعہ کی نماز میں عورت کی شرکت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۶ کا جز واؤ)

عورت کا کفن (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کے جز ج کا جز ا)

عورت کی میت کو غسل دینے اور اس کا جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

اگر عورتوں اور مردوں کے جنازے ایک ساتھ صف میں رکھے جائیں تو نماز جنازہ کے اندر مذکر کو مونث پر مقدم رکھا جائے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۸ کے جز د کا جز ۲)

عورت کا کسی جنازے کے ساتھ چلنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ کا جز ل)

شوہر اگر گھر پر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بیوی کا نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۶ کا جز ھ) نیز (مادہ نکاح نمبر ۱۰ کا جز ج) عورت اگر حاملہ یا مرضعہ ہو تو اسے رمضان کے روزے نہ رکھنے کی رخصت ہوگی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز د)

عورت پر حج کے وجوب کے لئے کسی محرم رشتہ دار کے وجود کی شرط (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶ جز د کا جز ۴) نیز (مادہ سفر نمبر ۵)

احرام کے اندر عورت کا لباس (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جز الف کا جز ۵)

عورت احرام کے اندر اپنا چہرہ کھلا رکھے (دیکھئے حوالہ درج بالا)

عورت طواف اور سعی کے اندر رمل نہیں کرے گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ھ)

عرت بلند آواز سے تلبیہ نہیں کہے گی (دیکھئے مادہ تلبیۃ نمبر ۴)

طواف وداع سے پہلے عورت کو حیض آ جانا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۱)

عورت کے ساتھ نکاح، محرمات اور غیر محرمات کی تفصیل (دیکھئے مادہ نکاح)

لونڈی کے ساتھ تسری (دیکھئے مادہ تسری)

عورت کو طلاق دینا (دیکھئے مادہ طلاق)

عورت کی عدت (دیکھئے مادہ عدۃ)

عورت کی وراثت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶ کے جز د کے جز ھ کے جز واؤ کے جز ز کے جز ج کا جز ط

)ولاء کی عورتوں کی طرف غیر منتقلی (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف نیز نمبر ۶ کے جز ی کا جز ۲)

مرد کو اپنی بیوی کی تادیب کا حق (دیکھئے مادہ تادیب)

عورت کی گواہی (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۵ کا جز ج) نیز (دیکھئے مادہ مادہ رضاع نمبر ۳)

ارتدار کی بنا پر عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۲)

عورت پر ہونے والا فوجداری جرم اور اس جرم کا جرمانہ (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر ۴ کا جز الف)

غزوہ میں عورت کی شرکت (دیکھئے مادہ جھاد نمبر ۷)

جنگ کے اندر عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ جھاد نمبر ۸) نیز جنگ میں گرفتار ہونے والی عورت کا عدم قتل (دیکھئے مادہ سبی)

مال غنیمت میں عورت کا مقررہ حصہ نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۲)

برسر پیکار کافروں کی عورتوں کو گرفتار کیا جائے گا باغی مسلمانوں کی عورتوں کو نہیں (دیکھئے مادہ سبی)

ہبہ کے اندر مرد کے ساتھ عورتوں کی مساوات (دیکھئے مادہ ھبۃ نمبر ۲ کا جز د)

مرض (بیماری)

۱۔ کافر مریض کی عیادت: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مسلمان کافر کی عیادت کرے اور کہے'' تم نے کس طرح صبح کی، کس طرح شام کی؟'' اور جب عیادت کر کے نکلے تو یہ دعا کرے ''اے اللہ، اسے ہلاک کر دے، مسلمانوں کو اس سے نجات دے اور مسلمانوں کی طرف سے اس کا بوجھ

خود اٹھالے''۔[۴۱]

۲۔ مریض کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ جز ب) نیز (مادہ سجود نمبر ۲ کا جز ب)

مریض کیلئے روزہ نہ رکھنے کی رخصت، مریض کی بیماری کا اس کی موت تک امتداد، رمضان کا روزہ چھوڑ دینے والے مریض کی شفایابی اور روزے کی قضا کرنے سے پہلے اس کی وفات (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کے جز ب کا جز ج)

ایسے مریض کی بیع جو اپنی بیماری کی موجودگی میں اس بیع سے کوئی فائدہ اٹھا نہ سکتا ہو (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲)

مرض الموت میں گرفتار مریض کا تبرع (دیکھئے مادہ تبرع) نیز (مادہ صدقۃ نمبر ۳)

بیماری کو احصار شمار کرنا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۲)

مرض الموت میں مبتلا مریض کی دی ہوئی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز ھ)

مریض کے لئے ریشم پہننے کی اباحت (دیکھئے مادہ حریر نمبر ۲)

معتکف پر مریض کی عیادت لازم نہیں (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۴ کا جز ب)

مرضع (دودھ پلانے والی عورت)

مرضعہ کے لئے رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی رخصت (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۹ کا جز د)

مروہ (مروہ کی پہاڑی)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹)

مزارعۃ (مزارعت یعنی زمین بٹائی پر دینا)

۱۔ تعریف: مزارعت یہ ہے کہ زمین ایسے شخص کے حوالے کر دی جائے جو اس پر کاشتکاری کرے یا اس میں کام کرے اور پیداوار دونوں کے درمیان مشترک ہو۔

۲۔ مزارعت کی مشروعیت:

حضرت ابن عباسؓ سے مزارعت کی مشروعیت کے بارے میں آپ کے مسلک کی نقل کے اندر علماء

کا اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اس مسئلے کے اندر آپ سے منقولہ روایتوں کی تفسیر میں علماء کے اختلاف کے تابع ہے ایک گروہ کی رائے ہے کہ آپ مزارعت کی مشروعیت کے قائل نہیں تھے (۴۲)۔ کیونکہ سعید بن جبیر نے آپ سے روایت کی ہے کہ: "خالی زمین سونے اور چاندی کے سوا کسی اور چیز کے بدلے کرائے پر نہیں دی جائے گی" (۴۳) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ "میں آپ سے ابلہ (ایک دیہات کا نام جہاں حضرت ابن عباسؓ کی زمینداری تھی) کا قبالہ یعنی ٹھیکہ (دیکھئے مادہ قبالۃ) ایک لاکھ میں لیتا ہوں" آپ نے اسے سو کوڑے لگائے اور ٹکٹکی کے ساتھ باندھ دیا اور فرمایا: "قبالے حرام ہیں" (۴۴) ایک شخص آیا اور کہنے لگا: "میں قبالہ کے طور پر جزیہ والی زمین لے کر اسے آباد کرتا اور اس کا خراج ادا کرتا ہوں" آپ نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا پھر دوسرا آیا اسے بھی روک دیا پھر تیسرا آیا۔ آپ نے اسے بھی روک دیا اور فرمایا: "اللہ نے اس کافر (جزیہ والی زمین کے مالک) کے گلے میں ذلت کا جو طوق ڈال دیا ہے اسے اتار کر خود پہننے کی کوشش نہ کرو" پھر آپ نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲۹ تلاوت کی۔ اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں) (۴۵)

دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ حضرت ابن عباسؓ مزارعت کی اباحت کے قائل تھے (۴۶) وہ یہ مفہوم عمرو بن دینار کی روایت سے اخذ کرتے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا ہے، عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے اس بات کا ذکر کیا، طاؤس نے جواب میں کہا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے مزارعت سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ: "تم میں سے کوئی شخص اپنی زمین اپنے بھائی کو (بلا معاوضہ) دیدے تو یہ بات اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے کوئی متعین رقم وصول کرے" (۴۷) درج بالا گروہ عبدالکریم الجزری کی روایت سے بھی مذکورہ مفہوم اخذ کرتا ہے۔ عبدالکریم کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ زمین کو کرائے پر دینا درست نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ عکرمہ نے غلط کہا ہے، میں نے حضرت ابن عباسؓ کو فرماتے سنا ہے کہ: "خالی پڑی ہوئی زمین میں تم جو بہترین کام کر سکتے ہو وہ یہ ہے کہ تم اسے سونے اور چاندی کے بدلے کرائے پر دے دو" (۴۸)

ظاہر تو یہی ہوتا ہے واللہ اعلم کہ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک یہ ہے کہ مزارعت جائز ہے، اس کی بنیاد ان روایتوں پر ہے جن کا ذکر ہم نے حضرت ابن عباسؓ سے کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ مزارعت کی ممانعت میں حضرت ابن عباسؓ سے جو روایتیں منقول ہیں وہ ممانعت کے بارے میں قطعی نہیں ہیں۔ سعید بن جبیر نے جو روایت نقل کی ہے کہ ''خالی زمین سونے اور چاندی کے سوا کسی اور چیز کے بدلے کرائے پر نہ دی جائے'' اس کی اصل یہ ہے ''خالی زمین میں تم جو بہترین کام کر سکتے ہو وہ یہ کہ تم اسے سونے اور چاندی کے بدلے کرائے پر دے دو'' حضرت ابن عباسؓ سے یہی روایت صحیح ترین روایت ہے تاہم بعض راویوں نے اس روایت کے الفاظ میں تصرف کر کے اسے اس طرح نقل کیا کہ ''خالی زمین .... کرائے پر نہ دی جائے'' دونوں تعبیروں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلی روایت ممانعت کا مفہوم دیتی ہے جبکہ دوسری روایت جواز کا مفہوم پیش کرتی ہے اور اس کے ساتھ یہ بتاتی ہے کہ سونے اور چاندی کے بدلے زمین کرائے پر دینا بہتر صورت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کو جس نے ابلہ کی زمینداری ایک لاکھ کے بدلے قبالہ کے طور پر لینے کی پیشکش کی تھی، سزا دینے کے بعد فرمایا تھا کہ ''قبالے حرام ہیں'' اس واقعہ سے یہ مفہوم اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ مزارعت مشروع نہیں ہے البتہ اس کا یہ مفہوم ہے کہ معلوم کیل (ایک پیمانے کا نام) کے بدلے مزارعت جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں غرر یعنی لاعلمی کی وجہ سے دھوکے کا پہلو ہے اس لئے کہ بعض دفعہ ایسی صورت میں زمین کے اندر مطلوبہ مقدار میں غلہ ہی نہیں پیدا ہوتا۔

آپ نے ایک شخص کو جزیہ والی زمین قبالہ کے طور پر یہ کہہ کر لینے سے روکا تھا کہ مذکورہ شخص اسے آباد کرے گا اور اس کا خراج ادا کرے گا، یہ بات مزارعت سے ممانعت کا مفہوم نہیں دیتی بلکہ یہ بتاتی ہے کہ مسلمان کیلئے کافر کی طرف سے زمین کا جزیہ ادا کرنے کی ممانعت اور نہی ہے کیونکہ جزیہ ذلت اور پستی کی علامت ہے، اس بارے میں مذکورہ شخص کے ساتھ آپ کی جو گفتگو ہوئی تھی اس کا سیاق بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے

۳۔ مزارعت کی شرط:

حضرت ابن عباسؓ مزارعت کیلئے یہ شرط عائد کرتے تھے کہ اراضی کے مالک اور مزارع میں سے

کوئی بھی یہ شرط نہ لگائے کہ وہ زمین کی پیداوار میں سے اتنی مقدار مثلاً سو کیل (پیمانے کا نام) وصول کرے گا ۔ بلکہ پیداوار کے اندر متعین نسبت مثلاً تہائی یا چوتھائی وغیرہ مقرر کی جائے گی۔ یہی وجہ سے کہ ہم نے گذشتہ سطور میں دیکھ لیا کہ آپ نے اس شخص کی پیشکش ٹھکرا دی تھی جس نے کہا کہ ابلہ کی زمینوں کی پیداوار وہ ایک لاکھ کی رقم کے بدلے آپ سے بطور قبالہ لینے کو تیار ہے۔

مزدلفۃ (مزدلفہ)

حاجی کو مزدلفہ میں رات گذارنے کا حکم (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲)

مسافر (مسافر) دیکھئے مادہ سفر

مسجد (مسجد)

۱۔ تعریف: مسجد اس عمارت کو کہتے ہیں جو نمازیں ادا کرنے کی غرض سے بنائی جائے

۲۔ مساجد کی تزیین و آرائش: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مسجد نماز قائم کرنے اور اللہ کے ساتھ رابطہ استوار کرنے کیلئے ہوتی ہے اس لئے اس کی عمارت ایسی ہونی چاہئے جو ایک طرف اس مقصد کی تکمیل میں مساعد ہو اور دوسری طرف اللہ کے حضور مسلمانوں کی عاجزی وانکساری کی عکاس ہو، اگر دیکھا جائے تو مسجد کی بلند و بالا عمارت، اسکی تزئین و آرائش اس مقصد جلیل کے حصول میں نہ صرف یہ کہ رکاوٹ پیدا کرتی ہے بلکہ اس کا رخ ہی بدل کر رکھ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے ''ہمیں حکم دیا گیا کہ مسجدیں بغیر کنگرہ والی بنائیں اور شہر کنگرہ دار تعمیر کریں''[(۴۹)] نیز فرمایا ''تم ضرور مساجد کی اسی طرح تزئین و آرائش کرو گے جس طرح یہود ونصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کی تزیین و آرائش کی تھی۔[(۵۰)]

۳۔ مسجد میں وضو کرنا جائز ہے۔ غسل کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ غسل کے اندر کشف عورت ہوتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا ''میں زمزم کا پانی مسجد حرام میں کسی غسل کرنے والے کیلئے حلال قرار نہیں دیتا البتہ پینے والے اور وضو کرنے والے کیلئے یہ حلال ہے۔''[(۵۱)] (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳ کا جزج) نیز (مادہ حیض نمبر ۵ کا جزد)

۴۔ بچوں کو مسجد میں لانا: حضرت ابن عباسؓ بچوں کو مسجد میں داخل ہونے اور وہاں انہیں ایسے کھیل سے نہیں روکتے تھے جو نمازیوں کے سکون اور یکسوئی میں خلل انداز نہ ہو۔ آپ فرماتے: ''ہم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہمارے ساتھ بچے بھی روزہ رکھ لیتے، ہم مسجد میں چلے جاتے اور رنگین اون کے بنے ہوئے کھلونے انہیں دیدیتے''۔(۵۲)

۵۔ مسجد میں سونا: حضرت ابن عباسؓ مسجد میں سونے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے اس لئے کہ مسجد سونے کے لئے نہیں بنائی جاتی۔ ایک شخص نے آپ سے کہا ''میں مسجد میں سو گیا اور مجھے احتلام ہو گیا'' آپ نے فرمایا: ''مسجد اس لئے نہیں کہ تم اسے قیلولہ کرنے یا رات کو سونے کی جگہ بنالو''۔(۵۳) البتہ اگر ایک شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو یا اس خیال سے آرام کر لینا چاہے کہ طواف کرنے کیلئے قوت مجتمع ہو جائے یا قیام اللیل کرتا ہو اور تھوڑی دیر کے لئے سو جانا چاہے تا کہ تازہ دم ہو کر قیام اللیل کر سکے تو ان صورتوں کے تحت مسجد میں سو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ شخص سے فرمایا تھا کہ ''اگر تم تھوڑی دیر ستانے کیلئے سو جاؤ یا ایک ضرورت کے انتظار میں ذرا دراز ہو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں''۔(۵۴) عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ جب آپ سے مسجد میں سونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ''اگر تم نماز یا طواف کے انتظار میں مسجد کے اندر سو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے''۔(۵۵)

۶۔ جنبی کا مسجد میں داخلہ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳ کا جزج) اور (مادہ حیض نمبر ۵ کا جزد)

۷۔ مساجد میں حدود کا اجراء: مجرموں پر مساجد میں حدود والی سزائیں جاری نہیں کی جائیں گی (دیکھئے مادہ حل نمبر ۹ کا جز أ)

۸۔ مساجد کو آباد رکھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۷)

اعتکاف صرف اسی مسجد میں کیا جاسکتا ہے جہاں جماعت اور جمعہ ہوتا ہو (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۳)

تحیۃ المسجد کی نماز (دیکھئے مادہ تحیۃ المسجد)

مسح (مسح کرنا)

۱۔ اعضاء وضوء میں سے کس عضو کا مسح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲)

موزوں پر مسح (دیکھئے مادہ خف) اور جرابوں پر مسح (دیکھئے مادہ جورب)

مسکین (مسکین)

۱۔ تعریف: مسکین اس فقیر کو کہتے ہیں جو گھوم پھر کر لوگوں سے بھیک مانگتا ہو۔[۵۶]

۲۔ مسکین کے احکام:

مسکین زکوۃ لینے کا مستحق ہوتا ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۷ جز ب)

مال غنیمت کے اندر مسکین کا استحقاق (دیکھئے مادہ غنیمۃ نمبر ۳ کا جز ب)

اور فئی کے اندر بھی (دیکھئے مادہ فئی)

صدقات کا بھی مستحق ہوتا ہے (دیکھئے مادہ صدقۃ)

ورثاء ترکہ میں نے اپنے اپنے حصے وصول کرتے ہیں اس موقعہ پر موجود مساکین کو بھی اس میں سے کچھ نہ کچھ دیں (دیکھئے مادہ صدقۃ نمبر ۷)

المشعر الحرام (مشعر حرام)

مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے مابین مشعر حرام ہے۔[۵۷]

مشقۃ (تکلیف)

مشقت آسانی کو کھینچ لاتی ہے مثلاً اگر بارش ہو یا راستے میں کیچڑ اور مٹی وغیرہ ہو تو اسکی وجہ سے جمعہ کی نماز میں شرکت ترک کی جا سکتی ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۴ کا جز ج)

مصحف (قرآن مجید) دیکھئے مادہ قرآن

مضمضۃ (کلی کرنا)

وضو میں کلی کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۱۴ کے جز ب کا جز الف) اور غسل میں (دیکھئے مادہ نمبر ۴ کا جز ز)

معذور (معذور) دیکھئے مادہ عذر

معسر (تنگدست)

تنگدست کو قرض کی ادائیگی کے لئے مہلت دینا (دیکھئے مادہ قرض نمبر ۱۰)

معصیۃ (گناہ)

معصیت رخصت پر عمل کے لئے رکاوٹ بن جاتی ہے (دیکھئے مادہ رخصۃ نمبر ۲ کا جزب)

مغرب (مغرب)

مغرب کی نماز کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۸)

مفقود (لاپتہ شخص)

۱۔ تعریف: مفقود وہ شخص ہے جو اس طرح لاپتہ ہو گیا ہو کہ اسکے زندہ یا مردہ ہونے کی کسی کو کوئی خبر نہ ہو۔

۲۔ لاپتہ ہونے کے حالات: مفقود الخبر ہونے کی دو حالتیں ہیں۔ پہلی حالت یہ کہ ایک شخص خطرات والی حالت میں لاپتہ ہو گیا ہو مثلاً کوئی شخص مجاہدین کے ساتھ میدان جنگ میں اترا ہو اور پھر وہ نظر نہ آیا ہو۔ دوسری حالت یہ ہے کہ گمشدگی ایسی حالت میں ہوئی ہو جس میں سلامت رہنا غالب ہو مثلاً ایک شخص تجارت کی غرض سے کسی پرامن شہر میں گیا ہو اور پھر لاپتہ ہو گیا ہو۔
حضرت ابن عباسؓ گمشدگی کی مذکورہ بالا دونوں حالتوں کے احکام میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ (۵۸)

۳۔ گمشدگی کے احکام:

الف۔ مفقود کی بیوی کا انتظار میں رہنا: حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ مفقود کی بیوی چار برس تک انتظار کرے گی۔ یہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ اس کے

بعد اس کا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

ب۔ ولی کی دی ہوئی طلاق: اگر انتظار کی مذکورہ بالا مدت گذر جائے تو کیا اسکی بیوی طلاق کے بغیر اس سے بائن ہو جائے گی؟ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کے مسلک کے متعلق منقول روایتوں کے اندر اختلاف ہے۔ ابن قدامہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ گمشدگی کی حالت کے اندر ولی کی دی ہوئی طلاق قابل اعتبار نہیں ہوگی (۵۹) ابن ابی شیبہ نے کے آپ سے روایت کی ہے کہ مفقود کی بیوی چار برس تک انتظار کرے گی پھر اسکے شوہر کا ولی اسے طلاق دے گا (۶۰) ابن قدامہ نے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ احتمال ہے کہ اگر شوہر کا ولی عورت کو طلاق دینے سے باز رہے تو اس صورت میں عورت طلاق کے بغیر بائن ہو جائے گی۔ اس احتمال کی بنا پر حضرت ابن عباسؓ کے قول کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب انتظار کی مدت گذر جائے گی تو شوہر کے ولی کو بلا کر اسے طلاق دینے کو کہا جائے گا۔ اگر وہ طلاق دینے سے گریز کرے تو اس کے اس گریز کو نظر انداز کر دیا جائے گا اور پھر قاضی دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دے گا۔

ج۔ مفقود کی بیوی کی عدت: اگر مفقود کا ولی مفقود کی بیوی کو طلاق دیدے یا قاضی میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دے تو ان صورتوں میں بیوی عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن کی مدت گذارے گی۔ اس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا نص آگے آ رہا ہے نیز دیکھئے (مادہ عدۃ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۳)

د۔ مفقود کی بیوی کا نان ونفقہ: شوہر کی واپسی کے انتظار میں بیوی چار سال کی جو مدت گذارے گی اس میں وہ قرض لے کر اپنا گذارہ کرے گی اگر اس کا شوہر واپس آ جائے تو قرض کی یہ رقمیں وہ ادا کریگا اور اگر واپس نہ آئے تو اس نفقہ کا بوجھ عورت کو اٹھانا پڑے گا۔

انتظار کی مدت گزر جانے کے بعد عدت گزارنے کی مدت کا نفقہ اسکے گمشدہ شوہر پر عائد ہوگا اور اسکے مال سے اسکی بیوی کا گذارہ چلایا جائے گا۔

درج بالا مسائل کو حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان ہونے والا مکالمہ سمیٹے ہوئے ہے، اس مکالمہ کی روایت جریر بن زید نے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دونوں حضرات نے ایک دن مفقود کی بیوی کے مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ دونوں اس بات پر متفق تھے کہ وہ چار برسوں تک انتظار کرے گی پھر اسکے

شوہر کا ولی اسے طلاق دے گا اور پھر وہ چار ماہ دس دن کی مدت گذارے گی۔ اس کے بعد بیوی کے نفقہ کا ذکر چھڑ گیا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ''عورت کو شوہر کے مال سے نفقہ ملے گا اور وہ اپنے شوہر کے گھر میں رہے گی'' حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بات اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ پھر مفقود کے ورثاء اسے تنگ کریں گے، بلکہ وہ اپنے شوہر کے نام پر قرض لے کر اپنا گذارہ کرے گی اگر شوہر آجائے گا تو اس پر قرض والی رقم بیوی کے نفقہ کے حق کے طور لازم ہو جائے گی اور اگر نہ آیا تو بیوی کو کچھ نہیں ملے گا۔ یعنی قرض کا بوجھ خود اسے برداشت کرنا پڑے گا۔ (۶۱) دونوں حضرات کا قول تھا کہ چار سال کے بعد عورت کی عدت کی مدت یعنی چار ماہ دس دن کا نفقہ شوہر کے پورے مال سے اسے دیا جائے گا۔ (۶۲)

مقاطعۃ (قطع تعلق) دیکھئے مادہ ھجر

مکاتب (غلام کی ایک قسم) دیکھئے مادہ رق نمبر ۲ کا جزب نیز مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ا

مکۃ (مکہ مکرمہ) دیکھئے مادہ حرم

ملاھی (لہو ولعب کی باتیں) دیکھئے مادہ لھو

ملتزم (ملتزم)

۱۔ تعریف: کعبہ شریف کے دروازے اور رکن (حجر اسود والے رکن کعبہ) کے درمیان کا مقام ملتزم کہلاتا ہے

۲۔ ملتزم میں دعا: جو شخص اپنا طواف ختم کرلے اس کے لئے مستحب ہے کہ ملتزم پر آئے اور اس کے ساتھ سینہ چمٹا کر اپنی دونوں ہتھیلیاں بھی اسکے ساتھ لگائے، اس عمل کو التزام کہتے ہیں اور پھر اللہ سے دعائیں کرے کیونکہ ملتزم میں دعا قبول ہوتی ہیں حضرت ابن عباسؓ باب کعبہ اور رکن اسود کے درمیان والے مقام یعنی ملتزم کے ساتھ سینہ چمٹاتے اور فرماتے: ''باب اور رکن کے درمیان ملتزم ہے۔ اس جگہ کا التزام کرتے ہوئے جو شخص بھی اللہ سے دعا کرے گا اللہ اسکی دعا قبول

کرے گا اور اسکی مانگی ہوئی چیز اسے عطا کردے گا''۔(۶۴)

منیٰ (منیٰ)

حاجی کا منٰی میں قیام کرنا اور ایام منی کے اعمال وہاں سرانجام دینا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ تا ۲۹)

منفعت (کسی چیز سے حاصل کیا جانے والا فائدہ)

منفعت کی فروخت کی شرطیں (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جزب)

ایسی چیز کی فروخت جس کے منافع معدوم ہو چکے ہوں (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جزج کا جز۳)

اگر ایک چیز کی منفعت غیر مشروع ہو اسکی فروخت باطل ہوگی (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جزج کا جز ۴)

منی (مادہ منویہ)

۱۔ تعریف: منی اس سفید گاڑھے مادے کو کہتے ہیں جو عضو تناسل سے کود کر نکلتا ہے اس سے بچے کی پیدائش ہوتی ہے اور اس کے نکلنے کے ساتھ جنسی شہوت کو سکون آجاتا ہے۔

۲۔ اسکی نجاست: مادہ منویہ کے ناپاک ہونے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ ناپاک ہے اور دھو دینے پر ناپاکی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کپڑے پر اس کے لگ جانے کی جگہ مخفی ہو تو پورے کپڑے پر پانی چھڑک کر طہارت حاصل کر لی جائے گی۔ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص اپنے کپڑے کے اندر جنبی بن جائے (یعنی احتلام وغیرہ ہو جائے) اور پھر کپڑے پر جنابت کا اثر دیکھے تو اسے دھو ڈالے اور اگر اسے کپڑے پر کوئی اثر نظر نہ آئے تو پورے کپڑے پر پانی چھڑک دے''۔(۶۵) دوسری روایت کے مطابق مادہ منویہ تھوک اور کھنکار یعنی بلغم کی طرح پاک ہے اگر چہ گندہ ہے۔ کپڑے میں لگ جانے والے مادہ منویہ کے بارے میں آپ نے فرمایا ''اذخر (ایک گھاس کا نام) کی لکڑی سے اسے کپڑے سے کھرچ دو۔ کیونکہ یہ تھوک اور بلغم کی طرح ہے''۔(۶۶)

۳۔ اسکے خروج کے ساتھ غسل کا وجوب ہو جاتا ہے خواہ ہمبستری کی وجہ سے یہ نکلے یا ہمبستری کے بغیر نکل آئے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کے جز د کا جز ا)

مھر (مہر)

۱۔ تعریف عقد نکاح کے اندر مرد عورت کو جو رقم وغیرہ دیتا ہے اسے مہر کہتے ہیں۔

۲۔ نکاح کے اندر مہر کا وجوب:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مہر حقیقت میں ہبہ ہے جو شوہر کی طرف سے بیوی کے لئے واجب ہوتا ہے (۶۷) تاکہ بیوی کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ اسے شوہر کے گھر ہر طرح کا احترام حاصل ہو گا۔ اس لئے یہ بات ناپسندیدہ ہے کہ شوہر بیوی کو کچھ دینے سے پہلے اس کے ساتھ خلوت اختیار کرے (۶۸) خواہ یہ اسکی دی ہوئی چیز معمولی ہو یا بڑی حتی کہ اگر شوہر کو کوئی اور چیز ہاتھ نہ آئے تو کم از کم اپنی انگوٹھی یا چادر یا جوتے کا ایک پٹ اسے دیدے۔ چنانچہ آپ کا قول ہے کہ اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور مہر کی ادائیگی سے اسکا ہاتھ تنگ ہو تو وہ اپنی بیوی کو اپنے جوتے کا ایک پٹ دیدے اور پھر اس کے ساتھ تخلیہ کرے (۶۹) نیز فرمایا "اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے لئے مہر کا تعین کرے اور پھر اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی چادر یا انگوٹھی اگر موجود ہو دیدے" (۷۰) آپ نے ایک خاتون سے نکاح کیا اور انکے پاس اندر گئے جبکہ ابھی آپ نے کوئی چیز خاتون کو پیش نہیں کی تھی تو اپنی چادر اتار کر خاتون کے حوالے کر دی (۷۱)

۳۔ کونسی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟

الف۔ حضرت ابن عباسؓ یہ بات واجب قرار دیتے تھے کہ مہر یا تو مال ہو یا ایسی چیز جو مال کے قائم مقام ہو۔ بنابریں آپ نکاح شغار کو باطل قرار دیتے تھے، نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کسی کے ساتھ اس شرط کے کے ساتھ بیاہ دے کہ یہ دوسرا شخص اپنی بیٹی اسکے ساتھ بیاہ دے گا اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو، بالفاظ دیگر ہر لڑکی دوسری لڑکی کیلئے مہر قرار پائے۔ اس نکاح کے بطلان کا سبب یہ ہے کہ آزاد مرد مال نہیں ہوتا اس لئے وہ مہر نہیں بن سکتا۔ البتہ اگر دونوں کیلئے مہر

مقرر کر دیا جائے تو نکاح درست ہو جائے گا[۷۲] اگر مہر کے اندر مالیت کا تحقق ہو جائے تو کم یا زیادہ مہر کے ساتھ نکاح درست ہو جائے گا خواہ ایک معمولی چیز کو مہر کیوں نہ قرار دیا جائے بشرطیکہ طرفین اس پر رضا مند ہو جائیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر عورت پیلو کی ایک مسواک پر رضا مند ہو جائے تو یہ مسواک ہی اس کا مہر بن جائے گی۔''[۷۳]

ب۔ نکاح کے اندر مہر کے وجوب کے حکم سے صرف یہ صورت مستثنیٰ ہوگی جب ایک شخص کا ایک غلام اور ایک لونڈی ہو اور وہ دونوں کا نکاح کرا دے، نکاح میں مہر کی شرط نہیں ہوگی گرچہ مستحب یہی ہے کہ یہ نکاح بھی مہر سے خالی رہنے نہ دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے حضرت ابن عباسؓ مملوک یعنی غلام اور لونڈی کو بہائم کی حیثیت دیتے تھے اس لئے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ کر دینا اسی طرح ہے جیسے اپنے گھوڑے کی اپنی گھوڑی کے ساتھ نکاح یعنی ملاپ کرا دیا جائے یا اپنے گدھے کا اپنی گدھی کے ساتھ مذکورہ نکاح میں مہر مقرر کرنے کے استحباب کی وجہ یہ ہے کہ غلاموں اور لونڈیوں کے اندر انسان ہونے کی صفت غالب ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک شخص اپنے غلام کا نکاح مہر کے بغیر اپنی لونڈی کے ساتھ کر دے''[۷۴]

۴۔ مہر کی مقررہ مقدار میں کمی کر دینا:

الف۔ شوہر کے لئے اپنی بیوی کے مہر کی مقدار میں کمی کر دینا جائز نہیں ہے الا یہ کہ بیوی یا بیوی کا ولی اس کے لئے رضا مند ہو جائیں۔ اس لئے کہ ان کی رضامندی کے بغیر شوہر کی طرف سے مہر میں کمی باطل طریقے سے مال کھانے کے مترادف ہے خواہ بیوی اسکی سرپرستی میں ایک یتیم لڑکی کی حیثیت سے رہی ہو یا نہ رہی ہو۔

ب۔ بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مہر کا کچھ حصہ شوہر کو معاف کر دے۔ اس مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایتوں کے اندر اتفاق ہے۔[۷۵]

ج۔ اگر بیوی کا ولی اس کا باپ یا بھائی ہو نہ بلکہ کوئی اور تو کیا اس ولی کو بیوی کی رضامندی کے بغیر اسکے مہر میں کچھ کمی کر دینے کا حق ہوگا؟

(۱) ائمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ نے معاف کرنے کی

اجازت اوراس کا حکم دیا ہے'' ایک روایت میں ہے کہ : ''اللہ اس پر راضی ہے' اگر بیوی معاف کر دے تو اس کا یہ اقدام درست ہوگا اور اگر بخل کرے اور اس کا ولی معاف کر دے تو جائز ہوگا خواہ بیوی اس سے انکار ہی کیوں نہ کرے''(۷۶) سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد باری ہے ترجمہ یہ ہے (یہ کہ بیویاں معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی ڈور ہو) حضرت ابن عباسؓ نے آیت کی تفسیر میں فرمایا: '' آیت میں مذکورہ شخص کنواری لڑکی کا باپ ہے اللہ نے معاف کرنے کا معاملہ اس کے اختیار میں دیا ہے، اگر لڑکی کو طلاق ہو جائے تو جب تک وہ اپنے باپ کی سرپرستی میں ہے اس وقت تک اسے اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہو گا(۷۷) بعض حضرات نے نقل کیا کہ حضرت ابن عباسؓ کا مسلک یہ ہے کہ عورت کے ولی کو اسکے مہر میں کسی قسم کی کمی کرنے کا اختیار نہیں ہے(۷۸) اس بارے میں مجھے حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں لگا۔ علماء کی یہ بات صرف حضرت ابن عباسؓ کے مسلک کی تخریج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ آپ نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ : ''جس شخص کے ہاتھ میں نکاح کی ڈوری ہوتی ہے وہ عورت کا ولی ہے'' ایک اور روایت میں ہے کہ '' وہ شوہر ہے''(۷۹)

بعض حضرات نے پہلی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اگر نکاح کی ڈوری کا مالک بیوی کا ولی ہے تو پھر اسے مہر کی مقدار میں کمی کر دینے کا اختیار ہوگا۔ اس روایت کی تائید حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے بعض دوسرے حضرات نے دوسری روایت پر اعتماد کرتے ہوئے یعنی اس روایت پر کہ نکاح کی ڈوری شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے، یہ تخریج کی کہ اگر شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی ڈوری ہے تو پھر بیوی کے ولی کو اسکے مہر میں کوئی کمی کرنے کا اختیار نہیں ہوگا میری رائے میں بات اس طرح نہیں ہے جس کے ہاتھ میں نکاح کی ڈوری ہوتی ہے یعنی جس کی اجازت کے بغیر نکاح کا عقد نہیں ہوسکتا، وہ ایک نہیں بلکہ تین افراد ہیں یعنی شوہر بیوی اور بیوی کا ولی۔

جہاں تک شوہر کا تعلق ہے تو اسکی طرف سے مہر میں کمی قابل قبول نہیں ہوگی اس لئے کہ بیوی یا بیوی کے ولی کی رضامندی کے بغیر مہر میں یکطرفہ کمی باطل طریقے سے مال کھانے کے مترادف ہوگی، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اس کے بعد نکاح کی ڈوری کے مالک صرف دو افراد رہ گئے یعنی بیوی اور بیوی کا ولی، اس لئے ان میں سے جو بھی مہر میں کمی کر دے گا اس کا یہ اقدام درست ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے ایک یہ جو روایت ہے کہ نکاح کی ڈوری شوہر کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تو اس سے کسی اور کے ہاتھ میں نکاح کی ڈوری کے ہونے کی نفی نہیں ہوتی مثلاً بیوی اور بیوی کا ولی۔ اس لئے کہ ایک چیز کا خاص طور پر اگر ذکر کر دیا جائے تو اس سے مذکور چیز کے ماسوا کی نفی نہیں ہوتی۔

بنا بریں میری رائے ہے واللہ اعلم کہ زیر بحث مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ کا صحیح مسلک یہ ہے کہ اگر بیوی اپنے مہر میں کچھ کمی کر دے تو اس کا یہ اقدام قابل قبول ہوگا خواہ اس کا ولی اس پر رضا مند ہو یا نہ ہو اور اگر بیوی کا ولی مہر میں کمی کر دے تو اس کا یہ اقدام بھی قبول کر لیا جائے گا خواہ بیوی اس پر رضا مند ہو یا رضا مند نہ ہو۔

۵۔ مہر پر بیوی کا استحقاق:

اگر کوئی شخص عقد نکاح کرے تو یہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا۔

الف۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی کے لئے مہر کا تعین کر دیا ہوگا، اس کی پھر تین صورتیں ہیں:

(۱) عقد نکاح کے بعد دخول یعنی تعلق زن وشو وجود میں آ جائے، ایسی صورت میں بیوی بالا جماع پورے مہر کی مستحق قرار پائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر دخول فعلی یعنی ہمبستری کے بغیر صرف خلوت وجود میں آئی ہو تو اس کی وجہ سے بیوی صرف نصف مہر کی مستحق بنے گی (دیکھئے مادہ خلوۃ نمبر ۲ کا جز ج) ہم نے کہا کہ دخول سے ہمبستری مراد ہے اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ نے خود یہ بیان کر دیا ہے کہ آپ جب لفظ دخول یا لفظ ملامسہ استعمال کرتے ہیں تو اس سے ہمبستری کے سوا کوئی اور مفہوم مراد نہیں لیتے، چنانچہ آپ نے فرمایا ''دخول اور لماس (ہاتھ لگانا) ہمبستری ہی ہے''(۸۰)

(۲) عقد نکاح کے بعد دخول یعنی ہمبستری سے پہلے شوہر کی وفات ہو جائے۔ ایسی صورت میں موت کی بنا پر بیوی پورے مہر کی مستحق بن جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی عورت سے نکاح کر لیتا ہے اور اس کے لئے مہر کا تعین بھی کر دیتا ہے اور پھر تعلق زن وشو قائم ہونے سے پہلے اسکی وفات ہو جاتی ہے، آپ نے جواب دیا کہ ''بیوی کو پورا مہر ملے گا اور میراث کے اندر بھی اس کا حصہ ہوگا''(۸۱)

(۳) دخول سے پہلے شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ ایسی صورت میں بیوی مقررہ مہر کے نصف کی مستحق ہوگی کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (اگر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو جبکہ تم نے انکے لئے مہر مقرر کر دیا ہو تو تمہارے مقررہ مہر کا نصف انہیں ملے گا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''پورا مہر اس وقت تک واجب نہیں ہوگا جب تک شوہر اس کے ساتھ ہمبستری نہ کر لے ہمبستری نہ کرنے کی صورت میں اسے نصف مہر ملے گا''۔(۸۲)

(۴) دخول سے پہلے عورت کی طرف سے علیحدگی کا سبب وجود میں آجائے۔ ایسی صورت میں عورت کسی مہر کی مستحق نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس لونڈی کے بارے میں جس کا نکاح ہو جائے اور شوہر کے ساتھ ہمبستری سے پہلے اسے آزاد کر دیا جائے اور وہ اپنی ذات کو اختیار کرے یعنی نکاح میں رہنا نہ چاہے، فرمایا: ''اسے کوئی مہر نہیں ملے گا، اسکے شوہر پر دو نقصانات جمع نہیں ہو سکتے، ایک تو یہ کہ وہ بیوی سے محروم ہو جائے اور دوسرے یہ کہ جاتے جاتے وہ اس کا مال یعنی مہر بھی لے جائے''۔(۸۳) (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۵) آپ نے عیسائی عورت کے بارے میں جو کہ عیسائی مرد کے نکاح میں ہوا اور پھر وہ مسلمان ہو جائے جبکہ ابھی شوہر نے اسکے ساتھ ہمبستری بھی نہ کی ہو، فرمایا: ''دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی اور عورت کو کوئی مہر نہیں ملے گا''۔(۸۴)

ب۔ دوسری صورت یہ کہ شوہر نے بیوی کے لئے کسی مہر کا تعین نہ کیا ہو۔ اس صورت کی بھی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) مہر مقرر کرنے سے پہلے وہ اس کے ساتھ ہمبستری کر لے۔ اس صورت میں بالا جماع اسے مہر مثل ملے گا۔

(۲) ہمبستری کرنے سے پہلے وہ اسے طلاق دیدے جبکہ شوہر نے اس کے لئے کسی مہر کا تعین بھی نہ کیا ہو۔ ایسی صورت میں اسے کوئی مہر نہیں ملے گا بلکہ اسے متعہ ملے گا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱ کا جز ھ) کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۶ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(تم پر کچھ گناہ نہیں، اگر اپنی عورتوں کو طلاق دیدو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر

مقرر رہو، اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہئے خوش حال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے، یہ حق ہے نیک آدمیوں پر)

(۳) ہمبستر ہونے اور مہر مقرر کرنے سے پہلے شوہر کی وفات ہو جائے۔ ایسی صورت میں عورت کسی مہر کی مستحق نہیں ہوگی کیونکہ یہ علیحدگی درست تفویض پر وارد ہوئی تھی جبکہ ابھی ہاتھ لگانے اور مہر مقرر کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی اس لئے بیوی کے حق میں کوئی مہر واجب نہیں ہوا جس طرح سابقہ صورت کے اندر طلاق کی وجہ سے علیحدگی ہوگئی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی عورت سے نکاح کر لے لیکن نہ اسے ہاتھ لگائے اور نہ ہی کوئی مہر مقرر کرے اور پھر وفات پا جائے آپ نے جواب دیا کہ ''اس کے لئے میراث کا حصہ کافی ہے، اسے مہر نہیں ملے گا البتہ اگر شوہر نے اسکے لئے مہر مقرر کر دیا ہو تو اسے مہر بھی ملے گا اور میراث میں حصہ بھی''۔(۸۵)

مواقیت (میقات کی جمع)

مواقیت ان مقامات کو کہتے ہیں جہاں سے احرام باندھے بغیر آگے جانا کسی حج یا عمرہ کرنے والے کیلئے جائز نہیں۔ ہم نے (مادہ احرام نمبر ۴) کے اندر ان مواقیت کا نیز ان کے احکام کا ذکر کر دیا ہے۔

موالاۃ (دوستی کا عقد)

موالات یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ یہ عقد کرے کہ اگر میں مر جاؤں تو تم میرے وارث ہو گے اور اگر میں کوئی فوجداری جرم کروں تو جرمانہ تم بھرو گے۔

موالات کی بنا پر وراثت کے ثبوت کے لئے دیکھئے (مادہ ارث نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳)

موت (موت)

۱۔ تعریف: حقیقی موت یہ ہے کہ جسم کے اندر کسی خلل کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس میں روح کا تصرف ختم ہو جائے۔

تقدیری موت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۳)

حکمی موت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲)

۲۔ آدمی کی موت کے اثرات:

الف۔ موت کی وجہ سے مردے کا ناپاک نہ ہونا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ آدمی زندگی اور موت دونوں حالتوں میں طاہر ہوتا ہے، موت اسے ناپاک نہیں کرتی آپ فرماتے ''اپنے مردوں کو ناپاک نہ سمجھو، مومن زندگی اور موت دونوں حالتوں میں ناپاک نہیں ہوتا''۔(۸۶)

آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ موت کی وجہ سے آدمی ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ بات اس واقعہ سے اخذ کی جاتی ہے جس میں ایک حبشی چاہ زمزم میں گر کر فوت ہو گیا تھا آپ نے بدبو ختم ہو جانے تک کنویں سے پانی نکالتے رہنے کا حکم دیا(۸۷) یہاں یہ احتمال ہے کہ کنویں سے پانی نکالنے کا عمل اس بنا پر وجود میں نہیں آیا تھا کہ کنواں ناپاک ہو گیا تھا بلکہ پانی اس وجہ سے نکالا گیا تھا کہ کنویں کے پانی میں بدبو باقی نہ رہے۔

۳۔ میت کو غسل دینا:

الف۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ابن آدم مکرم ہوتا ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ سورۃ اسراء آیت نمبر ۷ میں ارشاد باری ہے (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ آدم ہم نے بنی آدم کو مکرم کیا) اسکی تکریم میں یہ بات داخل ہے کہ مر جانے پر اسے غسل دیا جائے اور اسکی تکفین وتدفین عمل میں لائی جائے۔ آپ سے ایک شخص نے کہا کہ میرا عیسائی باپ فوت ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا: ''اسے غسل دو اور کفن دفن کرو، اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (آیت نمبر ۱۱۳) میں ارشاد فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے (نبی کے لئے اور نبی کے ساتھ ایمان لانے والوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو)''۔(۸۷ب) یعنی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کافر کا جنازہ پڑھے، ایک روایت کے مطابق سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک عیسائی فوت ہو گیا اس کا ایک مسلمان بیٹا بھی تھا جو اسکے جنازے کے ساتھ نہیں گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا'' اسے جنازے کے ساتھ جانا چاہئے تھا اور تدفین میں حصہ لینا چاہئے تھا، اسے اپنے باپ کی زندگی کے دوران اس کے لئے ستغفار کرنا چاہئے تھا''۔(۸۸) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میری عیسائی ماں فوت ہو گئی ہے کیا میں اسکے جنازے کے ساتھ جا سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا: ''اسکے

جنازے کے ساتھ جاؤ اسکی تدفین کرو لیکن اس کا جنازہ نہ پڑھو"(۸۹) ایک یہودی فوت ہو گیا اس کا مسلمان بیٹا اس کے جنازے کے ساتھ نہیں گیا۔ یہ بات حضرت ابن عباسؓ سے بیان کی گئی ۔آپ نے فرمایا: "اسے کوئی گناہ نہ ہوتا اگر وہ اسے غسل دیتا اور اسکے جنازے کے ساتھ جاتا اور اس کی زندگی کے دوران اس کے لئے استغفار کرتا" پھر آپ نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے (پھر جب اس کے (ابراہیم کے) سامنے واضح ہو گیا کہ وہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے بیزاری ظاہر کر دی) اور فرمایا: "جب باپ اپنے کفر پر مر گیا"(۹۰) ایک روایت میں ہے جب تک کافر باپ زندہ ہو اس وقت تک مسلمان بیٹا اس کے لئے صلاح کی دعا کرتا رہے اور جب مر جائے تو اسے اسکی حالت کے سپرد کر دے"(۹۱)

ب۔ شوہر اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: شوہر اپنی بیوی کو غسل دینے اور اس کا جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے"(۹۲)

ج۔ میت کی تکفین:

(۱) مرد میت کو تین کپڑوں میں کفنانا مستحب ہے اور عورت کو پانچ کپڑوں میں یہ متوسط کفن ہے۔ لیکن اگر میت کو ایک کپڑے میں کفنا دیا جائے تو بھی جائز ہے اور اگر پانچ کپڑوں میں کفنا دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ جابر بن زید سے پوچھا گیا کہ ہم اپنے مردوں کو کتنے کپڑوں میں کفن دیں تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ: ایک کپڑے میں یا تین کپڑوں میں یا پانچ کپڑوں میں (۹۳)

(۲) سفید کپڑے کا کفن مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے" سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اس میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو"(۹۴)

(۳) میت کے کفن کو خوشبو لگانا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے کفن کو عود کی دھونی دی جائے(۹۵)

(۴) محرم کی تکفین: اگر محرم وفات پا جائے تو موت کی وجہ سے اس کا احرام باطل نہیں ہوگا، بنا بریں اسے اسکے کپڑوں میں ہی کفنایا دیا جائے گا، کفن کو خوشبو نہیں لگائی جائے گی اور نہ ہی سر ڈھانپا

جائے گا (۹۶) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جب محرم فوت ہو جائے تو اس کا سر نہیں ڈھانپا جائے گا یہاں تک کہ وہ حالت احرام میں اپنے رب سے جا ملے''۔(۹۷) آپ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے ایک محرم کو اسکی سواری کے جانور نے نیچے گرا کر اسکی گردن توڑ دی اور وہ فوت ہو گئے۔ جناب رسول ﷺ نے فرمایا: ''اسے بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دو، اور اسکے دو کپڑوں میں اسے کفناؤ، اس کا چہرہ اور سر مت چھپاؤ کیونکہ قیامت کے دن یہ تکبیر کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا''۔(۹۸) (دیکھئے مادہ احرام نمبر۱)

د۔ جنازہ اٹھانا:

(۱) جب جنازہ اٹھایا جائے تو مستحب یہ ہے کہ اٹھانے والا اسے اس کونے سے اٹھائے جو میت کے دائیں ہاتھ پر ہو اور پھر باقی کونوں سے تسلسل کے ساتھ اٹھائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر تم سے ہو سکے تو تابوت کے اس پاؤں سے شروع کرو جو میت کے دائیں ہاتھ پر ہو اور پھر تابوت کے گرد گھوم جاؤ''

(۲) جنازہ لے کر سکون کے ساتھ چلا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے ام المومنین حضرت میمونہؓ کے جنازے میں فرمایا: یہ میمونہؓ ہیں، حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ، تم لوگ جب انکی نعش اٹھاؤ تو اسے مت حرکت دو اور مت ہلاؤ، اسے نرمی کے ساتھ لے کر چلو''۔(۱۰۰)

ھ۔ جنازے کے ساتھ چلنا: جو شخص جنازے کے ساتھ چلنے والوں میں شریک ہوا اُس کے لئے یہ بات مستحب ہے کہ سوار ہو کر ساتھ نہ چلے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جنازے کے ساتھ سوار ہو کر چلنے والا اپنے گھر میں بیٹھے رہنے والے کی طرح ہے''۔(۱۰۱) تاہم اگر سوار ہو کر جنازے کا ساتھ دے تو بھی جائز ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے گھوڑی پر سوار ہو کر ایک جنازے کا ساتھ دیا تھا(۱۰۲) معتکف پر جنازے کا ساتھ دینا لازم نہیں ہے (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر۴ جز۲)

و۔ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا: حضرت ابن عباسؓ کے پاس سے اگر کوئی جنازہ گذرتا تو آپ اس کے لئے کھڑے نہ ہوتے۔(۱۰۳)

ز۔ میت کی تدفین: میت کو قبلہ کی جہت سے قبر میں اتارا جائے گا۔ ابن الحنفیہ نے حضرت ابن الزبیرؓ کے جنازے کو قبلہ کی جہت سے قبر میں اتارا تھا۔ میت کو سر کی طرف سے قبر میں سیدھا اتارا جائے

گا۔اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کے بقول حضور ﷺ کو بھی اسی طرح قبر مبارک میں اتارا گیا تھا (۱۰۵) پھر میت کو اسکی قبر کی مٹی پر لٹا دیا جائے گا۔قبر کے اندر میت کے نیچے کوئی کپڑا وغیرہ بچھانا مکروہ ہے (۱۰۶)

ح۔ قبر پر مٹی ڈالنا: جب میت کو قبر میں داخل کر دیا جائے گا تو تین لپ بھر کر مٹی اس پر ڈالی جائے گی، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قبر میں مٹی ڈالنے کے بعد فرمایا: ''اس طرح علم دفن ہوتا ہے''(۱۰۷)

ط۔ دفن کرنے کے بعد میت کیلئے دعا کرنا: دفن سے فارغ ہونے کے بعد تدفین میں حصہ لینے والا قبر کے پاس کھڑا ہوگا اور اگر میت مسلمان ہو تو اس کے حق میں دعا کرے گا۔حضرت ابن عباسؓ میت کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگا کرتے تھے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ جب لوگ حضرت عبداللہ بن سائبؓ کو دفنا کر فارغ ہوگئے تو حضرت ابن عباسؓ لوگوں کے ساتھ انکی قبر کے پاس کھڑے ہوگئے اور انکے لئے دعا کی (۱۰۸) آپ جب ام المومنین حضرت میمونہؓ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو انکی قبر کے پاس کھڑے ہو کر ایک گھڑی دعا مانگتے رہے اور پھر واپس ہوگئے (۱۰۹) کافر کی موت کے بعد اسکے حق میں دعا کرنا جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ دعا نمبر ۷ اور نمبر ۶)

ی۔ یہ جائز ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد قبر کے پاس خیمہ لگا کر چند دن وہاں قیام کیا جائے جب حضرت ابن عباسؓ انتقال فرما گئے تو ابن الحنفیہ نے کفن دفن کا کام سنبھال لیا اور آپ کی قبر کے پاس خیمہ لگا کر تین دن اس میں رہے۔ (۱۱۰)

ک۔ جنازے کے ساتھ آگ لے کر چلنا: د

د۔ دھونی وغیرہ کی شکل میں جنازے کے ساتھ کوئی آگ لیکر نہیں چلا جائے گا۔کیونکہ یہ کافروں کا طریقہ ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اہل کتاب کی مشابہت اختیار نہ کرو، یعنی میت کے ساتھ آگ لے کر نہ چلو''(۱۱۱)

ل۔ جنازے کے ساتھ عورتوں کے چلنے کو حضرت ابن عباسؓ نے مکروہ قرار نہیں دیا''(۱۱۲)

م۔ میت پر رونا: حضرت ابن عباسؓ نے میت پر رونے کی تردید نہیں کی بلکہ تردید کرنے والوں کی

تردید کر دی۔ اور فرمایا: ''اللہ نے ہنسایا اور اللہ نے رلایا''[۱۱۳] آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے ذکر کیا کہ میت پر اس کے اہل وعیال کے آنسو بہانے کی وجہ سے اسے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ نے یہ سُنکر فرمایا: ''اللہ ابن عمر پر رحم فرمائے حضور ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مومن کو اسکے اہل وعیال کے آنسو بہانے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ کافر پر اسکے اہل وعیال کے آنسو بہانے کی وجہ سے عذاب بڑھ جاتا ہے'' پھر حضرت عائشہ نے مزید فرمایا تمہیں قرآن کافی ہے سورۃ انعام کی آیت ہے جس کا ترجمہ ہے (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آیت نمبر ۱۶۴)'' اس موقعہ پر حضرت ابن عباسؓ نے سورۃ نجم کی آیت نمبر ۴۳ تلاوت کی۔ ترجمہ ہے (اس نے ہنسایا اور اس نے رلایا)[۱۱۳]

ن۔ میت کی کی ہوئی نذر کی قضا: اگر ایک شخص وفات پا جائے اور اسکی مانی ہوئی نذر ادا نہ ہوئی ہو تو اس کا ولی اس نذر کی قضا کرے گا خواہ اس کا تعلق بدنی عبادت سے ہو مثلاً روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۳) یا اعتکاف (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۵) یا مالی عبادت سے۔ اس لئے کہ جب بدنی عبادت میں نیابت جائز ہو جائے گی، حالانکہ اصل کے اعتبار سے اس میں نیابت جائز نہیں ہوتی، تو مالی عبادت میں نیابت بطریق اولی جائز ہو جائے گی کیونکہ اصل کے اعتبار سے مالی عبادت میں نیابت جائز ہوتی ہے (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۵)

س۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر ۶)

ع۔ میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ وضو کافی ہوتا ہے[۱۱۴] (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ جز الف)

۳۔ جانور کی موت

الف۔ موت کی وجہ سے جانور کا ناپاک ہو جانا: انسان اپنے شرف وکرامت کی بنا پر موت کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتا۔ لیکن جانور کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ خون رکھنے والا خشکی کا جانور مرتے ہی ناپاک ہو جاتا ہے خواہ زندہ ہونے کی صورت میں وہ پاک نہ ہو۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا کہ اس میں ایک مرغی گر گئی اور مر کر گوشت کے ساتھ پک گئی۔ میں

نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: "مردار کو نکال کر پھینک دو اور شوربہ بہا دو اور گوشت کھا لو، اگر تم اسے کھانا ناپسند کرو تو میری طرف ایک یا دو ٹکڑے گوشت بھیج دینا"(۱۱۵) اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ گوشت جب پاک پانی میں ڈال کر چولہے پر چڑھایا گیا تھا تو پاک پانی اس میں پوری طرح رچ بس گیا تھا۔ اس کے بعد جب ہانڈی میں مرغی گر کر مر گئی تو موت کی وجہ سے وہ ناپاک ہوگئی اور ہانڈی میں موجود شوربہ بھی ناپاک ہو گیا کیونکہ مرغی کے ناپاک اجزاء شوربے میں حل ہو گئے تھے لیکن یہ ناپاک اجزاء ہانڈی میں موجود گوشت کے اندر سرایت نہیں کر سکے تھے کیونکہ ہانڈی میں مرغی کے گرنے سے پہلے ہی گوشت کے اندر پاک شوربہ رچ بس گیا تھا اس لئے ناپاک شوربے کا کوئی جز گوشت میں سرایت نہیں کر سکا۔ بنابریں ناپاک ہونے کی وجہ سے شوربہ حرام ہو گیا اور پاک ہونے کی بنا پر گوشت کا کھانا حلال ہو گیا۔ ناپاک شوربے سے نکالے ہوئے اس گوشت کو کھانے سے پہلے دھو لینا واجب ہے یا نہیں؟ اس بات کا ذکر حضرت ابن عباسؓ نے نہیں کیا تاہم ظاہر بات یہی ہے کہ اسے دھو لینا واجب ہوگا۔ نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہی بات نقل کی ہے۔(۱۱۶)

ب۔ جو جانور بھی طبعی موت مر جائے اسے کھانا حرام ہوگا خواہ یہ خشکی کا جانور ہو یا آبی جانور (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲) نیز (مادہ صید نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۳)

ج۔ زندہ جانور کا اگر کوئی عضو جدا کر دیا جائے تو وہ مردار کے حکم میں ہوگا (دیکھئے مادہ صید نمبر ۲ کے جز ب کے جزا کا جز ج)

د۔ مردار کی بیع (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جز ج)

میقات (میقات)

۱۔ تعریف: مواقیت ان حدود کو کہتے ہیں جہاں سے احرام کے بغیر آگے جانا حج یا عمرہ کرنے والے کے لئے جائز نہیں ہے۔

۲۔ مواقیت کا تعین اور وہاں سے احرام باندھنے کا وجوب (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۴ کا جز الف)

حرف المیم میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ج۱ص۹۰، کنزالعمال ج۹ص۵۷۷
۲۔ المغنی ج۱ص۱۶
۳۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۵، کنزالعمال ج۹ص۵۰۶
۴۔ سنن بیہقی ج۱ص۲۶۲
۵۔ احکام القرآن ج۳ص۳۴۰
۶۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۴، المغنی ج۱ص۱۲۵ المجموع ج۱ص۱۲۳
۷۔ المحلی ج۱ص۲۰۰
۸۔ احکام القرآن ج۲ص۳۸۶
۹۔ سنن بیہقی ج۱ص۲۶۲
۱۰۔ احکام القرآن ج۳ص۳۴۰
۱۱۔ عبدالرزاق ج۱ص۹۰، احکام القرآن ج۳ص۳۴۴
۱۲۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۲ب، عبدالرزاق ج۱ص۹۲سنن بیہقیج ۱ص۲۳۶
۱۳۔ احکام القرآن ج۳ص۳۴۴
۱۴۔ نیل الاوطار ج۱ص۳۰، المغنی ج۱ص۱۲۵ المجموع ج۱ص۱۶۳!
۱۵۔ عبدارزاق ج۱ص۸۲سنن بیہقی ج۶ص۲۶۶ ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۶ب، المحلی ج۱ص۱۴۵، احکام القرآن ج۳ ص۳۴۴، المجموع ج۱ص۱۶۳
۱۶۔ عبدالرزاق ج۱ص۹۷
۱۷۔ عبدالرزاق ج۱ص۹۱
۱۸۔ عبدالرزاق ج۱ص۲۹۸ ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۹، احکام القرآن ج۳ص۳۴۰
۱۹۔ سنن بیہقی ج۱ص۲۳۶، المحلی ج۱ص۱۶۸، ۱۴۶
۲۰۔ عبدالرزاق ج۱ص۷۸. ۲۹۸سنن بیہقی ج۱ص۲۳۶، کنزالعمال ج۹ص۵۷۶
۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج۱ص۶ب، عبدالرزاق ج۱ص۱۰۶، کنزالعمال ج۹ص۵۷۷
۲۲۔ عبدالرزاق ج۱ص۱۰۷
۲۳۔ عبدالرزاق ج۱ص۷۳
۲۴۔ حوالہ درج بالا
۲۵۔ عبدالرزاق ج۷ص۲۹۸، احکام القرآن ج۲ص۱۴۷ تفسیر قرطبی ج۵ص۱۳۰

۲۶۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۸

۲۷۔ البخاری فی النکاح باب النھی عن نکاح المتعۃ، فتح الباری ج ۹ ص ۱۶۷

۲۸۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۵، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۸۰، المغنی ج ۶ ص ۶۴۴

۲۹۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۹۷ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۳۰

۳۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۵

۳۰ ب۔ فتح الباری ج ۹ ص ۱۶۸، عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۶۸، کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۱۹، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۴۷، المحلی ج ۹ ص ۵۱۹، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۳۲

۳۱۔ الترمذی فی النکاح باب تحریم المتعۃ

۳۲۔ فتح الباری ج ۹ ص ۱۷۳

۳۳۔ حوالہ درج بالا

۳۴۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۳۲

۳۵۔ حوالہ درج بالا

۳۶۔ المغنی ج ۲ ص ۸۶

۳۷۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۵۹

۳۸۔ حوالہ درج بالا نیز الام ج ۷ ص ۲۴۷

۳۹۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۹

۴۰۔ تنویر المقیاس ص ۳۱

۴۱۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۵

۴۲۔ الاعتبار ص ۱۷۱، المغنی ج ۵ ص ۳۸۳ المحلی ج ۸ ص ۲۲۳، نیل الاوطار ج ۶ ص ۱۰

۴۳۔ المحلی ج ۸ ص ۲۲۳

۴۴۔ الاموال ص ۷۰

۴۵۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۹۳، ج ۱۰ ص ۳۳۷ الاموال ص ۷۸

۴۶۔ المغنی ج ۵ ص ۳۸۳

۴۷۔ البخاری فی المزارعۃ باب اذا لم یشترط السنین، النسائی فی المزارعۃ، ابوداؤد فی المزارعۃ، المغنی ج ۵ ص ۳۸۵ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۲۵

۴۸۔ عبدالرزاق ج ۸ ص ۹۱، ۹۲، البخاری تعلیقاً فی المزارعۃ باب کراء الارض النسائی فی المزارعۃ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۳۳، المغنی ج ۵ ص ۳۹۴

۴۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۴ ب، المحلی ج ۴ ص ۴۴، ص ۲۴۸

۵۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷، المجموع ج ۲ ص ۱۸

۵۲۔ کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۹۹

۵۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۴

۵۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۴

۵۵۔ عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۲۲، المجموع ج ۲ ص ۱۸۸، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۷

۵۶۔ الاموال ص ۲۰۳، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۲

۵۷۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۲

۵۸۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۴۰

۵۹۔ المغنی ج ۷ ص ۴۹۱

۶۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۸ ب

۶۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۸ ب، المغنی ج ۷ ص ۴۸۹، ۴۹۵، سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۰۹۱/۴، المحلی ج ۱۰ ص ۱۳۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۵

۶۲۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۰۹۱/۴، المحلی ج ۱۰ ص ۳۴، المغنی ج ۷ ص ۴۹۵

۶۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۵، الموطا ج ۱ ص ۴۲۴، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۲۳

۶۴۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۴

۶۵۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴، المغنی ج ۲ ص ۹۳

۶۶۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۸، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴ ب، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲، المغنی ج ۲ ص ۹۲، کنز العمال ج ۹ ص ۵۳۲، ۵۳۳

۶۷۔ تنویر الحوالک ص ۱۴

۶۸۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱۸۸۱

۶۹۔ حوالہ درج بالا، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴، کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۴۰، ۵۴۱

۷۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۳، عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۸۳، المحلی ج ۹ ص ۴۸۸

۷۱۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۸۳

۷۲۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۴

۷۳۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۷۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴۰، المحلی ج ۹ ص ۵۰۰

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۹، عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۷۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۷، المحلی ج ۹ ص ۴۷۲، کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۴۷، کشف الغمہ ج ۲ ص ۷۱

۷۵۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۵۰

۷۶۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۳۵، عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۸۳، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۱ ب المحلی ج ۹ ص ۵۱۲ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۰۶، ۲۰۷

۷۷۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۳۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۲

۷۸۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۷

۷۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۵۱، المحلی ج ۹ ص ۵۱۲، المغنی ج ۶ ص ۴۲۹

۸۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۶۱

۸۱۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۳ ب سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴۷

۸۲۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۸، المحلی ج ۹ ص ۴۸۴

۸۳۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۲۶، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۶

۸۴۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۸۱، ج ۷ ص ۱۸۳، کنز العمال ج ۱ ص ۳۱۹، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۹

۸۵۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۹۳، ۴۷۸، المغنی ج ۶ ص ۴۲۱

۸۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴ ب، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۶۱

۸۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶، عبدالرزاق ج ۱ ص ۸۲، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۶، المحلی ج ۱ ص ۱۱۴۵، احکام القرآن، ج ۳ ص ۳۴۴، المجموع ج ۱ ص ۱۶۳

۸۷۔ب سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۸

۸۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۲، المحلی ج ۹ ص ۱۱۷

۸۹۔ شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۱۴۸

۹۰۔ عبدالرزاق ج ۶ ص ۴۰

۹۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۹۴

۹۲۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۳، ۱۵۳ ب، المحلی ج ۵ ص ۴۷، المغنی ج ۲ ص ۴۸۳، کشف الغمۃ ج ۱ ص ۱۶۳

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۴

۹۴۔ عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۲۹

۹۵۔ المغنی ج ۲ ص ۴۲۴

۹۶۔ المغنی ج ۲ ص ۵۳۷، المجموع ج ۵ ص ۱۶۳

۹۷۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۴

۹۸۔ مسلم، النسائی، ابن ماجہ، احمد، نیل الاوطار ج ۵ ص ۴۷

۹۹۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۴۶

۱۰۰۔ سنن بیہقی ج ۴ص ۲۲: المجموع ج ۵ص ۲۳۴

۱۰۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۴۶

۱۰۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۴۵ب

۱۰۳۔ المحلی ج ۵ص ۱۵۴

۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۰

۱۰۵۔ سنن بیہقی ج ۴ص ۵۴

۱۰۶۔ المجموع ج ۵ص ۲۵۷

۱۰۷۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۵۰۱ المغنی ج ۲ص ۵۰۰

۱۰۸۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۵۰۹ سنن بیہقی ج ۴ص ۵۶، ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۵۷

۱۰۹۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۵۰۹

۱۱۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۵۱

۱۱۱۔ عبدالرزاق ج ۳ص ۴۱۹

۱۱۲۔ المحلی ج ۵ص ۱۶۰

۱۱۳۔ المحلی ج ۵ص ۱۴۸، کنزالعمال ج ۱ص ۲۸۷

۱۱۴۔ المغنی ج ۱ص ۱۹۲

۱۱۵۔ احکام القرآن ج ۱ص ۱۱۹

۱۱۶۔ المجموع ج ۹ص ۳۶

حرف النون

نار (آگ)

آگ میں جلا کر سزا دینا (دیکھئے مادہ احراق)

جنازے کے ساتھ آگ نہ لے جانا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲ جز ک)

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز واؤ)

نافلۃ (نفلی عبادت) دیکھئے مادہ تطوع

نبیذ (نبیذ) دیکھئے مادہ اشربۃ نمبر ۲

نجاسۃ (ناپاکی)

۱۔ نجاست اس اعتباری گندگی کو کہتے ہیں جسے شارع نے نماز کیلئے مانع قرار دیا ہے اسکی دو قسمیں ہیں نجاست مادیہ اور نجاست معنویہ۔

۲۔ نجاست مادیہ

الف۔ تعریف: یہ بعض ایسی اشیاء ہیں جنہیں شارع نے گندی قرار دے کر انہیں نماز کے لئے مانع بنا دیا ہے۔

یہ اشیاء درج ذیل ہیں

(۱) سبیلین سے خارج ہونے والا بول و براز، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بچے کے پیشاب پر پیشاب کی مقدار پانی ڈال کر اسے دھویا جائے گا''[1] آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نماز کے لئے چل پڑتا ہے اور پھر اس کا پاؤں پاخانے پر پڑ جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: اگر مذکورہ پاخانہ تر ہو تو پاؤں میں جہاں وہ لگ گیا ہو اسے دھو دیا جائے اور اگر خشک ہو تو اس کے لگنے سے

کوئی نقصان نہیں ہوگا''[۲] منی اور مذی کی نجاست کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایت میں اختلاف ہے۔ایک روایت ان کے نجس ہونے کی اور دوسری روایت ان کے پاک ہونے کی خبر دیتی ہے(دیکھئے مادہ منی اور مادہ مذی)

(۲) خون اور پیپ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ناپاک ہیں[۳] (دیکھئے مادہ دم نمبر۲ کا جز الف)نیز (مادہ حیض نمبر۲ کا جز ب)

(۳) مردار جانور: خواہ یہ جانور زندہ ہونے کی صورت میں پاک ہو یا ناپاک ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ گھی کے گھڑے میں ایک چوہیا گر کر مرگئی اس کا کیا حکم ہے آپ نے جواب دیا کہ: ''اگر گھی سیال شکل میں ہے تو اسے نہ کھاؤ بلکہ اس سے چراغ وغیرہ جلالو اور اگر جما ہوا ہو تو مردار چوہیا اور اس کے اردگرد کے گھی کو پھینک دو اور پھر باقی گھی استعمال کرلو'' [۴] (دیکھئے مادہ اہاب)نیز (مادہ موت نمبر۳ جز الف)نیز (مادہ طعام نمبر۲ کا جز الف)

انسان موت کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں درست بات یہ ہے کہ ناپاک نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کا جز الف)

(۴) کتا اور سور (دیکھئے مادہ سور نمبر۲ جز ب کا جز۲)نیز (مادہ خنزیر)

(۵) حیض اور نفاس والی عورت نیز جنبی نجس العین نہیں ہوتے۔بنا بریں اگر یہ افراد پانی یا کپڑے وغیرہ کو ہاتھ لگا دیں تو انکی تطہیر واجب نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ بات نماز وغیرہ کی درستی کے لئے مانع بنتی ہے (دیکھئے مادہ جنابت نمبر۲)اور (مادہ حیض نمبر۴)

(۶) بلی ناپاک نہیں ہے۔کیونکہ گھروں میں بلیاں ہوتی ہیں اور اگر انکی ناپاکی کا حکم عائد کردیا جائے تو اس سے لوگوں کو سخت دقت کا سامنا ہو جائے گا۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بلی گھر کے متاع یعنی ساز و سامان میں شامل ہے''[۵] اگر یہ نجس نہیں تو اس کا جوٹھا پانی طاہر اور مطہر ہوگا'' الاستذکار'' میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ بلی ناپاک نہیں ہے اور اس کے جوٹھے پانی سے وضو کرلینے اور اسے پی لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔[۶]

ب۔ پاک چیزوں کے ساتھ نجاست مادیہ کا مخلوط ہو جانا:

(۱) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مخالطت کی وجہ سے نجاست پاک اشیاء میں منتقل ہو جاتی ہے

لیکن اگر مخالطت نہ ہو بلکہ صرف مجاورت ہو (یعنی پاک چیز کے کنارے ہی ناپاک چیز پڑی ہو) تو پھر نجاست منتقل نہیں ہوتی، مخالطت سے ہماری مراد یہ ہے کہ ناپاک چیز کے کچھ معتد بہ اجزاء پاک چیز میں منتقل ہو جائیں، "مصنف ابن ابی شیبہ" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نماز کے لئے گھر سے چلے اور اس کا پاؤں گندگی پر پڑ جائے تو کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر گندگی تر ہو تو پاؤں کے جس حصے میں وہ لگ جائے اسے دھولیا جائے اور اگر خشک ہو تو پھر کوئی ضرر نہیں پہنچے گا (۷) "کنز العمال" میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اگر تمہارا کپڑا کسی تر گندگی پر گذر جائے تو اسے دھولو اور اگر کسی خشک گندگی سے لگ جائے تو تم پر اسے دھونا لازم نہیں ہوگا" (۸) یہ اس لئے ہے کہ تر نجاست منتقل ہو جاتی ہے اور خشک نجاست کسی اور چیز میں منتقل نہیں ہوتی سنن بیہقی کے اندر یحییٰ بن وثاب سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میں وضو کر کے ننگے پاؤں مسجد کو جاتا ہوں آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں (۹) اس کی وجہ یہ ہے کہ وضو کرنے کی وجہ سے پاؤں پانی کو چوس لیتے ہیں پھر اگر سڑک پر پڑی ہوئی گندگی پاؤں کے قریب ہو جائے یعنی نجاست کے کنارے کو اس کے پاؤں چھولیں تو وہ اس نجاست کا کوئی جز جذب نہیں کریں گے اس لئے ناپاک نہیں ہوں گے اگرچہ پاؤں اس کے کنارے پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ مجاورت نجاست منتقل نہیں کرتی لیکن اگر پاؤں خشک ہوں اور نجاست تر ہو تو اس صورت میں پاؤں نجاست کو چھونے کے ساتھ ہی ناپاک ہو جاتے ہیں اس لئے کہ خشک چیز تر چیز کو جذب کر لیتی ہے جبکہ تر چیز خشک چیز کو جذب نہیں کرتی ہے بنابریں اگر کوئی شخص اپنے خشک پاؤں تر نجاست کے اندر لے جائے یا اس پر اپنے قدم رکھ دے تو یہ خشک پاؤں ناپاک ہو جائیں گے کیونکہ تر نجاست کی رطوبت خشک پاؤں میں جذب ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو، اور اپنے قدموں کے ذریعے گندگی مسجد میں منتقل نہ کرو: "کیونکہ مسجد میں رکھے ہوئے تمام گھڑے تمہارے طہور کے لیے کافی نہیں ہیں" (۱۰) یعنی مسجد میں رکھے ہوئے گھڑوں کا پانی تمہارے قدموں میں لگی ہوئی نجاست کو پاک کرنے کیلئے کافی نہیں ہیں۔

(۲) اگر منجمد چیز کے ساتھ نجاست کی مخالطت ہو جائے تو مذکورہ چیز ناپاک نہیں ہوتی سوائے اس مقام

کے جہاں نجاست لگ گئی ہو۔لیکن اگر نجاست سیال چیزوں کے ساتھ مل جائے تو یہ سیال چیز کے ہر جز میں پھیل جائے گی۔ یہ صورت پانی کے ساتھ نجاست مل جانے کے موقعہ پر واضح ہوتی ہے (دیکھئے مادہ ماء نمبر ٦) اس سے بھی زیادہ واضح صورت وہ ہے جب نجاست گھی کے اندر پڑ جائے کیونکہ ایسی صورت میں اگر گھی جامد حالت میں ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا صرف نجاست پڑنے کی جگہ ناپاک ہو جاتی ہے لیکن اگر گھی سیال شکل میں ہو تو سارا گھی ناپاک ہو جائے گا۔ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا گھی کے گھڑے میں چوہیا گر کر مر گئی، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا ''اگر گھی سیال شکل میں ہے تو اسے مت کھاؤ بلکہ چراغ وغیرہ جلانے میں استعمال کر لو اور اگر جامد شکل میں ہے تو چوہیا اور اس کے اردگرد کے گھی کو پھینک دو اور باقی گھی استعمال کر لو،،(١١) آپ کا یہ قول کہ'' اگر گھی سیال شکل میں ہو تو اسے چراغ وغیرہ جلانے میں استعمال کر لو'' گھی کے اندر نجاست پھیل جانے پر دلالت کرتا ہے۔حضرت ابن عباسؓ کا مسلک چونکہ یہ ہے کہ مذکورہ گھی چراغ میں استعمال کر کے اس سے فائدہ اٹھا لینا جائز ہے اس لئے آپ اسکی بیع کو بھی جائز قرار دیتے تھے بلکہ ہر ایسی نجس چیز کی بیع کو بھی جس سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوتا (١٢)

ج۔ نجاست مادیہ کی قابل معافی صورتیں: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ مادی نجاستوں مثلاً بول و براز اور خون وغیرہ کی معمولی مقدار قابل عفو ہے (١٣) آپ کے نزدیک معمولی مقدار کی حد یہ تھی کہ دیکھنے والا اسے معمولی سمجھے اور کثیر مقدار کی حد یہ تھی کہ دیکھنے والا اسے کثیر سمجھے۔آپ نے فرمایا: ''فاحش یعنی کثیر مقدار وہ ہے جو تمہارے دل کو فحش یعنی کثیر لگے،،(١٤)

د۔ نجاست سے پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جزب)

ھ۔ جس چیز کو مادی نجاست لگ جائے اسے پاک کرنے کا طریقہ

(١) مادی یعنی حسی نجاستوں میں سے جو نجس العین ہوں (ان کا ذکر ہم نے مادہ نجاستہ نمبر ۲ کے جزب میں کر دیا ہے) وہ تو کبھی پاک نہیں ہوسکتیں

(٢) لیکن جو چیز طاہر العین ہو یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہو اور نجاست لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو جائے (دیکھئے مادہ نجاستہ نمبر ۲ کا جزج) تو جامد ہونے کی صورت میں اسے پاک کرنا ممکن ہے

لیکن سیال اشیاء کے ساتھ اگر نجاست مخلوط ہو جائے تو انکی تطہیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں سیال چیز کے ہر جز کے ساتھ نجاست کا اختلاط ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اللہ نے پانی پاک کرنے کیلئے بنایا ہے خود پانی کو پاک نہیں کیا جا سکتا'' (۱۵) لیکن آیا حضرت ابن عباسؓ سیال اشیاء میں سے ایسی چیز کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جو پانی کے ساتھ مختلط نہیں ہوتا مثلاً روغن زیتون اور ناپاک ہو جانے والی کسی چیز کو اسکے ساتھ دھوڈالنے پر اس چیز کے پاک ہو جانے کو جائز قرار دیتے ہیں؟ اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔

۳۔ تطہیر کے ذرائع:

ناپاک ہو جانے والی جامد اشیاء کی تطہیر کے درج ذیل ذرائع ہیں

الف۔ پانی کے ساتھ دھوڈالنا: ناپاک ہو جانے والی چیز کو پانی کے ساتھ اس قدر دھویا جائے کہ اس سے نجاست کا اثر زائل ہو جائے یا اس سے نجاست کے دور ہو جانے کا غالب گمان ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بچے کے پیشاب پر پیشاب کی مقدار پانی ڈال کر اسے دھو دیا جائے'' (۱۶) آپ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے (۱۷) اگر نجاست کتے کے لعاب سے پیدا ہوئی ہو تو ناپاک ہو جانے والے برتن کو سات مرتبہ پانی سے دھویا جائے، اور ان میں کے ایک باری کے ساتھ مٹی بھی استعمال کی جائے (دیکھئے مادہ سورہ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

ب۔ پانی چھڑک دینا: اگر کپڑے کے اندر نجاست والی جگہ نظر نہ آئے تو پورے کپڑے پر پانی چھڑک کر اسے پاک کر لیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کپڑے میں نامعلوم مقام پر مادہ منویہ لگ جانے کی شکل میں اسکی تطہیر کے متعلق فرمایا: ''کپڑے پر پانی چھڑک دیا جائے'' (۱۷ ب) یہ قول اس امر پر مبنی ہے کہ آپ سے مروی ایک روایت کے مطابق مادہ منویہ کو ناپاک قرار دیا گیا ہے۔

ج۔ مٹی کے ساتھ رگڑ دینا: اگر موزے کو نجاست لگ جائے تو مٹی کے ساتھ رگڑ کر نجاست کے عین کو دور کرنے کے ذریعے اسکی تطہیر ہو جائے گی۔ ایسی نجاست عام طور پر چلنے کے دوران لگ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے کہ آپ نے جوتے پہن کر نماز پڑھی ہو (۱۸) اگر چلنے کے دوران موزے میں نجاست لگ جائے تو چلنے کی بنا پر

مٹی کے ساتھ موزے کا رگڑ کھانا اور اس کے نتیجے میں نجاست کے عین کا دور ہو جانا موزے کو پاک کر دے گا۔ یہی حکم اس طویل کپڑے یعنی ازار اور شلوار نیز چادر وغیرہ کا ہے جسے پہننے اور اوڑھنے والا ناپاک زمین سے گذرے اور اس کپڑے میں ناپاکی لگ جائے اور پھر وہ پاک زمین سے گذرے اور اس کے ساتھ رگڑ کھا کر نجاست کپڑے سے دور ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''زمین کے بعض حصے بعض حصوں کی تطہیر کر دیتے ہیں''[۱۹] یہ مسئلہ دفع حرج پر مبنی ہے۔

د۔ دباغت: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جو جانور زندہ ہونے کی صورت میں پاک ہوتے ہیں اگر وہ مر جائیں تو انکی مردار کھال دباغت کے ذریعے ظاہری اور باطنی طور پر پاک ہو جائے گی (دیکھئے مادہ دباغۃ) نیز (مادہ اھاب)

ہ۔ خشک ہو جانا: آپ کی رائے تھی کہ اگر زمین پر لگی ہوئی نجاست کا عین خشک ہو کر زائل ہو جائے تو زمین پاک ہو جائے گی۔ آپ کے قول ''زمین پر جنابت نہیں ہوتی''[۲۰] نیز چار ''چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں'' (ان میں سے ایک زمین ہے) کے یہی معنی ہیں، اسکی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

ز۔ آپ سے یہ قول مروی ہے کہ ''چار چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں، انسان پانی، کپڑا اور زمین''[۲۱] ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''کپڑے پر جنابت نہیں ہوتی، زمین پر نجاست نہیں ہوتی، اس شخص پر جنابت نہیں ہوتی جو کسی جنبی شخص کو ہاتھ لگا دے اور پانی پر جنابت نہیں ہوتی''[۲۲] میرے نزدیک اس قول کے دو معنی ہیں اور ان میں سے ایک نہ ایک معنی یہاں مراد ہے۔

پہلا معنی یہ ہے کہ انسان زندگی کے دوران اور موت آنے پر نجس العین نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ پانی کپڑے اور زمین سے جب نجاست کے اثرات زائل ہو جائیں تو تطہیر کے بغیر ہی وہ پاک ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک کثیر پانی اس وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس میں نجاست کے اثرات ظاہر ہو جائیں دیکھئے مادہ ماء نمبر ۲ جزب) اگر نجاست کے اثرات ظاہر ہونے کے بعد از خود دور ہو جائیں تو اس کے نتیجے میں پانی پاک ہو جائے گا، اس طرح اگر زمین سے نجاست کے اثرات زائل ہو جائیں یعنی خشک ہو کر تو زمین پاک ہو جائے گی کپڑے کو بھی اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ اگر کپڑے کو دھوئے بغیر اس سے نجاست کے اثرات دور ہو جائیں تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔ یہی بات راجح ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ نجاست سے اجتناب نماز کی صحت کیلئے شرط نہیں ہے، اگر یہ نماز کی صحت کیلئے شرط نہیں ہے۔ جبکہ نماز غایت ہے، تو وضوء کی صحت کے لئے بھی پانی کا نجاست سے مبرا ہونا شرط نہیں ہوگا کیونکہ وضو وسیلہ ہے اور وسیلہ اس بلند درجے کا حامل نہیں ہوتا جس کی غایت حامل ہوتی ہے۔ بنابریں بدن کی نجاست یا زمین کی نجاست یا کپڑے کی نجاست یا وضو والے پانی کی نجاست کی وجہ سے نماز سے اجتناب نہیں کیا جائے گا۔

ز۔ ان مائعات کی فروخت جن کے اندر نجاست گر گئی ہو: ابن حزم نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ان مائعات کی فروخت جائز ہے جن کے اندر نجاست گر گئی ہو ان سے بایں صورت فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے کہ چراغ جلانے اور کشتی کے پیندے پر کولتار وغیرہ ملنے میں انہیں استعمال کر لیا جائے [۲۳] دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کے جزج کا جز۴)

ط۔ بدن کا کوئی عضو اگر ناپاک ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جزھ)

ی۔ بدن سے خارج ہونے والی ہر ناپاک چیز کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھیے مادہ وضو نمبر ۷ کا جز الف)

ک۔ ناپاک مٹی کے ساتھ تیمم نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۵ کا جز ب)

۴۔ معنوی نجاست

الف۔ تعریف: نجاست معنویہ ایک غیر محسوس امر ہے جسے شارع نے نماز کیلئے نیز بعض دیگر تصرفات کے لیے مانع قرار دیا ہے

ب۔ نجاست معنویہ کے اسباب وہی ہیں جو غسل کے وجوب کے اسباب ہیں (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جزو) نیز نواقض وضوء میں سے کسی ناقض کا وقوع پذیر ہو جانا بھی (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۷)

ج۔ نجاست معنویہ کن باتوں کے لئے مانع جاتی ہے؟ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳) نیز (مادہ حیض نمبر ۵)

د۔ نجاست معنویہ دور کرنے کے ذرائع (دیکھئے مادہ غسل) نیز (مادہ وضوء)

۵۔ نجاست اور طہارت کے بارے میں وسوسہ لاحق ہونا:

وسوسہ ایک ایسا دروازہ ہے جس کے ذریعے شیطان انسان کے دل ودماغ تک رسائی حاصل کر

لیتا ہے تا کہ اسے پریشانی میں مبتلا کر کے ترک عبادت پر یا کم از کم عبادت کو وبال جان سمجھنے پر اسے آمادہ کر لے۔ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جب میں نماز پڑھنے لگتا ہوں تو مجھے تری محسوس ہوتی ہے آپ نے اسے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا: ''پانی کا ایک پیالہ اپنے کپڑوں پر چھڑک لو اور جب تمہیں تری محسوس ہو تو دل سے کہو کہ یہ اس پانی کی تری ہے'' یہ مشورہ حاصل کر کے وہ آدمی چلا گیا اور پھر کچھ عرصے کے بعد آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اب مجھے سابقہ وسوسہ لاحق نہیں ہوتا (۲۴)

نذر (نذر ماننا)

۱۔ تعریف: نذر ماننا یہ ہے کہ اللہ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک شخص اپنے اوپر کوئی مباح فعل واجب کر لے۔

۲۔ نذر پوری کرنے کا حکم: ایسی نذر جسے پورا کرنا واجب ہو جائے یعنی اس راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو، اسے پورا کرنا بالا جماع واجب ہے

نذر کی چھ قسمیں ہیں۔ان میں سے چار کا ذکر حضرت ابن عباسؓ نے منصوص طریقے سے کرتے ہوئے فرمایا: نذر چار ہیں: جو شخص کوئی نذر مانے اور اس کا تعین نہ کرے اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، جو شخص کسی معصیت کی نذر مانے اس کا کفارہ بھی قسم کے کفارہ کی طرح ہے، جو شخص ایسی بات کی نذر مانے جو اسکی طاقت سے باہر ہو تو اس کا کفارہ بھی وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے اور جو شخص ایسی بات کی نذر مانے جسکی اسے طاقت ہو تو وہ اپنی نذر پوری کرے'' (۲۵) اس پر ہم دو قسموں کا اور اضافہ کریں گے۔ یہ دونوں قسمیں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کے فقہ کے استقراء سے معلوم ہوئی ہیں۔اسکی تفصیل آگے آئے گی

الف۔ ایسی چیز کی نذر جس کا ذکر اور تعین نہ ہو: مثلاً ایک شخص کہے: ''میں نذر مانتا ہوں یا مجھ پر اللہ کے لئے نذر واجب ہے'' ایسی نذر حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سخت ترین قسم ہے اور اس میں کفارہ واجب ہوتا ہے (۲۶) آپ نے فرمایا: ''نذر کا اگر ذکر اور تعین نہ کیا جائے تو وہ سخت ترین قسم ہو گی اور اس میں سخت ترین کفارہ واجب ہو گا۔ وہ ایک غلام آزاد کرے گا'' (۲۷) نیز فرمایا'' اگر نذر میں کسی چیز کا ذکر نہ ہو تو وہ سخت ترین قسم ہو گی، اس پر ایک غلام آزاد کرنا یا دو ماہ پے در پے روزہ رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہو گا (۲۸)'' حضرت ابن عباسؓ سے یہی صحیح روایت ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے''۔ (۲۹)

ب۔ نذر معصیت: معصیت والی نذر پوری کرنا حلال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''معصیت کی نذر پوری نہیں کی جائے گی''۔ (۳۰)

(۱) پھر دیکھا جائے گا کہ اگر نذر مانی ہوئی معصیت کا کوئی مشروع بدل ہے تو اسے اس بدل کی طرف پھیر دینا واجب ہوگا۔ اگر ایک شخص اپنے آپ کو یا کسی اور کو ذبح کر دینے کی نذر مان لے تو اس پر ایک مینڈھا ذبح کرنا واجب ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں تو ایک مینڈھا اسکے عوض میں دے دیا۔ اس طرح انسان کو ذبح کرنے کا بدل مینڈھا ذبح کر دینا قرار پایا اگر جان کی نذر ماننے والا جان کی دیت ادا کر دے تو بھی جائز ہوگا کیونکہ دیت (سو اونٹ) جان کا بدل ہے۔ الحکم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے آپ کو ذبح کرنے کی نذر مان لے وہ اپنی دیت بھرے گا یا ایک مینڈھا ذبح کرے گا''۔ (۳۱) بعض روایت میں مینڈھے کا ذکر ہے دیت کا ذکر نہیں ہے کیونکہ مینڈھا کم سے کم ہے۔ سالم بن ابی الجعد وغیرہ نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں دشمن کے علاقے میں قید تھا۔ میں نے نذر مان لی کہ اگر اللہ مجھے یہاں سے چھٹکارا دلا دے تو میں فلاں کام کروں گا اور اپنے آپ کو ذبح کرلوں گا، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''میرے پاس اس آدمی کو لاؤ، لوگوں نے اسے تلاش کیا تو دیکھا کہ اپنے آپ کو ذبح کرنے کیلئے گھٹنوں کے بل بیٹھ چکا ہے۔ لوگ اسے آپ کے پاس لے آئے، آپ نے اس سے فرمایا: تمہارا برا ہو، تم نے تین حرام باتوں کو حلال کرنے کا ارادہ کرلیا، تم نے چاہا کہ بلد حرام یعنی مکہ کو حلال کرلو، اپنے رشتۂ جان کو کاٹ ڈالو حالانکہ یہ تمہارا قریب ترین رحم یعنی رشتہ ہے اور حرام خون بہاؤ، کیا تمہیں سو اونٹ مل جائیں گے؟ یعنی دیت اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اب چلے جاؤ اور ہر سال تھوڑے تھوڑے اونٹ ذبح کرلو' جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا'' اگر میں اسے ایک مینڈھا ذبح کرنے کیلئے کہہ دیتا تو یہ بھی کافی ہوتا''۔ (۳۲) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نذر مانی ہے کہ میں اپنے آپ کو ضرور

ذبح کرلوں گا، یہ سن کر آپ نے سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۲۱ تلاوت کی ترجمہ ہے (تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے) پھر سورۃ صافات کی آیت ۱۰۷، تلاوت کی جس کا ترجمہ ہے (اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اسکے عوض میں دیا)، پھر آپ نے اسے ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا (۳۳) ابن قدامہ نے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو یا کسی اور کو ذبح کرنے کی نذر مان لے تو اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے دو روایتیں منقول ہیں پہلی روایت کے مطابق مذکورہ شخص پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور دوسری روایت کے مطابق اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا (۳۴) یہ بات درست نہیں ہے واللہ اعلم کیونکہ اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے صرف ایک ہی روایت منقول ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ شخص پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا۔ شاید ابن قدامہ نے مذکورہ شخص پر قسم کا کفارہ لازم ہونے کی بات اس روایت سے اخذ کی ہے جس کے تحت بیان ہوا ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس آگئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دینے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: اپنے بیٹے کو مت ذبح کرو بلکہ اپنی قسم کا کفارہ دے دو'' (۳۵) لیکن آپ نے یہاں یہ کفارہ بیان نہیں کیا، یہاں یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ شاید مذکورہ عورت نے اس نذر کو قسم کی شکل دے دی ہو اور حضرت ابن عباسؓ نے اس وجہ سے اس پر قسم کا کفارہ لازم کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جب اس شخص کو قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا جس نے اپنے آپ کو ذبح کر لینے کی نذر مانی تھی تو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ ایک چیز جو اصل کے اعتبار سے حرام ہے اسکی نذر ماننے کا کفارہ کس طرح واجب ہوگا، دراصل حضرت ابن عباسؓ نے اس معاملہ کو قیاس کی طرف راجع کر دیا تھا اور اسے ظہار پر قیاس کیا تھا۔ ایک عورت نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی قربانی کی نذر مان لے تو اس کا کیا حکم ہوگا، آپ نے جواب دیا کہ وہ اپنے بیٹے کی قربانی نہ دے بلکہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے، آپ سے پوچھا گیا کہ شیطان کی طاعت کے اندر کفارہ کس طرح واجب ہوسکتا ہے اس کا جواب حضرت ابن عباسؓ نے یہ دیا کہ ''جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ان کے ظہار کا جو کفارہ مقرر کیا گیا ہے وہ تمہیں معلوم نہیں ہے'' (۳۶)

(۲) اگر نذر مانی ہوئی چیز یعنی منذور کا کوئی بدل نہ ہو تو اس صورت میں کیا نذر ساقط ہو جائے گی یا اس

میں قسم کا کفارہ واجب ہوگا؟

ہم نے حضرت ابن عباسؓ کا قول ''جو شخص کسی معصیت کی نذر مانے اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے'' گذشتہ پیرے میں بیان کیا تھا۔ یہ قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ معصیت کی جس نذر کا کوئی بدل نہیں ہے وہ قسم کا کفارہ واجب کردے گی تاہم اس قسم کی نذر کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے جو روایتیں منقول ہیں ان کا استقراء مذکورہ نذر کے ساقط ہو جانے پر دال ہے، آپ نے ایسی نذر کے ساتھ کسی کفارے کا ذکر نہیں کیا۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ غار حرا کے اندر جا کر دن بھر رات ہونے تک برہنہ بیٹھا رہوں، آپ نے اسکی مضحکہ خیز نذر سن کو فرمایا: ''بس شیطان نے تمہیں رسوا کرنے کا ارادہ کرلیا ہے'' پھر سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۲۷ تلاوت فرمائی ترجمہ ہے (اے بنی آدم شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے)'' جاؤ جا کر وضو کرو، اپنے کپڑے پہنو اور حراء کے اندر دن بھر رات آنے تک نمازیں پڑھو''(۳۷) ہم نے یہاں دیکھ لیا کہ آپ نے حرام فعل یعنی کشف عورت کو تو ساقط کردیا اور باقی ماندہ منذور کو برقرار رکھا اور کسی کفارے کا ذکر نہیں کیا۔ ایک عورت حضرت معاویہؓ کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ سر پر دوپٹہ نہیں رکھوں گی، حضرت معاویہؓ نے اس سے کہا کہ تم جا کر یہ مسئلہ ابن عباسؓ پوچھو اور واپس آکر مجھے ان کا جواب بتاؤ، وہ عورت حضرت ابن عباسؓ کے پاس گئی آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنے سر پر دوپٹہ رکھو، اس نے جب حضرت معاویہؓ کو اس جواب سے آگاہ کیا تو انہیں یہ جواب بڑا اچھا لگا۔ (۳۸) یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کسی کفارے کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی تاکید آپ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ ''جو شخص اپنے مملوک کی پٹائی کا حلف اٹھالے تو اسکے حلف کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسکی پٹائی نہ کرے، اگر کفارہ دیدے تو بہتر ہے''(۳۹)

ج۔ ایسی بات کی نذر جو طاقت سے باہر ہو اپنی اس تقسیم کے اعتبار سے عموماً نذر معصیت کی طرح ہے کہ اس کا کوئی بدل ہے یا بدل نہیں ہے۔

(۱) اگر اس کا کوئی ایسا بدل ہو جو نذر ماننے والے کی طاقت کے اندر ہو تو اس بدل کیطرف مذکورہ نذر کو پھیر دینا واجب ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مکہ معظمہ پیدل جانے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ پیدل جائے گا اور جب پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے گا تو سوار ہو جائے گا۔ پھر جب اگلا سال آئے گا تو جتنا سفر اس نے سوار ہو کر طے کیا تھا اسے پیدل

طے کرے گا اور جتنا سفر اس نے پیدل طے کیا تھا اسے سوار ہو کر طے کرے گا اور ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) کی قربانی دے گا"۔[۴۰]

اس طرح دوسرے حج کے لئے پیدل سفر پہلے حج میں فوت شدہ پیدل سفر کا بدل یا قضا ہو جائے گا۔ اس بدل کے ساتھ واجب ہونے والا دم جبران یعنی تلافی کا دم ہوگا۔ یہ دم حج کے اعمال میں واقع ہونے والے کسی کمی یا خلل کی تلافی کے طور پر واجب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے بدل کے ساتھ یہ دم اس روایت پر عمل کرتے ہوئے واجب کر دیا تھا جس کے راوی آپ خود ہیں، آپ نے حضور ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی ہمشیرہ نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی جبکہ انہیں پیدل سفر کی طاقت نہیں تھی حضور ﷺ نے حضرت عقبہؓ سے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے پیدل سفر سے مستغنی ہے، وہ سوار ہو کر سفر کرے اور ایک بدنہ ذبح کرے"۔[۴۱] یہاں سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ قضا اور دم فعل کا بدل ہیں۔

اگر پیدل سفر حج کی نذر ماننے والا پوری مسافت پیدل طے کرنے سے عاجز ہو تو اس کے لئے اپنے غلام یا اپنے بیٹے سے مدد لینا ممکن ہے، کسی اور سے نہیں کیونکہ غلام اور بیٹا دونوں اسکی ملکیت ہوتے ہیں۔ وہ جتنی مسافت پیدل طے کر سکتا ہو کر لے گا اور پھر اس کا غلام اور بیٹا باقیماندہ مسافت اسکے بدل کے طور پر پیدل طے کریں گے، بکر بن عبداللہ المزنی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس عورت کو جس نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی حکم دیا تھا کہ وہ ایک غلام خرید لے اور پھر اسکے ساتھ پیدل حج پر روانہ ہو جائے، جب وہ پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے تو غلام کو پیدل چلائے اور آپ سوار ہو کر سفر جاری رکھے جب غلام پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے تو وہ سوار ہو جائے اور اسکی مالکن پیدل چلے۔ پھر جب وہ حج ادا کر لے تو اس غلام کو آزاد کر دے۔[۴۲] ام حبیبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے پیدل مکہ جانے کی نذر مانی تھی، وہ پیدل نکل پڑیں اور جب بطن عقبہ پہنچ گئیں تو پیدل چلنے سے عاجز ہو گئیں اور پھر سوار ہو کر سفر طے کیا، پھر انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے ان سے دریافت کیا کہ "کیا تم یہ کر سکتی ہو کہ دوبارہ حج پر چلی جاؤ اور جس مقام تک تم پچھلی مرتبہ پیدل چلی تھی وہاں تک سوار ہو کر جاؤ اور پھر وہاں سے باقیماندہ سفر پیدل طے کرو؟" انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا "کیا تمہاری کوئی بیٹی ہے جو تمہاری طرف سے پیدل چل سکے؟ انہوں نے کہا کہ میری دو بیٹیاں ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو اس کام سے سے اونچا سمجھتی

ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''پھر اللہ سے استغفار کرو''،(۴۳)

اگر مذکورہ نذر ماننے والا پیدل چلنے سے عاجز ہو جائے اور اس کا کوئی غلام یا بیٹا نہ ہو جو اسکی طرف سے پیدل چلنے کا بوجھ اٹھالے لیکن وہ دم دینے پر قادر ہو تو یہ دم اسکے لئے کافی ہو جائے گا اور اسکے پیدل سفر کا بدل بن جائے گا عطاء سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے حرم تک پیدل سفر کرنے کی نذر مانی تھی فرمایا'' جہاں تک پیدل جا سکو چلے جاؤ، پھر سوار ہو جاؤ اور جانور ذبح کرو یا صدقہ دو'' (۴۴)

اگر مذکورہ نذر ماننے والا پیدل چلنے سے عاجز ہو، اور اسے کوئی غلام یا بیٹا بھی میسر نہ ہو جو اسکی طرف سے پیدل چلنے کی مشقت برداشت کر سکتا ہو نیز وہ دم دینے اور صدقہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو اس صورت میں اس کے لئے استغفار ہی کافی ہوگا، اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جس شخص نے نذر مانی ہو کہ وہ پشت اور پنڈلیوں کو کپڑے سے باندھ کر بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے گا تو وہ چودہ مرتبہ بیت اللہ کے گرد چکر لگائے، سات مرتبہ اپنی ٹانگوں کے لئے اور سات مرتبہ اپنی پشت کے لئے'' آپ نے اسے کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا(۴۵) ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ اپنے گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''لوگوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اس طرح بیت اللہ کا طواف کریں اسے چودہ مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیئے، سات مرتبہ اپنی ٹانگوں کے لئے اور سات مرتبہ اپنے ہاتھوں کے لئے، راوی نے آپ سے پوچھا کہ آپ اسے کوئی کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیں گے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا(۴۶) یہاں یہ کہنا ممکن ہے کہ درج بالا صورت نذر معصیت کی صورت تھی کیونکہ یہ طواف کی ہیئت مسنونہ سے ہٹ کر کسی اور ہیئت کے تحت طواف کرنے کی نذر تھی، یہ تاویل بھی درست ہے۔

بنی رباط کی ایک عورت کے بارے میں مروی ہے کہ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر وہ اپنے ایک بھائی سے نفقہ لے تو منھ کے بل چل کر مکہ جائے گی، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس نے تو اللہ کی معصیت کی نذر مان لی ہے اسے چاہیئے کہ وہ سوار ہو کر جائے اور جب وہ حرم کے پاس پہنچ جائے تو عمرے کا احرام باندھ لے اور پھر پیدل چلے حتی کہ اسے بیت اللہ نظر آجائے(۴۷) آپ نے اس نذر کو معصیت کی نذر اس لئے قرار دی تھی کہ اس نے اپنے آپ کو ایک مشکل کام کا مکلف بنا لیا تھا۔ جبکہ اللہ تعالی صرف آسانی کا حکم دیتا ہے۔

(۲) اگر طاقت سے باہر مانی ہوئی نذر کا کوئی بدل نہ ہو تو ایسی صورت میں نذر ساقط ہو جائے گی اور نذر ماننے والے پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی جیسا کہ گذشتہ پیرے میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عباسؓ نے اس عورت کو استغفار کرنے کا حکم دیا تھا جسے اپنی نذر کا کوئی بدل میسر نہیں آیا تھا، آپ نے اسے قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

د۔ ایسی نذر جس کا وقوع متعدد صورتوں میں ہوتا ہے۔ ایسی نذر پوری کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ نذر ماننے والا سب سے آسان صورت اختیار کر کے اپنی نذر پوری کر لے چنانچہ اگر کوئی شخص پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مان لے تو اگر اس نے کسی متعین مقام کی نیت کی ہو تو اس پر مذکورہ مقام سے پیدل چلنا لازم ہوگا۔ اگر اس نے کسی متعین مقام کی نیت نہ کی ہو تو ایسی صورت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق وہ سوار ہو کہ سفر شروع کرے اور جب میقات پر پہنچ جائے تو وہاں سے پیدل آگے چلے[۴۸] اس روایت کی وجہ تعلیل یہ ہے کہ حج کے افعال میقات سے شروع ہوتے ہیں دوسری روایت کے مطابق جو شخص پیدل حج کی نذر مان لے وہ مکہ سے حج کرے[۴۹] اس روایت کی وجہ تعلیل یہ ہے اہل مکہ نیز حج تمتع کرنے والے اپنا حج مکہ سے شروع کرتے ہیں۔ یہ روایت شاید حضرت ابن عباسؓ کی فقہی منطق سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ یہ فقہی منطق آپ کے فتووں میں تیسیر یعنی آسانی پیدا کرنے کو بنیاد اور اساس قرار دیتی ہے۔

جو شخص ہدی (حرم میں ذبح ہونے والے جانور) کی نذر مانے اس کے لئے ایک بکری کافی ہوگی کیونکہ ہدی کے اندر کم سے کم جو جانور درست ہوتا ہے وہ بکری ہے۔ ایک شخص نے ہدی دینے کی نذر مانی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ ہدی بکری سے کم نہ ہو''[۵۰] ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے بدنہ (اونٹ) کی قربانی کی نذر مانی ہے کیا میرے لئے جذعہ (پانچویں سال کا اونٹ) کافی ہوگا۔ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا[۵۱]

ھ۔ ایسی نذر جو قسم کی صورت میں ہو: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ہر ایسی نذر جو قسم کی صورت میں مانی گئی ہو اگر نذر ماننے والا اسے پوری کر لے تو فبہا اور اگر حانث ہو جائے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''غضب اور غصے کی حالت میں جو قسم کھائی جائے وہ

شیطانی اقدام ہوگا اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہوگا[۵۲] ابو رافع سے مروی ہے کہ انکی بیوی نے انکی دوسری بیوی اور ا نکے درمیان علیحدگی کرانے کا اردہ کر کے کہا کہ: "اگر وہ دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کرائے گی تو وہ ایک دن یہودیہ ہوگی اور ایک دن نصرانیہ، اس کا ہر مملوک آزاد ہوگا، اس کا سارا مال اللہ کی راہ میں جائے گا اور اس پر پیدل حج لازم ہوگا۔" پھر اس نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم ہاروت اور ماروت بننا چاہتی ہو" (دو فرشتوں کے نام جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں انسانی شکل میں دنیا میں آئے تھے اور لوگوں کو اس غرض سے جادو کی تعلیم دیتے تھے کہ لوگ پیغمبر کے معجزے اور جادو میں فرق کریں، انکے سکھائے ہوئے جادو میں یہ اثر تھا کہ اس سے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جاتی تھی) پھر آپ نے مذکورہ عورت کو حکم دیا کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور اپنے شوہر اور انکی بیوی کا پیچھا چھوڑ دے۔ (۵۳)

اس حکم سے وہ نذر مستثنیٰ ہے جس کے تحت ایک شخص قسم کی صورت میں اپنا سارا مال صدقہ کر دینے کی نذر مان لے۔ اس نذر کی وجہ سے اس پر قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ اس پر اتنا مال صدقہ کر دینا لازم ہوگا جو اسکے مال کی زکوٰۃ کے مساوی ہو[۵۴] ایک عورت نے قسم کھالی کہ اگر اس کا شوہر فلاں کام نہ کرے تو اس کا یعنی عورت کا سارا مال اللہ کی راہ میں دے دیا جائے گا اور اس کی لونڈی آزاد ہو جائے گی، دوسری طرف شوہر نے قسم کھالی کہ وہ مذکورہ کام نہیں کرے گا، عورت نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا: "لونڈی آزاد ہو جائے گی، رہ گیا سارا مال اللہ کی راہ میں دینے کا سوال تو اپنے مال کی زکوۃ صدقہ کر دو"(۵۵)

۴۔ نذر کسی اور عبادت میں مدغم کر کے پوری کر دینا:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جو شخص کسی معین عبادت مثلاً روزہ، نماز اور حج وغیرہ کی نذر مان لے تو اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اپنی یہ نذر اپنے اوپر کسی اور واجب عبادت میں مدغم کرے جو اسکی نذر کی مماثل ہو۔ ایک شخص نے حج کرنے کی نذر مانی، یہ فرض حج نہیں تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس کا ایک حج دونوں (فرض حج اور نذر کے حج) کے لئے کافی ہو جائے گا[۵۶] آپ کے پاس ایک عورت آئی جس

نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور حج نہیں کیا تھا، پھر اس نے حج کرلیا تھا (یعنی فرض حج) جب آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''رب کعبہ کی قسم، تم نے اپنی نذر پوری کرلی''[(۵۷)] یہی مسئلہ عکرمہ سے پوچھا گیا تھا، انہوں نے جواب دیا تھا کہ اس کا ایک حج اسکی نذر کے حج نیز فرض حج دونوں کے لئے کافی ہو جائے گا، انہوں نے مزید کہا تھا کہ اگر ایک شخص چار رکعتیں پڑھنے کی نذر مان لے اور پھر عصر کی نماز پڑھ لے تو کیا یہ نماز اسکی نذر اور عصر کی نماز دونوں کیلئے کافی نہیں ہو جائے گی؟ عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے جب اپنے مذکورہ بالا جواب کا ذکر حضرت ابن عباسؓ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے درست جواب دیا اور اچھا جواب دیا''[(۵۸)] (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵)

اگر ایک شخص فلاں کی آمد کے دن سے ایک ماہ روزہ رکھنے کی نذر مان لے اور اتفاق سے مذکورہ فلاں شخص رمضان کی پہلی تاریخ کو آجائے تو ماہ رمضان کا روزہ اسکی نذر اور رمضان کے روزوں دونوں کے لئے کافی ہوگا[(۵۹)]

۵۔ میت کی طرف سے اسکی نذر پوری کرنا:

اگر ایک شخص کوئی نذر مانے اور پوری کرنے سے قبل ہی اسکی وفات ہو جائے تو اس کا ولی اس طرف سے یہ نذر پوری کریگا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص وفات پا جائے اور اسکے ذمہ کوئی نذر ہو تو اس کا ولی اسکی طرف سے یہ نذر پوری کرے گا''[(۶۰)] بنابریں عبداللہ بن ابی بکر کی نانی نے مسجد قباء تک پیدل جانے کی نذر مانی تھی اور نذر پوری کرنے سے پہلے وفات پا گئی تھی، حضرت ابن عباسؓ نے فتویٰ دیا تھا کہ مرحومہ کی بیٹی اپنی ماں کی طرف سے مسجد قباء تک پیدل جائے[(۶۱)] عبیداللہ بن عبداللہ نے آپ سے پوچھا کہ میری ماں نے اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی لیکن نذر پوری کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئی تھی، آپ نے فرمایا: ''اسکی طرف سے روزے کے ساتھ اعتکاف کرو''[(۶۲)] (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۵) ایک شخص نے پوچھا کہ میری ماں نے فلاں مقام پر جا کر نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی اور نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہوگئی تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کی طرف سے نماز پڑھو[(۶۳)] اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کی نذر مانے اور پھر اس کی وفات ہو جائے تو اس کا ولی اسکی طرف سے روزہ رکھے گا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جزج)

۶۔ناذر کا منذور سے فائدہ اٹھانا:

نذر ماننے والے کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنی نذر شدہ چیز سے کسی قسم کا کوئی فائدہ اٹھائے، جو شخص ہدی ذبح کرنے کی نذر مان لے تو اس کیلئے مذکورہ جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہوگا۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ہدی کے ہر جانور کا گوشت کھایا جائے گا مگر اس ہدی کا گوشت نہیں کھایا جائے گا جو حرم کے شکار کے بدلہ کے طور پر یا فدیہ کے طور پر یا نذر کے طور پر ذبح کیا گیا ہو''(۶۴) (دیکھئے مادہ طعام نمبر۲ جز ب کا جز ۵)

نسب (نسب)

۱۔ تعریف: نسب اس قرابتداری یا رابطے کو کہتے ہیں جو فروع کو اصول کے ساتھ مربوط کر دے

۲۔بچے کا نسب:

لعان اور زنا کی دو صورتوں کے علاوہ تمام صورتوں میں بچے کا نسب باپ کی طرف عائد ہوگا۔ مذکورہ دونوں صورتوں کے اندر بچے کا نسب اسکی ماں کی طرف عائد ہوگا (دیکھئے مادہ لعان نمبر۴ کا جز ب) نیز (مادہ ارث نمبر۶ کے جز ی کے جز ا کا جز الف) یہ اجماعی مسئلہ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۔نسب کے بارے میں طعنہ زنی:

حضرت ابن عباسؓ نسب کے بارے میں طعنہ زنی کو ناجائز اور مکروہ قرار دیتے تھے اور اسے جاہلیت کا طریقہ سمجھتے تھے آپ فرماتے: ''نسب میں طعنہ زنی کرنا نیز نوحہ کرنا جاہلیت کا طریق کار ہے'' (۶۵)

۴۔نسب ثابت ہونے کے ذرائع:

درج ذیل امور سے نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

الف۔ اقرار: اگر ایک مجہول النسب شخص کے نسب کا اقرار کر لیا جائے تو اس سے بالاجماع نسب ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ اصل کے اعتبار سے نسب کے اثبات کیلئے حیلہ کیا جا سکتا ہے،

ب۔ فراش یعنی بستر: جس شخص کے بستر پر اس کی بیوی یا لونڈی کے بطن سے بچہ پیدا ہو جائے (بستر

سے مراد یہ ہے کہ بیوی اسکی زوجیت میں ہو یا لونڈی اسکی ملکیت میں ہو اور پھر اس دوران اسکے بطن سے کوئی بچہ پیدا ہو جائے) اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ وہ اس کے نسب کی نفی نہ کر دے نیز یہ بچہ کم سے کم مدت حمل یعنی شادی سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہو (دیکھئے مادہ حمل نمبر۲ کا جز الف)

ج۔ قیافہ شناسی: اگر قیافہ شناس ایک بچے کے بارے میں فیصلہ دے دے کہ اس کا نسب فلاں شخص سے ثابت ہے تو اس کا نسب مذکورہ شخص سے ثابت ہو جائے گا۔ زیاد بن ابی زیاد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا۔ میرے خیال میں اس کا تعلق بنی کرز سے تھا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابن عباسؓ ایک بچے کو برا بھلا کہہ رہے ہیں، بچے کی ماں اسے اٹھائے ہوئے تھی، یہ دیکھ کر اس شخص نے کہا کہ: "یہ بچہ آپ کا ہی ہے" یہ سن کر آپ نے بچے کو بلایا اور اسکی ماں کو اپنی سواری پر سوار کر لیا، دراصل آپ نے اپنی ذات سے اس بچے کی نسب نفی کر دی تھی۔

ابن حزم نے یہ روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے ایک بچے کے نسب کی نفی کر دی تھی، پھر آپ نے قیافہ شناس ابن کلدہ کو بلوایا۔ اس نے بچے کو دیکھ کر کہا کہ یہ بچہ آپ کا ہی ہے، یہ سن کر آپ نے اس بچے کا نسب اپنی طرف منسوب کر لیا۔ (٦٦)

۵۔ نسب کی نفی:

الف۔ اگر بیوی کسی بچے کو جنم دے تو اس بچے کا نسب اسکے شوہر کی طرف ہو گا۔ اگر شوہر اس بچے کے نسب کی نفی کرنا چاہے تو یہ بات صرف لعان کے ذریعے ہو سکے گی۔ لعان کر لینے کی صورت میں بچے کا نسب اس سے منقطع ہو کر اسکی ماں کے ساتھ ملحق ہو جائے گا (دیکھئے مادہ لعان نمبر۴ کا جز ب) نیز (مادہ قذف نمبر۳)

ب۔ اگر غیر شادی شدہ لونڈی کسی بچے کو جنم دے تو حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس بچے کا نسب لونڈی کے آقا کے ساتھ ملحق ہو جائے گا بشرطیکہ آقا اس بچے کی نفی نہ کر دے۔ اگر وہ نفی کر دے تو اس نفی کے لزوم کے لئے لعان کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے

گی۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک لونڈی تھی جس کے ساتھ آپ ہمبستری کرتے تھے لیکن عزل کرتے تھے، اس لونڈی کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہو گیا۔ اور آپ نے اس کے نسب کی نفی کر دی۔ (۶۷)

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کی نفی کر دے اور پھر قیافہ شناس یہ فیصلہ کر دیں کہ یہ بچہ مذکورہ شخص کے نطفے سے ہے تو اس کا نسب اس شخص کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا۔ زیاد بن ابی زیاد کی یہ روایت پہلے گذر چکی ہے کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ تھا، ایک شخص آپ کے پاس آیا میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق بنی کرز سے تھا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابن عباسؓ ایک بچے کو برا بھلا کہہ رہے ہیں یعنی نسب کی نفی کر رہے ہیں بچے کی ماں بچے کو اٹھائے ہوئے تھی۔ آنے والا شخص قیافہ شناس تھا اس نے آپ سے کہا کہ یہ بچہ آپ کا ہی ہے، یہ سن کر آپ نے بچے کو بلایا اور اسکی ماں کو اپنی سواری پر سوار کر دیا آپ نے دراصل اس بچے کے نسب کی نفی کر دی تھی۔ اس روایت میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے پہلے اپنے ایک بچے کے نسب کی نفی کر دی لیکن جب قیافہ شناس نے کہا کہ بچہ آپ کا ہی ہے تو اسے اپنے ساتھ ملحق کر لیا۔

نسخ (نسخ کا عمل)

۱۔ تعریف: نسخ یہ ہے کہ ایک حکم کو جو کسی شرعی دلیل کی بنا پر ثابت ہو کسی ایسی شرعی دلیل کے ذریعے باطل قرار دیا جائے جو پہلی شرعی دلیل سے متاخر ہو۔

۲۔ نسخ کا جواز: جو حضرات نسخ کے قائل ہیں انکے نزدیک قرآن کے ذریعے قرآن کا نسخ جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سنت کے ذریعے بھی قرآن کا نسخ جائز ہے۔ سورۃ انعام آیت نمبر ۱۴۱ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (اسکی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو) یہ حکم عشر اور نصف عشر کے ذریعے جو زکوۃ کے طور پر واجب ہیں، منسوخ ہو گیا، جبکہ عشر اور نصف عشر یعنی زرعی پیداوار کا دسواں اور بیسواں حصہ، دونوں سنت سے ثابت ہیں۔ (۶۸)

نسیان (بھول جانا)

اصول تو یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنے اوپر واجب شدہ عمل کو بروئے کار لانا بھول جائے تو جس

وقت بھی اسے یاد آ جائے وہ اسے بروئے کار لے آئے۔ مثلاً اگر ایک شخص غسل کے اندر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے اور پھر اسے یاد آ جائے تو اس پر ان دونوں کام کی قضا واجب ہو جائے گی (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴ کا جز د) اسی طرح اگر ایک شخص کسی نماز کو اسکے وقت میں ادا کرنا بھول جائے تو یاد آنے پر اسکی قضا اس پر واجب ہو جائے گی (دیکھئے مادہ صلا نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۱۱) اگر کوئی شخص حج کے نسک یعنی افعال میں سے کوئی فعل بھول کر ترک کر دے تو وہ اسکی قضا کرے گا بشرطیکہ اسکی قضا ممکن ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۲)

نشوز (بیوی کی نافرمانی)

۱۔ تعریف: شوہر کے حق کا استخفاف اور شوہر کی اطاعت کشی سے بیوی کا گریز نشوز کہلاتا ہے (۶۹)۔

۲۔ نشوز کے اثرات: اگر شوہر کو یقین ہو جائے کہ بیوی اسکے حق کا استخفاف کرتی ہے یعنی اسے کوئی حیثیت نہیں دیتی، اسکے سامنے زبان درازی کرتی اور اسکی اطاعت کشی سے منہ موڑتی ہے تو ایسی صورت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ اسے سمجھائے بجھائے، اگر وعظ ونصیحت کے نتیجے میں بیوی درست ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے تنہا چھوڑ دے۔ (۷۰) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''شوہر اسے وعظ ونصیحت کرے، اگر بیوی اسکی بات قبول کر لے تو فبہا ورنہ اس کی پٹائی کرے البتہ پٹائی ایسی ہو کہ اسکے نشانات جسم پڑنے نہ پائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بیویوں کی پٹائی کرو، ایسی پٹائی جس کے نشانات جسم پر نہ پڑیں'' (۷۱) (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳)

نصارٰی (عیسائی) دیکھئے مادہ کتابی

نظر (نظر ڈالنا)

نانا یا دادا کی بیوی پر نظر نہ ڈالنا: حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ امہات المومنین پر نظر نہیں ڈالتے تھے حالانکہ یہ آپ دونوں کے نانا جان حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات تھیں، تاہم حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ان دونوں حضرات کیلئے امہات المومنین کو دیکھنا حلال تھا۔ (۷۲)

منگنی کرنے والا یعنی خطیب اپنی مخطوبہ یعنی منگیتر کے جسم کے کن حصوں پر نظر ڈال سکتا ہے

؟ (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر۲ کا جز الف)

محرم کا حالت احرام میں بار بار نظر ڈالنا یہاں تک کہ انزال ہو جائے، ایسی صورت میں اس پر کونسی چیز واجب ہوگی (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ جز ز)

محرم کا آئینے کے اندر اپنی صورت دیکھنا مباح ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کا جز واؤ)

نعل (جوتا)

احرام کے اندر جوتا پہننا (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کے جز الف کا جز۲)

جوتے کو مٹی پر رگڑ کر اسے نجاست سے پاک کر لینا (دیکھئے مادہ نجاستہ نمبر۲ کے جز واؤ کا جز۳)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر۸ کے جز م کا جز۲)

نفاس (نفاس)

۱۔ تعریف: بچے کی پیدائش کے بعد اندام نہانی سے خارج ہونے والے خون کو نفاس کہتے ہیں۔

۲۔ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک مذکورہ مدت چالیس دن ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر پہلی مرتبہ نفاس کی زد میں آنے والی عورت سات دنوں میں پاک نہ ہو تو چودہ دن اور اکیس دن کی مدت ہوگی اور زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے''(۷۳) نیز فرمایا: ''نفاس والی عورت تقریباً چالیس دن بیٹھے گی''(۷۴) اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر نفاس کا خون چالیس دن سے کم عرصے میں منقطع ہو جائے تو عورت پاک ہو جائے گی۔ نووی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نفاس کا خون اگر چالیس دن سے کم میں بند ہو جائے تو عورت نماز پڑھے گی اور روزہ رکھے گی تاہم اس کے ساتھ شوہر کی ہمبستری مکروہ ہوگی خواہ اس نے غسل نفاس کیوں نہ کر لیا ہو۔ (۷۴ب)

۳۔ نفاس کے اثرات: نفاس والی عورت ان تمام باتوں سے دور رہے گی جن سے حائضہ دور رہتی ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر۵)

نفقۃ (خرچہ)

۱۔ تعریف: نفقہ اس خرچے کو کہتے ہیں جو ایک شخص دوسرے کو تھوڑا تھوڑا کر کے دیتا رہے تاکہ یہ

دوسرا شخص اس کی مدد سے اپنی ضروریات پوری کرتا ہے۔

۲۔ کن لوگوں کو خرچہ دیا جائے گا؟

الف۔ بیوی کو نفقہ دینا: شوہر پر اپنی بیوی کو خرچہ دینا لازم ہے خواہ بیوی فقیر ہو یا مالدار کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ارشاد باری ہے ترجمہ یہ ہے (اور بچے کے باپ پر بچوں کی ماؤں کا روٹی کپڑا معروف طریقے سے لازم ہے) اس نان ونفقہ کے وجوب کا سبب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنی ذات کے لئے روکے رکھتا ہے۔

طلاق رجعی پانے والی بیوی عدت کے اندر نان ونفقہ کی حقدار ہوگی لیکن طلاق بائنہ پانے والی بیوی اسکی حقدار نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزد کا جز ۳) اسی طرح عدت وفات گذارنے والی بیوہ بھی نان ونفقہ کی مستحق نہیں ہوگی خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ (دیکھئے حوالہ درج بالا)

گمشدہ شخص کی بیوی اپنا خرچہ خود چلائے گی اور اس کا حساب رکھے گی، پھر جب اس کا گمشدہ شوہر واپس آجائے گا تو وہ یہ ساری رقم بیوی کو ادا کر دے گا اگر وہ واپس نہ آئے تو اس کی بیوی اسکی میراث سے حاصل ہونے والے اپنے حصے سے مذکورہ رقم کی ادائیگی کرے گی (یہ بات اس صورت میں ہوگی جب بیوی نے قرض لے کر اپنا خرچ چلایا ہو) مفقود کی بیوی اپنی عدت کے دوران اپنے شوہر کے مال سے اپنا خرچ وصول کرے گی (دیکھئے مادہ مفقود نمبر ۳ کا جز د)

ب۔ قریبی رشتہ داروں کا خرچ چلانا:

(۱) اس خرچے کا سبب فقر اور تنگدستی ہے۔ اگر باپ یا نابالغ یا بالغ بیٹا فقیر ہو تو وہ نفقہ کا حقدار قرار پائے گا لیکن اگر مالدار ہو تو بالاجماع نفقہ کا مستحق نہیں ہوگا۔

(۲) اقارب میں سے جو رشتہ دار وارث ہو اس پر بھی یہ نفقہ واجب ہوگا۔ ''تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباسؓ'' میں مرقوم ہے'' نابالغ نیز فقیر کے وارث پر باپ کی عدم موجودگی میں نفقہ دینا اسی طرح واجب ہے جس طرح باپ پر''(۷۵)

(۳) واجب نفقہ کی مقدار: نفقہ دینے والے شخص کی تنگدستی اور خوشحالی کے اعتبار سے نفقہ کی مقدار کا تعین ہوگا۔ کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (بچے کے باپ پر معروف طریقے سے ان کا روٹی کپڑا ہے۔ کسی شخص کو اسکی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بنایا

جائے گا)

(۴) حج کے وجوب کے لئے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے نفقہ کا وجود شرط ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶ کے جزد کا جز ا)

نفل (نفل)

۱۔ تعریف: ہر اس چیز کو نفل کہتے ہیں جو فرض سے زائد ہو۔

۲۔ نفل کی قسمیں

الف۔ نفلی عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج اور صدقات وغیرہ (دیکھئے مادہ تطوع)

ب۔ مال غنیمت کے اندر مجاہدین کے مقررہ حصوں سے زائد حصہ اگر امیر لشکر کسی مجاہد کو دیدے مثلاً سلب (مقتول کافر کا اسلحہ، گھوڑا اور لباس وغیرہ) تو اسے بھی نفل کہیں گے (دیکھئے مادہ سلب)

نکاح (نکاح)

۱۔ تعریف: نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعے زوجین میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے سے لطف اندوز ہونا حلال ہو جاتا ہے۔

۲۔ نکاح کا حکم: ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کی رائے میں نکاح واجب ہے کیونکہ اس کے سبب ایک طرف تو بدکاری سے بچاؤ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف امت مسلمہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نکاح کی ترغیب دیتے تھے، آپ نے سعید بن جبیر سے فرمایا: ''نکاح کرو اس لئے کہ امت مسلمہ میں زیادہ بیویوں والا شخص بہتر ہوتا ہے''(۷۶) آقا پر لازم ہے کہ وہ اپنے غلام کے نکاح کے سلسلے میں اسکی مدد کرے کیونکہ نکاح کے اندر غلام کے پاکباز رہنے اور بدکاری سے بچنے کا سامان ہوتا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلاموں سمیع، کریب اور عکرمہ کو طلب کر کے ان سے فرمایا: ''تم لوگ اس عمر کو پہنچ چکے ہو جہاں پہنچ کر ہر شخص کے دل میں عورتوں کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے تم میں سے جو بھی نکاح کا خواہشمند ہے۔ میں اس کا نکاح کرا دیتا ہوں۔ یاد رکھو جو شخص بھی بدکاری میں مبتلا ہوگا اس کا نور ایمان اس سے چھن جائے گا اور اس کے بعد اللہ اگر چاہے گا تو یہ نور ایمان اسے لوٹا دے گا اور اگر روکنا

چاہے گا تو روک لے گا''۔(۷۷) آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''جس شخص کی کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کا نکاح نہ کرائے اور نہ ہی خود اسکی جنسی ضرورت پوری کرے یا کوئی غلام ہو اور وہ اس کا نکاح نہ کرائے تو وہ جو بھی غلط حرکت کریں گے اسکی ذمہ داری آقا پر ہوگی''۔(۷۸)

۳۔ بیوی:

الف۔ مسلمان کے لئے مسلمان عورت کے ساتھ نیز کتابی عورت کے ساتھ خواہ وہ یہودیہ ہو یا نصرانیہ، نکاح کرنا جائز ہے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (اور مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لے آئیں) اور کتابی عورت مشرکہ ہوتی ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا رب مانتی ہے یا اس بات کی قائل ہوتی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ) یہ آیت سورۃ مائدہ کی آیت کی بنا پر منسوخ ہوگئی، اس آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(آج تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں، اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے، اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کرکے نکاح میں ان کے محافظ بنو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو) (۷۹) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بنی تغلب کا ذبیحہ کھالو اور انکی عورتوں سے نکاح کرو''(۸۰) بنو تغلب عیسائی عرب تھے۔

تاہم حضرت ابن عباسؓ نے کتابی عورت سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے اس لئے کہ کتابی عورتیں اپنی عصمت کی حفاظت نہیں کرتیں (۸۱) ہمارے زمانے میں بھی ان کا یہی وطیرہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح کرنے کی صورت میں مسلمان عورتوں کی وقعت گھٹ جائے گی نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کتابی عورت اپنی مسلمان اولاد کی تربیت میں کوتاہی کرکے ان پر اپنے برے اثرات مرتب کرے گی۔

ب۔ ایسی عورتیں جن کے ساتھ نکاح حرام ہے: انکی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان عورتوں کی ہے جن کے ساتھ نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہوتا ہے اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جن کے ساتھ وقتی طور پر نکاح حرام ہوتا ہے۔ پہلی قسم کی عورتوں کی پھر تین قسمیں ہیں نسب کی بنا پر محرمات، مصاہرت کی بنا پر

۴۔ ہمیشہ کے لئے محرمات:

الف۔ نسب کی بنا پر حرام ہو جانے والی خواتین یہ ہیں، انسان کی اصل خواہ اوپر تک کیوں نہ چلی جائیں مثلاً ماں، دادی اور نانی، انسان کی فرع خواہ نیچے تک کیوں نہ چلی جائیں مثلاً بیٹی اور پوتی نیز نواسی، انسان کے باپ کی فرع خواہ نیچے تک کیوں نہ چلی جائیں مثلاً بہن اور بھتیجی نیز بہن کی بیٹی، انسان کے دادا نانا کی فرع کا پہلا طبقہ یعنی پھوپھیاں اور خالائیں نہ کہ انکی اولاد، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''نسب کی سات عورتیں اور مصاہرت کی سات عورتیں حرام ہیں'' پھر آپ نے سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۳ تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں)[۸۲] یہ وہ خواتین ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہیں۔

ب۔ مصاہرت کی بنا پر محرمات: یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حرمت مصاہرت (عورت اور مرد کے درمیان نکاح ہو جانے کے نتیجے میں پیدا شدہ حرمت) جس طرح نکاح کی وجہ سے ثابت ہو جاتی ہے اس طرح زنا کی بنا پر بھی ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کا جزج)

مصاہرت کی بنا پر درج ذیل حرمتیں وجود میں آ جاتی ہیں۔

بیوی اور شوہر کی اصل خواہ اوپر تک کیوں نہ چلی جائیں مثلاً بیوی کی ماں یعنی ساس اور اسکی دادی نانی، شوہر پر یہ خواتین صرف عقد کے ساتھ ہی حرام ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق اس تحریم کے لئے ہمبستری شرط نہیں ہے۔ آپ نے سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۳ کے الفاظ جس کا ترجمہ ہے (اور تم پر حرام ہیں) تمہاری بیویوں کی مائیں) کے بارے میں فرمایا: ''یہ مبہم ہیں، تم بھی اس بات کو مبہم رکھو جسے قرآن نے مبہم رکھا ہے''[۸۳] ایک اور روایت کے مطابق بیوی کی ماں اس وقت تک حرام نہیں ہوتی جب تک بیوی کے ساتھ شوہر ہمبستری نہ کر لے[۸۴] قبیلہ کنانہ کی شاخ بکر بن عبد مناۃ کے ایک شخص مسلم بن عویمر الاجدع سے مروی ہے کہ اس کے والد نے اس کا نکاح طائف کی ایک خاتون سے کرا دیا۔ ابھی اس نے اپنی بیوی کو ہاتھ نہیں لگایا تھا کہ اس کے چچا کی وفات ہو گئی اور بیوہ اسکی بیوی کی ماں تھی جو کہ

بڑی مالدار تھی۔ باپ نے اس سے پوچھا کہ آیا اس بیوہ یعنی اپنی ساس کے ساتھ نکاح کرنے کی تمہیں کوئی رغبت ہے؟ اس نے حضرت ابن عباسؓ نے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: ''اسکی ماں سے نکاح کرلو'' اس نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا انہوں نے نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ پھر اس نے اپنے باپ کو دونوں حضرات کی رائے سے آگاہ کیا، باپ نے حضرت معاویہؓ کو دونوں حضرات کی رائے لکھ بھیجی، انہوں نے جواب دیا کہ ''اللہ نے جو چیز حرام کردی ہے میں اسے حلال نہیں کروں گا اور جو چیز حلال کردی ہے میں اسے حرام نہیں کروں گا، تم جانو تمہارا کام، عورتیں بہت ہیں'' حضرت معاویہؓ نے نہ تو روکا اور نہ ہی اجازت دی، تاہم مذکورہ شخص کا باپ اس نکاح سے باز رہا اور اپنے بیٹے کا نکاح اسکی بیوی کی ماں سے نہیں کرایا (۸۵)۔ حضرت ابن عباسؓ نے ایک شخص کے بارے میں جس نے ایک عورت سے نکاح کرلیا تھا لیکن ہمبستری کرنے سے پہلے وہ وفات پا گئی تھی، فرمایا کہ اس کی ماں کے ساتھ نکاح کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۸۶)

بیوی اور شوہر کی فرع خواہ نیچے تک، کیوں نہ چلی گئی ہوں تاہم یہ فرع صرف دخول یعنی تعلق زن و شو قائم ہو جانے پر ہی حرام ہوتی ہے کیونکہ سورۃ نساء آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہارے گودوں میں پرورش پائی ہے، ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہو چکا ہو) (۸۷) سعید بن منصور نے ''سنن سعید'' میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ربیبہ (گود میں پلنے والی لڑکی) کے ساتھ نکاح کرنے کی رخصت دے دی تھی بشرطیکہ اس کی ماں کے ساتھ تعلق زن و شو قائم نہ ہوا ہو (۸۸) یہاں دخول یعنی تعلق زن و شو سے مراد حضرت ابن عباسؓ کے بقول یہ ہے ''دخول، تغشی، افضاء، مباشرت، رفث اور لمس کے تمام الفاظ جماع یعنی ہمبستری کے معنی ادا کرتے ہیں ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی کریم اور حیا والی ذات ہے، اللہ تعالیٰ جس چیز کے بارے میں جس لفظ کے ذریعے کنایہ کرنا چاہتا ہے کر لیتا ہے'' (۸۹)

باپ کی بیوی، دادا نانا کی بیوی کیونکہ اللہ نے سورۃ نساء آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا دیا ہے اس کا ترجمہ ہے (اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے آباء نے نکاح کیا ہو، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جس عورت کے ساتھ تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو وہ تم پر حرام ہے خواہ تمہارا باپ اس کے ساتھ ہمبستر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو'' (۹۰) حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اپنے نانا جان یعنی

حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ پر نظر نہیں ڈالتے تھے۔ جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ازواج مطہراتؓ پر نظر ڈالنا اور انہیں دیکھنا ان دونوں حضرات کے لئے حلال تھا'' (۹۱)

بیٹے کی بیوی یعنی بہو۔ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تم پر ہر وہ عورت حرام ہے جس کے ساتھ تمہارے بیٹے نے نکاح کیا ہو خواہ اس نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا ہمبستری نہ کی ہو'' (۹۲)

ج۔ ماں کے شوہر کی بیوی: حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آیا ایک شخص اپنی ماں کے شوہر کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''اس عورت کو ہاتھ نہ لگاؤ جسے تمہارے باپ یعنی تمہاری ماں کے شوہر نے ہاتھ لگایا ہے'' (۹۳)

ایک شخص کے باپ نے جس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہو اسکی بیٹی کے ساتھ مذکورہ شخص کا نکاح حرام نہیں ہے لیکن مکروہ ہے اس لئے کہ مذکورہ لڑکی اس شخص کیلئے اسکی بہن کی طرح ہوگی اور اسکی نظر میں وہ غالباً اسکی اپنی بہن جیسی ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کر لے اور پھر اسے طلاق دے دے یا وفات پا جائے اور مذکورہ عورت کی کوئی بیٹی ہو تو اس شخص کے بیٹے کی لئے اس لڑکی سے نکاح کرنا مکروہ ہوگا'' (۹۴)

د۔ رضاعت کی بنا پر محرمات (دیکھئے مادہ رضاع)

۵۔ وقتی طور پر حرام شدہ عورتیں:

ایسی عورتوں سے اگر تحریم کا سبب زائل ہو جائے تو وہ حلال ہو جائیں گی: ایسی عورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ شادی شدہ عورت: سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ یہ ہے (اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو جنگ میں تمہارے ہاتھ آئیں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ہر اس عورت سے ہمبستری زنا کاری ہے جو شوہر والی ہو سوائے ان عورتوں کے جو جنگ میں گرفتار ہو جائیں'' (۹۵) (دیکھئے مادہ سبی نمبر ۳ کا جز ب) عدت گذارنے والی عورت اس حکم کے اندر شوہر والی عورت کی طرح ہے (

دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کے جز د کا جز ۴ نیز نمبر ۵ کے جز د کا جز ۵)

ب۔ مشرک عورت: یعنی ایسی کافر عورت جو کتابی نہ ہو کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۱ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (اور مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لے آئیں) ان مشرکات سے اللہ تعالیٰ نے کتابی عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے چنانچہ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۵ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (اور وہ محفوظ عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں جن کا تعلق ان قوموں سے ہو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے)(۹۶)

ج۔ کتابی عورت خواہ آزاد ہو یا لونڈی: ہم (مادہ نکاح نمبر۲ کے جز الف) میں کہہ آئے ہیں کہ مسلمان کے لئے کتابی عورت کے ساتھ نکاح کر لینا حلال ہے۔ یہاں ہم یہ کہیں گے کہ یہ حالت دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔

پہلی شرط یہ کہ ایسی عورت ذمیہ ہو اور مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار نہ ہو اگر وہ برسر پیکار ہو گی یعنی محاربہ تو اس کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اگر اہل کتاب برسر پیکار ہوں تو انکی عورتوں کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہو گا'' پھر آپ نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲۹ تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں)(۹۷)

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ آزاد ہو اگر وہ لونڈی ہو گی تو جب تک آزاد نہ ہو جائے اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہو گا (دیکھئے مادہ رق نمبر۳ کے جز ھ کا جز نمبر۱)

د۔ لونڈی: چند شرطوں کے ساتھ لونڈی سے نکاح جائز ہوتا ہے، اگر یہ شرطیں منتفی ہو جائیں تو لونڈی اس پر حرام ہو جائے گی تاوقتیکہ ان شرائط کا تحقق نہ ہو جائے۔ یہ شرائط درج ذیل ہیں۔

اول: نکاح کا خواہشمند فقیر ہو اور اسکے پاس آزاد عورت کے مہر کی رقم نہ ہو اور نہ ہی وہ اسکے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہو۔ کیونکہ سورۃ نساء آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیئے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بند تقوے کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص تین سو درہم کا مالک ہو اس پر لونڈی کے ساتھ نکاح حرام ہے"(۹۸) اس زمانے میں یہ رقم آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے کیلئے کافی ہوتی تھی۔

دوم: اسکے عقد زوجیت سے پہلے سے کوئی لونڈی یا آزاد عورت موجود نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے عقد زوجیت میں آزاد عورت کے ہوتے ہوئے لونڈی کے ساتھ نکاح کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے(۹۹) نکاح میں لونڈی کے ہوتے ہوئے کسی اور لونڈی سے نکاح کرنے کے عدم جواز کو اگلا پیرا شامل ہے۔

سوم: عقد زوجیت میں بیک وقت دو یا دو سے زائد لونڈیوں کو یکجا نہ کرے خواہ دونوں لونڈیوں کے ساتھ بیک وقت نکاح ہو یا آگے پیچھے اس لئے کہ بند تقوے ٹوٹنے کا خطرہ ایک لونڈی کے ساتھ نکاح کے ذریعے ٹل جاتا ہے(۱۰۰) (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کا جز ا)

چہارم: لونڈی کے ساتھ نکاح عموماً مکروہ تصور ہوتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ غلام قرار پاتا ہے تاہم یہ استمناء سے بہتر ہے (دیکھئے مادہ استمناء)

ھ۔ زانیہ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۵ کے جز ب کا جز ج)

و۔ حج یا عمرے کا احرام رکھنے والی عورت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جز ج)

ز۔ پانچویں عورت: اگر ایک آزاد مسلمان کے عقد زوجیت میں چار بیویاں موجود ہوں تو پانچویں عورت سے نکاح کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا تاوقتیکہ ان میں سے کوئی ایک وفات نہ پا جائے یا اسے طلاق نہ ہو جائے اور پھر اسکی عدت گذر نہ جائے۔ تیرا حیض شروع ہونے کے ساتھ اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اگر وہ چوتھی بیوی کو طلاق دیدے تو جب تک اسکی عدت گذر نہ جائے وہ پانچویں عورت سے نکاح نہ کرے"(۱۰۱) یہی حکم غلام کے لئے بھی ہے اگر وہ تیسری عورت سے نکاح کرنا چاہے (۱۰۲) (دیکھئے مادہ رق نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۳) ولید بن عقبہ کی چار بیویاں تھیں انہوں نے ایک بیوی کو بائن طلاق دیدی اور پھر اسکی عدت

کے دوران پانچویں عورت سے نکاح کر لیا۔ وہ اپنے مکان کے احاطے میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابن عباسؓ نے انہیں پکار کر کہا: ''دونوں کے درمیان علیحدگی کیوں نہیں کرادی جاتی یہاں تک کہ طلاق یافتہ کی عدت گذر جائے،،(۱۰۳)

تیسرے حیض کے شروع ہونے کے ساتھ ہی عدت کی انتہا ہوجاتی ہے اور شوہر کے لئے پانچویں عورت کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ''جب طلاق یافتہ عورت کو تیسرا حیض آجائے تو وہ اپنے شوہر سے بری ہوجاتی ہے البتہ جب تک حیض سے پاک نہ ہوجائے نکاح نہ کرے،،(۱۰۴) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کے جزد کا جز۴)

ح۔ نکاح کے اندر دو بہنوں کو یکجا کر دینا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک عورت کا شوہر اپنی سالی سے نکاح کرنا چاہے تو وہ پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے اور اسکی عدت گذر جانے تک انتظار کرے اور پھر اس کے بعد سالی سے نکاح کرے (۱۰۴ب) (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر۳ کے جزد کا جز۴)

ج۔ اگر نکاح میں لونڈی کے ہوتے ہوئے آزاد عورت سے نکاح کرلے تو یہ نکاح لونڈی کی طلاق شمار ہوگا (دیکھئے مادہ رق نمبر۳ کے جز ھ کا جز۱)

د۔ شوہر کے ساتھ دھوکا کرنا:

(۱) ایک شخص نے ایک عورت کو عورت کے باپ کے ذریعے پیغام نکاح بھیجا، اس عورت کی ماں عربی تھی، باپ نے پیغام قبول کر کے نکاح کر دیا، اس عورت کی ایک بہن تھی جس کی ماں عجمی تھی، جب رخصتی کا وقت آیا تو عجمی ماں کی بیٹی رخصت کر دی گئی، شوہر نے اس کے ساتھ ہمبستری کر لی لیکن جب صبح ہوئی تو شوہر کو حقیقت حال معلوم ہوئی، حضرت ابن عباسؓ نے اس کا یہ فیصلہ دیا کہ جس لڑکی کے ساتھ شوہر نے ہمبستری کی ہے مہر اسے مل جائے گا اور عربی ماں کی بیٹی اسکی بیوی ہوگی، اس بیٹی کا مہر آپ نے اسکے باپ کے ذمہ لگا دیا اور فرمایا: ''جب تک اسکی بہن کی عدت گذر نہیں جائے گی اس وقت تک وہ اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کرے گا،،(۱۰۵) (دیکھئے مادہ ضمان نمبر۲ کا جز الف)

(۲) اگر ایک شخص کسی لونڈی کے ساتھ اسے آزاد سمجھ کر نکاح کرلے اور پھر اسکے ساتھ ہمبستر ہوجائے اور اس کے نتیجے میں اس کے بطن سے بچہ پیدا ہوجائے تو یہ بچہ آزاد ہوگا، تاہم شوہر کو اپنی لونڈی

بیوی کی اولاد کا فدیہ بیوی کے آقا کو ادا کرنا ہوگا یہ فدیہ بچہ پیدا ہونے پر ادا کیا جائے گا۔ شوہر ادا شدہ مہر اور بچوں کی قیمت اس شخص سے بھروائے گا جس نے اسے دھوکا دیا تھا۔(۱۰۶)

ھ۔ بیوی کے اندر موجود عیب: اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے اندر کوئی نا قابل علاج بیماری یا ہمبستری سے مانع کوئی عیب پائے مثلاً یہ کہ وہ دیوانی یا جذامی یا برص زدہ ہو یا اس کا اندام نہانی اس طرح بند ہو کہ ہمبستری ممکن نہ ہو یا اسی قسم کی کوئی اور بیماری ہو تو اسے اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسے اپنے عقد میں رکھے اور اگر چاہے تو ہمبستری سے پہلے ہی نکاح فسخ کر دے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز الف کے جز ۴ کا جز الف) نیز (مادہ بیع نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲)

و۔ بیوی کی رضامندی: اس موضوع پر ہم نمبر ۵ میں ولی کے بارے میں گفتگو کے دوران بحث کریں گے۔

۴۔ شوہر:

جو شخص کسی مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اس کے اندر درج ذیل شرائط ہونی چاہیں:

الف۔ اسلام: کوئی کافر کسی مسلمان عورت کے ساتھ بالا جماع نکاح نہیں کرسکتا(۱۰۷) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو دین حق دیکر مبعوث فرمایا تاکہ تمام ادیان پر اس کا غلبہ ہوجائے۔ اس لئے ہمارا دین تمام ادیان سے بہتر ہے۔ اور ہماری ملت تمام ملتوں سے بالا ہے، ہمارے مرد دوسرے ادیان کی عورتوں سے بالا ہیں۔ ان ادیان کے مرد ہماری عورتوں سے بالا نہیں ہوسکتے''(۱۰۸)

ب۔ کفاءت: اس سے مراد یہ ہے کہ مرد کی حالت عورت کی حالت کی مماثل ہو، یہ شرط مرد کے لئے ہے عورت کے لئے نہیں، حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک کفاءت میں برابری دین اور نسب کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ دین کے اندر برابری کی بات سابقہ پیرے میں گذر چکی ہے۔ یعنی یہ کہ کافر کسی مسلمان عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، نسب کے اندر برابری کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے نکاح کے اندر ہم کفوٗ ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ''دین اور نسب کے اندر''(۱۰۹) نیز فرمایا: ''قبیلہ قریش کے افراد آپس میں ہم کفوٗ ہیں''(۱۱۰)

ج۔ مرد احرام کی حالت میں نہ ہو: اس لئے کہ محرم کیلئے نکاح کرنے کی ممانعت ہے خواہ اس نے حج کا احرام باندھ رکھا ہو یا عمرے کا، جب احرام ختم ہو جائے گا تو نکاح کرنا اس کے لئے حلال ہو جائے گا(۱۱۱) (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کا جزج)

۵۔زوجہ کا ولی:

الف۔ عورت کے ولی کی اجازت اور عقد نکاح میں براہ راست اسکی شمولیت عقد نکاح کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اگر عورت خود عقد نکاح کر لے یا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کسی سے شادی رچا لے تو اس کا نکاح باطل ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''عقد نکاح کے اندر کم از کم چار افراد کی شرکت لازمی ہے، اس شخص کی جو نکاح کرا رہا ہے یعنی ولی کی، اس شخص کی جو نکاح کر رہا ہے اور دو گواہوں کی''(۱۱۲) اگر ولی غائب ہو یا سرے سے اس کا وجود نہ ہو تو قاضی عورت کا ولی ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ولی یا سلطان کے بغیر کوئی نکاح نہیں، اگر عورت کا نکاح ایسا ولی کرا دے جس کے ساتھ ناراضگی ہو تو اس کا کرایا ہوا نکاح نہیں ہو گا''(۱۱۳) نیز فرمایا: ''نکاح تو صرف رہنمائی کرنے والے ولی اور دو گواہوں کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے''(۱۱۴) نیز فرمایا: ''کوئی عورت عقد نکاح کی ولیہ نہیں بن سکتی''(۱۱۵) نیز فرمایا ''وہ عورتیں کسبن (حرام کار ہیں) جو ولی کے بغیر نکاح کرتی ہیں''(۱۱۶)

ب۔ ولی کا مسلمان ہونا: نکاح کے اندر مسلمان عورت کے ولی کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی کافر کسی مسلمان عورت کے نکاح کا ولی نہیں بن سکتا خواہ مذکورہ عورت اسکی اپنی بیٹی یا بہن کیوں نہ ہو۔(۱۱۷)

۶۔زوجہ کی اجازت:

ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نکاح کی صحت کیلئے نکاح کے بارے میں زوجہ کی اجازت کو شرط قرار دیتے ہیں، اجازت رضامندی کی دلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے اس بارے میں حضور ﷺ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سے ایک متفق علیہ حدیث یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''

ایم (بیوہ یا مطلقہ) اپنے ولی سے بڑھ کر اپنی ذات کی حقدار ہوتی ہے، باکرہ یعنی دوشیزہ سے اسکی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے گی اور اسکی خاموشی اسکی اجازت ہوگی'' (۱۱۸)

۷۔ گواہ:

حضرت ابن عباسؓ نکاح کی صحت کیلئے دو عادل گواہوں کی موجودگی کو شرط قرار دیتے ہیں۔ ولی کے بارے میں گفتگو کے دوران حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول گذر چکا ہے: ''نکاح تو صرف رہنمائی کرنے والے ولی اور دو گواہوں کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے'' نیز فرمایا'' وہ عورتیں کسبن (حرام کار) ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کراتی ہیں'' (۱۱۹)

۸۔ مہر (دیکھئے مادہ مہر)

۹۔ عقد نکاح کی شرائط:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ عقد نکاح کے اندر فاسد شرط اسے فاسد نہیں کرتی بلکہ شرط لغو ہو جاتی ہے اور عقد نکاح درست ہو جاتا ہے، فاسد شرط سے مراد ہر وہ شرط ہے جس کا عقد نکاح مقتضی نہ ہو اور نہ ہی یہ شرط اسکے مناسب ہو بلکہ اس میں جانبین میں سے کسی ایک کا مفاد پوشیدہ ہو ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے عورت نے یہ شرط عائد کی ہے کہ طلاق اور ہمبستری کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور مہر بھی اسی کے ذمہ ہوگا، آیا ایسا کرنا درست ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''تم نے سنت کے طریقے سے آنکھیں بند کرلیں اور معاملہ اس فرد کے ہاتھ میں دے دیا جو اس کا اہل نہیں ہے۔ مہر تمہارے ذمہ ہوگا اور علیحدگی یعنی طلاق اور ہمبستری کا اختیار بھی تمہارے ہاتھ میں ہوگا'' (۱۲۰)

اگر عقد منجز یعنی غیر موجل صورت کے تحت وقوع پذیر ہوا ہو تو اس کے خلاف جانے والی ہر شرط باطل ہوگی۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور اس کے لئے یہ شرط مانی ہے کہ اگر میں اتنی مدت تک اتنی رقم لے کر نہیں آیا تو میرا کوئی نکاح نہیں ہوگا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ''نکاح جائز ہے اور تمہاری شرطوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے'' (۱۲۱)

اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح متعہ کرلے تو اس روایت کی بنا پر جو حضرت ابن عباسؓ کے

نزدیک متعہ کی تحریم پر دلالت کرتی ہے کیا متعہ کی باطل شرط کی بنا پر اس عقد کو بھی باطل تصور کیا جائے گا یا عقد درست تصور ہوگا اور شرط لغو قرار پائے گی یعنی مذکورہ نکاح دوام اور بقاء کا نکاح تصور ہوگا؟ اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کا کوئی نص ہاتھ نہیں آیا۔ تاہم آپ کے قول کا قیاس اس امر کا متقضی ہے کہ مذکورہ عقد درست اور دوام کا حامل ہوگا۔

اگر ایک شخص تین طلاق یافتہ عورت سے نکاح کرے اور عورت یا اس کا ولی شوہر پر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ دوسرے ہی دن اسے طلاق دیدے تاکہ وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہو جائے تو حضرت ابن عباسؓ کے قول کا قیاس اسی امر کا متقضی ہے کہ اس نکاح کو درست اور دوام کا حامل قرار دیا جائے اس لئے کہ مذکورہ شرط لغو ہوگی تاہم ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حلالہ کی شرط والا یہ نکاح باطل ہے (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۲)

۱۰۔ بیوی کے ساتھ سلوک اور طرز معاشرت:

الف۔ بیویوں کے درمیان عدل قائم کرنا: اگرچہ حضرت ابن عباسؓ تعدد ازدواج کو افضل قرار دیتے اور ایک شرف سمجھتے تھے (دیکھیے مادہ نکاح نمبر ۲) تاہم آپ اس تعدد کو ایک شرط کے ساتھ مباح تصور کرتے تھے یعنی بیویوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لینے کی قدرت کی شرط، بنابریں اگر ایک مسلمان اپنے اندر بیویوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کی قدرت نہ پائے تو اسے صرف ایک ہی بیوی پر اقتصار کرنا چاہئے۔ سورۃ نساء آیت نمبر ۳ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرین صواب ہے) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''انصاف کی راہ سے ادھر ادھر جھک جانے سے بچنے کے لئے''[۱۴۲] شوہر پر جس عدل کا لزوم ہے اس سے ظاہر عدل مراد ہے مثلاً نان ونفقہ نیز شب باشی وغیرہ کے اندر عدل لیکن جہاں تک قلبی عدل کا تعلق ہے تو وہ انسان کی قدرت سے باہر ہے شوہر سے اس عدل کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ سورہ نساء آیت نمبر (۱۲۹) میں ارشاد کا ترجمہ یہ ہے (تمہیں بیویوں کے درمیان عدل کی استطاعت حاصل ہی نہیں ہے) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''محبت والفت اور ہمبستری کے اندر''

ب۔ ہمبستری: ہمبستری یعنی جنسی عمل عورت کے اندام نہانی میں ہوگا، دبر میں نہیں ہوگا سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ میں ارشاد باری کا ترجمہ ہے (تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ) حضرت ابن عباسؓ نے اسکی تفسیر میں فرمایا: ''اپنی کھیتی میں اس طرح آؤ کہ اس کے نتیجے میں کھیتی پیداوار دے، خواہ آگے سے اندام نہانی میں جنسی عمل کردیا پیچھے سے (منہ کے بل لٹا کر) اندام نہانی میں یہ عمل کرو''(۱۲۴) تاہم بیوی کے دبر میں جنسی عمل کرنا شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ دبر نمبر ۳ کا جز الف)

(۱) جماع میں جامہ پوشی: ''حضرت ابن عباسؓ اس امر کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ ایک شخص ہمبستری کے اندر اس طرح برہنہ ہو جائے جس طرح اونٹ ہوتا ہے۔ آپ ہمبستری میں جسم پر لباس رہنے کو مستحب قرار دیتے تھے آپ فرماتے: ''جب ہمبستری کرو تو جامہ پوشی کے ساتھ کرو''(۱۲۵)

(۲) عزل کرنا (دیکھئے مادہ عزل)

(۳) دو بیویوں کے درمیان سونا: ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اپنی دو لونڈیوں کے درمیان سو جایا کرتے تھے(۱۲۶) ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں اس مفہوم کا ایک باب قائم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کی دو بیویاں یا دو لونڈیاں ہوں تو وہ ایک کے سامنے دوسری کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے۔ حالانکہ ابن ابی شیبہ نے اس فعل میں جتنے نصوص ذکر کئے ہیں وہ سب کے سب دو لونڈیوں کے بارے میں ہیں۔ بیویوں کے بارے میں تو انہوں نے ایک نص کا بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ میری سوچ بھی یہی ہے اس لئے کہ بعض حضرات کی طرح حضرت ابن عباسؓ بھی غلاموں اور لونڈیوں کو بہائم کا درجہ دیتے تھے، اگر بات اس طرح ہے تو پھر یہ احتمال ہے کہ آپ لونڈی کے سامنے ستر کے ساتھ دوسری لونڈی سے ہمبستری کر لیتے تھے، لیکن جہاں تک بیویوں کا تعلق ہے تو وہاں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اس تاویل کے باوجود ہم یہ کہیں گے ایک لونڈی کے سامنے دوسری لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے کی بات حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہونا درست نہیں اس لئے کہ آپ سے جو بات منصوص طریقے سے مروی ہے وہ تو یہ ہے کہ آپ دو لونڈیوں کے درمیان سو جایا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ سو جانا اور بات ہے اور ہمبستری کرنا اور بات، آپ دو لونڈیوں کے درمیان سو جایا تو کرتے تھے لیکن ایک کے سامنے دوسری کے ساتھ

ہمبستری نہیں کرتے تھے، واللہ اعلم۔

ج۔ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے: شوہر کی گھر پر موجودگی کی صورت میں عورت کے لئے اسکی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شوہر کو بیوی کے روزے کے دوران ہمبستری کی ضرورت پیش آئے اور بیوی کا روزہ شوہر کو اسکے حق سے باز رکھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''عورت اس حالت میں نفلی روزہ نہ رکھے جبکہ اس کا شوہر گھر پر موجود ہو الا یہ کہ شوہر اسکی اجازت دیدے''۔(۱۲۷)

د۔ نافرمانی اور بدسلوکی ترک کرنا: عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کا احترام کرے اور اس کا کہا مانے، اگر عورت جان بوجھ کر شوہر کا احترام اور اسکی اطاعت نہ کرے تو شوہر کو اسکی تادیب کا حق ہوگا (دیکھئے مادہ تادیب اور مادہ نشوز)

۱۱۔ **صفت احصان کیلیئے نکاح کی شرط** (دیکھئے مادہ احصان نمبر۲ کا جز الف)

۱۲۔ **نکاح وراثت کا ایک سبب ہے** (دیکھئے مادہ ارث نمبر۳ کے جز ب کا جز۲)

نکول (قسم اٹھانے سے گریز کرنا)

۱۔ تعریف: قاضی مقدمے کے جس فریق کو سم اٹھانے کیلیئے کہے اس کا قسم اٹھانے سے گریز نکول کہلاتا ہے

۲۔ نکول کی بنا پر متعلقہ فریق کے خلاف فیصلہ کردینا (دیکھئے مادہ قضاء نمبر۲ کے جز د کا جز۲)

نوح (ماتم کرنا)

۱۔ تعریف: میت پر زبردستی آہ وبکاء کرنا نوح کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: میت پر ماتم کرنا حرام ہے، یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا زمانۂ جاہلیت کے رسوم میں سے چند رسمیں یہ ہیں، نسب کے بارے میں طعن کرنا، ماتم کرنا اور ستاروں کی رفتار کے ذریعے بارش طلب کرنا''۔(۱۲۸)

ماتم کرنے پر اجرت وصول کرنے کی تحریم (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲ کا جز ج) نیز (مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۲)

نوم (نیند)

۱۔ تعریف: نوم انسان کی اس فطری حالت کو کہتے ہیں جسکی آمد پر اسکی قوت عاقلہ اور اسکے آثار معطل ہو جاتے ہیں۔

۲۔ نوم کے احکام

الف۔ باوضو سونا: حضرت ابن عباسؓ کو یہ بات پسند تھی کہ ہر شخص باوضو سوئے، آپ فرماتے: "باوضو ہی سویا کرو اس لئے کہ قیامت کے دن روح کو اسی حالت میں زندہ کیا جائے گا جس حالت میں اسے قبض کیا گیا تھا" (۱۲۹) آپ کی عادت تھی کہ رات کو اگر بیدار ہو جاتے اور پھر سونے کا اردہ کرتے تو تیمم کر لیتے (۱۳۰) اس لئے کہ وضو کرنے کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے نیند اڑ جاتی جنبی شخص اگر سونے کا اردہ کرے تو دوسروں کی بہ نسبت اسے وضو کرنے کی زیادہ تاکید ہے (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۳ کا جز ب) نیز (مادہ تیمم نمبر ۳ کا جز ھ)

ب۔ نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ نکاح وضوء نمبر ۷ کا جز ب)

ج۔ مسجد میں سونے کا حکم (دیکھئے مادہ مسجد نمبر ۵)

د۔ دو لونڈیوں کے درمیان سونا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۱۰ کے جز ب کا جز ۴)

نیۃ (نیت کرنا)

۱۔ تعریف: کسی فعل کو بروئے کار لانے کیلئے دل کے اندر پکا ارادہ کر لینا نیت کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ عبادات کے اندر نیت کی شرط (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱ کا جز الف) نیز (مادہ احرام نمبر ۷)
نفلی روزے کیلئے رات سے نیت کرنے کی شرط نہیں (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۰)
جو کنایات طلاق کا احتمال رکھتے ہوں ان سے مراد کی تحدید نیت کے ذریعے ہو گی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کے جز الف کا جز ۳)

حرف النون میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ج ا ص ۳۸۱
۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹ ب کنز العمال ج ا ص ۳۳
۳۔ المغنی ج ۲ ص ۷۸
۴۔ کنز العمال ج ۹ ص ۵۲۶
۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ٦ ب عبدالرزاق ج ا ص ۱۰۲، ۱۰۳، کنز العمال ج ۹ ص ۵۸۳
٦۔ الاستذکار ج ا ص ۲۰۸ المحلی ج ا ص ۱۱۸
۷۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹ ب
۸۔ کنز العمال ج ا ص ۳۳
۹۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۴
۱۰۔ عبدالرزاق ج ا ص ۲۴
۱۱۔ کنز العمال ج ۹ ص ۵۲٦
۱۲۔ المحلی ج ا ص ۱۳۸
۱۳۔ المغنی ج ۲ ص ۷۸
۱۴۔ المغنی ج ۲ ص ۷۹
۱۵۔ عبدالرزاق ج ا ص ۷۸، ۲۹۷ سنن بیہقی ج ا ص ۲۳٦ کنز العمال ج ۹ ص ۵۷٦
۱٦۔ عبدالرزاق ج ا ص ۳۸۱
۱۷۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹ ب
۱۷۔ب عبدالرزاق ج ا ص ۳۷۲
۱۸۔ عبدالرزاق ج ا ص ۳۷۸
۱۹۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۰
۲۰۔ کنز العمال ج ۹ ص ۵٦٦
۲۱۔ سنن بیہقی ج ا ص ۲٦۷
۲۲۔ کنز العمال ج ۹ ص ۵۲٦، حلیۃ العلماء ج ۲ ص ۱۴۱ عبدالرزاق ج ا ص ۳۷۲ المغنی ج ۳ ص ٦۳
۲۳۔ المحلی ج ا ص ۱۳۸
۲۴۔ عبدالرزاق ج ا ص ۱۵۱ کنز العمال ج ۹ ص ۴۵۴
۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۷، عبدالرزاق ج ۸ ص ۴۴۰، المغنی ج ۸ ص ۱۰، ابوداؤد فی الایمان
۲٦۔ المغنی ج ۹ ص ۳

۲۷۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵۷ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۴۲

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵۶، ۱۵۷ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۴۰، المحلی ج ۸ص ۲۴

۲۹۔ المحلی ج ۸ص ۸ کنز العمال ج ۱۶ص ۳۵۷ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵۷، عبدالرزاق ج ۸ص ۴۴۰، المغنی ج ۸ص ۱۰

۳۰۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۰ ب، المحلی ج ۸ص ۱۸

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۶۰ ب، سنن بیہقی ج ۱۰ص ۴۳، احکام القرآن ج ۳ص ۳۷۷

۳۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۳۷ المحلی ج ۸ص ۱۶ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۶۱، کشف الغمۃ ج ۲ص ۱۹۳ جامع الاول نمبر ۹۱۵۵

۳۳۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۶۰، سنن بیہقی ج ۱۰ص ۳۷ المحلی ج ۸ص ۱۶

۳۴۔ المغنی ج ۸ص ۷۰۸، ۷۰۹

۳۵۔ الموطا ج ۲ص ۴۷۶، عبدالرزاق ج ۸ص ۴۵۹، سنن بیہقی ج ۱۰ص ۴۷ احکام القرآن ج ۳ص ۳۷۸ کشف الغمۃ ج ۲ص ۱۹۳، المحلی ج ۸ص ۱۵

۳۶۔ المحلی ج ۸ص ۱۵، الموطا ج ۲ص ۴۷۶، عبدالرزاق ج ۸ص ۴۵۹ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۴۶ احکام القرآن ج ۳ص ۳۷۸

۳۷۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۳۸، ابن ابی شیبہ ج اص ۱۵۶، آثار ابی یوسف نمبر ۷۹۴

۳۸۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۳۸

۳۹۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۹۹، المحلی ج ۸ص ۴۱ کنز العمال ج ۱۴ص ۳۱۷

۴۰۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۴۹ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۷، ص ۱۵۹، سنن بیہقی ج ۱۰ص ۸۱ کنز العمال ج ۱۴ص ۳۷۲ المغنی ج ۹ص ۱۶

۴۱۔ ابوداؤد فی الایمان باب من رأی علیہ کفارۃ اذا کان فی المعصیۃ

۴۲۔ المحلی ج ۷ص ۲۵

۴۳۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۵۰، المحلی ج ۷ص ۲۴۵

۴۴۔ المحلی ج ۷ص ۲۶۵

۴۵۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۵۷

۴۶۔ کنز العمال ج ۱۴ص ۳۲۷، المغنی ج ۹ص ۳۲

۴۷۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۵۶

۴۸۔ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۸۰

۴۹۔ عبدالرزاق ج ۸ص ۴۵۰ کنز العمال ج ۱۴ص ۳۷۲

۵۰۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۱

۵۱۔ المحلی ج ۷ص ۳۶۸

۵۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۴

۵۳۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۴۴

۵۴۔ المحلی ج ۷ ص ۱۰

۵۵۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۴۸، المحلی ج ۷ ص ۱۰

۵۶۔ المغنی ج ۳ ص ۲۴۷، ج ۸ ص ۲۰، المجموع ج ۷ ص ۱۰۱

۵۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۶ ب

۵۸۔ المغنی ج ۳ ص ۲۴۷

۵۹۔ المغنی ج ۸ ص ۲۰

۶۰۔ المحلی ج ۸ ص ۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۱

۶۱۔ الموطا ج ۲ ص ۲۷۴، المغنی ج ۹ ص ۳۰

۶۲۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/۱۰۷، عبد الرزاق ج ۸ ص ۴۰۸ المحلی ج ۸ ص ۱۲۷ المغنی ج ۹ ص ۳۰

۶۳۔ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۹۴

۶۴۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۳۷، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۶

۶۵۔ سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۳، ج ۱۰ ص ۲۳۴

۶۶۔ المحلی ج ۱۰ ص ۱۴۹ عبد الرزاق ج ۷ ص ۱۳۵

۶۷۔ عبد الرزاق ج ۷ ص ۱۳۵

۶۸۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۹

۶۹۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۰ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۸۹

۷۰۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۱

۷۱۔ تفسیر طبری ج ۵ ص ۴۴

۷۲۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶ ب

۷۳۔ عبد الرزاق ج ۱ ص ۳۱۲

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۹، سنن دارمی ج ۱ ص ۲۲۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۴۱، المغنی ج ۱ ص ۳۴۵، المجموع ج ۲ ص ۲۲ ۵۶۸، المحلی ج ۲ ص ۶۰۵

۷۴۔ب المجموع ج ۲ ص ۵۳۷

۷۵۔ تنویر المقیاس ص ۳۲

۷۶۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/۱۲۳ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۹۲، المغنی ج ۶ ص ۴۴۶ کشف الغمہ ج ۲ ص ۵۶

۷۷۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/۱۲۳ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۹۲، ۱۲۰۲ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۶

۷۸۔ المغنی ج ۷ ص ۶۳۲

۷۹۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۱ تفسیر طبری ج ۳ ص ۱۶۷ المغنی ج ۶ ص ۵۹۰

۸۰۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۳۲۳، ۳۲۶

۸۱۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۶۸

۸۲۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۶۷۶ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۸، بخاری شریف اور مسلم شریف فی النکاح باب ماتحل وما تحریم من النساء

۸۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۲ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۶۷، المغنی ج ۴ ص ۵۴۹ تنویر المقیاس ص ۶۸ سنن سعید ج ۳ ص ۱/ ۲۶۸، ۸۶۱

۸۴۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۶۷

۸۵۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۶۷۰، المحلی ۵۶۸ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۰

۸۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۲

۸۷۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۶۷۷، المحلی ج ۹ ص ۱۶۸، المغنی ج ۴ ص ۵۷۹

۸۸۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۶۶۸۱۱

۸۹۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۴۷۷

۹۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۱

۹۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶ ب

۹۲۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۱

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶

۹۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۳ ب

۹۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۱ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۵، ج ۳ ص ۴۳۹

۹۶۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۹

۹۷۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۷۳ تفسیر طبری ج ۳ ص ۶۹

۹۸۔ عبدالرزاق ج ۷ ص ۲۶۳، المحلی ج ۹ ص ۴۴۱ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۳ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۸

۹۹۔ الام ج ۷ ص ۵۴، الموطا ج ۳ ص ۴۳ المحلی ج ۹ ص ۴۴۱ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۳

۱۰۰۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۸ تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۹، المغنی ج ۴ ص ۴۰۰ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۶۳

۱۰۱۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۹ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۰، ۱۵۱، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۴، المغنی ج ۱۰ ص ۱۲۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۶ ب

۱۰۲۔ المغنی ج ۴ ص ۵۴۳ احکام القرآن ج ۲ ص ۵۵

۱۰۳۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۱۸

۱۰۴۔ سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۱/۱ ۲۹

۱۰۴۔ب المغنی ج ۲ ص ۴۸۴، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۲ کنز العمال ج ۱۴ ص ۵۱۴

۱۰۵۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۵۲

۱۰۶۔ المغنی ج ۲ ص ۵۱۸، ۵۲۱

۱۰۷۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۷۲

۱۰۸۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۷۲

۱۰۹۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۳ ب

۱۱۰۔ المغنی ج ۲ ص ۴۸۳

۱۱۱۔ المغنی ج ۳ ص ۳۳۲

۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰۷ ب عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۹۷

۱۱۳۔ سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱ ۱۳۹ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲۴ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۹۸، کنزل العمال ج ۱۴ ص ۵۳۰، المغنی ج ۲ ص ۴۶۶

۱۱۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱۶، ۱۲۴ المغنی ج ۲ ص ۴۵۰

۱۱۵۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۰

۱۱۶۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۱۹۷ سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱ ۳۴۳ المحلی ج ۹ ص ۴۵۴ کنزل العمال ج ۱۴ ص ۵۳

۱۱۷۔ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۵۹

۱۱۸۔ بخاری، مسلم، ترندی، ابوداؤد، نسائی فی النکاح باب الاستئذان

۱۱۹۔ ترندی فی النکاح باب لا نکاح الا بینۃ

۱۲۰۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۳ سنن سعید ج ۳ ص ۱/۱ ۱۷

۱۲۱۔ سنن بیہقی ۷ ص ۲۵۰ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۲۴

۱۲۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۲۸ ب تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۵۱

۱۲۳۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۹۸

۱۲۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۹۶

۱۲۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۳۲

۱۲۶۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۳۰ ب

۱۲۷۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۶۵۴

۱۲۸۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۴

۱۲۹۔ عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۹

۱۳۰۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۰ ب

حرف الھاء

ھبۃ (ہبہ)

ا۔ تعریف: زندگی کے اندر بغیر عوض کی تملیک کو ہبہ کہتے ہیں

۲۔ ہبہ کی حقیقت اور اس کے احکام:

ہبہ ایک عقد تبرع ہے اس لئے ہبہ کے اندر تبرع (نیکی کے کام) کے تمام احکام جاری ہوتے ہیں۔ بنابریں ہبہ صرف مالک کیطرف سے جائز ہوتا ہے یا اسکی طرف سے جسے مالک نے تبرع کا کام سپرد کر دیا ہو۔ نیز ہبہ قبضے پر لازم ہوتا ہے (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴)

ب۔ ایک انسان کے لئے یہ مباح ہے کہ وہ کوئی ہدیہ دے اور اس سے زائد لینے کا ارادہ رکھتا ہو۔ یہ بات حضور ﷺ کیلئے ممنوع تھی امت کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ سورۃ روم آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (جو سود تم دیتے ہوتا کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ایک شخص کسی کو کوئی ہدیہ بھیجے اور اس سے زائد لینے کا ارادہ رکھے، اسے اس کا نہ تو کوئی اجر ملے گا اور نہ ہی اس پر اس کا کوئی بوجھ یعنی گناہ ہوگا، اس سے حضور ﷺ کو خاص طور پر منع کر دیا گیا ہے چنانچہ سورۃ مدثر آیت نمبر ۶ میں ارشاد ہے ترجمہ ہے (اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ ملے)''(۱)

ج۔ ایک شخص کے لئے یہ بات مکروہ کہ وہ اپنا سارا مال ہدیہ کر دے خواہ لینے والا اسکی اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہوتا کہ خالی ہاتھ ہو کر وہ دوسروں پر بوجھ نہ بن جائے۔ سورۃ نساء آیت نمبر ۵ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو البتہ انہیں کھانے اور پہننے کے لئے دو) اسکی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنا سارا مال اپنی اولاد میں تقسیم نہ کر دے کہ اس کے بعد وہ ان کا

دست نگر بن جائے جبکہ اس سے پہلے وہ اس کے دست نگر تھے''(۲)

د۔ اگر کوئی اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اس معاملہ میں وہ انکے درمیان مساوات برتے یعنی بیٹے کو جتنا دے بیٹی کو بھی اتنا ہی دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''عطیات کے اندر اپنی اولاد کے درمیان مساوت برتو، اگر میں مالدار ہوتا تو عورتوں کو مردوں پر ترجیح دیتا''(۳)

ھ۔ جس شخص کو زکوۃ دی جائے اسکی طرف سے زکوۃ دینے والے کو مذکورہ زکوۃ ہبہ ہو جانا: (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۰)

و۔ سفارش کرنے پر ہبہ دینا (دیکھئے مادہ رشوۃ نمبر ۲) نیز (مادہ شفاعۃ نمبر ۳)

ز۔ امراء یعنی حکام کا دیا ہوا ہبہ (دیکھئے مادہ جائزۃ نمبر ۲)

ح۔ ولاء کا ہبہ درست نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ ولاء نمبر ۳ کا جزھ) نیز (مادہ بیع نمبر ۲ کے جزواؤ کا جز ا)

ھجر (ملنا جلنا ترک کر دینا)

ا۔ تعریف: اگر ایک انسان دوسرے انسان سے عمداً ملنا جلنا ترک کر دے تو اس ہجر کہیں گے

۲۔ ہجر کا حکم: کسی مسلمان سے علیحدگی جائز نہیں ہے الا یہ کہ تادیب کے طور پر یہ علیحدگی ہو۔ شوہر کے لئے اپنی بیوی سے تادیب کے طور پر علیحدہ رہنا جائز ہے (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) حضرت ابن عباسؓ نے نے حکم دیا تھا کہ جو لوگ تقدیر کے بارے میں لب کشائی کرتے ہیں انکی تادیب کی خاطر ان سے ملنا جلنا ترک کر دیا جائے (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۴ کا جزج)

ھدنۃ (جنگ بند کر دینے کی عارضی صلح)

ا۔ تعریف: ہدنہ یہ ہے کہ برسر پیکار فریقین ایک معلوم مدت تک کے لئے جنگ بند کر دینے پر اتفاق کر لیں۔

۲۔ ہدنہ کی مشروعیت:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ شروع ہو جائے اور

کافر ایک معلوم مدت کیلئے جنگ بند کر دینے کی درخواست کریں تو مسلمانوں پر اسے قبول کر لینا لازم نہیں ہو گا۔ بلکہ اگر مسلمانوں کو جنگ بند کر دینے میں اپنی مصلحت نظر آئے تو وہ مذکورہ درخواست قبول کر لیں گے اور اگر مصلحت نظر نہیں آئے گی تو درخواست قبول نہیں کریں گے۔ سورۃ انفال کی آیت نمبر ۶۱ میں ارشاد باری ہے، اس کا ترجمہ درج ذیل ہے (اور اے نبی، اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لئے اللہ کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے تمہاری تائید کی)(۴) حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں یہ آیت سورۃ براۃ کی آیت نمبر ۲۹ کے ذریعے منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہے اس کا ترجمہ ہے (جنگ کرو ان لوگوں کے خلاف جو اللہ پر اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے ......) مفسرین نے یہ بات ذکر کی ہے میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا پہلی آیت میں جو وجوب تھا وہ منسوخ ہوا اور اس کے بعد یہ حکم جواز کی صورت میں باقی ہے۔ اگر ہم اللہ کے حکم کی تنفید کے لئے کافروں کے خلاف جنگ شروع کر دیں اور پھر جنگ یا صلح میں سے جس چیز کو اسلام اور اہل اسلام کے لئے زیادہ مفید پائیں اسے اختیار کر لینا واجب ہو گا۔

ھدی (وہ جانور جسے حرم لے جایا جائے)

۱۔ تعریف: ہدی اس مویشی قسم کے چوپائے کو کہتے ہیں جسے حرم لیجایا جائے یعنی مکہ کے فقراء کے لئے

۲۔ ہدی کے احکام:

الف۔ کونسا جانور ہدی بن سکتا ہے؟: صرف مویشی قسم کے چوپائے خواہ نر ہوں یا مادہ ہدی بن سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ: نے فرمایا ''آٹھ جوڑوں میں سے کوئی جانور ہدی بن سکتا ہے، اونٹ اور اونٹنی، گائے اور بیل، بھیڑ نر اور مادہ، بکری اور بکرا یعنی گنجائش کی مقدار، البتہ جو جانور جتنا بڑا ہو گا اتنا ہی افضل ہو گا''(۵) اگر کوئی شخص ان کے علاوہ کسی اور چیز کو ہدی قرار دئے مثلاً مکان وغیرہ کو اس پر اس کا ثمن واجب ہو جائے گا۔ ایک عورت نے اپنا مکان ہدی قرار دیا تھا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ''وہ مذکورہ مکان کا ثمن حرم لے جائے''(۶)

ب۔ بکری ایک شخص کی طرف سے کافی ہوگی۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (جو ہدی میسر ہو)۔ اسکی تفسیر میں آپ نے فرمایا: ''ایک بکری''(۷) گائے یا اونٹ دس اشخاص کی طرف سے درست ہوگا وہ اس میں شریک ہوں گے (۸) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے، عیدالاضحیٰ ہوگئی ہم گائے کے اندر سات افراد کے حساب سے اور اونٹ کے اندر دس افراد کے حساب سے شریک ہوئے''(۹) آپ کا یہ قول دراصل حکایت حال ہے، کوئی حکم نہیں ہے اور نہ ہی اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ گائے دس افراد کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ آپ نے دو بدنہ حرم لے جا کر ذبح کیا تھا ایک بدنہ بختی نسل کی اونٹنی تھی (۱۰) (دیکھیے مادہ حج نمبر ۱۲ کے جزج کا جز ۵)

ج۔ ہدی کے لئے یہ شرط نہیں ہے اسے حرم سے باہر کے علاقے یعنی حل میں خریدا جائے اور پھر حرم لیجایا جائے بلکہ اگر کوئی شخص منیٰ سے جانور خریدے تو جائز ہوگا اور یہ جانور ہدی بن جائے گا۔(۱۱)

د۔ ہدی کا ہلاک اور ضائع ہو جانا: حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم نفلی ہدی لے کر چلو اور راستے میں وہ ہلاکت کے قریب پہنچ جائے تو اسے ذبح کرلو اور اس کے خون میں جوتا ڈبو کر اس کے جسم کے کنارے مارو، اگر تم نے اس کا گوشت کھایا یا کسی کو کھانے کا حکم دیا تو تمہیں اس کا جرمانہ بھرنا پڑے گا۔ لیکن اگر تم کوئی واجب ہدی لے کر چلو اور وہ مرنے لگے تو اسے ذبح کرلو پھر اگر چاہو تو اس کا گوشت کھالو اور اگر چاہو تو کسی کو ہدیہ دیدو اور اگر چاہو تو فروخت کردو اور اسکی جگہ کوئی اور ہدی لے چلو(۱۲)

اگر ایک شخص ہدی لے کر چلے اور وہ گم ہو جائے اور پھر اسکی جگہ کوئی اور ہدی ذبح کردے اور اس کے بعد اسے گمشدہ ہدی مل جائے تو اسے بھی ذبح کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو شخص ہدی لے کر چلے اور ہدی گم ہو جائے پھر اس کی جگہ کوئی اور ہدی خریدے اور پھر گمشدہ ہدی بھی مل جائے تو دونوں ہدی ذبح کرے گا''(۱۳)

ھ۔ ہدی کو عرفات میں لے جانا واجب نہیں ہے، اگر چاہے لے جائے اور اگر نہ چاہے نہ لے جائے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جو شخص چاہے اپنا ہدی عرفات میں لے جائے اور جو نہ چاہے نہ لے جائے، لوگ چوری ہو جانے کے خطرے کے پیش نظر اپنے ہدی عرفات لیجایا کرتے

تھے"(۱۴) نیز فرمایا: اگر چاہو تو ہدی کا اشعار کرلو اور اگر چاہو تو نہ کرو، اگر چاہو تو ہدی کے گلے میں قلادہ (پرانا جوتا وغیرہ) ڈالو اور اگر چاہو تو نہ ڈالو"(۱۵) (اشعار یہ ہے کہ ہدی کی پشت یا کوہان کو نیزے وغیرہ کے ذریعے خون آلود کردیا جائے) ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالنا احرام کے اندر نیت کے قائم مقام ہوتا ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۷)

و۔ ہدی سے فائدہ اٹھانا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جو شخص کوئی جانور ہدی کے طور پر لے کر چلے یا اسے قربانی کے لئے معین کردے تو اس کے لئے اپنے ہدی اور قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا یعنی وہ اس کا دودھ پی سکتا ہے اور اس پر بوجھ لاد سکتا ہے، فائدہ اٹھانے کا یہ سلسلہ اسے ذبح کرنے تک جاری رہ سکتا ہے۔(۱۶)

ز۔ ہدی لے جانے والے پر حرام ہونے والے امور: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ جب ایک شخص ہدی لے کر چلے تو اس پر وہ تمام امور حرام ہو جائیں گے جو احرام باندھنے والے پر حرام ہو جاتے ہیں،(۱۷) حضرت عائشہؓ نے اس رائے کے سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ پر اعتراض کیا تھا انہوں نے فرمایا: "بات اس طرح نہیں ہے جس طرح ابن عباسؓ کہتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کے ہدی کا قلادہ خود اپنے ہاتھوں سے بٹا تھا، پھر حضور ﷺ نے یہ قلادہ اپنے ہدی کے گلے میں ڈال کر میرے والد کے ساتھ اسے حرم بھیجا تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ پر کوئی ایسی چیز حرام نہیں ہوئی جسے اللہ نے آپ ﷺ کے لئے حلال کیا تھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا ہدی ذبح ہوگیا"(۱۸)

ح۔ حرم میں ہدی ذبح ہوگا: ہدی کے طور پر جو جانور بھی لے جائے جائیں گے وہ حرم میں ذبح ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "مکہ منحر ہے (یعنی ہدی ذبح ہونے کی جگہ) لیکن اسے خون سے منزہ رکھا گیا ہے اور منیٰ مکہ کا حصہ ہے"(۱۹) (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۵) ہدی کا جانور صرف مسلمان ہی ذبح کرے گا (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ب)

ط۔ واجب ہدی: ہدی حالت احصار میں واجب ہوتا ہے (دیکھئے مادہ احصار) نیز حج تمتع کی صورت میں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کے جز ج کا جز ۵) اور حج قران کی حالت میں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۲ کے جز ب کا جز ۳) اور نذر کی صورت میں (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۳ کا جز د)

ھر (بلے بلیاں)

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ بلے بلیاں ناپاک نہیں ہوتیں اور اور انکے جوٹھے پانی سے وضو کر لینے اور اسے پی لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر۲ کے جزب کا جز۶) نیز (مادہ سئور نمبر۲ کے جزب کا جز۲) اگر یہ ناپاک نہیں ہیں تو انکی بیع جائز ہوگی (دیکھئے مادہ بیع نمبر۲ کے جزج کا جز۴)

ھلاک (ہلاک ہو جانا) دیکھئے مادہ تلف

ھمیان (رقم رکھنے کی تھیلی)

محرم کے لئے حالت احرام میں کمر کے ساتھ ہمیان باندھ لینے کا جواز (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کے جز الف کا جز۴)

حرف الهاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۱ المحلی ج ۹ ص ۱۱۸

۲۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۶۰ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۶

۳۔ المغنی ج ۵ ص ۶۰۶

۴۔ تفسیر ابن کثیر، قرطبی، طبری (متعلقہ آیت کی تفسیر) احکام القرآن ج ۳ ص ۶۹ و مابعد

۵۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲۹ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۱

۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸ ب

۷۔ الموطا ج ۱ ص ۳۸۶ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳

۸۔ المحلی ج ۷ ص ۱۵۴ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۳

۹۔ ترمذی فی الحج باب ماجاء فی الاشتراک نسائی فی الضحایا باب ما تجزئ عنہ البدن

۱۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۵ ب

۱۱۔ المغنی ج ۳ ص ۴۳۴ المجموع ج ۸ ص ۲۶۹

۱۲۔ المغنی ج ۳ ص ۵۳۵ المحلی ج ۷ ص ۲۶۸ الموطا ج ۱ ص ۳۸۱

۱۳۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴ ب، المغنی ج ۳ ص ۵۳۵

۱۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۳ ب المحلی ج ۷ ص ۱۶۷

۱۵۔ المحلی ج ۷ ص ۱۱۱ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۶ ب

۱۶۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۲۴۶

۱۷۔ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۲ ب، الموطا ج ۱ ص ۳۴۰ المجموع ج ۸ ص ۶۷۳

۱۸۔ الموطا ج ۱ ص ۳۴۰

۱۹۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۳۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۱ ب

حرف الواؤ

وتر (طاق، اکہرا)

وتر کی نماز کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ۔نمبر ۷ کے جز ھ کا جز ۱۰)

وتر کی کی نماز طریقہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۰)

وتر کی نماز میں قنوت (دیکھئے مادہ صلاۃ ۱۱)

وسوسۃ (وسوسہ)

۱۔ تعریف وسوسہ ایک نفسیاتی مرض ہے جو دو باتوں کے درمیان تردد پیدا کر دیتا ہے اور پھر رخ ایسی بات کی طرف ہو جاتا ہے جس میں فائدے کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔

۲۔ اس کا حکم:

شریعت میں وسوسہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عباسؓ وسوسے کی ہر صورت کو مٹا دینے کے کوشاں رہے (۱)

وضو میں وسوسہ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۱۰)

نجاست کے بارے میں وسوسہ (دیکھئے مادہ نجاسۃ نمبر ۴)

نماز کے اندر وسوسہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۰ کا جز ب)

وصی (وصی)

۱۔ تعریف: وصی اس شخص کو کہتے ہیں جسے کوئی ایسا شخص اپنے مال کی حفاظت اور اس کے اندر تصرف کی خاطر مقرر کرے جس کے تصرفات پر کوئی پابندی نہ لگی ہو۔

۲۔ وصی کے تصرفات:

وصی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ اسے جن افراد کا وصی بنایا گیا ہے (اس سے مراد وہ افراد ہیں جن کے

تصرفات پر بوجہ کمسنی وغیرہ پابندی لگی ہو) انکے اموال میں کوئی نقصان دہ تصرف کرے۔ البتہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ ان افراد کے اموال میں سے معروف طریقے سے کھا پی سکتا ہے۔ اس بارے میں اسکی حیثیت وہی ہے جو ولی کی ہے (دیکھئے مادہ ولایۃ)

وصیۃ (وصیت)

۱۔ تعریف: وصیت اس بلا معاوضہ تملیک کو کہتے ہیں جسکی اضافت موت کے بعد کے زمانے کیطرف ہو،

۲۔ وصیت کا حکم:

الف۔ ابتدائے اسلام میں یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص وفات پا جاتا تو اس کا بیٹا سارا مال لے لیتا اور اسکے والدین کو صرف وہی مال ملتا جسکی وہ وصیت کر جاتا۔ والدین کے حق میں وصیت واجب تھی کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۸۰ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور اقرباء کیلئے وصیت کرے) لیکن یہ وجوب آیت مواریث کے نزول کے ساتھ ہی منسوخ ہو گیا۔ آیت مواریث کے ذریعے ورثاء کے حصے مقرر کر دیئے گئے اور والدین میں سے ہر ایک کے لئے ترکے کا چھٹا حصہ مقرر کر دیا گیا۔ چونکہ وصیت غیر واجب ہو گئی اس لئے حضرت ابن عباسؓ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا کہ جانکنی میں مبتلا شخص کو وصیت کرنے پر ابھارا جائے۔ (۲)

جس شخص کے پاس بہت مال ہو اسکے لئے وصیت کرنا مسنون ہے اور جس کے پاس تھوڑا مال ہو اس کے لئے ترک وصیت مسنون ہے۔ وہ اپنا مال ورثاء کے لئے رہنے دے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ جانا تمہارے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ تم انہیں خالی ہاتھ رہنے دو کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں'' (۳) حضرت ابن عباسؓ آٹھ سو درہم کو قلیل مال تصور کرتے تھے آپ نے فرمایا: ''اگر ایک شخص اپنے پیچھے سات سو درہم چھوڑے جا رہا ہو تو وہ وصیت نہ کرے'' (۴) آپ سے آٹھ سو درہم کے بار میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یہ اسی طرح قلیل ہے'' (۵)

یعنی پھر وصیت نہ کی جائے۔

۳۔ وصیت کی مقدار:

وصیت کا تہائی ترکہ سے متجاوز ہونا جائز نہیں ہے۔ اگر تہائی سے کم، مال کی وصیت کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''میری تمنا ہے کہ لوگ تہائی سے چوتھائی تک کو دانتوں سے پکڑ لیں اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''تہائی کثیر ہے''(۶) نیز فرمایا: ''جو شخص پانچویں حصے کی وصیت کرتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو چوتھائی کی وصیت کرے اور جو چوتھائی کی وصیت کرتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو تہائی کی وصیت کرے''(۷)

اگر کوئی شخص وصیت کے ذریعے اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب قرار پائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانا کبائر میں سے ہے''(۸)

۴۔ وصیت کرنے والا یعنی موصی:

وصیت درست ہونے کیلئے موصی کے اندر درج ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے۔

الف۔ عقل اور بلوغت: دیوانے اور نابالغ کی وصیت درست نہیں ہوتی کیونکہ وصیت کا تعلق تبرعات سے ہے اور نابالغ کے تبرعات درست نہیں ہوتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''لڑکا جب تک بالغ نہ ہو جائے اسکی وصیت جائز نہیں ہوگی''(۹)

ب۔ آزادی: غلام کی وصیت اسکے آقا کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ کیا غلام وصیت کر سکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: ''الا یہ کہ اسکے موالی اسکی اجازت دے دیں''(۱۰)

۵۔ وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی جائے یعنی موصیٰ الیہ:

موصیٰ الیہ کے لئے شرط ہے کہ وہ میت کی میراث میں کسی چیز کا حقدار نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں الا یہ کہ ورثاء چاہیں"[11] اس لئے کہ اگر ورثاء اس وصیت کی اجازت دے دیں تو انہیں وصیت کے سلسلے میں متبرع شمار کیا جائے گا۔

۶۔ وصیت پر گواہ بنانا:

وصیت کسی بھی مالی تصرف کی طرح ایک تصرف ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ جب موصیٰ الیہ وصیت کا حقدار بنے گا اس وقت موصی وفات پا چکا ہوگا۔ بنا بریں اگر وصیت توثیق سے خالی ہوگی تو اسکے اثبات کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ وصیت کے منکرین کی قسمیں وصیت کے بارے عدم علم یا لاعلمی پر مبنی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے وصیت پر گواہی قائم کرنے کو واجب قرار دیا ہے[12] اس لئے کہ گواہی توثیق کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔

۷۔ جن لوگوں کا میراث میں کوئی حصہ نہ ہو اور نہ ہی انکے حق میں میت کی وصیت ہو تو ترکہ تقسیم ہونے کے موقعہ پر انکے آجانے پر انہیں کچھ دینا دلانا (دیکھئے مادہ صدقۃ نمبر ۷)

وضوء (وضو)

۱۔ تعریف: جسم کے چند مخصوص اعضاء کو اس طرح دھونا اور مسح کرنا وضو کہلاتا ہے کہ اسکی وجہ سے نماز کی ادائیگی درست اور مباح ہو جائے۔

۲۔ وضو کا حکم:

الف۔ اگر ایک شخص وضو توڑ دینے والے کسی امر کے حدوث کے بعد نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اس پر وضو کرنا فرض ہوگا۔ کیونکہ اصل کے اعتبار سے وضو کی مشروعیت نماز کو مباح کرنے کی خاطر ہوئی ہے، اگر ایک شخص باوضو ہو اور وہ نماز پڑھنا چاہے تو اس پر دوبارہ وضو کرنا لازم نہیں ہوگا۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا: "اے سمندر (یہ حضرت ابن عباسؓ کا لقب تھا) آپ عبید بن عمیر کے بارے میں کیا کہیں گے جو اذان سن کر گھر سے نکلتے ہیں اور باوضو ہونے کے باوجود وضو کرتے ہیں" آپ نے جواب دیا: "اس طرح شیطان کرتا ہے، جب وہ آئیں تو مجھے بتانا" چنانچہ انکی آمد پر آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ نے ان سے فرمایا: "تم ایسا کیوں کرتے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں فرماتا ہے ترجمہ یہ ہے (جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہرے دھولو......) یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''بات اس طرح نہیں ہے۔ اگر تم پہلے سے باوضو ہو تو تم اس وقت تک طاہر قرار پاؤ گے جب تک تمہیں حدث لاحق نہ ہو جائے'' (۱۳)

ب۔ درج ذیل مواقع پر وضو مستحب ہے

(۱) سونے کے موقعہ پر، اس لئے کہ باوضو سونا مستحب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''باوضو سویا کرو کیونکہ قیامت کے دن ارواح کو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں انہیں قبض کیا گیا تھا'' (۱۴)

(۲) جب جنبی شخص کھانے پینے یا سونے کا ارادہ کرے (دیکھئے مادۃ جنابۃ نمبر۳ کا جزب)

(۳) قرآن کی تلاوت کے لئے وضو کرنا قرآن کے ادب کی خاطر مستحب ہے، تلاوت کے لئے وضو فرض نہیں ہے (دیکھئے مادہ قرآن نمبر۱۰ کا جزب)

۳۔ مسجد کے اندر وضو کرنا:

حضرت ابن عباسؓ نے اسکی اباحت کی ہے بشرطیکہ وضو کرنے کی وجہ سے کسی کو اذیت نہ پہنچے (۱۵)۔

۴۔ کن چیزوں کے ساتھ وضو کیا جا سکتا ہے؟

الف۔ مطلق پانی کے ساتھ وضو کیا جائے جو طاہر ہو اور مطہر بھی خواہ ٹھنڈا ہو یا گرم (دیکھئے مادہ ماء) زمزم کے پانی کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ زمزم)

ب۔ نبیذ کے ساتھ وضو: جصاص حنفی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص کو پانی نہ ملے تو اس کے لئے نبیذ کے ساتھ وضو کر لینا جائز ہے بشرطیکہ نبیذ کے اندر نشہ لانے والی کیفیت پیدا نہ ہوئی ہو، یہ بات حضرت ابن عباسؓ کے اس اصول کے مطابق درست ہے کہ جامد اشیاء کا پانی کے ساتھ مل جانا پانی کی طہوریت پر اس وقت تک اثر انداز نہیں ہوتا جب تک مذکورہ اشیاء پانی کی

رقت اور سیلان کو ختم نہ کر دیں (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۵ جز الف) نیز (مادہ اشربۃ نمبر ۲ کے جز ب کے جز ۵ کا جز ب)

ج۔ پانی کے سوا دیگر مائعات کے ساتھ وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ گھاس وغیرہ کی تلاش میں دور نکل جاتے ہیں اور ہمیں پانی نہیں ملتا، ایسی صورت میں کیا ہم دودھ کے ساتھ وضو کر سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا ''نہیں، ایسی صورت میں تم پر تیمّم کرنا لازم ہوگا''۔(۱۷)

۵۔ وضو کی شرائط:

وضو شروع کرنے سے پہلے ہر اس چیز کو جسم سے دور کر دینا واجب ہوگا جو جسم تک پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مہندی کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے جواب دیا: ''میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہماری عورتیں کس طرح مہندی لگاتی ہیں۔ وہ عشاء کی نماز پڑھکر مہندی لگاتی ہیں اور پھر سو جاتی ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو جسم سے مہندی اتار کر وضو کر لیتی ہیں اور پھر نماز پڑھ لیتی ہیں۔ پھر مہندی لگا لیتی ہیں۔ جب ظہر کا وقت ہوتا ہے تو اپنی بہترین مہندی کو جسم سے اتار پھینکتی ہیں۔ اس طرح یہ مہندی وضوء میں حائل نہیں ہوتی''۔(۱۸) (دیکھئے مادہ خضاب نمبر ۲)

۶۔ وضو کرنے کا طریقہ

الف۔ اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھونا: وضو کے اندر فرض یہ ہے کہ جن اعضاء کو دھونا واجب ہے انہیں ایک ایک مرتبہ دھویا جائے اور جن اعضاء کا مسح واجب ہے ان پر ایک ایک مرتبہ مسح کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے وضو کیا آپ نے اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا اور پھر فرمایا کہ ''میں تم لوگوں کو حضور ﷺ کے وضو کا طریقہ نہ بتا دوں؟'' یہ کہہ کر آپ نے وضو کیا اور اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا(۲۰)

ب۔ وضو کے فرائض: جن اعضاء پر وضو کا عمل جاری ہونا فرض ہے ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶ میں کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے (اے ایمان لانے والو، جب تم نماز کے لئے

اٹھوتو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک)

(۱) چہرہ دھونا:

الف۔ چہرہ دھونے کے اندر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا داخل ہے کیونکہ منھ اور ناک چہرے کے مشمولات میں سے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے وضو کیا اور ایک ہاتھ میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا[۲۱] اور فرمایا: ''ناک میں دو یا تین مرتبہ اچھی طرح پانی ڈالو''[۲۲] لیکن کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا آیا سنت ہے یا فرض؟ امام ابو یوسف نے اپنی کتاب ''الآثار'' میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ اگر ایک شخص غسل جنابت کرے اور کلی نہ کرے نیز ناک میں پانی نہ ڈالے تو وہ غسل کا اعادہ کرے گا اور اگر وہ وضو کے اندر یہ عمل ترک کردے تو وضو کا اعادہ نہیں کرے گا[۲۳] بنابریں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے فرض نہیں ہے

ب۔ چہرہ دھونے کے اندر گھنی داڑھی کا خلال بھی داخل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اپنی داڑھی کا خلال کرتے تھے، بنو اسد کے غلام ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا تھا کہ حضرت ابن عباسؓ نے وضو کرتے ہوئے داڑھی کا خلال کیا تھا۔[۲۴]

(۲) سر اور کانوں کا مسح:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''وضوء کرنے والا اگر سر پر مسح کرنا بھول جائے تو وہ اپنی نماز لوٹائے''[۲۵] کان سر میں شامل ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''کان سر کا حصہ ہیں''[۲۶] بنابریں سر کے ساتھ کانوں کا مسح بھی واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ جب وضو کرتے تو کانوں کے ظاہر اور باطن دونوں حصوں پر مسح کرتے[۲۷] آپ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے اپنے سر کا اور اپنے کانوں کے ظاہر و باطن دونوں کا مسح کیا تھا۔[۲۸]

(۳) پاؤں دھونا:

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے جس کا مطابق آپ کی رائے تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے وضو

کے اندر دونوں پاؤں کا مسح فرض کیا ہے، انہیں دھونا فرض نہیں کیا، آپ فرماتے ہیں: ''وضو کے اندر دو دھونا اور دو مسح ہے''۔(۲۹) نیز فرمایا: ''میں کتاب اللہ کے اندر صرف دو دھونا اور دو مسح پاتا ہوں''۔(۳۰) اپنی اس بات کی مناسبت کے طور پر آپ یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب تیمّم کی مشروعیت فرمائی تو تیمّم کے اندر وضو کے ممسوحات کو ساقط کر دیا اور اس کے اندر مغسولات کا اثبات کر دیا، آپ نے فرمایا: ''اللہ نے دو دھونا اور دو مسح فرض کیا ہے، تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تیمّم کا ذکر کرتے ہوئے دو دھونے کی بجائے دو مسح مقرر کر دیا اور دو مسح ترک کر دیا''۔(۳۱) آپ نے اپنے اسی استدلال پر قناعت کر لی تھی لیکن جب آپ نے دیکھا کہ لوگ اپنے پاؤں دھوتے ہیں اور انکے مسح پر اکتفا نہیں کرتے تو اس صورت حال نے آپ کو پریشان کر دیا۔ اور اس کے نتیجے میں آپ حضرت الربیعؓ بنت معوذ بن عفراء کے پاس اس حدیث کے بارے میں استفسار کی خاطر گئے جس میں الربیع نے ذکر کیا تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا اس میں آنحضورؐ نے اپنے پاؤں دھوئے تھے، یہ حدیث سن کر آپ نے فرمایا تھا کہ: ''لوگ تو اپنے پاؤں دھوتے ہیں لیکن مجھے تو کتاب اللہ میں مسح ہی ملتا ہے''۔(۳۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کو مذکورہ بالا آیت وضو کی صرف اس قرائت کا علم تھا جس میں لفظ (وَاَرْجُلِكُمْ) کے حرف لام کو زیر کے ساتھ پڑھا جاتا تھا یعنی (وَامْسَحُوْا بِرُؤُوسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ) پھر جب آپ نے اس مسئلے کی چھان بین کی اور جستجو وتحقیق سے کام لیا تو آپ کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے مذکورہ بالا آیت وضو کی قرآت لفظ (وَاَرْجُلَكُمْ) کے حرف لام کے زبر کے ساتھ کی ہے یعنی اس طرح (يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ، اے ایمان لانے والو، جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھو لو، اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو) سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶) چنانچہ آپ نے یہی قرائت اختیار کر لی اور وضو کے اندر پاؤں دھونے کا قول کرنے لگے۔ ابن جریر طبری وغیرہ نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے آیت کی قرائت کی اور فرمایا: ''معاملہ پاؤں دھونے کی طرف لوٹ آیا''۔(۳۳) اور اس کے بعد آپ نے وضو کے اندر اپنے پاؤں دھونا شرع کر دیا اور پاؤں دھونے کا قول اختیار کر لیا۔

عمران بن ابی عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو وضو کرتے دیکھا آپ نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے اور انگلیوں کے درمیان پانی پہنچا کر انہیں دھو ڈالا (۳۴) امام احمد نے ''المسند'' کے اندر عطاء بن یسار

سے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے وضو کیا، اپنا چہرہ دھویا وہ اس طرح کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اس طرح پانی لیا یعنی ہتھیلیوں کو ملایا اور چلو بھر کر چہرہ دھولیا پھر ایک چلو پانی لے کر دایاں ہاتھ دھولیا پھر چلو بھر کر بایاں ہاتھ دھولیا، پھر سر کا مسح کیا پھر ایک چلو پانی لے کر اپنے دائیں پاؤں پر چھڑک دیا اور اسے دھولیا پھر ایک چلو پانی لے کر اپنا بایاں پاؤں دھولیا اور پھر فرمایا: ''میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح (یعنی وضو کرتے) دیکھا ہے' امام بخاری نے محمد بن عبدالرحیم سے اور انہوں نے ابوسلمہ منصور بن سلمہ خزاعی سے یہ روایت کی ہے''[۳۵]

اگر وضو کرنے والا موزے یا جرابیں پہنے ہوئے ہو تو اس کے لئے ان پر مسح کر لینا جائز ہوگا یعنی اس تفصیل کے مطابق جس کا ذکر ہم نے (مادہ خف) اور (مادہ جورب) کے اندر کیا ہے۔

(۴) افعال وضو میں ترتیب کا مسئلہ:

اس ترتیب کے وجوب کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کے مسلک کی حکایت اور نقل کے اندر اختلاف ہے ابن حزم نے ''المحلی'' کے اندر نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک وضو کے افعال میں ترتیب فرض نہیں ہے اور وضو کی ترتیب کے اندر الٹ پھیر جائز ہے،[۳۶] نووی نے ''المجموع'' کے اندر آپ سے نقل کیا کہ افعال وضو میں ترتیب واجب ہے[۳۷] نووی نے اس نقل کے ذریعے اپنے مسلک کیلئے تائید حاصل کی ہے،

تاہم ابن حزم صحابہ کرامؓ کے مسلک نقل کرنے میں نووی کی بہ نسبت زیادہ دقیقہ رسی سے کام لیتے ہیں۔

۷۔ وضو توڑنے والے امور:

درج ذیل امور کی بنا پر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

الف۔ جسم سے خارج ہونے والے ہر ناپاک مادہ کی بنا پر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''جسم سے خارج ہونے والی چیز کی بنا پر وضو لازم ہوتا ہے، داخل ہونے والی چیز کی بنا پر نہیں''[۳۸] پیشاب اور پاخانے کی بنا پر بالا جماع وضو ٹوٹ جاتا ہے نیز مذی اور ودی کے خروج

پر بھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''مذی اور ودی خارج ہونے پر وضو لازم ہوگا''[۳۹] ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ میں سواری پر سوار ہوتا ہوں اور مذی کا خروج ہو جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ''اپنا عضو تناسل دھوڈالو اور پھر نماز والا وضو کرلو''[۴۰] کثیر مقدار میں خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کثیر مقدار وہی ہے جسے دیکھنے والا کثیر سمجھے، قلیل مقدار میں خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، حضرت ابن عباسؓ سے مروی دو روایتوں سے ایک روایت کے مطابق جسم سے نکلنے والا خون ناپاک ہوتا ہے (دیکھئے مادہ دم نمبر ۲ کا جزو)

حیض کے بعد اندام نہانی سے مٹیالے نیز زرد رنگ کا مادہ خارج ہونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ خون ہوتا ہے، حیض کا خون نہیں ہوتا۔[۴۱]

ب۔ نیند یا دیوانگی یا بے ہوشی وغیرہ کی وجہ سے آگہی اور شعور کے چلے جانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ گہری نیند کی وجہ سے آگہی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ عام طور پر اس صورت میں ہوتی ہے جب انسان لیٹ کر سو جائے۔ لیکن جو شخص بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جائے وہ نیند میں مستغرق نہیں ہوتا،[۴۲] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''سو جانے والے ہر شخص پر وضو لازم ہو جاتا ہے البتہ جو شخص اپنا سر جھکا لے اس پر لازم نہیں ہوتا''[۴۳] یعنی ایک شخص بیٹھے بیٹھے سو جائے اور اس کا سر نیچے کی طرف جھول جائے اور پھر وہ بیدار ہو جائے تو اس کا وضو باقی رہ جاتا ہے۔ (مترجم) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''جو شخص بیٹھے بیٹھے سو جائے اس پر وضو لازم نہیں ہوگا اور اگر وہ لیٹ جائے تو وضو لازم ہو جائے گا''[۴۴]

ج۔ عضو تناسل کو ہاتھ لگ جانا: اس پر ہم (مادہ وضو نمبر ۸ کے جز ب) کے تحت گفتگو کریں گے۔

۸۔ کن صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹتا؟

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ درج ذیل صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹتا۔

الف۔ آپ سے منقول ایک روایت کے مطابق جسم سے خون خواہ تھوڑا نکلے یا زیادہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا (دیکھئے مادہ دم نمبر ۲ کا جز د)

ب۔ عضو تناسل کو کو ہاتھ لگ جانا: مس ذکر سے وضو ٹوٹ جانے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ

سے منقول روایتوں کو اندر اختلاف ہے۔ شوافع نے آپ سے روایت کی ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے (۴۵) ابن حزم نے آپ سے نقل کیا ہے اگر عمداً مس ذکر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر بھول کر ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا (۴۶) آپ سے تیسری روایت یہ ہے کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے پرواہ نہیں کہ اپنے عضو تناسل کو ہاتھ لگادوں یا اپنے کان کو'' (۴۷) حضرت ابن عمرؓ مس ذکر سے وضو ٹوٹ جانے کے قائل تھے حضرت ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا: ''اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مس ذکر کے بارے میں آپ کی بات برحق ہے تو اسے قطع کر دوں، اگر مجھ معلوم ہو جائے کہ یہ ناپاک ہے، تو اسے کاٹ ڈالوں، مجھے تو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اسے ہاتھ لگالوں یا اپنے کان کی لوکو'' (۴۸)

ج۔ عورت کو ہاتھ لگانا اور بوسہ لے لینا: ان دونوں باتوں سے وضو نہیں ٹوٹتا (۴۹) آپ نے فرمایا: ''مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی پھول سونگھ لوں یا اپنی بیوی کا بوسہ لے لوں'' (۵۰) سورۃ نساء میں ارشاد باری ہے ترجمہ ہے، (یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کے ساتھ تیمّم کر لو) حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ آیت میں ہاتھ لگانے کا جو ذکر ہے اس سے ہمبستری مراد ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے لمس کے لفظ کے ذریعے ہمبستری سے کنایہ کیا ہے (۵۱)
(دیکھئے مادہ تقبیل نمبر ۲ کا جز ب)

د۔ بغل کو ہاتھ لگانا: آپ سے بغل کو ہاتھ لگانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ایسے شخص پر وضو کا اعادہ لازم نہیں'' (۵۱ ب) نیز فرمایا: ''بغل کے بال اکھیڑنے پر بھی وضو لازم نہیں ہوتا'' (۵۲)

ھ۔ جسم کے کسی عضو کا ناپاک ہو جانا: اگر حسی نجاست کی وجہ سے جسم کا کوئی عضو ناپاک ہو جائے مثلاً پیروں تلے کوئی ناپاک چیز آجائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ''جو شخص کسی نجاست کو روندے وہ وضو نہ کرے'' (۵۳)

و۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانا: حضرت ابن عباس کی رائے تھی کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ آپ خود ایسی چیز کھانے کے بعد وضو نہ کرتے (۵۴) اور فرماتے: ''بدن سے خارج ہونے والی چیز کی بنا پر وضو لازم ہوتا ہے، داخل ہونے والی چیز کی بنا پر نہیں'' (۵۵) یعنی کوئی طعام

کھانے سے وضو لازم نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے: ''اگر گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا برتن میرے سامنے رکھ دیا جائے اور اونٹنی کا دودھ بھی اور میں پیٹ بھر کر کھالوں اور دودھ پی لوں تو ان پاکیزہ چیزوں کو کھانے کے بعد وضو کیے بغیر نماز پڑھ لوں گا''(۵۶) حضرت ابو ہریرہؓ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کے وجوب کے قائل تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان سے مناقشہ کرتے ہوئے تعجب سے فرمایا: ''کیا میں ایسا طعام کھانے کے بعد جسے اللہ تعالیٰ نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے صرف اس بنا پر وضو کروں کہ اسے آگ پر پکایا گیا ہے'' (۵۷) حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب میں فرمایا: ''حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم ہوگا خواہ یہ پنیر کا ایک بڑا ٹکڑا کیوں نہ ہو'' یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''کیا ہم تیل لگانے کی وجہ سے وضو کریں؟ کیا ہم گرم پانی استعمال کرنے کی وجہ سے وضو کریں؟'' اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ''بھتیجے، جب تم حضور ﷺ کی حدیث سنو تو اس کے بالمقابل مثالیں بیان نہ کرو''(۵۸) ایک دفعہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''آگ تو اللہ کی نازل کردہ برکت ہے۔ یہ کسی چیز کو نہ حلال کرتی ہے اور نہ ہی حرام، آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے کوئی وضو لازم نہیں ہوتا''(۵۹) ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اکھٹے بیٹھے ہوئے تھے اور تنور میں پکنے والے بکری کے بچے کے پک جانے کے انتظار میں تھے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اسے تنور سے نکال لو، یہ نماز کے اندر ہمارے لیے خلل پیدا نہ کرے'' لوگوں نے اسے تنور سے نکال لیا اور سب نے مل کر کھایا۔ کھانے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے وضو کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا'' آپ نے کیا کوئی ناپاک چیز کھائی ہے کہ وضو کر لیا؟'' حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا: ''تم مجھ سے بہتر اور زیادہ علم والے ہو'' پھر سب نے نماز پڑھ لی (۶۰)

فحش گوئی: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فحش کلامی سے وضو ٹوٹ جانے کے قائل تھے، آپ فرمایا کرتے: ''حدث کی دو قسمیں ہیں، زبان کا حدث اور شرمگاہ کا حدث، ان دونوں میں زبان کا حدث شدید تر ہے''(۶۱) یہ روایت اگر حضرت ابن عباسؓ سے درست ہے تو یہ فحش کلامی سے وضو ٹوٹ جانے پر دلالت کرتی ہے۔

۹۔ وضو کا پانی خشک کر لینا:

حضرت ابن عباسؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ وضو کرنے والا وضو کا پانی تولئے وغیرہ کے ذریعے اپنے جسم سے خشک کرلے (دیکھئے مادہ تنشیف)

۱۰۔ وسوسہ:

وسوسہ شیطان پیدا کرتا ہے۔ اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی جانب بڑھنے والے ہر شیطانی پھندے کو کاٹ ڈالے ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے شکایت کی کہ میں نماز میں ہوتا ہوں اور پھر مجھے خیال آتا کہ میرے عضو تناسل میں تری لگی ہوئی ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اللہ شیطان کا بیڑہ غرق کرے، وہ نماز کے دوران نمازی کے عضو تناسل کو مس کرتا ہے تاکہ یہ بتائے کہ اسے حدث لاحق ہو گیا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم جب وضو کر چکو تو پانی کا چھینٹا اپنی شرمگاہ پر مارو تاکہ اگر تمہیں کوئی تری محسوس ہو تو کہو کہ یہ اسی چھینٹے کی تری ہے'' اس شخص نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اس کے نتیجے میں اس کا وسوسہ دور ہو گیا (۶۲) خود آپ جب وضو سے فارغ ہوتے تو شرمگاہ پر پانی کا چھینٹا مار لیتے۔ (۶۳)

وطء (ہمبستری کرنا)

۱۔ تعریف: جماع کرنے کو وطی کرنا کہتے ہیں۔ عضو تناسل کو فرج یا دبر میں داخل کرنے پر اس کا تحقق ہوتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم:

اسکی دو قسمیں ہیں حلال اور حرام

الف۔ حلال وطی یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی یا لونڈی کے اندام نہانی میں اس وقت جنسی عمل کرے جب بیوی یا لونڈی حیض اور نفاس سے پاک ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے، کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۴ کا جزب) نیز (مادہ تسری) ایک شخص کے لئے ایسی حالت میں بھی ہمبستری کرنا جائز ہے جب اسکے پاس غسل جنابت کیلئے پانی موجود نہ ہو (دیکھئے مادہ تیمم نمبر۲ کا

جزھ)

ب۔ حرام وطی کی درج ذیل صورتیں ہیں:

ایسی عورت کے ساتھ ہمبستری جو اسکی نہ تو بیوی ہو اور نہ ہی لونڈی (دیکھئے مادہ زنا) جانور کے ساتھ جنسی عمل (دیکھئے مادہ حمل نمبرا) مرد یا عورت کے وبر میں جنسی عمل (دیکھئے مادہ دبر نمبر۳) حیض اور نفاس والی عورت کے ساتھ ہمبستری (دیکھئے مادہ حیض نمبر۵ کا جز واؤ) اور حالت احرام میں ہمبستری (دیکھئے مادہ احرام نمبر۹ کا جز ز)

۳۔ وطی کے اثرات:

وطی پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

الف۔ حد زنا: ایسی حرام ہمبستری پر حد واجب ہو جاتی ہے جو ملکیت اور ملکیت کے شبہ سے خالی ہو (دیکھئے مادہ زنا نمبر۵ کا جز ھ)

ب۔ مہر، ہر ایسی ہمبستری پر واجب ہو جاتا ہے جو درست نکاح کے نتیجے میں عمل میں آئے یا جس میں شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جائے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۸) نیز (مادہ محصر نمبر۵ کے جز الف کا جزا)

ج۔ رجعت: اگر شوہر نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو تو عدت کے دوران ہمبستری کی وجہ سے بالا جماع رجعت ثابت ہو جاتی ہے اور مطلقہ اسکی زوجیت میں واپس آجاتی ہے۔ تین طلاق پانے والی عورت ہمبستری کی بنا پر اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے خواہ اسکے ساتھ دوسرے شوہر نے ہمبستری کی ہو یا لونڈی کی صورت میں اسکے آقا نے اس کے ساتھ ہمبستری کر لی ہو (دیکھئے مادہ تحلیل)

د۔ ہمبستری سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر۱۱ کا جز واؤ) نیز حج بھی (دیکھئے مادہ حج نمبر۳۵ کا جز الف) اور اعتکاف بھی (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر۴ کا جز الف)

ھ۔ بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دینا مکروہ ہے جس کے دوران شوہر نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۵ کا جز د)

و۔ تادیب کے طور پر ہمبستری ترک کر دینا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر۳)

وقف (وقف کرنا)

ا۔ تعریف:

اصل مال کو محبوس کر کے اس کے ثمرات کو صدقہ کر دینا وقف کہلاتا ہے۔

۲۔ وقف کا لزوم:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ وقف صدقہ کی طرح ہے یعنی صرف زبانی طور پر کہہ دینے کی بنا پر لازم نہیں ہوتا۔ اگر ایک شخص کوئی مال وقف کر دے تو وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے الا یہ کہ وہ وقف بعد الموت کی وصیت کر جائے۔ ایسی صورت میں اسکی موت کے ساتھ ہی یہ وقف لازم ہو جاتا ہے اور ورثاء کو اس سے رجوع کر لینے کا حق نہیں ہوتا۔ اگر ایک شخص فقراء کو وہ مال حوالے کر دے جسکی اس نے ان فقراء کے حق میں وصیت کی ہو تو مال حوالہ کرنے کے بعد اسے مذکورہ مال ان سے واپس لینے کا حق نہیں ہوگا (۶۴) ابن حزم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حبس یعنی وقف کو مطلقاً باطل قرار دیا ہے (۶۵) شاید یہ روایت اسی معنی پر محمول ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

۳۔ مال وقف کی زکوٰۃ:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ وقف کے مال پر زکوٰۃ نہیں ہوتی، وقف کے مال کی وہی حیثیت ہے جو تمام اموال عامہ کی ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ جز الف)

وکالۃ (وکالہ)

ا۔ تعریف: اپنا کام کسی اور کو تفویض کر کے اسے اپنا قائم مقام بنا لینا وکالہ کہلاتا ہے۔

۲۔ وکالہ پر اجرت لینا:

وکیل یعنی کارندے کیلئے وکالہ پر اجرت لینا جائز ہے۔ اگر وکالہ تجارتی امور کے سلسلے میں ہو تو اجرت کے بارے میں متعارف جہالت جائز ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یہ کپڑا دس درہم میں فروخت کر

دو، اس سے زائد جو رقم ملے وہ تمہاری ہوگئی۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں،،(٦٦) اس لئے کہ وکیل موکل کے مال میں اسکی اجازت سے تصرف کرتا ہے اس لئے وکیل کے حق میں نفع کی شرط درست ہوگی جس طرح مضاربہ کے اندر مضارب کے لئے نفع کی شرط درست ہوتی ہے۔

ولاء (ولاء)

ا۔ تعریف: ولاء اس قرابت کو کہتے ہیں جو عتق کی بنا پر یا عقد موالات کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ عقد موالات کی بنا پر حاصل ہونے والی ولاء

الف۔ عقد موالات اس عقد کو کہتے ہیں جو دو شخصوں کے درمیان ایک دوسرے کی مدد کے سلسلے میں طے پائے، ہر فریق دوسرے سے کہے کہ تم میرے ولی ہو، اگر میں مر جاؤں تو تم میرے وارث ہو گے اور اگر میں کوئی جرم کروں تو اس کا جرمانہ تم بھرو گے۔

ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور عقد موالات کرنا چاہا، حضرت علیؓ نے انکار کر دیا وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا اور آپ کے ساتھ اس نے عقد موالات کر لیا۔(٦٧)

ب۔ ابتدائے اسلام میں اس عقد کی بنا پر لوگ ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے لیکن بعد میں اس کو منسوخ کر دیا گیا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز ۳ کا جز ب اور نمبر ٦ کے جزی کا جز ۲)

۳۔ عتق کی بنا پر ولاء۔

الف۔ تعریف: یہ وہ حکمی قرابت ہے جو اپنے غلام کو آزاد کرنے کی بنا پر وجود میں آتی ہے

ب۔ ولاء کس کے لئے ثابت ہوتی ہے؟: ولاء غلام آزاد کرنے والے کیلئے یا اس شخص کے لئے ثابت ہوتی ہے جس کی طرف سے غلام آزاد کیا گیا ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس کے بعد یہ ولاء اسکے مذکر عصبہ کیلئے ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے اپنا مملوک آزاد کر دیا اور پھر وہ فوت ہو گیا، اسکی ولاء مذکورہ عورت کیلئے ثابت ہوگی یا اسکے باپ کے عصبہ کیلئے؟ آپ نے جواب دیا کہ عورت کے مذکر عصبہ کے لئے ولاء ثابت ہوگی (٦٨) اگر عورت مر جائے اور اپنے پیچھے بیٹا اور بھائی چھوڑ جائے تو ولاء بیٹے کیلئے ہوگی بھائی کے لئے نہیں ہوگی کیونکہ

ایسی صورت میں اس کا بیٹا اس کا عصبہ ہوگا۔ (۶۹) اوپر ہم نے کہا کہ ولاء غلام آزاد کرنے والے کے لئے یا اس شخص کے لئے ثابت ہوتی ہے جس کی طرف سے غلام آزاد کیا گیا ہو۔ بنا بریں اگر ایک شخص کسی شخص کی طرف سے اسکے حکم کے تحت غلام آزاد کردے یا اس کے حکم کے بغیر وہ ایسا کر لے تو دونوں صورتوں میں ولاء اس شخص کیلئے ہوگی جس کی طرف سے غلام آزاد کیا گیا ہے۔ (۷۰)

ج۔ جرولاء: آزادی اور غلامی کے اندر اولاد اپنی ماں کی تابع ہوتی ہے۔ اگر غلام کے ساتھ بیاہی ہوئی آزاد شدہ لونڈی بچے جنم دے تو یہ بچے آزاد شمار ہوں گے اور انکی ولاء انکی ماں کو آزاد کرنے والے شخص کے لئے ہوگی، اگر اس کے بعد ان بچوں کا باپ آزاد ہو جائے تو باپ کی ولاء اسے آزاد کرنے والے کے لئے ہوگی اور اس کیساتھ بچوں کی ولاء انکی ماں کو آزاد کرنے والے شخص سے منتقل ہو کر انکے باپ کو آزاد کرنے والے کو مل جائے گی پھر ماں کو آزاد کرنے والے شخص یا اسکے مذکر عصبہ کی طرف یہ ولاء صرف اسی صورت میں واپس آئے گی جب باپ کو آزاد کرنے والا نیز اسکے مذکر عصبہ ختم ہو جائیں گے۔ (۷۱)

د۔ سائبہ کی ولاء: سائبہ اس غلام کو کہتے ہیں جس کا آقا اسے آزاد کردے اور اس سے اپنا ہر حق ساقط کرنے کی شرط لگادے، اس میں ولاء کا حق بھی شامل ہے۔ زمانہء جاہلیت میں سائبہ کا دستور عام تھا۔ جب اسلام آیا تو اس نے عتق پر ولاء کا ترتب کر دیا اور اسے ایسا لازم حق قرار دیا جو ساقط کرنے کے باوجود بھی ساقط نہیں ہوتا۔ اگر سائبہ آزاد کرنے والا شخص اس چیز کو لینے سے انکار کر دے جو ولاء کے حق کی بنا پر اسکی طرف عائد ہو رہی ہو تو اس صورت میں مذکورہ چیز لے کر بیت المال میں رکھ دی جائے گی۔ سائبہ کے طور پر غلام آزاد کرنے والے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ''اہل اسلام سائبہ والا طریقہ اختیار نہیں کرتے، زمانہء جاہلیت والے ایسا کرتے تھے، تم اپنے آزاد کردہ غلام کے ولی نعمت ہو، اسکی میراث تمہارے لئے ہے۔ اگر تم ولاء کے تحت کوئی مال لینے کو گناہ سمجھو تو یہ مال ہم قبول کر کے اسے بیت المال میں رکھ دیں گے''۔ (۷۲)

ھ۔ ولاء کا ہبہ اور اسکی بیع: آزاد کرنے والے کے لئے آزاد کردہ غلام پر جو ولاء ثابت ہوتی ہے وہ ایسی قرابت ہے جس کا سبب عتق ہے۔ اور قرابتیں نسب کی طرح ہوتی ہیں یعنی انہیں نہ ہبہ کیا جا سکتا

ہے اور نہ ہی انکی فروخت ہوتی ہے، بنابریں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے: ''ولاء اس شخص کے لئے ہے جو آزاد کرے اسکی بیع جائز نہیں اور نہ ہی اس کا ہبہ''(۷۳) (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کا جزھ)
ایک روایت ہے کہ حضرت میمونہؓ نے سلیمان بن یسار کی ولاء حضرت ابن عباسؓ کو ہبہ کر دی تھی سلیمان مکاتب غلام تھے (۷۴) اس سے واللہ اعلم مراد یہ ہے کہ حضرت میمونہؓ نے سلیمان بن یسار کی ولاء سے حاصل ہونے والا مال حضرت ابن عباسؓ کو ہبہ کیا تھا، نفس ولاء ہبہ نہیں کی تھی۔

و۔ عتق سے حاصل شدہ ولاء کے اثرات: اس پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) نصرت، اس کا ظہور نفقہ کے ذریعے ہوتا ہے کیونکہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ارشاد باری ہے ترجمہ ہے (اور وارث پر بھی اس طرح ہے) جنایت یعنی فوجداری جرم کا جرمانہ

(۲) میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۳ نیز نمبر ۶ کے جزی کا جز ۲)

ولایۃ (سرپرستی)

ا۔ تعریف: ولایت یہ ہے کہ ایک بالغ اور سمجھدار شخص کسی قاصر (نابالغی وغیرہ کی بنا پر عقل سمجھ نہ رکھنے والے) کے معاملات کی دیکھ بھال کا کام سنبھال لے

۲۔ ولی کے تصرفات:

الف۔ ولی کے لئے کوئی ایسا تصرف کرنا جائز نہیں جس سے اسکی سرپرستی میں آنے والے فرد یعنی مولیٰ علیہ کو کوئی نقصان پہنچ جائے، چنانچہ وہ اس کے مال سے صدقہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ہبہ، وہ تبرع کی قسم کا کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴ کا جز الف)

ب۔ ولی کا یتیم کے مال میں سے کھا پی لینا: اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

ایک روایت کے مطابق ولی یتیم کے مال میں سے کچھ بھی کھا پی نہیں سکتا کیونکہ سورۃ نساء آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد باری ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں وہ دراصل آگ کھا کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور یہ جلد

ہی دہکتی ہوئی آگ میں پڑیں گے) یہ آیت قول باری جس کا ترجمہ ہے(اور جو دولتمند ہو وہ پرہیز کرے اور جو فقیر ہو وہ معروف طریقے سے کھائے) کی ناسخ ہے۔ (۷۵)

دوسری روایت کے مطابق اگر ولی یتیم کے لئے کام کرے تو اسکے مال میں سے اسے کچھ کھاپی لینا جائز ہوگا۔ اور اگر کام نہ کرے تو جائز نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ میرے پاس ایک یتیم ہے اور اس کے کچھ اونٹ ہیں کیا میں اسکے ان اونٹوں کا دودھ پی سکتا ہوں؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: ''اگر تم اسکے گمشدہ اونٹ تلاش کرتے ہو، اسکے خارشتی اونٹوں کو دوائی ملتے ہو، انکے حوض کی لیپاپوتی کرتے ہو اور پانی کی باری کے دن ان اونٹوں کو پانی گھاٹ پر لے جاتے ہو تو پھر ان کا دودھ اتنی مقدار میں پی سکتے ہو جس سے اونٹوں کے بچوں کو نقصان نہ پہنچے اور نہ ہی آخری حد تک اونٹنیوں کا دودھ نکل لیا جائے'' اس طرح آپ نے یتیم کے لئے کام کرنے کو اسکے مال سے کھانے پینے کے استحقاق کی شرط قرار دیا۔

تیسری روایت کے مطابق ولی کے لئے یتیم کے مال سے قرض لے کر کھانا جائز ہے۔ پھر جب ولی خوش حال ہو جائے تو یہ قرض ادا کر دے۔ ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے(اگر وہ فقیر ہو تو معروف طریقے سے کھائے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''معروف طریقے سے کھانا یہ ہے کہ محتاجی کی صورت میں قرض لے اور جب خوش حال ہو جائے تو یہ قرض ادا کر دے''۔ (۷۷)

میری رائے میں حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ روایات اور ان کے ساتھ دیگر روایات یکجا کی جائیں تو ان سے زیر بحث مسئلے (یتیم کے مال میں سے ولی کے کھاپی لینے) کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی کامل رائے سامنے آجاتی ہے۔ اسے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے:

یتیم کے ولی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے موجود مال پر قناعت کرے بلکہ اپنا مال خرچ کرنے میں ہاتھ تنگ رکھے تاکہ اسے یتیم کا مال لینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے (۷۸) اگر وہ یتیم کا مال لینے پر مجبور ہو جائے جبکہ وہ یتیم کا کام بھی کرتا ہو تو اس کے لئے یتیم کے مال کی پیداوار اور آمدنی میں سے لیکر کھانا جائز ہوگا، اصل مال لے لینا جائز نہیں ہوگا، اس صورت میں وہ اتنا ہی مال لے گا جو کم سے کم حد تک اس کے لئے کافی ہو اور دوسری طرف اصل مال کو کوئی نقصان نہ پہنچے (۷۹) مثلاً وہ یتیم کی سواری پر سوار ہو جائے یا اس کے غلام سے خدمت لے لے اور یتیم کے استعمال سے بچا ہوا دودھ پی لے (۸۰) گزشتہ سطور میں ایک شخص کا واقعہ بیان ہوا ہے جس نے حضرت ابن عباسؓ سے اس یتیم کے مال میں سے کچھ کھاپی لینے کے بارے میں

فتویٰ پوچھا تھا جو اس شخص کے زیر سرپرستی تھا، یہ واقعہ ہماری مذکورہ بالا بات پر دلالت کرتا ہے، اگر ولی یتیم کا طعام کھائے تو اپنی انگلیوں کے کناروں کے ذریعے کھائے اور اس حد سے آگے نہ بڑھے اور جتنا عام طور پر لوگ کھاتے ہیں اس سے زائد نہ کھائے (۸۱) نیز یتیم کے مال میں سے اتنا پہنے جو اس کے جسم کے لئے ساتر ہو، پگڑی وغیرہ نہ پہنے (۸۲) کیونکہ پگڑی ضروریات میں داخل نہیں ہے۔ اگر ولی یتیم کا کام کاج نہ کرتا ہو اور اسے یتیم کے مال میں سے کچھ لینے کی حاجت پیش آجائے تو بطور قرض لینا اس کے لئے جائز ہوگا۔ جب خوش حال ہو جائے تو قرض ادا کردے۔

ج۔ ولی کا اپنی سرپرستی میں رہنے والی لڑکی کا مہر کھالینا: حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ولی کے لئے اس لڑکی کے مہر کا کوئی حصہ کھالینے کی کوئی سبیل نہیں جو اس کی سرپرستی میں ہو (۸۳)

د۔ ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس لڑکی کے مہر کا کچھ حصہ اسکے شوہر کو معاف کردے جو اس کی سرپرستی میں ہو (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۴ کا جزج)

ھ۔ میت کی مانی ہوئی نذر اس کا ولی پوری کرے گا (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۵) اور اسکی طرف سے اس کا فرض حج ادا کرے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۹)

و۔ اگر نابالغ حرم کے اندر کوئی جانور شکار کرلے تو اس کا جرمانہ نابالغ کا ولی برداشت کریگا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۹ کے جزط کے جزب کا چھٹا نقطہ)

ز۔ عورت کے نکاح میں ولی کے اشتراک کی شرط (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵)

ح۔ مفقود کی بیوی کو مفقود کے ولی کی دی ہوئی طلاق (دیکھئے مادہ مفقود نمبر ۳ کا جزب)

ط۔ مسلمان کے ولی کیلئے اسلام کی شرط (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۵ کا جزب)

۳۔ ولایت یعنی سرپرستی کا اختتام:

ولایت کے سبب اور موجب کے اختتام کے ساتھ ولایت کا اختتام ہو جائے گا (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲

ولد (ولد)

۱۔ تعریف: ولد کا لفظ بیٹا اور بیٹی دونوں کو شامل ہے۔

۲۔ ولد اللہ کی طرف سے اسکے والد کیلئے ہبہ ہے (دیکھئے مادہ اب نمبر ۱)

۳۔ ولد کا نسب اسکے باپ سے ملحق ہوتا ہے (دیکھئے مادہ نسب نمبر۲) البتہ ولد زنا اور لعان کرنے والی عورت کے ولد کا نسب اسکی ماں کے ساتھ ملحق ہوتا ہے (دیکھئے مادہ نسب نمبر۲) نیز (مادہ لعان نمبر۴ کا جزب)

ولد کے ساتھ نکاح کی تحریم (دیکھئے مادہ نکاح نمبر۳ کے جزب کے جزا کا جزالف)

اگر باپ اپنے بیٹے سے مطالبہ کرے کہ وہ اپنی بیوی کو وہ طلاق دیدے تو اس صورت میں بیٹے کی طرف سے باپ کی اطاعت (دیکھئے مادہ طلاق نمبر۲) نیز (مادہ اب نمبر۲)

اپنی زکوۃ اپنے بیٹے پر صرف نہیں کی جاسکتی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر۸ کا جزب) البتہ صدقہ اس پر صرف کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ صدقۃ نمبر۶)

بیٹے کا اپنے کافر باپ کی میت کو غسل دینا اور اسکی تکفین وتدفین کرنا (دیکھئے مادہ موت نمبر۲ کا جزب)

والد کا اپنے ولد کے خلاف فوجداری جرم کرنا (دیکھئے مادہ جنایۃ نمبر۳ کے جزالف کا جز۳)

باپ کی اپنے ولد کے حق میں وصیت (دیکھئے مادہ وصیۃ نمبر۵)

والدین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہوجانے پر ولد کا مسلمان شمار ہونا (دیکھئے مادہ اسلام نمبر۳)

آزادی اور غلامی کے اندر ولد اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے (دیکھئے مادہ ولاء نمبر۳ کا جزج)

ولد الزنا (ولد زنا)

دینی اور معاشرتی اعتبار سے ولد زنا کا مقام (دیکھئے مادہ زنا نمبر۵ کا جزد)

ولد زنا کو آزاد کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر۵ کا جزھ)

ولد زنا کا نسب (دیکھئے مادہ نسب نمبر۲) اور اسکی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر۶ کے جزی کے جزا کا جزالف)

ولد زنا کی گواہی (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر۴ کا جزز)

ولد الملاعنۃ (لعان کرنے والی عورت کا ولد)

ملاعنہ کے ولد کا نسب (دیکھئے مادہ نسب نمبر۲)

ملاعنہ کی ولد کے عصبہ اور اسکی میراث (دیکھئے مادہ لعان نمبر۴ کے جزالف کا جزب) نیز (مادہ ارث نمبر۶ کے جزی کے جزا کا جزالف)

حرف الواء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ نیل الاوطار ج۶ ص۱۴۳، احکام القرآن ج۶ ص۹۷، سنن ابوداؤد فی الوصایا، سنن بیہقی ج۶ ص۲۶۵، المغنی ج۶ ص۲

۲۔ احکام القرآن ج۲ ص۳۷

۳۔ بخاری، مسلم فی الوصایا، کشف الغمۃ ج۲ ص۳۵

۴۔ سنن بیہقی ج۶ ص۲۷۰، المغنی ج۶ ص۳

۵۔ عبدالرزاق ج۹ ص۱۶۳ احکام القرآن ج۱ ص۱۶۳

۶۔ ابن ابی شیبہ ج۲ ص۷۷ اب المغنی ج۶ ص۴

۷۔ سنن بیہقی ج۶ ص۲۷۰

۸۔ ابن ابی شیبہ ج۲ ص۷۸ انیل الاوطار ج۲ ص۱۴۴ سنن سعید بن منصور ج۳ ص۱/۱۹۰، المحلی ج۹ ص۳۱۹ احکام القرآن ج۲ ص۱۰۰، المغنی ج۲ ص۷

۹۔ عبدالرزاق ج۹ ج۸۰، ابن ابی شیبہ ج۲ ص۷۷ اب سنن دارمی ج۲ ص۴۲۶ سنن بیہقی ج۶ ص۲۴۵، المحلی ج۹ ص۳۳۳، کنز العمال ج۱۶ ص۶۲۵ المغنی ج۲ ص۱۰۱

۱۰۔ عبدالرزاق ج۹ ص۹۰، ابن ابی شیبہ ج۲ ص۷۷ا، کنز العمال ج۱۶ ص۶۲۵

۱۱۔ نیل الاوطار ج۶ ص۱۵۱، سنن بیہقی ج۲ ص۲۶۵، احکام القرآن ج۱ ص۹۲

۱۲۔ احکام القرآن ج۲ ص۴۸۹

۱۳۔ عبدالرزاق ج۱ ص۵۷

۱۴۔ عبدالرزاق ج۱ ص۳۹

۱۵۔ المغنی ج۱ ص۱۱۴۳ المجموع ج۳ ص۱۸۵

۱۶۔ احکام القرآن ج۲ ص۳۸۶

۱۷۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۰ب

۱۸۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۰ب سنن بیہقی ج۱ ص۷۷

۱۹۔ عبدالرزاق ج۱ ص۴۱، ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳ کنز العمال ج۹ ص۴۳۱

۲۰۔ ترمذی، نسائی فی الطہارۃ، باب الوضوء مرۃ مرۃ

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۷ب

۲۲۔ ابن ابی شیبہ ج۱ ص۶

۲۳۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۸

۲۴۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳، نیل الاوطار ج ا ص ۱۶۶، کنز العمال ج ۹ ص ۴۵۴، المغنی ج ا ص ۱۰۵
۲۵۔ عبدالرزاق ج ا ص ۱۶
۲۶۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴ ب المجموع ج ا ص ۴۵۳
۲۷۔ شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۰
۲۸۔ سنن ترمذی باب مسح الاذنین
۲۹۔ تفسیر طبری ج ۶ ص ۸۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵ کنزل العمال ج ۹ ص ۴۳۳ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۹۲ عبدالرزاق ج ا ص ۱۹
۳۰۔ المغنی ج ا ص ۱۳۳ المحلی ج ۲ ص ۵۶
۳۱۔ عبدالرزاق ج ا ص ۱۹
۳۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵
۳۳۔ تفسیر طبری ج ۶ ص ۸۱ سنن بیہقی ج ا ص ۷۰ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۹۳
۳۴۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳ ب
۳۵۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴
۳۶۔ المحلی ج ۲ ص ۶۷
۳۷۔ المجموع ج ا ص ۴۸۲
۳۸۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۹، عبدالرزاق ج ا ص ۳۲ کنز العمال ج ۹ ص ۴۸۶ المغنی ج ا ص ۱۸۴ سنن بیہقی ج ا ص ۱۱۶
۳۹۔ شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۹ کنز العمال ج ۹ ص ۴۸۶ المغنی ج ا ص ۱۷۱ المجموع ج ۲ ص ۷
۴۰۔ شرح معنی الآثار ج ا ص ۱۹
۴۱۔ کنز العمال ج ۹ ص ۶۳۲ عبدالرزاق ج ا ص ۳۱۸
۴۲۔ الاستذکار ج ا ص ۱۹۱ المحلی ج ا ص ۲۴۴، ۲۴۵، المجموع ج ۲ ص ۲۰ کشف الغمۃ ج ا ص ۵۳
۴۳۔ عبدالرزاق ج ا ص ۱۲۹، سنن بیہقی ج ا ص ۱۱۹ کنز العمال ج ۹ ص ۴۹۰، ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۲ ب
۴۴۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۲ ب سنن بیہقی ج ا ص ۱۲۰
۴۵۔ المجموع ج ۲ ص ۴۳، معرفۃ السنن والآثار ج ا ص ۳۲
۴۶۔ المحلی ج ا ص ۲۴۱
۴۷۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷ کنز العمال ج ۹ ص ۵۰۸ الاعتبار ص ۴۲
۴۸۔ عبدالرزاق ج ا ص ۱۱۹
۴۹۔ المغنی ج ا ص ۱۹۶، المجموع ج ا ص ۱۳۱ احکام القرآن ص ۲ ص ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱
۵۰۔ عبدالرزاق ج ا ص ۱۳۴، کنز العمال ج ۹ ص ۴۹۳ کشف الغمۃ ج ا ص ۵۲، آثار ابی یوسف نمبر ۱۸

۵۱۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۱۲۷ احکام القرآن ج ۲ص ۳۶۹ تفسیر ابن کثیر ج اص ۵۰۲

۵۱۔ب سنن بیہقی ج اص ۱۳۸

۵۲۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۹، ۲۳

۵۳۔ عبدالرزاق ج اص ۳۲، کنز العمال ج ۹ص ۴۸۶

۵۴۔ معرفۃ السنن والآثار ج اص ۳۹۶ الموطا ج اص ۲۲ المغنی ج اص ۱۹۱ المجموع ج ۲ص ۶۱ الاعتبار ص ۴۹

۵۵۔ عبدالرزاق ج اص ۱۱۶ کنز العمال ج ۹ص ۴۸۶

۵۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۴۷

۵۷۔ النسائی فی الطھارۃ باب الوضوء مما غیرت النار

۵۸۔ الترمذی فی الطھارۃ باب الوضوء مما غیرت النار

۵۹۔ عبدالرزاق ج اص ۱۶۸ کنز العمال ج ۹ص ۴۹۳

۶۰۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۹

۶۱۔ المحلی ج اص ۲۶۱ المغنی ج اص ۱۷۶ المجموع ج ۲ص ۶۶

۶۲۔ عبدالرزاق ج اص ۱۵۱ کنز العمال ج ۹ص ۴۵۴

۶۳۔ ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷ب

۶۴۔ المغنی ج ۵ص ۵۴۵

۶۵۔ المحلی ج ۹ص ۱۷۵

۶۶۔ المغنی ج ۵ص ۱۳۷

۶۷۔ عبدالرزاق ج ۹ص ۷

۶۸۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۸۸

۶۹۔ المغنی ج ۶ص ۳۷۳

۷۰۔ المغنی ج ۶ص ۳۵۸

۷۱۔ المغنی ج ۶ص ۳۵۹، ۳۶۰

۷۲۔ کشف الغمۃ ج اص ۴۱

۷۳۔ عبدالرزاق ج ۹ص ۵، ابن ابی شیبہ ج اص ۲۷۸ ج ۲ص ۱۹۰، سنن دارمی ج ۲ص ۳۹۸ سنن بیہقی ج ۱۰ص ۲۹۴، کنز العمال ج ۱۰ص ۲۱۳۹، المغنی ج ۶ص ۳۵۲

۷۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۹۰ب المغنی ج ۶ص ۳۵۳، ۳۵۷

۷۵۔ احکام القرآن ج ۲ص ۲۶

۷۶۔ الموطا ج ۲ص ۹۳۴، سنن بیہقی ج ۶ص ۲۸۴، تفسیر طبری ج ۴ص ۱۷۳، تفسیر ابن کثیر ج اص ۴۵۳ احکام القرآن

ج ۲ ص ٦۴، تنویر المقباس ص ٦۵ کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۸

۷۷۔ تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۷۱، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۴۱ احکام القرآن ج ۲ ص ٦۵

۷۸۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۴۳

۷۹۔ حوالہ درج بالا

۸۰۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۴۲ سنن بیہقی ج ٦ ص ۵

۸۱۔ تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۷۴ سنن بیہقی ج ٦ ص ۴

۸۲۔ سنن بیہقی ج ٦ ص ۴، ۵ تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۷۱، احکام القرآن ج ۲ ص ٦۴

۸۳۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۰۷

حرف الیاء

یتیم (یتیمی)

۱۔ تعریف: اگر باپ اپنا نابالغ بیٹا چھوڑ کر مر جائے تو اسے یتیم کہیں گے

۲۔ یتیمی کے اثرات:

الف۔ یتیم کے تصرفات پر پابندی اور اس پر ولایت کا ثبوت (دیکھئے مادہ حجر نمبر ۲ کا جز الف)

ب۔ یتیم کے مال میں ولی کا تصرت (دیکھئے مادہ ولایۃ)

۳۔ یتیمی کے زمانے کا اختتام:

یتیم جب بالغ ہو جائے اور اس میں سمجھداری آجائے تو اس کی یتیمی کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے۔
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یتیم جب بالغ ہو جائے اور اس کے اندر معاملہ فہمی اور سمجھداری نظر آنے لگے تو اسکی یتیمی ختم ہو جائے گی،،(۱)

یمین (قسم)

۱۔ تعریف: کلام کے طرفین (اثبات اور نفی) میں سے ایک کو اللہ کے نام کے ذکر کے ساتھ قوی کر دینا یمین کے نام سے موسوم ہوہے۔

۲۔ قسم کے الفاظ:

قسم اللہ کے لفظ کے ساتھ یا انکے اسماء میں سے کسی اسم کے ساتھ یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ اٹھائی جاتی ہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اس طرح اقسمت (میں نے قسم کھائی) (۲) یا آلیت (میں نے قسم کھائی) یا حلفت (میں نے حلف اٹھایا) یا شھدت (میں نے گواہی دی) یا لافعلن کذا (میں یہ کام ضرور کروں گا) کے الفاظ کے ساتھ بھی قسم ہو جاتی ہے خواہ انکے ساتھ اللہ کے لفظ کا ذکر نہ بھی

کیا جائے اور خواہ قسم کی نیت بھی نہ ہو[۳] اسی طرح ایم اللہ (اللہ کی قسم) کے لفظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے [۴] اسی طرح اگر کوئی کہے کہ: ''اگر میں فلاں کام کرلوں تو یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہوں گا یا اسلام سے بری ہو جاؤں گا، یا مجھ پر اللہ کی لعنت ہو یا مجھ پر نذر لازم ہو جائے'' تو یہ بھی قسم ہوگی [۵] اسی طرح اگر ایک شخص اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر دے تو بھی قسم ہو جائے گی مثلاً کہے: ''یہ کھانا مجھ پر حرام ہے یا میری بیوی مجھ پر حرام ہے'' (دیکھئے مادہ تحریم) فقرہ یعلم اللہ (اللہ جانتا ہے) کے ذریعے بھی قسم ہو جاتی ہے۔[۶]

۳۔ قسم کی قسمیں:

قسم کی تین قسمیں ہیں،

الف۔ یمین غموس: وہ یہ کہ ایک شخص کسی بات کا حلف اٹھالے جبکہ اسے معلوم ہو کہ وہ اس حلف میں جھوٹا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ ''اللہ جانتا ہے'' جبکہ وہ نہ جانتا ہو یعنی یہ کہ اللہ کے علم میں وہ بات آ جانی چاہئے جس کا اسے علم نہیں بندے کا یہ فعل اللہ کے نزدیک انتہائی سنگین ہے''[۷] حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس قول کے معنی یہ ہیں کہ ''تم میں سے کوئی شخص اپنی جھوٹی قسم پر اپنے رب کو گواہ نہ بنائے، بندے کا یہ فعل اللہ کے نزدیک انتہائی سنگین ہے'' یمین غموس میں کوئی کفارہ نہیں ہوتا۔ اس کا ذکر آگے ہوگا۔

ب۔ یمین لغو: حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اسکی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) ایک شخص کسی بات کی قسم اسے حق سمجھتے ہوئے کھائے حالانکہ وہ حق نہ ہو[۸]

(۲) اسے فقرات جو قسم کے قصد کے بغیر عادۃً بولے جاتے ہیں مثلاً کوئی شخص مذاق کے طور پر یا خرید وفروخت کے اندر کہے: ''نہیں بخدا نہیں'' یا ''ہاں بخدا ہاں''[۸ب]

(۳) غصے کی حالت میں قسم کھالینا، ایسا غصہ جس کے زیر اثر انسان اپنے آپے سے باہر ہو جائے اور اپنی طبعیت پر قابو نہ رہے بلکہ اس پر ہذیانی کیفیت غالب آ جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''یمین لغو یہ ہے کہ ایک شخص غصے کی حالت میں قسم کھائے''[۹] یمین لغو کے اندر کفارہ نہیں، اس کا ذکر آگے آئے گا

ج۔ یمین منعقدہ: نذر کی انواع کی طرح اس قسم کی بھی کئی انواع ہیں۔ (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۳)

(۱) کوئی شخص ترک طاعت یا ارتکاب معصیت کی قسم کھالے۔اس کا حکم وہی ہے جو معصیت کی نذر کا حکم ہے (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۳ کا جز ب) اگر اس کا بدل موجود ہوتو بدل واجب ہو جائے گا مثلاً ایک شخص اپنے آپ کو ذبح کرنے کی قسم کھا بیٹھے، اگر بدل موجود نہ ہوتو پھر قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۴ میں ارشاد باری ہے جس کا ترجمہ ہے (تم اللہ کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ) اسکی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم مجھے اپنی اس قسم کا ہدف نہ بناؤ کہ تم نیکی نہیں کروگے، بلکہ اپنی قسم کا کفارہ دو اور نیکی کرو'' (۱۰) نیز فرمایا ''ایک شخص کسی ضرر رساں کام کی قسم کھا بیٹھے لیکن وہ یہ کام نہ کرے بلکہ اس سے بہتر اسے نظر آجائے۔ایسی صورت میں اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور مذکورہ بہتر کام کرے'' (۱۱)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق ایسے شخص پر اسکی قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوتا آپ نے اس شخص کے متعلق جو کسی معصیت کے ارتکاب کی قسم کھا بیٹھے فرمایا: کیا وہ شیطانی کام کا کفارہ دے گا؟ اس پر کوئی کفارہ نہیں'' (۱۲) اسی طرح کی قسم کے بارے میں آپ کا قول ہے ''جو شخص اپنے ملک یمین (غلام یا لونڈی) کی پٹائی کرنے کی قسم کھالے تو اسکی قسم کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسکی پٹائی نہ کرے۔ پٹائی نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اگر کفارہ بھی دیدے تو بہتر ہوگا'' (۱۳)

(۲) کوئی شخص ایسے کام کی قسم کھالے جسے سرانجام دینا اسکی طاقت سے باہر ہو، اگر اس کا کوئی ایسا بدل ہو جو اسے ہلکان نہ کرے تو اس بدل کو بروئے کار لے آنا اس کے لئے جائز ہوگا۔ اگر بدل موجود نہ ہوتو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ یہ بات (مادہ نذر نمبر ۳ کے جزج میں) گذر چکی ہے۔

(۳) ایلاء کی قسم بھی یمین منعقدہ ہے (دیکھئے مادہ ایلاء)

(۴) قسم کو اللہ کی مشیت پر معلق کر دینا (استثناء)

اگر ایک شخص قسم کھائے اور پھر استثناء کر دے یعنی کہے کہ ''اگر اللہ چاہے'' تو وہ اپنی قسم کو لغو کر دے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص استثناء کر دے اس پر کوئی حنث (قسم توڑ دینا) نہیں اور نہ ہی کوئی کفارہ'' (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۴) استثناء کا کوئی معلوم وقت نہیں ہوتا اس لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی قسم کے ساتھ ہی استثناء کیوں نہ کرے، (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۳)

۴۔ قسم سے نکلنے کی راہیں:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ قسم سے نکلنے کی راہوں کی مشروعیت ہے تاکہ لوگ اپنی قسموں کی وجہ سے مصیبت میں نہ پھنسے رہیں، اس مشروعیت پر سورۃ ص کی آیت نمبر ۴۴ دلالت کرتی ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(اور اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لے لو اور اسی سے مارو اور اپنی قسم نہ توڑو ہم نے اسے بڑا صابر پایا، کیا اچھا بندہ تھا اور بڑا رجوع کرنے والا تھا) یہ واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کا ہے، آپ نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے (۱۴) حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے اپنے غلام کو تیس یا اس سے زائد کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی، فرمایا: ''وہ تیس کوڑے یکجا کر کے ایک ہی دفعہ اس مارے،، (۱۵) اگر کوئی شخص کسی معصیت کے ارتکاب کی یا اپنی طاقت سے باہر کسی کام کی قسم کھالے تو اس کے لئے اپنی قسم سے نکلنے کی راہ یہ ہے کہ وہ مذکورہ کام کا بدل بروئے کار لے آئے۔ یہ بات (مادہ نذر نمبر ۳ کے جزب کے جزج میں) گذر چکی ہے

۵۔ قسم کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کر دینا:

قسم پر مقدمے کا فیصلہ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۲ کے جزد کا جز ۵)

قسم اٹھانے سے گریز کی بنا پر مقدمے کا فیصلہ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۲ کے جزد کا جز ۶)

ایک گواہ اور صاحب حق کی قسم پر مقدمے کا فیصلہ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۲ کے جزد کا جز ۴) نیز (مادہ شھادۃ نمبر ۶)

عورتوں کے پوشیدہ عیوب کے بارے میں ایک خاتون گواہ اور اس گواہ کی قسم کی بنا پر فیصلہ سنا دینا (دیکھئے مادہ شھادۃ نمبر ۵ کا جزج)

۶۔ قسم کا کفارہ

الف۔ کفارہ واجب کر دینے والی قسم: یمین لغو میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ علی بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ ان قسموں میں کفارہ کے قائل نہیں تھے جو لغو ہوتیں آپ نے فرمایا: ''یمین لغو

وہ قسم ہے جو غصے کی حالت میں کھائی جائے، اس میں کفارہ نہیں ہے،،[16] آپ یمین غموس کے اندر بھی کفارہ کے قائل نہیں تھے۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۵ میں ارشاد باری ہے اس کا ترجمہ ہے (مگر جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو ان کی باز پرس وہ ضرور کرے گا) اسکی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: مگر جو قسم تم جان بوجھ کر کھاتے ہو، یہ وہ جھوٹی قسمیں ہے جو ایک شخص ظلم کرنے یا کسی کا مال چھین لینے کے سلسلے میں کھائے، اس قسم کا اس کے سوا اور کوئی کفارہ نہیں کہ وہ یہ ظلم ترک کردے یا یہ مال اسکے مالک کو واپس کردے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۷۷ میں اس کی باز پرس بیان ہوئی ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ انکی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے تو سخت دردناک سزا ہے)،،[18] حضرت ابن عباسؓ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق اگر کوئی شخص کسی معصیت کے ارتکاب کیلئے یمین منعقدہ کی صورت میں قسم کھالے تو اس میں بھی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ قسم کی باقی ماندہ انواع کے اندر اس صورت میں کفارہ واجب ہوگا جب مسلمان یہ قسم توڑ ڈالے

ب۔ کفارے کی مقدار:

(۱) سورۃ مائدہ آیت نمبر ۸۹ میں اللہ تعالیٰ نے قسم کا کفارہ بیان کردیا ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

(تم لوگ جو مہمل قسمیں کھالیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو۔ اور جو اسکی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر توڑ دو) اگر قسم کھانے والا قسم کی تکرار کے ذریعے اس مؤکد کردے تو ایسی قسم توڑنے پر اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنے کی صورت میں ادا کیا جائے گا[19] کفارہ میں واجب ہونے والی چیز کی مقدار ہم نے (مادہ کفارۃ نمبر ۳ میں) بیان کردی ہے۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے ہی اس کا کفارہ ادا کردینا جائز ہے[20] تاہم خود آپ قسم توڑنے سے پہلے اس کا کفارہ ادا نہیں کرتے تھے۔[21]

حرف الیاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ الاموال ص ۳۳۴

۲۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۸، المغنی ج ۸ ص ۴۰۳

۳۔ المغنی ج ۸ ص ۴۰۲

۴۔ عبد الرزاق ج ۸ ص ۴۷۱

۵۔ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۰۲

۶۔ عبد الرزاق ج ۸ ص ۴۷۷

۷۔ حوالہ درج بالا

۸۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۶۴۲، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۶۷، احکام القرآن ج ا ص ۳۵۵، ۴۵۳، المغنی ج ۸ ص ۶۸۷

۸۔ب تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۶۷ تنویر المقیاس ص ۳۱

۹۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۴۴، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۵۳، تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۲۶۷، المحلی ج ۸ ص ۴۱

۱۰۔ سنن بیہقی ج ا ص ۳۳

۱۱۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۱ ج ۲ ص ۶۴۳، ۲۳۶

۱۲۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۴۵، ۲۴۷

۱۳۔ عبد الرزاق ج ۸ ص ۴۹۹، المحلی ج ۸ ص ۴۱، کنز العمال ج ۶ ص ۸۳۱

۱۴۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۱۲

۱۵۔ ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۹

۱۶۔ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۴۷

۱۷۔ المحلی ج ۸ ص ۴۱

۱۸۔ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۶۴۷

۱۹۔ المحلی ج ۸ ص ۵۳

۲۰۔ المحلی ج ۸ ص ۶۸، المغنی ج ۸ ص ۷۱۳

۲۱۔ عبد الرزاق ج ۸ ص ۵۱۵

اختتام ترجمہ موسوعۃ فقہ ابن عباسؓ

جلد اول وجلد دوم والحمد للہ رب العالمین۔

(مترجم محمد عبدا...م) فیصل آباد ۱۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کل صفحات: از صفحہ ا تا صفحہ ۶۷۸